آیات اللہ الکاملہ

اردو ترجمہ

کتاب حجۃ اللہ البالغہ

مصنفہ

ت محمدیہ واصل باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مرحوم و مغفور

مترجمہ

مولوی خلیل احمد صاحب بن مولانا مولوی سراج احمد صاحب اسرائیلی

سنہ ۱۸۹۷ء مطابق سنہ ۱۳۱۵ھ

حسب فرمائش

کتب خانہ اسلامی پنجاب لاہور

اور راس کماری سے لیکر کوہ ہمالیہ تک مقبول خلائق ہے۔ علوم خمسہ قرآنیہ تاویل مقطعات اور رموز قصص انبیا میں فوز الکبیر فتح الخبیر اور تاویل الاحادیث
ایسے عمدہ اور مختصر رسالے لکھے کہ بڑی بڑی تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنے کر دیا۔ مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کی تحقیقات مذہب
صحابہ و تابعین اقوال جماعہ فقہا و محدثین سے کر کر فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی اور اسرار حدیث و مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی
سے بیان کیا کہ ان سے پیشتر کسی مصنف کو یہ بات کمتر حاصل ہوئی ہے۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ انکے اس کمال پر شاہد ہے۔ رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف
اور عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید میں اس امر کو ثابت و صاف بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا سکی جو کچھ بیا اقوال فقہا
متقشفین اور استبداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اسیطرح عقائد تصوف اور سلوک میں محققانہ تقریریں کی ہیں اور خیالات عالیہ کو طلبا کی
سہولت اور رسائی کی تعیین میں عبارات مختصرہ اور اشارات لطیفہ کے ذریعہ اسطرح ادا کیا ہے کہ انکے زمانہ میں دوسرے مصنف کو کم میسر ہوا
ان بے نظیر تصنیفات کے باعث نواب صدیق حسن خانصاحب نے لکھا ہے "اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی میبود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمرده میشد"
ہندوستان میں شرک و بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج میں انکے پوتے مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے اور بلاشبہ
وہ اس تعریف کے مستحق ہیں لیکن جن لوگوں نے دونو بزرگوں کی تصانیف کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ انکے تمام اصول انہی دادا کی تحریرات سے ماخوذ ہیں فرق
اس قدر کہ وہ اپنے زمانہ کے مناسب حال نرم گفتاری سے کام لیتے تھے اور یہ مثل شمشیر برہنہ کے میدان میں نکلکر اپنی چمک دکھاتے تھے۔

حجۃ اللہ البالغہ ۔ یہ کتاب یوں تو فقہ حدیث پر مشتمل ہے مگر اسمیں فقہ حدیث اخلاق تصوف اور فلسفہ پانچوں مضمون کا مذاق پایا جاتا
پہلا باکمال جس نے اسرار علوم دین کے بیان کرنے میں اپنے جوہر قابلیت دکھائے اور مضامین خمسہ کو نباہا وہ امام غزالی ہیں۔ اور احیاء العلوم انکی عظیم
الشان یادگار جو سات سو برس سے لوگوں کے افتخار کا باعث ہو رہی ہے۔ دوسرا بزرگوار جس نے مدت دراز کے بعد اپنے زمانہ کے مناسب حال اس فن کی تجدید
وہ شاہ ولی اللہ ہیں اور حجۃ اللہ البالغہ انکی بے نظیر کتاب ہمارے ہاتھوں میں ہے جس سے فقیہ مسئلہ فقہی کو اور محدث مطابقت حدیث کو اور فلسفی اسکی
اور برہان کو نکالتا ہے۔ اور اس خوض و غور میں ساتھ کے ساتھ اخلاق و تصوف کا ذائقہ بھی ہمکو حاصل ہوتا رہتا ہے یہ کتاب اگرچہ احیاء العلوم
کے مقابلہ میں مختصر ہے۔ مگر تنقید احادیث میں اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب نے اسکی نسبت اپنی رائے اسطرح ظاہر کی ہے
"این کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار در آن کرده وحکم و اسرار آں بیان نموده۔ تا آنکہ در فن خود غیر مسبوق علیہ واقع شده
و مثل آں درین دوازده صد سال ہجرت ہیچ یک از علمای عرب و عجم تصنیفے موجود نیاورده۔ و منجملہ تصانیف مولفش مرضی بوده است و فی الواقع بیش از

تفصیل تصانیف

شاہ ولی اللہ صاحب نے اکثر فنوں میں کتابیں تصنیف کی ہیں جو سب کی سب مفید اور منفعت بخش ہیں اور بعض انمیں سے عدیم النظیر غیر مسبوق ہیں کتب مشہورہ کی تفصیل
(۱) **متعلق قرآن مجید** فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن۔ فوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ فتح الخبیر۔ تفسیر بالماثور۔ تاویل الاحادیث۔ (۲) **متعلق حدیث** مصفی
(فارسی شرح مؤطا) مسوی شرح (عربی) مؤطا۔ (۳) **متعلق فقہ الحدیث** حجۃ اللہ البالغہ۔ انصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ عقد الجید فی احکام الاجتہاد
(۴) **متعلق خلافت صحابہ** ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (۵) **متعلق تصوف و سلوک** فیوض الحرمین
العین۔ قول الجمیل۔ ہمعات۔ الطاف القدس۔ لمعات۔ سطعات۔ انفاس العارفین۔ خیر کثیر۔ شفاء القلوب۔ بدور البازغہ۔ زہراوین۔ رسائل تفہیمات
فی سلاسل اولیاء اللہ۔ در الثمین (۶) **متفرقات** عقیدۃ الحسنہ۔ المقدمۃ السنیۃ فی انتصار الفرقۃ السنیۃ۔ سرور المحزون۔ رسالہ دانشمندی۔ ارشاد الی مہمات الاسناد
المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ + ازالۃ الخفاء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو حدیث تفسیر اور تاریخ پر کسقدر عبور اور متفرق مسائل میں کتنا تبحر
یہ کتاب بلحاظ جامعیت و پایہ عجیب و غریب ہے۔ اور مصفی میں حدیث کی تحقیقات اس عمدگی سے کی ہے کہ درجہ اجتہاد اس سے نمایاں ہوتا ہے۔

وفات و اولاد ۔ شاہ ولی اللہ صاحب ۱۱۷۶ھ میں فوت ہوئے اسوقت انکی عمر ۶۳ برس کو پہنچ چکی تھی۔ ان کی قبر پرانی دہلی میں شاہ
کی جانب جنوب ہے۔ تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے ع او بود امام اعظم دین ۔ انکے بعد انکے چار بیٹے مشہور گذرے ہیں شاہ عبد العزیز شاہ عبد القادر
رفیع الدین۔ شاہ عبد الغنی۔ یہ چاروں بزرگوار اپنے زمانہ میں علم و عمل و فہم و قوت تقریر و فصاحت تحریر و تقوی و دیانت و امانت و مراتب لاہوتیہ میں فرید
دہر تھے انمیں سے شاہ عبد العزیز بالخصوص زیادہ نامور مانے گئے ہیں ہندوستان میں اسوقت جسقدر محدث ہیں ان سب کا سلسلہ روایت
شاہ عبد العزیز کے ذریعہ شاہ ولی اللہ تک پہنچتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیات اللہ الکاملہ

ترجمہ

حجۃ اللہ البالغہ

اللہ کے واسطے تمام خوبیان ہین جسنے تمام لوگون کو مذہب اسلام اور اسلام کی ہدایت پر پیدا کیا۔ اور ان کی پیدایش اس خالص کشادہ اور سلیس روشن مذہب پر کی ہے اور جب لوگونپر جہالت چھاگئی اور نہایت پست درجہ کے نشیب مین اسنے انکو گرا دیا اور بدبختی نے انکو گھیر لیا تو خدا نے انپر رحم کیا اور انکے حال پر مہربانی کی کہ انبیا کو ان کی طرف مبعوث کیا تاکہ ان کے ذریعے سے لوگون کو تاریکیون سے روشنی کی طرف اور تنگی سے کشادہ میدان کیطرف باہر نکال لاوے۔ خدا نے اپنی تابعداری کو ان کی فرمانبرداری پر موقوف کیا۔ اس بزرگی اور مرتبہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ بعد انبیا کے انکی پیروی کرنے والے مومنین مین خدا نے جنکو چاہا ایسی توفیق دی کہ انبیا کے علمون کو کوشش سے حاصل کرین اور انکی شریعتون کے اسرار معلوم کرین جنکیلئے وہ انعام خداوندی سے اسرار انبیا کے جامع اور انکے انوار نبوت سے کامیاب ہوگئے۔ ایسے لوگون سے خدا نے ایک ایک کو ہزار ہزار عابدونپر فضیلت دی ہے اور عالم ملکوت مین انکا نام عظما بڑے مرتبہ والے رکھا گیا ہے انکی ایسی حالت ہے کہ تمام مخلوق الہی حتی کہ پانی کے اندر مچھلیان بھی انکے لئے دعا کرتی ہین۔ بار خدایا تو انپر اور انکے وارثون پر جبتک آسمان اور زمین قایم ہے۔ رحمت نازل کرتا رہ۔ اور انکو سلامت رکھ اور ان سب مین سے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جنکو کشادہ اور روشن دلیل دیکر بھیجا ہے افضل ترین رحمت اور بزرگترین تحفہ اور پسندیدہ ترین قبولیت کی ساتھ خاصکر اور آپ کی اولاد و اصحاب پر اپنی خوشنودی کا مینہ برسا اور انکو عمدہ جزا عطا کر۔

اسکے بعد بندہ خدائے کریم کی رحمت کا محتاج احمد مشہور ولی اللہ ابن عبدالرحیم (عاملہما اللہ تعالی بفضلہ العظیم وجعل لہما النعیم) کہتا ہے کہ تمام یقینی علوم سے زیادہ عمدہ اور منبع کے اور مذہبی فنون کی بنیاد علم حدیث ہے جسمین اون اقوال اور افعال اور بیانات کا ذکر کیا جاتا ہے جو کہ افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے ہین اسلئے وہ اقوال وغیرہ تاریکی مین چراغ ہدایت کے نشانات اور گویا چودھوین رات کے تابناک چاند ہین جسنے انکی پیروی کی اور انکو محفوظ کرلیا وہ راہ راست

پرہے اوسکو بڑے درجہ کی خوبی عطا کی گئی ہے اور جسنے اون کو نہین مانا وہ راہ راست سے بہک گیا اور پستی مین گرا اور اپنے لیے بجز نقصان کے اور کچھ زیادہ نہین کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (رزایل سے) منع کیا اور (خوبیون کا) حکم دیا ہے (درکات سے) ڈرایا ہے اور (درجات کی) بشارت دی ہے (بات بات کی) مثلین بیان کی ہین اور لوگون کو نصیحتین کی ہین وہ نصیحتین شمار مین قرآن کے برابر ہین بلکہ زیادہ +

علم حدیث کے مختلف طبقے ہین اسلیئے باہم اہل حدیث کے درجے مختلف ہین اور اس علم مین بعض جیسے بمنزلہ پوست کے ہین جنکے اندر مغز بھرا ہوا ہے اور بعض بمنزلہ سیپیون کے ہین جنکے اندر موتی ہین +

اور اکثر ابواب کے متعلق علماے رحمہم اللہ کی ایسی تصانیف ہین کہ جنسے وحشی مضامین کا شکار کیا جاتا ہے اور سخت سے سخت مطالب بھی اونکے ذریعہ سے رام ہوسکتے ہین اور فنون حدیث مین سے سب سے زیادہ ظاہری وہ فن ہے جس سے احادیث کی صحت ضعف شہرت و غرابت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ محدثین مین سے نقادان فن اور علماے متقدمین سے حفاظ حدیث نے اس فن کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ اسکے بعد اس فن کا درجہ ہے کہ جس مین غریب احادیث کے معانی اور مشکل احادیث کا پورا انضباط ہو۔ اوسکا اہتمام فنون ادبیہ کے ناموں اور علماے عربیہ کے پختہ مغز لوگون نے کیا ہے۔ پھر اس فن کا درجہ ہے کہ جس مین احادیث کے شرعی معنی بیان کئے جاتے ہین اور فرعی احکام انسے نکالے جاتے ہین اور احکام منصوص کی عبارت یا اشارہ اور رمز پر اور احکام کا قیاس کیا جاتا ہے منسوخ اور محکم احکام سمجھے جاوین اور ضعیف اور قوی کا علم حاصل کیا جاوے عام علما کے نزدیک یہی فن بمنزلہ مغز اور موتی کے ہے فقہاء محققین نے اس فن کیطرف نہایت توجہ کی ہے +

لیکن میری دانست مین تمام علوم حدیث مین سے زیادہ دقیق فن جسکی جڑ نہایت عمیق ہے اور اسکا منار نہایت بلند ہے اور میری نظر مین جو تمام علوم شرعیہ سے زیادہ بلند مرتبہ اور عالیقدر ہے وہ اسرار دین کا علم ہے جس مین تمام احکام دین کی حکمت اور لم اور ایک ایک عمل کے راز اور نکات بیان کئے جاتے ہین بالبدہ وہ تمام علمون مین سے سب سے زیادہ اسکا مستحق ہے کہ جس سے بن پڑے اپنے نفیس وقتون کو اوسمین صرف کیا کرے اور مفروضہ طاعتون کے بعد معاد کے لیئے اوسکو ذخیرہ کرے اسلیئے کہ شریعت کے احکام مین اوسکے ذریعہ سے بصیرت پیدا ہوتی ہے اور اس فن کے عالم کو اخبار شریعت سے وہی تعلق ہوا کرتا ہے جو عروض کے عالم کو شعرا کے دیوانون سے اور منطقی کو حکما کے دلایل سے اور نحوی کو فصحاء عرب کے کلام سے اور اصول فقہ کے عالم کو فقہا کی تفریعون سے ہوتا ہے اسی علم کے ذریعہ سے ایسی حیرانی سے حفاظت رہتی ہے جو کسی شخص کو رات کیوقت لکڑیان جمع کرنے مین پیش آتی ہے (کہ خشک و تر مین وہ امتیاز نہین کرسکتا) یا پانی کی رو مین غوطہ لگانے والے کو اور وہ اس سے امن مین رہتا ہے کہ اس اونٹنی کی طرح پاؤن مارے جسکو اپنے سامنے کی کوئی چیز نظر نہ آتی ہو۔ یا کسی نابینا اونٹنی پر سوار ہو +

ایسے شخص کی حالت اس آدمی کی سی نہین ہوسکتی جس نے کسی طبیب کو کھانے کیلئے سیب بتاتے ہوئے سنا ہو اور مشکل ہونے کی وجہ سے اندرائن (حنظل) کو اوسپر قیاس کرلیا ہو +

اس علم کی وجہ سے آدمی اپنے پروردگار کی جانب سے ایک صاف دلیل پر اوس شخص کی طرح ہوجاتا ہے کہ جسکو کسی معتبر آدمی نے یہ بتادیا ہو کہ زہر مار ڈالا کرتا ہے اور اسنے اوسکے فرمانے کی تصدیق کی ہو اور پھر قراین سے معلوم کیا ہو کہ واقعی زہر کی حرارت اور خشکی پرلے درجہ کی ہوتی ہے اور یہ دونو کیفیتین انسانی مزاج کے بالکل مخالف ہین تو جس بات پر اوسنے پہلے یقین کرلیا تھا اب اوسپر ایک درجہ یقین کا اور زیادہ ہوگیا +

اگرچہ احادیث نبوی نے اسرار دین کے اصول و فروع کو ثابت کردیا ہے اور آثار صحابہ و تابعین نے اوسکی اجمال و تفصیل کو صاف صاف بیان کردیا ہے اور ان مصلحتون کے دریافت کرنے مین جو شریعت کے ہر ہر باب مین ملحوظ رکھی گئی ہین مجتہدین کا غور نظر ہی انتہا کو پہونچگیا ہے اور ان کی پیروی کرنے والون نے بھی بڑے بڑے نکتے ظاہر کئے ہین اور انکے گروہون مین دقیق نظر علما نے بڑے عمدہ مضامین پیدا کئے ہین +

اسلیئے یہ علم اس حالت سے نکل گیا ہے کہ اسمین کلام اجماع امت کے خلاف سمجھا جاوے یا کسی حیرت یا ابہام مین پڑنے کا باعث ہو لیکن تاہم ایسے لوگ کم گذرے ہین کہ جنہون نے اس مین کوئی تصنیف کی ہو اوسکی بنیادون کے استحکام مین غور کیا ہو اور اوسکے اصول و فروع کو مرتب کیا ہو یا کوئی چیز سیری کے قابل بلکہ اسقدر بھی کہ خواہش کی گرسنگی کو دفع کرسکے بیان کی ہو اس فن کے راز اسی شخص پر ظاہر ہوسکتے ہین جسکو تمام علوم شریعت مین پورا ملکہ ہو وہ تمام فنون دین مین یگانہ ہو اس علم کا چشمہ اوسی شخص کے لئے صاف ہوتا ہے جسکا دل خدا نے علم لدنی سے کھول دیا ہو اور اسرار وہبی سے لبریز کردیا ہو اور اوسکے ساتھ ہی نہایت ذوشتصفیہ بھی ہو اور اوسکی طبیعت مین انتقال بھی ہو اور تحریر تقریر مین فرزانہ ہو ہر بات کی تصویر کھینچے اور اوسکو خوشنما پیرایہ مین ظاہر کرنے مین فوقیت رکھتا ہو اس سے ذرب واقف ہو کہ اصول کو کیسے باہم ملاتے ہین اور فروع کو اونپر کسطرح قایم کرتے ہین اور یہ جانتا ہو کہ قاعدون سے پہلے کیسے تمہید لایا کرتے ہین اور قاعدون کے لئے عقلی اور نقلی دلایل کیسے بیان کرتے ہین +

خدا کا مجھپر یہ بڑا انعام ہے کہ اسرار دین کے علم سے اوسنے مجھے بہرہ مند کیا اور ایک حصہ اس علم کا مجھکو بھی عطا کیا۔ اسپر مین کچھ ناز نہین کرتا ہون بلکہ اپنے قصور کا معترف ہون اور اپنے نفس کے تزکیہ کا کچھ دعوی نہین کرتا وہ برائی کا ہمیشہ حکم کرتا رہتا ہے +

ایک روز مین بعد عصر کے متوجہاً الی اللہ بیٹھا ہوا تھا دفعتہً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح نے ظہور فرمایا اور آپنے مجھکو اوپر کیجانب سے ایسا ڈھانپ لیا کہ گویا کسینے مجھپر کوئی کپڑا ڈالدیا تھا اس حالت مین مجھپر القا کیا گیا کہ یہ کسی امر دینی کے بیان کیطرف اشارہ ہے اسوقت مینے اپنے سینہ مین ایک ایسا نور پایا جس مین وقتاً فوقتاً ہمیشہ وسعت اور کشادگی بڑھتی رہی پھر چند روز کے بعد الہام ہوا کہ اس صاف اور روشن امر کے لیئے میرا آمادہ ہونا تقدیر الہی مین قرار پا چکا ہو اور مجکو یہی معلوم ہوا کہ اپنے پروردگار کے انوار سے تمام زمین منور ہوگئی غروب کے وقت روشنی نے اپنا عکس زمین پر ڈالا ہو اور شریعت مصطفوی ہی اس زمانہ مین بدین وجہ کہ دلایل کے وسیع و مکمل لباس مین ظہور فرما ہونیکو ہے سراپا نور ہوگئی اور اسکے بعد مین ایک زمانہ مین مکہ معظمہ مین وارد تھا وہین مین نے جناب امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو خواب مین دیکھا کہ

اُن دونون نے مجکو ایک قلم عطا فرما کر کہا کہ یہ قلم ہمارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور مین اکثر اس فکر مین
رہتا رہا کہ کوئی کتاب ایسی مدون کرون جو مبتدی کے لیے بینائی کا باعث اور منتہی کے لیے قابل تذکرہ ہو اور شہری
اور بدوی سب اُس سے فیض حاصل کر سکین اور مجمعو نمین اُسکے تذکرے رہین +
لیکن مجکو اس قصد مین یہ بات دامنگیر ہوتی تھی کہ مین اپنے قریب کسی ایسے انصاف پسند معتبر عالم کو نہین
پاتا تھا کہ مشتبہ مسئلون مین اُسکیطرف رجوع کیا کرتا اور نیز علوم نقلی مین جو کہ برگزیدہ عہد نہین مدون ہوئے ہین میری
دستگاہ کافی نہ تھی اور اسنے مجکو اور بھی بزدل کر دیا تھا کہ مینے ایسا زمانہ پایا کہ جسمین جہالت تعصب خواہشون
کی پیروی اور اپنی ناقص رایون پر ناز کرنا شایع تھا اور ہمعصر ہونا باہمی نفرت کی جڑ ہو کرتا ہے اور جو تصنیف
کیا کرتا ہے ملامت کا ہدف بنا کرتا ہے مین اسی شش و پنج مین تھا کبھی ایک قدم آگے بڑھتا تھا اور پھر پیچھے
ہٹ جاتا تھا اور ایک بار چکر لگا کر پھر مجبورانہ واپس آتا تھا +
اسی اثنا مین میرے بزرگ بھائی اور گرامی دوست مولانا محمد عاشق (خدا اُنکو حوادث سے محفوظ رکھے) نے
اس علم کے مرتبہ اور فضیلت کو خوب طرح سمجھا اُنکو الہام ہوا کہ جب تک اس علم کے دقایق اور بڑے نکتون کی
کافی تلاش نہ کیجاویگی پوری طرحپر سعادت حاصل نہوگی انہون نے خوب طرح اندازہ کر لیا تھا کہ جب تک شکوک اور
شبہات کی تکالیف نہ برداشت کیجاوینگی اور اختلاف اور مخالفتون کی سختی نہ جھیلی جاویگی اس علم تک پہونچنا
آسان نہین ہے اسمین پورا خوض وہی شخص کر سکتا ہے جو سب سے پہلے اس دروازہ کو کھولے اور اُسکے پکارتے
ہی وحشی اور مشکل مضامین حاضر ہو جاوین اسکے لئے وہ حتی الامکان شہر شہر پھرے اور جس شخص کو عمدہ اور نیک پایا
اُس سے تفتیش کیا اور ہر ایک ادنی و اعلے ناقص و کامل کی جستجو کی لیکن کسیکو نپایا کہ کوئی کارآمد بات کہتا یا کوئی
روشن بیان ظاہر کرتا یہ دیکھکر وہ مجسے مصر ہوئے یعنی چمٹ گئے اور میرا دامن پکڑ لیا جتنی مین معذری ظاہر کرتا تھا وہ
مجکو یہ حدیث یاد دلاتے تھے کہ جو کوئی شخص علم کو سیکھکر چھپاویگا قیامت کے روز آگ کی لگام اُسکے دہن مین چڑہائی
جاویگی یہانتک کہ انہون نے مجکو بالکل خاموش کر دیا سب راستے تنگ ہو گئے اور پھر کوئی عذر نہ چل سکا اور مجکو
یقین ہو گیا کہ یہ ایک نہایت اہم کام ہے اور پچھلے الہام کی ایک صورت ہے تقدیر الہی مین ایسا ہی مقدر ہو چکا ہے
اور ہر سمت سے اُسنے مجکو گھیر لیا ہے لہذا مینے خدا کیطرف متوجہ ہو کر استخارہ کیا اور ہمہ تن مشغول ہو کر ہر امر مین اُسکی
مدد کا خواہان ہوا اور اپنی قوت سے بالکل جدا ہو گیا اور ایسا مجبور ہو گیا کہ جیسے بے اختیاری حرکتون مین غسال کے
ہاتھہ مین مردہ ہوتا ہے تب مینے اُنکی درخواست کو شروع کیا اور نہایت عاجزانہ طور پر خدا سے دعا کی کہ تمام لہو و لعب
کی باتون سے میرا دل پھیر دے اور ٹھیک ٹھیک ہر چیز کی حقیقت مجکو بتا دے اور جو وسوسے میرے دل مین پیدا ہون
اُسکے دور کرنے مین میرا معاون ہو میرے دل کو توانا اور زبان کو گویا کر دے اور جس بحث مین مین داخل ہون اُسمین
لغزشون سے مجکو محفوظ رکھے اور ہر حالت مین راست بیانی کی توفیق دے مینے اُنکے سامنے پیش کر دیا تھا کہ بیان کیے
موقع مین مین ایک محض خاموش آدمی ہون اور گھوڑدوڑ کے گھوڑون مین کج اعضا ہون میرا سرمایہ بالکل ناقص

ہے اوراق کی تلاش مین [illegible] غور کیا جاتا ہے اسلیے کہ [illegible] ایک ایسے امر مین مصروف ہون کہ جسپر زیادہ وقت ممکن نہین اور [illegible] مقولات کے حفظ کرنے مین [illegible] کی کوشش کر [illegible] ہون [illegible] اور جاننے والے کے ساتھ اسکو بیان کرتا رہون اور مین اپنی جان [illegible] تنہا ہون [illegible] ہی گرد جمع کرنے والا ہون اپنے وقت کا بندہ اور اپنے [illegible] ہون اور اپنے ہی خیال [illegible] کا [illegible] ہون [illegible] اپنے ہی [illegible] غنیمت سمجھنے والا ہون [illegible] اس کو بند کر کے [illegible] بس کرنا چاہیے [illegible] نہین تو [illegible] ہو چکا [illegible] اور چونکہ [illegible] البالغہ [illegible] تکلیف [illegible] اور حسن [illegible] اعمال [illegible] اور احکام [illegible] اسرار کی طرف اشارہ [illegible] یہ کتاب بھی [illegible] کی ایک [illegible] اور [illegible] کنندہ [illegible] کے [illegible] مین [illegible] نام حجۃ اللہ البالغہ رکھا گیا [illegible] حسبنا اللہ ونعم الوکیل [illegible] بالله العلی العظیم ؂

مقدمہ

بعض لوگ خیال کیا کرتے ہین کہ شریعت کے احکام مین کوئی مصلحت نہین ہے [illegible] اور اعمال اور انکی جزا مین جو منجانب اللہ مقرر ہے کوئی مناسبت نہین ہے اور احکام شریعت سے تکلیف کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی آقا اپنے ملازم کی فرمانبرداری کی آزمائش کرنے کو کسی پتھر کے اٹھانے یا کسی درخت کے چھونے کا حکم دے جسمین بجز آزمایش کے اور کوئی فایدہ نہین پس اگر اسکی اطاعت کرے جزا پاوے اور سرکشی کرے تو سزا دیجاوے ؂ یہ گمان بالکل فاسد ہے حدیث اور ان زمانون کے اجماع جنکی خوبی اور برکت پر خود شرع نے شہادت دی ہے اس خیال کی تکذیب کرتے ہین۔ جو شخص مور ذیل کو نہ سمجھ سکے اسکی واقفیت اس [illegible] کی نہی سے کیا زیادہ ہو سکتی ہے جسکو دریا مین غوطہ دیا ہو کہ اعمال کا اثر نیتون پر اور ان نفسانی حالتون پر موقوف ہے جنسے اعمال سرزد ہوتے ہین جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا۔ انما الاعمال بالنیات اعمال کا ثواب نیتون پر موقوف ہے اور خداتعالی نے فرمایا لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ خدا سے نہین نزدیک کرتے ہین قربانیون کے گوشت اور نہ خون لیکن تمہاری پرہیزگاری اس سے نزدیک کردیتی ہے اور **نماز** خدا کی یاد اور اسکے حضور مین عاجزی کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے۔ خداتعالی فرماتا ہے "اقم الصلوۃ لذکری" میری یاد کرنے کو نماز پڑھ اور نماز سے یہ بھی مقصود ہے کہ اسکی طفیل سے آخرت مین دیدار خدا نصیب ہو جاوے ؂

فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے "سترون ربکم کما ترون ہذا القمر لا تضامون فی رؤیتہ فان استطعتم ان لا تغلبوا علے صلوۃ قبل طلوع الشمس وصلوۃ قبل غروبہا فافعلوا" بیشک تم اپنے پروردگار کو ایسا ہی دیکھوگے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو اسکے دیدار مین کچھ شک و شبہ تمکو نہوگا پس اگر تم سے اسکا اہتمام ہو سکے کہ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے کوئی چیز تمکو نماز سے باز نہ رکھے تو ایسا ہی کرو ؂

اور **زکوۃ** کا حکم شریعت مین اسلیے دیا گیا ہے کہ اس سے بخل کی کمینہ عادت جاتی رہے اور حاجتمندون کی کار برآری ہوتی ہے جیسا کہ زکوۃ نہ دینے والون کے حق مین خداتعالے فرماتا ہے "ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاہم اللہ

ضرور ہے کہ ان مصلحتوں سے قطع نظر کر کے خود کسی چیز کا واجب کسی چیز کا حرام قرار دینا ہی فرمانبردار کے ثواب پانے اور نافرمانی کرنے والے
کے عذاب کا ذاتی سبب ہو اور محض بے اصل ہے جو خیال کیا جاتا ہے کہ اعمال کا حسن و قبح یعنی کام کرنے والے کا مستحق ثواب
یا عذاب ہونا محض عقلی ہے۔ شریعت اپنی جانب سے نہ کسی چیز کو واجب کرتی ہے نہ حرام۔ اس کا کام یہ ہے کہ اعمال کی
خاصیتوں کو ٹھیک ٹھیک بتلادے جیسے کہ کوئی طبیب دواؤں کی خاصیتیں بیماریوں کے اقسام بیان کر دیتا ہے۔ یہ
گمان فاسد ہے حدیث علانیہ طور پر اسکی تردید کرتی ہے +

یہ کیسے ہو سکتا ہے آنحضرت تو رمضان میں تراویح کی نسبت فرماتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ فرض نہ ہو جاویں
اور فرمایا بڑا گنہگار وہ مسلمان ہے جو ایسی ایسی چیزیں دریافت کرے جو ابھی تک حرام نہ تھیں لیکن اسکے سوال کرنے ہی
سے حرام کردی گئیں انکے علاوہ اور کئی حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہوئی ہیں۔ بھلا اگر ایسا ہی ہوتا تو اس مقیم کو جو سختی سے
بسر کرتا ہے روزہ کا افطار کرنا درست ہوا کرتا جیسا کہ مسافر کو سختی کی وجہ سے افطار درست ہے وہی تنگی و سختی بسبب
رخصتوں کا مدار ہے یہاں بھی مقیم کی حالت میں موجود ہے اور ایسا ہی خوشحال مسافر کو افطار کرنا درست نہ ہونا۔ تمام
حدود شرعی کا یہی حال ہے +

ایسے ہی علم حدیث نے یہ بھی لازم کر دیا ہے کہ جب کوئی حکم شرع بروایت صحیح ثابت ہو جاوے تو اسکی تعمیل کو مصلحت
کے معلوم ہونے پر موقوف نہ رکھے۔ اکثر عقلیں عموماً مصلحتوں کو اپنے بل پر معلوم نہیں کر سکتیں ہیں اور نہ ہمکو اپنی عقلوں کی
اتنا اعتماد نہیں ہے جتنا کہ آنحضرت پر ہے اسلیئے اُن لوگوں پر اس علم کا اظہار نہیں کیا گیا جو اسکے اہل نہیں تھے۔ اس علم
کے بھی وہ شرائط ہیں جو کتاب الہی کی تفسیر کے ہیں بغیر سند حدیث کے محض اپنی رائے سے اس میں خوض کرنا حرام ہے +

مذکورہ بالا تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ احکام شرعی کے مقرر کرنیکی ٹھیک مثال یہ ہے کہ کسی آقا کے غلام بیمار ہوں وہ
یہ آقا اونکی دوا پلانے کو ایک خاص آدمی متعین کر دے اس صورت میں اگر یہ غلام علاج کرانے میں اس طبیب
کی فرمانبرداری کرینگے تو گویا اپنے آقا کی فرمانبرداری کرینگے انکا آقا خوش ہوگا اور بھلائی سے اونکے ساتھ پیش
آویگا اور انکو بھی بیماری سے نجات ملجاویگی۔ اور اگر انہوں نے اُس طبیب کا کہنا نہ مانا تو گویا اپنے آقا ہی سے سرتابی
کی اور اسکے غصہ میں مبتلا ہوئے اور نہایت سخت سزا اونکو ملی اور مرض نے انکا کام تمام کر دیا اسیطرف آنحضرت نے
اُس حدیث میں جو فرشتوں کیطرف سے روایت کی ہے اشارہ فرمایا کہ اسکا حال ایسا ہے کہ جیسے کسی شخص نے ایک
گھر تعمیر کر کے اسمیں کھانا تیار کیا اور ایک بلانیوالے کو بھیجدیا کہ لوگوں کو بلا لاوے اب جسنے بلانے والی کی بات مان لی
اُسنے گھر میں داخل ہو کر کھانا کھایا اور جس نے اُس کے کہنے کی پروانہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا نہ اُسنے کھانا کھایا۔
اور اور جگہ ارشاد فرمایا کہ میرا اور اُن احکام کا حال جن کے ساتھ خدا نے مجکو بھیجا ہے ایسا ہے جیسا کہ کسی آدمی نے
کسی قوم کے پاس جا کر کہا کہ لوگو میں نے اپنی آنکھ سے لشکر دیکھا ہے تمکو برملا آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے بچنے کی فکر کرو اپنے
آپ کو بچاؤ۔ بعضوں نے اُس کا کہنا مان لیا اور شروع رات سے سفر کا سامان کر کے چلدیئے وہ محفوظ رہے اور جس فریق
نے اُس کو سچا نہ جانا وہ اپنی جگہ ٹھیرا رہا یہاں تک کہ صبح کے وقت لشکر نے انکو آلیا اور بیخ و بن سے برباد کر دیا اور

آنحضرت نے اپنے پروردگار کیطرف سے فرمایا کہ وہ تمہارے اعمال ہین جو تم پر اترتے ہین +
ہماری اس تقریر سے کہ حالت احکام کی ہین مین ہی یعنی اعمال کو اور چیزون کے واجب اور حرام مقرر کرنے کو دونون کو ثواب اور عذاب کے مستحق ہونے مین دخل ہے۔ ان مختلف دلیلون مین بھی اتفاق ہوگیا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگون کو ان کے اعمال پر عذاب دیا جاویگا یا نہین +
اور بعض لوگ یہ تو کسی قدر جانتے ہین کہ احکام کے لیے مصلحتین علت ہین اور اعمال پر جزا اون نفسانی حالتون کی ہی وجہ سے مرتب ہوتی ہے کہ جن سے نفس عمدہ ہو جاتا ہے یا بگڑ جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بدن مین ایک بوٹی ہے جو اوسکی درستی سے سارا بدن درست رہتا ہے اور اسکے بگڑنے سے سارا بدن بگڑ جاتا ہے سنو کہ وہ دل ہے۔ لیکن یہ لوگ سمجھتے ہین کہ اس فن کا مدون کرنا اسکے اصول و فروع کا مرتب کرنا عقلاً تو اسواسطے منع ہے کہ اسکے مسایل نہایت مشکل ہین اور شرعاً اسلیئے ناممکن ہے کہ سلف نے اسکو جمع نہین کیا حالانکہ انکا زمانہ آنحضرت سے قریب تھا اور انکے علوم بہت وسیع تھے تو گویا اوسکے ترک پر سب کا اتفاق سا ہوگیا ہے۔ یا یون کہہ اٹھتے ہین کہ اس علم کے مرتب کرنے مین کوئی معتد بہ فایدہ نہین ہے کیونکہ شریعت پر عمل کرنا کچھ احکام کی مصلحتون سے واقف ہونے پر موقوف نہین۔ یہ سب گمان فاسد ہین اسلیئے اس قول کے کہ اسکے مسایل مشکل ہین اگر یہ معنی ہین کہ اس صورت مین اس علم کا جمع کرنا بالکل ہی ناممکن ہے تو مسایل کے مشکل ہونے سے یہ بات لازم نہین آتی۔ دیکھو توحید صفات کے مسایل کیسے کیسے مشکل ہین ان کا پورا دریافت کرنا کیسا دشوار ہے تاہم خدا جسکے لیے چاہتا ہے انکو آسان کر دیتا ہے۔ ہر ایک علم کا یہی حال ہے بظاہر نظر مین معلوم ہوا کرتا ہے کہ اسمین بحث کرنا دشوار ہوگا اور اسکا پورا پورا دریافت کرنا تقریباً ناممکن ہوگا۔ لیکن جب اسکے متعلقات مین کوشش کی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اسکے مقدمات اور مبادی سمجھے جاتے ہین تو اس مین قدرت بڑھتی جاتی ہے اور اسکی بنیادین مستحکم ہوتی جاتی ہین اور اسکی فروعات اور متعلقات کا نکالنا آسان ہوتا جاتا ہے اور اگر یہ معنی ہین کہ اس مین کسی قدر دشواری ہے اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین لیکن دشواری ہی سے تو بعض علمون کی فضیلت بعض پر ظاہر ہوا کرتی ہے جب تک کہ مشقتین اور شداید نہ جھیلے جاوین تمنائین پوری نہین ہوتین علوم مین ملکات جبھی حاصل ہوتے ہین کہ عقلی تکالیف برداشت کیجاوین اور ہر ہر بات کے سمجھنے مین نہایت خوض اور غور کیا جاوے اور یہ کہنا کہ سلف نے اس کو مدون نہین کیا ہے ہمکو سلف کے مدون کرنے کی کیا پروا ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے اصول کو قایم کر دیا ہے اور اسکے فروع کو مرتب فرمادیا ہے حضرت عمر حضرت علی حضرت زید حضرت عبداللہ ابن عباس حضرت عایشہ وغیرہم جیسے فقہا صحابہ نے اس مین گفتگوئین کی ہین اور اسکی وجوہ کو روشن بیانی سے ظاہر کر دیا ہے اور انکے بعد علماے دین اور رہروان طریقہ یقین ان ضروری امور کو جنکو خدا تعالی نے انکے دلون مین ذخیرہ کیا تھا ظاہر کرتے رہے ہین جب انکو کسی ایسے شخص سے مناظرہ کی ضرورت آپڑتی تھی جو شک اور شبہ سے فتنہ پردازی کرنا چاہتا تھا تو وہ مستعدانہ بحث کی شمشیر کو میان سے نکال لیتے تھے اپنے ارادون کو مصمم کرکے جرأت اور دلیری سے بدعتیون کے لشکر کو ہزیمت دیتے تھے +

جسنے خوب سمجھ لیا کہ ایک ایسی کتاب کا مدون کرنا جس مین اس فن کے اصول و قواعد کا ایک معقول حصہ ہو نہایت کارآمد اور بہت منفعت ہوگا +

متقدمین کو اس فن کی اسلیے ضرورت نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے انکے عقیدے بالکل صاف تھے۔ آپ کے زمانہ سے وہ قریب تھے انمین اختلافات کم تھے انکے دل مطمئن تھے ان امور کی تفتیش کی انکو کچھ ضرورت نہ تھی جو آنحضرت سے ثابت ہوچکے تھے منقول کو معقول سے مطابق کرنے کا اونکو کچھ خیال نہ تھا ثقات سے اکثر مسئلون کا دریافت کر لینا ممکن تھا +

علے ہذا القیاس اسیوجہ سے کہ اون کا زمانہ قرن اول کے متصل تھا رجال حدیث انکے پیش نظر تھے اپنے کانون سے وہ انکا کلام سنتے تھے یہ باتین علماے ثقات سے دریافت کر سکتے تھے اختلافات مذہبی ان مین کم تھے فنون حدیث کی کچھ ضرورت انکو نہین تھی نہ غریب حدیثون کے شرح اسماء رجال کے تحقیقات انکی عدالت کے درجے بیان کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی ایسے ہی مشکل احادیث کی تفسیر حدیث کے اصول مختلف حدیثون کا بیان۔ احادیث کے راز ضعیف کو صحیح سے تمیز دینا موضوع کو معتبر سے جدا کرنا یہ سب غیر ضروری تھا +

فنون بالا مین سے ہر فن کی تدوین انکے اصول و فروع کی ترتیب مدت دراز کے بعد ہوئی جب اسکی ضرورت کا وقت آیا پھر ایک زمانہ کے بعد فقہا مین اس بناپر اختلاف ہوا کہ احکام کی کیا کیا علتین ہین اور ان علتون کے متعلق ایسی بحثین چھڑین کہ انسے وہ مصلحتین کیسی حاصل ہوسکتی ہین جو شرع مین معتبر ہین اب اکثر مذہبی مسایل مین اکثر اپنی راے کو دخل دیا جانے لگا اور اعتقادی اور عملی مسئلون مین شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے اور ایسا وقت آپہونچا کہ نقلی نصوص پر عقلی دلایل کا قایم کرنا اور منقول کو معقول سے مطابق کرنا دین کی کامل مدد کا باعث ہوا اور مسلمانون کی پراگندگی دور کرنے مین ایسی ایسی کوششون سے عمدہ آثار ثابت ہوگئے۔ یہ عبادت سب عبادتون سے افضل اور تمام بندگیون کے اصل اصول قرار پائے +

یہ کہنا کہ اس فن یعنی اسرار دین کی تدوین بے فایدہ ہے بالکل بے اصل ہے بلکہ اسمین بڑے بڑے فایدے ہین۔ اولاً اسکے ذریعہ سے آنحضرت کے معجزات مین سے ایک بہت بڑے معجزہ کا اظہار ہوتا ہے آنحضرت نے لوگون کے سامنے قرآن عظیم کو پیش کیا جسنے تمام بلغاء زمانہ کو تھکا مارا کسی ایک سے بھی بن نہ پڑا کہ ویسی ایک سورہ بنا سکتا۔ لیکن جب زمانہ قرن اول کا گزر گیا اور اسکی معجز نما وجہین لوگون پر مخفی ہوگئین تو علماء امت نے اپنی ہمت سے ان وجوہ کو ظاہر و باہر کر دیا تاکہ جو لوگ انکے ہمرتبہ نہون وہ قرآن کے اعجاز کو بخوبی سمجھ سکین ایسے ہی خدا کی جانب سے آپ نے ایسی شریعت کو عام نظرون کے سامنے پیش کیا جو تمام شرایع سے زیادہ مکمل ہے اسمین ایسی ایسی مصلحتین ملحوظ ہین جن کا اندازہ طاقت بشری نہین کر سکتی آپ کے زمانہ کے لوگون نے احکام الہیہ کی عظمت کو خوب معلوم کر لیا تھا اپنی زبانون سے انہون نے اسکا اظہار کیا ہے اور اپنے خطبون اور تقریرون مین اسکو صاف صاف بیان کیا ہے لیکن انکا زمانہ گذر جانے کے بعد یہ ضرورت پیش آئی کہ امت محمدیہ مین کوئی ایسا شخص ہو جو اس قسم کے اعجاز

کی وجہوں کو لوگوں پر ظاہر کر دے اُن اسباب کی تشریح کر دے جن سے عیان ہو جاوے کہ شریعت محمدیہ تمام شرایع سے زیادہ کامل ہے ۔ آنحضرت جیسے شخص سے اس پایہ کی چیز کا ظاہر ہونا ایک عظمت معجزہ ہے ثانیاً ۔ ایمان لانے کے بعد اس علم سے دل کا اطمینان زیادہ بڑھ جاتا ہے جیسے آنحضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جاوے +

ثالثاً جب دلایل باہم ایک دوسرے کے موید ہوتے ہیں اور کوئی مسئلہ جب مختلف طریقوں سے ثابت کیجاتی ہے تو اس سے سینہ میں ایک قسم کی راحت پیدا ہو کر اضطراب دور ہو جاتا ہے +

رابعاً ۔ خالصاً خدا کی عبادت کرنے والا جب خدا کی عبادت میں کوشش کرتا ہے اور اسپر وہ عبادتوں کے مشروع ہونے کی وجہ سے واقف ہوتا ہے اور عبادت کے ارواح اور انوار کی دل سے محافظت کرتا ہے تو تھوڑی عبادت بھی اُسکو بہت نفع دیتی ہے اور وہ اندھا دھند کسی کام کو نہیں کرتا اسلیے امام غزالیؒ نے سلوک کی کتابوں میں عبادت کے اسرار جابجا بیان کیئے ہیں +

خامساً ۔ فقہائی اکثر فقہ کے فروعی مسئلوں میں اسی بنا پر کہ احکام کی علتیں کونسی مناسب اور کون سی نا مناسب ہیں بڑا اختلاف کیا ہے اور پورے تحقیق بدون اسکے کہ مصلحتوں کے متعلق ایک مستقل گفتگو کیجاوے ناتمام رہتی ہے +

سادساً ۔ بدعتی لوگ اکثر اس قسم کے شبہے اسلامی مسئلوں میں ظاہر کیا کرتے ہیں کہ یہ عقل کے خلاف ہیں اور جو چیز عقل کے خلاف ہو اُسکو رد کر دینا چاہیئے یا کسی تاویل سے درست کر دینا چاہیئے ۔ چنانچہ وہ عذاب قبر میں کہا کرتے ہیں کہ یہ کیفیتیں بداہتہ اور عقل کے بالکل خلاف ہیں ایسے ہی حساب اعمال ۔ پلصراط ۔ میزان کے متعلق تقریر کرتے ہیں اور انمیں دور از کار تاویلیں گھڑا کرتے ہیں اور فرقہ اسمٰعیلیہ نے یہ کہکر شہٗ افتنہ برپا کیا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ رمضان کے پہلے دن کا روزہ تو واجب ہو اور شوال کے پہلے دنکا روزہ حرام ہو اور ایسی ہی گفتگو میں اور بھی ہوتی ہیں ۔ ایک فرقہ یہ خیال کر کے کہ رغبت اور خوف لانے کی چیزیں صرف طبیعتوں کے اُبھارنے کے لیے ہیں ۔ واقعہ میں اُن کی کوئی پایدار اصل نہیں ۔ ترغیب اور ترہیب کے مضامین کا مذاق اُڑاتے ہیں +

ایسے ایسے مفسدوں کے دفع کرنے کی یہی صورت ہے کہ ہر امر کی مصلحتیں بیان کی جاویں اور ان کے قاعدے خوب پختہ کیئے جاویں ۔ یہود و نصاریٰ ۔ دہریوں کے مقابلہ میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے اور اس علم کا ایک بڑا فایدہ یہ ہے کہ فقہا میں ایک فرقہ اسکا قایل ہے کہ جو حدیث قیاس کے بالکل مخالف ہو وہ نہیں ماننی چاہیئے ۔ اس سے اکثر صحیح حدیثوں میں بڑی خرابی پڑ گئی ۔ مثلاً حدیث مصراۃ اور حدیث قلتین اسلیے اہلحدیث کو ضرور ہوا کہ اُنکے الزام حجۃ کے لئے بتاویں کہ یہ سب حدیثیں شرعی مسئلوں کے بالکل موافق ہیں اور علاوہ مذکورہ بالا فایدوں کے اور بے شمار فایدے ہیں اور جب مجھپر بیان کا جوش غالب ہوگا اور قاعدوں کی تمہید بیان کرنے میں مجکو نہایت غور کرنا پڑے گا تو بمقتضائے کلام میری قلم سے وہ باتیں نکل جاوینگی کہ بنا ء مشکلمین سے کم لوگ اُسکے قایل ہوئے ہونگے مثلاً اسکا قایل ہونا کہ خدا تعالیٰ آخرت کے موقعوں پر شکل و صورتوں میں تجلی فرمائیگا اور ایک ایسے عالم کو ثابت کرنا جسکی ترکیب عنصری نہیں ہے اُس میں اعمال

اور اور بعض چیزین ایسے ایسے قالبون مین جو صفت مین اُن اعمال وغیرہ کے مناسب ہوتے ہین مجسم ہوکر ظاہر ہوتی ہین اور قبل اسکے کہ زمین پر حوادث پیدا ہون وہ پہلے ہی سے اس بیچگون عالم مین ظاہر ہو جاتی ہین +

اور اسباب کا قایل ہونا کہ اعمال کو نفس کی حالتون سے ایک خاص تعلق ہے اور دنیا اور آخرت مین جزا پانیکا حقیقۃً وہی باعث ہوتے ہین اور قضا و قدر کا قایل ہونا جبکا اثر لازمی ہے اور علےٰ ہذا القیاس +

اور معلوم کرلینا چاہئے کہ مینے ایسے ایسے اقوال پر جرأت جبھی کی ہے کہ آیتون اور حدیثون اور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے آثار کو اونکے موید پالیا ہے اہل سنت مین خاص درجہ کے لوگ جو علم لدنی کیوجہ سے سب سے ممتاز ہوئے ہین اُن مسئلون کے قایل ہو چکے تھے اُنہون نے اپنے اصول اُن اقوال کے موافق قایم کئے تھے +

اہل سنت حقیقۃً علم کلام کے کسی خاص فرقہ کا نام نہین ہے بلکہ اہل قبلہ نے ضروریات دین کے ماننے کے بعد جن جن مسئلون مین اختلاف کیا ہے اور باہمی اختلاف سے آنکے جدا فرقے بن گئے ہین وہ دو قسم کے ہین بعض تو ایسے ہین کہ قرآن کی آیتون یا صحیح حدیثون مین اُنکا بیان ہوا ہے سلف یعنی صحابہ و تابعین اُنکو مانتے رہے ایک زمانہ کے بعد جب اپنی راے کا پسند کرنا ہر صاحب راے کا شیوہ ہوگیا اور مسلمانون کے باہم فرقے بننے لگے تو ایسے وقت مین ایک فرقہ نے تو اُنہین امور کو اختیار کیا جو صاف صاف قرآن اور حدیث سے ثابت تھے سلف کے عقید وغیرہ وہ مضبوطی سے جم گئے اسکی کچھ پروانہ کی کہ عقلی قاعدون کے مخالف ہون یا موافق اگر فن معقول کی کوئی بات بیان بھی کی تو مخالفین کے الزام دینے کو یا دلی اطمینان بڑہانے کو راویون سے کوئی فایدہ حاصل کرنا اونکو مقصود نہین تھا انکا نام اہل سنت ہے اور ایک فرقہ نے اپنا یہ شیوہ اختیار کیا کہ جہان جہان اپنے زعم مین اسلام کی کوئی بات اُنہین عقلی اصول کے خلاف معلوم ہوئی تو اسکی تاویل کرکے ظاہری معنی سے پھیر دیا اور ہر مسئلہ مین علم معقول کے قاعدون کے موافق کلام کیا۔ جیسے سوال قبر۔ وزن اعمال۔ خدا کا دیدار اولیا کی کرامتین یہ سب امور قرآن و حدیث سے برملا ثابت ہین سلف نے انپر اتفاق کیا ہے لیکن بعض لوگونکی نظر مین یہان معقول کا قافیہ تنگ ہے اسیواسطے ایسے ایسے امور کا یا تو وہ صاف صاف انکار کر دیتے ہین یا پھیر پھار کے معنی کچھ کے کچھ لیا کرتے ہین اور ایک فریق قایل ہے کہ ہمارا ان امور پر ایمان ہے اگرچہ اُن کی اصلی حقیقت ہم کو معلوم نہو اور اُنپر معقول کی کافی شہادت ہمارے خیال کے موافق نہو +

اور ہم کہتے ہین کہ ہمارا سب امور پر ایمان ہے اور خدا کیجانب سے صاف صاف دلایل اُسکے حقانیت کے ہمارے پاس موجود ہین اور ہماری راے مین عقلی شہادتونسے اُنکا کافی ثبوت ہوتا ہے +

اور امور دینی مین سے ایک حصہ ایسا ہے کہ قرآن مین اُن کا ذکر نہین ہے اور احادیث مین اُنکی شہرت نہین ہوئی صحابہ نے بھی اُن کے متعلق کچھ بیان نہین کیا اسلیئے اس حصہ پر ایک پردہ سا پڑا رہا لیکن آیندہ دور کے علما مین اُسکا چرچا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے بالکل جدا ہوگئے علما نے اس حصہ کو دو طرح پر خوض کیا۔ یا تو اُن مسئلون کو محض نقلی دلایل سے ثابت کیا جیسا کہ انبیا کا فرشتون سے افضل ہونا اور حضرت عایشہ کی حضرت فاطمہ پر فضیلت یا علما نے اُن امور کو جزو دین قرار نہین دیا بلکہ امور دینی کا سمجھنا اُن پر موقوف سمجھا +

چنانچہ امور عامہ کے مسئلے جوہر و عرض کے مباحث ایسے عالم کا حادث ہونا جب ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ ہیولیٰ باطل
اور جز لا یتجزیٰ ثابت کر دیا جائے اور یہ امر کہ خدا تعالیٰ نے عالم کو بلا وساطت دوسرے کے پیدا کیا ہے جب ہی پایہ
ثبوت کو پہونچ سکتا ہے کہ اس مشہور قول کی تردید ہو جاوے کہ ایک چیز سے ہمیشہ ایک ہی چیز پیدا ہو سکتی ہے
اور جب تک کہ اسباب اور اونکے مسببات میں لزوم عقلی باطل نہ ہو جاوے معجزات کا ثبوت نہیں ہو سکتا معاد
جسمانی کا مسئلہ جب ہی طے ہو سکتا ہے کہ ایک معدوم چیز کا دوبارہ لوٹنا ممکن ہو وعلیٰ ہذا القیاس۔

ان باقی امور کو سمجھنا چاہئے جو بالتفصیل کتابوں میں مندرج ہیں۔

اور ایک تیسری نحو اختلاف کی یہ ہے کہ ایک اصلی امر پر تو اتفاق ہو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہو لیکن
اوسکی تفصیل اور تفسیر کرنے میں علما نے اختلاف کیا ہو چنانچہ اسپر سب کا اتفاق ہے۔ کہ خدا میں سمع۔ بصر کی دو
صفتیں ہیں اب اسمیں اختلاف ہے کہ اسکے سمیع۔ بصیر ہونے کے کیا معنی ہیں ایک فرقہ قایل ہے کہ ان دونوں
کا حاصل یہ ہے کہ خدا ان چیزوں کو اپنے علم سے جانتا ہے جو سننے یا دیکھنے کے لائق ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ
دونو بالکل علحدہ صفتیں ہیں ٭

علیٰ ہذا اسپر سب کا اتفاق ہے کہ خدا تعالیٰ حی ہے علیم ہے۔ ارادہ کرنے والا ہر چیز پر قادر ہے۔ کلام کرتا ہے
لیکن بعض کا قول ہے کہ ان صفتوں سے یہی معنی جو ان سے مفہوم ہوتے ہیں مراد نہیں ہیں بلکہ ان صفتوں کے اثر
اور کام مراد ہیں اور اسی لحاظ سے صفات مذکورہ و صفت رحمت۔ غضب۔ جود میں کوئی فرق نہیں ہے اور نہ احادیث
نے انمیں کچھ فرق ثابت کیا ہے ٭

اور بعض قایل ہیں کہ نہیں بلکہ خدا کی ذات واجب ہی میں یہ سب امور موجود اور قدیم ہیں اور علیٰ ہذا سب متفق ہیں کہ
خدا میں استواء۔ وجہ ہونے کی ضحک کی صفت ثابت ہے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ ان صفات سے وہ معنی مراد ہیں جو
ان کے مناسب ہوں مثلاً عرش پر ٹھیرنے سے اسپر غالب آنا مراد ہے وجہ سے ذات مراد ہے۔ اور ایک فریق نے ان
امور کو بحال خود چھوڑ دیا ہے اور صاف کہہ دیا کہ ان لفظوں کی مراد کو ہم کچھ نہیں سمجھتے ٭

میری دانست میں اس حصہ کے لحاظ سے جس میں کوئی حکم شرعی صاف اور منصوص نہ ہو بلحاظ سنی ہونے کے کسی فریق
کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں ہے ٭

اسلیے کہ اگر خالص سنیت پر نظر کیجاوے تو اوسکا مقتضا یہی ہے کہ سلف کیطرح سے کسی مذہبی مسئلہ میں چون و چرا نکی
جاوے اور جب اپنے ایسے امور میں زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت آپڑے تو ان امور میں انکا پیرو بننا کچھ ضروری نہیں
ہے یہ کیا ضروری ہے کہ جو کچھ انہوں نے قرآن و حدیث سے مستنبط کیا ہو وہ سراپا راست ہو اور اسیکا پلہ گران ہو یا اپنی
دانست میں انہوں نے کسی بات کو کسی امر پر موقوف خیال کیا ہو تو کیا ضرور ہے کہ یہ توقف تسلیم کرنے کے قابل ہی
ہو یا جس امر کو انہوں نے قابل الرد خیال کیا ہو وہ حقیقت میں رد کے قابل ہی ہو۔ یہ کیا ضرور ہے کہ انہوں نے ایک امر
دشوار سمجھ کر خوض ہی کیا ہو تو وہ حقیقت میں ایسا ہی دشوار ہو کچھ اونکے بیان اور تفسیر کو اس کا کوئی ذاتی استحقاق

نہین ہے کہ اور ونکی تفاسیر سے حقانیت کے لحاظ سے گرا مرتبہ ہوؤن اسلیئے کہ سنتی ہونے کا مدار پہلے حصہ پر ہے نہ دوسرے پر
تم دیکھو گے کہ دوسرے حصہ کے اکثر مسایل مین جابجا علماے سنت نے باہم اختلاف کیا ہے ماشاعرہ اور ماتریدیہ کو دیکھ
لو۔ انکے علاوہ ہر زمانہ کے حاذق علما کبھی اُن دقایق کے اظہار مین توقف نہین کرتے جو حدیث کے مخالف نہون
اسکی کچھ پرواہ نہین کرتے کہ متقدمین مین سے کوئی اسکا قایل ہوا ہے یا نہین۔ جہان مین علما کی فرقتی اور مذہب
مختلف پاتا ہون تو مین ایک صاف اور روشن راستہ اختیار کرلیتا ہون۔ کنارہ و نظر نہین ملوثاً مستدل طریقہ پسند کرکے
پختگی سے اوسپر تفریعات کرتا ہون ◆

یہ معلوم رکھنا چاہیئے کہ ہر فن کا ایک خاصہ ہوا کرتا ہے اور ہر مقام کا مقتضا جدا ہوتا ہے جبکو حدیث کی غرابت سے
بحث ہے اُسکو حدیث کی صحت اور ضعف سے کچھ غرض رکھنا نہ چاہیئے۔ ایسے ہی حافظ حدیث کو فقہی فروعات مین
کلام کرنا اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر ترجیح دینا زیبا نہین ہوتا ایسے ہی ان مذکورہ بالا مباحث مین پڑنا اس شخص کا
منصب نہین ہے جو اسرار دین کے مباحث مین مصروف ہے اس کی غایت ہمت و مطمح نظر صرف اس راز کا ظاہر کرنا
ہے جسکا کہ آنحضرت نے اپنے کلام مین قصد فرمایا ہے خواہ وہ حکم قایم رہا ہو خواہ منسوخ ہوگیا ہو یا اس کی معارض کوئی
دوسری دلیل آگئی ہو اور اس معارضہ نے فقیہ کی نظر مین اس حکم کو مرجوح کردیا ہو۔ ہان یہ امر لابدی ہے کہ ہر فن
کے خوض کرنیوالے کو وہی بات اختیار کرنی چاہیئے جو اس فن کے لحاظ سے زیادہ اچھی اور موزون ہو حدیثین
شہر مین مدوّن ہوکر اقوال فقہا سے موید ہونے کے بعد اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ پیروی کے قابل کون کون سی
مین اون حدیثون سے ممیز ہوگئی ہین جنمین یہ اوصاف نہین ہین اور ایسے ہی وہ حدیثین جو کثرت اور قوت روایت
کیوجہ سے اوسلے درجہ کی حدیثون سے خاص قرار پاچکی ہین تاہم اگر اسی قسم کا کوئی امر تعاندکور ہو تو کیا مضایقہ ہے
مسایل اجتہاد مین بحث کرنا اُنکی طرف میلان کرنا جو حق سے قریب ہو اہل علم سے کوئی نئی بات نہین ہے اور اید
کی کسر شان مین کوئی طعن باعث نہین ہے ◆

اور سن لو کہ مین ایسی گفتگو سے بالکل بری ہون جو کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی کے مخالف ہو یا اجماع امت
کے خلاف ہو جس کی خوبی اور بہتری پر شہادت ہوچکی ہے یا کسی ایسے مسئلے کے خلاف ہو جس
کو جمہور مجتہدین نے اختیار کیا ہو یا مسلمانون کی جماعت کثیر نے اُس کو مقبول کرلیا ہو اگر مجھہ سے
کہین اس قسم کی کوئی بات سرزد ہوئی ہو تو اُس کو بالکل خطا سمجھنا چاہیئے۔ جو شخص
مجکو خواب غفلت سے بیدار کرے خدا کی اوسپر رحمت ہو۔ ہم کو ایسے لوگون کی ہر بات مین اتفاق کرنا کچھ ضروری نہین
ہے۔ جو متقدمین کے کلام سے مسئلے مستنبط کرتے رہتے ہین اور جھگڑے اور مناظرے کرنا اُنکا منصب ہوتا ہے۔ ہم بھی
آدمی ہین وہ بھی آدمی تھے کبھی وہ کامیاب ہوتے ہین کبھی ہم ◆

مینے اس کتاب کے دو حصے کیے ہین۔ پہلے حصہ مین وہ کلی قاعدے ہین جنپر شرایع کی مصلحتون اور اغراض کا
مدار ہے۔ اس قسم کے اکثر مسئلے ایسے ہین جو کہ آنحضرت کے عہد کے موجودہ مذہبون مین مسلم ہوچکے تھے۔ اہم

اُن اہل مذہب مین اُن امور کے متعلق کچھ ایسا اختلاف تھا آنحضرت نے تنبیہاً اُنکا ذکر فرمایا ہے جیسے کہ فروع بانون کے
بتلانے کے وقت اُن اصول کو بتادیا کرتے ہین جنپر کہ وہ فروع مبنی ہوتی ہین اسطرح پر کہ فروع کو اصول کی طرف پھیر
دینے پر وہ قادر ہو گئے وہ پہلے ہی اُن کے نظایر دیکھہ دیکھہ کر جو ملت اسمعیلی کے پیرو عرب اور یہود و نصاریٰ اور
مجوسیون مین پائے جاتے تھے مشتاق ہو گئے تھے۔ مجکو معلوم ہوا کہ اگر تمام شرایع کو تفصیلاً دیکھا جاوے تو اُن
کی انتہا دو قاعدون پر ہوتی ہے اولاً نیکی اور گناہ کے مباحث۔ دوسرے سیاست مذہبی کے مباحث۔ لیکن نیکی اور
گناہ کی پوری حقیقت بدون اس کے ناتمام رہتی ہے کہ اُس سے قبل جزاے اعمال پر کافی بحث نہ کی جاوے نفع اٹھانے
کے وسایل کا پورا بیان نہو نوع انسانی کے کمالات اور سعادت کے درجے نہ بیان کیے جاوین لیکن یہ مباحث بھی اور
اور مسئلون پر مبنی پائے گئے جو علم مین صرف تسلیم کر لیے گئے ہین اُن کی کچھ حقیقت یہان نہین بیان کی گئی
عام شہرت کی وجہ سے اُن کی بیان تصدیق کر لیگئی یا اسلیے مان لیا ہے کہ اُن کی تعلیم دینے والے کے ساتھہ
حسن عقیدت تھی یا اُن دلایل پر اعتماد کیا گیا ہے جو اُن امور کے اثبات کے لیے ایک دوسرے بلند مرتبہ علم مین
لائے جاوین اور نفس کے مباحث چونکہ عام فرقون کی کتابون مین طے ہو چکے ہین اسلیے مینے نفس کی حقیقت
اُسکی بقا اور بدنی مفارقت کے بعد آرام و رنج پانے کے متعلق زیادہ گفتگو نہین کی البتہ ایسے بعض بعض مسایل
کا ذکر اُن موقعون پر کر دیا ہے کہ کتابین اُسکے بیان مین خاموش تھین۔ کہین کہین ترتیب اور تفریع کر دی گئی ہے
جسکو خدا کی توفیق سے مینے ایجاد کیا ہے۔ مسلم مسایل مین سے صرف وہی بیان کر دیے ہین کہ اوایل مین سے کوئی
اُن کے درپے نہوا تھا۔ نقلی دلایل بیان کرنے کا بھی مینے کچھ اہتمام نہین کیا اسلیے مین اس حصہ مین صرف
وہی مسایل بیان کرونگا جنکی بغیر دریافت لمیت کے یہان صرف تصدیق کر لینی چاہیے اسکے بعد دنیا اور آخرت
مین اعمال کے جزا پانے پر بحث کی جاویگی پھر منفعتون کے وہ مسایل بیان کیے جاوینگے جو عام لوگون مین بدیہی
اور فطری ہین اور اپنی اپنی راے کے موافق عرب اور عجم مین کوئی اُنکو فرو گذاشت نہین کرتا اسکے بعد انسان کی نوعی
سعادت اور بدبختی کا بیان ہے اور اسکا بھی ذکر ہے کہ آخرت مین ان دونون کے نتایج کیونکر ظہور پذیر ہونگے پھر نیکی
اور گناہ کے اصول ذکر کیے جاوینگے جنپر تمام اہل مذاہب کا نسلاً بعد نسل اتفاق ہوتا رہا ہے پھر اسکا بیان ہے کہ جب
کسی قوم پر مذہبی حکمرانی کی جاتی ہے تو حدود اور شرایع کا تقرر کیونکر ہوتا ہے پھر اسکا تذکرہ ہے کہ کلام نبوی (علیہ
الصلوۃ والسلام) سے احکام شرعی کیونکر مستنبط کیے جاتے ہین۔ دوسرے حصہ مین اُن اسرار کی تفصیل ہے جو ابواب
ذیل سے علاقہ رکھتے ہین (۱) ابواب ایمان (۲) ابواب طہارت (۳) ابواب نماز (۴) ابواب زکوۃ (۵) ابواب
روزہ (۶) ابواب حج (۷) ابواب احسان (۸) ابواب معاملات (۹) ابواب تربیت منزل (۱۰) ابواب سیاست مُدن
(۱۱) ابواب معیشت (۱۲) چند ابواب مختلف۔ اب مقاصد شروع کرنے کا وقت آپہنچا الحمد للہ اولاً و آخراً +

قسم اول ان قواعد کلیہ کے بیانمین جن سے وہ شرعی مصلحتین نکلتی ہین جن کا شریعت کے احکام مین لحاظ کیا گیا ہے۔ اسمین سات مباحث شش بابون مین ہین +

مبحث اول

تکلیف اور جزا سزا دینے کے بیان مین

باب اوّل

خدا کی صفت ابداع۔ خلق۔ تدبیر کے بیانمین۔

جاننا چاہئے کہ ایجاد عالم کے لحاظ سے خدا کی ترتیب تین صفتین ہین اوّلاً ابداع۔ ابداع کہتے ہیں عدم محض سے کسی چیز کو پیدا کرنا اسطرح بغیر کسی مادہ کے کوئی چیز پر وہ عدم سے وجود مین آتی ہے۔ رسول اللہ صلعم سے اس امر کے آغاز سے سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ پہلے صرف خدا ہی تھا اس سے پہلے کوئی چیز موجود نہ تھی + دوسری صفت خلق کی ہے۔ خلق کہتے مین کسی مادہ سے کسی چیز کو پیدا کرنا جیسے کہ خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور جنکو خالص بے دھوئین کی آگ سے پیدا کیا۔ عقل و نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے عالم کی نوعین اور جنسین مختلف مختلف پیدا کی ہین اور ہر ایک نوع اور جنس کی خاصیتین جدا جدا کر دی ہین۔ مثلاً نوع انسان کی خاصیت بولنا۔ جلد کا کھلا ہوا ہونا۔ قد کا سیدہا ہونا گفتگو کا سمجھ لینا ہے۔ گھوڑے کی نوع کی خاصیت ہی ہنہنانا۔ اسکی جلد کا بالون سے ڈھکا ہوا ہونا۔ قد کا کج ہونا۔ گفتگو کا نہ سمجھنا۔ زہر کی خاصیت ہے زہر کھانے والے آدمی کو ہلاک کرنا۔ سونٹھ کی خاصیت گرم خشک ہے۔ کافور کی خاصیت سرد ہے۔ علی ہذا القیاس تمام معدنی۔ نباتی حیوانی نوعون کی یہی کیفیت ہے۔ خدا تعالی کی عادت جاری ہے کہ جو خاصیت جس چیز مین پیدا کر دی ہے وہ اس سے کبھی جدا نہین ہو سکتی +

ان خاصیتون کے درجون مین جو خاصیتین کہ خاص افراد کی ہین وہ سب خاص ہین خاصیتون مین جو کسی قدر عموم اور احتمال تھا وہ انکی وجہ سے معین ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی نوعون کے درجہ مین جو خاصیتین ہوتی ہین انسے جنس کی خاصیتون مین ایک خصوص پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ خاصیتین ترتیب وار بعض عام بعض خاص مثلاً جسم۔ نامی۔ حیوان۔ انسان خاص شخص مین باہم مخلوط معلوم ہوتی ہین لیکن عقل انکا فرق معلوم کرکے ہر ایک خاصیت کو اوسکی ہی طرف منسوب کر دیتی ہے جسکی وہ خاصیت ہے آنحضرت صلعم نے اکثر چیزون کے خواص بیان فرمائے ہین اور انکے اثرون کو ان چیزونکیطرف منسوب کیا ہے +

فرمایا کہ تلبینہ ایک قسم کا حریرہ ہوتا ہے جو آٹے کا بنایا جاتا ہے کبھی کبھی اسمین شہد بھی ڈالتے ہین دودھ کے ہمرنگ ہوتا ہے) مریض کے شکم کو آرام دیتا ہے۔ کلونجی کو فرمایا کہ وہ موت کے سوا ہر مرض کے لیے شفا ہے +

اونٹون کے پیشاب اور دودھ کی نسبت فرمایا کہ وہ اونکو آرام دیتا ہے جنکو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو اور اونکے معدہ مین غذا رکتی ہو۔ شبرم کو فرمایا کہ وہ گرمی پیدا کرتا ہے +

تیسری صفت خدا تعالی کی عالم موالید کی تدبیر کرنا ہے۔ اس تدبیر کا مآل یہ ہے کہ تمام موالید مین جو جو چیزین حادث ہوتی ہین وہ سب ایک ایسے انتظام کے موافق ہون جو اوسکے علم و حکمت مین پسندیدہ ہے۔ سب سے وہ مصلحت حاصل ہو جو فیض الہی کا مقتضا ہے۔ جیسے کہ اوپر سے مینہ نازل کرتا ہے اس سے لوگون اور حیوانات کے لیئے زمین مین سے ہر قسم کے درخت بوٹیان پیدا کرتا ہے کہ مدت معلوم تک انکی زندگی کا باعث ہون اور جیسے حضرت ابراہیم آگ مین پھینکے گئے تو خدا نے انکے زندہ رکھنے کے لیئے آگ کو خنک اور باعث سلامتی کر دیا اور حضرت ایوب کے بدن مین بیماری کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ خدا تعالی نے ایک ایسا چشمہ پیدا کر دیا جس سے انکی بیماری کو آرام ہو گیا۔ او خدا تعالی نے اہل زمین پر نظر ڈالی وہ تمام عرب اور عجم سے ناخوش ہوا اسلیئے آنحضرت صلعم کو وحی بھیجی کہ اون کو ڈراوین اور جہاد کرین تاکہ جسکو چاہے تاریکیون سے نور کیطرف نکالے +

اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو قوتین موالید مین خدا تعالی نے پیدا کی ہین اور اونسے کبھی جدا نہین ہوتین وہ جب آپس مین ایک دوسرے سے مزاحمت کرتی ہین تو حکمت الہی کا یہ تقاضا ہے کہ اونسے مختلف اثر پیدا ہو جائین بعض جوہر ہون بعض عرض اور جو اعراض ہون وہ افعال ہون یا ارادے ذی عقل سے ہون یا غیر ذی عقل سے +

اب ان امرون مین اس لحاظ سے تو کوئی شر نہین ہے کہ جو اوسکے سبب کا تقاضا تھا وہ صادر نہوا یا وہ چیز صادر ہوئی جو اسکے مقتضاے سبب کے خلاف تھی اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود کو اسکے سبب کے لحاظ سے دیکھین کہ جو اسکے پیدا ہونیکا باعث ہوتا ہے اسمین خوبی ہوا کرتی ہے جیسے کہ کاٹنے کی صفت کو اس لحاظ سے دیکھین کہ لوہے کا جوہر اسکا باعث ہے اگرچہ وہ اس لحاظ سے برا ہے کہ اس سے بنیاد انسانی فوت ہو جاتی ہے ان آثار مین شر کی بات یہی ہے کہ اونسے ایک ایسی چیز پیدا ہوتی ہے کہ اوسکے علاوہ ایک دوسرے مین مصلحت زیادہ ہے۔ اثرون کے اعتبار سے کوئی ایسی چیز پیدا نہین ہوتی جسکے عمدہ اثر ہون۔ جب اس قسم کے شر کے آثار مہیا ہونے لگتے ہین تو خدا تعالی کی رحمت عام کا جو اپنے بندون پر ہے اور اسکی قدرت شاملہ اور محیط علم کا یہ اقتضا ہوتا ہے کہ ان قوتون اور قوت والی چیزون مین مختلف طور پر تصرف کرے قبض یا بسط سے احالہ اور الہام سے تاکہ انسے امر مطلوب حاصل ہو جاوے قبض کی مثال یہ ہے کہ دجال مسلمان بندہ کے قتل کا دوسری مرتبہ ارادہ کریگا لیکن باوجودیکہ قتل کے اسباب درست ہونگے اسکے اوزار مہیا ہونگے لیکن خدا اسکو قدرت نہ دیگا +

بسط کی مثال یہ ہے کہ حضرت ایوب نے زمین کو رگڑا اور خدا تعالی نے انکے لیئے چشمہ کو جاری کر دیا حالانکہ عادۃً ایسا نہین ہوا کرتا کہ پاؤن رگڑنے سے پانی پھوٹ جایا کرے +

. خدا اپنے بعض مخلصین کو جہاد مین ایسی طاقت عطا کرتا ہے کہ عقلاً اس قسم کے بدنون سے بلکہ انکے دو چند سہ چند سے بھی اس قسم کی طاقت خیال مین نہین آسکتی اور احالہ جیسے حضرت ابراہیم کی آگ کو پاکیزہ ہوا کر دیا +

اور الہام کی صورت یہ ہے جیسے کشتی کو پھاڑ دینا اور دیوار کو درست کر دینا اور غلام کو قتل کرنا کتابون اور شریعتون کا نازل کرنا اور الہام کبھی تو اُسی شخص کو ہوتا ہے جسکے لئے اُسکی ضرورت ہو اور کبھی اُسی کی وجہ سے دوسرے کو بھی ہو جاتا ہے قرآنِ عظیم نے تدبیر کے انواع کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے +

باب دوم

عالمِ مثال کے ذکر مین

جاننا چاہئے کہ اکثر حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا عالم موجود ہے جسکی ترکیب عناصر سے نہین ہے اسمین ہر ایک جسمانی چیز کی مناسب صفت اور حالت مین وہ چیزین جو معنوی ہین صورت پکڑتی ہین اور قبل اسکے کہ چیزین زمین پر ظاہر ہون پہلے اُس عالم مین موجود ہو جایا کرتی ہین اور موجود ہونے کے بعد ہوبہو انہین معانی کے اندازہ کی ہوتی ہین اور اکثر ایسی چیزین جنکا کہ عام نظر مین کسی قسم کا جسم نہین ہوا کرتا وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ مین منتقل ہوتی ہین نازل ہوتی ہین لیکن عام لوگون کو نظر نہین آتین +

آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے جب رحم کو پیدا کیا اور وہ درست ہوگیا تو خدا نے فرمایا کہ یہ اُس شخص کا مقام ہے جو قطع تعلق سے تیری پناہ مین آوے اور فرمایا کہ سورہ بقر اور آل عمران قیامت کے روز دو ابرون کی صورتین یا صف بستہ پرندون کی جماعتون مین آوینگی اور اپنے پڑھنے والون کے لئے حجتین کرینگی اور آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام اعمال حاضر ہونگے پہلے نماز حاضر ہوگی پھر صدقہ اسکے بعد روزہ الحدیث - اور فرمایا کہ بھلا کام اور بُرا کام دونو مخلوق ہوکر قیامت کے روز لوگون کے سامنے کھڑے کئے جاوینگے نیکی تو نیک لوگون کو مژدہ دیگی اور بُرائی کہیگی ہٹو ہٹو لیکن وہ اُسکو چمٹ ہی جاوینگے اور فرمایا کہ خدا قیامت کے روز دنون کو اپنی اپنی صورت مین پیدا کریگا جمعہ کی صورت شگفتہ تابناک ہوگی اور فرمایا کہ دنیا قیامت کے روز ایک بُڑھیا کی صورت مین ظاہر کیجاویگی جسکے بال کھچڑی ہونگے اسکی آنکھین نیلگون ہونگی مونہہ اُسکا پھیلا ہوا ہوگا اور فرمایا کہ کیا تم وہ چیزین دیکھتے ہو جنکو مین دیکھتا ہون مین تمہارے مکانون کے پشتون پر فتنون کی بوچھاڑ دیکھتا ہون شبِ معراج کی حدیث مین آپ نے فرمایا کہ مجھکو چار نہرین نظر آئین دو اندر کیجانب کو دو ظاہر مینے کہا اے جبرئیل یہ دونو کیا ہین جبرئیل نے کہا دو اندر کی تو جنت مین ہین اور یہ دونون ظاہر نیل اور فرات ہین +

نماز کسوف کی حدیث مین آپ نے فرمایا کہ جنت و دوزخ نے میرے سامنے صورت پکڑی دوسری لفظ مین ہے کہ میرے اور قبلہ کی دیوار کے بیچ مین جنت و دوزخ کیصورت مینے دیکھی اور اسمین ہے کہ آپ نے جنت کا خوشہ توڑنے کو ہاتھ پھیلایا اور دوزخ کی آگ سے آپ پیچھے کو ہٹے اور اُسکی گرمی سے پھونک مارتی اور دوزخ مین آپ نے حاجیون کے مال چرانے والے کو دیکھا اور دوزخ مین آپ نے اُس عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا تھا یہانتک کہ وہ مرگئی اور آپ نے جنت مین ایک عورت زانیہ کو دیکھا جس نے کتے کو پانی پلایا تھا +

امر تو معلوم ہے کہ جنت و دوزخ کا بدن جو عام خیال مین ہے اتنی مسافت قلیل مین نہین سما سکتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ جنت ناگواریون سے بھری ہوئی ہے اور دوزخ - خواہشون سے - پھر حضرت جبرئیل کو حکم فرمایا کہ جنت و دوزخ کا معاینہ کرین - اور فرمایا کہ بلا نازل ہوتی ہے تو دعا اُسکو دفع کرتی ہے اور فرمایا کہ خدا نے عقل کو پیدا کر کے فرمایا کہ سامنے ہو وہ سامنے ہوئی اور فرمایا کہ پیٹھ پھیر اُسنے پیٹھ پھیر لی اور فرمایا کہ پروردگار عالم کیطرف سے یہ دو کتابین ہین الحدیث اور فرمایا کہ موت ایک مینڈھے کیصورت مین لائی جاویگی اور جنت و دوزخ کے مابین اُسکو ذبح کرینگے *

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے اُسکے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ مریم کے سامنے ایک درست آدمی کیصورت مین ظاہر ہوا اور حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرئیل آنحضرت کے سامنے ظاہر ہوا کرتے تھے آپ انکو دیکھتے اور نے گفتگو کرتے لیکن اور لوگون کو وہ نظر نہین آتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قبر ستر در ستر گز پھیلکر ایسی چمٹ جاتی ہے کہ قبر والے کی پسلیان الگ ہو جاتی ہین اور فرشتے قبر والے کے پاس آکر اس سے سوال کرتے ہین اور قبر والے کے اعمال اُسکے سامنے صورت پکڑ کر آتے ہین اور قریب الرگ کے پاس فرشتے آتے ہین اور اُنکے ہاتھو نپر حریر یا روئی کا کپڑا ہوتا ہے اور فرشتے قبر والے کو ہتھوڑے سے مارتے ہین اور وہ ایسا چیختا ہے کہ اُسکو وہ چیزین سنتی ہین جو مشرق اور مغرب کے بیچ مین ہین اور آنحضرت نے فرمایا کہ خدا کافر پر اُسکی قبر مین ننانوے قسم کے سانپ مقرر کرتا ہے وہ اُنکو قیامت کے قایم ہونے تک نوچتے ہین کاٹتے ہین اور فرمایا کہ جب مردہ قبر مین داخل کیا جاتا ہے تو اُسکے سامنے آفتاب ڈوبتی حالت مین ہوتا ہے وہ بیٹھکر اپنی آنکھین ملنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھکو چھوڑ دو تاکہ مین نماز پڑھلون اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرفات مین کھڑے ہونے والے کے سامنے خدا تعالیٰ مختلف صورتو نمین تجلی فرماتا ہے - اور یہ کہ آنحضرت صلعم خدا کے حضور مین جاتے تھے اور خدا اپنی کرسی پر ہوتا تھا اور یہ کہ خدا تعالیٰ آدمی سے دو بدو کلام کرتا ہے اور اسکے علاوہ اور بے شمار مثالین ہین جو لوگ اس قسم کی حدیثون مین غور کرتے ہین اُنکی تین حالتون مین سے کوئی نہ کوئی حالت ہوا کرتی ہے یا وہ ان حدیثون کے ظاہری معنی کا اقرار کرتے ہین تو لامحالہ وہ ایک ایسے عالم کے ثابت کرنے پر مجبور ہوتے ہین جسکا ہمنے ذکر کیا اور اسی کو اہلحدیث کا قاعدہ مقتضی ہے سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسپر تنبیہ کی ہے مین بھی اسی کا قایل ہون اور یہی میرا مذہب ہے *

(۲) یا اس کے قایل ہوتے ہین کہ اگرچہ حس سے خارج مین یہ واقعات موجود نہون لیکن دیکھنے والے کی نظر کے سامنے وہ متمثل ہوتے ہین اسی قسم کی تقریر حضرت عبداللہ ابن مسعود نے خدا تعالیٰ کے اس قول مین کی ہے - کہ جب خدا تعالیٰ ایک ظاہر دھوان ظاہر کرتا ہے *

کہ اونکے زمانہ مین قحط پڑا تھا جب زمین سے کوئی شخص آسمان کیطرف نظر اُٹھاتا تھا تو اُسکو گرسنگی کی وجہ سے دھوئین کیصورت معلوم ہوتی تھی - اور امام ابن ماجشون سے نقل کیا جاتا ہے کہ قیامت مین خدا کے منتقل ہونے یا دیکھنے کے متعلق جو حدیثین وارد ہوئی ہین اُنکے یہ معنی ہین کہ خدا اپنی مخلوق کی بینائیون کو بالکل بدلدیگا تب وہ خدا کو تجلی کرتے ہوئے دیکھینگے اور خدا اُن سے گفتگو کریگا لیکن حقیقۃً خدا کی عظمت مین کوئی تغیر نہ آئیگا - نہ وہ منتقل ہوگا تاکہ لوگون کو معلوم ہو جاوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے *

(۳) یا وہ یہ کہین گے کہ ان اقوال سے کچھہ اور معنی مراد ہین اُنکے سمجھنے کے لیے یہ امور مثال کے طور پر لائے گئے ہین لیکن جو شخص ان حدیثوں کی نسبت تیسرے ہی معنی اختیار کرتا ہے وہ میرے نزدیک اہل حق مین سے نہین ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر مین ان تینون مقامات کو بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ اس قسم کی اخبار کے ظاہری معنی درست ہین اور انہین مخفی راز ہین لیکن ارباب بصیرت کے نزدیک وہ کھلی ہوئی باتین ہین جب تک کہ انکی حقیقتین پوری منکشف نہو جاوین انکے ظاہری معنی سے انکار کرنا مناسب نہین ہے ادنی درجہ کا ایمان یہ ہے کہ اونکو مانے اور یقین کرے ✦

اگر کوئی شبہ کرے کہ ہم مدت تک کافر کو قبر مین پڑا ہوا دیکھتے ہین اوسکا خیال کیتے ہین لیکن ایسے ایسے امور مین سے کوئی بات بھی نہین دیکھتے پس جو امر مشاہدہ کے خلاف ہو اوسپر کیسے یقین کیا جاوے۔ اسلئے جاننا چاہئے کہ ایسے امور کی تصدیق کرنے کی تین حالتین ہین۔ ایک حالت تو یہ ہے اور یہی ظاہر اور درست اور زیادہ محفوظ ہے کہ یہ سب امور موجود ہین سزہو کو وہ کاٹتے ہین لیکن تجھکو اسلئے نظر نہین آتے کہ تیری آنکھ ان ملکوتی امور کے مطالعہ کے قابل نہین ہے جو امور کہ عالم آخرت کے متعلق ہین وہ سب عالم ملکوت سے ہین کیا تو صحابہ کرام کے حالات کو نہین دیکھتا اونکو حضرت جبریل کے آنیکا کیسا یقین تھا اور انہون نے کبھی اونکو آنکھ سے نہین دیکھا حالانکہ انکو یقین تھا کہ آنحضرت انکو دیکھتے ہین۔ اگر تیرا اسپر ایمان نہین ہے تو پہلے فرشتون اور وحی پر ایمان لانے کو درست کرنا تجھکو بہت ضروری ہے اور اگر تجھکو اسکا یقین ہے اور تجویز کر سکتا ہے کہ آنحضرت ان چیزون کو دیکھ سکتے ہین جنکو اُنکی امت نہ دیکھہ سکے تو مردہ کی حالت مین اسکو کیون تجویز نہین کرتا اور جیسے کہ فرشتہ کو آدمیون اور حیوانات سے کچھہ مشابہت نہیں ہے ایسے ہی سانپ اور بچھو بھی جو کہ قبر مین کاٹتے ہین ہمارے دنیا کے سانپون کی جنس سے نہین ہین بلکہ اونکی اور ہی جنس ہے اور ایک دوسری قسم کی حس کرنے والی قوت سے وہ معلوم ہوتے ہین ✦

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ تمکو سونیوالے کی حالت خیال کرنی چاہئے وہ خواب مین دیکھتا ہے کہ اوسکو سانپ کاٹ رہے ہین وہ اس سے تکلیف اٹھارہا ہے حتی کہ تم کبھی کبھی دیکھوگے کہ وہ چلاّ اٹھتا ہے اُسکی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اپنی جگہہ پر کبھی اُچھل پڑتا ہے ان سب امور کو وہ اپنے دلسے معلوم کرتا ہے وہ ایسے بیدار آدمی کیطرح اذیت اٹھاتا ہے وہ آنکھ سے ان امور کو دیکھتا ہوتا ہے اور تم اُسکو ظاہر مین بالکل چپ چاپ پاتے ہو اسکے آس پاس نہ سانپ ہوتے ہین نہ بچھو حالانکہ اُسکے حق مین بچھو موجود ہوتے ہین اور اُسکو تکلیف ہوا کرتی ہے لیکن تمہارے حق مین موجود نہین ہوتے جب کاٹنے کا اثر تکلیف ہے تو برابر ہے کہ سانپ خیالی ہو یا نظر کے سامنے ✦

تیسرا درجہ یہ ہے کہ یہ تم جانتے ہو کہ خود سانپ تکلیف نہین دیتا ہے بلکہ اُسکی زہر کی تکلیف سے تمہاری یہ حالت ہوتی ہے اور خود زہر بھی کوئی تکلیف کی چیز نہین ہے بلکہ تمکو اُس اثر کیوجہ سے تکلیف ہوتی ہے جو زہر سے تمہارے اندر پیدا ہوتا ہے تو اگر بغیر زہر کے بھی ایسا ہی اثر پیدا ہوجاوے تو یقیناً اُسکی تکلیف بہت زیادہ ہوگی اور تم اس کا اندازہ صرف اسیطرح ہو سکیگا۔ اُسکو ایسے سبب کیطرف منسوب کریں جس سے عادۃً ایسے اثر پیدا ہوا کرتے ہین ✦

مثلاً اگر کسی شخص مین بغیر مباشرت صورۃ جماع کے جماع کی لذت پیدا ہوجاوے تو اوسکو اسی طرح بتا سکین گے

کہ وہی لذت کو مباشرة کیطرف منسوب کرتی تا کہ اس نسبت کرنے سے تعریف بالسبب ہوجاوے اور سبب کا ثمرہ بدون اسکے کہ صورت سبب کی موجود ہو حاصل ہوجاوے اور کوئی سبب ہو وہ خود مطلوب نہین ہوا کرتا بلکہ اپنے ثمرہ کیوجہ سے مطلوب ہوا کرتا ہے یہ تمام مہلک صفتین موت کیوقت نفس مین ایذا رسان اور تکلیف دہ ہوجایا کرتی ہین اونکی تکالیف سانپون کے کاٹنے کی سی تکالیف ہوتی ہین حالانکہ سانپ حقیقۃً نہین ہوا کرتے +

باب سوم

ملاء اعلیٰ کے ذکر مین

فرمایا خدا تعالیٰ نے کہ جو عرش اور اون چیزونکو جو اسکے آس پاس مین اٹھائے ہوئے ہین خدا کی حمد کے ساتھ اوسکی تسبیح کرتے ہین اوسپر یقین رکھتے ہین مسلمانون کے لئے مغفرت چاہتے ہین کہ اے پروردگار تیری رحمت تیرا علم ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے۔ پس اون لوگون کی مغفرت کر جنہون نے گناہون سے توبہ کی اور تیری راہی کی اور دوزخ کے عذاب سے اونکو نجات دے اوسے پروردگار انکو اور انکے باپ دادون بیویون اولادین سے انکو جو نیک ہون جنتون مین داخل کر جسکا تو نے اُنسے وعدہ کیا ہے بیشک تو غالب حکمت والا ہے اور اونکو برائیوں سے محفوظ رکھ اُسروز جسکو تو نے برائیوں سے محفوظ رکھا بیشک اوسپر تو نے بڑا رحم کیا اور یہ بڑی کامیابی ہے +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ آسمان پر کسی حکم کو پورا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے خدا کی قول کی فرمانبرداری کے سبب سے اپنے پر مارتے ہین اور خدا کا قول ایسا ہوتا ہے جیسے کہ چکنے پتھر پر صفوان (ایسی آواز جسکا بجنا کانون کو اول محسوس ہوتا ہے اور اُسکو قرار نہیں ہوتا یہانتک کہ بعد کو وہ سمجھ مین آجاتی ہے) جب اونکے دلونپر سے خوف دور ہوجاتا ہے تو باہم وہ کہتے ہین کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا وہ جواب دیتے ہین حق بات کہی ہے وہ بڑا اور برتر ہے +

اور ایک روایت مین ہے جب کسی حکم کو پورا کرتا ہے تو حاملین عرش فرشتے تسبیح کرتے ہین اونکے بعد جو فرشتے آسمانپر انکے قریب ہین خدا کی تسبیح کرتے ہین شدہ شدہ وہ تسبیح کی خبر اُن فرشتون تک پہونچتی ہے جو ورلے آسمانپر ہین اسکے بعد جو فرشتے حاملین عرش کے قریب ہوتے ہین حاملین سے دریافت کرتے ہین کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا وہ اس مقولہ کی اُنکو خبر دیتے ہین علیٰ ہذا ایک آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان کے فرشتون سے پوچھتے جاتے ہین حتیٰ کہ اُس اخیر آسمان کے رہنے والونکو خبر پہونچ جاتی ہے +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مینے شب کو اُٹھکر وضو کیا نماز پڑھی جتنی میسر لئے مقدر تھی نماز پڑھتے پڑھتے مجکو خواب آگئی جب خواب خوب گران ہوگئی تو مینے ایک نہایت عمدہ صورت مین اپنے پروردگار کو پایا اوسنے فرمایا اے محمد مینے کہا۔ لبیک اے میرے پروردگار۔ فرمایا کہ ملاء اعلیٰ مین کس بات پر نزاع ہوتا ہے ہمینے کہا مجھے معلوم نہین ایسی ہی تین بار فرمایا۔ اسکے بعد مین دیکھتا ہون کہ اوسنے اپنا ہاتھ میرے شانون کے بیچمین رکھا حتیٰ کہ مین نے اسکی انگلیون کی خنکی کا اثر اپنے دو پستانون کے بیچمین پایا۔ اوسوقت سب چیزین مجھپر ظاہر ہوگئین اور مین نے اسکا جواب بھی معلوم کرلیا۔ اسنے فرمایا

محمد میںنے عرض کیا لبیک میرے پروردگار فرمایا کہ ملاء اعلیٰ میں کس بات پر نزاع ہوتا ہے میںنے عرض کیا کفارات پر فرمایا کفارات کیا ہیں میںنے عرض کیا پیادہ پا نماز کی جماعتوں کے شوق میں چلنا نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھا رہنا اگرم حالتوں میں وضو کو پورا کرنا۔ پھر فرمایا اور کس چیز میں میںنے عرض کیا درجات میں۔ فرمایا درجات کیا ہیں میںنے عرض کیا کھانا کھلانا۔ نرم کلامی۔ شب کی نماز کو اُس وقت میں کہ سب لوگ سو رہے ہوں ادا کرنا +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب خدا اپنے کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو جبریل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلان شخص کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اُسکو دوست رکھ۔ جبریل بھی اُسکو دوست رکھنے لگتے ہیں اور آسمان پر ندا کرتے ہیں۔ کہ خدا فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اُس سے محبت رکھو اسلیئے آسمان والے سب اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین پر بھی وہ مقبول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی جب کسی بندہ کو وہ بُرا جانتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلان شخص سے بغض رکھتا ہوں تو بھی اُس سے بغض رکھ حضرت جبریل بھی اُس سے بغض کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر ندا کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص سے خدا بغض کرتا ہے تم بھی اُس سے بغض رکھو سب اُس سے بغض کرنے لگتے ہیں اور زمین پر اُس سے بغض پھیلجاتا ہے +

اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تک تم میں سے کوئی اُس جگہہ رہتا ہے جہاں نماز پڑھی تھی فرشتے تم پر اُس وقت تک برابر درود بھیجتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں بار الہا اسپر رحمت کر اسکی مغفرت کر اس کی توبہ قبول کر مالم یوذ فیہ مالم یحدث فیہ +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کوئی روز ایسا نہیں ہے جسمیں بندے صبح کرتے ہیں مگر یہ کہ ہمیشہ دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں اُنمیں سے ایک یہ کہتا ہے بار خدایا فیاض کو عوض جلد عطا کر اور مُمسک آدمی کا اجر کھو دے +

جاننا چاہیئے کہ شرع سے یہ ثابت ہے کہ خدا کے بندوں میں سے بزرگ فرشتے بھی ہیں جو بارگاہ خداوندی میں مقرب ہیں جو شخص اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے اور اُسکو مہذب کر لیتا ہے لوگوں کی اصلاح میں کوشش کرتا رہتا ہے تو فرشتے ہمیشہ اسکے لئے دعا مانگتے ہیں جس کے اثر سے ان لوگوں پر برکتیں نازل ہوتی ہیں +

ایسے ہی جو خدا کی نافرمانی کر کے فساد ڈالنے میں کوشش کرتا رہتا ہے اُسپر فرشتے لعنت کرتے ہیں اس لعنت کے اثر سے اُس مفسد کے دل میں ندامت اور افسوس پیدا ہوتا ہے اور اسی لعنت کے اثر سے ملاء سافل کے دلوں پر اسکا الہام ہوتا ہے کہ اس بدکار سے تعلق نرکھیں اور دنیا میں یا بعد مرنے کے اُسکو بُرائی پہنچائیں اور فرشتوں کے لئے بہت سی خدمتیں مفوض ہیں اُنکی یہ بھی خدمت ہے کہ خدا اور بندوں کے بیچ میں ایلچی ہوتے ہیں لوگوں کے دلوں میں نیک الہام ڈالتے رہتے ہیں یعنی کسی نہ کسی وجہ سے نیک خطرات لوگوں کے دلوں میں اُنسے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور جسطرح خدا کو منظور ہوتا ہے اور جہاں منظور ہوتا ہے خدا اُنکو جمع کرتا ہے اس اعتبار سے اُنکو رفیق اعلیٰ اور مجلس اعلیٰ اور ملاء اعلیٰ سے تعبیر کرتے ہیں +

اور ہمارے دیسیوں سے بھی بعض پاک روحیں بہت بزرگ میں فرشتوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور اُنہی میں ملحق

ہین جیسکہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ اے مطمئن روح تو اپنے پروردگار کیطرف خوشی خوشی لوٹ آ اور میرے بندون مین داخل ہوکر میری جنت مین آجا +

سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے کہ مین نے جعفر ابن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ فرشتہ کیصورت مین معہ دو پرون کے فرشتون کیساتھ ساتھ جنت مین اڑتے پھرتے ہین + اور وہین ملاء اعلی مین احکام الہی کا نزول بھی ہوتا ہے اور جسکی کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے کہ اسمین سب مضبوط کام جدا کیے جاتے ہین وہ وہین قرار پاتا ہے + اور کسی قدر کسی جہ سے تمام شرایع کا تقرر بھی وہین ہوتا ہے +

اور جاننا چاہیئے کہ ملاء اعلی کی تین قسمین ہین - ایک قسم ایسی ہے کہ خدا نے یہ جانکر کہ نیکی کا انتظام انپر موقوف ہے ایسے نورانی اجسام پیدا کئے جو کہ حضرت موسی کی آگ کی مانند ہین پھر ان جسمون مین بزرگ روحین پھونک دین ایک قسم ایسی ہے کہ کبھی کبھی عناصر سے لطیف بخارات صعود کرتے ہین اور انسے ایسا مزاج پیدا ہوجاتا ہے جو انکے قابل ہوتا ہے کہ انپر ایسے بلند نفوس کا فیضان کیا جاوے جنمین بہیمی میل جو کہ ترک کرنیکا باعث ملائکہ ہے اور ایک قسم نفوس انسانیہ مین سے ہوتی ہے جنکو ملاء اعلی سے قرب ہوجاتا ہے وہ ہمیشہ نجات دہ اعمال کو عمل مین لاتے ہین حتی کہ انہین ہی شامل ہوجاتے ہین اپنے بدنون کی چادرین اتار کر انہین مین منسلک ہوجاتے ہین اور منجملہ انکے شمار کئے جاتے ہین اور ملاء اعلی کی حالت یہ ہوتی ہے کہ نہایت خوض و محویت سے وہ اپنے پروردگار کیطرف متوجہ رہتے ہین کسی چیز کا میلان انکو اس توجہ سے نہین روک سکتا ہے اور یہی معنی ہین اس قول خداوندی کے کہ وہ اپنے پروردگار کی حمد سے خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہین اور خدا پر یقین رکھتے ہین +

انکے دلونمین اپنے پروردگار کیطرف سے یہ ڈالا جاتا ہے کہ فلان عمدہ انتظام پسندیدہ ہے اور اسکے مخالف ناپسندیدہ ہے اسکی وجہ سے جود الہی کا ظہور ہوتا ہے اور یہی مراد ہے اس خدا کے قول سے کہ وہ ایمان والون کے لیے مغفرت کے خواستگار رہتے ہین اور ملاء اعلی مین جو نہایت مرتبہ والے ہین انکے انوار کبھی یکجا جمع ہوجاتے ہین اور ایک دوسرے مین اس طرح کی صورت مین داخل ہوجاتے ہین جسکا کہ آنحضرت نے ذکر فرمایا ہے کہ اسکی مونہ اور زبانین بکثرت ہوتی ہین اسوقت وہ سب مل ملاکر گویا ایک شئی ہوجاتے ہین اور اسیکا نام حظیرۃ القدس ہے + اور بارہا حظیرۃ القدس مین اسپر اتفاق کیا جاتا ہے کہ معاش اور معاد ایسے صد مونسے لوگون کو نجات دینے کا کوئی ذریعہ اسطرح قایم کرنا چاہیئے کہ مخلوق الہی مین کسی شخص کو جو اس زمانہ مین نہایت ذکی النفس ہو مضبوط کرنا چاہیئے اسکے حکم کو لوگونمین جاری کرنا چاہیئے اس اتفاق کا یہ اثر ہوتا ہے کہ منور لوگون کے دلمین اسکا الہام کیا جاتا ہے کہ اس شخص کے اتباع پر کربستہ ہون اور ایسے گروہ بنین جو لوگون کی رہبری اور نفع رسانی کے لئے باہر نکلین +

اسی اتفاق کے اثر سے ایسے ایسے علوم لوگون کے دلونمین منقش ہوتے ہین جنمین اقوام کی درستی اور سراسر انکی ہدایت ہوتی ہے - یہ الہام کبھی بذریعہ وحی ہوتا ہے کبھی خواب مین کبھی ہاتف غیب کے ذریعے سے اسکی ذکی النفس کے سامنے وہ حظیرۃ القدس والے فرشتے کبھی کبھی سامنے ظاہر ہوکر گفتگو بھی کرتے ہین - یہ اتفاق اس شخص کے احباب کی امداد کا باعث ہوتا ہے جسکا ہر ایک ناکامی سے انکو قریب کردیتا ہے اور خدا کے راستہ سے روکنیوالونپر لعنت ہوتی ہے سہراسیم

کیسے رنج وتکلیف مین وہ گرفتار کئے جاتے ہین۔ یہی نبوت کے لئے اصل الاصول ہے ✤

جب دایمی طور پر انکا اتفاق ہوتا ہے تو تائید روح القدس اسکو کہتے ہین یہ تائید ایسی ایسی برکتون کا ثمرہ ہوتی ہے کہ عادتًہ ویسی برکتین ظہور مین نہین آتین اسیکا نام معجزات ہے ✤ اور ان ملاء اعلی سے کم درجہ کے نفوس اور بھی ہوتے ہین جنکے فیضان سے لطیف بخارات مین ایک ایسا معتدل مزاج پیدا ہوجاتا ہے کہ جو سعادت مین تو ملاء اعلیٰ تک نہین پہونچتا تاہم انمین اتنی کمالیت ہوتی ہے کہ وہ فراغ کیحالت مین اس انتظار مین رہتے ہین کہ اوپر سے اُنپر کیا مترشح ہوتا ہے جب ہی کہ قابل کی استعداد اور فاعل کی تاثیر کے اندازہ کے موافق کوئی بوچھار اونپر پڑتی ہے وہ اُن فوقانی امور کیطرف ایسی ہی آمادگی ظاہر کرتے ہین جیسے کہ پرند اور چار پائے طبعی اسباب کی تحریک پر آمادگی ظاہر کرتے ہین۔ وہ اس حالت مین اپنے تمام نفسانی امور سے علیحدہ اور فوقانی الہام مین ثابت اور قایم رہتے ہین لوگون اور بہایم کے دلو نپر انکا اثر ہوتا ہے انکے ارادے اور نفسانی باتمین ونہین امور کیطرف پھر جاتے ہین جو مقصود کے مناسب ہون بعض بعض اشیا مین انکا یہ اثر ہوتا ہے کہ انکی طبعی حرکات کو چند در چند کر دیتے ہین یا اونمین تبدیلیان پیدا کر دیتے ہین جیسکہ کوئی پتھر لڑھکایا جاوے تو اُسوقت اُسپر فرشتہ اپنا اثر ڈالتا ہے اور زمین پر مافوق العادۃ وہ لڑھکتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صیاد نہر مین دام پھینکتا ہے اور فرشتون کی فوجین ایک مچھلی کے دلمین الہام کرتی ہین کہ دریا کے اندر گھس جا اور دوسری سے بھاگ جانیکا ایک کو ہی پکڑ لینے ایک کو ہی چھوڑ دینے کا۔ مچھلی کچھ نہین جانتی کہ مین یہ کیا کرتی ہون لیکن صرف الہام کی تابع رہتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو فریق لڑتے ہوتے ہین اُسوقت فرشتے آکر ایک فریق کے دلمین گفتگو سے حسب مقام خیالات سے شجاعت کی خوبی پیدا کر دیتے ہین غلبہ کے ذریعون کا الہام کرتے ہین تیر اندازی وغیرہ مین انکی مدد کرتے ہین اور مخالفین مین ان امور کے خلاف کو پسندیدہ بنا دیتے ہین۔ یہ تدبیر اسلئے ہوتی ہے کہ جس امر کا ہونا مقدر ہے وہ ظہور ہو جاوے ✤

کبھی اُن کے دلپر اسکا ترشح ہوتا ہے کہ کسی نفس کو آرام پہنچایا جاوے کسیکو تکلیف پہنچاوے اسمین وہ نہایت سرگرمی کرتے ہین اور ہر ایک طریقہ سے اسکو پورا کرتے ہین۔ اور ان ملاء اعلیٰ کے مقابلہ مین اور قسم کے وجود ہین جنمین ہلکا پن ہے چھچھورا پن ہوتی ہے ایسی فکرین انسے سرزد ہوتی ہین جو نیکی کے بالکل خلاف ہوتی ہین۔ وہ تاریک بخارات کے سڑ جانے سے پیدا ہوتے ہین یہ شیاطین ہین جنکی کوششین ہمیشہ فرشتون کی کوششون کے خلاف ہوتی ہین۔ واللہ اعلم ✤

باب چہارم

خدا کے اس طریقہ کے بیان مین جسکا اس قول الہی مین بیان ہوا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ خدا کے طریقہ مین تو کوئی تبدیلی نپاویگا ✤

جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے بعض افعال اون قوتون کے ہونے پر کسی کسی طریقہ سے مرتب ہوتے ہین جو کہ اس عالم

مین ودیعت رکھی گئی ہین نقل اور عقل دونون سے اسکی شہادت ملتی ہے +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالی نے آدم کو مشت خاک سے جسکو تمام زمین سے لیا تھا پیدا کیا۔ اسلیئے آدمی اُسی اندازہ زمین کیوجہ سے بعض سرخ رنگ بعض سپید رنگ بعض سیاہ رنگ اور ان رنگوں کے درمیان اور بعض نرم طبع بعض سنگدل بعض ناپاک سیرت بعض پاکیزہ نفس پیدا ہوتے ہین +

اور حضرت عبد اللہ بن اسلام نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ بچہ کو باپ یا ماے سے مشابہ ہونیکا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ مرد کا پانی جب عورت کے پانی سے پہلے سبقت کرتا ہے تو وہ مرد کے شبیہ ہو جاتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی سے پہلے پہنچ جاتا ہے وہ عورت کے شبیہ ہو جاتا ہے +

مین کسیکو نہین دیکھتا کہ اسمین شبہ کرے کہ مرجانے کو تلوار مارنے یا زہر کھالینے کیطرف منسوب کیا کرتے ہین اور رحم مین بچہ کی پیدایش منی گرنے کے بعد ہوا کرتی ہے دانون اور درختون کی پیدایش تخم ریزی درخت لگانے آب رسانی کے بعد ہوا کرتی ہے +

اسی استطاعت اور قدرت کیوجہ سے آدمی مکلف بنایا گیا ہے مامور کیا گیا ہے اور برائیون سے بچایا گیا ہے اپنے اعمال پر جزا سزا دیا جاتا ہے +

یہ قوتین جنپر عدل کے افعال جاری ہوتے ہین مختلف قسم کی ہین بعض زمین سے عناصر کی خاصیتین اور طبیعتین ہین اور بعض ان مین سے وہ احکام ہین جنکو خدا تعالی نے ہر ایک صورۃ نوعیہ کی فطرت مین ودیعت رکھا ہے بعض انہین سے عالم مثال اور اس وجود کے حالات ہین جن کا تقرر زمین مین آنے سے پہلے ہو چکتا ہے اور بعض ان مین سے ملاء اعلی کی دعائین یا بددعائین ہین جنکو وہ ان لوگون کے لئے نہایت کوشش و اہتمام سے مانگتے ہین جنہون نے اپنے نفس کو مہذب بنایا ہے اور اپنی قوتون کی اصلاح مین بڑی کوشش کی ہے اور انکے مخالفین پر ہوا کرتی ہین + اور منجملہ انکے احکام شریعت مین جو لوگو نپر مقرر کی گئی ہین بعض امور واجب کئے گئے ہین اور بعض حرام۔ یہ احکام بھی بجا آوری کرنے والے کے لئے موجب ثواب ہین اور نافرمانی کرنے والے کے لئے باعث عذاب اور ان مین سے ایک یہ امر بھی ہے کہ خدا تعالی کسی شے کو مقرر کرتا ہے تو عادت الٰہی کے موافق یہ شے دوسری چیز کو لازم ہوا کرتی ہے تو اس شے کا اثر اُس دوسری شے تک پہنچتا ہے اسلیئے کہ اس انتظام لزوم کا درہم برہم کرنا پسندیدہ نہین ہے +

اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب خدا کسی بندہ کے لئے کسی جگہ مرنا مقدر کرتا ہے تو وہان ہو پہنچنے کی اُسکے لئے کوئی نہ کوئی ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ سب امور ایسے ہین کہ اخبار سے معلوم ہوئے ہین اور عقل کی ضرورت نے انکو ضروری قرار دیا ہے +

اور جاننا چاہئے کہ جب ایسے اسباب مختلف طور پر جمع ہون جنپر کہ عادۃً حکم الٰہی مرتب ہوا کرتا ہے اور ان اسباب کے آثار باہم جمع نہون تو اسوقت مقتضائے حکمت یہ ہے کہ ایسے امر کا لحاظ کرین جو خیر محض سے زیادہ ملتا ہوا ہو۔ اسیکا نام اس قول رسالت مین میزان رکھا گیا ہے کہ خدا کے ہاتھ مین میزان ہے وہ کبھی اس کا پلہ اٹھا دیتا ہے۔

کبھی غیبکا دیتا ہے اور خدا کی قول مین شان کے لفظ سے یہی مراد ہے کہ خدا ہر روز ایک خاص شان مین ہوتا ہے اور ترجیح کے وجوہ مختلف ہوتے ہین کبھی اسباب کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے کہ سب مین سے کونسا سبب زیادہ قوی ہے کبھی اُن اثرون کے لحاظ سے ہوتی ہے جو ان اسباب پر مرتب ہوا کرتی ہین کہ ان سب مین زیادہ نفع کے قابل کون ہے اور کبھی باب تدبیر پر باب خلق کے مقدم ہونے سے ہوتی ہے اور ایسے ہی ایسے وجوہ اور ہوا کرتے ہین +

بہرحال اگرچہ ہمارا علم یہ معلوم کرنے کیلئے کافی نہین ہے کہ ہم سب اسباب کو احاطہ کر سکین اور جب اسباب مین تعارض ہو تو یہ معلوم کر سکین کہ انمین سے زیادہ قابل استحقاق کونسا ہے لیکن تاہم یہ ہمکو قطعاً معلوم ہوا ہے کہ جو چیز موجود ہوتی ہے ۔ موجود ہونے ہی کے لایق ہوئی ہے جو شخص ہماری مذکورہ بالا تقریر کو پختگی سے سمجھ لیگا۔ وہ اکثر [illegible] کے اُلجھن سے نکلجائیگا +

باقی رہین وہ تاثیرین جو ستارون کی ہیئتون کے متعلق ہین انمین سے بعض تو ضروری ہین جیسے گرمی و سردی کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا دن کا گھٹنا بڑھنا آفتاب کی حرکتون کے اختلاف سے اور جیسے چاند کی حالتون کی تبدیلی سے دریا مین جذر و مد کا ہونا +

حدیث مین وارد ہے کہ جب ثریا طلوع کریگا آفات برپا ہوجاوینگی یعنی بلحاظ عادت کے لیکن فقیری تونگری خشک سالی سرسبزی اور تمام انسانی حادثون کا ستارون کے حرکات سے پیدا ہونیکا ثبوت شرع سے کچھ نہین ہے آنحضرتؐ نے ان امور مین خوض کرنے سے منع فرمایا ہے +

اور فرمایا کہ جسنے نجوم کا کوئی حصہ سیکھا تو گویا اُسنے جادو کا حصہ سیکھا اور اس عرب کے قول سے کہ ہم پر فلان ستارہ سے بارش ہوئی آپ نے بہت تشدد فرمایا ہے مین کہتا ہون کہ شریعت نے اسکی تصریح کی ہے کہ خدانے ایسی تاثیرین اور خاصیتین پیدا نہین کین ہین جنسے اس عالم مین ہوا وغیرہ کے ذریعہ سے جو لوگونکو گھیرے ہوئے ہے حوادث پیدا ہون +

تمکو خوب معلوم ہے کہ آنحضرت نے کہانت سے منع فرمایا ہے جس مین جنون کی جانب سے خبر دیجاتی ہے اور فرمایا ہے کہ جو کاہن کے پاس جاکر اسکو سچا جانے اس سے مین علٰحدہ ہون آپ سے کاہنون کا حال دریافت کیا گیا تو خبر دی کہ فرشتے جو ہوا مین اُترکر ان امور کا ذکر کرتے ہین جنکا آسمان پر فیصلہ ہو چکتا ہے تو شیاطین اُس مین سے کچھ چوری کر لیتے ہین اور کاہنون کو بتا دیتے ہین وہ اُس مین اور سو جھوٹی باتین ملا دیا کرتے ہین +

خدا فرماتا ہے ای ایمان والو کافرون کی طرح سے مت ہو جو اپنے بھائیونسے کہتے ہین جب وہ سفر کرتے ہین اور لڑتے ہوتے ہین کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو کاہے کو مرتے یا قتل کئے جاتے +

اور آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارا عمل کسی کو جنت مین داخل نہ کریگا اور آپ نے فرمایا کہ تو رفیق ہے اور خدا طبیب ہے بہرحال منع فرمانا بہت سی مصلحتون پر موقوف ہے ۔ واللہ اعلم

باب پنجم

روح کی حقیقت کے بیان میں

خداتعالیٰ فرماتا ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا +

ترجمہ - تجھسے روح کا حال پوچھتے ہین (یہودی) تو کہہ - روح میرے پروردگار کے عالم امر کی چیز ہے اور تمکو صرف تھوڑا علم دیا گیا ہے - حضرت عبداللہ ابن مسعود کی روایت سے اعمش نے وما اوتوا من العلم الا قلیلا پڑھا ہے +

یہانسے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت مین یہودیون سے خطاب ہے جنہون نے روح کا حال دریافت کیا تھا اس آیت مین اسکی تصریح نہین ہے کہ امت مرحومہ مین سے روح کا حال کوئی جانتا ہی نہین ہے جیسا کہ لوگون کا خیال ہے - اور یہ بھی ضرور نہین ہے کہ شریعت نے جس چیز کا کوئی حکم بیان نہ کیا ہو وہ معلوم ہی نہ ہو سکے بلکہ شرع مین اکثر اسوجہ سے سکوت کیا جاتا ہے کہ اشکال کیوجہ سے عام لوگ اسکے برتاو کے قابل نہین ہوا کرتے اگرچہ بعض بعض اسکو سمجھ سکتے ہون +

جاننا چاہئے کہ روح کے متعلق اولاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیوان مین زندگی کا باعث ہوا کرتی ہے جب حیوان مین روح ڈالدیجاتی ہے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے اور جب نکال لیجاتی ہے تو وہ مرجایا کرتا ہے +

اسکے بعد غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن مین ایک لطیف بھاپ ہے جو اخلاط کے خلاصہ سے پیدا ہوتی ہے حس کرنے کی حرکت کرنے کی اس مین وہ سب قوتین ہوتی ہین جو تدابیر غذا کے متعلق ہین طب کے احکام کو اس بھاپ سے بڑا تعلق ہے +

تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بھاپ کی رقیق ہونے کا اور غلیظ ہونے کا صاف و مکدر ہونے کا بدنی قوتونپر اور انکے افعال پر جو ان قوتون سے پیدا ہوتے ہین بڑا اثر پڑتا ہے اگر اس عضو پر یا اس بھاپ کے پیدا ہونے پر جسکو عضو سے تعلق ہے کوئی آفت پہونچتی ہے تو وہ بھاپ بگڑ جاتی ہے اسکے کام مختل اور پریشان ہوجاتے ہین اس بھاپ کی موجودگی سے زندگی باقی رہتی ہے اور اسکے تحلیل ہوجانیسے موت ہوجاتی ہے +

بادی النظر مین روح اسیکا نام ہے لیکن غور رس نظر مین یہ روح کا ادنی طبقہ ہے بدن مین اسکی ایسی مثال ہے جیسی گلاب مین پانی اور کوئلہ مین آگ +

پھر جب زیادہ غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح روح حقیقی کا مرکب ہے اور روح حقیقی کے بدن سے متعلق ہونے کا مادہ ہے اسلئے کہ ہم بچہ کو دیکھتے ہین کہ وہ جوان ہوتا ہے بڈھا ہوجاتا ہے اور اسکے بدنی اخلاط مین تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جو روح ان اخلاط سے پیدا ہوتی ہے وہ ہزار درجہ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے کسی حالت مین وہ لڑکا صغیر سن ہوتا ہے پھر وہ بڑا ہوجاتا ہے کبھی اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے کبھی گورا ہوتا ہے کبھی وہ جاہل ہوتا ہے پھر عالم ہوجاتا ہے اور انکے علاوہ اسکے اکثر اوصاف مین تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن اسکے وجود مین کوئی تغیر نہین ہوتا وہی رہتا ہے جو پہلے تھا +

اور اگر اُن اوصاف کے تبدل اور عدم تبدل مین مناقشہ کیا جاوے تو ہم ان تغیرات کو فرضی طور پر تسلیم کرتے ہین تو اُسوقت مین بھی لڑکا وہی رہیگا جو کہ پہلے تھا یا ہم یہ کہین گے کہ ہم ان اوصاف کو اپنی حالت پر باقی رہنے کا یقین نہین کرتے اور لڑکے کا بعینہ باقی رہنے کا یقین کرتے ہین اسلیئے لڑکے کی ذات ان اوصاف کے خلاف ہے +

اب ہم کہتے ہین کہ وہ چیز جسکی وجہ سے وہ لڑکا بعینہ وہی لڑکا باقی رہا یہ روح بخاری نہین ہوسکتی اور نہ بدن اور وہ چیزین ہوسکتی ہین جو کہ اُسکے تشخص ہونیکی باعث ہین اور اور ظاہر ہین دیکھی جاتی ہین بلکہ حقیقی روح ایک جداگانہ چیز ہے وہ ایک نورانی نقطہ ہے ان تمام متغیرات سے جنمین سے بعضی جوہر ہین بعض عرض اُسکا ڈھنگ نرالا ہے وہ بچہ ہونے کیحالت مین بھی ویسی ہے جیسی بڑے ہونیکی حالت مین جیسیکہ وہ سیہ رنگی کی حالت مین ہے ایسے ہی سپیدی کی حالت مین ہے ایسے ہی وہ تمام اضداد کیحالت میں یکساں ہے اُسکو ابتداءً روح ہوائی سے تعلق ہے اور ثانیاً بدن سے اسلیئے کہ بدن روح ہوائی سے مرکب ہے وہ عالم قدس کا ایک روزن ہے جب روح ہوائی مین قابلیت اور استعداد پیدا ہوجاتی ہے تو اُس روح سماوی کا اُسپر نزول ہوتا ہے +

جن امور مین کہ تغیر پیدا ہوتا ہے وہ زمین کی مختلف استعدادون کیوجہ سے ہے جیسیکہ دھوپ کپڑے کو سپید کر دیتی ہے اور دھوبی کو سیاہ اور ہمکو وجدان صحیح سے معلوم ہوگیا ہے کہ موت روح حیوانی کا بدن سے جدا ہونے کا نام ہے جسوقت کہ بدنمین روح ہوائی پیدا کرنے کی قوت نہین رہتی روح ہوائی سے روح قدسی کے جدا ہونے کا نام نہین ہے جب بضعف امراض سے روح ہوائی تحلیل ہوجاتی ہے تو یہ حکمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ روح ہوائی اسقدر باقی رہجائے کہ روح الٰہی کا اُس سے تعلق رہ سکے جیسیکہ تم شیشہ سے ہوا کو چوس لیتے ہو تو حتی الامکان اسمین تخلخل پیدا ہوجاتا ہے پھر تم اُسکے بعد ہوا کو نکال نہین سکتے یہانتک کہ اخیر مین شیشہ ٹوٹ جاتا ہے یہ صرف اُس راز کیوجہ سے ہے جو خدا نے ہوائی طبیعت اور سرشت مین رکھا ہے ایسے ہی روح ہوائی ایک راز اور اندازہ ہے کہ اُس سے تجاوز نہین ہوسکتا +

مرنے کے بعد روح ہوائی کو ازسرنو زندگی ہوتی ہے اور روح الٰہی کے فیضان سے اُن امور مین جو حس مشترک کے ذریعہ سے اُسمین باقی رہگئے تھے ایک طاقت جدید پیدا ہوتی ہے اور عالم مثال یعنی اُس قوۃ کے ذریعہ سے جو کہ مجرد اور محسوس کے مابین ہے اور افلاک مین پھیلی ہوئی ہے" کی امداد سے وہ روح ہوائی ایک نورانی یا تاریک لباس پہن لیتی ہے اور اسطرح عالم برزخ کے عجائبات نمودار ہوجاتے ہین پھر جب صورتون مین روح ڈالی جاویگی۔ ویسا ہی فیضان پھر ہوگا جیسے کہ ابتداء عالم مین ہوا تھا اور جیسے بدنومین ڈالی گئین تھین اور عالم موالید کی بنیاد قایم کیگئی تھی تو اُسوقت روح الٰہی کے فیضان سے روح ایک جسمانی لباس یا ایسا لباس جو عالم مثال اور جسم کے بین بین ہوگا پھر پہن لیگی اور جو کچھ صادق مصدوق علیہ افضل الصلوات وامین التحیات نے خبرین بیان کین ہین سب کا حصول ہوگا اور جو کہ روح ہوائی ایک متوسط شے ہے روح الٰہی اور بدن آدمی کے بیچ

بیچ مین اسواسطے ضرور ہے کہ اسکا رُخ اس طرف بھی ہو اور اس طرف بھی اور جو اُسکا رُخ عالم قدس کی جانب مائل ہے اُس کا نام ملکی حالت ہے اور جو زمین کی جانب ہے اُس کا نام بہیمیت ہے مناسب ہےکہ روح کی حقیقت کے متعلق انہین مقدمات پر اکتفا کیا جاوے تاکہ اِس علم مین اُسکی تسلیم کے بعد تفریعات کی جائین اور اِس علم سے ایک زیادہ بلند مرتبہ علم مین اُسکے چہرے سے پردہ اُٹھایا جاوے واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۶ سر التکلیف

خدا تعالیٰ فرماتا ہے انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولاً لیعذب اللہ المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات ویتوب اللہ علی المومنین والمومنات وکان اللہ غفوراً رحیما - ترجمہ - ہمنے امانت کو آسمانون اور زمین اور پہاڑون پر پیش کیا۔ اُنھون نے اُسکی برداشت کرنیسے انکار کیا اور اُس سے خوف زدہ ہوگئے اور آدمی نے اُس امانت کو برداشت کر لیا بیشک آدمی بڑا ظالم اور نادان ہے تاکہ خدا منافقون اور منافق عورتون کو اور مشرکون اور مشرکہ عورتون کو عذاب دے اور مسلمانون اور مسلمان عورتونکی توبہ قبول کرے خدا بخشنے والا اور مہربان ہے +

غزالی اور بیضاوی نے تنبیہ کی ہے کہ امانت سے مراد مکلف ہونیکی ذمہ واری ہے اِسطرح پر کہ اطاعت اور نافرمانی احکام سے ثواب یا عذاب کا استحقاق ہوسکے اور آسمانون اور زمین پر اُنکے پیش کرنیکے یہ معنے ہین کہ اُن کی استعداد کا اندازہ کیا گیا کہ ایسے کامون کے کرنے یا نکرنے کا مادہ اُنمین ہے یا نہین ہے اور اُنکے انکار کرنیسے یہ غرض ہے کہ اُن کی طبیعت مین اس کام کی لیاقت اور استعداد نہ تھی۔ اور یہ جو فرمایا کہ آدمی نے اُس امانت کو برداشت کر لیا اس سے یہ مراد ہے کہ اُس مین ان امور کی انجام کی ذاتی صلاحیت تھی مین کہتا ہون اِس معنی کے لحاظ سے انہ کان ظلوماً جہولاً گویا حکم سابق کی علت ہے اسلئے کہ ظالم اُسکو کہتے ہین کہ جسمین انصاف وعدل کرنیکی قابلیت ہو لیکن پھر بھی انصاف نکرے اور جہول اُسکو کہتے ہین کہ باوجود قابلیت کے ناواقف ہو۔ اور علاوہ آدمی کے بعض چیزین عالم اور عادل ہین کہ ظلم اور جہل کا اُن تک گذر نہین ہے جیسے کہ فرشتے۔ اور بعض چیزین ایسی ہین کہ نہ وہ عالم اور عادل ہین اور نہ اُنمین علم اور عدل کا مادہ ہے جیسے چارپائے + مکلف ہونیکے قابل وہی چیز ہوسکتی ہے جسکا کمال بالقوۃ ہو نہ بالفعل +

اور لیعذب مین لام بمعنی عاقبت ہے یعنی اُسی امانت کے متحمل ہونیکا انجام عذاب کرنا اور آرام دینا ہے اور حقیقۃ الامر کا پورا انکشاف فرشتون کیحالت اور اُنکے تجرد کے خیال کرنیسے ہوتا ہے اُنکی حالت مین نہ وہ کیفیت مزاحمت کرتی ہے جو قوۃ بہیمیہ کی تفریط سے پیدا ہوتی ہے جیسے گرسنگی پیاس۔ خوف۔ رنج اور نہ وہ جو اِس قوت کے افراط سے پیدا ہوتی

ہے۔ جیسے مجامعت کی حرص، غصہ، تکبر۔ انکو تغذیہ تنمیہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے ہمیشہ وہ اس انتظام مین محو رہتے ہین کہ عالم بالا سے انپر کیا وارد ہوتا ہے جب ہی کہ انپر عالم بالا سے کوئی حکم مترشح ہوتا ہے خواہ وہ کسی انتظام مطلوب کا قایم کرنا ہو یا کسی چیز سے خوشنودی یا کسی سے ناگواری تو انکے قوا اس سے لبریز ہو جاتے ہیں ہمہ تن وہ اسکی اطاعت کرتے ہیں جو اسکا مقتضا ہوتا ہے۔ اسکے لئے وہ آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ ان امور کے اہتمام میں اپنے نفسانی ارادوں سے بیخود ہوتے ہین اور عالم بالا کی مراد پر ثابت رہتے ہین +

اسکے بعد بہایم کی حالت کو خیال کرو کہ وہ رذیل ہیئتوں سے ملوث رہتے ہین اپنی طبعی خواہشون پر شیفتہ ہوتے ہین انہین مین محو رہتے ہین جب انمین کوئی آمادگی ہوگی وہ ایسی ہی کوئی بہیمی آمادگی ہوگی جسکا مآل کوئی بدنی نفع ہوگا یا طبیعت کے موافق کسی چیز کا دفع کرنا۔

اِن دونون کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ خدا تعالی نے اپنی روشن حکمت کی وجہ سے آدمی مین دو قوتین عطا کی ہین ایک ملکی روح طبعی پر جو تمام بدن مین منتشر ہے جب روح انسانی کا فیضان ہوتا ہے تو یہ قوت پیدا ہوتی ہے روح طبعی اِس فیضان کو قبول کرکے مغلوب ہو جاتی ہے۔ دوسری قوت بہیمی ہے جو کہ نفس حیوانی مین پیدا ہوتی ہے جو تمام حیوانون مین یکسان پائی جاتی ہے +

جو قوتین کہ روح طبعی مین قائم ہین وہ اِس حیوانی مین منقش ہوتی ہین روح طبعی خود مستقل طاقت رکھتی ہے اور روح انسانی اسکے احکام کو قبول کر لیتی ہے +

اِسکے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ان دونون قوتون مین باہم مزاحمت ہے اور ہر ایک کی کشش مختلف ہے ملکی طاقت بلندی کیطرف کشش کرتی ہے اور بہیمی پستی کی جانب۔ جب بہیمی کا ظہور ہوتا ہے اور اسکی اثر پزور ہو جاتے ہین تو ملکی کے جذبات مخفی ہو جاتے ہین اور ایسے ہی اسکے خلاف مین ہوتا ہے اور پروردگار جلشانہ کو انتظام عالم کے ساتھ توجہ خاص ہے ہر چیز کی استعداد ذاتی اور کسبی جس قسم کی درخواست کرتی ہے اسیکا خداوندکریم افاضہ فرماتا ہے جب کوئی بہیمی جذبات کو کسب کرتا ہے تو ویسے ہی امداد اسکو پہنچتی ہے اور جو امور اسکے مناسب ہوتے ہین وہی اسکے لئے آسان ہو جاتے ہین اور اگر ملکی جذبات کو کسب کرتا ہے تب بھی اسی قسم کی امداد اسکو پہنچتی ہے اور اسی کے موافق امور اسکے لئے آسان ہو جاتے ہین جیسے خدا تعالی فرماتا ہے۔ فاما من اعطے واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری واما من بخل واستغنے وکذب بالحسنے فسنیسرہ للعسرے۔ جو کوئی کچھ دیگا اور پرہیزگار بنیگا اور نیکی کی تصدیق کریگا تو ہم سہولت کو اسکے لئے آسان کر دینگے اور جو کوئی بخیلی کریگا اور بے پرواہ ہو جاویگا اور نیکی کی تکذیب کریگا ہم دشواری کو اسکے لئے آسان کر دینگے +

اور فرمایا کلا نمد ہؤلاء وہؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا اور سب کو ہم مدد دیتے ہین اور تیرے رب کی بخشش روکی نہین گئی ہے ہر ایک قوۃ کے لئے جدا جدا تکلیف اور لذۃ ہے لذۃ ملکی

مناسب کیفیت کو ادراک کرتا ہے۔ اور تکلیف اپنی حالت کے ناموافق کیفیت کا ادراک کرتا ہے آدمی کی حالت کو
اُس شخص کی حالت سے عجب مشابہت ہے جسنے کسی مخدر چیز کا استعمال کیا ہو وہ اسوقت مین آگ کی سوزش
کا کچھ اثر اپنے اندر نہین پاتا ہے یہانتک کہ جب خدر کا اثر کم ہوجاتا ہے اور مقتضاے طبیعت کیطرف وہ رجوع
کرتا ہے تب کس شدت کی تکلیف اُسے معلوم ہوتی ہے یا اُسکو گلاب کیحالت کے مشابہ سمجھنا چاہئے اطبا
نے بیان کیا ہے کہ گلاب مین تین قوتین ہین (۱) قوۃ زمینی جو رگڑنے یا لیپ کرنیسے ظاہر ہوتی ہے (۲) مائی
قوت جو کہ نچوڑنے یا پینے کیوقت ظاہر ہوتی ہے (۳) ہوائی قوت جو کہ سونگھنے کیحالت مین ظاہر ہوتی ہے +
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کو مکلف کرنا اُسکی نوع کا مقتضا ہے یقیناً آدمی اپنی زبان استعداد سے اپنے
پروردگار سے خواستگار رہتا ہے کہ اُن امور کو جو ملکیت کے مناسب ہون اُسپر واجب کردے اور پھر اُسکو ثابت قدم
رکھے اور جو بہیمی امور مین منہمک ہونیکو اُسپر حرام کردے اور اُسپر اُنکے ارتکاب سے دار وگیر کرے واللہ اعلم +

باب تکلیف کا تقدیر سے نکلنا

جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی اپنی مخلوق مین ایسی نشانیان ہین کہ اُنمین غور کرنیوالا یہ معلوم کرسکتا ہے کہ خدا نے جو
اپنے بندونکو شریعتون کا مکلف کیا ہے تو اُسکی خدا کے پاس زبردست دلیل ہے درختون اور اُنکے پتون اور
شگوفون اور پھلون کو دیکھو اور جو جو کیفیتین اُنمین نظر آتی ہین یا چکھ کر معلوم ہوتی ہین وعلیٰ ہذا اُنمین غور کرو کہ خدا کی
ہر ایک قسم کیلئے پتے ایک خاص شکل کے اور شگوفے خاص رنگ کے اور خاص خاص مزہ کے پھل پیدا کئے ہین
جنسے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ فلانے قسم کا ایک فرد ہے اور یہ سب امور صورت نوعیہ کے تابع ہوا کرتے ہین اُسی کے ساتھ
لپٹے رہتے ہین جیسا صورت نوعیہ کا ظہور ہوتا ہے ویسا ہی اُنکا ظہور ہوتا ہے +
خدا تعالیٰ کا یہ فرمان کہ یہ مادہ خرما کا ہونا چاہئے اس تفصیلی فرمان کے ساتھ لپٹا ہوا ہے کہ اُسکا پھل ایسا ہو اور اُسکا
شگوفہ ایسا ہو +
اور ہر ایک قسم کی خاصیتون مین سے بعض تو ظاہر ہوتی ہین ہر ایک عقلمند اُسکو سمجھ سکتا ہے اور بعض ایسی ہوتی ہین
جنکو وہی شخص معلوم کرسکتا ہے جو زیرک اور فطین ہو +
جیسے کہ یاقوت کی تاثیر ہے کہ وہ یاقوت رکھنے والے کے دل مین مادہ فرحت اور شجاعت کا پیدا کرتا ہے +
اور نیز بعض خاصیتین ایسی ہوتی ہین جو کسی قسم کے ہر ہر فرد مین ہوتی ہین اور بعض ایسی ہوتی ہین کہ استعداد مادہ کے موافق صرف بعض
افراد مین پائی جاتی ہین اور اسی قسم کے اور افراد مین نہین ہوتین مثلاً ہلیلہ کہ جو شخص اُسکو اپنے ہاتھ مین پکڑے ہے اُسکے لئے دستاور ہے +
اب ہمکو یہ کہنے کا موقع نہین ہے کہ خرما کا پھل اس صفت کا کیون ہوتا ہے اسلئے کہ یہ سوال بیمعنی ہے لوازم ذاتی
کے ثابت ہونیکے لئے دلیل کی حاجت نہین ہوا کرتی +
اسکے بعد حیوانات کے ہر ایک قسم کو دیکھو ہر ایک کی شکل و صورت جدا جدا ہے جیسے کہ تم درختون کی صورتین جدا

جداجدا پائے ہو اور حیوانات مین ان اختلافات کیساتھ مختارانہ حرکتین اور ذاتی الہامات اور طبعی تدابیر بھی ہین جنکی وجہ سے ہر ایک قسم دوسرے سے بالکل ممتاز ہے مثلاً چارپائے گھاس کو چرتے ہین جگال کرتے ہین اور گھوڑے گدہے بھی گھاس چرتے ہین مگر جگال نہین کرتے درندے گوشت خوار ہین پرند ہوا مین اڑتے پھرتے ہین مچھلیان پانی مین تیرتی ہین اور حیوانات مین ہر قسم کی آواز جداجدا ہے ہر ایک کیلئے مجامعت کا طریقہ علیحدہ ہے اپنے بچون کے پالنے کا طریقہ جو ایک کا ہے وہ دوسرے کا نہین ہے جسکا بیان طول طویل ہے ✦

ہر ایک قسم کے لئے اسی قسم کا الہام کیا گیا ہے جو اسکی طبیعت اور مزاج کے مناسب تھا اور جنسے اس نوع کی تکمیل اور درستی ممکن تھی اور یہ الہامات سب کے سب انکے پروردگار کیجانب سے انکی صورت نوعیہ کے ذریعہ سے مترشح ہوتے ہین اور انکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ شگوفون کے خطوط اور پھلونکے مزے جو صورۃ نوعیہ کے اثر سے متعلق ہوتے ہین ✦

اور نوعی احکام بعض ہر ہر فرد مین موجود ہوتے ہین اور بعض مادہ کی قابلیت اور اسباب کے اتفاق سے صرف بعض افراد ہی مین ہوتے ہین اگرچہ اصلی استعداد سب مین ہوا کرتی ہے مثلاً شہد کی مکھیون مین یعسوب اور جیسے طوطا کہ تعلیم اور مشاقی کے بعد لوگون کی آوازون کو بخوبی نقل کرلیتا ہے ✦

ان امور کے بعد انسان کی نوع مین غور کرو جو امور کہ درختون مین پاؤگے انسان مین بھی پاؤگے اور انکے علاوہ حیوانی اقسام مین جو اوصاف ہین وہ بھی اس مین ہین مثلاً کھانسنا۔ خمیازہ۔ ڈکار۔ فضلات کا دفع کرنا۔ آغاز پیدایش مین دودھ پستان سے چوسنا اور انکے علاوہ اور بہت سی ایسی خاصیتین بھی ہین جن کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز ہے مثلاً گفتگو کرنا دوسرے کی گفتگو سمجھنا بدیہی مقدمات کی ترتیب سے یا تجربہ۔ استقراء۔ فراست سے مکتسب علوم کو پیدا کرنا ان امور کا اہتمام کرنا جنکو وہ اگرچہ اپنی حس اور وہم سے نہین معلوم کرتا ہے لیکن بنظر عقل انکو پسندیدہ سمجھتا ہے جیسے نفس کو مہذب کرنا ولایتون کو اپنے زیر حکم کرنا اور یہ امور چونکہ اس مین نوعی اور پیدایشی ہین اسلئے سب فرقے حتے کہ پہاڑون کی بلندیون کے باشندے بھی ان مین مشترک ہین۔ اس کا راز وہی ہے جو اس کی صورۃ نوعیہ کا منشا ہے اور یہ راز بھی ہے کہ مزاج انسانی کا مقتضا یہی ہے کہ اسکی عقل دلپر غالب ہو اور دل نفس پر غالب ہو ✦

اسکے بعد خدا تعالی کی اس تدبیر اور تربیت اور مہر کو دیکھنا چاہئے کہ جسکی مراعاۃ ہر ایک قسم مین کیگئی ہے نباتات جنمین حس و حرکت کی قوت نہ تھی اسلئے اس کے لئے رگون کو پیدا کیا وہ اس مادہ کو چوستی رہتی ہین کہ جو پانی اور ہوا اور لطیف اجزاے ارضی سے جمع ہوتا ہے اور جمع کرکر اسکو تمام شاخون مین اسی مناسب تقسیم سے پھیلا دیتی ہین جس کا فیضان صورت نوعیہ کیجانب سے ہوتا ہے اور حیوان مین حس ہوتی ہے اپنے قصد سے وہ چلتا پھرتا ہے اسلئے خدا تعالی نے انکے لئے ایسی رگین زمین سے مادہ کی چوسنے والی پیدا نہین کی ہین بلکہ اسکو الہام کیا کہ اپنے اپنے موافقہ سے غلون کو گھاس پانی کو تلاش کرے اور جتنی منفعتین اسکو مطلوب تھین ان سب کا اسکو الہام کیا ✦

اور جو قسمین زمین سے پیدا نہین ہوتی ہین خدا تعالی نے انکے لئے خاص تدابیر بھی کی ہین کہ انمین تناسل کی قوتین رکھی ہین اور انکے مادہ مین ایک خاص رطوبت پیدا کی ہے کہ جو بچہ کی تربیت مین خرچ کی جاتی ہے وہ خالص دودھ بنجاتی

اور بچہ کو الہام کیا کہ وہ پستان چوسکر دودھ کو نگلجاوے۔ اور مرغی مین ایک ایسی رطوبت پیدا کی ہی جس سے انڈے پیدا ہوتے ہین اور بعد انڈے دینے کے اُسکے مزاج مین خشکی پیدا ہو جاتی ہے اور اُسکا پیٹ خالی ہو جاتا ہے جس سے اُس مین ایک قسم کی دیوانگی سے پیدا ہوتی ہے جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بنی نوع سے میل جول ترک کر دیتی ہے اور کسی چیز کی حفاظت کرنے کو خود بخود پسند کرتی ہے تاکہ اُس سے اپنے شکم کو دبائے رکھے اور کبوتر دان کی طبیعت مین آنے یہ پیدا کیا ہے کہ نر اور مادہ باہم مانوس ہین اور مادہ کے شکم کو اول ہی خالی کیا تاکہ انڈونکی حفاظت بخوبی اُس سے ہو سکے پھر اُس مین زائد رطوبت اسلئے پیدا کی کہ وہ بذریعہ نر کے باہر نکلے اور اُسکی طبیعت مین بچہ پر شفقت اور رحم کرنیکا مادہ پیدا کیا۔ اسلئے اُس رطوبت زائد مین مہربانی کے جوش سے مُنہ کے کھو ٹین نکلنے کا ذریعہ کیا اور اس ذریعہ سے دانہ اور پانی بچہ کو پہنچتا ہے اور باہم ملاپ کے سبب سے نر بھی مادہ کی تقلید کرتا ہے اور بچہ کا مطلوب مزاج پیدا کیا اُس رطوبت سے اُسکے پہنچانے مین جنسے وہ اڑنے لگتا ہے +

اور انسان مین چونکہ حس کرنے اور حرکت کرنیکی قوت پیدا کی ہے اور پیدائشی الہامات کا اُسکو قابل بنایا ہے اور بالطبع اُس مین علوم کا مادہ رکھا ہے اُسکو عقل عطا کی ہے اور اختیاری علوم کے پیدا کرنیکی قابلیت دی ہے جسنے اُسکو کھیتی کرنے درخت لگانے تجارت کرنے اور دیگر معاملات کا الہام کیا ہے +

انہین سے بعض لوگون کو پیدائشی سرور بنایا ہے اور بعض کی طبیعت مین یا اتفاقی اسباب سے غلامی کی خصلت پیدا کی ہے بعض کو اُنہین سے بادشاہ بنایا ہے بعض کو رعیت بعض مین مادہ حکمت کا رکھا ہے کہ حکمت الہیہ کے مطابق گفتگو کرے بعض کو علوم طبعی مین خوض کرنیکی قوت دی ہے بعض کو علوم ریاضی اور حکمت عملی کے مسائل حل کرنیکی اور ایسے ہی بعض کو غبی پیدا کیا ہے کہ وہ بغیر تقلید دوسرونکے علوم بالا کو نہین سمجھ سکتا ہے اور اسلئے تم لوگونکے گروہون کو بادیہ نشینون اور شہریون کے دیکھوگے کہ زیر د سورار دہوتے رہتے ہین +

جاننا چاہئے کہ انسان کا حال حیوانات کا سا نہیں ہے بلکہ انسان کا ادراک حیوانات کے ادراک سے نہایت گرا نبہا ہے منجملہ اُسکے علوم کے جسپر کہ بجز اُن لوگونکے جنکا مادہ نوع کے احکام کو قبول نہین کرتا سب کا اتفاق ہے اپنے پیدا کرنیوالے اور تربیت کرنیوالے کو تلاش کرنا اور مدبر عالم کو ثابت کرنا ہے جسنے اُس کو پیدا کیا ہے اُسکو رزق دیا ہے وہ اپنے پروردگار کے حضور مین اپنی ہمت اور علم کے موافق گریہ وزاری کرتا ہے جیسے کہ وہ اور اُسکے ابنائے جنس بزبان حال اُسکے حضور مین خشوع وخضوع کرتے ہین اور اس قول خداوندی کے یہی معنی ہین کہ الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیہ العذاب۔ کیا تو نے نہین دیکھا کہ خدا کے لئے وہ چیزین جو آسمانو نمین اور وہ چیزین جو زمین مین ہین اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے آدمی سجدہ کرتے ہین اور بہت سون پر عذاب ثابت ہوا +

کیا تم نہین دیکھتے کہ درخت کی شاخون پتون شگوفون کا ہر چہار نفس بنانے کے جاننے جو درخت کی مدبر ہے ہمیشہ

اور ہر آن اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئی عاجزانہ درخواست کرتا رہتا ہے اگر اسکے ہر ایک حصہ مین عقل ہوتی تو وہ نفس تیاری کا بینظیر شکریہ ادا کرتے اور اگر اسکو فہم ہوتا تو بھی درخواست خالی ہیکلے علم اور ارادہ مین بھی منقش ہو جاتی +

اور انسان کی خاصیتونمین سی یہ بھی ہے کہ نوع انسانمین بعض ایسے لوگ بھی ہون جنکو علوم عقلی کسطرح بغیر خالص توجہ ہو وہ وحی کے ذریعہ سی یا فراست یا خواب کے ذریعہ سی اُن علوم کو حاصل کرین اور باقی لوگ جو ایسے نہ ہون اُس شخص کی رہنمائی اور برکت کی آثار مشاہدہ کرکے اتباع کرین اور اُسکے اوامر و نواہی کی پیروی کرین افراد انسانی مین کوئی فرد ایسا نہین ہوتا کہ جسکو بذریعہ خواب کے جسکو وہ دیکھتا ہے اور اپنی رائے سی یا کسی ہاتف کے سننے سے یا بصیرت کی فطانت سی کچھ نہ کچھ غیب کیطرف توجہ نہو لیکن سب لوگ یکسان نہین ہوتے ہین بلکہ بعض انمین باکمال ہوتے ہین اور بعض ناقص اور ناقصکو کامل کی حاجت ہوا کرتی ہے اسکی صفات کا اندازہ بہایم کی صفات سی بالکل جدا ہوتا ہے اسمین فروتنی۔ پاکیزگی انصاف سماحت کی اوصاف ہوتے ہین عالم جبروت و ملکوت کی روشنیان اُس سی ظاہر ہوتی رہتی ہین اُسکی دعا مقبول ہوتی ہے تمام کرامات حالات اور مقامات کا اُس سی ظہور ہوتا ہے +

اگرچہ وہ امور جنکی وجہ سے اُسکو اور حیوانات سے امتیاز حاصل ہوتا ہے بکثرت ہین لیکن اُنکا مدار دو خصلتون پہ ہے +

(۱) قوۃ عقلی کا بڑھنا۔ اُسکے دو شعبے ہین ایک وہ شعبہ ہی کہ اسمین انتظام بشر کیلیے متعلق مصلحتین ملحوظ ہوتی ہین اُنکے دقائق مستنبط کئے جاتے ہین اور ایک شعبہ مین علوم غیبی کے حاصل کرنیکی استعداد ہوتی ہے جسکا فیضان وہی طریقہ سے ہوتا ہے +

(۲) قوت عملی کی فوقیت ہے اُسکے بھی دو شعبے ہین۔ اوّل یہ کہ اعمال کو اپنے قصد و اختیار سے کرنا حیوانات کیلئے افعال اختیاری ہوا کرتے ہین اُنکے افعال اُنکی اصل طبیعتونمین راسخ نہین ہوا کرتے اُن افعال کی روح سے اُنکے نفوس رنگین نہین ہوتے اُنکو لگاؤ صرف اُن قوتون سے ہوتا ہے جو روح ہوائی مین قائم ہین اِس لگاؤ سے وہ باسانی اپنے اپنے کام کرتے ہین اور انسان جو جو فعل کرتا ہے تو بعد فراغ کے وہ افعال تو نابود ہو جاتے ہین لیکن اُنکی روحین جدا ہو کر نفس مین بیٹھ جاتی ہین اسلئے اُنکے بعد نفس مین ایک نور یا تاریکی باقی رہجاتی ہے۔ اور افعال پذیرا خندہ کرنیکے لئے جو شارع کا قول شرط ہے وہ اسیطرح ہے کہ اُنکو قصداً کرے جیسکہ زہر کی مضرت اور تریاق سی منتفع ہونیکے لئے طبیب کا قول اسطرح شرط ہی کہ اُن دونونکو آدمی اپنے حلق سے فرو کرے اور شکم مین داخل کرے +

اور ہمارے اس قول کی کہ نفس انسانی مین اعمال کی روح راسخ ہو جاتی ہی یہ دلیل ہے کہ تمام آدمیون کی جماعتین ریاضتون اور عبادتون پر متفق ہین اپنے وجدان سے اُنہون نے اُسکے انوار معلوم کرلئے ہین اور گناہون اور منہیات سے سب احتراز کرتے ہین اور اپنے وجدان سی اُنکی سنگدلی اُنہون نے معلوم کرلی ہے +

اور ایک وجہ ایسا ہے جسمین بلند بلند حالات اور مقامات پیش آتے ہین جیسے محبت الٰہی خدا پر توکل وغیرہ اور اس قسم کے اوصاف حیوانات مین بالکل مفقود ہین +

اور جاننا چاہئے کہ مزاج انسانی مین ٹھیک اعتدال جسکو صورۃ نوعیہ عطا کرتی ہے بغیر چند علوم کے کامل نہین

ہو سکتا جسکو کہ ازکی الناس ہی معلوم کرتا ہے اور اور لوگ اسکا اتباع کرتے ہین ٭

اور بغیر شریعت کے جسمین علوم الٰہی اور شریعت کی تدابیر شامل ہون اور وہ قواعد جنمین افعال اختیاری کی بحث اور پانچ قسمون واجب مستحب مباح مکروہ حرام کی تقسیم اور تفصیل ہو اور وہ مقدمات جنمین مرتبہ احسان کے درجات بیان کئے جائین اسلئے حکمت و رحمت الٰہی مین ضروری ہے کہ انکو غیب مقدس مین قوۃ عقلی کے رزق کو مہیا کرے اور سب سے ازکی الناس کو اس عالم قدس سے علوم اخذ کرنیکے لئے خاص اور جدا کرے جیسے کہ تم شہد کے چھتے مین یعسوب کو دیکھتے ہو کہ وہ تمام مکھیونکی بذات خود تدبیر کرتا ہے اگر اسطرح پر علوم کو حاصل کرنا بواسطہ یا بلاواسطہ نہوتا تو جو کمال نوع انسانی کیلئے قرار دیا گیا ہے وہ ہرگز مکمل نہو کوئی شخص جب حیوانات مین کسی نوع کو دیکھتا ہے کہ بغیر گھاس کے اسکی زندگی بسر نہین ہوتی تو سمجھ جاتا ہے کہ خدا تعالی نے اسکے لئے چراگاہین مہیا کر دی ہونگی جسمین کثرت گھاس ہوگی ایسے ہی خلق کی صنعت مین غور کرنے والیکو یقین ہوتا ہے کہ نوع انسان کے درجہ مین ایسے علوم بھی ہین جنسے عقل انسانی اپنے نقصان اور خلل کو دور کر سکتی ہے اور اس سے عقل کا کمال نہایت کو پہنچتا ہے ان علوم مین سے ایک حصہ توحید و صفات کا علم ہے اس علم مین یہ ضروری ہے کہ اسکی تشریح ایسی صاف صاف ہو کہ بالطبع عقل انسانی اسکو حاصل کر سکے اسمین ایسی دقت ہرگز نہو کہ اسکو شاذ و نادر ہی کوئی حاصل کر سکے۔ اس علم کی تشریح اس قول مین ہے کہ سبحان اللہ و بحمدہ کہ خدا تعالی نے اپنے لئے وہ صفتین ثابت کین جنکو ہر شخص جانتا ہے یعنی زندہ رہنا سننا دیکھنا۔ قدرت۔ ارادہ کلام غصہ۔ رحمت۔ مالک ہونا غنا اور اسکے ساتھ ہی یہ ثابت کیا کہ لیس کمثلہ شئی اور ان صفتون مین کوئی اسکا ہمتا نہین ہے اسکی زندگی ہماری سی زندگی نہین ہے۔ اسکی بینائی ہماری سی بینائی نہین ہے اسکی قدرت کو ہماری قدرت سے کوئی نسبت نہین اسکا ارادہ ہمارے ارادے سے الگ ہے اسکی کلام کرنیکی شان ہمارے کلام کی سی نہین ہے پھر خدا تعالی نے تمثیل ہونیکی تفسیر ایسے طور پر کی جو ہماری حس مین بالکل مستبعد ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ وہ مینہ کے قطرونکی تعداد کو بیابانون کی ریگ کی تعداد کو درختون کے پتون کی تعداد کو حیوانات کے سانس کی تعداد کو جانتا ہے زمین مین چیونٹی کے چلنے کو دیکھتا ہے ان وسوسونکو سن لیتا ہے جو عقل و روانونکے اندر غلافون کے نیچے پیدا ہوتے ہین ٭

اور ایک حصہ عبادات کا علم ہے اور انہین علوم مین سے شرائع کا علم ہے اور انہین سے مخاصمت کا علم یعنی جب ازکی نفوس مین شبہات پیدا ہو جاتے ہین جنسے حق کی مخالفت ہوتی ہے تو اسوقت انکے دفع کرنیکا کیا طریقہ ہونا چاہئے اور انہین مین سے خلق کی نعمتون اور اسکی مختلف عقوبتون کو یاد دلانا ہے اور عالم برزخ اور قیامت کے واقعات کا بیان کرنا ہے اسلئے کہ خدا تبارک و تعالی نے نوع انسان کی استعداد کو جو تمام انسانون مین نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی ہے اور اسکی قوۃ ملکیہ کو اور ان تدابیر اور علوم کو جنسے استعداد اور قابلیت کے موافق اسکی اصلاح ہوتی ہے دیکھا اور سب علوم غیب الغیب مین محدود طور پر اور محفوظ تمثیل ہو گئی اسی تمثیل کو اشاعرہ کلام نفسی کے ساتھ تعبیر کرتے ہین اور یہ حالت علم۔ ارادہ۔ قدرت سے جدا ہے ٭

اور جب تمام فرشتونکی پیدایش کا وقت آیا تو حقتعالی نے معلوم کیا کہ افراد انسانی کی مصلحت جبھی کامل ہوگی کہ بزرگ نفوس پیدا کئے جاوین کہ انہین نوع انسانی کو ایسا ہی تعلق ہو جیسیکہ ہمارے عقلی قوا کو نفوس سے تعلق ہوتا ہے اسوجہ سے افراد انسانی پر اپنے محض عنایت فرمائی اور کلمہ کن سے انکو ایجاد کیا انکے دلونمین ان علوم کا جو غیب الغیب مین محدود اور

محفوظ ہو چکے تھی پر توڈالا اور وہ علوم روحانی صورتین انکے لیئے متصور ہوگئے انہین نفوس کیطرف اس قول مین اشارہ ہے الذین یحملون عرش ربک ومن حولہ جو کہ تیرے رب کا عرش اٹھاتے ہین اور وہ کہ عرش کے آس پاس ہین +

اور جب ایک زمانہ ایسا آیا کہ اسمین دولتون اور مذاہب کی تبدیلی مقرر تھی تو اسنے قرار دیا کہ وہ علوم روحانی موجود ہین ظاہر ہون سلیئے اس عہد کے موافق انکی تشریح اور تفصیل کیگئی اسیکی طرف اشارہ ہے خدا تعالی کے قول مین انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم - ہمنے قرآن کو مبارک شب مین نازل کیا ہمہی ڈرانے والے تھے اُس شب مین سب مضبوط کام جلد جلد کیئے جاتے ہین +

پھر حکمت اللہ نے ایک ذکی شخص کے موجود ہونیکا انتظار کیا جو وحی الٰہی کی قابل ہو اسکی بلندی مرتبہ اور برتری شان کا حکم دیا گیا ہو یہانتک کہ جب وہ موجود ہوگیا تو اسکو اپنے لیئے خاص کرلیا اور اپنے مقصود کے پورا ہونیکا اسکو ذریعہ بنایا اپنی کتاب پھر نازل کی اور اپنے بندونپر اسکی طاعت واجب کردی یہی خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا - واصطنعتک لنفسی مینے تجھکو اپنے لیئے بنایا +

پس خدا تعالی نے ان علوم کو غیب الغیب مین جسطرح پر معین فرمایا تو نوع انسانی پر محض اسکی عنایت و کرم تھا نوعی استعداد ہی حقتعالی سے ملاء اعلی کے نفوس کے فیضان کی خود درخواست کی تھی اور نوعی حالات نے ہی ان قرنونمین خاص شریعت کے طلب کا اصرار کیا تھا +

اگر کہا جاوے کہ انسانپر نماز پڑھنا کہانسے واجب ہوا رسول کی اطاعت کسطرح واجب ہوگی زنا اور چوری کہانسے حرام ہوئے تو کہا جاویگا کہ یہ اور وہ اسیطرح کیا گیا کہ جیسے بہایم پر گھاس کا کھانا واجب کیا گیا گوشت کا کھانا حرام کیا گیا درندونپر گوشت کھانا ضروری قرار دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ گھاس نہ کھاوین - شہد کی مکھیونکو حکم دیا گیا کہ یعسوب کا اتباع کرین - اتنا فرق ہے کہ حیوانات مین یہ علوم جبلی ہین اور انسان کسب سے غور سے وحی یا تقلید سے انکو حاصل کرتا ہے +

باب تکلیف کا جزا سزا کیلیئے باعث ہونا

جاننا چاہیئے کہ الناس مجزیون باعمالہم ان خیرا فخیر وان شرا فشر لوگونکو اعمال کی جزا ملیگی اگر اعمال اچھے ہین انکی جزا بھی اچھی ہوگی اور اگر اعمال بد ہین تو ایسے ہی انکی جزا بھی بد ہوگی +

اس جزا و سزا کی چار صورتین ہین (۱) اولاً یہ صورۃ نوعیہ کا مقتضا ہے جیسیکہ چارپایہ جب گھاس کو چرتا ہے اور درندہ جب گوشت کھاتا رہتا ہے تو ان کا مزاج سلیم رہتا ہے اور جبکہ چارپایہ نے بجائے گھاس کے گوشت کا استعمال کیا اور درندہ بجائے گوشت کے چارہ کا استعمال کرتا ہے تو ان کا اصلی مزاج بگڑ جاتا ہے - یہی حال آدمی کا بھی ہے کہ جب وہ ایسے اعمال کرتا ہے کہ جنکی روح بارگاہ حقتعالی مین فروتنی اور نیازمندی ہوتی ہے انمین پاکیزگی فیاضی عدالت ہوتی ہے تب اسکا ملکی مزاج درست رہتا ہے اور جب ایسے کام کرتا ہے کہ جنکی روح ان امور بالا کے خلاف ہوتی ہے تو اسکی ملکی حالت

پیدا ہو جاتی ہے جب وہ بندگی گرانی سے سبکسار ہوتا ہے اسوقت بفرقت اُنس کا اثر اپنے اندر ایسے ہی پاتا ہے جیسے کہ ہم جلنے کی
تکلیف معلوم کرتے ہیں ❖

(۲) دوسری صورت جزا و سزا کی ملاء اعلے کیوجہ سے ہوتی ہے جیسیکہ ہمارے اندر دماغی قوتیں ہیں جنکی وجہ سے ہم چنگاری
اور جنت کا احساس کر لیتے ہیں جبکہ اُنپر ہمارا قدم پڑتا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ نے محض لطف و عنایت سے صورۃ انسانی
کیلئے جو ملکوت میں صور ہے فرشتوں کو خادم بنایا ہے اسلئے کہ جیسے بغیر قواے اور اکیہ کے ہماری درستی نہیں ہو سکتی ایسے
ہی انسان کی درستی بغیر فرشتوں کے نہیں ہو سکتی اسکا اثر ہوتا ہے کہ جب آدمی کوئی کام نجات کے قابل کرتا
ہے تو فرشتوں سے بہجت اور سرور کی شعاعیں خارج ہوتی ہیں اور اگر کوئی مہلک کام کرتا ہے تو نفرت اور بغض کی شعاعیں
اُنسے خارج ہوتی ہیں اور پھر وہی شعاعیں اس شخص کے نفس میں حلول کرتی ہیں اور بہجت یا نفرت کا مادہ اس میں پیدا کر
دیتی ہیں اور کبھی یہی مادہ بہجت یا نفرت کا بعض فرشتوں یا لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے اسوقت الہامی ذریعہ سے
اس شخص سے محبت رکھکر احسان پہنچاتے ہیں یا اس سے متنفر ہو کر رنج میں ڈالتے ہیں ❖

اسکو ایسے ہی خیال کرنا چاہئے کہ جب کسی کا قدم چنگاری پر پڑتا ہے تو اسکے قواے ادراکیہ کو تکلیف سوزش کی معلوم ہوتی
ہے پھر اس تکلیف کی شعاعیں دل پر اثر کر کے اسکو غم آلودہ کر دیتی ہیں اور طبیعت پر موثر ہو کر اسکو گداختہ کر دیتی ہیں اُن فرشتوں
کا ہمارے اندر اثر پہنچانا ایسا ہی ہے جیسیکہ ہمارے ادراکات کا بدن میں اثر پہنچانا جیسیکہ ہم میں سے کسی شخص کو رنج یا ذلت کا
خوف ہوتا ہے تو پسلیاں کانپنے لگتی ہیں رنگ زرد ہو جاتا ہے بدن ضعیف ہو جاتا ہے اکثر اشتہا جاتی رہتی ہے پیشاب بند
ہو جاتا ہے اور اکثر خوف کی شدت سے پیشاب یا براز خطا بھی ہو جاتا ہے یہ سب امور اسلئے پیش آتے ہیں کہ قواے ادراکیہ
طبیعت میں اثر کرتی ہیں بذریعہ وحی کے انکا فرمان طبیعت کو پہنچایا جاتا ہے ایسے ہی اُن فرشتوں سے جو آدمیوں پر موکل ہیں
آدمیوں پر اور سفلی فرشتوں پر جبلی الہامات مترشح ہوتے ہیں اور آدمیوں کے افراد اُن فرشتوں کے ایسی ہی تابع رہتے ہیں جیسے طبعی
قوتیں قواے ادراکیہ کے تابع رہتی ہیں اور جیسیکہ وہ شعاعیں عقل کیطرف کرتی ہیں ایسے ہی حظیرۃ القدس کیطرف صعود
کر کے اسمیں ایک حالت پیدا کر دیتی ہیں کہ جسکو رحمت و رضا و غضب و لعن سے تعبیر کرتے ہیں یہ اثر ایسے ہی منتقل ہوتا ہے کہ
جیسے آگ قرب کیوجہ سے پانی کو گرم کر دیتی ہے اور قیاس کے مقدمات نتیجہ کو مہیا کر دیتے ہیں اور دعا پر قبولیت مترتب ہوتی ہے
اسیوجہ سے عالم جبروت میں ایک نئی حالت پیدا ہوتی رہتی ہے اور ابھی غصہ کیحالت ہوتی ہے اُسکے بعد ہی توبہ کی شان ہو جاتی
ہے اور رحمت کے بعد ناخوشی ظاہر ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم
آنحضرت صلعم نے اکثر احادیث میں فرمایا ہے کہ فرشتے آدمیوں کے اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُنسے پوچھتا ہے
کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا اور نیز فرمایا کہ دن کے اعمال شب کے اعمال سے پہلے آسمان پر جاتے ہیں اسمیں
آنحضرت نے اسکیطرف تنبیہ فرمائی ہے کہ فرشتے آدمیوں اور اس نور الٰہی میں جو کہ حظیرۃ القدس میں قایم ہے ایک طرح
پر واسطہ ہیں ❖

اور تیسری صورت جزا و سزا کی شریعت کا مقتضا ہوتا ہے جو لوگوں کے لئے قرار دیگئی ہے جسوقت تمدن کی کوئی نظر

ہوتی ہے تو ایک روحانیت کا حصول ہوتا ہے جسمین ستارون کی قوتین ملی ہوتی ہین اور فلک کے کسی حصے مین محدود
ہوتی ہے اور اس روحانیت کو جب چاند جو احکام فلکی کو منتقل کرنیوالا ہے زمین کیطرف منتقل کرتا ہے تو اہل زمین بھی
ارادے اس روحانیت کے موافق پھر جاتے ہین ایسے ہی خدا تعالی یہی جانتا ہے کہ جب ایک خاص وقت آتا ہے جسکو
شرع مین لیلہ مبارک کہتے ہین اور اسمین سب مستحکم امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو عالم ملکوت مین ایک روحانیت کا
ظہور ہوتا ہے جس مین نوع انسان کے احکامات شامل ہوتے ہین اور بمقتضاے وقت و زمانے سب لوگون مین سے نہایت
ذکی شخص پر الہامات برستے ہین اور اسیکے واسطہ سے لوگونکے نفوس پر جو زکاوت مین اس سے زیادہ قریب ہوتے ہین
اسی قسم کے علوم کا القا ہوتا ہے پھر سب لوگونپر ان الہامات کے تسلیم اور پسندیدگی کا الہام ہوتا ہے انکے معاون
کی تائید کیجاتی ہے اور انکا مخالف ذلیل کیا جاتا ہے اور اسفل کے فرشتونکو الہام ہوتا ہے کہ انکے فرمانبردار پر احسان
کرین اور نافرمانی کرنیوالے کو تکلیف پہنچاوین اور پھر انکا اثر ملاء اعلے اور حظیرۃ القدس کیجانب صعود کرتا ہے اور وہان
خوشنودی اور ناخوشی اسی سے پیدا ہوتی ہے ✤

اور چوتھی صورت جزا و سزا کی یہ ہے کہ خدا تعالی کی آنحضرت کی بعثت سے یہ غرض تھی کہ لوگونپر مہربانی کرے اور نیکی
سے انکو قریب کرے اسواسطے لوگونپر آپ کی اطاعت کو اسنے واجب کیا اسلئے وحی کے علوم آپ کے سامنے متشخص اور
مصور ہوگئے وہ آپ کی ہمت اور دعا سے ممزوج ہوگئے خدا کا حکم ہوا کہ آپ کی امداد کیجاوے تاکہ آپ کے مقاصد مین
استحکام پیدا ہو ✤

اب جو جزا و سزا کہ بمقتضاے صورۃ نوعیہ اور ملاء اعلے کیوجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہے وہ تو فطرت الہی کا اثر ہے جسپر لوگون
کو پیدا کیا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور تو خدا کے طریقہ مین تبدیلی نپاویگا ✤

اور دین اسی فطرۃ کا نام ہے جس مین زمانون کے بدلنے سے کوئی اختلاف نہین ہوتا اور تمام انبیا کا اسپر اتفاق
ہے جیسا کہ خداے تبارک و تعالی نے فرمایا وان ہذہ امتکم امۃ واحدۃ اور آنحضرت نے ارشاد کیا الانبیاء بنو علات
ابوہم واحد و امہاتہم شتی انبیا علاتی بھائی ہین انکا باپ ایک ہے اور مائین مختلف ہین اور اسپر مواخذہ ہمیشہ ہوتا
ہے انبیا کے بعثت سے پہلے بھی ہوتا ہے اور بعد کو بھی اس مین دونون برابر ہین اور جو جزا و سزا بمقتضاے شریعت
ہوتی ہے اس مین زمانہ کی تبدیلی سے تبدیلی ہوجایا کرتی ہے اور پیغمبرون کی بعثت اسی لئے ہوا کرتی ہے اور آنحضرت
کے اس قول مین اسی کے طرف اشارہ ہے انما مثلی و مثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل رجل اتی قوما فقال یا قوم انی
رایت الجیش بعینی وانی انا النذیر العریان فالنجا النجا فاطاعہ طائفۃ من قومہ فادلجوا فانطلقوا علے
مہلہم فنجوا وکذبت طائفۃ منہم فاصبحوا مکانہم فصبحہم الجیش فاہلکہم واجتاحہم فذلک مثل من
اطاعنی فاتبع ما جئت بہ ومثل من عصانی وکذب ما جئت بہ من الحق تحقیق میری اور میری رسالت
کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے کسی قوم کے پاس آکر کہا کہ مینے اپنی آنکھ سے لشکر کو دیکھا ہے اور مین صاف
صاف تمکو اس سے ڈراتا ہون خبردار ہو جاؤ اور اپنے آپ کو بچاؤ اس قوم مین سے بعض لوگون نے اسکا کہا مان لیا

اور اگلے بھی بے وہ سامان سفر کرکے چلدئے اور ڈر گئے اور بعض نے اسکے کہنے کو نمانا اور اپنی اپنی جگہ ٹھیرے رہے جنکو لشکر نے انکو آلیا اور بیخ و بن سے انکا استیصال کردیا ایسے ہی ان لوگونکا حال ہے انہون نے میری اطاعت کرکے ان احکام کا اتباع کیا جنکو مین لایا ہون اور ان لوگون کا جنہون نے نافرمانی کی ان حق باتون کی تکذیب کی جنکو مین لایا ہون ❊

اور جزا و سزا انکا جو چوتھا طریقہ ہے وہ جبھی ہوتا ہے کہ انبیا کی بعثت ہو لوگونکے شبہے دور ہو جائین اور تبلیغ رسالت ٹھیک ٹھیک ہو جائے لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہی ہلاک ہو اور جو زندہ بچے وہ بھی دلیل سے ہی زندہ بچے ❊

باب ۹ اسکے بیان مین کہ لوگ پیدایش مین مختلف ہین یہی وجہ ہے کہ انکے اخلاق انکے اعمال انکے کمال کے درجے اور مرتبے مختلف ہوتے ہین

اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت سے روایت ہے کہ اذا سمعتم بجبل زال عن مکانہ فصدقوہ واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقہ فلا تصدقوا بہ فانہ یصیر علی ما جبل علیہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اسکا یقین کرلینا اور اگر کسی شخص کو سنو کہ اسکی جبلی عادت بدلگئی ہے تو اسکا یقین نکرنا وہ پھر پیدایشی عادت کیطرف منتقل ہو جاویگا اور آپ نے فرمایا الا ان بنی آدم خلقوا علی طبقات شتی فمنہم من یولد مؤمنا فذکر الحدیث بطولہ لوگ مختلف درجون سے پیدا کیئے گئے ہین بعض مسلمان بنائے گئے ہین آخر حدیث تک۔ غصہ اور قرض کے تقاضے مین انکے درجونکا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ جیسی سونے چاندی کی کانین ہین ایسے ہی آدمیون کی کانین ہین ❊

اور خداتعالے نے فرمایا کل یعمل علی شاکلتہ یعنے اسی طریقے پر ہر شخص عمل کرتا ہے جسپر وہ پیدا کیا گیا ہے اور اگر تمکو اسکا معلوم کرنا منظور ہو کہ اس باب مین مجھپر خدا نے کیا منکشف کیا ہے اور ان احادیث کے معنے مجکو کیا بتلائے ہین ❊

تو سمجھو کہ ملکی قوت خدا نے لوگون مین دو طرح پر پیدا کی ہے (۱) اسطرح پر کہ ملاء اعلے کیحالت سے اسکو مناسبت ہوتی ہے جنکی شان یہ ہے کہ خدا کے اسماء اور صفت کے علوم سے وہ رنگین رہتے ہین عالم جبروت کی باریکیون سے واقف ہوتے ہین محیط طور پر انتظامی امور کو حاصل کرتے رہتے ہین اور ان امور کو وجود مین لانے کے لئے ہمت کو جمع کرتے ہین ❊

اور دوسری اسطرح پر ہوتی ہے کہ اسکو ملاء اسفل کے فرشتون سے مناسبت ہوتی ہے جنکا یہ کام ہے کہ جس خواہش کا اوپر کیجانب سے حال معلوم ہوا فورًا اسکے لئے آمادہ ہوگئے نہ اسکا احاطہ کیا نہ وہان ہمت جمع ہوتی ہے نہ انکو اس سے پوری واقفیت ہوتی ہے وہ سراپا نور ہوتے ہین بہیمی آلودگیون سے بالکل پاک ❊

اور علے ہذا قوۃ بہیمی بھی انمین دو ہی طرح سے پیدا ہوتی ہے بعض حالتون مین بہیمیت کے اثر نہایت شدت سے انمین جمع ہوتے ہین جیسے بستلونٹ جو نہایت قوی ہو پیدایش ہی سے اسکو بہت سی غذا ملی ہو اور مناسب تدبیر

ہے اسکی تربیت ہوئی ہو اسلیے بڑا تناور اور مضبوط ہو گیا ہو لہذا وہ ہو سخت گیر ہو اسکے قصد مین کسی قسم کی روک وہو جس
مین بڑی زیادہ ہو غصہ اور کینہ اسمین پیشتہ ہو شہوانی قوت زیادہ ہو ہر بات مین دوسرے پر غلبہ چاہتا ہو تو اکمل ہو
اور بعض مین بہیمیت کے اثر نہایت ضعیف ہوتے ہین جیسا کہ کوئی حیوان خصی ناقص الخلقت جسکا نشو و نما خشک سالی
مین ہوا نامناسب تدبیرونسے اسکی تربیت ہوئی اسکا جسم کمزور حقیر ہو اور ایک نرم ہو بزدل کم ہمت ہو دوسرونکے مقابلے
مین غلبہ اور فتحمندی کی اسکو پرواہ نہو + اور ان دونون قوتون کی ایک خاص جبلی حالت ہو جو کہ انمین سے ایک خاص
قوۃ کو پھیلا دیتی ہے اور اسکے بعد کسی اور اتفاقی امور سے اسکو قوۃ اور مدد پہنچتی رہتی ہے +

اور جب یہ دونو قوتین کسی مین جمع ہوتی ہین تو اسکے جمع ہونیکے بھی دو طریقے ہین کبھی تو باہمی مزاحمت کے بعد ان دونو
کا اجتماع ہوجاتا ہے اسطرحپر کہ ہر ایک قوۃ اپنی اپنی خواہشونکی طلب مین سرگرم ہوتی ہے اپنی اپنی انتہائی اغراض مین
کامیاب ہونیکے منتظر رہتی ہے اپنی اپنی ذاتی مسلک اور طریقونکے حاصل کرنیکا قصد کرتے رہتے ہین اسلیے انمین باہم جذب
اور کشمکش رہا کرتی ہے اسکا غلبہ ہوا تو دوسری مین پژمردگی آگئی اور علےٰ ہذا +

اور کبھی باہم دونومین مصالحت ہوجاتی ہے اسطرح ملکی قوۃ اپنے خالص احکام کی طالب نہین ہوتی بلکہ ان احکام
پر بس کرتی ہے جو قریب قریب ہین جیسے دانائی نفس کی فیاضی طبیعت کی پارسائی اپنے نفع ذاتی پر علم منفعت کے
پسند کرنا موجودہ خواہشون پر التفات نکرنا بلکہ آئندہ نتیجہ کا انتظار کرنا اپنے تعلق کی تمام چیزونمین صفائی اور ستھرے پن کو
محبوب سمجھنا اور ایسے ہی قوۃ بہیمی بھی اپنی خالص رغبتون کا مطالبہ نہین کرتی بلکہ جو امور ایک رائے کلی سے بالکل دور
نہین ہوتے اور اُس سے زیادہ مخالف نہین ہوتے انکو اپنا شیوہ کر لیتی ہے ان دونو قوتون مین باہم میل جول ہو کر
ایک ایسا مزاج حاصل ہوجاتا ہے جس مین باہمی مخالفت کے اثر نہین ہوتے +

ملکیۃ اور بہیمیۃ اور انکے باہمی میل کے دو دو کنارے ہین اور ایک درجہ توسط کا ہے اور کچھ کنارے کے قریب ہین اور بعض توسط کے
قریب ہین اسطرحپر بے نہایت درجے انمین ہوگئے ہین لیکن اصلی اقسام جنکی احکام جدا جدا ہین اور انکے قسمونکے معلوم ہونیسے اور
اقسام کا حال بھی معلوم ہوجاتا ہے آٹھ ہین اسطرحپر کہ جب ان دونو قوتون مین باہمی کشمکش سے میل ہوجاتا ہے تو انکی چار صورتین
ہوتی ہین (۱) ملکیہ بلند و قوی بہیمیہ کی حالت قوی یا ضعیف ایسے ہی ملکیہ ضعیف اور اسکے ساتھ ملکیت قوی یا ضعیف +
اور ایسے ہی چار قسمین اس صورت مین ہین کہ ان دونو قوتون مین باہمی میل و مصالحت ہوجائے ہر ایک قسم کا حکم
جدا ہے جنمین تبدیلی نہین ہوتی خدا نے جسکو ان کے احکام معلوم کرنیکی توفیق دی ہے اسکو اکثر پریشانیونسے آرام ملجاتا ہے +

باب ۱۰

ان ارادونکے اسباب مین جو کامون کے باعث ہوتے ہین ۔

معلوم کرو کہ آدمی جن ارادونکو اپنے دلمین پاتا ہے اور انہین ارادونکے موافق اسکو کام کرنے کی آمادگی ہوتی ہے ضرور ہے
کہ ان ارادونکے کچھ نہ کچھ اسباب ہونگے خدا کا طریقہ جیسا اور نا پیدا شدہ اشیا مین ہے ویسا ہی یہان بھی ہوگا غور اور تجربہ

ہے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ اُن اسباب کے سب سے بڑا سبب آدمی کی ذاتی پیدائش ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین ذکر فرمایا ہے جسکو ہم نے پہلے بیان کیا ہے (کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام)

منجملہ اُنہین اسباب مین سے آدمی کا پیدائشی مزاج ہے جو خورد و نوش وغیرہ کی مختلف تدابیر سے متغیر رہتا ہے۔ مثلاً گرسنہ کھانیکو طلب کرتا ہے اور تشنہ پانیکو اور خواہش نفسانی والا عورتوں کی جانب مائل ہوتا ہے۔ اکثر لوگ مقوی باہ غذاؤن کا استعمال کرتے ہین تو اُنکو عورتون کیطرف میلان ہو جاتا ہے۔ اُنکے دلونمین ایسے ہی ایسے خیالات اور وسوسے گذرتے ہین جن کو عورتون سے تعلق ہوتا ہے ایسی حالت سے اکثر کامونکا جوش لوگون کے دلونمین پیدا ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ سخت غذاؤن کا استعمال کرتے ہین اُس سے وہ سنگدل ہو جاتے ہین قتل کرنے پر آمادہ ہوتے ہین۔ ایسے ایسے موقعوں پر غصہ ظاہر کرتے ہین جہان اورونکو غصہ نہین آتا۔ اور جب یہی لوگ روزہ نماز سے ریاضت نفس کرتے ہین یا بڑے بوڑھے ہو جاتے ہین یا کوئی سخت بیماری اُنکو لاحق ہوتی ہے تو اکثر پہلی حالتین بدلجاتی ہین دل نرم ہو جاتے ہین نفوس پاکیزہ ہو جاتے ہین۔ اسلئے تم بوڑھون اور جوانون کیحالت مین بڑا فرق دیکھتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کیحالت مین بوڑھے آدمی کو بوسے کی اجازت دی ہے اور جوان کو اسکی اجازت نہین دی +

اور اُنہین اسباب مین سے عادات اور مالوف چیزین ہین اسلئے کہ جس شخص کو جب کسی چیز سے تعلق ہو جاتا ہے اور اُسکی مناسب صورتین اور شکلین اُسکے دلمین جم جاتی ہین تو اکثر خواہشون اور ارادون کیجانب اُسکا میلان ہو جاتا ہے +

اور اُنہین اسباب مین سے یہ بھی ہے کہ بعض اوقات نفس ناطقہ قوۂ بہیمیہ کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور مقام ملاء اعلےٰ سے جیسا کہ اُسکے لئے آسان ہو وہ ایک نورانی ہیئۃ کو اخذ کرلیتا ہے۔ کبھی یہ ہیئۃ انس و طمانیت کی قسم سے ہوتی ہے اور کبھی اُس سے کسی کام کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے +

اور اُنہین اسباب مین سے یہ ہے کہ بعض ردی نفوس شیاطین سے متاثر ہو جاتے ہین اُنکا بعض رنگ اُن نفوس پر چڑھ جاتا ہے اور اکثر ارادے اور کام ایسی حالت اور ہیئتہ سے ہوتے ہین +

معلوم کرو کہ خوابون کا حال بھی ارادون ہی کا سا ہوتا ہے مگر یہ فرق ہے کہ تجرد نفس کی حالت مین ارادونکی صورتین نفس کے سامنے متمثل ہوا کرتی ہین۔

محمد ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہین (۱) نفس کی بات (۲) شیاطین کا ڈرانا (۳) خدا کی طرف سے مژدہ۔ واللہ اعلم

باب ۱۱

اعمال کی نفس کے ساتھ چسپیدگی اور اعمال کی یادداشت نفس مین

خداتعالیٰ فرماتا ہے وکل انسان الزمنٰه طٰئرہ فی عنقه ونخرج له یوم القیٰمة کتٰبا یلقٰه منشورا ۝ اقرا کتٰبک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا +

ہر شخص کے عمل کو ہمنے اسکی گردن مین چپکا دیا ہے قیامت کے روز ہم اسکے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب کو پیش کرینگے جس سے وہ ہیگا اور کہینگے اپنی کتاب کو پڑھ آج تیرا نفس ہی تیرا حساب کرنے کو کافی ہے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار تبارک وتعالی کی نقل سے فرمایا ہے کہ بیشک یہ تمہارے اعمال ہین انکو مین تم پر شمار کرتا ہون ان اعمال کو تمہارے لیئے پورا کرتا ہون جو شخص بھلائی پاوے وہ خدا کا شکر کرے اور جو اسکے علاوہ کچھ اور پاوے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے +

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اسکو سچ کر دیتی ہے یا اسکی تکذیب کر دیتی ہے +

معلوم کرو کہ آدمی جن اعمال کا اہتمام سے قصد کرتا ہے اور جو اخلاق کہ اسمین جمع ہوئے ہین وہ سب نفس ناطقہ کی جڑ سے نکلتے ہین پھر اسی کی طرف رجوع کرتے ہین اور نفس کے دامن کو چپٹ کر اسکو گھیر لیتے ہین +

نفس سے نکلنے کی یہ وجہ ہے کہ ہمکو معلوم ہو چکا ہے کہ قوہ ملکی اور بہیمی اور ان دونون کی جمع ہونیکی مختلف قسمین ہین اور ہر ایک قسم کا حکم جدا ہے اور مزاج طبعی کا غالب ہو جانا اور فرشتون اور شیاطین سے رنگین ہونا اور ایسے اور اسباب کا غلبہ اسی اندازے سے ہوتا ہے جو پیدایش انسانی کا عطیہ ہوتا ہے اور پیدایش سے اسکو مناسبت ہوتی ہے اسیواسطے ان سب کا مآل نفس ہے بواسطہ یا بلاواسطہ +

دیکھو مخنث کی پیدایش ابتداءً ایک رنگیک مزاج پر ہوتی ہے پہچاننے والا اس مزاج سے معلوم کر لیتا ہو کہ اگر وہ اسی کیک مزاج پر جوان ہو گیا تو عورتون کی سی عادات اختیار کریگا انہین کے ہم لباس ہو گا اور انہین کے رسم ورواج کا شوقین ہو گا۔ ایسے ہی طبیب معلوم کر لیتا ہے کہ کوئی لڑکا اگر اپنے اسی مزاج پر جوان ہو گیا اور کوئی ناگہان عارضہ پیش نہ آیا تو توانا اور تیز ہو گا یا ناتوان اور کند ہو گا +

اور اخلاق کا نفس کیطرف عاید ہونا اسطرح پر ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کو برابر کرتا رہتا ہے اور اسکو بکثرت کرتا ہے تو اسکا عادی ہو جاتا ہے پھر وہ بآسانی اسکو کر سکتا ہے اور کچھ غور وفکر یا ارادہ کی محنت برداشت کرنیکی ضرورت نہین ہوتی اسلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ نفس اس کام سے متاثر ہو جاتا ہے اسکا رنگ قبول کر لیتا ہے اور ان یکجنس اعمال مین سے ہر ایک عمل کو اس تاثیر مین دخل ہوتا ہے اگرچہ یہ تاثیر باریک اور مخفی المکان ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین اسیطرف اشارہ ہے کہ چٹائی کیطرح مرتبہ بمرتبہ فتنے دلونکو احاطہ کئے ہوئے ہین جس دلمین وہ فتنے بیٹھ جاتے ہین اس مین ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اور جو دل ان فتنے سے بیزار ہوتا ہے اس مین ایک سفید نقطہ پیدا ہو جاتا ہے حتی کہ وہ فتنے دو دلو پر منتقل ہوتے ہین ایک سپید صاف پتھر کیطرح جبتک کہ آسمان اور زمین مین کوئی فتنہ اس دل کو مضر نہین ہوتا اور دوسرا دل سیاہ ہوتا ہے غبار آلودہ جیسےکہ کج کوزہ نہ کسی نیک کام کو پہچانتا ہے نہ برے کام کو وہان صرف اس خواہش کو پہچانتا ہے جو اس مین بیٹھی ہوئی ہوتی ہے +

اور اعمال کا نفس کے دامن کو پکڑنا اسطرح پر ہوتا ہے کہ نفس اول مرتبہ ہیولانیہ کیحالت مین پیدا کیا جاتا ہے اور اسکا

سب رنگون سے خالی ہوتا ہے جو اسپر چڑھتی رہتی ہین اسکے بعد روز بروز ہمیشہ وہ قوۃ سے فعلیتہ کیطرف خارج ہوتا رہتا ہی اور جو حالت بعد کو حاصل ہوتی ہے وہ پہلی حالت کیلئے مستعد ہوتی ہے اور ان سب صفات کا ایک مرتب سلسلہ ہوجاتا ہے پچھلی کو پہلی پر تقدم نہین ہوتا اور نفس کی ہیئتہ مین وہ سب حالتین مجموعی طور پر جمع ہوتی ہین اور نفس مین بالفعل ہر ایک صفت کا حکم موجود رہتا ہی اگرچہ خارجی امور کی مشغولی کیوجہ سے نفس پر انکا تفصیلی وجود مخفی ہوجائے البتہ اگر وہ شئے ہی فنا ہوجائے جسمین وہ قوت موجود تھی جس سے اعمال کی آمادگی ہوتی تھی جیسے بوڑہا یا مریض تو وہ حالتین بیشک مفقود ہوجاتی ہین یا آسمانی جانب سے کوئی ہیئتہ ہجوم کرے جو ان حالتونکے انتظام کو بالکل بدل دے جیسے بوڑہا اور مریض مین بدل دیا تھا تب بھی نفس مین سے حالتون کا ازالہ ہوجاتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان الحسنات یذہبن السیات (نیکیان بیشک برائیون کو دور کر دیتی ہین) اور فرمایا لئن اشرکت لیحبطن عملک (بیشک اگر تو نے شرک کیا تو تیرے کام نابود ہوجاوینگے)

اور نفس کا اعمال کو یاد رکھنا اسکے رازکو مین نے اپنے ذوق سے اسطرح پر پایا ہے کہ عالم مثال مین ہر ایک آدمی کے لئے نظام فوقانی کے بخشش و عطا سے ایک خاص صورت ظاہر ہوتی ہے میثاق کے قصہ مین جسکا ظہور ہوا وہ اسیکا شعبہ تھا ٭

جب یہ شخص موجود ہوتا ہے تو وہی صورۃ اسپر منطبق ہوجاتی ہے اور اسکے ساتھ متحد ہوجاتی ہے ٭

یہ شخص جب کوئی کام کرتا ہے تو بے اختیار ایک قدرتی بشاشی اس صورۃ کو اس عمل سے ہوتی ہے سو جسے عالم معاد مین ظاہر ہوتا ہے کہ نفس کے اعمال آسمانی جانب سے محفوظ رکھے گئے ہین اعمالنامونکے پڑھنے کے یہی معنی ہین اور وہین یہ بھی اکثر ظاہر ہوتا ہے کہ اعمال نفسانی اعضا کو چمٹے ہوئے ہین ہاتھ پاؤنکے گویا ہونیکے یہی معنی ہین ٭

اور یہ امر بھی ہے کہ ہر ایک عمل کی صورۃ سے اس عمل کے ثمرہ کا اظہار ہوتا ہے جو دنیا اور آخرۃ مین مقرر ہے اور فرشتے کبھی اس عمل کی صورۃ قرار دینے مین توقف کرتے ہین تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اکتبوا العمل کما ہو کہ اس عمل کو جیسا کا تیسا لکھ لو ٭

امام غزالی نے فرمایا ہے کہ عالم کی ابتداء آفرینش سے اخیر تک جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہی وہ سب ایک مخلوق الہی مین تحریر کیا گیا ہے کبھی اسکو لوح سے تعبیر کرتے ہین کبھی کتاب سے اور کبھی امام مبین سے جیسا کہ قرآن مین اسکے نام آئے ہین پس جو کچھ عالم مین ہوچکا ہے یا ہوتا چلا جاتا ہے وہ اس مین نوشتہ اور منقوش ہے لیکن اسکے نقوش اس آنکھ سے نظر نہین آتے ٭

اور یہ گمان نکرنا کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہے اور وہ کتاب کاغذ یا پتے کی قسم سے ہے بلکہ تمکو قطعاً یہ سمجھنا چاہئے کہ خدا کی لوح مخلوق کی لوح کے مشابہ نہین ہے اور خدا کی کتاب مخلوق کی کتاب کے ہمشکل نہین ہے۔ خدا کی ذات و صفات بھی تو مخلوق کی ذات و صفات سے مشابہت نہین رکھتی ٭

اگر تم اسکی کوئی مثال چاہتے ہو جس سے یہ بخوبی سمجھ مین آجاوے تو معلوم کر لو کہ لوح محفوظ مین سور کا جمنا ایسا ہے جیسا کہ حافظ قرآن کے دماغ اور دل مین قرآن کے حروف اور کلمات منقش ہوتے ہین وہ اسکے دل و دماغ مین سب لیسے مندرج ہوتے ہین گویا کہ وہ پڑھتے وقت انکو دیکھتا ہے اور اگر تم اسکے دماغ کی تلاشی لوگے تو اس خط کا ایک حرف بھی اسکے دماغ مین نپاؤگے اسی انداز پر تمکو یہی سمجھنا مناسب ہے کہ تمام مقدرات الہی اس لوح مین منقش ہوتے ہین اور۔ نفس اکثر اپنے اعمال نیک اور بد کو یاد کرتا رہتا ہے انکے جزا و سزا کا متوقع رہتا ہے اس سے اسکے عمل کے نفس مین

جمنے اور قرار پانے کی منجملہ اور وجوہ کے ایک اور وجہ ہو جاتی ہے واللہ اعلم *

باب ۱۲

اعمال کا ملکات نفسانی سے تعلق

معلوم کرو کہ اعمال کے ذریعہ سے نفسانی ملکات کا ظہور اور بیان ہوتا ہے یہ اعمال اُنکے لئے بمنزلہ دام کے ہین۔ عرف طبعی مین اعمال اُنکے ساتھ متحد ہوا کرتے ہین یعنی قدرتی سبب کیوجہ سے جسکو صورۃ نوعیہ عطا کرتی ہے عام لوگونکا اسپر اتفاق ہے کہ وہ اُن ملکات کو اعمال سے تعبیر کیا کرتے ہین۔ یہ اسلئے ہے کہ خواہش اور ارادہ سے جب کسی کام کی آمادگی پیدا ہوتی ہے اور نفس اُسکا کہا مان لیتا ہے تو اُس ارادہ مین انبساط اور فرحت ہوتی ہے اور اگر نفس نے اُس کا کہنا نہ مانا تو اُس مین انقباض اور افسردگی پیدا ہوتی ہے اب جب وہ عمل سرزد ہو جاتا ہے تو اُس عمل کا چشمہ قوۂ ملکی یا بہیمی مضبوط اور مستقل اور اُسکا مقابل کمزور ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ نفس آرزو اور خواہش کرتا رہتا ہے اور شرمگاہ اُس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے تم کسی خلق کو نہ دیکھوگے کہ جسکے لئے خاص خاص اعمال اور صورتین نہون کہ جنسے اُس خلق کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے انہین سے اُس خلق کو تعبیر کرتے ہین انہین اعمال کیصورت سے اُس خلق کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسیکی شجاعت کا بیان کرے اور اُس سے اُسکی شجاعت کو دریافت کرین تو وہ اُسکی سخت سخت جفاکشیون کو ہی بیان کریگا اور اگر سخاوت بیان کریگا تو اُن درہمون اور روپیون کی کیفیت بیان کریگا جسکو کہ وہ فیاضی سے خرچ کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ شجاعت اور سخاوت کی صورتین اُسکے سامنے پیش ہون تو اُن اعمال کیصورتون کی ہی اُسکو حاجت پڑیگی۔ ہان اگر اُسنے خدا کی فطرۃ کو جسپر خدا نے لوگون کو اُسپر پیدا کیا ہے بدل دیا ہوگا وہ ایسا نہ کریگا اگر کسی شخص مین کوئی خلق موجود نہو اور وہ چاہے کہ وہ خلق مجھ مین پیدا ہو جاوے تو اُسکا طریقہ یہی ہے کہ اُس خلق کے موقعون کا متلاشی ہو اور اُن اعمال کی محنت برداشت کرے جنکا اُس خلق سے تعلق ہو اور اُس خلق کے توانا اور پُرزور لوگونکے واقعات کو یاد رکھے *

اسکے بعد یہ ہے کہ اعمال منضبط طور ہوا کرتے ہین جنکیلئے اوقات معین ہوتے ہین وہ سامنے نظر آتے ہین نقل کئے جاتے ہین اور نیز اُنکا اثر ہوتا ہے وہ قدرۃ اور اختیار مین داخل ہوتے ہین یہ ہو سکتا ہے کہ اُنکے کرنے نہ کرنے پر مواخذہ کیا جائے اعمال اور ملکات اعمال کے حفظان مین نفوس سب برابر نہین ہوا کرتے بعض نفوس تو بڑے دانا ہوتے ہین کہ بہ نسبت اعمال کے ملکات زیادہ تر اُنکے سامنے متمثل رہتے ہین اُنکا اصلی کمال صرف اخلاق ہوتے ہین وہ انہین اخلاق کیوجہ سے اعمال کی صورتین بھی اسلئے اُنکے پیش نظر رہتے ہین کہ یہ اعمال اُن ملکات کے لئے قالب اور ہیکل ہوا کرتی ہین اسلئے وہ اعمال کی بھی محافظت کرتے ہین لیکن یہ محافظت اخلاقی محافظت کی نسبت کم ہوتی ہے یہ محافظت اسی درجہ ہوتی ہے جیسیکہ خواب مین مقصود معانی کا متمثل ہونا۔ مثلاً موہنون اور شرمگاہون پر مہر لگانا *

اور بعض نفوس ضعیف ہوا کرتے ہین چونکہ نفسانی ملکات اُنمین مستحکم طور پر نہین ہوتے اسلئے وہ اعمال کو ہی اپنا

عین کمال سمجھتے ہین کیونکہ اعمال مین مضمحل طور پر ملکات کی صورتین نمایان ہوتی ہین اسلئے وہ اعمال سے ملکات کو جمع کرتے رہتے ہین اس قسم کے لوگ اکثر ہوا کرتے ہین اور انھین کو تعیین اوقات کی سخت حاجت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیا اور شرایع الہیہ نے اعمال کا نہایت اہتمام کیا ہے +

بہت سے اعمال ایسے ہین جنکا تقرر ملاء اعلے مین ہو چکتا ہے اور ان نفسانی ملکات سے قطع نظر کرکے کہ جنسے وہ اعمال سرزد ہوتے ہین خود ان اعمال کی خوبی اور برائی ملاء اعلے کیطرف متوجہ ہوتی ہے اسلئے کسی عمدہ عمل کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ گویا ملاء اعلے کیجانب سے اوسکے نیوالے نے الہام قبول کرلیا کہ اپنے آپ کو انسے قریب کرے انکے مشابہ ہو جاوے انکے انوار کچھ حاصل کرے اور برے کام کے بیسے انکی مخالفت اثر ہوتے ہین +

اعمال کا ملاء اعلے مین اسطرح پر تقرر کئی طرح سے ہوتا ہے

کبھی اسطرح کہ انکو اپنے پروردگار کیجانب سے معلوم ہو جاتا ہے کہ انسانی انتظام جب ہی منتظم ہوگا کہ خاص خاص اعمال ادا کئے جاوین اور بعض بعض اعمال سے باز رہین اسلئے وہ اعمال انکے سامنے متصور ہوتے ہین اور پھر وہین سے شریعتون مین انکا نزول ہوتا ہے +

اور کبھی اسطرح ہوتا ہے کہ بزرگ نفوس جنھون نے اعمال کی مشق کی ہوئی ہے اور انکو ہمیشہ استعمال کیا ہے جب وہ ملاء اعلے کیطرف منتقل ہوتے ہین اور ملاء اعلے کی خوبی اور برائی ان کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور اسیحالت مین مدتین گذر جاتی ہین تو اعمال کی صورتین ملاء اعلے کے سامنے قرار پکڑ جاتی ہین تو اب اعمال ایسا ہی اثر کرتے ہین جیسا کہ عزیمتون اور منترون کا اثر ہوتا ہے جنکی ہیئتین اور صفات سلف سے نقل ہوتے چلے آتے ہین واللہ اعلم۔

باب ۱۳

جزا و سزا کے اسباب

معلوم کرو کہ جزا و سزا کے اسباب اگرچہ بہت ہین لیکن انکا مآل دو قاعدون کیطرف ہے +

اول یہ کہ نفس اپنی قوت ملکی کیوجہ سے کسی عمل اور خلق کو جسکا وہ اکتساب کرتا ہے یہ معلوم کرتا ہے کہ یہ قوت ملکی کے مناسب اور موافق نہین ہے اسلئے اسمین ندامت اور حسرت و افسوس پیدا ہوتا ہے اور اکثر اسکی وجہ سے خواب یا بیداری مین ایسے ایسے واقعات پیش آتے ہین جن مین تکلیف۔ اہانت اور تہدید ہوا کرتی ہے اور اکثر نفوس مین اس الہام کی استعداد ہوتی ہے کہ فلان عمل اور خلق مخالف ہے اور ملائکہ کے ذریعہ سے اس مخالفت کا ظہور ہو جاتا ہے نفس مین جیسکہ اور علوم کی استعداد ہوتی ہے ایسے ہی اس قسم کی بھی استعداد ہوتی ہے اسی قاعدہ کیطرف اشارہ اس خدا تعالی کے قول مین ہے بلی من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ہم فیہا خالدون۔ ہان جو لوگ برے کام کرین اور ان کی خطا انکو گھیر لے تو یہ لوگ جہنمی ہین ہمیشہ وہ اس مین رہینگے +

اور دوسرا سبب حظیرۃ القدس کا لوگون کیطرف متوجہ ہونا ہے اسلئے کہ ملاء اعلے مین اکثر صورتین اور اعمال و اخلاق پسندیدہ

اور باعثِ خوشنودی اور اکثر ناپسند اور باعثِ ناخوشی ہین۔ اسی وجہ سے وہ اپنے پروردگار سے اہتمام بلیغ سے درخواست کرتے ہین کہ پسندیدہ اخلاق والون کو آرام پہنچے اور بد اعمال نکبت مین مبتلا ہون ان کی دعا کو خدا قبول فرماتا ہے اور ان فرشتون کے ارادے لوگون کا احاطہ کر لیتے ہین اور ادر علوم کیطرح خوشنودی یالعنت کی صورت انپر مترشح ہوتی ہے۔ اسلیئے ایسے ایسے واقعات متشکل ہوتے ہین جن مین تکلیف یا مہربانی کا علم پایا جاتا ہے اور ملاء اعلےٰ کا مختلف صورتون مین ظہور ہوتا ہے کبھی مہد دار صورت مین اور کبھی سرد زد ہیبت پیش کرتے ہوئے۔ ملائکہ کی ناخوشی سے کبھی نفس پر برا اثر پڑتا ہے اور نفس مین غشی یا مرض کیسی حالت پیدا ہوجاتی ہے +

بلکہ خاص حق الامر یہ ہے کہ جب سے خداوند عالم نے آسمانون اور زمین کو پیدا کیا ہے تب ہی سے اس کو لوگون کیساتھ ایک خاص توجہ نے دینی توجہ اسکے باعث ہے کہ لوگون کو بے مہار اور مہمل نہ چھوڑے ان کے اعمال پر انسے مواخذہ کرتے۔ لیکن اسکے ادراک کرنے مین چونکہ دقت تھی اسلیئے ہم نے ملائکہ کی دعا کو اس کا عنوان قرار دیا ہے واللہ اعلم۔ اور اسی قاعدہ کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے۔ ان الذین کفروا وماتوا وہم کفار اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینظرون۔ جن لوگون نے کفر کیا اور کفر ہی کیحالت مین مر گئے انپر خدا اور تمام فرشتون اور آدمیون کی لعنت ہے وہ ہمیشہ اسی لعنت مین رہین گے انسے عذاب کم نہ کیا جائیگا اور نہ وہ رستگار ہونگے +

اور یہ دونو قاعدے باہم مل بھی جایا کرتے ہین اور ان کے ملنے سے استعداد نفس اور اعمال کے لحاظ سے اکثر عجیب عجیب صورتین پیدا ہوتی ہین۔ لیکن پہلے قاعدے کو زیادہ قوت ان اعمال اور اخلاق مین ملتی ہے جو اصلاح یا فسادِ نفس کے باعث ہین اور اسوجہ کو وہ نفس زیادہ قبول کرتے ہین جو نہایت ذکی اور قوی ہون اور دوسری کو قوۃ ان اعمال و اخلاق مین ہوتی ہے جو مصالح عامہ کے مخالف ہون اور اس انتظامی حالت کے منافی ہون جن کا مآل یہ ہے کہ لوگون کے انتظامات درست ہوجائین۔ اسوجہ کو وہ نفوس قبول کرتے ہین جو کہ خود کمزور اور قبیح ہوتے ہین +

ان اسباب مین سے ہر ایک کیلیئے خاص خاص موانع ہوتے ہین جو اس سبب کے اثر سے ایک خاص وقت تک روکتے ہین۔ پہلے سبب سے قوت ملکی کا ضعف اور قوۃ بہیمی کا غلبہ مانع ہوتا ہے۔ بہیمیت بڑھتے بڑھتے نفس گویا بالکل بہیمی ہوجاتا ہے۔ قوت ملکی کی تکلیف سے اس کو کوئی رنجش نہین ہوتی۔ لیکن جب بہیمی چادر سے نفس سبکدوش ہوتا ہے (مرنیکے بعد) اور بہیمیت سے اسکو مدد نہین پہنچتی اور قوۃ ملکی کی بجلیان اس پر چمکتی ہین تب اس کو رنج و آرام رفتہ رفتہ محسوس ہوتا ہے اور دوسرے سبب سے یہ امر مانع ہوتا ہے کہ اس سبب کے حکم کے مخالف اسباب متفق ہوجائین۔ یہانتک کہ جب مقدر موت کا وقت آتا ہے تو اسوقت جزا و سزا کی روانگی تیزی سے ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے لکل امۃ اجل اذا جاء اجلہم

لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ ہر ایک قوم کا ایک وقت معین ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک
گھڑی کی دیر نہین ہوتی اور نہ وہ اُس سے پہلے اپنے آپ کو کر سکتے ہین +

دوسرا مبحث زندگی اور بعد موت کے جزا و سزا کی کیفیت مین

باب نہم ۱

دنیا مین اعمال کی سزا

خدا تعالیٰ فرماتا ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر جو مصیبت تمکو پہنچتی ہے وہ تمہارے
اعمال کیوجہ سے پہنچتی ہے اور وہ اکثر قصورونکو معاف بھی کر دیتا ہے اور فرمایا ولو انہم اقاموا التوریۃ والانجیل
وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم۔ بیشک اگر وہ لوگ ٹھیک رکھتے توریت اور
انجیل اور اُن احکام کو جو اُن کے پروردگار کیجانب سے اُنپر نازل ہوئے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پیرون کے
نیچے سے کھاتے اور خدا تعالیٰ نے باغ والون کے حق مین جب انہون نے صدقہ کو منع کیا تھا جو فرمایا ہو وہ معلوم ہے +
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد الٰہی کی تفسیر مین کہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم
اللہ۔ (جو تمہارے دلون مین ہے خواہ تم اُسکو ظاہر کرو یا مخفی رکھو خدا اُسکا حساب تم سے لیگا) اور اس ارشاد مین
کہ من یعمل سوءً یجز بہ۔ جو بُرا کام کریگا اُس کی سزا اُسکو دیجاویگی فرمایا ہے کہ ان آیتون مین خدا تعالیٰ کے اُس
عتاب کا بیان ہے جو بندہ پر بخار اور مصیبت کے پہنچنے سے ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ وہ کوئی سامان اپنی قمیص مین
رکھتا ہے۔ اور اُسکے کھوجانے سے گھبرا جاتا ہے ایسے حالات کی وجہ سے وہ بندہ گناہ سے ایسا صاف نکلجاتا
ہے جیسے لوہار کی بھٹی سے سرخ لوہا +

معلوم کرو کہ ملکی حالت کبھی بہیمیت مین پوشیدہ ہوکر پھر ظاہر ہو جاتی ہے وہ پہلی بہیمیت سے پیوند پاکر پھر
علیحدہ ہوجاتی ہے۔ یہ علیحدگی کبھی طبعی موت سے ہوتی ہے جب قوۃ بہیمی کو غذا سے مدد نہین پہنچتی اُسکے
مادے تحلیل ہوجاتے ہین اور اُنکو کچھ بدل نہین پہنچتا اور عارضی حالات۔ گرسنگی۔ سیری۔ غصہ وغیرہ کے نفس
مین کوئی پہچان پیدا نہین کرتے تو عالم قدس کا اُسپر پرتو پڑتا ہے +

اور کبھی اختیاری موت سے یہ صورت پیش آتی ہے۔ ہمیشہ آدمی ریاضت سے بہیمی طاقت کو مغلوب کرتا
رہتا ہے اور اپنی توجہ ہمیشہ عالم قدس کیطرف رکھتا ہے اسواسطے اُسپر ملکی طاقت کی بجلیان درخشان رہتی ہین +

اور یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ ہر چیز کو اپنے مناسب اعمال سے انبساط ہوتا ہے اور اپنے مخالف کامون
سے کشیدگی اور ناگواری ہوا کرتی ہے اور ہر ایک رنجیدگی اور لذت کی خاص شکل ہوتی ہے جسی سے وہ متشکل
ہوا کرتی ہے مثلاً حاد اور تیز خلط کیصورت ایسی ہے جیسے کوئی سوزن چبھاتا ہے اور صفرا کی حرارت سے ایذا
پانے کی صورت بے چینی اور بے قراری اور خواب مین آگ اور شعلون کا نظر آنا ہے اور بلغم سے ایذا اُٹھانے کی

صورت مین سردی کی تکلیف اور خواب مین پانیون کا اور برف کا نظر آتا ہے تو جب قوۃ ملکی ظاہر ہوتی ہے تو بیداری کی حالت مین یا خواب مین جسوقت کہ وہ پاکیزہ اور فروتنی و نیازمندی کا کام کرتا ہے ایک اندرونی انبساط پیدا ہوتا ہے اور جب ملکیت کے خلاف اُس سے اعمال سرزد ہوتے ہین تو اُن کیفیات کی صورت مین جو اعتدال کے خلاف ہوتی ہین یا اُن واقعات کی صورت مین جن مین اہانت اور تہدید پائی جاتی ہے خوشحالی اور بشاشی کے مخالف امور صورت پذیر ہوتے ہین۔ ایک گزندہ درندہ کی صورت مین غصہ ظاہر ہوتا ہے اور مار گزندہ کی صورت مین بُخل کا ظہور ہوتا ہے۔ بیرونی جزا و سزا کا کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ اسباب کی صورۃ مین اُسکا ظہور ہوتا ہے جو شخص تمام اسباب اور اُس انتظام کو معلوم کریگا جو اسباب کے پیدا ہوتا ہے وہ خوب سمجھ لیگا کہ خدا کسی گنہگار کو بغیر دنیوی سزا کے نہین چھوڑتا ہے لیکن اُس انتظام کا لحاظ رکھتا ہے جب بظاہر اسباب آرام اور تکلیف کے نہین ہوتے تو اُن اعمال صالحہ اور اعمال فاجرہ ہی کی وجہ سے آرام و رنج پہنچتا ہے اور جب کوئی بندہ نیک ہوتا ہے اور اسباب تکلیف کے مہیا ہوتے ہین اور اُسکی اصلی اصلاح کے وہ منافی نہین ہوتے تو اُسکے خود اعمال کسی بلا کے دفع ہونے یا بلا کی تخفیف کا باعث ہوا کرتے ہین اور کسی فاسق کے لیئے جب اسباب آرام کے جمع ہوتے ہین تو اُن سے اُس کی نعمت کا ازالہ ہوتا ہے اور اگر اعمال کے مناسب ہی اسباب جمع ہوتے ہین تو اُنمین صاف صاف زیادتی ہوجایا کرتی ہے +

اور اکثر نظام عالم کے اسباب اعمال کے حکم کی نسبت زیادہ اہم ہوا کرتے ہین تو اُسوقت بظاہر بدکار کو ڈھیل دے دی جایا کرتی ہے اور نیک بندہ پر تنگی کی جاتی ہے اور اُس تنگی سے اُس کی قوۃ بہیمی کے مغلوب کرنے کا کام لیا جاتا ہے اُس کو یہ امر سمجھا دیا جاتا ہے اور وہ اُس کو اسی خوشی سے مان لیتا ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے شوق و رغبت سے تلخ دوا کو پی لیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے یہی معنی ہین۔ مثل المومن کمثل الخامۃ من الزرع تفیئہا الریاح تصرعہا مرۃ وتعدلہا اخری حتی یاتیہ اجلہ ومثل المنافق کمثل الارزۃ المجذیۃ التی لایصیبہا شئی حتی یکون انجعافہا مرۃ واحدۃ۔ مومن کا حال نرم تنہ درخت کا سا ہے اُسکو ہوائین اِدھر سے اُدھر کو جُھکاتی رہتی ہین کبھی وہ اُس کو پٹک دیتی ہین کبھی اُس کو سیدھا کر دیتی ہین یہانتک کہ اُس کی موت آجاتی ہے۔ اور منافق ایسا ہے جیسے کہ سیدھا مضبوط تنہ اُس کو کوئی صدمہ نہین پہنچتا یہانتک کہ ایک ہی بار وہ اوکھڑ کر جا پڑتا ہے +

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ما من مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الا حط اللہ بہ سیئاتہ کما تحط الشجرۃ ورقہا۔ کوئی مسلمان ایسا نہین ہے کہ مرض وغیرہ کی تکلیف اُسکو پہنچے اور اُسکے گناہ ایسے نہ جھڑ جائین جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہین +

اکثر ملک ایسے ہوتے ہین کہ وہان شیطان کی بندگی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہان کے لوگ بہایم کے سے نفوس رکھتے ہین لیکن خاص مدت تک جزائے عمل کو اُن سے موقوف رکھتے ہین۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔ وما ارسلنا

فی قریۃ من نبی الا اخذنا اهلها بالبأساء والضراء لعلهم یضرعون ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی
عفوا وقالوا قد مس آباءنا الضراء والسراء فاخذناهم بغتۃ وهم لا یشعرون ولو ان اهل القریٰ
آمنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناهم بما کانوا یکسبون کسی
گاؤن مین ہم نے نبی نہیں بھیجا کہ ہمنے خوشی اور نقصان مین اُنکی پکڑ نہ کی تاکہ وہ نیاز مند ہوجائین پھر ہمنے
بُرائی کی جگہ بھلائی سے بدل دی یہانتک کہ وہ اور اُنہون نے کہا کہ ہمارے باپ دادون کو تکلیف پہنچی تھی تب
ہمنے دفعۃً اُنکو پکڑ لیا بے خبر ہین اور اگر گاؤن کے باشندے ایمان لے آتے اور تقوے اختیار کرتے تو ہم
آسمان اور زمین سے برکتین کھول دیتے لیکن اُنہون نے تکذیب کی تو اُن کے اعمال کیوجہ سے ہمنے اُن کی
پکڑ جکڑ کی +

اور حال یہ ہے کہ دنیا مین جزا سزا کا حال آقا کا سا ہے جو دار وگیر کے لئے خوب طرح فارغ نہو اور جب قیامت کا
دن آویگا تو وہ پورے فراغ کیساتھ اُسکو پورا کریگا سنفرغ لکم ایہا الثقلان اے آدمیون اور جنون مین تمہارے
لئے فارغ ہونگا اُسکی طرف اشارہ ہے اور جزا سزا کا ظہور کسی بندہ کے نفس مین ہوتا ہے اسطرح کہ انبساط اور
طمانیت اُسمین پیدا ہوجاوے یا انقباض اور بیقراری اور کبھی اُسکا اثر اُسکے بدن مین ہوتا ہے کہ غم اور خوف کے
ہجوم سے امراض اُسپر طاری ہوجائین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے جب ستر گاہ ظاہر ہوگئی تھی
تو آپ بیہوش ہوگئے تھے وہ جزاے بدنی اسی قسم کی تھی۔ کبھی مال اور اہل وعیال مین اسکا ظہور ہوتا ہے۔ اور
اکثر لوگون یا فرشتون اور بہایم کو الہام ہوتا ہے کہ فلان شخص کیساتھ نیکی سے پیش آئین یا اُسکو بُرائی پہنچائین
اور کبھی وہ شخص الہام اور تعبیرات کیوجہ سے خود بھلائی یا بُرائی کے قریب پہنچادیا جاتا ہے +

جو شخص مذکورہ بالا تقریر کو خوب سمجھ لیگا اور ہر ایک چیز کو اپنے اپنے موقع پر رکھیگا وہ بہت سی اشکالون
سے آرام مین ہوجائیگا۔ مثلاً اُن احادیث کے اختلاف کو سمجھ جائیگا جو بعض حدیثون مین وارد ہے کہ نیکی سے رزق بڑھتا
ہے اور بدکاری رزق کی کمی کا سبب ہے اور بعض حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکارون کو دنیا مین فوراً سزا ملجاتی ہے
اور بلا مین گرفتار ہونے والے وہ ہین جنکو زیادہ قرب اور فضیلت حاصل ہے اور اُنکو بعد درجہ بدرجہ اور ایسی ہی اور حدیثین واللہ اعلم

باب ۱۵

موت کی حقیقت مین

معلوم کرو کہ ہر ایک صورت معدنی اور نباتی اور حیوانی کا ایک خاص مرکب اور سواری ہے جو دوسرے کے
لئے نہین ہے اور ہر ایک اپنے کمالات ازلی مین دوسرے سے ممتاز ہے اگر بنظر ظاہر اسکے معلوم کرنے مین کچھ اشتباہ
ہو تو سمجھ لو کہ جب عناصر چھوٹے چھوٹے ہوجاتے ہین اور کمی وبیشی کیوجہ سے مختلف طریقون سے اُن کی باہمی
آمیزش ہوتی ہے تو اُنسے مرکبات ناقصہ (جن مین دو دو عناصر سے ترکیب ہو مثلاً بھاپ۔ غبار۔ دھوان۔ نرم

مٹی - زمین کاشت کی ہوئی - لپٹ - شعلہ وغیرہ پیدا ہوتی ہین اور کبھی مرکبات ثلاثی مثلاً خمیر کردہ مٹی - پانی
کے اوپر کی سبزی اور مرکبات رباعی مذکورہ بالا کیطرح پیدا ہوتے ہین ✦

اب ان اشیا مین سے ہر ایک کی خاصیتین اپنی اپنی جدا جدا ہین جو صرف اُنکے اجزا کی خاصیتون سے
ملکر بنتی ہین - اُن خاصیتون مین اور کوئی چیز اجزا کی خاصیت کے علاوہ نہین ہوتی - ان اشیا کا کائنات الجو
نام ہے - تو معدنی صورت معدنی مزاج پر اپنا تسلط کرلیتی ہے اُسکو اپنا مرکب بناتی ہے اس مین اپنے نوعی خواص
جدا ہوتے ہین اور اس مزاج معدنی کی وہ محافظ رہتی ہے - اسکے بعد صورۃ نباتی محفوظ المزاج جسم کو اپنا مرکب بناتی
ہے وہ ایسی طاقت ہوتی ہے کہ عناصر اور کائنات الجو کو اپنے مزاج کیطرف منتقل کرتی رہتی ہے تاکہ اُن اجزا
کے لئے جو کمال ممکن اور متوقع ہے اُسکو فعلیۃ مین لا دے - پھر صورت حیوانی روح ہوائی کو جس مین تغذیہ اور تنمیہ کی
قوتین ہوتی ہین اپنا مرکب بناتی ہے وہ صورۃ اس روح ہوائی کے اطراف و جوانب مین حس و ارادہ کے تصرفات
کو نافذ کرتی ہے اپنے مطالب کی اسمین آمادگی ہوتی ہے اور اُن چیزون سے وہ باز رہتی ہے جو گریز کرنے کے قابل ہین

ان کے بعد صورۃ انسانی نسمہ کو جسکا بدن مین تصرف ہوتا ہے اپنا مرکب بناتی ہے اور اُن اخلاق کو اپنا مقصد
قرار دیتی ہے جو آمادگیون اور نفرتون کے لئے اصول ہین وہ اُن اخلاق کو تزئین کرتی ہے عمدگی سے اُن کا نظم
کرتی ہے اور آسمانی جانب سے جن امور کا اُسپر القا ہوتا ہے اُن کے لئے اخلاق کو جلوہ گاہ بناتی ہے ✦

اول نظر مین اگرچہ کسی قدر اشتباہ معلوم ہوتا ہے لیکن غور نظر ان تمام اثرون کو اپنے اپنے چشمون سے
ملحق کردیتا ہے اور ہر ایک کو اپنے اپنے مرکب سے جدا کردیتا ہے اور ہر ایک صورۃ کے لئے ایک مادہ کیضرورت ہے جسمین
وہ صورۃ قایم رہے ہر ایک صورۃ کا مادہ اُسکے مناسب ہوا کرتا ہے - صورۃ کا ایسا حال ہے جیسا کہ موم کے پیکر مین
انسان کیصورت قایم ہوتی ہے بغیر موم کے صورت کا قیام نہین ہوسکتا - وہ شخص حق گو نہین ہے جو قایل ہے
کہ موت کیوقت نفس ناطقہ مخصوص بہ آدمی مادہ کو کلیتہً ترک کردیتا ہے - البتہ آدمی کے دو مادے ہین ایک بالذات
وہ تو نسمہ ہے اور دوسرا بالعرض وہ یہ زمینی بدن ہے جب آدمی مرتا ہے تو اس مادہ زمینی کے زوال سے اُس کو
کوئی مضرت نہین ہوتی وہ بدستور اپنے مادہ نسمہ مین حلول کئے ہوئے رہتا ہے وہ پُرجودت کاتب کیطرح رہتا ہے
کہ جب اُسکے دونو ہاتھ قطع کردئے جاوین تب بھی وہ اپنی کتابت مین محو رہتا ہے اُسمین کتابت کا ملکہ بحالہٖ قایم
رہتا ہے یا جیسے کوئی چلنے کا شایق ہو اور اُسکے دونون پاؤن قطع کردئے جائین یا سمیع اور بصیر جب وہ گونگا یا
نابینا ہو جاوے ✦

اور یقین کرو کہ اعمال اور صورتین بعض تو ایسی ہین کہ آدمی اُنکو دلی قصد و ارادے سے کرتا ہے اگر اُسکو اپنے
حال پر چھوڑ دو تو وہ اُسکے کرنے کا اقدام کریگا اور اُن کے مخالف اعمال سے باز رہیگا اور بعض اعمال اور ہیئتین ایسی
ہین کہ اُن کو آدمی اپنے بھائی بندونکی خاطر سے یا کسی خارجی عارض گرسنگی اور تشنگی وغیرہ کیوجہ سے کرتا ہے جب
وہ عارض دور ہو جاتا ہے تو اُسکی خواہش بھی فرو ہو جاتی ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسیکو کسی آدمی کے یا شعر یا

اور کسی امر کی کوشش عاشقانہ ہوا کرتی ہے اور لباس وضع مین اپنی قوم کی موافقت کی اُسکو ضرورت ہوا کرتی ہے لیکن جب اُسکو اُسکے حال پر چھوڑ دین اور وہ اُس لباس کو بدل ڈالے تو اُسکو کچھ پروا نہین ہوتی اور بہت سے آدمی خود کسی خاص لباس کو پسند کرتے ہین جب اُنکو بحال خود چھوڑ دو تو اُس لباس کے ترک کرنے کی اُن کو جرات نہین ہوتی +

اور بعض آدمی بیدار بالطبع ہوتے ہین وہ اکثر امور مین ایک جامع چیز کو خود سمجھ لیتے ہین اور معلولات کو چھوڑ کر اُنکا علل علۃ کو پکڑ لیتا ہے اور فعلون سے نظر قطع کر کے ملکہ پر دل جم جاتا ہے اور بعض خوابیدہ طبع اور غافل ہوا کرتے ہین وحدت کو ترک کر کے کثرت کیطرف مائل رہتے ہین اور ملکات سے اُنکو بحث نہین ہوتی ۔ صرف کام اُن کو ملحوظ نظر رہتے ہین اور اعمال کی ارواح سے اُن کی صورتون کیطرف توجہ کرتے ہین +

معلوم کرو کہ مرنے کے بعد آدمی کا یہ زمینی بدن خراب ہو جاتا ہے اور اسکے نفس ناطقہ کا تعلق نسمہ سے باقی رہتا ہے جو چیزین اُس مین موجود ہوتی ہین اُنہین کے لئے نفس فارغ ہو جاتا ہے اور جو جو امور اُس مین دنیوی زندگی کیوجہ سے بغیر ا[illegible] دلی خواہش کے [illegible] اُن کو وہ خدا حافظ کہتا ہے جن امور کو وہ اپنے اصل جوہر مین روک لیتا ہے وہ سب باقی رہتے ہین اُسوقت ملکی طاقت کا ظہور ہوتا ہے اور بہیمی قوت مخفی اور کمزور ہو جاتی ہے اور اُسکو اِس وقت مین آسمانی جانب سے حظیرۃ القدس اور اُن امور کا یقین ہوتا ہے کہ جو وہان اُسکے لئے جمع کئے گئے ہین اور اسی وجہ سے قوۃ ملکی کی خوشحالی یا بدحالی ہوتی ہے +

معلوم کرو کہ قوت ملکی جب بہیمیت سے مل ملا کر اُس مین ڈوب جاتی ہے تو کسی قدر اُسکی مطیع ہو کر اُس کے بعض بعض اثرون سے متاثر ہو جاتی ہے ۔ لیکن ملکی طاقت کے لئے نہایت مضر یہ ہے کہ نہایت درجہ کے قابل نفرت امور اُسمین جم جائین اور اُسکا سرا پا نفع اسمین ہے کہ نہایت درجہ کی مناسب ہیئتین اُسمین متشکل ہون ۔ نفرت کے قابل امور مین سے ایک تو یہ ہے کہ اُس کو مال اور اہل و عیال سے تعلق زیادہ ہو اُسکو یقین ہو کہ ان دونون مرادن کے علاوہ کوئی اور مطلوب نہین ہے ۔ نہایت دنی صورتین اُسکے اصل جوہر مین سماگئی ہون اور وہ امور جمع ہون جو فیاض طبیعت کے بالکل خلاف ہین +

اور دوسری صورت یہ ہے کہ نجاستون سے اُسکو آلودگی رہتی ہو خدا تعالی کو نہ پہچانکر تکبر کرتا ہو کبھی اُسکی حضوری مین نیازمندی سے پیش نہ آتا ہو اور علی ہذا ایسے ایسے امور کا مرتکب ہو جو مرتبۂ احسان کے مد مقابل ہین +

اور حظیرۃ القدس کی توجہ جو امداد حقمین اُسکے حکم کی تعظیم انبیا کی بعثت کے پسندیدہ انتظام کے قایم کرنے مین ہوا کرتی ہے اُس کو یہ برہم کرتا ہو اور اسوجہ سے اُن کی جانب سے بغض اور لعنت کا مستحق ہوتا رہے +

اور زیبا امور مین سے اُن اعمال کا کرنا ہے جنمین طہارت ۔ بارگاہ خداوندی مین نیاز ۔ اُن اعمال کو کرنا جو ملائکہ کی یاد ہوتی ہو اور ایسے عقاید کا حاصل کرنا ہے جس سے زندگی دنیا کا اطمینان دلسے دور ہو جاوے ۔ وہ شخص فیاض طبع اور نرم دل ہو اُس کی جانب ملاء اعلی کی دعاؤن کا رخ ہو اور اُن کی توجہات جو پسندیدہ انتظامات کے

لئے ہوا کرتی ہین اُسکی طرف مائل رہین۔ واللہ اعلم ✦

باب ۱۶

لوگون کے حالات کا عالم برزخ مین مختلف ہونا

اِس عالمِ دنیا مین لوگون کے بیشمار و نہایت طبقے ہین لیکن اُن طبقات مین چار طبقے بمنزلہ اصول کی ہین (۱) قسم اُن لوگون کی ہے جو بالطبع بیدار دل پیدا کئے گئے ہین اُنکو صرف اُن زیبا اور نازیبا اعمال ہی سے رنج و آرام حاصل ہوا کرتا ہے۔ اسی قسم کیطرف اشارہ ہے کہ ان تقول نفس یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ و ان کنت لمن الساخرین (یہ ہے کہ نفس کہیگا کہ ہائے افسوس اُسپر جو مینے خدا کی نسبت کوتاہی کی بیشک مین استہزا کیا کرتا تھا) مینے اہل اللہ کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اُنکے نفوس ایسے مٹی جیسے مٹکے ہوئی پانی سے لبریز حوضین جنکو ہوا مین جنبشین نہین دیتی تہین یکبارگی عین دوپہر کیوقت آفتاب کی روشنی اُنپر پڑی اور وہ نورانی قطعہ ہوگئے سو یہ نور جو اُن لوگون کے دلونپر پڑا تھا پسندیدہ اعمال کا تھا یا نور یادداشت یا نور رحمت ✦

(۲) قسم اُنکے حالات کی قریب قریب ہے لیکن اُنپر طبعی غنید طاری ہوتی ہے ایسے لوگونکو خواب ہوتا رہتا ہے خواب ہونے کے معنے یہ ہین کہ وہ علوم پیش ہوجاتے ہین جو حسِ مشترک مین جمع ہین بیداری کیحالت اُن مین استغراق رکھنے سے مانع ہوتی ہے اور اُن کے خیالی ہونے سے غفلت نہین ہوتی لیکن سونے سے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ صورتین بعینہا وہی چیزین ہین جنکی یہ صورتین ہین ✦

صفراوی مزاج اکثر دیکھتا ہے کہ وہ گرمی کے دن ایک خشک ریگستان مین ہے بادسموم چل رہی ہے اور یہ دیکھتی ہی دیکھتی ناگہان چارون جانب سے آگ نے اُسکو گھیر لیا ہے وہ بھاگتا ہے لیکن موقع گریز کرنے کا نہین ملتا اور آگ اُسکو پھونک دیتی ہے اِسوجہ سے اُس کو سخت رنج و تکلیف پہنچتی ہے علی ہذا بلغمی مزاج بھی خواب مین دیکھتا ہے کہ سرما کی رات ہے سرد نہر جاری ہے باد زمہریر چل رہی ہے سو جون نے اُسکی کشتی کو لوٹ پوٹ کر ڈالا ہے وہ ہرچند بھاگنے کا قصد کرتا ہے لیکن کوئی موقعہ نہین ملا ہے اور وہ دریا مین غرق ہوگیا ہے۔ اِسوجہ سے نہایت سخت تکلیف اُس کو ہوئی ہے ✦

اگر آدمیون کی تم تفتیش کروگے تو کسی کو ایسا نپاؤگے جسنے اسکا تجربہ نکیا ہو کہ مجتمع حوادث کی صورتین جو اُنکے اور دیکھنے والے کے نفس کے مناسب ہون آرام و تکلیف کی ضمن مین نظر آئی ہون۔ جو خواب مین مبتلا ہوتا ہے اُس کی یہ حالت ہوا کرتی ہے لیکن یہ عالمِ برزخ کی خواب ایسی ہے کہ روز قیامت تک اُس سے بیداری نہوگی خواب والا اپنی حالت خواب مین یہ نہین جانتا ہے کہ یہ چیزین خارج مین نہین ہین اور یہ آرام و تکلیف عالم خارجی مین موجود نہین ہے اگر بیداری نہوتی تو یہ راز خارجی نہونے کا اُس کو معلوم نہوتا۔ عالم برزخ کا نام عالم رویا کی نسبت عالم خارجی ہونا زیادہ مناسب ہے ✦

تو بہیمی حس کی غالب ہوتی ہے وہ اکثر دیکھا کرتا ہے کہ کوئی درندہ اُس کو زخمی کر رہا ہے اور تخیل دیکھتا ہے
کہ سانپ بچھو اُس کو کاٹ رہے ہیں علوم آسمانی کا زوال اکثر دو فرشتوں کی صورت میں نظر آتا ہے جو اُس سے
دریافت کرتے ہیں من ربک من دینک وما تقول فی ہٰذا النبی صلعم (تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے۔ نبی صلعم کے
متعلق تیرا کیا قول ہے) +

(۳) قسم اُن لوگوں کی ہے جنکی بہیمی اور ملکی دونوں قوتیں ضعیف ہوتی ہیں انکو زمین کے ملائکہ سے اتصال ہو جاتا
ہے اسکے اسباب کبھی پیدائشی طور پر ہوتے ہیں۔ اسطرح پر اُنکی ملکی قوت بہیمیت میں نہیں ڈوبتی اُس کی اطاعت
نہیں کرتی اس کے اثروں سے متاثر نہیں ہوتی +

اور کبھی اسکے اسباب کسبی ہوتے ہیں یہ لوگ دلی ارادہ سے پاک لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے نفسوں میں
الہامات اور ملکیت کی روشنیوں کی قوت پیدا کر لیتے ہیں جیسے کہ بعض لوگ مردوں کی صورت پیدا ہوتے ہیں اور
انکے مزاج میں زنانہ پن اور عورتوں کی ہیئتوں کی جانب میلان ہوتا ہے لیکن بچپن میں اُن کی زنانہ پن کی
خواہشیں مردوں کی خواہشوں سے تمیز نہیں ہوتیں۔ اس زمانے میں بڑا اہتمام کھانے پینے اور لہو ولعب کی رغبت
کا ہوتا ہے۔ اس زمانے میں آدمیوں کی سی روش کا جیسا اُن کو حکم دیا جاتا ہے وہ پابند رہتے ہیں اور زنانہ وضع و
انداز سے منع کرنے سے وہ باز رہتے ہیں لیکن جوان ہوتے ہی اور بے باک طبیعت کی مقتضا کیطرف لوٹتی ہی مستقل
طور پر وہ عورتوں کی وضع اختیار کر لیتے ہیں اُنہیں عادات کے عادی ہو جاتے ہیں اُنہیں کی رغبت اُن کے
مزاج پر غالب ہو جاتی ہے۔ جو جو عورتوں کے کام ہیں وہی کرتے ہیں اُنہیں کی سی گفتگو کرتے ہیں۔ ویسا ہی
عورتوں کا سا اپنا نام رکھتے ہیں۔ اب وہ مردوں کے مرتبہ سے بالکل خارج ہو جاتے ہیں علیٰ ہذا آدمی بھی دنیوی زندگی
میں کھانے پینے شہوات وغیرہ مقتضاے اور رسم طبیعت میں مشغول رہتا ہے لیکن ملاء سافل کیساتھ مجالست سے اس کو
قرب ہو جاتا ہے اُن کی کشش اسمیں قوی ہوتی ہے اسلئے بعد مرنے کے تعلقات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اصلی
مزاج کی طرف عود کرتا ہے اور ملائکہ سے اسکو اتصال ہو جاتا ہے اور اُنہیں میں مندرج ہو جاتا ہے اُنکا ہی سا الہام
اسکو بھی ہونے لگتا ہے اور اُنہیں کی مساعی میں سرگرم رہتا ہے حدیث میں وارد ہے کہ میں نے جعفر طیار کو فرشتہ کی صورت
میں دیکھا وہ دو پروں سے فرشتوں کے ساتھ ساتھ پرواز کرتے تھے +

اکثر وہ کلمۃ اللہ کے بلند کرنے میں خدا کے گروہ کی امداد میں مصروف رہتے ہیں کبھی اُن کو آدمیوں کے سلوک
کیطرف توجہ ہوتی ہے +

اکثر اُن کو بدنی صورت کا نہایت اشتیاق ہوتا ہے۔ پیدائشی اثر سے یہ اشتیاق پیدا ہوتا ہے اسی سے
عالم مثال میں گنجائش پیدا ہوتی ہے عالم مثال کی لطافت نسمہ سے ملکر ایک نورانی جسم بن جاتا ہے بعض کو کھانے وغیرہ
کی رغبت ہوتی ہے تب مرغوبات میں مدد دینے سے انکا شوق پورا کر دیا جاتا ہے۔ آیت ذیل میں اسکی طرف اشارہ ہے
ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من

فصلنه رتم اُن لوگون کو جو خدا کی راہ مین قتل کیئے گئے ہین مُردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہین اپنے پروردگار کے پاس سے وہ رزق پاتے ہین جو مہربانی خدانے اُنپر کی ہے اُس سے وہ محظوظ رہتے ہیں +

اُن کے مقابلہ مین ایک ایسا گروہ ہوتا ہے جن کو شیاطین سے زیادہ قرب ہوتا ہے یہ قرب کبھی پیدائشی طور پر ہوتا ہے کہ خود اُنکا مزاج ہی فاسد ہوتا ہے اُن کی نظر مین ایسی رائین پسندیدہ ہوتی ہین جو حق کے مخالف رائے کلی کے نامناسب پسندیدہ اخلاق سے دور کنارہ پر ہوتی ہین اور کبھی یہ قرب شیطانی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اُن کو پوچ حالتون اور فاسد خیالات سے تعلق رہا کرتا ہے شیطانی وسوسون کی وہ بجاآوری کرتے ہین اسلیئے لعنت اُنکو گھیر لیتی ہے مرنے کے بعد وہ شیاطین مین مل جاتے ہین اور ایک تاریک لباس پہن لیتے ہین بعض بعض خبیث لذائت اُن کے سامنے مصور ہوتی ہین اُنہین سے وہ کچھ کچھ اپنی کاربراری کر لیتے ہیں پہلے گروہ کو ذاتی خوشی سے آرام حاصل ہوتا ہے اور دوسرے کو تنگی اور غصے سے تکلیف ہوتی ہے جیسے کہ مخنث یہ خوب جانتا ہے کہ زنانہ پن آدمی کے حالات مین نہایت بدترین حالت ہے لیکن مخنث اپنی طبیعت سے اُس کو قلع قمع نہین کر سکتا

(۴) درجہ اُن لوگون کا ہے جنکی بہیمی قوۃ غالب اور قوی ہوتی ہے اور ملکی طاقت کمزور ہوتی ہے اکثر لوگونکی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے اُن کے اکثر امور صورتِ حیوانی کے تابع رہا کرتے ہین اُنکی پیدایش مین یہی ہے کہ بدنی تصرفات مین محو رہے موت کے وقت ان لوگون کے نفوس کلیۃً بدن سے جدا نہین ہوتے تدابیر بدن سے نفس کو علحدگی ہو جاتی ہے لیکن بدن کے خیال اور وہم سے جدائی نہین ہوتی اُن نفوس کو اِس امر کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ اور بدن بعینہ شے واحد ہین حتی کہ اگر بدن کو پامال یا قطع کرو تو اُن نفوس کو یقین ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ ایسا کیا گیا ہے ایسے لوگون کی علامت یہ ہے کہ گو وہ تقلید یا رسم کیوجہ سے اپنی زبانون سے قایل ہون لیکن وہ خاص دلی حالت سے اسکے قائل ہوتے ہین کہ اُن کی روحین اور بدن ایک ہی شے ہین یا روحین ایک عارضی شے ہین جو بدن پر طاری ہو جاتی ہین ایسے لوگون کا جب انتقال ہوتا ہے تو ایک خفیف سی روشنی اُنپر چمکتی ہے اور جیسے کہ یہان ریاضت کرنیوالون کو ضعیف سا خیال نظر آتا ہے ایسا ہی اُنکو بھی نظر آتا ہے کبھی خیالی صورتون مین امور اُن کو نظر آتے ہین اور کبھی دوسری خارجی مثالی شکلون مین اُنکا مصور ہونا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ریاضت کرنے والون کے سامنے +

اگر کسی شخص نے ملکی اعمال کیئے تھے تو خوشنما صورت فرشتون کی صورتون مین جو ہاتھون مین حریر لیئے ہوتے ہین اُن اعمال کی عمدگی کا علم مندرج ہوتا ہے لطیف لطیف خطابات اور صورتون مین اُنکا ظہور ہوتا ہے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جسمین سے جنت کی مہک آتی ہے اور اگر ملائکہ کے قابلِ نفرت اور لعنت اعمال کیئے ہوتے ہین تو وہ اعمال کریہ منظر فرشتون کیصورت مین اور سخت سخت گفتگو اور صورتون مین نمایان ہوتی ہین جیسا کہ غصہ کیحالت مین درندون کیصورت مین اور بزدلی کیحالت مین خرگوش کیصورت مین ظہور ہوتا ہے اور عالم برزخ مین بعض نفوس ملکی ایسے ہوتے ہین کہ اُن کی استعداد باعث ہوتی ہے کہ وہ ایسے

سو قتون پر ظاہر ہو کر آرام یا تکلیف پہنچا مین اسوقت وہ گرفتار حالت اُن کو اپنی آنکھون کے سامنے معاینہ کرتا ہے گو دنیا کے لوگ اُن کو اپنی آنکھون سے نہ دیکھین معلوم کرو کہ عالم قبر ایسی عالم دنیا کے متمم امور سے ہوا کرتا ہے ایک پردے کے آڑ مین وہ سب علوم نمایان ہوتے ہین اور فرادی فرادی نفوس کے احکام ظاہر ہوتے ہین عالم حشر مین ایسا نہین ہوتا وہان نفوس کے جزئی احکام مفقود ہو جاتے ہین اور صورۃ انسان کے احکام نفوس مین باقی رہ جاتی ہین واللہ اعلم +

مبحث تیسرا تدابیر نافعہ کی بیان مین

باب ۱۸

تدابیر نافعہ کی حصول کی کیفیت مین

معلوم کرو کہ آدمی کھانے - پینے - مجامعت - دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے سایہ مین رہنے - موسم سرما مین گرمی کی تلاش مین اور انکے علاوہ اور تمام ضرورتون مین اپنے اور ہمجنسون کے موافق ہے خدا تعالی کی آدمی کے حالپر بڑی عنایت ہے کہ اُسکو طبعی الہامات سے بمقتضاے صورۃ نوعی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ حوائج رفع کرنے کی دقتین کیونکر دور ہو سکتی ہین تمام اُسکے ہمجنس افراد اس الہام و تعلیم مین اُس کے برابر ہین اگر کوئی ناقص الخلقت ہی ہو اور اسکا مادہ ہی عاصی ہو تو یہ احکام اُسمین نہونگے ورنہ سب مین عموماً وہ پائے جائینگے مثلاً خداوند عالم نے شہد کی مکھی کو الہام کیا ہے کہ یون پھلون کی رطوبت کو چوسے اسطرح اپنا گھر بنائے تمام مکھیان اُسمین جمع ہون اسطرح اپنے یعسوب کا اتباع کرین اور شہد کو جمع کرین چڑیا کو الہام سے بتایا کہ اسطرح غذائی دانون کو تلاش کرکر یون پانی پر اُترے اسطرح بلی اور شکاری سے گریز کرے پھر جوڑے سے مل کر انڈون کی پرورش کرین بچون کو جگا دین ایسے ہی خداوند عالم نے ہر ایک نوع کے لئے ایک شریعت قرار دی ہے جو صورۃ نوعی کے راہ سے اُس نوع کے تمام افراد کے سینہ مین پھونک دی ہے ایسے ہی آدمی کو بھی الہام کیا ہے کہ ان ضرورتون کے متعلق کیا کیا مفید تدابیر عمل مین آسکتی ہین لیکن انسانی تدابیر مین جنسے تدابیر کے علاوہ تین امر کا اور اضافہ ہو گیا ہے یہ تینون امر بھی آدمی کی صورۃ نوعی کے اقتضاے ہوتے ہین جسکو تمام انواع پر فوقیت اور برتری ہے +

(۱) یہ کہ آدمی کسی رائے کلی اور جامع تحریک سے کسی چیز کو اپنا مقصود قرار دیتا ہے اور چارپائے صرف طبعی خواہش اور ارادہ سے کسی محسوس یا موہوم غرض کیلئے آمادہ ہو جایا کرتے ہین مثلاً گرسنگی کی خواہش سے یا تشنگی اور مجامعت کی شوق سے اور آدمی عقلی منفعت کیوجہ سے اکثر آمادہ ہوتا ہے اُسمین کوئی طبعی تحریک نہین ہوا کرتی وہ بسا اوقات قصد کرتا ہے کہ تمدن کے متعلق کوئی پسندیدہ اور عمدہ انتظام قایم کرے - یا اپنے اخلاق کو مکمل کرے اپنے نفس کو مہذب بنا کے آخرت کی عذاب سے اپنے آپ کو رہائی دے اپنی وجاہت لوگون کے دلون

مین راسخ کرے +

(۲) آدمی اپنی تدابیر مین لطافت اور ظرافت کا اضافہ کرتا ہے چارپائے صرف اتنی ہی انکا پورا بس کرتے ہین جس سے انکی کاربرآری ہوجائے اور آدمی علاوہ کاربرآری کے یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ شے ظاہر النظر مین خوش نما ہو دلی لذائذ اور کیفیات اسمین زیادہ ہون اسواسطے وہ جمیلہ بیوی لذیذ طعام فاخرہ لباس بلند بلند ایوانون کا طالب رہتا ہے +

(۳) آدمیون مین بعض بعض دقیقہ شناس اور خردہ بین ایسے لوگ ہوتے ہین جو مفید مفید تدابیر کو خود مستنبط کرتے ہین اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ انکے دلونمین بھی عقلا کیطرح تدابیر کی الجھن پیدا ہوتی ہے لیکن خود ان مین استنباط کی قوت نہین ہوتی ہے جب وہ حکما کی تدابیر کو دیکھتے ہین یا انکی مستنبط باتون کو سنتے ہین تو فوراً دل سے ان کو قبول کرلیتے ہین اور چونکہ ان امور کو وہ اپنے علم اجمالی کے موافق پاتے ہین اسلئے خوب استحکام سے انکو اختیار کرلیتے ہین - آدمی گرسنہ یا تشنہ ہوتا ہے اور کھانے پینے کی کوئی چیز اس کو نہین ملتی ہے تو نہایت تکالیف کے بعد یہ چیزین اس کو میسر تو ہوجاتی ہین تاہم انسے متمتع ہونے کا کوئی طریقہ نہین سوجھتا اتنے ہی مین اسکو کوئی حکیم مل جاتا ہے جو اسی کی سی مصیبت مین گرفتار ہوچکا ہو اسنے خود غذائی ناجون کو معلوم کرلیا ہو اسکے لئے تخم ریزی آب رسانی اور کاٹنے کے طریقے استنباط کئے ہون ان کے کھوندنے سے ہوا اور دانے اور وقت ضرورت تک انکی حفاظت کے طریقے نکالے کنوئین کھودنے کا طریق ان موقعون کے لئے ایجاد کیا جو چشمون اور نہرون سے دور تھے بڑھی بڑی تم شکلین بڑے بڑے پیالے بنائے اور ان امور سے فوائد حاصل کرنے کی راہین نکالین اسکے بعد وہ ناواقف شخص غلہ کو بغیر اصلاح کے استعمال کرتا تھا اور وہ معدے مین غیر منہضم رہجاتے تھے خام میوون کو کھاتا تھا اور وہ ہضم نہوتے تھے اسلئے اسکے قصد و ارادہ مین آتا تھا کہ کوئی چیز انکی اصلاح کے لئے ہوتی لیکن اسکو رہنمائی نہوتی تھی اب اس کی ملاقات ایسے حکیم سے ہوجاتی ہے کہ جسنے پخت وپز اور بریان کرنے کے طریقے ایجاد کئے ہوتے ہین تو اس سے ایک دوسرا باب متمتع ہونے کا مفتوح ہوجاتا ہے انھین امور پر تمام حوائج انسانی کو قیاس کرلو +

تامل کرنے والے کی نظر مین ایسے ایسے بہت سے مفید امور شہرونمین نئے نئے ایجاد ہوتے رہتے ہین جن کا پہلے ذکر بھی نہ تھا اب وہ مدتون سے رائج ہوگئے ہین - لوگ ہمیشہ ان کو استعمال مین لاتے ہین حتی کہ ان الہامی علوم کا جن کو کسب سے مدد پہنچتی رہتی ہے ایک مجموعہ مرتب ہوجاتا ہے - لوگ پختگی سے ان اصول کے پابند رہتے ہین انھین پر انکی زندگی اور موت کا مدار ہوتا ہے - حاصل یہ ہے کہ ان ضروری الہامات کا ان تینون اشیا کے ساتھ مل کر تنفس کا سا حال ہے حرکت نبض کیطرح فی الحقیقت سانس لینا بھی ایک ضروری امر ہے لیکن اپنے اختیار سے سانس کو چھوٹا اور بڑا کرسکتے ہین اور چونکہ یہ تینون امر سب لوگون مین ایک سے نہین ہوتے اسوجہ سے کہ لوگون کے مزاج اور عقول مین جن کا مقتضا یہ ہے کہ رائے کلی کی امداد کی ہو لطافت پسندی

ہوا ہو نافع کا استنباط ہو ان کی پیروی کیجائی بڑا اختلاف ہے اور علی ہذا استدلال اور فکر و خوض کرنے مین سب ایک
طرح فارغ دل نہین ہوتے اور ایسے ہی اور اسباب کی وجہ سے تدابیر نافعہ کی دو حدین قرار پا گئی ہین +

(۱) ایسے امور ہین کہ اونکے درجہ کی جماعتون مین مثلاً بیابانیون پہاڑی چوٹیون کے باشندون عمدہ ولایتون کے
بعید اطراف مین رہنے والون مین انکا وجود ضروری قرار دیا گیا ہے ان کا تدابیر اونکے نام ہے +

(۲) وہ تدابیر ہین جو ان شہرون معمور قصبون اور عمدہ ولایتون مین قرار دیجاتی ہین جن کا مقتضا یہ ہے کہ کامل
الاخلاق لوگون اور حکماکی انمین پیدایش ہو - ان آبادیون مین جماعتون کی کثرت ہوتی ہے بکثرت ان کو
حاجتین پیش آتی ہین بہت سی آزمایشون اور تجربہ کا موقع ملتا ہے اسلئے بڑے بڑے قوانین وضع کئے
جاتے ہین اور استحکام کے ساتھ انپر عملدرآمد ہوتا ہے - اس حد کا نہایت ذیشان حصہ شاہانہ عملدرآمد کا ہوتا
ہے جو پورے عیش و آرام کے لوگ ہین مختلف فرقون کے حکماکی ان کے پاس آمد و رفت رہتی ہے - سلاطین
عمدہ عمدہ اصول کو اخذ کرتے رہتے ہین انکا نام تدابیر ثانی ہے اور جب تدابیر ثانی پایہ تکمیل کو پہنچ جاتے ہین تو تدابیر
ثالث کی اسطرح سے تولید ہوتی ہے کہ لوگو نمین معاملات باہمی کا دور رہتا ہے پھر انمین معاملات کیوجہ سے بخل
سستی - انکار طبیعتو نمین پیدا ہوتا ہے - اسلئے اختلافات نزاع فساد کی بنیاد لوگون مین قایم ہو جاتی ہے
اور نیز ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہتے ہین جنپر ردی نفسانی خواہشین غالب ہوتی ہین - بعض کی پیدایش
مین قتل و غارتگری کی بے باک صفت ہوتی ہے اور نیز مشترک النفع تدابیر کا قایم کرنا ایک شخص کا کام
بھی نہین ہوتا انکے حق مین ایسی تدابیر کا قایم کرنا نہ آسان ہوتا ہے اور نہ دلیری سے وہ اس کو انجام دے سکتے
ہین اسلئے مجبورانہ ان کو ایک بادشاہ کے مقرر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جو انصاف سے ان کی باہمی
خصومتون کا فیصلہ کرے سرکشون پر اپنا رعب قایم رکھے دلیرون سے مقابل ہو کر محصول تحصیل کرے - اپنے
اپنے موقعو نپر اسکو صرف کرے اور ایسے ہی یہ تدابیر سوم تدابیر چہارم کے منتج اور باعث ہوتے ہین اسلئے کہ جب ہر
ہر ملک کا مستقل بادشاہ قرار دیا جاتا ہے اسکو مالگذاری ادا کی جاتی ہے - دلیر طبع لوگ اس سے آملتے ہین تب
انمین بخل حرص اور کینہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور باہمی فساد بڑھتے بڑھتے جنگ و جدل کی نوبت آتی ہے اسلئے
انہین خلیفہ کے قایم کرنے یا ایسے شخص کی اطاعت کی ضرورت ہوتی ہے جسکا عام تسلط خلافت کبریٰ کا سا
ہو خلیفہ سے میری مراد ایک ایسا شخص ہے جسکو اتنی شوکت اور صولت حاصل ہو کہ دوسرے شخص کا اسکے
ملک کو دبا لینا ناممکن سا ہو - اسلئے ملک کا انتزاع جب ہی ہو سکے کہ بکثرت لوگون کی جماعتین اتفاق کر لین -
کثرت سے بیجا لوگ مال صرف کرین اور اس امر کا امکان مدتہاے دراز کے بعد ایک دو شخصون کو ہوا کرتا ہے خلفا
کی حالت لوگون اور عادات ملکی کیوجہ سے مختلف ہوا کرتی ہے جن لوگون کی طبیعت نہایت سخت اور تندخو ہوتی
ہے ان کو بہ نسبت اور کمزور لوگون کے سلاطین اور خلفا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے - اب ہم انھین تدابیر نافعہ کے
اصول اور ان کے ابواب کی فہرستین مندرج کرتے ہین ان کی ایسی پیراستہ جماعتون کی عقلون نے جانچ کی ہر

جنکے عمدہ اخلاق تھے بلا اختلاف اونکے اور اعلے نے اُن کو ایک مسلم طریقہ مین تسلیم کر لیا ہے آئندہ بیانات مین ہمکو غور کرنا چاہئے ✦

باب ۱۹

تدابیر اونکے بیان مین

انہین تدابیر سے ایک لغت ہے جس سے دلی امور بیان کئے جاتے ہین لغت کی یہی حقیقت ہے کہ اجسام افعال اور ہیئتون کو کسی نہ کسی آواز سے کچھ تعلق ہوا کرتا ہے یہ آوازین اُن اشیا سے ملی ہوئی ہوتی ہین یا سبب وغیرہ کا اُن دونون مین علاقہ ہوتا ہے لغت سے اس آواز کو ہو بہو نقل کر دیا کرتے ہین پھر معانی کے مقابلے مین مختلف صیغے بنا بنا کر اُس مین تصرفات کیا کرتے ہین اور جن امور کا نظرون کے سامنے اثر پڑتا ہے یا نفس کی وجدانی ہیئتون سے وہ پیدا ہوتے ہین وہ سب اسی قسم مذکور سے مشابہ کئے جاتے ہین اور بتکلیف ویسی ہی آوازون کے لئے بھی بنائے جاتے ہین اور مشابہت کیوجہ سے یا کسی میل یا کسی علاقہ سے نقل کر لینے کیوجہ سے لغات مین مجازی طور پر وسعت ہو جاتی ہے لغات کے اور اصول بھی ہین جن کو تم کہین کہین ہمارے کلام مین پا سکوگے۔ اُنہین تدابیر مین سے زراعت درختون کا بونا۔ کنوؤن کا کھودنا۔ پکانے اور ناتخورش بنانے کی کیفیت بھی ہے اور اُنہین مین سے برتنون اور مشکون کا بنانا ہے ✦

اُنہین مین سے بہایم کا مطیع کرنا اُنکو اپنے قابو مین رکھنا بھی ہے کہ اُنکی سواریون گوشتون پوستون بالون ودودھون بچون سے امداد لی جائے ✦

اُنہین مین سے غار اور مکانات وغیرہ ہین جو گرمی اور سردی سے لوگون کو محفوظ رکھین ✦

اُنہین مین سے بہایم کی پوست درختون کے پتون یا اپنے بنائے ہوئے کپڑون کا لباس ہے جو کہ پرندون کے پرون کے قایم مقام ہے ✦

اُنہین مین سے اپنی منکوحہ کا معین کرنا ہے کہ کوئی دوسرا اُس مین مزاحمت نہ کر سکے اُس سے نفس رانی کیجائے اپنی نسل اُس کے ذریعہ سے بڑہائیجائے اور اپنی خانگی ضرورتون مین اولاد کی نگرانی اور تربیت مین اُس سے مدد لی جائے۔ آدمی کے علاوہ اور حیوانات اپنے جوڑے کو متعین نہین کر سکتے مگر محض اتفاقیہ طور پر یا اسلئے کہ وہ دونون توامان ہون اور بلوغ تک اُنمین رفاقت رہی ہو یا اور ایسے ہی اسباب سے ✦

اور اُنہین تدابیر سے صنعتون کی رہنمائی ہے جنکے بغیر زراعت کرنا۔ درختون کا لگانا۔ کنوؤن کا کھودنا بہایم سے کام لیدنا۔ ممکن نہین ہے جیسے (دولاب) ڈول۔ ہل۔ رسیان وغیرہ ✦

اور اُنہین مین سے باہمی مبادلون کے بعض بعض امور مین باہمی ہمدردی کی رہنمائی ہے ✦

اور اُنہین مین سے یہ ہے کہ جس شخص کی رائے درست ہو اور اُس کے مزاج مین سخت گیری ہو

اوروں کو اپنا مسخر بنا کر اُن پر ریاست کرے اور اُنسے کسی نہ کسی طرح سے جو تہ لیوے +
اور اُنہیں سے یہ بھی ہے کہ اُنہیں مسلم قوانین ہون جنسے مناقشون کا فیصلہ ہو سکے اور اُنسے ظالمون کی
تعدی روکی جائے اُسکی مدافعت کیجائے جو اُن سے جنگ کرنے کا ارادہ کرے۔ ہر قوم مین ایسے لوگون کا وجود
ضروری ہے۔ وہ لوگون کی مہتم بالشان امور مین تدابیر کے طریقے وضع کرتے ہین اور اور لوگ اُس کی پیروی
کرتے ہین۔ اور وہ لوگ بھی ضروری ہین جو آراستگی پسند ہون۔ کسی نہ کسی وجہ سے عیش و آرام اور تن آسانی کے
خواہان ہون جو اپنے اوصافِ شجاعت۔ فیاضی۔ خوش بیانی۔ تیز ہری وغیرہ پر نازان ہون اور اُن کی تمنا یہ ہو
کہ ہماری شہرت دور دور پہنچ جائے اُنکا مرتبہ بلند ہو۔ خدا تعالی نے کلام مجید مین بندون پر اِسکا بڑا احسان کیا ہے کہ
اِن تدابیر کے الہامی شعبونکو بخوبی بتا دیا ہے اسکو معلوم تھا کہ عموماً ہر قسم کے لوگ احکام قرآنی سے مکلف ہونگے۔
اور اسی قسم کی تدابیر ہین جو اُن سب مین پائی جاتی ہین واللہ اعلم +

باب ۲۰

آداب معیشت کے بیان مین

آداب معیشت حکمۃ کا ایک شعبہ ہے اسمین اُن تدابیر کا بیان ہوتا ہے جو اُن ضرورتون کے متعلق ہین جنکا
بیان حد ثانی کے موافق پہلے گذر چکا ہے اسمین اصلی امر یہ ہے کہ تدابیر اولے کو ہر باب مین صحیح تجربہ پر پیش کرین۔
جو جو صورتین ضرر سے بعید ہین اور نفع سے قریب ہین وہی اختیار کیجائین اور اُن آداب کا عمدہ اخلاق سے
موازنہ کیا جائے جو کامل المزاج لوگون کی پیدائش مین ہوا کرتے ہین جو آداب ان اخلاق کے زیادہ مناسب
ہون وہی اختیار کئے جائین اور اُنکے ماسوا سب ترک کردئے جائین اور نیز اُن آداب کا اندازہ حسنِ معاشرت
اور لطفِ مشارکت سے کیا جائے۔ اُنمین وہ مقاصد ملحوظ رکھنے چاہئین جو رای کلی سے پیدا ہون۔ معاش کے
اہم مسائل یہ ہین۔ کھانے پینے کے آداب۔ چلنے کے نشست برخاست سونے کے۔ سفر کرنے۔ قضائے حاجت۔
ہم بستری۔ لباس۔ مکان۔ ستھرائی۔ پاکیزگی۔ آرائش۔ باہمی گفتگو کے طریقے۔ آفات کے وقت دواؤن
منترون کا استعمال۔ حوادث پیش آنے کے وقت پیش بینی۔ خوشی۔ ولادۃ۔ نکاح۔ عید۔ مسافرون کے آنے
وغیرہ کی خوشی کے موقعونمین اور رسمونمین فرحت اور سرور کا اظہار۔ مصائب مین رنج وغم کا اظہار۔ مریضونکی
عیادت۔ مردون کو دفن کرنا جو معمور شہرون کے باشندونمین صحیح المزاج لوگ شمار کئے جاتے ہین اُن کا اتفاق
ہے کہ ایسی چیزین نہ کھائی جائین جن مین پلیدی ہو مثلاً جو چیز اپنی موت سے مرگئی ہو یا متعفن ہو اور وہ
جانور بھی استعمال نہ کئے جائین جن کے مزاج معین اعتدال نہ ہو اُنکے اخلاق منتظم نہون۔ یہ بھی سب کے نزدیک
مسلم ہے کہ برتنونمین اور دسترخوانون وغیرہ پر کھانا چُنا جائے۔ کھانے کیوقت منہ اور ہاتھ پاک کئے جائین ایسی
حالتونسے احتراز کیا جائے جو مشابہ ہون +

ایسے امور کی احتیاط چاہئے جنسے اپنے شرکا کی طبیعتون مین کدر پیدا ہو۔ بدبودار پانی نہ پیا جائے بغیر ہاتھ لگائے صرف منہ سے یا پیالے بدجواسی مین بھی پانی نہ پیا جائے اور نیز تمام عمدہ طبیعت کے لوگ اپنے بدن اور کپڑے اور مکان کو دو قسم کی پلیدیونسے پاک صاف رکھنا پسند کرتے ہین۔ اول اُن چیزون سے جنمین گندگی اور بدبو آتی ہو دوسری اُن میل اور چرکونسے جو قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہین۔ گندہ دہنی کو مسواک سے غالبًا دور کرتے ہین۔ بغل اور زیر ناف کے بالون کو منڈواتے ہین۔ کپڑون کا میلا ہونا اور مکان پر خس و خاشاک کا ہونا ناپسند کرتے ہین۔ عمومًا سب کا اتفاق ہے کہ سب لوگونکے سامنے آدمی نہایت پاک صاف نظر آئین۔ لباس درست ہو۔ سر اور داڑھی کے بال شانہ سے صاف کیے جائین۔ کوئی عورت جب کسی شخص کے نکاح مین ہو تو خضاب اور زیور سے آراستگی کرتی رہے سب کی نظر مین برہنگی بیشرمی کی بات ہے اور لباس رونق کی چیز ہے۔ دونون شرمگاہون کا کھلا رہنا بھی بےشرمی خیال کی جاتی ہے پورا لباس وہی ہے جس سے تمام بدن چھپتا ہے اور نیز مناسب ہے کہ شرمگاہ چھپانے کا لباس جدا ہو اور باقی بدن کا لباس جدا ہو اور یہ بھی اتفاقی امر ہے کہ خواب نجوم نیک فالی کہانت رمل وغیرہ سے آئندہ واقعات کی پیش بینی کی جائے۔ جس شخص کا مزاج معتدل اور ذوق سلیم ہوا کرتا ہے وہ اپنی گفتگو مین ضرورةً ایسے الفاظ کو استعمال کرتا ہے جنمین وحشت نہو زبان پر وہ گران معلوم نہون۔ ایسی ایسی تراکیب کو اپنی گفتگو مین وہ پسند کرتا ہے جن مین متانت اور سنجیدگی ہو ایسا طرز کلام اختیار کرتا ہے جسکو لوگ گوش دل سے متوجہ ہو کر سنین ایسا شخص فصاحت اور خوش بیانی کی میزان ہوا کرتا ہے ✤

بہرحال ہر ایک باب مین اجماعی مسائل قرار دئیے گئے ہین جن کو تمام شہریون نے گو وہ ایک دوسرے سے دور و دراز فاصلہ پر ہون تسلیم کرلیا ہے۔ اسکے بعد آداب معیشت کے قواعد مرتب کرنے مین لوگ مختلف ہین عالم طبیعت کا واقف طبی خوبیون کو ملحوظ رکھتا ہے اور نجومی ستارون کی خاصیتون کا لحاظ رکھتا ہے اور الٰہیات کا واقف اخلاص اور احسان کی رعایت کرتا ہے یہ سب امور مذکورہ بالا تمام فرقون کی تصانیف مین مفصّل مذکور ہین۔ مزاج اور عادات کے اختلاف سے ہر ایک قوم کا لباس اور آداب وغیرہ جدا جدا ہوتے ہین انہین سے ان مین باہم امتیاز ہوا کرتا ہے واللہ اعلم ✤

باب ۲۱

تدبیر منزل مین

تدبیر منزل حکمت کا وہ حصہ ہے جسمین اُن روابط اور تعلقات کے محفوظ رکھنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے جو تدابیر کے دوسری حد کے موافق ایک مکان کے رہنے والون مین ہوا کرتے ہین۔ اس حکمت کے چار حصے ہین (۱) ازدواج (۲) ولادت (۳) مالک ہونا (۴) باہمی صحبت۔ ان تعلقات کی اصل یہ ہے کہ ہم بستری

کی ضرورت نے اولاد مرد اور عورت مین ایک تعلق اور رابطہ کو پیدا کیا پھر بچہ پر شفقت والدین باعث ہوئی کہ دونون مل کر اُس کی پرورش مین ایک دوسرے کی اعانت کرین۔ مرد اور عورت کی حالتین مختلف ہوتی ہین نزبیت کی جانب عورت کو بہ نسبت مرد کے زیادہ رہنمونی ہوا کرتی ہے نیز عورت بہ نسبت مرد کے کم عقل ہوتی ہے محنت کے کامون سے جان چُراتی ہے عورت مین شرم کا مادہ زیادہ ہوتا ہے خانہ نشینی کیجانب زیادہ مایل رہتی ہے اور نیچے اور حقیر کامون کی کوشش مین زیادہ ہوشیاری اور حذاقت صرف کیا کرتی ہے بہ نسبت مرد کے اُس مین مادہ اطاعت کا بھی زیادہ ہوتا ہے مرد کی راے مین سنجیدگی زاید ہوتی ہے وہ ننگ و ناموس کے امور کی زیادہ روک تھام کرتا ہے مشقتون کے داخل ہونے مین بڑا جری اور دلیر ہوتا ہے نخوت تسلط۔ غیرت ہمناقشہ وغیرہ اوصاف اُس مین پورے ہوتے ہین اسواسطے عورت کی زندگی بغیر مرد کے نہین ہو سکتی اور مرد کے لئے عورت کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور چونکہ عورتون کے باب مین مردون کی مزاحمت کا اندیشہ ہوا کرتا ہے اور عورتون کے معاملات مین مردون کو غیرت ہوا کرتی ہے اسواسطے اُن دونون کی اصلاح جب ہی ہو سکتی ہے کہ سب کے سامنے علی روس الاشہاد مرد کی بیوی مرد کے لئے خاص ہو جائے اور چونکہ اِس امر کا اظہار ضروری ہے کہ مرد کو عورت کی جانب رغبت ہو اور عورت اپنے ولی کی نظر مین معزز ہے اسلئے مہر اور منگنی اور ولی کیطرف سے سربراہ کاری ضروری قرار دی گئی اگر محارم مین اولیا کی رغبت تجویز کی جاتی تو عورت کو اُس سے بڑا ضرر پہنچ سکتا تھا ولی عورت کو اِس شخص سے روک سکتا تھا جو عورت کی نظر مین مرغوب ہوتا اور نیز عورت کے لئے کوئی ایسا شخص نہوتا جس سے وہ حقوق زوجیت کا مطالبہ کرتی حالانکہ اُس کو اُن حقوق کی نہایت ضرورت ہے اور سوکنون وغیرہ کے باہمی مناقشہ سے رحم کی حالت بھی خراب رہتی اور نیز سلامت مزاج کا یہ بھی اقتضا ہے کہ آدمی کو اُس عورت کیجانب رغبت نہو جس سے وہ خود پیدا ہوا ہے یا اُس سے عورت پیدا ہوئی ہے یا وہ دونون ایسے ہین جیسے ایک باغ کی دو شاخین جو کہ ہم بستری کی ضرورت کے ذکر کرنے مین حیا آیا کرتی ہے اسواسطے ضروری ہے کہ عروج (عورت کو اپنی جانب مائل کرنا) کے ضمن مین اِس حاجت کا ذکر مخفی رہے جو کہ دونون کے وجود سے مقصود ہو اور شہرت دینے اور عروج دینے کو مدار منزلی قرار دینے کے لئے اُس کی ضرورت ہے کہ ولیمہ کیا جاوے اور لوگون کی اُس مین دعوت کی جاوے دف بجائی اور خوشی مین اُس کا اظہار کیا جاوے اور حاصل یہ ہے کہ بہت سی وجوہ سے جنمین سے بعض کو مینے ذکر کیا ہے اور بعض کو لوگون کے فہم پر اعتماد کر کے حذف کر دیا نکاح کی یہ حالت لذائی کہ غیر محارم سے نکاح کیا جائے لوگون کے مجمع مین اُس کی تقریب ہو اُس سے پہلے مہر اور منگنی ہو کفو کا بھی لحاظ رکھا جائے اولیا کی سربراہ کاری ہو ولیمہ کیا جاوے لوگون کا عورتون پر قابو رہے لوگ اُنکی معاش کے متکفل رہین عورتین خانگی خدمات مین مصروف رہین اولاد کی تربیت کرنے مین اطاعت سے رہین تمام لوگون کی نظر مین لازمی طریقہ اور مسلم امر ہو گیا ہے اور امر فطری ہو گیا ہے جسپر لوگون کو خدا نے پیدا کیا ہے عرب عجم مین

کوئی اُس مین اختلاف نہین کرتا اور نیز زن و شوہر مین باہم اعانت مین کامل سعی کہ دوسرے کی نصرت کو
اپنی نصرت اور دوسرے کے نفع کو اپنا ہی نفع خیال کرے جب ہی ہوسکتی ہے کہ دونون اپنے ذہن مین عزم
مصمم کرلین کہ نکاح کی ہی حالت مین زندگی بسر کرینگے اور جب اُن دونون مین نہ بنے اور ایک دوسرے سے
سرکشی کرین تو کوئی ایسا طریقہ بھی ضرور ہونا چاہئے جس سے ایک دوسرے کے پنجہ سے خلاصی پاسکین
اگرچہ یہ علحدگی تمام مباح امور مین سے نہایت ہی درجہ مبغوض ہو اسلئے طلاق مین خاص خاص قیود اور عدہ
وغیرہ کا لحاظ ضروری قرار دیا گیا اور ایسی ہی خاوند کی وفات مین اِس قسم کے لحاظات معتبر کئے گئے تا کہ
دونو مین نکاح کا ادب اور وقعت باقی رہے اور دوامی حقوق اور معاہدہ مصاحبت کی کسی قدر وفاداری
ادا ہوسکے اور نسبون مین اشتباہ بھی نہونے پائے اور اولاد کو چونکہ آباء کی ضرورت ہوتی ہے اور بالطبع آباء
کو اپنی اولاد کیطرف کشش ہوا کرتی ہے اسواسطے ضرورت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ایسے مفید امور کی شائق
اور تربیت کرائین جو فطرتاً اُن کے لئے موزون اور مفید ہین اور ضرور ہوا کہ اولاد پر آباء کو تقدیم ہو وہ اسلئے
بزرگ تسلیم کئے گئے ہین کہ اُن کے عقول اور تجربے مکمل ہوتے ہین اور اخلاقی تندرستی کا بھی مقتضا بھی
ہے کہ احسان کے مقابلے مین احسان کیا جاوے اور اولاد کی تربیت مین وہ ایسے ایسے شدائد جھیلتے
ہین جو محتاج بیان نہین ہین اسلئے والدین کی خدمت گذاری بھی لازمی طریقہ قرار دیا گیا ہے اور چونکہ لوگون
کی استعدادین مختلف ہوا کرتی ہین اسواسطے یہ بھی ضرور ہے کہ بعض لوگ بالطبع سروری کے قابل ہون
جن مین فراست اور بالطبع بیداری ہو۔ امور معاش مین وہ مستقل ہوں۔ اُن مین انتظام اور رفاہ عام کا پیدائشی مادہ
ہو اور بعض لوگ قدرتی طور پر غلامی کی حالت پر پیدا ہوتی ہین اُن مین حماقت دوسرے کی تابعداری کا
ہی مادہ ہوتا ہے جس طرف اُن کو کھینچو وہ پیچھے چلی جاتے ہین لیکن ایسے دونون شخصون کی معاش بغیر
ایک دوسرے کے مکمل نہین ہوسکتی اور رنج و آرام مین باہمی ہمدردی آقا اور مملوک مین جب ہی ممکن
ہوتی ہے کہ وہ دونون اپنے اپنے دلون مین ٹھان لین کہ اِس تعلق کو ہمیشہ قایم رکھینگے اور نیز بعض اتفاقات
ایسے واقع ہوتے ہین کہ ایک شخص دوسرے کو قید کرلیتا ہے یہ حالت اسیری بھی لوگون مین قابل لحاظ ہے
اِس سے بھی ایک قسم کا علاقہ مالکیت اور مملوکیت کا باہم مقید اور قید کرنے والے مین منتظم ہو جایا کرتا ہے اسکے
لئے بھی وضع قانون کی ضرورت ہے کہ مالک و مملوک اُسکے پابند رہین اور اُسکی فروگذاشت پر قابل تعزیر
سمجھے جائین +

اور اسیری کے بعد فی الجملہ کوئی طریقہ رہائی کا بھی مال یا بغیر مال کے ہونا ضروری ہے۔ نیز لوگون کو
اکثر مصائب اور ضرورتین پیش آیا کرتی ہین کبھی مرض لاحق ہو جاتا ہے کبھی پا تنگی پیش ہوتی ہے کبھی کسی کا
حق اُس سے متعلق ہوتا ہے بہرحال ایسی ایسی ضرورتین پیش آیا کرتی ہین کہ بغیر اپنے ابنائے جنس کی دستگیری
کے اپنی حالت کی اصلاح بدقت ہوتی ہے ایسے ایسے عوارض پیش آنے مین سب لوگون کی حالت یکسان ہے

اسی واسطے ضرورت پڑا کرتی ہے کہ لوگون مین باہم الفت اور میل ہمیشہ قایم رہے اور لوگون مین مظلوم کی دادرسی اور مصیبت زدہ کی امداد کا طریقہ مسلوک رہے کہ لوگ اُس کے متقاضی ہون اور اُسکی فروگذاشت پر نفرین کی جائے۔ اور ضرورتون کے دو حصے ہوا کرتے ہین (۱) وہ حصہ کہ اُس کی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ ہر شخص دوسرے کے ضرر اور نفع کو اپنا ہی ضرر اور نفع سمجھے یہ امر جب ہی پورا ہو سکتا ہے کہ ہر شخص دوسرے کے خلوص محبت مین پوری طاقت صرف کرے اُسکے نفقہ کا اور وراثت کا التزام ہو الغرض امور کی وجہ سے جانبین مین سے ہر شخص کو ایسی ایسی امداد کا التزام کرنا پڑتا ہے تاکہ نقصان کے عوض مین کسی قدر متمتع ہونے کا بھی موقعہ حاصل ہو سکے اِس اندازے کے قابل رشتہ دارون کی حالت ہوا کرتی ہے اُن کی باہمی محبت اور رفاقت قدرتی امر ہوتا ہے ضرورتون کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے کہ ضرورات بالا سے کسی قدر اُن کا درجہ کم ہوتا ہے اِسلئے اہل مصائب کی ہمدردی اور مواساۃ لوگون مین مسلم قانون بن گیا ہے اور اُن سب مین صلہ رحم کا سب سے زیادہ مضبوطی سے اہتمام کیا جاتا ہے اِس خانگی تدابیر کے مہتم بالشان مسایل یہ ہین +

(۱) اُن اسباب کا دریافت کرنا جو ازدواج یا ترکیب ازدواج کے باعث ہوتے ہین +

(۲) خاوند کے فرائض کہ جن سے معاشرت قایم رہے اور فواحش و ننگ و عار سے اہلیہ کا ناموس محفوظ رہے +

(۳) اہلیہ کے فرائض پارسائی خاوند کی اطاعت خانہ داری کی مصلحتون مین پوری طاقت صرف کرنا +

(۴) جب باہم دونون مین نفرت ہو جائے تو مصالحت کیسی کروائی جائے +

(۵) طلاق کا طریقہ +

(۶) خاوند کی وفات کے بعد ماتمی حالت مین بسر کرنا +

(۷) اولاد کی تربیت +

(۸) والدین کے خدمات +

(۹) غلامون کا انتظام اور نیز احسانات +

(۱۰) غلامون کی اپنے آقاؤن کی خدمت گذاری +

(۱۱) آزادی کا طریقہ +

(۱۲) رشتہ دارون اور ہمسایون سے صلہ رحم کرنا +

(۱۳) شہر کے حاجتمندون کے ساتھ ہمدردی اور جو مصائب اُن پر طاری ہون اُن کی مدافعت کی کوشش

(۱۴) خاندان کے نقیب کا ادب اور عزت +

(۱۵) نقیب کا حالات خاندانی پر نظر رکھنا +

(۱۶) ورثہ مین ترکے کی تقسیم +

(۱۷) نسبی اور حسبی امور کی پاسداری لوگون مین سے کسی جماعت کو نہ پاؤگے کہ ان ابواب کے اصول پر انکو اعتقاد

خواہ اُن کے مذاہب مین اختلاف ہو اُن کے وطن جدا جدا ہون لیکن اِن امور کے قائم کرنے مین سب کو سعی اور کوشش رہتی ہے واللہ اعلم +

باب بست و دوم معاملات کے فن مین -

یہ حکمت کا وہ حصہ ہے جس مین باہمی مبادلون کا ایک دوسرے کی دستگیری اور پیشون کا بیان کیا جاتا ہو اِس مین اصلی امر یہ ہے کہ جب ضرورتون کی کثرت ہوئی اور سب ضرورتون کا مہیا کرنا مطلوب ہوا اور یہ قصد کیا گیا کہ ایسی شائستگی سے یہ ضرورتین سب مہیا کی جائین کہ جنسے آنکھون کو تازگی ہو اور دلون کو لذیذ معلوم ہون تو ہر شخص سے اسطرح پر اُنکا سرانجام متعذر ہوا اور بعض لوگون کے پاس غذا حاجت سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اُس کے پاس پانی نہین ہوا کرتا بعض کے پاس پانی حاجت سے زیادہ ہوتا ہے لیکن غذا کافی نہین ہوتی تو اُن صورتون مین بجز مبادلہ کے اور کوئی طریقہ اُن کے حصول کا نہین ہوتا اسلئے باہمی مبادلے ضرورتون کی دقتین رفع کرنے کے لئے قرار دیئے گئے اور ضرورۃً یہ قرار پایا گیا کہ ہر شخص ایک ایک ضرورت کے سرانجام کیطرف متوجہ ہو اُس کو خوب مستحکم کرے اُسی کے تمام وسائل کے مہیا کرنے کی کوشش کرے اور اپنی اور ضرورتون کو مبادلون کی وجہ سے اسی ذریعہ سے رفع کرے سب لوگون کی نظر مین یہ ایک مسلم قانون ہو گیا ہے اکثر لوگون کو کسی خاص چیز کی رغبت ہوتی ہے یا کسی چیز سے بے رغبتی ہوتی ہے لیکن اسحالت مین ایسا کوئی شخص نہین ملا کرتا جس سے معاملہ کیجے اور جو کہ پہلے ہی سے ایسے امور کے سرانجام کیضرورت پڑا کرتی ہے اِسلئے سب لوگون نے قرار دیا کہ معدنی جوہرون کو اُن اغراض کے لئے معین کرلین یہ جوہر زیادہ دیرپا ہین اِنھی سے داد و ستد کرنا سب کی نظر مین مسلم ہو گیا ہے اور اِن معدنی جوہرون مین سے سونا اور چاندی زیادہ موزون تھے اِسلئے کہ اُن کا حجم چھوٹا ہوتا ہے اور اُن دونون کے اقسام بھی یکسان ہوتے ہین اور بدن انسانی کے لئے وہ نافع بھی بہت ہین اُن سے آرایش بھی ہوتی ہے تو گویا یہ دونون قدرتی طور پر نقد تھے اور اور معدنی چیزین قرار دینے سے نقد ہو جاتی ہین +

کسبی اصول مین سے زراعت ہے اور چارپایون کو چرانا اور بر و بحر کے مباح مالون معدنیات نباتات حیوانات کا جمع کرنا ہے - یا نجاری آہنگری بوریا بافی وغیرہ کی دستکاریان ہین جن کے ذریعہ سے قدرتی جوہرونکو اِس قابل کرلیتے ہین کہ وہ نفع حاصل کرنے اور اغراض مین استعمال کرنے کے لائق ہو جائین ان کے بعد تجارت پیشہ ہو گیا پھر ملکی مصالح کا سرانجام دینا بھی پیشہ قرار دیا گیا اِسکے بعد اور تمام انسانی ضرورتون کا مہیا کرنا پیشہ ہو گیا لوگ جتنی ترقی کرتے جاتے ہین اور ازدیاد عیش و آرام کو جتنا زیادہ بڑھاتے جاتے ہین اُسی قدر مطالب کے اطراف و جوانب اور متعلقات روز بروز پھیلتے جاتے ہین ہر شخص کا کسی خاص پیشے سے تعلق دو وجہون سے ہوا کرتا ہے +

(۱) قوتون کی مناسبت سے مثلاً شجاع و دلیر آدمی فنون جنگ کے مناسب ہوتا ہے اور زیرک قوی الحافظہ حساب کتاب کیلئے اور نہایت توانا باربرداری کیلئے اور مشقت و محنت کے کامون کیلئے (۲) موجودہ اتفاقات کیوجہ سے مثلاً آہنگر کے بیٹے اور ہمسائے کیلئے آہنگری کا پیشہ جیسا آسان ہوسکتا ہے دوسرے کیلئے نہین ہوسکتا اور کنارہ دریا کے باشندون کیلئے مچھلی کا شکار جیسا آسان ہوسکتا ہے دوسرے کیلئے نہین ہے + اکثر لوگ ایسے ہوتے ہین کہ مطالب کے عمدہ طریقونکا اختیار کرنا انکو دشوار ہوتا ہے اسلیئے وہ ایسے پیشے اختیار کرلیا کرتے ہین جو ملک کیلئے ضرر رسان ہوا کرتے ہین مثلاً چوری قمار بازی + مبادلہ کی بھی صورتین مختلف ہوا کرتی ہین مبادلہ کبھی شئے کا شئے سے ہوتا ہے جیسے کہ خرید فروخت اور کبھی کسی شئے کو دیکر اُسکے بدلے مین منفعت حاصل کرلیا کرتے ہین جسکو مزدوری کہتے ہین اور چونکہ ملک کا انتظام بغیر اسکے نہین ہوسکتا ہے کہ لوگونمین باہم ہمدردی اور الفت پیدا ہو اور الفت کا مقتضا ہوتا ہے کہ ضروری چیزین بغیر معاوضہ کے فیاضانہ طور پر دیجایا کرین اسلیئے ہبہ و عاریت کی صورتین پیدا ہوگئی ہین اور ہمدردی کا مقتضا یہ بھی ہے کہ حاجتمند اور فقیرون کی کاربراری کیجائے اسلیئے صدقہ و خیرات کا طریقہ مقرر ہوا ہے +

سلسلۂ اسباب کیوجہ سے سب لوگ یکسان حالتمین نہین ہوتے بعض احمق ہوتے ہین اور بعض کارگذار بعض مفلس اور بعض تونگر بعضون کو ادنٰے کام سے عار آتی ہے بعضونکو کچھ عار نہین ہوتی بعض لوگونپر ضرورتونکا ہجوم ہوتا ہے اور بعض فارغبال ہوتے ہین اسلیئے ہر ایک کی معاش کا پورا سامان جب ہی ہوسکتا ہے کہ دوسرے کی جانب سے اعانت ہو اور بغیر عقد اور شرائط کے اور بغیر اسکے کہ سب ملکر ایک طریقہ مقرر کرلین اعانت ہو نہین سکتی اسیلئے مزارعت۔ مضاربت۔ شرکت وکیل مقرر کرنا قرار دیا گیا ہے ضرورتون کیوجہ سے قرض لینا پڑتا ہے ودیعت رکھنی ہوتی ہے اور ہمین تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ خیانت۔ انکار سستی کیا کرتے ہین اسلیئے گواہون۔ تحریر دستاویزات رہن۔ کفالت۔ حوالہ کی حاجت ہوا کرتی ہے اور لوگ جتنے خوشحال و آسودہ ہوتے ہین وتنے ہی معاملات کے اقسام پھیلتے جاتے ہین لوگونمین سے تم کوئی فرقہ ایسا نپاؤگے جو ان معاملات کا برتاؤ نہ کرتے ہون اور انصاف اور رحم مین تمیز نہ کرتے ہون ۔ واللہ اعلم +

باب ۲۳ سیاست مدن کے بیان مین۔

سیاست مدن حکمت کے اُس حصہ کا نام ہے جس مین اُن تعلقات کے حفظان کی کیفیت بیان کیجاتی ہے جو باہم اہالئے شہر کے مابین ہوا کرتے ہین۔ شہر سے وہ جماعتین مراد ہین جو قریب قریب آباد ہون انمین باہم معاملات ہوتے ہون اور جداجدا مکانونمین بود و باش رکھتے ہون سیاست مدن مین اصلی امر یہ ہے کہ تعلقات کیوجہ سے شہر گویا ایک شخص ہوا کرتا ہے جسکی ترکیب اجزا اور مجموعی ہیئت سے ہوتی ہے ہر مرکب چیز مین ممکن ہے کہ اُسکے مادہ یا صورتمین کوئی نقصان اور خرابی پیدا ہوجائے اُسکو کوئی مرض ہوجائے یعنی اسمین ایسی حالت پیدا ہوجائے کہ نوعی احکام کیلئے کوئی دوسری حالت زیادہ مناسب ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مرکب صحت کی حالت مین ہے یعنے وہ اپنی ذاتی رونقون اور خوبیونکیوجہ سے مکمل حالت مین ہو۔ چونکہ شہر مین بڑی بڑی جماعتونکا مجمع ہوا کرتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ سب کے سب ایسے متفق الرائے ہوجائین کہ راہ راست کی حفاظت مین مجموعی کوشش کرین اور بغیر کسی ممتاز منصب اور رتبے کے ایک دوسرے کی روک ٹوک بھی نہین کرسکتا اسمین جنگ و جدل کا اندیشہ ہوتا ہے اسلیئے شہر کا پورا انتظام جب ہی ہوسکتا ہے کہ تمام اہل

حل و عقد ایک شخص کو بنایا اقرار دین وہ پُرشوکت ہو اعوان و انصار کی ایک جماعت اُسکے ہمراہ ہو۔ جو لوگ نہایت تنگ دل تیز مزاج خونریزی اور غصہ مین بے باک ہونگے اُنکو سیاست کی ضرورت اورونسے زیادہ ہوگی سیاست مُدن مین بڑی خرابی اسوجہ سے ہوتی ہے کہ بدذات لوگون کی ایک جماعت جنکو قوت اور شوکت حاصل ہو نفسانی خواہشون اور راہ راست کے ترک کرنے پر متفق ہو جائے ایسا اتفاق کئی طرح پر ہوتا ہے ✦

(۱) لوگون کے مال و متاع کی طمع سے جیسے راہزن لوگ ✦

(۲) لوگون کو غصہ اور کینے کے سبب سے ضرر رسانی ✦

(۳) ملک اور حکرانی کی آرزو جس کیوجہ سے لوگون کے جمع کرنے اور جنگ قایم کرنے کیضرورت ہوتی ہے اور ایسی خرابی کا باعث ظالم شخص کا کسی کو مار ڈالنا یا زخمی کرنا یا زدوکوب کرنا ہے۔ یا کسی شخص کی اہلیہ مین مزاحمت کرنا اُسکی بیٹیون اور بہنوں کی ناحق طمع کرنا۔ یا کسی کا مال علانیہ غصب کرنا۔ یا چوری سے لے لینا۔ یا کسی شخص کی بے آبروئی کرنا اُس کو کسی قابل ملامت قبیح امر سے منسوب کرنا یا سختی سے گفتگو کرنا ہے اور نیز اُن کامون سے بھی خرابی ہوا کرتی ہے جو شہر کے لئے مخفی طور پر مضر ہوتی ہین جیسے سحر زہر خورانی۔ لوگون کو فساد کرنے کی ترغیب و تعلیم دینی۔ بادشاہ کے مقابلے مین رعیت کو اور آقا کی نسبت غلام کو اور شوہر کے حق مین اہلیہ کو مکر و فریب پر آمادہ کرنا اور نیز تمدن کے خلاف وہ خراب عادات ہین جن سے اہم ملکی منفعتین تلف ہو جاتی ہین۔ جیسے کہ لواطت۔ نکاح بالید چارپایون سے مجامعت کرنا۔ یہ سب امور نکاح سے باز رکھتے ہین یا وہ عادات ہین جو فطرۃ سلیم کے مقتضا کے خلاف ہوتے ہین جیسے مرد ہوکر زنانہ پن اختیار کرنا اور عورت کو مردانہ روش اختیار کرنی۔ یا اُن عادات سے بڑے بڑے نزاع پیدا ہوتے ہین۔ جیسے کسی عورت سے کوئی خصوصیت نہو اور چند لوگ اُس سے تعلق پیدا کرکے ایک دوسرے کی مزاحمت اختیار کرین۔ شراب کی کثرت بھی ایسی ہی مذموم عادت ہے اور بعض معاملات ایسے ہوا کرتے ہین جنسے تمدن کو مضرت پہنچتی ہے جیسے قمار۔ دونا دونا سود کھانا۔ رشوت لینا پیمانہ اور وزن مین کمی کرنی کسی جنس مین عیب کو مخفی رکھنا۔ تاجرون سے شہر کے باہر ہی باہر مال خرید لینا۔ غلہ کو بند کر رکھنا۔ خود خریداری کا قصد نہو اور مال کی تعریف کرکے دوسرے کو دھوکہ دینے کو قیمت بڑھا دینا اور ایسے ہی باہمی مقدمات ہین جن مین ہر ایک شخص مشتبہ دلیل پیش کرتا ہو اور اُن کا صاف صاف حال معلوم نہوتا ہو اسوجہ سے دلایل قسمون۔ دستاویزات۔ قراین۔ واقعات۔ وغیرہ کی ضرورت پڑا کرتی ہے اور راہ راست پر اُن کو لانا پڑتا ہے۔ ترجیح حق کی وجہ ظاہر کرنی پڑتی ہے فریقین کے مکاید وغیرہ معلوم کئے جاتے ہین ✦

اور شہریت کے لئے یہ بھی مضر ہے کہ شہر کے رہنے والے بادیہ نشینی اختیار کرلین یا کسی دوسرے شہر مین جا بسین۔ یا سب ایسے مکاسب پر جھک پڑین جن سے تمدن کو نقصان پہنچے۔ مثلاً زراعت چھوڑکر

سب تجارت پیشہ ہوجائین - یا اکثر لوگ لڑائی کا پیشہ اختیار کرلین - مناسب یہی ہے کہ زراعت پیشہ لوگ بمنزلہ غذا کے قرار دیے جائین اور دستکار - تاجر - محافظین ملک - بجاے نمک کے سمجھے جائین - جن سے گویا غذا کی اصلاح ہوجاتی ہے - مضر درندون اور موذی پرندون کا بھی پھلنا باعث ابتری ہوتا ہے انکے مٹانے کی بھی کوشش ہونی چاہئے اور شہر کی پوری حفاظت اُن عمارتون کے بنانے سے ہوتی ہے جن مین سب کا مشترک نفع ہو - مثلاً شہرپناہین - سرائین قلعجات - سرحدین - بازار پلین وغیرہ اور ایسے ہی کنوون کا کھدوانا چشمون کا نکالنا کشتیون کا دریا کے کنارے پر فراہم کرنا ہے اور نیز سوداگرون کو مانوس و مالوف کرکے اسپر آمادہ کرنا کہ باہر سے اجناس وغیرہ لائین - شہر والون کو سمجھا دینا کہ مسافرون سے خوش معاملگی کرین - اسکی وجہ سے سوداگرون کی آمد و رفت زیادہ ہوتی ہے زراعت پیشہ لوگون کو اسپر آمادہ کرنا کہ کوئی زمین کاشت سے چھوٹی نہ رہے - دستکارون پر تاکید کرنا کہ چیزون کو عمدہ اور خوب مضبوط بنائین شہر والون کو فضائل کے تحصیل پر آمادہ رکھنا - علم خط حساب تاریخ طب اور پیش بینی کے عمدہ عمدہ طریقون کی تکمیل کروانا - اور یہ بھی ضرور ہے کہ شہر کے تمام حالات کی اطلاع ملتی رہے تاکہ مفسد اور خیر اندیش کا حال معلوم ہوتا ہے اگر کسی محتاج کا حال معلوم ہو تو اعانت ہو سکے - اگر کوئی عمدہ دستکار ہے تو اُس سے مدد لی جائے اور اس زمانے مین شہرون کی ویرانی کے دو بڑے باعث ہین +

(۱) لوگو نیر بیت المال کو تنگ کردیا - غازیون اور اُن علما کی جن کا بیت المال مین حق ہے اور اُن شعرا زہاد وغیرہ کی جن کے ساتھ سلاطین مسلوک ہوا کرتے ہین یہ عادت ہوگئی ہے کہ اُنہون نے اپنا طریق معاش بیت المال کو سمجھ رکھا ہے یہ لوگ کوئی خدمت نہین کرتے اُن کا گذارہ بیت المال سے ہوتا ہے +

اسلیے یکے بعد دیگرے یہ لوگ بڑھتے جاتے ہین اور باعث تنغص ہوکر شہر پر ایک بار سا ہوجاتے ہین +

(۲) وجہ مزارعین اور سوداگرون اور پیشہ ورون پر بڑے بڑے ٹکس مقرر کرنا ویرانی کا بڑا باعث ہے اسکی وجہ سے فرمانبردار لوگون کا استیصال ہوجاتا ہے اور جن لوگون کو قوت ہوتی ہے وہ درپے بغاوت ہوجاتے ہین - تمدن کی اصلاح خفیف لگان لینے اور بقدر ضرورت محافظین ملک کے قایم کرنے سے ہوتی ہے اہل زمانہ کو اس نکتہ سے واقف رہنا چاہیے - واللہ اعلم +

باب ۴۲ بادشاہونکی سیرت مین -

بادشاہ کے لیئے ضروری ہے کہ پسندیدہ اخلاق سے موصوف ہو ورنہ وہ شہر پر بار ہوجاویگا - اگر اُس مین شجاعت نہوگی تو وہ اپنے مخالفون سے پورا مقابلہ نہ کرسکیگا - رعیت اُس کو ذلت کی آنکھ سے دیکھیگی - اگر اُس مین علم کی صنعت نہوگی تو وہ سطوت سے اُن کو برباد کردیگا اگر حلیم نہوگا تو مناسب تدابیر کو مستنبط نہ کرسکیگا بادشاہ کو چاہیے کہ عقلمند بالغ آزاد مرد ہو - ذہن عقل ہو - بینا شنوا اور گویا ہو - لوگ اُس کی اور اُس کے

خاندان کے اعزاز کو تسلیم کرتے ہون - اُس کے آبا و اجداد کے عمدہ فضائل کو لوگ دیکھ چکے ہون - اور خوب جانتے ہون کہ بادشاہ مصالح ملکی کی پاسبانی مین کسی قسم کی کوتاہی نہین کرتا - یہ سب امور عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہین اور تمام فرقون نے اُس پر اتفاق کیا ہے - اُن کے شہرون مین کیسا ہی کیون نہو اور وہ کسی ہی مذہب کے کیون نہون اسلئے کہ وہ خوب جانتے ہین کہ بادشاہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر امور بالا کے مکمل نہین ہو سکتی - اگر بادشاہ اُن امور مین فروگذاشت کریگا تو لوگ اُسکو خلاف مقصود جانینگے اور اُس سے بیزار ہو جائینگے اور اگر خاموش بھی رہینگے تو در پردہ اُن کی طبیعتون مین غصہ بھرا رہیگا - اور بادشاہ کو مناسب ہے کہ اپنی رعایا کے دلون مین اپنے اعزاز کو پیدا کرے اور پھر اعزاز باقی رکھنے کا اہتمام کرے مناسب تدابیر سے اُن امور کا تدارک کرتا رہے جو اُس کی شان کے منافی ہون اور اُس سے سرزد ہون - جو بادشاہ اپنے جاہ و مرتبہ کو قائم رکھنا چاہے اُس کو چاہئے کہ اُن اعلےٰ ترین اخلاق سے اپنے آپ کو پیراستہ کرے جو اُس کے مرتبہ ریاست کے شایان ہون مثلاً شجاعت و حکمت سے فیاضی سے زیادتی کرنیکی حالت مین معافی عام منفعت کے اہتمام مین اُن کرتبون کا لحاظ رکھے جن کو کہ صیاد وحشی جانورون کے صید کرنے مین کیا کرتا ہے - صیاد جب نیستان مین جاتا ہے تو آہوؤن کو دیکھ کر اُن صورتون کو سوچتا ہے جو آہوؤن کی طبیعتون اور عادتون کے مناسب ہوا کرتے ہین اُنہین صورتون کے لئے وہ آمادہ ہوتا ہے پھر دور سے اُن کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اُن کی آنکھون اور کانون کیطرف سے نگاہ کو نیچا کرلیتا ہے - آہوؤن کیجانب سے جب اُس کو ذرا سا بھی کھٹکا معلوم ہوتا ہے تو فوراً جم کر ایسا کھڑا ہو جاتا ہے جیسے پتھر ذرا بھی حرکت نہین ہوتی - اور جب اُس کو کسی قدر غافل پاتا ہے تو نہایت نرمی اور آہستگی سے آگے کو بڑھتا ہے - کبھی اُس کو نغمہ سے خوش کرتا ہے کبھی اُس کے سامنے ایسا چارہ ڈالتا ہے جس کو وہ بہت پسند کرتا ہو اور بادشاہ خود بھی بالطبع فیاض ہو - فیاضی سے اُس کی غرض لوگون کا صید کرنا ہو - نعمتون سے منعم کی محبت دلون مین پیدا ہوتی ہے اور محبت کی زنجیر آہنی زنجیر سے زیادہ سخت ہوا کرتی ہے ایسے ہی جو شخص اپنے آپ کو لوگون کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے تو اُس کو مناسب ہے کہ ایسا لباس گفتگو اور ادب اختیار کرے جس کی جانب لوگون کے دلون کو کشش ہو - اور آہستہ آہستہ اُنسے قریب ہوتا جائے اور اخلاص و محبت کو بغیر لاف و گزاف کے اُنپر ظاہر کرے کوئی ایسا قرینہ نہو جس سے وہ سمجھ جائین کہ یہ مہربانیان صرف اُن کے شکار کرنے کو ہین اور خوب اُن کی دل نشین کردے کہ اُس کا شمول اُن کے حق مین ناممکن ہے اور جب تک لوگون کے دلون مین اُس کی فضیلت اور فوقیت خوب بیٹھ نجائے برابر اسی کوشش مین اُس کو رہنا چاہئے - یہان تک کہ وہ اپنی آنکھون سے دیکھ لے کہ اُن کے سینون مین بادشاہی محبت اور تعظیم بھر گئی ہے اُن کے اعضا مین نیازمندی اور فروتنی سرایت کر گئی ہے اب بادشاہ کو ان سب امور کی نگرانی چاہئے - کوئی امر ایسا پیش نہ آئے جس کی وجہ سے اُن کی حالت مین

کوئی تبدیلی پیدا ہو۔ اگر بالفرض کوئی کوتاہی پیش بھی آجائے تو فوراً اُس کا تدارک کر دے مع اپنے لطف و احسان کے اور ظاہر کر دے کہ جو کچھ عمل میں آیا ہے بمقتضائے حکمت عملی آیا ہے۔ یہ اُن کے فائدے کے لئے ہوا ہے نہ مضرت کے لئے اور اُن سب امور کے بعد بادشاہ کو اپنی فرمانبرداری ثابت کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ سرکشوں سے انتقام لے۔ جس شخص کا اُس کو حال معلوم ہو کہ اُس نے جنگ میں یا خراج وصول کرنے یا کسی اور تدبیر میں کوئی کارنمایاں کیا ہے تو اُسپر زیادہ داد و دہش کرے اُسکے مرتبہ کو بلند کرے اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اُس سے پیش آئے اور جس شخص کی خیانت تخلف نافرمانی بادشاہ کو معلوم ہو اُس کے وظیفہ کو گھٹا دینا چاہئے اُس کے مرتبے کو کم کر دینا چاہئے اُس سے ترشروئی کرنی چاہئے اور بادشاہ کو بہ نسبت عام لوگوں کے زیادہ تونگری کی بھی ضرورت ہے اور بادشاہ کو مناسب ہے کہ لوگوں کو زیادہ تنگ نہ کرے۔ مردہ زمینوں کو زندہ کرنے پر اُن کو مجبور نہ کرے اور دور دور جانب کی حمایت اور حفاظت ضروری ہے۔ اور اگر کسی سے نہایت سخت گیری کرے تو پہلے اہل حل و عقد کو ثابت کر دے کہ یہ اسی کا مستحق ہے مصلحت کلی اسی کی مقتضی ہے اور بادشاہ کو چاہئے کہ اُس میں نہایت فراست کا مادہ ہو دلوں کے راز سمجھ سکتا ہو۔ اُس میں ایسی زیرکی ہو کہ اُس کے گمان ایسے ٹھیک ہوں جیسا کہ کسی چیز کو دیکھ رہا ہے یا سن رہا ہے۔ اور بادشاہ کے لیے ضرور ہے کہ ضروری امر کو کل پر نہ چھوڑے اور اگر رعیت میں سے کسی کو ایسا پائے کہ اُس کے دل میں بادشاہ کیجانب سے عداوت ہو تو جب تک اُس کو برہم نہ کر دے اور اُس کی طاقت کو ضعیف نہ کر دے اُس کو تسلی نہ ہو واللہ اعلم۔

باب ۲۵ - اپنے اعوان و انصار کی سیاست کے بیان میں۔

جب بادشاہ خود ان تمدن کی مصلحتوں کا کارپرداز نہیں ہو سکتا ہے اسلئے ضرور ہے کہ ہر ایک کام کے لئے اُس کے پاس معاون ہوں۔ معاونین میں یہ شرط ہے کہ اُن میں امانت کی صفت ہو اور جو خدمت اُن کے متعلق کی گئی ہے وہ اُس کی بجاآوری کر سکیں اور بادشاہ کے ظاہر و باطن میں فرمانبردار اور مخلص ہوں جس معاون میں یہ صفت نہ ہوگی وہ معزول کرنے کے لائق ہے۔ اگر بادشاہ اُس کے معزول کرنے میں سستی کریگا تو گویا وہ شہر کے ساتھ بددیانتی کریگا اور اپنی حالت کو خراب کر دیگا اور یہ بھی مناسب ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنا معاون نہ بنائے۔ جن کا معزول کرنا دشوار ہو یا قرابت وغیرہ کے سبب سے وہ ملکی حقدار سمجھے جاتے ہوں اسلئے کہ ایسے لوگوں کا معزول کرنا بھی نازیبا ہوا کرتا ہے اور بادشاہ اپنے مخلصین کی بخوبی تمیز رکھے بعض لوگ تو کسی بیم یا امید کے لئے اخلاص ظاہر کیا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو کسی حیلہ اور ذریعے سے اپنی طرف مائل رکھنا چاہئے اور بعض بے غرضانہ بادشاہ کے مخلص ہوا کرتے ہیں بادشاہ کا نفع اُن ہی کا نفع اور اُس کا نقصان اُن کا نقصان ہوا کرتا ہے ایسے

لوگون کی محبت صاف بے غل وغش ہوتی ہے ہر شخص کی ایک خاص پیدایشی طبیعت اور ایک خاص عادت ہوتی
ہے جس کا وہ عادی ہوا کرتا ہے اور بادشاہ کو یہ بھی مناسب ہے کہ ہر شخص کی حیثیت اور حالت سے زیادہ
خدمت کی توقع نہ رکھے ۔ معاونین کی خدمتین مختلف ہوا کرتی ہین انمین سے ایک حصہ مخالفین کی شر سے
ملک کی پاسبانی کرتا ہے اُن کی ایسی مثال ہے جیسے کہ بدن انسانی مین ہاتھ ہتھیارون کو تھامے ہوئے ۔
اور ایک حصہ شہر کی تدابیر کا منتظم رہتا ہے جیسے بدن انسان مین مدبر قوتین اور ایک حصہ ملکی مشیرون کا
ہوتا ہے جیسے آدمی کے لیے عقل اور حواس ۔ بادشاہ کا فرض ہے کہ روزانہ معاونین کیحالت کو دریافت
کرکے تمام واقعات اصلاح اور خرابی کو معلوم کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ اور تمام کارکن شہر کی مفید خدمتون
مین مصروف رہتے ہین اسلیئے شہر کو اُن کی مصارف کی کفالت کرنی چاہئے اور ضرور ہے کہ وہ یک
اور خراج جمع کرنے مین ایسا راہ راست اختیار کیا جاوے جس مین لوگون کو ضرر نہ پہنچے اور حوائج کے لئے
کافی ہو جائے اور یہ مناسب نہین ہے کہ ہر شخص اور ہر ایک مال سے ٹیکس وصول کیا جائے اور تمام
مشرقی اور مغربی قومون کے سلاطین نے خاص لحاظ کرکے اتفاق کیا ہے کہ مالدارون اور پلوان
سے محصول وصول کیا جائے اور اُن مالون سے جو ترقی پذیر ہین جیسے نسل والے چارپائے اور زراعت
وتجارت اگر کبھی زیادہ خراج لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو پیشہ ورون سے وصول کیا جاتا ہے اور بادشاہ
کا یہ بھی فرض ہے کہ لشکرون کی سیاست اِس طرح کرے جیسے ایک ماہر شہسوار گھوڑے کی درستی کرتا
ہے وہ ہر ایک قسم کی چال پویہ دوڑ قدم سے واقف ہوتا ہے گھوڑے کے تمام بُرے عادات توسنی
وغیرہ کو بخوبی جانتا ہے چابک للکارنے مہمیز وغیرہ سے گھوڑے کی بخوبی تنبیہ کرنے کو سمجھتا ہے اور
خوب اِن امور کا لحاظ رکھتا ہے جب کوئی ناپسندیدہ حرکت وہ کرتا ہے یا پسندیدہ حرکت کو ترک کرتا
ہے تو اُس کو اِسطرح تنبیہ کرتا ہے کہ اُس کی طبیعت اُس کو قبول کرلیتی ہے اور جس سے اُس کی تندی
فرو ہو جاتی ہے اِس تنبیہ مین شہسوار کو یہ لحاظ رہتا ہے کہ اُس کی طبیعت پریشان نہو جائے اور جس وجہ
سے اُس کو مارا ہے اُس کو نہ سمجھ سکے اور جس امر کو وہ گھوڑے کے سامنے پیش کرتا ہے اُس کی صورت
گویا اُس کے سامنے کھڑی کردیتا ہے اور خوب اُس کے دل مین بٹھا دیتا ہے اور اُس کی طبیعت مین
سزا کا خوف جما دیتا ہے اور جب غرض کے موافق اُس سے بخوبی کام ہونے لگتے ہین تو وہ اُس کی
مشاقی کو جب تک ترک نہین کرتا کہ جب تک یہ نہین دیکھ لیتا کہ اغراض مطلوبہ اُس کی طبیعت
اور عادت ہو گئی ہین اور اُس کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ اگر روک ٹوک نکی جائیگی تو خلاف اغراض
کیطرف میلان نکریگا ایسے ہی لشکرون کے منتظم پر بھی یہ ضرور ہے کہ مقصود طریقون کو خوب پہچان
سکے کہ کون کون سے امور کرنے کے قابل ہین اور کون سے امور نکرنے کے لایق اور ان امور سے بھی
واقفیت ہو کہ جنسے لشکریون کو متنبہ کرتے ہین اور منتظم کو چاہئے کہ ان امور کو کبھی ترک نہ کرے اور

معاونین کی تعداد محدود نہین ہے شہر کی جتنی ضرورتین ہوتی ہین اُن ہی کے موافق معاونین کی تعداد ہوا
کرتی ہے کبھی اُس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک کام کے لئے دو معاون ضروری ہون۔ تین اور کبھی
دو خدمتون کے لئے ایک ہی معاون کافی ہوتا ہے لیکن اصلی معاون پانچ قسم کے ہوتے ہین اول قاضی۔
قاضی مین یہ اوصاف ہونے چاہئین کہ آزاد ہو مرد بالغ اور عاقل ہو پوری طرح پر اپنی خدمت کو انجام
دے سکے معاملات کے طریقون سے اچھی طرح واقف ہو اُن مکرون سے خوب واقف ہو کہ اثناے خصومت مین
مدعی مدعا علیہ کیا کرتے ہین اُس مین صفت سختی اور حلم کی ہو اور دونو نیز خوب غور کرے اور دوسرا امیر لشکر۔
امیر لشکر کو چاہئے کہ سامان جنگ اور دلیر طبع اور شجاعت پیشہ لوگون مین باہم الفت قائم رکھے اور خوب
جانتا ہو کہ ہر شخص کو کہان تک نفع پہنچ سکتا ہے لشکریون کی ترتیب جاسوسون کے مقرر کرنے کی کیفیت
اُس کو خوب معلوم ہو اور مخالفین کی کیدون سے بخوبی آگاہ ہو۔ اور تیسرا منتظم شہر۔ منتظم شہر کا تجربہ کار
ہونا چاہئے جو شہر کی درستی اور خرابی کے طریقون سے خوب واقف ہو اُس مین سختی کے ساتھ حلم بھی
ہو اور ایسے خاندان کا ہو جو ناپسندیدہ امر کو دیکھ کر خاموش نہ رہ سکتے ہون اور منتظم شہر کو یہ بھی مناسب ہے کہ ہر
قوم کے لئے اُنھی مین سے ایک نقیب مقرر کرے جو اُس قوم کے حالات سے پورا واقف ہو اس نقیب کے
ذریعہ سے اُس قوم کے تمام حالات منتظم رہ سکتے ہین اور اُس قوم کی حالت کی دار و گیر اُس نقیب کے ذریعہ
سے کی جا سکتی ہے اور چوتھا عامل۔ عامل کو چاہئے کہ مالو نیز محصول لینے کی کیفیت سے واقف ہو اور یہ
جانتا ہو کہ مستحق لوگو نیز اِس آمدنی کو کیسی تقسیم کر سکتے ہین اور پانچوان وکیل۔ جو بادشاہ کے تمام اُن
امور کا متکفل ہو جو اُس کے معاش کے متعلق ہین اسلئے کہ بادشاہ احوال ملکی کیوجہ سے اپنی اصلاح معاش
کیطرف توجہ نہین کر سکتے ٭

باب ۲۶ - منافع چہارم کے بیان مین -

یہ حکمت کا وہ حصہ ہے جس مین شہرون کے حکّام اور بادشاہون کی حکمرانی کا بیان کیا جاتا ہے اور اُن تعلقات
کے محفوظ رکھنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے جو مختلف اقالیم کے باشندون کے مابین ہوا کرتے ہین۔ جب ہر ایک
بادشاہ اپنے شہر پر بلا استقلال حکومت کرتا ہے ہر ایک کو مالی حصہ ملتا ہے دلیر طبع لوگون کی جماعتین
اُس سے آملتی ہین تو مزاجون کے اختلاف اور استعدادون کی یکسان حالت نہونے سے اُن مین جو رو
تعدی کا مادہ آجاتا ہے اور رہنمائی کے راستے کو ترک کرکے ایک دوسرے کے شہر چھین لینے کی طمع کرتے ہین
جزئی خیالات اس کے باعث ہوتے ہین مثلاً کسی کو مالی خواہش ہوتی ہے کسی کو اراضی کے یا صرف تنگ
و حسد کے سبب سے اُن مین باہمی رنجشین پیدا ہو کر نوبت جنگ و جدال کی آیا کرتی ہے جب باہم بادشاہون
مین یہ خرخشے بڑھتے رہتے ہین اسلئے ان امور کی اصلاح کے لئے خلیفہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ خلیفہ سے

ایسا شخص مراد ہے جسکے قبضہ مین اتنی لشکر اور سامان ہون کہ دوسرے شخص کا اُس سے ملک لینا بمنزلہ
ناممکن کے ہو ایسے شخص سے ملک کو لینا جب ہی ممکن ہوتا ہے کہ نہایت درجہ کوشش اور محنت کیجائے بہت
سی جماعتین متفق ہون بکثرت مال صرف کیا جائے ایسا اہتمام لوگون سے نہین بن پڑتا عادۃً ایسا ہونا ناممکن
ہے جب خلیفہ قرار پاجاتا ہے اور ملک مین اپنی عمدہ سیرت کا وہ عملدرآمد کرتا ہے اور تمام زبردست لوگ اور شاہ
اُس کے فرمان پذیر ہوتے ہین تو خدا کی نعمت کامل ہوجاتی ہے شہرون اور لوگون مین خاموشی پیدا ہوجاتی
ہے اُن مضرتون کے دور کرنے کے لئے جو لوگون کو درندہ طبیعتون سے پہنچتے ہین کہ اُن کے مالون کو وہ تاخت
تاراج کرتے ہین اُن کی اولادون کو اسیر کرلیتے ہین اُن کے ننگ ناموس کی پردہ دری کرتے ہین خلیفہ کو
جنگ کرنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے - اِسی ضرورت کیوجہ سے بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا -
ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ (ہمارے لئے ایک بادشاہ کو بھیجو تاکہ ہم خدا کی راہ مین لڑین) ابتداً
جب نفسانی خواہشون یا درندون کی سیرت پیدا کرلینے سے لوگون کی حالت خراب ہوجاتی ہے اور وہ
ملک مین خرابیان پیدا کرتے ہین تو بلاواسطہ یا انبیا کے ذریعے سے خدا سبحانہ الہام فرماتا ہے کہ ایسے لوگون کا
رعب وداب اُٹھا دیا جائے اور اُن مین جو بالکل قابل اصلاح نہو وہ قتل کردیا جائے اِس قسم کے لوگ نوع انسانی
مین ایسے ہوتے ہین جیسے کوئی عضو اکلہ (گلنے) کی بیماری سے ماؤف ہوجائے - لولا دفع اللہ الناس
بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع (اگر خدا لوگون کو بعض لوگون کے ذریعہ سے دفع نہ کرے تو
تمام کلیسا اور عبادت خانے منہدم کردئے جائین) مین اسی ضرورت کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسی
لئے خدا نے فرمایا ہے وقاتلوہم حتے لاتکون فتنۃ (اُن سے جب تک لڑو کہ کوئی فتنہ برپا نہو) اور
خلیفہ بغیر مالی طاقت اور لوگون کی زبردست جماعتون کے بادشاہون سے مقابلہ کرکے اُن کے رعب
داب کو اُٹھا نہین سکتا ہے اور اُن امور کے لئے ضرور ہے کہ خلیفہ اُن اسباب سے واقف ہو جو جنگ
وصلح کے مقتضی ہوا کرتے ہین خراج اور جزیہ لگانے کے طریقون کو جانتا ہو اُس کو اِس مین تامل کرنا چاہئے
کہ مقابلے سے کیا مقصود ہے کسی ظلم کا دفع کرنا ہے یا ناپاک درندون کی سی طبایع کا تباہ کرنا جن کی اصلاح
سے بالکل مایوسی ہو یا اُن لوگون کے رعب وداب کو گھٹانا جو نایاکی مین پہلونکی نسبت کم درجے کی ہین یا
کسی قوم مفسد ملک کی قوت کو اس طرح توڑنا کہ اُن کے مدبر سردار قتل کردئے جائین یا اُن کے مالون اور
اراضی کی ضبطی کی جائے یا رعیت کا رخ اُن سے پھیر دیا جائے خلیفہ کو یہ زیبا نہین ہے کہ کسی غرض کے
حاصل کرنے کے لئے اس سے زیادہ سخت اور مشکل امر مین پھنس جائے مثلاً مالی فوائد کے لئے اپنے رفقا کی
ایک عمدہ جماعت کو فنا کردے خلیفے کا فرض ہے کہ لوگون کے دلون کو اپنی طرف پھیرے ہر ایک کی نفع
رسانی کا اندازہ رکھے اور ہر شخص کی جو حالت ہے اُس سے زیادہ کسی پر اعتماد نکرے اور رؤسا اور
دانشمند لوگون کی بلندی مرتبہ کا خیال رکھے اور ترغیب اور تخویف سے اُن کو لڑائی پر آمادہ کرتا رہے اور

ابتدائی حالت مین اس کا اہتمام رکھے کہ ماتحت بادشاہ کی جماعت متفرق رہے انکو غلبہ نہونے پاوے انکے
دل خائف رہین حتی کہ وہ سب کے سب حضوری مین دست بستہ رہین اور اپنے لئے کچھ منصوبہ نہ کرسکین جب ایسا بانی
مین انہیں کامیابی ہو جائے تب لڑائی سے پہلے اپنے گمان سے خوب ان کا اندازہ کرے اگر اب بھی اس کو اندیشہ
ہو کہ فساد سے باز نہ آوینگے تو گران گران خراج انپر بٹھاتا جائے سخت جرمانے سے ان کو زیر بار کرتا رہے ان کے
قلعون کو مسمار کردے ان کو ایسا عاجز کردے کہ پھر انسے ایسی حرکت نہو سکے اور چونکہ خلیفہ ایک ایسے مزاج
کا محافظ ہوتا ہے جو نہایت مخالف خلطون سے حاصل ہوا کرتا ہے اسلئے بہت ضرور ہے کہ وہ خود بیدار طبع ہو
اور ہر طرف جاسوسون کو بھیجتا رہے اور ہمیشہ فراست اور دوربینی سے کام لیتا رہے جہان کہین دیکھے کسی
لشکر کی ایک جماعت نے اتفاق کرلیا ہے تو فوراً ایک دوسری جماعت کو متعین کرے کہ ان سے نہ مل
سکین اور اگر کسی شخص کو دیکھے کہ خلافت کا خواہان ہے تو اس کی ہمراہی اس کی شوکت اور عافیت
کے باطل کرنے مین تامل نہ کرے اور سب لوگون کے لئے یہ طریقہ قرار دے کہ سب اس کے حکم کو قبول کرین
اور اس کے اخلاص کی تحقیق مین یہ صرف زبانی ہی قبول نہو بلکہ قبول کی ظاہری علامت ایسی ہو جس
سے رعایا پر دار و گیر کی جائے شاہانہ شان کے لئے متفق ہوکر دعا مانگتے رہین بڑے بڑے مجمعون مین اس کی رفعت
شان کا اظہار ہو اور جس لباس اور ہیئت کا خلیفہ حکم دے اس کو دل سے اختیار کرین جیسے فی زمانا
خلیفہ کا اشرفیون پر نام کندہ ہوتا ہے واللہ اعلم

باب ۲۷ اس بیان مین کہ اصول منافع پر سب لوگونکا اتفاق ہے۔

اقالیم معمورہ کے شہرون مین سے کسی شہر کی معتدل المزاج عمدہ اخلاق قومون مین سے کوئی قوم حضرت آدم علیہ السلام
کے عہد سے لیکر روز قیامت تک ان تدابیر منافع سے خالی نہین رہی اور نہ رہ سکتی ہے ہر زمانے مین درجہ بدرجہ ان تدابیر کے
اصول سب کے نزدیک مسلم رہتے آئے ہین جو شخص ان تدابیر کی مخالفت کرتا ہے لوگ اس سے نہایت
بیزاری ظاہر کرتے ہین اور چونکہ وہ نہایت مشہور ہو گئی ہین اسلئے بدیہی امور کے درجہ مین سمجھی جاتی ہین ان
تدابیر کی صورتون اور فروعات کے اختلاف سے بیان بالا کی تکذیب نہین ہوتی اسلئے کہ مثلاً سب کا
اتفاق ہے کہ مُردون کی عفونت دور کیجائے اور انکی برائی ظاہر نہو لیکن اس کی صورت مین لوگ مختلف
ہین بعض زمین مین دفن کرنا پسند کرتے ہین بعض آگ مین جلانے کو اچھا خیال کرتے ہین سب اس پر
متفق ہین کہ نکاح کی شہرت دیجائے تاکہ حاضرین کے سامنے اس مین اور زنا مین تمیز ہو جائے لیکن اس
کے لئے مختلف صورتین قرار دی گئی ہین بعض نے گواہون اور ایجاب و قبول اور ولیمہ کو بہتر سمجھا ہے اور
بعض نے دف اور رنگ ڈھنگ راگ اور لباس فاخرہ کو جو کہ صرف بڑی بڑی دعوتون مین ہی پہنا جاتا ہے سب
اسپر متفق ہین کہ زانیون اور چورونپر زجر اور توبیخ کی جائے بعض نے سنگساری اور ہاتھ کا قطع کرنا پسند کیا ہے

بعض نے تکلیف دہ زدوکوب یا سخت قید یا سخت جرمانون کی سزا اختیار کی ہے اور نیز دو قسم گروہون کے ان اصولون کے مخالف ہونے سے ہمارے قول کی تردید نہین ہوتی ◆

(۱) احمق لوگون کے مخالفت جن کی حالت چارپایون سے ملتی جلتی ہے عام لوگ یقیناً جانتے ہین کہ اُن کے مزاج ناقص اور اُن کی عقلین بیہودہ ہوتی ہین اور ان لوگون کی بلاہت اس ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان تدابیر نافع کے پابند نہین ہوا کرتے ◆

(۲) فاسق وفاجر اگر اُن کا دل ٹٹولا جائے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ تدابیر نافع کے معتقد ہین لیکن اُنپر نفسانی خواہشین غالب ہو جاتی ہین جو اُنسے نافرمانیان کروا تی ہین وہ خود خوب سمجھتے ہین کہ ہم گنہگار ہین اور لوگون کی بیٹیون اور بہنون سے زنا کرتے ہین اور اگر کوئی اُن کی بیوی یا بہن سے ایسی حرکت کرے تو غصے سے کانپنے لگین وہ خوب جانتے ہین کہ لوگوپر اُن بُرائیون کا وہی اثر ہوتا ہے جو اُنپر ہوتا ہے اور ایسے ایسے اثرون اور امور کا ہونا انتظام مُدن کے لئے مضر ہے لیکن خواہش اُن کو اندھا کر دیتی ہے چوری اور غصب کا بھی یہی حال ہے یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ لوگون نے بلاوجہ ان تدابیر پر اتفاق کرلیا ہے اور سب کی تدابیر کا یکسان ہونا محض اتفاقی امر ہے جیسے کہ تمام اہل مشرق اور مغرب ایک ہی غذا اختیار کرین یہ خیال محض دھوکہ ہے یہ نہین ہے بلکہ سلیم فطرت فیصلہ کرتی ہے کہ سب لوگون کا ان امور پر اتفاق کرنا حالانکہ اُن کے مزاج مختلف اُن کے شہر دور دراز اُن کے مذاہب جداجدا ہین صرف قدرتی مناسبت سے ہے جو نوعی صورت سے پیدا ہوئی ہے تمام آدمیون نے کثیر الوقوع ضرورتون کیوجہ سے اُن کو اختیار کیا ہے اور صحت نوعی اُس کی باعث ہوئی ہے جو لوگون کے مزاجو نمین پڑی ہوئی ہے اگر کوئی شخص بیابان مین پیدا ہو جو اطراف آبادیون سے دور ہو اور کسی سے وہ مراسم نہ سیکھے تو ضرور ہے کہ اُس کو کھانے پینے تشنگی خواہش نفسانی کی حاجتین عارض ہونگی اور عورت کی رغبت بالطبع اُس مین پیدا ہوگی اور جب مرد عورت کا مزاج صحیح ہوگا تو ان سے اولاد بھی پیدا ہوگی اور خاندان کی بنا پڑنے لگیگی اور پھر باہم معاملات ہونے لگینگے اور تدابیر اولی منتظمانہ صورت مین ظاہر ہونے لگینگی اور جب اُن کی اور بھی کثرت ہوگی تو ضرور ہے کہ کامل الاخلاق لوگ بھی اُن مین ہونے لگینگے اور ایسی واقعات پیش آنے لگینگے جن سے تمام تدابیر متحقق ہوتی جائینگی ◆ واللہ اعلم ◆

باب ۷۲ - اُن رسمون کے بیان مین جو لوگونمین مشتہر ہوتی ہین

معلوم کرنا چاہئے کہ رسمین تدابیر کے لئے ایسی ہین جیسے بدن انسان کے لئے دل مذاہب نے اُن کا بالذات اور سب سے پہلے قصد کیا ہے اور شرایع الٰہیہ مین اُنہین کے مباحث اور اشارات ہوا کرتے ہین رسمون کے پیدا ہونے کے بہت سے اسباب ہین مثلاً حکما کا اُن کو مستنبط کرنا اُن دلوںپر خدا کا الہام جن کو انوار ملکی سے خدا نے مؤید کیا ہے۔ رسمونکے مختلف اسباب ہوتے ہین جن کے سبب سے

وہ لوگون مین پھیلتی مین کبھی کسی بڑے بادشاہ کا طریقہ ہوتا ہے جسکے سب لوگ مطیع ہوتے ہین اور کبھی
وہ اُن امور کی تفصیل اور تشریح ہوتی ہین جن کو لوگ اپنے دلون مین موجود پاتے ہین اور اپنی دلی شہادت
سے اُن کو قبول کر لیتے ہین اور کبھی رسم کے چھوڑنے سے اُن کو غیبی سزا ملنے کا تجربہ ہوتا ہے اسلئے
وہ نہایت اہتمام سے اختیار کر لیتے ہین یا اُن کے ترک کرنے سے کوئی فساد پیدا ہوتا ہے یا رسمیں عقلمندون
کے قایم کرنے سے وہ پیدا ہوتی ہین ایسے لوگ اُن رسمون کے ترک کرنے پر ملامت کیا کرتے ہین اہل
بصیرت کو طریقون کے زندہ کرنے یا اُن کو مردہ کرنے سے اکثر شہرون مین نظایر بالا سے تصدیق کرنے
کی توفیق اکثر حاصل ہوجایا کرتی ہے ❊

اور مستقل طریقے اپنے اصلی حالت مین درست ہوتے ہین اسلئے کہ اُن سے عمدہ تدابیر کی حفاظت
ہوتی ہے اور اُن کے ذریعے سے افراد انسانی کو کمالِ نظری یا عملی حاصل ہوتا ہے اور اُن کے نہونے
سے اکثر لوگ بہایم طبع ہو جاتے ہین اکثر آدمی نکاح و معاملات مقصود طریقے کے موافق کرتے ہین اور جب
اُن سے اسکا سبب پوچھا جاوے کہ اُن قیدون مین وہ کیون پھنسے ہوئے ہین تو وہ یہ جواب دینگے کہ ہم
لوگون کی موافقت سے ایسا کرتے ہین اُن کی نہایت کوشش کا نتیجہ اُن امور کی پابندی کے متعلق
ایک علم اجمالی ہوتا ہے کہ جس کو صاف طور پر اُن کی زبان بیان نہین کر سکتی تو اُس کا کیا احتمال
ہے کہ اُن امور کی تدابیر کی وہ تمہید بیان کر سکین ایسے لوگ اگر اِن طریقون کی ضروری پابندی نہ کرین
تو تقریبًا وہ بہایم صفت ہو جاوینگے لیکن ان رسمون مین کبھی باطل چیزین بھی شامل ہوجاتی ہین اور
لوگون کو اُن کے عمدہ ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اِسطرح پر کہ ایسے خاندان کو کبھی ریاست حاصل ہو جاتی ہے
اور جن پر جزئی رائین غالب ہون تو وہ کلی مصلحتون کا خیال نہ کرین اسلئے رہزنی اور غصب وغیرہ
درندون کے سے کام کرنے لگین یا نفسانی خواہشون کے موافق کام کرین جیسے لواطت اور مردون کا
زنانہ پن یا پُرضرر پیشے اختیار کرین رباخواری کرین اور وزن پیمانہ مین کمی کرین یا لباس اور بیویون مین
ایسے عادات اختیار کرین جن مین فضولی اور اسراف ہو اُن اشیا کے موجود و مہیا کرنے مین بڑے اہتمام
کی ضرورت پڑے یا تفریح کے لئے اپنے شوق بڑھائین جنکے سبب سے امور معاش و معاد معطل ہو جائین
جیسے مزامیر شطرنج شکار کبوتر بازی وغیرہ یا مسافرون پر پُر مشقت محصول مقرر کرین اور رعیت سے ایسے
خراج وصول کرین جس سے وہ تباہ ہوجائے یا باہم حرص و بغض زیادہ کر لین اُن کو یہ عمدہ معلوم ہوتا ہو
لوگون سے ایسا برتاؤ کرین اور اُس کو ناپسند کرتے ہین کہ اور لوگ اُن سے ایسا معاملہ کرین اپنے
دلون کے مرتبے اور شوکت کیوجہ سے کوئی شخص اُن پر حرف گیری نہ کر سکتا ہو اُن کے بعد اُسی خاندان
کے فاسق و فاجر لوگ اپنے اعمال کی پیروی کرین اُن اعمال مین مدد دین اُن کے پھیلانے مین خوب
کوشش کرین یا ایسے لوگ پیدا ہون کہ جن کی طبیعتون مین نہ اعمالِ صالحہ کا قوی میلان ہو نہ اعمالِ فاسد

کا لیکن رؤسا ہی کی حالت دیکھ دیکھ کر اُن مین بھی اُن ہی امور کی آمادگی پیدا ہو جائے یا عمدہ راستے ہی
اُن کو آسانی نہ مل سکین اسواسطے وہ ایسے امور کو اختیار کرلین ایسے خاندانون کی اخیر حالت مین بھی
ایسے لوگ باقی رہا کرتے ہین جن کی فطرتین درست ہوتی ہین وہ اُن سے میل جول نہین رکھتے اور غصے
کی حالت مین خاموش رہتے ہین ایسی خاموشی سے بھی مذموم طریقے مستحکم ہونے رہتے ہین ایسی حالت مین
کامل العقل لوگون کا فرض ہے کہ حق کے پھیلانے وجاری کرنے مین باطل چیزون کے نابود کرنے مین پوری
کوشش کرین اکثر حق کی تائید کے لئے نزاعون اور لڑائیون کی نوبت بھی آتی ہے بلکہ یہ نزاعین تمام
نیک کامون مین سے افضل ہوا کرتی ہین اور جب رہنمائی کے طریقے خوب منعقد ہوجاتے ہین اور ہر زمانے
مین لوگ اُن کو تسلیم کرتے ہین تو انہی پر اُن کی موت زندگی ہوتی ہے اور دل اور خیالات اُن طریقون
سے مملو ہوتے ہین اور وہ سمجھ لیتے ہین کہ یہ طریقے اصل تدبیرون کے لئے لازم ہین ایسی حالت مین اُن کی
نافرمانی ایسے ہی لوگ کرتے ہین جن کی طبیعتون مین بہت ہی بے باکی ہوتی ہے اور وہ سبک حرکات
ہوتے ہین اور اُن کی نفسانی خواہشین اُنپر غالب ہوتی ہین اور ہوا پرستی اُن کی عادت ہو جاتی ہے وہ
ایسی نافرمانیان تو کرتے ہین لیکن یہ خوب جانتے ہین کہ ہم گنہگار ہین مصلحت کلی مین اور اُن مین ایک
پردہ حائل ہو جاتا ہے اور جب وہ کام بے باکانہ طور پر کرتے ہین تو اُن کی نفسانی مرض کی کیفیت صاف
صاف معلوم ہوتی ہے اور اُن کے ذہن مین رخنہ پڑ جاتا ہے اور جب خوب صاف صاف یہ باتین دل
مین قرار پا جاتی ہین تو ملاء اعلےٰ کی دعائین اور اُن کی نیاز مندئین اُس طریقے کے موافقین کے لئے پابند
ہوتی ہین اور اُن کے مخالفون پر اُن کی بد دعا ہوتی ہے اور حظیرۃ القدس مین موافق کے لئے خوشنودی
اور مخالف کے لئے ناخوشی ظاہر ہوتی ہے جب اُن طریقون کی یہ حالت ہوتی ہے تو وہ اس فطرت سے
شمار کئے جاتے ہین جنپر خدا نے لوگون کو پیدا کیا ہے +

چوتھا مبحث سعادت کے بیان مین

باب ۲۹ - سعادت کی حقیقت کے بیان مین -

معلوم کرنا چاہئے کہ انسانی کمالات مختلف ہین بعض باقتضاے صورۃ نوعی ہوتے ہین اور بعض نوعی نہین
اور وہ بھی جنس قریب یا بعید کے اقتضاے ہوتے ہین لیکن سعادۃ کا وہ حصہ جن کے مفقود ہونے سے
انسان کو مضرت ہوتی ہے اور درست عقل کے لوگ اُس کا نہایت اہتمام اور قصد کرتے ہین وہ پہلا
حصہ نوعی کمالات کا ہے اسلئے کہ عادۃً تعریف کے قابل کبھی ایسی صفات ہوتی ہین کہ معدنی اجسام بھی
اُس مین شریک ہین مثلاً درازی قد اور بزرگی قد اگر سعادۃ اسی کو قرار دین تو پہاڑون مین سعادت کی
صفت پوری پوری ہونی چاہئے اور بعض صفات ایسے ہین کہ وہ نباتات مین بھی ہوتے ہین جیسے

مناسب نشو و نما دنیا میں تر و تازہ صورتیں اگر اس کو سعادت کہینگے تو پچھو نہیں کامل سعادت ہوگی اور بعض صفات ایسی ہیں جن میں حیوانات شریک ہیں جیسے زور اور ہی بلند آوازی چستی کی طاقت زیادہ کھانا پینا غضب اور کینہ کا زیادہ ہونا اگر اسی کا نام سعادت ہو تو گدھے میں سعادت زیادہ ہونی چاہیئے اور بعض صفات ایسے ہیں کہ صرف انسان ہی کا وہ حصہ ہے جیسے مہذب اخلاق عمدہ تدابیر اعلیٰ قسم کی صنعتیں بلند ہی رتبہ بادی الرائے میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں امور کا نام سعادت ہے یہی وجہ ہے کہ تمام انسانی طبیعتوں میں کامل العقل اور درست رائے لوگ انہیں اوصاف کو حاصل کیا کرتے ہیں اور ان کے علاوہ اور اوصاف کو گویا وہ قابل تعریف ہی نہیں جانتے لیکن ابھی تک پوری تنقیح نہیں ہوئی اسلئے کہ تمام افراد حیوانی میں ان اوصاف کی اصل موجود ہے مثلاً شجاعت کی بنیاد ہے غصہ انتقام لینا شدائد میں ثابت قدمی مہلکات کیطرف اقدام اور یہ سب امور درندہ بہایم میں موجود ہیں لیکن اُن کو شجاعت جب ہی نام رکھا جاتا ہے کہ نفس ناطقہ کے فیضان سے اُنہیں تہذیب آتی ہے اور مصلحت کلیہ کی اطاعت سے اُن کا صدور ہوتا ہے عقلی خواہش اُن کو پیدا کرتی ہے اور ایسے ہی اور صفتوں کی اصل بھی حیوانات میں موجود ہے چڑیا اپنے آشیانے کو بناتی ہے بلکہ اکثر صنعتیں ایسی ہیں کہ حیوانات بالطبع اُن کو بناتے ہیں اور انسان بتکلف بھی ویسی نہیں بنا سکتا ہے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ امور بھی اصلی سعادت نہیں ہو سکتے بلکہ ان کو بالعرض سعادت کہہ سکتے ہیں۔ اور سعادت یہی ہے کہ بہیمی حالت نفس ناطقہ کے تابع ہو خواہش عقل کے تابع ہو۔ خواہش پر عقل کی حکومت ہو باقی سب خصوصیات لغو ہیں معلوم کرو کہ حقیقی سعادت سے جن امور کو تعلق ہے وہ دو قسم کے ہیں ایک قسم ایسی ہے جس میں پیدائشی طور پر نفس ناطقہ کا فیضان امور معاش میں ہوتا ہے لیکن اس قسم سے خلق مطلوب کا پوری طرح پر حاصل ہونا ممکن نہیں ہے اس قسم کے مرتین افعال کے لئے جزئی فکروں میں اکثر خوض کرنا پڑتا ہے اور ایسی حالت کمال مطلوب کے خلاف ناقص شخص کی ہوا کرتی ہے جیسے کہ کوئی شخص غصہ اور کشتی کے جوش دلانے سے شجاعت حاصل کرنا چاہے یا عرب کے اشعار اور خطبوں کی واقفیت سے فصیح بننا چاہے اسلئے کہ اخلاقی امور کا ظہور اپنے ہمجنسوں کی مزاحمتوں سے ہوتا ہے اور ضرورتوں کے پیش آنے سے منافع حاصل ہوا کرتے ہیں اور آلات و مادہ سے صنعتوں کی تکمیل ہوا کرتی ہے اور یہ سب امور دنیوی زندگی کے ختم ہو جانے سے ملے ہو جایا کرتے ہیں اگر وہ ناقص اسی حالت میں مر جائیگا اور اُس کو ان امور سے کچھ بیزاری بھی ہوگی تب تو وہ صرف اصلی کمال سے ہی محروم رہیگا اور اگر ان تعلقات کی صورتیں نفس کو لپٹی ہونگی تو نفع سے زیادہ اُس کو مضرت ہوگی +

اور دوسرا حصہ وہ ہے جس کی بہیمیت ملکیت کے تابع ہو کر بہیمیت ملکیت کے اشارہ سے سب امور کی بجا آوری کرے اور اُسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور قوۃ ملکی ایسی ہو کر بہیمیت کے ادنے

اثرون کو قبول نہ کرسکے اُس کے کمینہ نقوش اُس مین نہ جم سکین جیسے موم مین انگشتری کے نقوش جم جاتے
ہین اور اُس کا طریقہ یہہ ہے کہ ملکی طاقت اپنی ذاتی خواہشون کو بہیمیت کے سامنے پیش کرکے
اُس سے مطالبہ کرتی رہے اور بہیمیت اُس کی اطاعت کرے کسی قسم کی بغاوت اُس کی جانب
سے نہو اُن کی تعمیل سے باز نہ رہے اور ایسے ہی ملکی طاقت اپنی خواہشون کا بہیمیت سے اصرار کرتی
رہے حتی کہ وہ اُس کی عادی ہوکر مشتاق ہوجائے یہ سب ملکی خواہشین جو ملکیت کے لیئے ذاتی ہونگی
اور بہیمیت کو بمجبوری اُن کی تعمیل کرنی ہوگی وہ سب اِس قسم کی ہونگی کہ اُن مین ملکیت کو خوشی اور
کشایش ہوگی اور بہیمیت کی تنگ دلی اِس سے عالم الملکوت کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور جبروت
کی کیفیت نظر آنے لگتی ہے یہ حالتین قوت ملکی کا خاصہ ہین اور قوت بہیمی کو اُن حالات سے نہایت بعد
ہوتا ہے اور اسی قسم مین سے ہے کہ قوت بہیمی کی خواہشین اور اُس کے لذائذ اور وہ امور جن کا جوش
بہیمیت مین زیادہ شوق ہوا کرتا ہے ترک کردیجائین اِس حصے کا نام عبادات اور ریاضات ہے یہ اُن
مقصود اخلاق کے حاصل کرنے کے لئے دام ہے جو موجود نہین ہوتے اسلیئے اِس مقام کی تحقیق کا انجام یہ ہوا کہ
بغیر عبادات کے اصلی اور حقیقی سعادت حاصل نہین ہوسکتی اسی لئے صورت نوعیہ کے روشندان سے
مصلحت کلی افراد انسانی کو ندا کرتی ہے اور نہایت تاکیدی حکم کرتی ہے کہ بقدر ضرورت اُن صفات
کی اصلاح کیجائے جو انسان کے لئے کمالِ ثانی ہین اور غایت ہمت اور نہایت توجہ سے تہذیب نفس
حاصل کیجائے اور نفس ایسی ایسی ہیئتون سے آراستہ وپیراستہ کیا جاوے جن کی وجہ سے وہ ملاء اعلےٰ
کے ہمرنگ ہوجاوے اُس مین ایسی استعداد پیدا ہوجاوے کہ عالم جبروت وملکوت کے اثر اُس مین پیدا
ہوسکین قوت بہیمی اُس کے زیر فرمان رہے اور وہ ملکی احکام کا مظہر بنجاوے افراد انسانی مین جب
نوعی تندرستی ہوتی ہے اور اُن کا مادہ احکام نوع کے پوری طرح پر ظاہر ہونے کے قابل ہوتا ہے تو اُن
مین اِس سعادت کے حاصل کرنے کا شوق ہمیشہ رہتا ہے اور اِس سعادت کیطرف اُن کی کشش
ایسی ہوتی ہے جیسے لوہے کی مقناطیس کیطرف یہ ایک جبلی فطری امر ہے جو خدا نے لوگون کی طبیعت
مین پیدا کیا ہے اور اسیواسطے لوگون مین سے معتدل المزاج کوئی فرد ایسا نہین ہوا جس مین ایسا عظیم الشان
حصہ موجود نہو جو اُس کو اِس خلقی کمال کے حاصل کرنے کا اہتمام نہو اور اُس کو اعلےٰ ترین سعادت تسلیم
نہ کرتا ہو سلاطین اور حکما اور اُن سے پست درجہ کی لوگ جانتے ہین کہ ایسے لوگون کو اُن مقاصد پر
کامیابی ہوئی ہے جن کا درجہ دنیوی سعادت سے برتر ہے یہ لوگ فرشتون مین مل گئے ہین اُن ہی کی
جماعت مین منسلک ہوئے ہین حتے کہ یہ سب لوگ اُن سے برکت لیتے ہین اور اُن کے ہاتھ پاؤن
پر بوسہ دیتے ہین پس تمام عرب اور عجم کا اسپر متفق ہونا حالانکہ اُن کے عادات اور مذاہب مختلف
ہوتے ہین اور اُن کے وطن دور دراز ہوتے ہین اور بوحدت نوعی سب کا ایک ہی حالت کا مقر

ہونا پیدائشی اور فطری مناسبت کے سبب سے ہے۔ یہ اتفاق کچھ بعید نہین ہے اسلئے کہ معلوم ہو چکا ہے کہ قوت ملکی اصل فطرت انسانی مین موجود ہے اور سب لوگ نہین افضل اور اعلا درجے کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہین واللہ اعلم۔

باب ۳۰۔ اس بیان مین کہ لوگ اس سعادت انسانی کی حاصل کرنے مین مختلف ہوا کرتے ہین۔

معلوم کرنا چاہئے کہ جیسے لوگ شجاعت اور تمام اخلاقی اوصاف مین مختلف ہوا کرتے ہین یعنے ایسے لوگ ہوتے ہین کہ جن مین شجاعت کا وصف موجود نہین ہوتا اور کسی ایسی مخالف حالت کی وجہ سے جو ان کی نفس طبیعت مین ہوتی ہے شجاعت کے حاصل ہونے کی امید ہی نہین ہوتی جیسے کہ مخنث اور نہایت کمزور اور بعض لوگون مین بالفعل شجاعت نہین ہوتی لیکن شجاعت کے مناسب افعال اور اقوال اور مناسب ہیئتون کی مشاقی کے بعد ان کے شجاع ہونے کی امید ہو سکتی ہے جب شجاع لوگون سے وہ ان اقوال اور افعال کو حاصل کرتے ہین اور پیشوایان شجاعت کے تذکرے اور واقعات کو یاد کرتے ہین تو سختیون مین ثابت قدمی ہلاکی کے موقعون پر ان سے اقدام ہونے لگتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اصلی خلق ان کی طبیعت مین پیدائشی ہوتا ہے ہمیشہ وہ اس کی لاف زنی کرتے ہین اگر اس خلق سے ان کی طبیعت روکی جائے تو ان کو بہت تنگ دلی ہوتی ہے اور ناگواری سے وہ خاموش رہ سکتے ہین اور اگر ان کی پیدائشی حالت کے مناسب کوئی حکم دیا جاوے تو ان کی ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے گندھک شعلہ آتشین کے قریب پہنچتے ہی فوراً مشتعل ہو جاوے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ ان مین نہایت کامل طور پر کسی خلق کی پیدایش ہوتی ہے وہ اس کے مناسب اس ہی کی خواہشون کی طرف عجلت کرتے ہین اگر ان کو بزدلی کی طرف بزور بلائین تو وہ بالطبع اس کو قبول نہین کرتے بغیر کسی رسم و رواج اور بغیر کسی دوسرے کی خواہش کے ان کو اس خلق کے کامون اور ہیئتون کا کرنا آسان ہوتا ہے ایسا آدمی اس خلق کا امام ہوا کرتا ہے اس کو کسی اور امام کی حاجت نہین ہوا کرتی ہے اور جو لوگ اس خلق مین اس سے کم درجے کے ہوتے ہین انہین ضرور ہوتا ہے کہ اس کے طریقے کو مضبوطی سے اختیار کرین اور اس کی حالتون اور واقعات کو اہتمام سے یاد کرتے رہین تاکہ ان کو وہ اخلاقی کمال حاصل ہو سکے جسکی توقع ہو سکتی ہے ایسے ہی لوگ اس خلقی حالت پر مختلف ہوتے ہین جس پر ان کی سعادت کا مدار ہے بعض مین وہ حالت ایسی مفقود ہوتی ہے جس کی درستی کی امید ہو ہی نہین سکتی جسکو حضرت خضر نے مار ڈالا تھا وہ بالطبع کافر تھا صم بکم عمی فہم لا یرجعون مین اسکی ہی طرف اشارہ ہے اور بعض لوگون مین اصلاح کی امید ہوتی ہے لیکن جب وہ سخت سخت ریاضتین کرین اور اعمال پر مداومت کرین نفس ان اعمال سے متاثر ہوتا رہے اسکے لئے انبیا کی جوش دہندہ دعوت اور ان کے منقول شدہ طریقون کی

ضرورت ہوتی ہے اِسقدرکم لوگ اکثر ہوا کرتے ہین بعثت انبیا کے لیئے بالذات یہی لوگ مقصود ہوا کرتے ہین اور بعض لوگون مین اجمالی طور پر خلق کیحالت موجود ہوتی ہے اُن سے اُس خلق کے اثر ظاہر ہوا کرتے ہین لیکن وہ تفصیلی امور مین اور اُس خلق کے مناسب اکثر ہئیتون کے درست کرنے مین امام کے محتاج ہوتے ہین یکاد زیتہا یضئ ولو لم تمسہ نار (قریب ہے کہ اُس کا روغن روشن ہو وے اگرچہ اُس کو آگ بھی نہ لگے) مین اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے اِن لوگون کو سُباق کہتے ہین اور لوگون مین ایک طبقہ انبیا کا ہے وہ اُس خلق کے کمالات کو مرتبہ فعلیۃ مین لاسکتے ہین اُس کی مناسب ہئیتون کو اختیار کرتے ہین اُس خلق کے حصہ مین جو کمی ہو اُس کے حاصل کرنے کی اور جو موجود ہو اُس کے باقی رکھنے کی کیفیت کو اختیار کرتے ہین بغیر کسی رہبر اور امام اور کسی کی دعوت کے وہ ناقص کو پورا کرتے ہین وہ بمقتضاے فطرت جیسا جیسا کہ عمل کرتے رہتے ہین تو اُن کے اِس عملدرآمد سے ایسے قانون منتظم طور پر مرتب ہو جاتے ہین جو لوگون مین یادگار رہتے ہین اُن کو لوگ اپنا دستورالعمل کر لیتے ہین جب آہنگری اور درودگری وغیرہ عام لوگون کو بغیر اُس کے حاصل نہین ہوتی ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے منقول شدہ طریقون کا استعمال کرین تو اُن اعلےٰ مقاصد کی نسبت تم کیا خیال کر سکتے ہو جن کی رہنمائی صرف اُنہین لوگون کو ہوتی ہے جن کو خدا نے توفیق دی ہے اِس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا کے اور اُن کے طریقون کی پیروی کے لیئے اُن کے حالات و اختیار کیطرف متوجہ ہونے کی کیسی شدید ضرورت ہے واللہ اعلم ؞

باب ۳۱ - اِس سعادت کے حاصل کرنے کی کیفیت لوگون مین مختلف ہوتی ہے

معلوم کرو کہ یہ سعادت دو طرح پر حاصل ہوتی ہے ایک طریقہ ایسا ہے کہ گویا اُس مین بہیمی طبیعت سے بالکل علیحدگی اور آزادگی کرنی پڑتی ہے ایسے حیلے اور ذرایع اختیار کیئے جاتے ہین جنسے طبعی حکومت مین خاموشی پیدا ہو جاتی ہے اُن کا جوش بجھ جائے اُن کے علوم اور حالات بالکل پژمردہ ہو جائین اور عالم جبروت کیطرف جو تمام جہتون سے علیحدہ ہے اُس کی کامل توجہ ہو جائے نفس اُن علوم کو قبول کرنے لگے جو مکان اور زمانے سے بالکل علیحدہ اور جدا ہین اور ان لذتون کی خواہش اُس مین پیدا ہو جائے جو مالوف لذتون سے بالکل علیحدہ ہین حتی کہ لوگون سے ملنا جلنا ترک کر دیا جائے اُن کی مرغوبات سے بے رغبتی ہو اُن کے خوف کرنے کی چیزون سے بے خوفی ہو تمام لوگون سے ایک دور کنارے رہے یہ علیحدگی ہو حکماے اشراقیین کا یہی مدعا ہوتا ہے اور صوفیہ کرام مین سے مجذوبون کی بھی یہی حالت ہوتی ہے انہین سے بعض لوگ انتہاے غایت تک پہنچ بھی جاتے ہین لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوا کرتے ہین اور باقی لوگ اُس غایت کے اشتیاق ہی مین رہتے ہین اُس کے منتظر ہوتے ہین کہ اُس مین بہیمیت کی اصلاح ہو جایا کرتی ہے اُس کی کجی دور کر دی جاتی ہے لیکن اُس کی اصل حالت باقی رہتی ہے بیواسطہ ہر ہوتا ہے اور یہ کوشش

کیجاتی ہے کہ نفس ناطقہ کے افعال و ہیئتین اور اذکار وغیرہ کی قوت وہمی ایسی ہی نقل کرتی رہے جیسے گونگا
آدمی لوگون کے اقوال کی اپنے اشارون سے نقل کرتا ہے اور کوئی مصور نفسانی حالات خوف اور شرمندگی
وغیرہ کی ایسی ایسی صورتون سے نقل کرتا ہے جو اُن حالات کے ساتھ ساتھ نظر آیا کرتی ہین اور جس عورت
کا بچہ مرجاتا ہے وہ اُس کا غم ایسے کلمون اور دردمندی سے ظاہر کرتی ہے کہ اُس کو جو سنتا ہے اُسپر غم طاری
ہوجاتا ہے اور غم کی صورت اُس کے سامنے کھڑی ہوجاتی ہے اور چونکہ تدبیر الٰہی کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے بہت
قریب اور سہل حالت اختیار کرنی چاہیئے اور رفتہ رفتہ جو اُس کے قریب ہو اور اُن امور کی درستی ہوجائے جو
تمام افراد انسان کیلئے موزون ہوسکین نہ صرف چند صورتون کے لئے دارین کی مصلحتین قائم کیجائین
اُن دونون مین سے کسی انتظام کی برہمی نہو اسی لئے لطف و رحمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ اس دوسرے طریقہ
کے قائم کرنے اور اُس کی طرف دعوت اور آمادہ کرنے کے لئے پیغمبرون کو مبعوث کیا وہ پہلے طریقے کیطرف بھی
رہبری کرتے ہین لیکن صرف ضروری اشارات اور ضمنی اظہارات سے وللہ الحجۃ البالغۃ ✤

اسکی تفصیل یہ ہے کہ پہلے حالات اُنہین لوگون سے بن پڑتے ہین جن مین لاہوتی کشش زیادہ ہو
اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہین اُن حالتون کے لئے نہایت سخت ریاضتون کی نہایت درجہ فراغ خاطر
کی ضرورت ہوا کرتی ہے اُنکے انجام دینے والون کی تعداد کم ہوتی ہے ان حالتون کے رہبر اور امام وہی لوگ
ہوتے ہین جنہون نے امور معاش کو بالکل ترک کردیا ہو دنیا مین دعوت دین کا اُن کو منصب حاصل
نہین ہے اور نیز اس حصہ کی تکمیل بغیر اسکے نہین ہوتی کہ دوسرے حصے کا معقول مجموعہ بھی پیش نظر رکھا
جائے اور نیز اُس حصہ سے ایک نہ ایک سعادت سے حرمان ہوگا یا دنیوی تدابیر کی اصلاح نہوگی یا آخرت کے
لئے نفس کی اصلاح نہوگی اگر سب لوگ اسی حصہ کو اختیار کرلین تو دنیا ویران ہوجائیگی اور اگر لوگون کو ان
احکام کی تکلیف دیجائے تو گویا تکلیف بالمحال ہوگی اسلئے کہ تدابیر نافعہ ایک فطری شے ہوگئے ہین جن کے بغیر
کوئی چارہ ہی نہین اور دوسرے طریقے کے رہنما اور امام مفہمین اور مصلحین ہوتے ہین دین اور دنیا کی ریاست اُنکو
حاصل ہوتی ہے اُن کے دعوت دینی کو لوگ قبول کرتے ہین اُنکے طریقے کا اتباع کیا جاتا ہے سابقین اور اصحاب
یمین کے کمالات اسی تعلیم مین منحصر ہوتے ہین اور اس قسم کے لوگ بھی کثرت سے موجود ہوا کرتے ہین زکی اور
غبی اور مشغول اور بے کار بغیر حرج کے اُن امور کو عمل مین لاسکتے ہین اور نفس کی درستی اُس کی کجی رفع کرنے کے
لئے اُن تکالیف سے بچنے کے لئے جنکا معاد مین اندیشہ ہے اسیقدر بندہ کے لئے کافی بھی ہے اسلئے کہ ہر نفس کے
لئے ملکی افعال مقرر ہین جن کے ہونے سے اُس کو آخرت مین آرام ملتا ہے اور اُن کے نہونے سے اُسکو تکلیف
ملتی ہے اور تجرد کیحالت مین جب عالم قبر اور حشر پیش آئیگا تو اُن کے احکام اسطرح ظاہر ہونگے جن کا علم اُسکو
کسی طور پر نہوگا اگرچہ وہ ایک مدت زمانہ کے بعد ہونگے شعر

ستبدی لک الایام ما کنت جاہلاً ویاتیک بالاخبار من لم تزود

(نتیجہ زمانہ وہ حالات ظاہر کردیگا جن کی تجکو خبر بھی نہ تھی اور تیرے پاس خبرون کو وہ شخص لائیگا جن کے لئے
تونے توشہ طیار نہ کیا تھا) یعنے وہ قاصد جس کو تونے قاصدی کے لئے روانہ نہ کیا تھا - اور حاصل یہ ہے کہ خیر و سعادت
کے لئے تمام طریقون کو پوری طرح احاطہ کرنا قریب محال کے ہے اور جہل بسیط اس سے مضر نہین ہے واللہ اعلم

باب ۲۳ - اُن اصول و قواعد کے بیان مین جو دوسرے طریقہ کیلئے مدار اور مرجع ہین -

معلوم کرنا چاہئے کہ دوسرے طریقے کے موافق سعادت کا حاصل کرنا بہت سی صورتون سے ہوتا ہے لیکن خدا نے اپنے
فضل سے مجکو سمجھایا ہے کہ اُنکی انتہا چار خصلتون پر ہوتی ہے کہ جب نفس ناطقہ کا قوت بہیمی پر فیضان ہوتا ہے
اور نفس ناطقہ اس کو اپنی مناسب حالتون پر مجبور کرتا ہے تو اس مین یہ اوصاف پیدا ہوجاتے ہین انسان کے
تمام حالات مین سے اُن اوصاف کو ملاء اعلےٰ سے زیادہ ہم رنگی ہے انہین اوصاف کیوجہ سے انسان اُس برتر
جماعت سے ملحق ہوجاتا ہے اور انہین مین منسلک ہوجاتا ہے خدا نے مجکو سمجھایا ہے کہ انبیا کی بعثت انہین وصف
کے لئے ہوتی ہے انہین پر وہ لوگون کو مستعد کرتے ہین تمام شرعی امور انہین کے تفصیل ہین سب کی انتہا انہین
کیطرف ہوتی ہے اُن مین سے ایک وصف طہارۃ اور پاکیزہ زندگی کا ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی کی فطرت
سلیم ہوتی ہے اسکا مزاج صحیح ہوتا ہے اُسکا دل تمام سفلی مشاغل سے جو تدبیر کے مانع ہوتے ہین خالی ہوتا ہے
تو ایسی حالت مین جب اُس کو پلید چیزون سے آلودگی ہوجاتی ہے اور اُس کو بول و براز کی مشلاً ضرورت
ہوتی ہے اور انسے فراغ نہین ہوتا یا وہ مجامعت اور اُس کی دواعی سے قریب ہی فارغ ہوتا ہے تو اُس کا
دل ایک انقباض کیحالت مین ہوتا ہے اور سیر تنگی اور غم سا طاری ہوتا ہے اور اپنے آپ کو وہ نہایت گھٹن
مین پاتا ہے اور جب دونو قسم کی نجاستین دور ہوجاتی ہین اور اپنے بدن کو ملتا ہے اور غسل کرتا ہے اور اچھے
کپڑے بدل کر خوشبو لگاتا ہے تب اُس کا انقباض دور ہوجاتا ہے اور بجاے اُسکے بہجت و خوشی معلوم
ہوتی ہے یہ لوگون کی نمایش کے لئے یا اُن کی رسمون کی پابندی کی وجہ سے نہین ہوتا بلکہ صرف نفس ناطقہ
کے اثر سے ہوتا ہے پہلی حالت کو حدث کہتے ہین دوسری کو طہارت اور جو لوگ ذکی ہین اور احکام نوعی ہین اُن
سلامتی ظاہر ہوتی ہے اور اُن کا مادہ صورت نوعیہ کے احکام کو قادرانہ طور پر عمل مین لاسکتا ہے اُن کی نظر مین
ہر ایک حالت دوسرے سے بخوبی متمیز ہوتی ہے وہ ایک کو بالطبع پسند کرتے ہین اور دوسرے سے ناخوش
رہتے ہین غبی لوگون کا بھی یہ حال ہے کہ جب کسی قدر قوت بہیمی اُن کی کم ہوجاتی ہے اور پاکیزگی اور
علٰحدگی کا اثر اُنپر پڑتا ہے اور ان دونو کیفیتون کے پہچاننے کی کسی قدر اُن کو فرصت مل جاتی ہے تو وہ بھی
اُن دونون کو پہچان سکتے ہین اور ایک کو دوسرے سے تمیز کرلیتے ہین اور سب روحانی صورتون مین سے
ملاء اعلےٰ کیحالت سے مشابہت اِس طہارت اور پاکیزگی کی صفت کو ہے اُن کو بھی تمام بہیمی آلودگیون سے
علٰحدگی رہتی ہے اور ہمیشہ اپنی نورانی کیفیت سے اُن مین بہجت رہتی ہے اسی طہارت کے سبب سے

نفس مین قوت عملی کے کمالات کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور جب صدق کی کیفیت انسان مین جم جاتی ہے اور چارون
طرف سے احاطہ کرلیتی ہے تو آدمی مین شیطانی وسوسون کے قبول کرنے کا مادہ حاصل ہوجاتا ہے وہ شیاطین کو
حس مشترک کے سامنے دیکھتا ہے اُس کو پریشان خوابین نظر آتی ہین اور نفس ناطقہ کے قرب مین تاریکی سے
ظاہر ہوتی او ملعون اور کمینہ حیوانات کیصورتین نظر پڑتی ہین اور جب آدمی کو پاکیزگی کی پوری قدرت ہوتی ہے
اور کیفیت اُس کو احاطہ کرلیتی ہے اُس کے لئے وہ متنبہ رہتا ہے اور اُس ہی کا میلان طبیعت مین ہوتا ہے
تو اُس مین فرشتون کے الہامات قبول کرنے کی اور اُن کے دیکھنے کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے وہ عمدہ عمدہ
خوابین دیکھتا ہے انوار اُس کے سامنے ظاہر ہوتے ہین اور نہایت پاکیزہ اور پُربرکت اور بزرگ چیزین اُسکو
نظر آتی ہین اور دوسری صفت خدا کے حضور مین اپنی عاجزی اور نیاز ظاہر کرنا ہے اُس کی حقیقت یہ ہے کہ
آدمی کو اپنی سلامتی اور فراغ حال کے زمانے مین جب خدائےتعالیٰ کی نشانیان اور صفتین یاد دلائی جاوین اور
وہ خوب طرح سے اُن مین غور کرے تو نفس ناطقہ کو بیداری حاصل ہوتی ہے اور تمام حواس و بدن اُن کے سامنے
عاجزی کو اظہار کرتے ہین اور وہ حیرت زدہ سا ہوجاتا ہے اور عالم قدس کی جانب اپنا میلان پاتا ہے اور ایسی
حالت ہوجاتی ہے کہ جیسے بادشاہون کے مقابلے مین اپنی عاجزی دیکھ کر اور اُن کا استقلال بخشش اور
منع کرنے مین معلوم کرکے رعیت کیحالت ہوتی ہے یہ حالت بھی تمام روحانی حالتون کی نسبت ملاء اعلےٰ سے
نزدیک اور زیادہ مشابہ ہے وہ بھی اپنے خالق کیطرف متوجہ رہتے ہین اور اُس کی جلال اور تقدس مین سراپا حیرت
اور مستغرق ہوتے ہین اسیوجہ سے یہ حالت نفس کو آمادہ کرتی ہے کہ اُس کے کمالات علمی ظاہر ہون یعنے
ذہن مین خدا کی معرفت منقش ہوجاوے اور خاص طرح سے اُس بارگاہ کیساتھ اُسکا اتصال ہوجاوے اگرچہ
عبارت سے اس اتصال کا پورا بیان نہین ہوسکتا اور تیسری صفت سماحت ہے اور اُس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس
اِس درجہ کو پہنچ جائے کہ قوت بہیمی کی خواہشون کی اطاعت نہ کرے اُس کے نقش اُس مین نہ جم سکین اور
اُس قوت کا چرک اُس سے نہ مل سکے یہ کیفیت جب پیدا ہوتی ہے کہ جب نفس امور معاش مین مصروف ہوتا ہے
عورتون کی اُس مین خواہش پیدا ہوتی ہے اور لذات کا عادی ہوتا ہے یاکسی غذا کا اُس کو شوق ہوتا ہے تو
اُن اغراض کے حاصل کرنے مین اتنی کوشش کرتا ہے کہ اپنی حاجت کو پورا کرے اور ایسے ہی جب وہ غصہ ہوتا
ہے یاکسی چیز کی حرص کرتا ہے تو وہ اُس کیفیت مین کسی قدر مستغرق ہوجاتا ہے دوسری چیز کیطرف نظر اُٹھاکر
نہین دیکھتا پھر یہ حالت دور ہوجانے کے بعد اگر اُس مین سماحت کی قوت ہوتی ہے تو وہ ان تنگیون سے
ایسا نکل جاتا ہے کہ گویا اُس مین کبھی نہ تھا اور اگر اُس مین قوت سماحت کی نہین ہوتی تو وہ کیفیتین اُس
مین اپنا جال پھیلا دیتی ہین اور جیسے موم مین انگشتری کے نقوش جم جاتے ہین ایسے ہی وہ کیفیتین بھی
اُس مین جم جاتی ہین اور وہ کشادہ دل اور صاحب سماحت جب اپنے بدن سے جدا ہوتا ہے اور تمام تاریک اور
مجتمع تعلقات سے اُس کو سبکدوشی ہوتی ہے اور اپنی موجودہ حالت کیطرف رجوع کرتا ہے تو کوئی چیز ملکی

قوت کی مخالف جو کہ دنیا مین تعلین نہین پاتا اسیواسطے اُس کو ایک حالت انس و اطمینان کی حاصل ہو جاتی ہے اور
نہایت فراغ عیش ہوتا ہے اور حریص طمع شخص مین ان تعلقات کے نقوش ایسے ہی جمے رہتے ہین — اس کی
مثال ایسی سمجھو جیسے کسی کا کوئی نفیس اور عمدہ مال چوری ہو جاوے اگر وہ شخص سخی ہوتا ہے تو اُس کو کچھ
اُس چوری کی پرواہ نہین ہوتی اور اگر وہ تنگ دل ہوتا ہے تو دیوانہ سا ہو جاتا ہے اور اُس مال کی صورت
اُس کے سامنے کھڑی رہتی ہے اور سماحت اور حرص کی اُن چیزون کے لحاظ سے کہ جن مین وہ ہوا کرتی
ہین بہت سے لقب ہین اگر وہ مال مین ہون تو سخاوت اور حرص اُنکا نام ہے اور اگر شرمگاہ و شکم کی خواہش مین
ہون تو پارسائی اور شرہ اُس کا نام ہے اور اگر آرام کے اور مشقتون کے دور رہنے مین ہون تو اُس کو صبر
او بیقراری کہتے ہین اور جو گناہون اور ممنوعات شرعی مین ہون تو اُنکا نام تقوی اور بدکاری ہے جب انسان
مین سماحت کی صفت جم جاتی ہے تو نفس تمام دنیوی خواہشون سے خالی ہو جاتا ہے اور بلند ترین اور مجردات
کی لذتون کے لیے مستعد ہوتا ہے اور سماحت ایسی صفت ہے جو انسان کو اسبات سے روکتی ہے کہ کمال مطلب
علمی و عملی کے خلاف کوئی چیز اُس مین جم سکے اور چوتھی صفت عدالت ہے عدالت اُس نفسانی ملکہ کا نام ہے کہ
وجہ سے نفس سے ایسے اعمال کئے جاتے مین جنسے ملکی اور قومی انتظامات بہ آسانی منتظم اور قیام پذیر ہوتی
ہین اور نفس اِس قسم کے افعال پر گویا مجبور ہو جاتا ہے اُس کا راز یہ ہے کہ ملائکہ اور نفوس مجردہ مین وہ مقاصد
منقش ہوا کرتے ہین جن کو اِس نظام کی اصلاحات کے متعلق آفرینش عالم مین خدا رہنما کرتا ہے اِس نظام
کے مناسب تدابیر کیطرف اُن کی مرضیات کا میلان رہتا ہے روح مجرد کے لئے یہ طبعی امر ہے جب نفوس اپنے
بدنون سے علیحدہ ہوتے ہین اور اُنمین عدالت کی صفت ہوتی ہے تو اُن کو نہایت فرحت اور بہجت
حاصل ہوتی ہے اور موقع ملتا ہے کہ اُس لذت سے مسرور ہون جو تمام دنی لذتون سے جدا ہوتی ہے اور اگر بدنون
سے مفارقت کرنے کے بعد نفوس مین یہ صفت عدالت نہین ہوا کرتی تو اُن کا حال نہایت تنگ ہوتا ہے وہ
متوحش اور ملول ہوتے ہین جب خداوند تعالی پیغمبر بھیجتا ہے تاکہ دین قائم کرے اور تاریکیون مین سے لوگون
کو نورانیت کیطرف نکال لائے اور تمام لوگ متصف بہ عدالت ہو جائین تو ایسے وقت مین جو شخص اِس نور
کے پھیلانے مین کوشش کرتا ہے لوگون مین اُس کی تمہید کرتا ہے وہ قابل رحمت ہو جاتا ہے اور جو اِس کے
رد کرنے مین اُس کے معدوم کرنے مین کوشش کرتا ہے وہ قابل لعنت و سنگساری ہوتا ہے جب عدالت کی
صفت آدمی مین خوب جم جاتی ہے تو اُس مین اور حاملین عرش اور نزدیکان بارگاہ فرشتون مین شرکت
ہو جاتی ہے جو جود الہی اور برکات نازل ہونے کے ذریعہ ہین اور اس مین اور ان ملائکہ مین فیضان کا دروازہ
مفتوح ہو جاتا ہے اُن کے اثر اُس پر نازل ہوتے ہین اُن کے الہامات سے وہ مستفیض ہوتا ہے اور انہین
الہامات کے موافق اُس کو آمادگی ہوتی ہے اگر اِن چارون اوصاف اور خصائل کی تو حقیقت معلوم کریگا
اور اُس کیفیت کو سمجھیگا جس سے کمالات علمی اور عملی حاصل ہوتے ہین اور یہ اوصاف کیون کر آدمی

فرشتون مین منسلک کر دیتے مین اور یہ بھی بخوبی سمجھ لیگا کہ ان اوصاف سے ہر زمانے مین نوامیس الٰہی کا کیونکر
استخراج ہوتا ہے تو اسوقت تجکو نفع عظیم حاصل ہوگا دین کا تو رازدان ہوجائیگا اُن لوگون سے تیرا شمار
ہوگا جن کی بہتری خدا کو منظور ہوتی ہے۔ ان اوصاف کے مجموعہ سے جو حالت مرکب ہوتی ہے اُس کو فطرت
کہتے مین اور فطرت کے بہت سے اسباب انہین اوصاف سے حاصل ہوتے ہین بعض علمی ہین اور بعض عملی
اور بعض اسباب ایسے ہوتے مین کہ انسان کو مقاصد فطرتیہ سے روکتے مین اور بعض ایسے مین کہ فطرت کے حجابات
کو زائل کر دیتے ہین ہمارا قصد ہے کہ ان تمام امور پر لوگون کو متنبہ کرین اسلئے آئندہ بیانات پر کان لگا کر بتوفیق
الٰہی غور کرو واللہ اعلم ❖

باب ۳۲۔

ان چارون اوصاف کے حاصل ہونے کے طریقے مین اور اس بیان مین کہ ناقص اوصاف کی تکمیل اور فوت
شدہ کی واپسی کیسی ہو سکتی ہے ۱۔ ان اوصاف کے حاصل ہونے کی دو تدبیرین ہین (۱) تدابیر علمی (۲) عملی۔
تدبیر علمی کی اسواسطے ضرورت ہے کہ طبیعت علمی قوتون کے تابع اور مطیع ہوا کرتی ہے نفس مین جب حیا یا خوف
کی کیفیت گذرتی ہے تو خواہش نفسانی اور مجامعت کی رغبت جاتی رہتی ہے ایسے ہی جب نفس مین وہ تمام علمی
امور ملحوظ ہون جو فطرت کے مناسب ہین تب فطرت نفس مین راسخ ہوجائیگی اسلئے اعتقاد کرنا چاہیئے کہ ہمارا
ایک پروردگار تمام بشری لوثون سے منزہ اور پاک ہے زمین اور آسمان مین ذرہ برابر بھی کوئی چیز اُس سے
مخفی نہین ہے اگر تین شخص مل کر کسی امر مین سرگوشی کرین تو وہ خداوند عالم اُنمین چوتھا ہوتا ہے اور اگر
پانچ مل کر کرین تو وہ چھٹا ہوتا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اُس کے حکم کا کوئی شخص
لوٹ پھیر کرنے والا نہین ہے ہر چیز کو اپنے انعام سے موجود کرنیوالا اور ان کو جسمانی اور نفسانی نعمتین عطا کرنے
والا ہے اعمال کی وہ جزا دیتا ہے اگر اچھے ہون اور سزا دیتا ہے اگر وہ بُرے ہون ایسا ہی خدا کا ارشاد ہے کہ
میرے بندے نے گناہ کر کے یقین کیا کہ میرا ایک پروردگار ہے جو گناہ کی مغفرت کرتا ہے اور اُس پر مواخذہ کرتا
ہے مین نے اپنے بندہ کی مغفرت کی اور حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا نہایت مضبوط اور کامل اعتقاد کرنا چاہیئے
جس سے کمال خوف اور غایت اُس کی تعظیم نفس مین راسخ ہوجائے اور بقدر رپشہ کے بھی دوسرے کی
عاجزی اور خوف کی گنجائش نہ رہے اور خوب اعتقاد کرے کہ انسان کا اصلی کمال یہ ہے کہ اپنے پروردگار
کی طرف متوجہ ہو کر اُس کی عبادت کرے اور آدمی کی سب سے عمدہ حالت یہ ہے کہ فرشتون کے مشابہ ہوجائے
اور اُن کی حالت سے اُس کو قرب ہو یہی امور ہین جن سے قرب ربانی حاصل ہوتا ہے خدا نے انہی امور کو
لوگون سے پسند کیا ہے یہ خدا کا بندہ برحق ہے اس کے لئے اُس کو وقت مقرر کرنا ضرور ہے اور حاصل یہ ہے
کہ انسان کو خوب یقینی طور پر جس مین خلاف و نقیض کا احتمال نہو جاننا چاہیئے کہ انسانی سعادت ان ہی امور کے

حاصل ہونے مین ہے اور اُن کے ترک کرنے مین اُس کی بدبختی اور شقاوت ہے اور ضرور ہے کہ طاقت بہیمی کے متنبہ کرنے کو ایک تازیانہ ہو جو اُس کو بالکل برہم کردے انبیا کے طرق تقریر اس علمی اور اعتقادی حالت کے پختہ کرنے کے لیے مختلف رہے ہین سب سے عمدہ وہ طریقہ ہے جس کو خداوند کریم نے حضرت ابراہیم پر نازل کیا کہ خدا کی روشن نشانیون کی یاد آوری ہو اُس کی برتر صفات اور تمام آفاقی اور نفسانی نعمتون کو یاد رکھین تاکہ بخوبی یہ امر محقق ہو جائے کہ خدا کی شان اسی لائق ہے کہ تمام لذائذ کو اُس کے لیے صرف کردین اُس کے ذکر کو تمام ماسواے الہی پر مقدم رکھین نہایت درجہ کی اُس سے محبت رکھین اور انتہائی کوشش سے اُسکی عبادات مین مصروف ہون ان امور کے ساتھ حضرت موسیٰ کی تعلیمات مین خدا تعالیٰ نے تذکیر ایام اللہ کے مطالب کا اضافہ کر دیا یعنی اُن جزاؤن اور سزاؤن کو بیان کرنا جو خدا تعالیٰ نے فرمان پذیر اور نافرمان بندون کو دی ہین نیز اپنی نعمتون اور تکالیف کو کس طرح ادل بدل رکھا ہے تاکہ لوگون کے دلون مین گناہون کا خوف اور خدا کی اطاعت کی کامل رغبت دل نشین ہو جائے اور اُن علوم بالا کے ساتھ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مین حوادث قبر اور مابعد قبر کے خوف اور بشارت کا اضافہ کر دیا اُن کے ذریعہ سے نیکی اور گناہ کے خواص بیان فرمائے گئے ان امور کا صرف معلوم کر لینا ہی کافی نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ اُن کے تکرار کا دَور رہنا چاہئے ہمیشہ اُن کو ملاحظہ رکھنا چاہئے حتیٰ کہ علمی طاقتین اُن کے اثرون سے لبریز ہو جائین اور تمام اعضا اُن اثرون کی بجا آوری کرین یہ تینون علوم اور علم احکام جن مین واجب حرام وغیرہ کی تفصیل ہوتی ہے اور کفار کی مخاصمت کا علم یہ پانچون علوم قرآن عظیم کی علوم مین سے چیدہ اور عمدہ ہین *

اور دوسری تدبیر سعادت انسانی کی تکمیل کے لئے عملی ہے اسلئے ایسی ہیئتین اور افعال اور امور اختیار کرنے چاہئین جن کی وجہ سے نفس مین مطلوب عادات و اوصاف کی یاد پیدا ہو نفس کو وہ متنبہ کرتے رہین اسکو جوش دلا کر اُنہین اوصاف کی آمادگی پیدا کرتے رہین ان اعمال مین اور اُن اوصاف مین یا تو عادۃً تلازم ہوتا ہے یا مناسبت فطری کیوجہ سے اُن اوصاف کے ہونے کا گمان غالب ہوتا ہے دیکھو جب کوئی شخص اپنے آپ کو غصہ پر آمادہ کرتا ہے اور اپنے سامنے اُس کی صورت پیش کرتا ہے تو اُس شخص کی دشنام دہی کا خیال کرتا ہے جسپر غصہ کرنا منظور ہوتا ہے اور دشنام سے جو شرم و عار پیدا ہوتی ہے اُس کو سوچتا ہے ایسے ہی کوئی رونے والی عورت جب اظہار غم اور بے قراری کرنی چاہے تو مُردے کی خوبیون کو ہی یاد کرتی جاتی ہے جو شخص ہم بستری کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کی دواعی کو خیال مین لاتا ہے ایسے ہی اس بات کی نظیرین بکثرت ہین جو شخص اُس مین زیادہ بسط دیکر تقریر کرے تو اُس کو تمام متعلقات کلام کا ذکر کرنا آسان ہے ان اوصاف مذکورہ مین ہر ایک وصف کے اسباب مقرر ہین جن کے ذریعہ سے وہ اوصاف حاصل کئے جاسکتے ہین اس امر کی بخوبی معرفت کے لیے اُن لوگون کے ذوق پر اعتماد کیا جاسکتا ہے جن کے ذوق سلیم ہین مثلاً حدث کے اسباب یہ ہین دل مین بہیمی خواہشون کا مملو ہونا عورتون سے نفسانی رغبت کر

پیدا کرنا حقانی امور کی مخالفت دل مین پوشیدہ ہونا ملاء اعلےٰ کی لعنت کا دل کو گھیر لینا بول و براز کیضرورت کا پیش آنا نیز بول و براز اور ریح سے ابھی فارغ ہونا یا تیون معدنے کے فضلے ہین ایسے ہی بدن پر میل و چرک کا ہونا گندہ دہنی مینی مین آب بینی کا جمع ہونا زیر ناف یا بغل مین بالون کا بڑھ جانا پایون سے کپڑے بدن کا الودہ ہونا جو اس مین ایسی صورتون کا مملو ہونا جن سے بیہمی حالتین پیش نظر رہین مثلاً قاذورات شرمگاہ کو دیکھنا حیوانون کی جفتی اور مجامعت کو زیادہ غور سے دیکھتے رہنا فرشتون اور نیک لوگون کی شان مین طعن و تشنیع لوگون کے ایذا دینے مین کوشش کرنا اور پاکیزگی کے اسباب یہ ہین کہ یہ تمام نجس اسباب دور کر دئیے جائین ان کے مخالف اسباب حاصل کئے جائین ان عادات کا برتاؤ کرنا جن کا بہ کمال پاکیزہ ہونا قرار پا چکا ہے جیسے غسل وضو عمدہ لباس کا پہننا خوشبو لگانا۔ امور نفس کو طہارت کے لئے تنبیہ کرتے ہین۔ اور خاکساری اور نیازمندی کے اسباب مین سے ہے کہ تعظیمی حالتون مین سے اعلےٰ قسم کی حالتون کا اختیار کرنا سرنگون ہو کر کھڑے رہنا سجدہ کرنا ایسے لفظون کو ادا کرنا جن سے مناجات اپنی ذلت اپنی حاجت کا خدا کے حضور مین اظہار ہو ان امور سے نفس کو عاجزی اور فروتنی کی کمال تنبیہ ہوتی ہے اور سماحت کے اسباب سخاوت داد و دہش ظالم کے قصور معاف کرنا ناگوار حالتون مین صبر اختیار کرنا ہے اور عدالت کے اسباب مین تفصیلی طور پر تمام رہنمائی کے طریقون کی محافظت ہے +

باب ۴۴ حجابات کی تفصیل مین جو فطری امور کے ظاہر ہونے سے مانع ہوا کرتے ہین +

معلوم کرو کہ بڑے بڑے حجاب مانع فطرت تین ہین (۱) طبیعت کا حجاب (۲) رسم کا حجاب (۳) نافہمی کا حجاب اسکا سبب یہ ہے کہ آدمی مین کھانے پینے نکاح کی خواہشین پیدا کی گئی ہین اس کا دل طبعی حالات کے لئے سواری ہے کبھی وہ غمگین ہوتا ہے کبھی خوش ہوتا ہے کبھی غصہ کرتا ہے اور خوف کرتا ہے وعلےٰ ہذا ان حالتون مین وہ مصروف رہتا ہے ہر حالت کے طاری ہونے سے پہلے نفس اس کے اسباب کیطرف متوجہ ہوتا ہے اس کے مناسب امور کے لئے قوتین مطیع ہوتی ہین اسطرح پر نفس اس مین مستغرق رہ کر اس کے علاوہ اور اہتمامون سے اس کو غفلت رہتی ہے ہر حالت کے بعد اس کی کیفیت اور رنگ باقی رہتی جاتی ہے شب و روز گذرتے جاتے ہین اور وہ شخص اسی محویت مین رہتا ہے اس کو اور کمالات کے حاصل کرنے کا کوئی موقع نہین ملتا اور بعض لوگون کے قدم اس گلا بے مین ایسے پھنس جاتے ہین کہ تمام عمر ان کو رستگاری نہین ہوتی اور اکثر لوگون پر طبیعت کے احکام اسطرح غالب آجاتے ہین کہ وہ تمام رسمی اور عقلی امور کو خیرباد کہدیتے ہین اور ملامت کا بھی انپر کچھ اثر نہین ہوتا اسی حجاب کو حجاب نفس کہتے ہین لیکن بعض لوگون کی عقل کامل ہوتی ہے انمین بیداری کا کافی مادہ ہوتا ہے وہ اپنے اوقات مین فرصت اور موقع تلاش کرتے ہین اور طبعی حالات مین خاموشی پیدا کر سکتے ہین ان کے نفس مین ان حالات کے علاوہ بھی اور امور کی گنجائش ہوتی ہے اور طبعی مناسبات

کے علاوہ اور علوم کے فیضان کی بھی وہ قابل ہوتے ہین اُنمین قوت علمی اور عملی کے لحاظ سے کمال نوعی کیطرف بھی گرویدگی ہوتی ہے جب وہ اپنی چشم بصیرت کو کھولتے ہین تو فوراً وہ اپنی قوم کی تدابیر لباس اور مخزو مباہات کا مطالعہ کرتے ہین فصاحت مختلف صناع کی خوبیان اُن مین دیکھتے ہین اُن کے دل پر ان امور کا بڑا اثر پڑتا ہے اور بعزم کامل اور قوی ہمت سے وہ اُن کی طرف رخ پھیرتے ہین اس کا نام حجاب رسم ہے اور رسم کا نام دنیا ہے بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ وہ اُن ہی امور مین محو اور مستغرق ہوجاتے ہین یہان تک کہ موت اُن کو دبا لیتی ہے اور اُن فضائل اور خوبیون کا کمال چونکہ بدن کی بقا اور ثبات پر موقوف ہوتا ہے اسلئے مرنے کے بعد وہ سب زائل اور مفقود ہوجاتے ہین نفس اب بالکل فضائل سے عاری ہوجاتا ہے کوئی خوبی اس مین نہین رہتی اُس کا حال باغ والے کا سا ہوتا ہے جس کو آندھی نے ایسا ویرانہ کردیا ہو جیسے گرد کو تیز ہوا اندھیارے دن مین اُڑا لے جاتی ہے اور اگر اُس شخص مین ہوشیاری اور بیداری کی چالاکی ہوتی ہے تو وہ کسی دلیل یقینی یا خطابی یا شریعت کی پیروی سے یقین کرتا ہے کہ اُس کا کوئی پیدا کار ہے تمام بندون پر غالب اُن کے تمام ساز و سامان کا مدبر تمام نعمتون کی بخشش کرنے والا اس کے بعد اُس کے دل مین خدا کی جانب میلان اور محبت پیدا ہوتی ہے اُسکے قرب کا وہ خواہشمند ہوتا ہے اپنی حاجتون کا اُس سے طالب ہوتا ہے اُس کو قبلۂ مقاصد سمجھتا ہے بعض اُنمین سے ٹھیک راستے پر ہوتے ہین اور بعض کو خطا ہوجاتی ہے خطا کے دو بڑے سبب ہین (۱) یہ کہ خالق مین مخلوق کے اوصاف کا اعتقاد کرے یا مخلوق مین صفات واجبی کو ثابت کرنے لگے پہلی حالت کا نام تشبیہ ہے اُسکا منشا ہوتا ہے غائب کی حالت کو کسی حاضر پر قیاس کرلینا اور دوسری خطا خدا کی شان مین شرک کرنا ہے جب کوئی شخص مخلوقین مین خلاف عادت اثرون کو دیکھتا ہے تو اُس کو گمان ہوتا ہے کہ ان کا تعلق اُنہین کی ذات سے ہے یہ اُن کے امور ذاتی ہین تم تمام افراد انسانی کا تجسس کرو جیسے حالات بتائے گئے ہین سب مین بلا تفاوت یہ پاؤ گے ہر ایک انسان کے لئے وہ کسی مشرب مین ہو ضرور ایسے اوقات ہوا کرتے ہین جن مین وہ تھوڑے بہت طبعی حجاب مین محو رہتا ہے اگرچہ وہ رسم کی عملی طور پر پابندی بھی کرتا ہو اور ایسے اوقات بھی ہوتے ہین کہ وہ اُن مین رسم کے پردے مین مستغرق رہتا ہے اور اہتمام کرتا ہے کہ عقلاے قوم کی گفتگو لباس اخلاق معاشرت مین مشابہت کرے *

باب ۳۵ - اُن طریقون کے بیان مین جس سے یہ حجاب دور ہوسکتے ہین *

حجاب طبع دور کرنے کے دو طریقہ ہین (۱) اس حجاب کے دور کرنے کا اُس پر حکم کرین اُس کو رغبت دلائین اُس مین آمادگی پیدا کیجائے کہ طبعی امور کو دفع کرے (۲) ان امور پر زد و کوب کرین اور برضا یا باکراہ اُسپر مواخذہ کیا جائے پہلا طریقہ ریاضتون سے حاصل ہوتا ہے جنسے بہیمی قوت کمزور ہوجاتی ہے روزہ رکھنا

چاہئیے بیداری اختیار کیجائے بعض لوگ ریاضتون کو اتنا بڑہاتے ہین کہ ان سے قدرتی امور کی تبدیلی ہوجاتی ہے مثلاً آلات تناسل کو قطع کردیتے ہین اور عمدہ اعضا مثلاً دست و پا کو خشک کردیتے ہین ایسے لوگ جاہل ہوتے ہین توسط کیحالت بہت عمدہ ہوا کرتی ہے روزہ اور بیداری بھی ایک قسمی علاج ہے اُس کو بھی بقدر ضرورت کرنا چاہئیے ✦

اور دوسرے طریقے کے لئے اس شخص کو ملامت کرنا چاہئیے جس نے طبیعت کا اتباع کرکے صحیح راستہ کو ترک کیا ہو اُس کو وہ طریقہ بتانا چاہئیے جس کی وجہ سے وہ غلبۂ طبیعت کے پنجہ سے چھوٹ سکے لیکن لوگون کو نہایت تنگ نہ کرنا چاہئیے اور سب حالتون مین صرف زبانی انکار پر بھی اکتفا نہ کرنا چاہئیے بلکہ بعض صورتون مین سخت بدنی یا مالی سزا بھی دینی چاہئیے اور جن ریاستون مین کہ متعدی ضرر ہوتا ہے مثلاً زنا یا قتل ایسے سزا دینا اور بھی زیادہ مناسب ہے اور حجاب رسم سے بچنے کے دو طریقے ہین اولاً ہر تدبیر نافع کے ساتھ ذکر الہی کو مقرون کرنا چاہئیے اُن لفظون کو محفوظ رکھنا چاہئیے جو ذکر الہی کے لئے قرار دئے گئے ہین اُن کی محافظت نہایت اہتمام اور تاکید سے کرنی چاہئیے کوئی خوش ہو یا ناخوش اُن کے ترک کرنے پر ملامت کرنی چاہئیے اُن امور کو روکنا چاہئیے جو جاہ و منزلت کے لئے مرغوب ہون اِن دونون تدبیرون سے رسمی کدورتین رفع ہوجاتی ہین عبادت الہی سے اُن کو تائید ہوتی ہے اور حقانی امور کیطرف اُنکا رخ ہوجاتا ہے اور دونون قسم کے دو سببون سے پیدا ہوتی ہے چونکہ پروردگار تمام بشری صفتون سے بالکل منزہ ہے محسوسات اور محدثات مین سے اُس مین کوئی اثر اور نشان نہین ہے اسواسطے بخوبی معرفت الہی اور شناخت خداوندی لوگون کو نہین ہوسکتی اُس کی تدبیر یہی ہے کہ لوگون کو خدا کی حقیقت اس عنوان سے سمجھانی چاہئیے جو اُن کے ذہن مین ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی شے ہو خواہ موجود یا معدوم انسان اُس کو دو طرح پر معلوم کیا کرتا ہے یا اُس کی صورت کو اپنے سامنے پیش کرتا ہے یا کسی نہ کسی مشابہت اور قیاس سے اُس کو جان لیتا ہے جیسے کہ عدم مطلق اور مجہول مطلق کو بھی اسطرح سمجھتا ہے کہ پہلے وجود کے معنے جانتا ہے خیال کرتا ہے کہ عدم وجود سے موصوف نہین ہوا کرتا اور اولاً جہل سے صیغہ مشتق مفعول کے معنے سمجھتا ہے پھر مطلق کا مفہوم کرتا ہے پھر ان امور کو باہم ایک دوسرے سے ملا کر ایسی صورت ترکیبی درست کرلیتا ہے جس سے امر بسیط کی حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے جس کا خیال مین لانا مقصود ہوا کرتا ہے اور وہ نہ خارج مین ہوا کرتی ہے نہ ذہن مین ایسی ہے جب کسی مفہوم نظری کا معلوم کرنا چاہتا ہے تو پہلے ایک ایسے معنے کو سوچتا ہے جس کے جنس ہونے کا خیال ہوسکتا ہے اور پھر ویسی مفہوم کو سوچتا ہے جس کو فصل خیال کرتا ہے ان دونون کو ملا کر ایسے صورت ترکیبی پیدا کرلیتا ہے جس سے وہ چیز معلوم ہوجاتی ہے جس کا تصور کرنا مقصود ہے اسطرح پر لوگون کو بتانا چاہئیے کہ خدا موجود ہے زندہ ہے لیکن اُس کا وجود اور زندہ ہونا ہمارا سا وجود اور ہمارا سا زندہ ہونا نہین ہے بہرحال خدا کی ذات مین ایسی صفتون کا لحاظ کرنا چاہئیے جو موجود اور محسوس اشیا مین باعث خوبی اور تعریف سمجھی جاتی ہین

تین مفہومون کا لحاظ رکھنا چاہئے جو ہماری نظر مین ہین بعض چیزین ہم ایسی دیکھتے ہین کہ اُن مین صفات مع موجود ہین اور اُن مین اُن صفات کے آثار بھی پیدا ہوتے ہین اور بعض چیزون مین نہ وہ صفات موجود ہین اور نہ اُن کی شان سے ہین کہ اُن مین صفات پیدا ہون اور بعض چیزون مین صفات موجود تو نہین ہین لیکن وہ قابل صفات ہین مثلاً زندہ اور مُردہ اور جماد تو اس قسم کی صفات خدا کو ثابت کرنا چاہئین اثرون کے لحاظ سے پھر تشبیہ کا تدارک یون کردیا جائے کہ خدا مین اور اُن مین کوئی مشابہت نہین ہے دوسری وجہ نافہمی اور سوء معرفت کی یہ ہے کہ نہایت مزیّن اور بہی صورتین پیش نظر ہوتی ہین نہایت خوش نما لذیذ چیزین سامنے ہوتی ہین یہ جتنی صورتین علم اور خیال مین بھری رہتی ہین اسلئے ملکی جانب خالص توجہ نہین ہوتی اُس کی تدبیر یہ ہے کہ ریاضتین کی جائین ایسے اعمال کی پابندی کرنی چاہئے جن ہر آدمی مین تجلیات عالیہ کی استعداد پیدا ہوجائے اگرچہ اُس کا ظہور عالم معاد مین ہی ہو خلوتمین اور اعتکاف اختیار کرنا چاہئے بہ قدر امکان ان شغلون کو دور کرنا چاہئے جیسے کہ آنحضرت صلعم نے پردہ نگارین کو پارہ کردیا تھا اور ریشمی کپڑے کو دور کردیا تھا جس مین بیل بوٹے تھے ؛

مبحث پانچوان نیکی اور گناہ کی حقیقت مین۔

مقدمہ

نیکی اور گناہ کی حقیقت مین

پہلے ہم جزا اور سزا کے دلائل بیان کرچکے ہین اُس کے بعد فطری تدابیر نافع کا بیان کیا گیا کہ وہ لوگون مین ہمیشہ بلا زوال قائم رہتی ہین پھر سعادت اور اُس کے حاصل کرنے کے طریقے بیان کیئے گئے اب ہم نیکی اور گناہ کی تحقیق مین مشغول ہوتے ہین نیک وہ عمل ہے جس کو آدمی ملاء اعلےٰ کی اطاعت سے یا الہام الٰہی کے قبول کرنے مین ہمہ تن محو ہوجانے سے یا مراد الٰہی مین فانی ہوجانے سے کرتا ہے یا ایسا عمل ہو جس کی جزا دنیا یا آخرت مین ملے یا ایسا عمل ہو جس سے تدابیر نافع کی اصلاح ہوجاوے جنپر نظام انسانی کی بنا ہے یا ایسا عمل ہو جس سے فرمان پذیری کا اظہار ہو اور حجابات دور کرنے کا ذریعہ ہو اور گناہ وہ عمل ہے جو شیطانی تحریک اور اطاعت سے کیا جاوے یا جس کی سزا دنیا یا آخرت مین حاصل ہو یا اُس سے تدابیر نافعہ مین خرابی اور ابتری پیدا ہو یا تمردانہ ہو اور حجابات فطرت اُس سے مستحکم ہوجائین جیسے کہ نافع تدابیر کو آگاہ دل لوگون نے مستنبط کیا ہے اور تمام لوگون نے دلی شہادت سے اُن کی پیروی کی ہے اور تمام روے زمین کے رہنے والون نے اُنپر اتفاق کرلیا ہے ایسے ہی نیکی کے بھی طریقے ہین جن کا الہام اُن کے دلون پر ہوا ہے جو ملکی روشنی سے موید کیئے گئے ہین اُنپر حالت فطری غالب ہوتی ہے یہ الہامات ایسے ہی ہین جیسے شہد کی مکھی کو ان امور کا الہام ہوتا ہے جو اصلاح کے لئے مفید ہین اسی واسطے ان لوگون نے ایسے الہامی امور اختیار کرکے اور لوگون کو اُن کی رہنمائی کی اور اُن کی طبیعتون مین آمادگی پیدا کی لوگون نے اُن کی پیروی کی اور تمام

مذاہب کے لوگون نے اسپر اتفاق کیا حالانکہ اُن کے وطنون مین بعُد تھا اُن کے مذہب مختلف تھے یہ اتفاق
بمناسبت فطری اور نوعی اقتضا سے ہوا ہے اور جب اُن امور کے اصول سب کے نزدیک مسلم ہین تو اُن طرح تیون
کی صورتون مین اختلاف کچھ مضر نہین ہے اور نہ کچھ اس سے مضرت ہوتی ہے کہ لوگون کا ناقص طبقہ اس
کی تعمیل سے باز رہے اصحاب بصیرت اگر اُن لوگون کی حالت پر غور کرین گے۔ تو اُن کو کبھی شک
نہ ہوگا کہ خود اُن کا مادہ ہی احکام صورت نوعیہ کی بجاآوری سے عاصی ہوا کرتا ہے وہ لوگون مین ایسی
ہی ہوتے ہین جیسے انسانی بدن مین عضو زائد جس کا علحدہ ہوجانا اُس کے ہونے سے زیادہ زیبا ہوتا
ہے ان سنن اور قوانین الہیہ کے شایع ہونے کے بڑے بڑے اسباب اور پختہ تدابیر ہوتے ہین اُن کو وہ
لوگ مستحکم کرتے ہین جو بوحی الہی موید ہوتے ہین صلوات اللہ علیہم انہون نے لوگون کی گردنون پر اپنا
نہایت بڑا احسان ثابت کیا ہے ہمارا قصد ہے کہ ان طریقون کے اصول پر تنبیہ کرین جن پر عمدہ اقالیم
کے باشندون اور بڑی بڑی جماعتون نے اتفاق کیا ہے اُن جماعتون مین سے ہر ایک حصہ حکماے
الہیین اور سلاطین اور روشن راے حکماے عرب او عجم یہود و مجوس و ہنود کا شامل ہے ہم یہ بھی بیان
کرینگے کہ بہیمی طاقت جب ملکی قوت کے مطیع ہو جاتی ہے تو یہ اصول کیونکر اُس سے پیدا ہوتے ہین اور
یہی چند فوائد ذکر کرینگے جن کا ہم کو چند مرتبہ ذاتی تجربہ ہوا ہے اور عقل سلیم نے بھی اُن کا فیصلہ کیا ہے
واللہ اعلم +

باب ۷۴ توحید کے بیان مین +

نیکی اور اقسام نیکی مین اصل الاصول اور نہایت عمدہ حصہ توحید ہے پروردگار عالم کے حضور ہی مین
نیاز و انکسار کا حاصل ہونا اُس کی توحید پر منحصر ہے اور یہ نیاز ہی سعادت جاذب اخلاق مین ایک
بڑی چیز ہے یہ تدبیر علمی کی بنیاد ہے جو اُن دونون تدابیر مذکور مین زیادہ مفید ہے اسی کی وجہ سے
آدمی کو غیب کی جانب کامل توجہ ہوتی ہے نہایت مقدس طریقے سے نفس مین غیب کے اتصال کی
اسی کی وجہ سے استعداد حاصل ہوتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی عظمت پر تنبیہ کی ہے
اور اُس کو تمام اقسام نیکی مین بمنزلہ دل کے قرار دیا ہے اگر وہ درست ہے تو سب نیکیان درست ہین
اور اگر وہ فاسد ہے تو سب نیکیان فاسد ہین اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مرے اور خدا کے
ساتھ کسی کو کسی امر مین شریک نہ کرتا ہو وہ بے شک جنت مین داخل ہوگا یا فرمایا ہے کہ اُس پر دوزخ
کی آگ حرام یا وہ جنت سے نہ روکا جائیگا اور ایسے ہی ایسی عبارتین وارد ہوئی ہین اور خدا کی جانب
سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ سے ملے اور روے زمین کے برابر اُس کی
خطائین ہون لیکن کسی امر مین خدا کا شریک کسی کو نہ کرتا ہو تو مین ویسی ہی اُسکی مغفرت کرونگا +

معلوم کرنا چاہئے کہ توحید کے چار مرتبے ہین (۱) صرف خدا تعالی مین ہے صفت وجوب وجود کی ثابت کرنا
کوئی دوسرا بجز اُس کے واجب نہو (۲) صرف اُسی کی ذات کو عرش و کرسی آسمان و زمین اور تمام جوہرون
کا خالق جاننا کتب الٰہیہ نے ان دونون مرتبون سے کچھ بحث نہین کی ہے مشرکین عرب اور یہود و نصاری نے
بھی اِس توحید کی مخالفت نہین کی قرآن عظیم مین صاف مذکور ہے کہ یہ دونون مقدمات اُن سب کو مسلم
تھے (۳) تیسرے آسمان و زمین اور تمام اُن چیزون کا جو دونون کے درمیان مین ہین مدبر صرف ذات خداوند کو سمجھنا
(۴) بجز خدا کے کوئی اور عبادت کا مستحق نہین ہے ان دونون حصون مین قدرتی تعلق اور ربط ہے اسلئے
ایک دوسرے کو لازم ہے اور انہین مین فرقون نے اختلاف بھی کیا ہے مخالفین مین تین فرقے بڑے ہین۔
(۱) نجومی انکا مذہب ہے کہ ستارے پرستش کے مستحق ہین اُن کی پرستش سے دنیاوی منفعت حاصل ہوتی
ہے اپنی حاجتون کو اُن کے سامنے پیش کرنا بجا ہے وہ قایل ہین کہ ہم کو خوب ثابت ہوگیا ہے کہ روزانہ حوادث
مین ستارون کا بڑا اثر ہے اُن کو آدمی کی خوش نصیبی اور بدنصیبی تندرستی اور مرض مین بڑا دخل ہے ستارون
کے نفوس مجردہ اور عاقلہ ہین وہی ان کو ان حرکتون پر آمادہ کرتے ہین وہ اپنے پوجاریون سے بے خبر نہین
ہین اسلئے نجومیون نے ستارون کے نام پر مورتین بنالی ہین اُنہین کو وہ پوجتے ہین (۲) مشرکون کا وہ فرقہ
مسلمانون کے ساتھ اس امر مین تو موافق ہے کہ بڑے بڑے امور کی تدبیر اور قطعی حکم کرنے کا منصب تو خدا
ہی کو ہے اُس نے کسی کو اختیار نہین دیا ہے لیکن وہ باقی امور مین مسلمانون کے موافق نہین ہین اُنکا
مذہب ہے کہ پہلے صلحا نے جو خدا کی خوب عبادت کی ہے اِس سے وہ بارگاہ الٰہی مین مقرب ہوگئے ہین خدا نے
الوہیت کا مرتبہ اُن کو عطا کر دیا ہے اِسواسطے وہ بہ نسبت اور مخلوقات کے پرستش کے مستحق ہوگئے ہین جیسے
کہ کوئی شخص کسی شہنشاہ کی نہایت خدمت کرتا ہے تب شہنشاہ اسکو ملکی خلعت عطا کر کے کسی شہر کی
حکومت اور انتظام اُس کے متعلق کر دیتا ہے اسلئے وہ مستحق ہو جاتا ہے کہ اُس شہر کے لوگ اُس کی خدمت
اور اطاعت کرین مشرکین کا قول ہے کہ بغیر اُن کی پرستش شامل کئے عبادت مقبول نہین ہوتی بلکہ خدا
کا رتبہ نہایت بلند ہے اُس کی عبادت سے تقرب الٰہی حاصل نہین ہوتا البتہ اُن لوگون کی پرستش ضرور ہے
تاکہ یہ قرب الٰہی کے لئے ذریعہ بن جائین مشرکین بھی کہتے ہین کہ یہ لوگ سنتے ہین دیکھتے ہین اپنے پوجاریون
کی شفاعت کرتے ہین اُن کے امور کا سازوسامان کرتے ہین اُن کے معاون رہتے ہین اسی لئے مشرکین
نے اُن کے نام کے پتھر تراش لئے ہین جب وہ اُن لوگون کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو اُن پتھرون کو اپنی
توجہ کا قبلہ کرتے ہین ان مشرکین کے بعد اور لوگ پیدا ہوگئے انہون نے ان پتھرون مین اور اُن لوگون
مین جن کے لئے یہ پتھر تراش کئے گئے کوئی فرق نہین کیا اور خود انہین پتھرون کو اصلی معبود قرار دے
لیا اسیوجہ سے خدائے تعالی نے مشرکین کے رد مین تنبیہ فرمائی کہ حکومت اور قدرت صرف خدا ہی کا خاصہ ہے
اور کبھی بیان فرمایا کہ یہ محض جمادات ہین **الھم ارجل یمشون بہا ام لھم اید یبطشون بہا ام لھم اعین**

یبصرون بہا ام لہم آذان یسمعون بہا کیا اُنکے پاؤن ہین جن کے بل پر وہ چلتے ہین یا ہاتھ ہین جن سے وہ کچھ پکڑ سکتے ہین یا اُن کی آنکھین ہین جنسے دیکھ سکین یا کان ہین جن سے کچھ سن سکین) اور فرقہ نصاریٰ کا مذہب ہے کہ حضرت عیسے کو خداوند سے نہایت قرب ہے اور تمام مخلوق سے اُن کا رتبہ زیادہ ہے اسلیئے مناسب نہین ہے کہ ہم اُن کو بندہ کہین یہ اُن کی شان مین سوء ادبی ہے اور اس قرب کا لحاظ ترک کر دینا ہے جو ان کو خدا سے حاصل ہے اس لیئے بعض نصاریٰ اس خصوصیت کے اظہار کے لیئے اُن کا نام ابن اللہ رکھتے ہین چونکہ باپ بیٹے پر مہربانی کرتا ہے اور اپنی نظر کے سامنے اُس کی تربیت کیا کرتا ہے اُس کا درجہ غلام سے زیادہ ہوا کرتا ہے اسواسطے یہ ہی نام مناسب ہے اور بعض نصاریٰ نے حضرت عیسے کا نام خدا ہی رکھدیا ہے اس خیال سے کہ خدا نے اُنمین حلول کیا ہے اسلیئے اُن سے ایسے ایسے آثار صادر ہوئے کہ آدمیون سے وہ صادر نہین ہوا کرتے مردون کو اُنہون نے زندہ کیا پرندون کو پیدا کیا اسلیئے حضرت عیسے کا کلام بعینہ کلام الٰہی ہے اور اُن کی عبادت بالکل خدا کی عبادت ہے اور نصاریٰ جب بعد کو پیدا ہوئے تو اس نام رکھنے کی وجہ کو انہون نے کچھ نہ سمجھا اور وہ بیٹے کے لفظ سے حقیقی ہی معنے کے بیٹے سمجھے یا اُن کو من جمیع الوجوہ واجب خیال کیا اسی واسطے خدا تعالےٰ نے کبھی اُن کے اقوال کو اسطرح رد کیا کہ خدا کے پاس بیوی نہین اور کبھی اسطرح تردید فرمائی کہ **اللہ بدیع السموات والارض انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون** (خدا آسمانون اور زمین کا ازسرنو پیدا کرنے والا ہے اُس کی شان ہے کہ جب وہ کسی شے کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہدیتا ہے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے) ان تینون فرقون کے بڑے لمبے چوڑے دعوے ہین اُنمین بکثرت خرافات اور بیہودہ پن بھرا ہوا ہے متلاشی پر وہ مخفی نہین ہین قرآن عظیم نے ان دونون مرتبون کو خوب بیان کیا ہے اور کافرون کے شبہات کا بالاستیعاب رد کیا ہے +

باب ۴۳ حقیقت شرک کے بیان مین

معلوم کرنا چاہیئے کہ عبادت کے معنے ہین نہایت درجہ کی عاجزی جب کسی سے ایسے نہایت درجہ کی ذلت اور عاجزی ظاہر ہوگی تو اُس کی دو صورتین ہین یا صوری مثلاً ایک شخص کا کھڑا ہونا ایک کا سجدہ کرنا یا قصد اور نیت سے ہوتی ہے مثلاً سجدہ سے بندون کی اپنے مولے کے لئے تعظیم کرنا اور قیام سے رعیت کی بادشاہون کے لئے یا شاگردون کی اُستاد کے لئے تعظیم کرنا اور کوئی تیسری صورت تعظیم کی نہین ہے اور جب ثابت ہو چکا ہے کہ سجدہ سے فرشتون نے حضرت آدم کے اور حضرت یوسف کے بھائیون نے حضرت یوسف کی تعظیم کی تھی حالانکہ سجدہ سے زیادہ کوئی اور تعظیم نہین ہے تو ضرور ہوا کہ نیت سے ہی فرق کیا جائے لیکن ابھی تک پوری تنقیح نہین ہوئی اسلیئے کہ مولا کے لفظ کے کئی معنے مستعمل ہوتے ہین اور یہان اُس سے مراد معبود کی ذات ہے تو وہ گویا عبادت کے تعریف مین ماخوذ ہے پس اُس کے متعلق یون تنقیح کی جائے گی کہ ذلت و

خواری کا اقتضا ہے ذلیل مین ناتوانی اور ضعف کا لحاظ کرنا اور دوسری مین قوت اور غلبہ کا خیال کرنا ذلیل کی حالت مین ذلت اور پستی اور دوسری مین شرف اور رفعت کو ملحوظ رکھنا اور آدمی جب مخلی بالطبع ہو جائے تو اُس کو معلوم ہوگا کہ وہ قوت - شرف - مسخر کرنے وغیرہ امور کے لئے دو قسم پر اندازہ کرتا ہے ایک اپنی ذات کے لئے اور اُس کے لئے جو ذاتی امور مین اُس سے ملتا جلتا ہو اور ایک اور ذات کے لئے جو حدوث و امکان کے داغ سے بالکل پاک ہے دوسرے اُن لوگون کے لئے جن مین ایسی پلید ترین ذات کی بعض خصوصیتین منتقل ہو آئی ہون مثلاً وہ امور غیبیہ کے معلوم کرنے کے لئے دو درجے قرار دیتا ہے ایک وہ درجہ جو غور و فکر یا مقدمات کے ترتیب دینے یا بقوت حدسیہ یا خواب یا اُن چیزون سے الہام کو اخذ کرنا جن کے مخالف اپنے آپ کو بالکلیہ نہین پاتا ہے دوسرے ذاتی علم جو عالم کی ذات کا ہے مقتضا ہو دوسرے سے وہ اُس کو حاصل نکرے اور تحصیل کی محنت کا بار نہ برداشت کرے ایسے ہی تاثیر تدبیر تسخیر کے لئے کوئی سا لفظ ہو دو درجے سمجھتا ہے ایک تو اعضا اور قوا کا استعمال کرنا مزاجی کیفیات حرارت برودت وغیرہ سے اعانت لینا یا اور امور جن کی استعداد قریب یا بعید اُس مین موجود ہے دوسری تاثیر کا درجہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بغیر کسی کیفیت جمانے اور بغیر کسی امر کے استعمال کئے کسی شے کو پیدا کر دینا جس کو خدا فرماتا ہے **انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون** (جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہدیتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے) اور ایسے ہی وہ عزت اور شرف کے دو درجے قرار دیتا ہے ایک ایسی عظمت جیسے کہ بادشاہ کی رعیت کے مقابلے مین ہوتی ہے جس کی انتہا معاونین کی کثرت انعامات و ادو دہش کا زیادہ ہونا ہے یا جیسے کسی بڑے توانا اور اُستاد کی عظمت دوسرے ضعیف القوی اور شاگرد کے مقابلے مین ہوتی ہے اور دوسرا درجہ عظمت کا وہ ہے کہ وہ صرف اُس مین ہو جس کی رفعت و شان نہایت اعلےٰ درجے کی ہو اس راز کو مستعد ہی سے تلاش کرنا چاہیے تاکہ تجکو یقین ہو جائے کہ جو شخص اسکا معترف ہے کہ یہ تمام امکانی سلسلہ ذات واجبی پر ختم ہو جاتا ہے دوسرے کی پھر کچھ حاجت نہین رہتی اُس کو ان صفات قابل مدح کے دو درجہ قرار دینے پڑینگے ایک وہ درجہ ذات خداوندی کے لائق ہو دوسرا جو اپنی حالت اور شان کے مناسب ہے +

اور چونکہ الفاظ جو دونون مین استعمال کئے جاتے ہین باہم معنے کے لحاظ سے بہت قریب قریب ہوا کرتے ہین اس لئے لوگ شرایع الٰہیہ کے لئے موقع معنے لگا لیا کرتے ہین اور اکثر بعض آدمیون یا فرشتون وغیرہ کے ایسے ایسے افعال آدمی کو معلوم ہوتے ہین جن کا صادر ہونا اُن کی ابنائے جنس سے مستبعد ہوا کرتا ہے اسلئے اُن کی نظر مین حالت مشتبہ ہو جایا کرتی ہے اور اُن کے لئے وہ قدسی مرتبہ اور الٰہی تاثیر ثابت کرتا ہے لوگ درجہ بلند کی شناخت مین برابر نہین ہوتی بعض لوگ اُن انوار کی قوتون کا احاطہ کر لیا کرتے ہین جن کے اثر تمام موالید پر غالب اور محیط ہوتے ہین لیکن یہ شخص اُن طاقتون کو اپنی طاقت جیسے سمجھتے ہین اور بعضون کو ایسے احاطہ کرنے کی طاقت نہین ہوا کرتی ہر انسان کو اُس قدر تکلیف

دی گئی ہے جتنی اُس سے ممکن ہے اُس حکایت کے یہی معنے ہین جس کو کہ سراپا صداقت آنحضرت صلعم
نے بیان فرمایا کہ خدا نے اُس شخص کو نجات دی تھی جس نے اپنے اہل کو حکم دیا تھا کہ مجکو جلا دینا اور میرے
خاکستر کو ہوا مین اڑا دینا اُس کو خوف تھا کہ مبادا خدا مجکو پھر زندہ کرے اور مجپر قابو پاے اُس شخص کو یہ
یقین تھا کہ خدا مین کامل درجے کی قدرت ہے لیکن اُس کو قدرت اُن ہی چیزون مین ہے جو کہ ممکن ہین
ممتنع چیزون پر اُس کو قدرت نہین ہے وہ جانتا تھا کہ اُس خاکستر کا جمع کرنا ناممکن ہے جو پراگندہ ہو کر
اُس کا نصف حصہ خشکی مین ہو اور نصف دریا مین اس سے خدا کی ذات مین نقص پیدا نہین ہوا جتنا
اُس کا علم تھا اتنا ہی وہ ماخوذ ہوگا لیکن کافرون مین اُس کا شمار نہوگا تو تشبیہ اور ستارون اور نیک بندون
کے ساتھ شرک کرنا جن سے خلاف عادت امور مانند مکاشفہ اور قبولیت دعا کی ظاہر ہوتی رہتی ہین لوگو نہین
معلوم ہوگیا ہے اور جو نبی اپنی قوم مین بھیجا جاتا ہے اُس کو فرض ہے کہ لوگون کو شرک کی حقیقت خوب
سمجھا دیوے اور دونون درجون کی حقیقت ممیز کر کے مقدس درجہ کو صرف واجب تعالے ہی مین مانے اگرچہ دونو
درجون کے الفاظ قریب المعنے ہون جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب سے فرمایا کہ تو صرف
رفیق ہے اور طبیب حقیقت مین خدا ہی ہے اور جیسے کہ آپ نے فرمایا کہ سردار صرف خدا ہی ہے اُن حدیثون
مین طبیب اور سردار کے خاص معنے لئے ہین اس کے بعد جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حواری اور
صحابہ اور اُن کے حاملین دین کا زمانہ ختم ہوگیا اُن کے بعد ایسے ناشدنی لوگ پیدا ہوئے جنھون نے
نمازون کو ضایع کر دیا اور خواہشون کی پیروی کی اور مستعمل اور مشتبہ الفاظ کے بیجا معنے بنالئے جیسے کہ
محبوبیت اور شفاعت کو خدا نے تمام شریعتون مین بندگان خاص کے لئے ثابت کیا ہے لیکن لوگ اُس کے
بیجا معنے مراد نہین لیتے اور ایسے ہی خلاف عادت اور مکاشفات سے وہ لوگ یہ مراد لیتے ہین کہ علم الہی اور
غلبۂ الہی کی حالت اُس شخص مین منتقل ہوآئی ہے جو ایسے ایسے کام کرتا ہے حالانکہ یہ امور ناسوتی یا روحانی
طاقتون سے تعلق رکھتے ہین جن مین ایک خاص وجہ سے تدبیر الہی کے نازل ہونے کی استعداد ہجاتی ہے
اُن امور کو ایجاد الہی اور اُن امور سے کوئی لگاؤ نہین ہوتا جو واجب تعالے کے لئے خاص ہین اس مرض
مین لوگ کئی طرح سے گرفتار ہوتے ہین بعضے خدا کی بزرگی کو بالکل بھول جاتے ہین اور صرف شرکا کی
ہی عبادت کرتے ہین اپنی حاجتون کو اُنہین سے مانگتے ہین خدا کی طرف بالکل متوجہ نہین ہوتے اگرچہ
یقینی دلیل سے یقین کرتے ہین کہ سلسلۂ وجود خدا پر ہی ختم ہوتا ہے اور بعض لوگون کا اعتقاد ہوتا ہے
کہ سردار اور مدبر تو خدا ہی ہے لیکن وہ کبھی کبھی اپنے بعض بندون کو بزرگی اور معبودیت کا خلعت پہنا دیتا
ہے اور بعض خاص کامون کا اُن کو اختیار مل جاتا ہے وہ اُن کی سفارش کو قبول کرتا ہے جیسے کوئی شہنشاہ
کسی حصہ ملک پر کسی بادشاہ کو بھیجتا ہے اور وہ بجز بڑے بڑے کامون کے اُس ملک کی پوری تدبیر اُس کے
سپرد کر دیتا ہے اس وجہ سے ایسے شخص کے حق مین ان لوگون کو بندگان خدا کہنے کی جرات نہین ہوا

کرتی اگرچہ وہ اورون کے برابر نہ ہوجائین وہ بجاے اس نام کے اُن کو ابن اللہ اور محبوب الٰہی کہتے ہین اور اپنے آپ کو اُنکا غلام سمجھتے ہین وہ اپنا نام عبد المسیح یا عبد العزا کہتے ہین عام یہود اور نصارے اور مشرکین کو یہ مرض ہوتا ہے اور فی زماننا اسلام مین بھی بعض ایسے غالی منافق موجود ہین اور چونکہ شریعت کی بنا اسپر ہوا کرتی ہے کہ مشتبہ کی چیز کو بجاے اصل کے قرار دین اس لئے وہ محسوس امور جن مین شرک کا گمان تھا کفر شمار کئے گئے جیسے بتون کا سجدہ کرنا اُن کے لئے قربانی کرنا اُن کے نام پر حلف کرنا اور ایسے ہی اور امور اول اول مجھپر یہ علم اسطرح منکشف ہوا کہ میرے سامنے ایسی ایک قوم پیش کی گئی جو ایک چھوٹی سی زہریلی مکس کے لئے سجدہ کرتی تھی جو ہمیشہ اپنی دم اور ہاتھ پاؤن ہلاتی رہتی تھی تو میرے دل مین القا ہوا کہ کیا تو ان مین بھی شرک کی تاریکی پاتا ہے اور جیسی خطا اور بزہ کاری نے بت پرستون کو گھیر لیا ہے ایسے ہی ان مکس پرستون کو بھی گھیر لیا ہے مینے کہا کہ ان لوگون نے مکھی کو اپنا قبلہ قرار دیا ہے لیکن ذلت کے درجہ کو عزت کے درجہ سے نہین ملایا ہے اسواسطے مین ان لوگون مین شرک کی تاریکی نہین پاتا مجھے کہا گیا کہ تجھے اصلی راز کی رہبری ہوگئی ہے اُس روز سے میرا دل علم توحید سے لبریز ہوگیا اور اُس مین مجھکو بصیرت حاصل ہوگئی اور توحید و شرک اور اُن چیزون کی حقیقت جن کو شرع نے توحید و شرک کا موقع قرار دیا ہے بخوبی مجھکو معلوم ہوگئی ہے اور تدبیر کے ساتھ عبادت کے تعلق کو مین خوب سمجھ گیا واللہ اعلم۔

باب ۲۹۔ شرک کے اقسام مین۔

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بڑے بزرگ شخص کی نسبت کسی کا یہ اعتقاد ہو کہ عجیب عجیب اثر اُس سے صادر ہوتے مین وہ اسی لئے صادر ہوتے ہین کہ اُس مین ایسی کمالی صفت حاصل ہوگئی ہے جو اُس کے ابناے جنس مین معمولی طور پر نہین ہوسکتی بلکہ صرف واجب تعالی ہی مین پائی جاسکتی ہے دوسرے کسی شخص مین اُس کا جبہی امکان ہے کہ خدا تعالی الوہیت کا خلعت اُس کو پہنا دے اور اُس کو خدا اپنی ذات مین ملا لے یا ایسا ہی بیہودہ گمان کوئی اور ہو جس کا مشرکین اعتقاد کیا کرتے ہین حدیث مین آیا ہے کہ مشرکین تنبیہ لبیک کہنا اسطرح کیا کرتے تھے لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک (یعنی ہم حاضر ہین ہم حضور مین ہین تیرا کوئی شریک نہین ہے ہان وہ شریک جس کا تو مالک ہے اور جس کی تمام ملکیت کا تو مالک ہے) اسی لئے اُس شخص معبود کی نسبت کمال ذلت اور عاجزی کا اظہار کیا جاتا ہے اور اُس سے ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے جیسا کہ کوئی بندہ اپنے خدا کے ساتھ شرک کے قصد سے کرتا ہے اور اِس قسم کے معاملات کی مختلف صورتین اور قالب ہوا کرتے ہین شریعت کو صرف انہین صورتون سے بحث ہوتی ہے جن کو لوگ عمل مین لاتے ہین اور اُن امور مین شرک کا احتمال ہوتا ہے اور عادت وہ شرک کو لازم ہوا کرتی ہین ایسے ہی شرع کی عادت اور روش یہ ہے کہ بجاے مصالح اور مفاسد کے وہ اُن کے اسباب و علل کو قرار دیتی ہے ہم اُن امور پر متنبہ کرتے ہین جن کو شریعت محمدیہ نے دعلے

صاحبہا الصلوات والتسلیمات) شرک کے مواقع بتاکر اُن امور کو منع کیا ہے اُن مین سے یہ ہے کہ مشرکین تبون اور ستارون کو سجدہ کیا کرتے تھے اسی لیئے غیر خدا کے سجدہ کو منع فرمایا خدا تعالے فرماتا ہے لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن (آفتاب اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اُن کے خالق کو سجدہ کرو) اور سجدہ کرنے مین شرک کرنے کو ضرور اور لازم ہے کہ تدبیر مین بھی شرک ہو گا اُس کی طرف ہم اشارہ کر چکے مین اور ایسا نہین ہے جیسے متکلمین کا گمان ہے کہ توحید عبادت احکام الہیہ مین سے ایک حکم ہے اور یہ حکم مذہبون کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے اُس کے لیئے دلیل یقینی کی ضرورت نہین ہے یہ تقریر درست نہین اگر یہی ہوتا تو خدا مشرکین کو الزام کیون دیتا کہ وہ پیدا کرنے اور تدبیر کرنے مین یگانہ ہے خدا فرماتا ہے قل الحمد للہ وسلٰم علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ ءاللہ خیر (کہہ الحمد للہ اور مقبول لوگون پر سلام ہے کیا خدا بہتر ہے) اخیر پانچ آٹھون تک اسکا یہی حق ہے کہ مشرکین سفر تھے کہ بڑے بڑے امور کی تدبیر او خلق خدا ہی کی صفت ہے اور یہ تسلیم کرتے تھے کہ عبادت اُن دونون صفتون کو لازم ہے توحید کے معنے مین ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہاین اسیواسطے خدا تعالےٰ نے انکو الزام دیا وللہ الحجۃ البالغۃ اور انہین امور شرکیہ مین سے یہ تھا کہ مشرکین اپنے اغراض کے لیئے غیر خدا سے امداد طلب کیا کرتے تھے بیماری کی شفا اور فقیرون کی تونگری کو اُن سے طلب کرتے تھے اُن کے لیئے نذرین مانتے تھے ان نذرون سے اُن کو حل مطالب کی امید ہوا کرتی تھی تبرکاً اُن کے نام جپا کرتے تھے اسیواسطے خدا تعالےٰ نے لوگون پر واجب کیا کہ نمازون مین ایاک نعبدوایاک نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور تجھی سے یاوری کے خواہان ہین) پڑھا کرین اور خدا نے فرمایا ولاتدعوا مع اللہ احداً (خدا کے ساتھ دوسرے کو مت پکارا کرو) اور دعا کے معنے عبادت کے نہین ہین جیسے بعض مفسرون کا قول ہے بلکہ استغاثہ کے ہین خدا دوسری جگہ فرماتا ہے بل ایاہ تدعون فیکشف ماتدعون) خدا ہی سے مدد طلب کرو تاکہ وہ حاجت پوری ہو جائے جس مین تم مدد کے خواہان ہو) انہین امور سے یہ مشرکین بعض شرکاے الٰہی کا نام بنات اللہ یا ابناء اللہ رکھتے تھے) نہایت سخت درجہ کے تشدد سے وہ ایسے افعال سے روکے گئے پہلے ہم اس کا سارا بیان کر چکے ہین اور نیز امور شرکیہ مین سے یہ بھی تھا کہ اُنہون نے اپنے علما اور زاہدون کو بجز خدا کے اپنا حاکم اور پروردگار بنا رکھا تھا اُن کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو یہ لوگ حلال کر دیتے ہین وہ حلال ہو جاتی ہے نفس الامر مین اُس مین کوئی مضائقہ نہین ہوتا اور جس چیز کو وہ حرام کہ دیتے ہین وہ واقع مین مواخذے کے قابل ہوا کرتی ہے اور جب آیہ (اتخذوا احبارہم ورہبانہم ارباباً من دون اللہ (کافرون نے علما اور زاہدون کو دوسرا خدا بنا رکھا ہے) نازل ہوئے تو عدی بن حاتم رض نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس کے معنے دریافت کیئے آپ نے فرمایا کہ جن چیزون کو وہ حلال کر دیا کرتے تھے اُن کو لوگ حلال سمجھنے لگتے تھے اور جن چیزون کو حرام بتاتے تھے اُن کو لوگ حرام ہی سمجھتے تھے اس کا رازیہ ہے کہ تحلیل اور تحریم کا موجود کرنا ملکوت مین جاری ہوا کرتا ہے کہ فلان شے مواخذہ کے قابل ہے اور فلان قابل مواخذہ نہین ہے اسطرح پر موجود کرنا مواخذہ اور

ترک مواخذہ کا سبب ہوا کرتا ہے اور یہ بجز خدا کے کسی دوسرے کی صفت نہین ہوسکتی تحلیل اور تحریم کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف اسواسطے کیا کرتے ہین کہ آپ کا فرمانا قطعی قرینہ ہوتا ہے کہ یہ خدا ہی نے حرام یا حلال کیا اور امت محمدیہ کے مجتہدین کیطرف اُن کی اسواسطے نسبت کرتے ہین کہ اُنہون نے نص شارع سے اس کو نقل کر دیا ہے یا شارع کے کلام سے اُس کو مستنبط کیا ہے۔ معلوم کرنا چاہئے کہ جب خدا تعالے کسی پیغمبر کو مبعوث کرتا ہے اور اُس کی رسالت معجزات سے ثابت ہو جاتی ہے اور اُس کی زبان سے بعض امور کا حلال و حرام ہونا معلوم ہو جاتا ہے تاہم بعض لوگون کو اس خیال سے کہ اُس کے مذہب مین کوئی چیز حرام تھی اُس کے کرنے مین کشیدگی سی رہا کرتی ہے یہ توقف دو طرح پر ہوتا ہے اگر اُس کو اس شریعت کے ثبوت ہی مین کلام ہے تب تو وہ کافر ہے اور اگر اس کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلی تحریم منسوخیت کے قابل ہی نہ تھی خدا نے اپنے بندے کو الوہیت کا خلعت پہنا دیا تھا وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ تھا کسی امر سے اُس کا منع کرنا یا کسی امر کو اس کا مکروہ خیال کرنا مالی یا جانی نقصان کا باعث ہے ایسا شخص مشرک ہے وہ گویا خدا کے لئے غصہ اور ناخوشی تحلیل اور تحریم الہی کا ثابت کرتا ہے اور غیر محدود حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے اکثر صحابہ کے نام بدل دئے تھے جن کا نام عبدالعزے اور عبدالشمس تھا اُن کا نام عبداللہ اور عبدالرحمن وغیرہ رکھ دیا تھا یہ سب مذکورہ بالا امور شرک کے قالب تھے اسواسطے شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے اُن سب سے لوگون کو روک دیا*

باب ۴۰ - خدا تعالے کے صفات پر ایمان لانے کا بیان

نیکی کے تمام قسمون سے سب سے زیادہ پرعظمت قسم خدا تعالے کی صفات پر ایمان لانا اُن کے ساتھ خدا کے متصف ہونے کا اعتقاد کرنا ہے اس کی وجہ سے بندے اور خدا تعالے کی ذات مین تعلق کا دروازہ مفتوح ہو جاتا ہے اور خدا تعالے کی بزرگی اور کبریائی کے منکشف ہونے کا ذریعہ نکل آتا ہے معلوم کرنا چاہئے کہ خدا کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ کسی عقلی یا حسی چیز پر اُس کو قیاس کرسکین یا اُس مین صفات ایسے حلول کرین جیسے اپنے محل مین اغراض حلول کرتے ہین یا عام عقلین اُن کا اندازہ کرسکین یا معمولی لفظ اُن کو ادا کرسکین لیکن لوگون کو اُن صفات کی رہبری بھی ضرور ہے تاکہ حتے الامکان وہ اپنے کمال کو پورا کرسکین اسلئے ضرور ہے کہ صفات کا جب استعمال کیا جائے تو اُن سے نتیجے اور غائتین مراد لیجائین نہ انکی ابتدائی حالتین مثلاً رحمت کے معنے سے نعمتون کے ذریعہ سے فیض پہنچانا مراد ہو نہ دل کا میلان اور نرمی اور ایسے لفظ صفات کے بیان کرنے کے لئے مستعار لئے جائین جن سے خدا کا مالک اور قابض ہونا معلوم ہو جیسے کہ بادشاہ اپنے شہر پر قابض ہوتا ہے اسلئے کہ تمام موجودات خدا تعالے کے قبضے مین ہین اس غرض کیلئے کوئی اور عبارت زیادہ خوش ادا نہین ہے اور تشبیہات کا اسطرح استعمال ہو کہ اُن کے اصلی معنے مراد نہون بلکہ ایسے معنے

مقصود ہون جو عرفاً اصلی معنے کے مناسب ہون مثلاً ہاتھ کی کشایش سے جود و فیاضی مراد ہو اور تشبیہ کے
بیان مین یہ لحاظ رہے کہ مخاطبین کو بھی اُن لوگون کا خدا کی ذات مین ہونے کا صریح شبہ معلوم ہو اس مین
مخاطبین کی حالت مختلف ہو جاتی ہے اسلیئے یون کہنا چاہیئے کہ خدا سنتا ہے دیکھتا ہے یہ نہین کہنا چاہیئے کہ
وہ چکھتا ہے یا چھوتا ہے اور چند معانی کا جب ایک ہی اثر ہو تو اُن کی فیض رسانی کو ایک ہی نام سے تعبیر
کرین جیسے کہین رزاق یا مصور اور اُن اوصاف کی خدا سے نفی کیجائے جو اُس کی شان کے شایان نہون
مثلاً وہ اوصاف جن کو کافر بیان کیا کرتے ہین مثلاً خدا کے کوئی فرزند نہین اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے
تمام آسمانی مذاہب نے اتفاق کیا ہے کہ خدا کی صفات اس طرح بیان کی جائین ان عبارتون کا استعمال ہو بہو
ہوے اور استعمال سے زیادہ اُن کی بحث و تفتیش نہ کی جائے جن زمانون کی خوبی اور بہتری کی شہادت
دی گئی ہے وہ اسی حالت پر گذر گئے لیکن اُن کے بعد مسلمانون کے ایک فرقے نے اُن کے مباحث اور
تحقیق معانی مین زیادہ خوض کیا لیکن اُس کے متعلق نہ کوئی نص تھی نہ دلیل قطعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے مخلوق مین غور کرو اور خالق مین مت غور کرو اور آنحضرت نے آیت (و ان الی ربک المنتہی)
مین فرمایا کہ پروردگار کی ذات مین غور کرنا بیجا نہین ہے اور صفات چونکہ مخلوق اور نو پیدا نہین ہین تو انہین
غور کرنے کے معنے یہی ہین کہ خدا مین یہ صفتین کیونکر حاصل ہو گئین تو گویا ان مین غور کرنا خالق ہی مین غور
کرنا ہو گیا۔ ترمذی نے حدیث ید اللہ ملائی (خدا کا ہاتھ بھرا ہوا ہے) کے متعلق بیان کیا ہے کہ ائمہ حدیث نے
اس حدیث کی نسبت بیان کیا ہے کہ جس طرح یہ حدیث وارد ہے ویسے ہی ہم اُس پر ایمان لاتے ہین نہ اُس کی
کچھ تفسیر کرتے ہین نہ اُس مین کسی اور امر کا خیال کرتے ہین اکثر ائمہ کا قول یہی ہے اُن مین حضرت سفیان
ثوری۔ مالک بن انس۔ ابن عیینہ اور عبداللہ ابن مبارک بھی ہین یہ سب کہتے ہین کہ یہ امور روایت سے ثابت
ہین ہمارا اُنپر ایمان ہے یہ نہین کہا جا سکتا کہ ایسا کیونکر ہے اور دوسرے موقع پر ترمذی ہی نے کہا ہے کہ ان
صفات کو جیسا کا تیسا کہنا تشبیہ نہین ہے تشبیہ جب ہے کہ کہا جائے کہ خدا کی صفت شنوائی اور بینائی ایسی
ہے جیسی ہماری شنوائی اور بینائی حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی
سے صحیح طریقہ سے کوئی ایسا امر منقول نہین ہے کہ جس سے اس کی صاف توضیح ہو سکے کہ متشابہات مین
تاویل کرنا ضروری ہے یا تاویل بیان کرنا بالکل منع ہے یہ امر محال ہے کہ خدا تعالے نے اُن چیزون کی تبلیغ کا حکم
دیا ہے جو خدا کی جانب سے لوگون پر نازل ہوئین اور اکملت لکم دینکم بھی اُنپر نازل ہوا پھر بھی متشابہات کا کچھ
ذکر نہ کیا جائے اور اس کی کچھ تمیز نہ ہو کہ خدا کی جانب کسی امر کو منسوب کر سکتے ہین اور کس کو منسوب نہین
کر سکتے حالانکہ آنحضرت ہمیشہ لوگون کو آمادہ کیا کرتے تھے کہ احادیث کو نقل کرتے رہین اور فرماتے رہے کہ
ہر شخص غائب کو سب حالات کی خبر دے دے حتے کہ لوگون نے آپ کے اقوال و افعال اور حالات کو اور
اُن امور کو جو آپ کے سامنے پیش آئے بہ خوبی نقل کر دیا پس معلوم ہوا کہ سب مسلمانون کا اتفاق رہا کہ جو

خدا کی ان متشابہات سے مراد ہے اُسی پر ایمان رکھنا چاہئے مخلوقات کے مشابہات سے خدا تعالے نے اس طرح تنزیہ ذکر کردی ہے کہ لیس کمثلہ شیئ (اس کی مثل کوئی نہین ہے) جس شخص نے ان کے بعد اس قول کی مخالفت کی تو گویا اسلامی طریقے کے مخالفت کی انتہے مین کہتا ہون کہ شنوائی بینائی قدرت ضحک کلام استوا، مین کوئی فرق نہین اہل زبان کی نظر مین ان تمام اوصاف سے وہی معنی مفہوم ہوتے ہین جو خدا کی بارگاہ قدس کے لائق نہین ہین ضحک مین اگر کوئی استحالہ ہے تو یہی ہے کہ اُس کے لئے منھ چاہئے ایسے ہی صفت کلام کا حال ہے اور گرفت و نزول مین بھی یہی استحالہ ہے کہ بغیر ہاتھ پیر دن کے نہین ہو سکتے ایسے ہی یہ شنوائی اور بینائی کی صفت بھی گوش اور آنکھ کی خواہان ہے واللہ اعلم ان خوض کرنے والون نے اہل حدیث پر بڑی زبان درازی کی ہے اور انکا نام مجسمہ اور مشبہ رکھا ہے کہتے ہین کہ یہ لوگ (تجسیم) کو چھپاتے تھے مجکو خوب صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ ان کی زبان درازی محض بے معنی ہے اپنے قول مین انھون نے اور درایۃ خطا کی ہے ائمہ ہدایت کی نسبت انکا طعن بیجا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ متشابہات مین دو مقام ہین (اول یہ کہ) خدا تعالے کو یہ صفات کس طرح ثابت ہوئے ہین آیا یہ صفات ذات خداوندی پر زائد ہین یا اُس کی عین ذات ہین اور شنوائی بینائی اور کلام وغیرہ کی حقیقت کیا ہے بادی الرای مین جو اُن الفاظ سے معنے سمجھے جاتے ہین وہ خدا کی شان کے مناسب نہین ہین اس مرتبہ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہین فرمایا ہے بلکہ اس مین بحث و گفتگو کرنے سے اپنی امت کو روک دیا ہے اس لئے کسی کی تاب نہین ہے کہ جس چیز کو آپ نے منع فرما دیا ہے اُس کا اقدام کرے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ ایسی صفات کون سی ہین جن کو ہم شرع کی اجازت سے خدا کے لئے ثابت کرسکین اور ایسی کون سی ہین جن کا اطلاق خدا کے لئے درست نہین ہے اس کے متعلق حق یہ ہے کہ خدا کی صفات اور اسما توقیفی ہین یعنی اگرچہ ہم کو وہ قواعد معلوم ہین جن کو شرع نے صفات الٰہی کے بیان کرنے کے لئے معیار قرار دیا ہے اس کو ہم کتاب کے شروع مین تحریر کر چکے ہین لیکن اکثر لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اگر صفات مین خوض کرنے کی اُن کو اجازت دے دی جاوے تو وہ خود بھی گمراہ ہوجائین اور ون کو بھی گمراہ کردین اور بہت سی صفات بھی ایسی ہین کہ اُن کے ساتھ خدا تعالے کو موصوف کرنا اصل مین جائز ہے لیکن کفار کے بعض فرقون نے اُن کا بے جا استعمال کیا ہے یہ استعمال اُن مین شائع تھا اس لئے اس فساد کے دور کرنے کو شرع نے اُن صفات کے استعمال سے منع کردیا ہے اور بعض صفات ایسے ہین کہ اگر اُن کو ظاہری معنے مین استعمال کرین تو خلاف مقصود کا وہم ہوا کرتا ہے اسواسطے اُن صفات کے استعمال سے بھی احتراز چاہئے اسی حکمت سے شرع نے اوصاف کو توقیفی قرار دیا ہے اور اپنی رائے سے اُن مین خوض کرنے کو جائز ٹھیرایا ہے اور حاصل یہ ہے کہ ضحک فرحت و بشاشی کا استعمال کرنا خدا کی شان مین جائز ہے اور گریہ خوف وغیرہ کا استعمال درست نہین ہے اگرچہ ان دونون قسمون کا ماخذ قریب قریب ہے اور یہ مسئلہ جیسا کہ ہم نے اُس کی تحقیق کردی عقل اور نقل

سے سو یہ ہے اسکے آس پاس باطل کو گذر نہین ہے - لوگون کے اقوال ور مذاہب کے باطل کرنے کا یہ موقع بھی نہین ہے
بلکہ اور موقع مین انکا ابطال کیا جاتا ہے اور ہم ان الفاظ متشابہ کی تفسیر اور دوسرے معنے سے بھی کر سکتے ہین جو
بہ نسبت ان علما کے معنے کے زیادہ قریب الفہم اور مناسب ہون جو معنے انہون نے ذکر کئے ہین وہ ابھی تک باطل
متعین نہین ہوئے ہین دلیل عقلی اُنپر ہم کو مجبور نہین کرتی اور دوسرے معنے کے لحاظ سے کچھ انکو ترجیح اور
فضیلت بھی نہین ہے نہ ان مین یہ حکم کیا جاتا ہے کہ یہی اقوال مراد الہی کے موافق ہین نہ انکے اعتقاد پر اجماع
اور اتفاق ہوگیا ہے یہ بات ابھی بہت دور ہے اسلئے ہم کہتے ہین مثلاً تمہارے سامنے تین قسم کی چیزین ہین
زندہ - جماد - مردہ اور زندہ چونکہ دانا مخلوق مین موثر ہوتا ہے اسواسطے زندہ کی حالت کو حضور خداوندی سے
زیادہ مشابہ ہوتی ہے اسلئے ضرور ہے کہ ہم خدا کا نام حی رکھین اور ہمارے حق مین علم اشیا کی ظاہر اور منکشف
ہونے کا نام ہے اور خدا پر بھی تمام اشیاء منکشف ہین پہلے وہ سب اس کی ذات مین مندرج تھین اس کے بعد
ان کا وجود تفصیلی ہوا اسیلئے ضرورۃً ہم اس کو علیم کہ سکتے ہین اور بینائی اور شنوائی سے نظر آنے والی اور سنی
گئی چیزون کا پورا انکشاف ہوا کرتا ہے اور خدا کو یہ انکشاف نہایت کامل درجہ کا ہے اسلئے ہم اسکو سمیع اور علیم
ضرورۃً کہینگے اور جب ہم کہا کرتے ہین کہ فلان شخص نے یہ ارادہ کیا تو اس کے یہی معنے ہوتے ہین کہ کسی کام کے
کرنے یا ترک کرنے کی خواہش اس پیدا ہوئی اور جب کسی کام کی شرائط موجود ہو جاتی ہین یا عالم مین کوئی استعداد
پیدا ہو جاتی ہے تو خدا تعالی بھی اکثر کامون کو فعلیۃ مین لاتا ہے جو چیزین پہلے ضرور نہ تھین شرط اور استعداد انکو ضروری
ہے کر دیا کرتی ہے اور بہت دور کے حصون مین خدا کے حکم سے بکثرت اجتماع ہو جاتا ہے حالانکہ پہلے سے وہ اتفاق
نہین ہوا کرتا اس وجہ سے خدا کو مرید کہا جاتا ہے اور نیز جب ارادہ الہی جو خدا کی ذاتی صفت ہے اور خواہش اسکے
معنے بیان کئے گئے ہین ایک مرتبہ تمام عالم سے وہ متعلق ہو چکا اور بعد کو وقتاً فوقتاً نئی نئی چیزین پیدا ہوتی رہتی ہین
اسلئے یہی مناسب ہے کہ ایسی ہر چیز کی طرف اسکو منسوب کر کے کہین کہ خدا نے ایسا ارادہ کیا اور ویسا ارادہ کیا +
اور جب ہم کہا کرتے ہین کہ فلان شخص کو قدرت ہے تو اسکے یہی معنی ہوا کرتے ہین کہ وہ کوئی کام کر سکتا ہے اور کوئی
خارجی سبب اس کو نہین روک سکتا اور دو مقدور چیزون مین سے اگر قادر ایک ہی کو اختیار کرے تو اس سے نفی قدرت
نہین ہو سکتی اور خدا تعالی ہر چیز پر قادر ہے وہ محض اپنی عنایت اور خواہش ذاتی سے بعض افعال کو پسند کرتا ہے اور
اُن افعال کے مخالف امرون کو ترک کر دیتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام قادر ہے اور جب کلام کیا فلان نے فلان سے
کہا جاتا ہے تو اسکے یہی معنی ہوا کرتے ہین کہ اس نے اپنے مقصود معانی کو ان لفظون سے ادا کر دیا جن سے وہ معانی معلوم
ہوتے تھے اور خدا بھی اکثر اپنے بندے کو علمی فیض پہنچایا کرتا ہے اور انکے ساتھ ہی الفاظ کا بھی افاضہ کرتا ہے جنکی
صورت اس بندے کے خیال مین منعقد ہو جاتی ہے وہی الفاظ ان معنے پر دلالت کیا کرتے ہیں اس کی وجہ سے تعلیم خوب
صاف اور صریح ہوتی ہے اسوجہ سے خدا کو متکلم کہتے ہین خدا تعالی فرماتا ہے - **وما کان لبشر ان یکلمه الله الا
وحیاً او من وراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنه ما یشاء انه علی حکیم** (آدمی کا مرتبہ نہین ہے کہ خدا اس

سے ہم کلام ہو ہان وحی سے یا پردے کی آڑ مین وہ کلام کرتا ہے یا کسی پیغمبر کو بھیج دیتا ہے وہ خدا کی اجازت سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے بیشک خدا بڑا اور حکمت والا ہے۔ وحی نام ہے دل مین کسی چیز کا خواب کے ذریعے سے ڈال دینا یا جب غیب کی طرف توجہ ہو تو بدیہی طور پر علم پیدا کر دینا اور پردے کی آڑ کے معنی یہ ہین کہ ایک منتظم گفتگو کو سنا دے سامع کسی گفتگو کرنے والے کو نہ دیکھتا ہو لیکن واقع مین اس کی آواز سن رہا ہو یا خدا کبھی پیغمبر کو بھیج دیتا ہے اور وہ اس کے سامنے صورت پکڑ کر ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پیغمبر عالم غیب کی جانب متوجہ ہوتا ہے اس کے تمام حواس مغلوب ہوتے ہین کہ دفعتہً وہ گھنٹہ کی سی جھنکار کو سنتا ہے جبکہ سرخ اور سیاہ رنگون کے دیکھنے سے غشی سی طاری ہو جایا کرتی ہے چونکہ خطیرۃ القدس مین یہ مطلوب ہے کہ لوگون مین نظام قائم کیا جائے اگر انکے طبائع اس نظام کے موافق ہوتی ہین تو وہ ملاء اعلےٰ مین شامل ہو کر تاریکیون سے نور الٰہی مین آجاتے ہین انکو نفسانی بشاشت حاصل ہوتی ہے فرشتون اور لوگون پر الہام ہوتا ہے کہ انکے ساتھ نیکی سے پیش آئین اور اگر ان کی طبائع اس نظام کے مخالف ہوتی ہین تو ملاء اعلے سے ان کی علٰحدگی ہو جاتی ہے اور ملاء اعلےٰ کی بیزاری سے انپر مصیبت ہوتی ہے اور جیسا پہلے ذکر ہوا ہے ان کو تکلیف و عذاب ہوتا ہے اس لحاظ سے کہتے ہین کہ خدا خوشنود ہے شکر کی جزا دیتا ہے یا خدا ناخوش ہوا اسکی لعنت ہوئی یہ امور اسی لئے ہوتے ہین کہ بمقتضاء مصلحت عالم کے احکام جاری رہین اور منجملہ نظام عالم کے اس امر کا پیدا کرنا بھی ہے جسکے لئے دعا مانگی گئی ہو اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے دعا قبول کر لی اور ہمارے استعمال مین رویتہ کے معنے یہ ہین کہ نظر آنے والی چیز پورے طرپر ظاہر ہو جائے اور لوگون کو جب اخروی وعدے حاصل ہونگے تو ان کو تجلی حاصل ہوگی جس کا قیام عالم مثال کے وسط مین ہے تمام لوگ اسوقت خدا کو براے العین دیکھینگے اسواسطے ضرور ہے کہ کہا جائے **انکم سترونہ کما ترون القمر لیلۃ البدر** (بیشک تم خدا کو ایسا ہی دیکھو گے جیسا کہ شب بدر مین ماہ کو دیکھتے ہین) واللہ اعلم۔

باب ۱۸ - قدر پر ایمان لاتے ہین۔

قضا و قدر پر ایمان لانا بڑے اعلےٰ درجہ کی نیکی ہے اسی سے آدمی کو وہ یکسان تدبیر نظر آسکتی ہے جو تمام عالم کو سمیٹے ہوئے ہے جس شخص کو اس تدبیر کا ٹھیک ٹھیک اعتقاد ہوگا وہ ان چیزون پر نظر رکھیگا جو خدا تعالےٰ کے قبضے مین ہین دنیا اور ما فیہا ان کا عکس ہے معلوم ہوگا لوگون کے اختیارات کو قضاے الٰہی کے مقابلے مین ایسا سمجھے گا جیسے آئینہ مین صورت کا عکس ہوتا ہے اس سے اس شخص مین تدبیر یگانہ کا انکشاف ہوگا اگرچہ کامل انکشاف عالم معاد ہی مین ہوگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نیکی کے تمام قسمون مین اس کا بلند رتبہ ہونا بتایا ہے کہ جس شخص کا قدر کی نیکی اور برائی پر ایمان نہو تو مین اس سے جدا ہون اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ کسی بندہ کا ایمان درست نہین ہو سکتا جب تک کہ قدر کی نیکی اور برائی پر ایمان نہ رکھے اور خوب یقین کرے کہ جو کوئی عمل درست

ہوگیا اُس مین خطا کا دخل تھا اور جو اُس نے خطا کی اُس مین درستی کا احتمال نہ تھا۔
معلوم کرنا چاہیئے کہ خدا کا علم ازلی اور ذاتی تمام اُن چیزون کو محیط ہی جو موجود ہو چکین یا آئندہ موجود ہونگین
یہ محال ہے کہ خدا کے علم سے کوئی ایسی چیز موجود ہو جو اُس کے علم مین نہ تھی اگر ایسا ہو تو وہ علم نہ ہوگا بلکہ جہل ہوگا یہ
مسئلہ تو شمول علم کا ہے قدر کا مسئلہ یہ نہین ہے اس مین کسی اسلامی فرقہ نے مخالفت نہین کی ہے جس قدر کا حال
مشہور حدیثون سے معلوم ہوا ہے اور سلف صالح کا وہی عقیدہ رہا اور محققین ہی کو اُس کے سمجھنے کی توفیق ہوئی
اُسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تکلیف کو دور کرتی ہے اور جب یہ حالت ہے تو عمل کرنے سے کیا معنے ہین وہ قدر
وہی ہے جو قبل موجود ہونے کے حادث اشیا کے وجود کو ضروری قرار دیتی ہے اس کے لازم کرنے سے وہ شے
موجود ہوتی ہے نہ گریز کرنا اُس کو دفع کر سکتا ہے نہ کوئی اور ذریعہ مفید ہے اس قدر کے واقع ہونے کے پانچ
مرتبہ اور درجہ ہین پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا تعالے نے ازل مین قرار دیا کہ عالم کو ایک عمدہ صورت مین پیدا کرے حتی الامکان
اُس مین سب خوبیان ہون تمام مصلحتون کا لحاظ ہو اُس کے موجود ہونے کے وقت تمام اضافی خوبیون کے
آثار ہون خدا کے علم کی نہایت اُسپر ہوئی کہ اُن [illegible] تمام صورتون مین سے خاص خاص صورتین متعین کر دی
گئین اسطرح پر تمام حادث اشیا کا ایک مرتب سلسلہ قائم ہوگیا جن سے سبکے یکجا ہو گئے اُن کے مصداق
مین کثرت بھی خداوند عالم کا جسپر کوئی امر پوشیدہ نہین ہو سکتا یہ ارادہ کرنا کہ عالم کو موجود کرے یہی معنی رکھتا ہے
کہ اُس نے وجود عالم کی صورت کو نہایت الامر تک خاص کر دیا دوسرا مرتبہ یہ کہ اُس نے ہر چیز کے مقدار اور
اندازہ کو مقدر کیا روایت کی جاتی ہے کہ خدا تعالی نے تمام مخلوقات کے مقدارون کو پچاس ہزار برس پہلے آسمان
اور زمین کی پیدایش سے پہلے لکھ لیا تھا یہ اسطرح ہوا کہ عرش کے وجود مین خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ہر
ایک کی صورت مقرر کر دی شرایع مین اسے مرتبہ کو ذکر سے تعبیر کرتے ہین مثلاً اُس نے وہان محمد الرسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت موجود کی اور مقرر کر دیا کہ وہ فلان وقت مین لوگون کی طرف مبعوث ہونگے لوگون کو
احکام الہیہ پر مطلع کرین گے ابو لہب اُنکا انکار کریگا دنیا مین خطا اور گناہ اُسکے دل کو احاطہ کرے گا اور آخرت
مین آتش دوزخ سے اُسپر عذاب ہوگا اسی صورت کی وجہ سے تمام حادث چیزون کا ظہور اسی روش و طریقے سے
ہوتا ہے کہ جیسے وہان اُنکا اندازہ ہو چکا تھا ✦
تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نے جب آدم علیہ السلام کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ تمام آدمیون کے باپ ہر نوع انسانی کے
مبدا ہون تب اُس نے اُن کی اولاد کی صورتین عالم مثال مین پیدا کر دین اور نور و تاریکی سے اُن کی سعادت اور
شقاوت کی صورت مقرر کر دی اُن کی ایسی حالت بنا دی کہ احکام الہیہ سے مکلف ہونے کے قابل ہون اُن مین اپنی
شناخت اور نیاز مندی کا مادہ پیدا کیا عہد قدیم کی جو لوگون کی فطرت مین مخفی رکھا گیا ہے یہی اصل ہے اسی کی وجہ سے مؤاخذہ
کیا جاتا ہے اگرچہ وہ واقعہ اُن کو یاد نہ رہا ہو جو لوگ زمین پر پیدا کیئے گئے ہین اور اُنہین صورتون کا عکس ہین جو وہان
موجود ہو چکے ہین اُن مین مومن ہی اور بعض ہین جو وہان پیدا ہو چکے تھے ✦

چوتھا درجہ اسوقت تقدیر اور اندازہ کا ہوتا ہے کہ جب جنین مین روح ڈالی جاتی ہے جیسے تخم خرما خاص وقت مین کسی زمین مین بویا جاتا ہے اور سب اس کی خاص خاص تدبیرین تربیت کے متعلق عمل مین آتی ہین تو جس شخص کو اس درخت اور زمین و ہوا کی خاصیتین معلوم ہوتی ہین وہ جان جاتا ہے کہ یہ درخت اچھی طرح اگے گا اس کی شان دیکھ کر بعض بعض امور کا پتہ لگا لیتا ہے ایسے ہی اس زمانے مین مدبر فرشتون کو اس کی عمر اور رزق کی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے وہ معلوم کر لیتے ہین کہ یہ شخص ان لوگون کے سے عمل کریگا جن کی ملکی قوت بہیمی پر غالب ہوتی ہے یا ان لوگون کے سے جن کی ملکی قوت بہیمی سے مغلوب ہوتی ہے اس کی سعادت اور شقاوت کے سب ڈھنگ ان کو معلوم ہو جاتے ہین کسی واقعہ کے پیدا ہونے سے پہلے ہر چیز کا اندازہ کیا جاتا ہے حظیرۃ القدس سے زمین پر ہر ایک کا نزول ہوتا ہے ایک صورت پہلے مثالی زمین کیطرف منتقل ہوتی ہے پھر اس کے احکام یہان پھیل جاتے ہین اس کو مین نے اکثر مرتبہ مشاہدہ کیا ہے ایک بار چند لوگ باہم مناقشہ کر رہے تھے انکا رنج بڑھتا جاتا تھا مین نے خدا سے التجا کی کہ یہ مناقشہ ان مین سے دور ہو جاوے اسی وقت ایک مثالی نورانی نقطہ حظیرۃ القدس سے زمین پر نازل ہوا وہ آہستہ آہستہ پھیلتا گیا جتنا وہ پھیلتا تھا اتنا ہی رنج ان کے دلون سے دور ہوتا جاتا تھا ابھی ہم اپنے مجلس سے علیحدہ نہ ہوئے تھے کہ ان سب مین باہم ایسے ہی میل و محبت پیدا ہو گئے جیسے پہلے تھے یہ میرے نزدیک خداتعالے کی عجیب نشانیون مین سے ایک نشانی تھی ایسے ہی میرا ایک لڑکا بیمار پڑا تھا میرا دل اسطرف لگا ہوا تھا اتنے مین نماز ظہر پڑھ رہا تھا کہ اس کی موت کو مین نے نازل ہوتے ہوئے دیکھا تو اسکا اسی روز شب مین انتقال ہو گیا حدیث مین صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ زمین پر پیدا ہونے سے پہلے سب حوادث پیدا ہو جاتے ہین اس کے بعد اس عالم مین اسی طرح پیدا ہو کر ظاہر ہوتے ہین کہ جیسے پہلے مرتبہ پیدا ہو چکے تھے یہ خدا کا قانون اور طریقہ ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو چیزین وہان موجود ہو چکی تھین وہ محو ہو جاتی ہین خداتعالی فرماتا ہے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب (خدا جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے) مثلاً کبھی کسی بلا کی کچھ نہ کچھ پیدایش ہو جایا کرتی ہے وہ مصیبت زدہ پر نازل ہونے کو ہوتی ہے کہ دعا اس کو روک لیتی ہے اور کبھی موت کی پیدایش ہونے کو ہوتی ہے کہ کوئی نیکی اس کو روک لیتی ہے اس کا راز یہ ہے کہ یہ نازل ہونے والی شے بھی معمولی اسباب مین سے ایک ایسا ہی سبب ہے جیسے بقاے زندگی کے لئے کھانا اور پینا اور موت کے لئے زہر کھا لینا یا تلوار مارنا ۔ اکثر احادیث سے معلوم ہو گیا ہے کہ ایک عالم ایسا ہے جس مین تمام قائم بالغیر چیزین مجسم ہوتی اور معانی اس مین منتقل ہوتے ہین قبل اسکے کہ کوئی شے زمین مین پیدا ہو جایا کرتی ہے جیسے رحم کا عرش مین معلق ہونا اور فتنے ایسے نازل ہوتے ہین جیسے قطرون کی بوچھاڑ ہوتی ہے ۔ اور نیل و فرات پہلی سدرۃ المنتہے کی جڑ مین پیدا کئے گئے تھے پھر زمین پر ان کو اتار دیا ہے ایسے ہی سورہ حدید اور انعام کا نازل کرنا ۔ مجموعہ قرآن کا دنیا کے آسمان پر اتارنا ۔ اور آنحضرت اور دیوار مسجد کے بیچ مین جنت اور دوزخ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسطرح ہو جانا کہ خوشہ انگور کو توڑ سکین اور

دوزخ کی حرارت کو محسوس کر سکین - اور دعا اور بلا کے باہم کشتی - ذریت آدم کو پیدا کرنا عقل کا پیدا کرنا - وہ سامنے ہوئے اور اُس نے پیٹ پھیر لی - سورہ بقر آل عمران کا پرندون کی دو صفون کی صورت مین ظاہر ہونا - اعمال کا وزن - جنت کا ناگوار چیزون سے اور دوزخ کا خواہشون سے بھرا ہونا - ایسے ہی اور امور بھی ہین جس کو حدیث کا ادنے علم بھی ہوگا وہ ان امور کو خوب سمجھ سکتا ہے اور اپنے مسببات کے لئے اسباب کے سبب ہونے کی تقدیر کچھ مزاحم نہین ہے - اسکا تعلق اُس سلسلے سے ہے جو مجموعی طور پر ایک ہی مرتبہ مرتب ہوگیا ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ منتر اور دوا اور پرہیز تقدیر الٰہی سے بچا سکتے ہین - آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرغ نام مقام کے قصہ مین فرمایا کیا یہ امر نہین ہے کہ اگر تم ناقہ کو سبزہ زار مین چراتے تو تقدیر سے ہی چراتے اور بندون کو اپنے افعال کا اختیار ہے لیکن اس اختیار مین ان کا کچھ اختیار نہین ہے اس لئے کہ اس اختیار کے لئے ضرور ہے کہ مقصود کی صورت اُس کا نفع اور خواہش اور عزم پیدا ہو جائے اور ان سب امور کا علم بھی نہین ہوا کرتا پھر اُن مین خود مختار ہی کیسی - آنحضرت فرماتے ہین - ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبها کیف یشاء (دل خدا کی دو انگشتون مین ہین جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے) واللہ اعلم -

باب ۴۴ - اس پر ایمان لانا چاہئے کہ عبادت کرنا بندون پر خدا تعالی کا حق ہے خدا بندون پر انعام دینیوالا ہے اور بالقصد انکو جزا دینے والا ہے -

معلوم کرو کہ نیکیون کے تمام اقسام مین سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی خالص دل سے اسطرح یقینی اعتقاد کرے کہ دوسرے کسی خلاف اعتقاد کا اُس مین احتمال بھی نہو کہ عبادت کرنا بندون پر خدا تعالی کا حق ہے - خدا کی جانب سے عبادت کا بندون سے ایسا ہی مطالبہ کیا جاتا ہے جیسے کہ اور حقدار اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ تم جانتے ہو کہ خدا کا بندون پر اور بندون کا خدا پر کیا حق ہے حضرت معاذ نے عرض کیا خدا اور اُسکے رسول ہی کو یہ خوب معلوم ہے آپ نے فرمایا خدا کا بندون پر یہ حق ہے کہ اُس کی خالص عبادت کرین کسی کو خدا کا شریک نہ بنائین - اور بندون کا حق خدا پر یہ ہے کہ جو بندہ مشرک نہو خدا اوسکو عذاب نہ دے اسلئے کہ جس شخص کا اس امر پر کہ عبادت خدا کا حق ہے یقینی اعتقاد نہوگا اور اُس کی نظر مین یہ احتمال ہوگا کہ آدمی بالکل مہمل اور بے مہار ہے اُس سے عبادت کا مطالبہ نہین ہے - اور پروردگار مرید مختار کی طرف سے عبادت کا کچھ مواخذہ نہوگا تو ایسا شخص دہریہ ہوگا اگر اعضاء ظاہری سے اُس نے عبادت کی بھی لیکن دلی حالت پر وہ کچھ موثر نہوگی - خدا کے اور اُس کے درمیان کوئی دروازہ مفتوح نہوگا - جیسے عادۃً وہ اور کام کرتا ہے ایسے ہی وہ عبادت بھی کریگا - اس مین اصلی امر یہ ہے کہ عالم جبروت کے موقعون مین ایک ایسا موقعہ ہے جہان قصد و ارادہ قرار پاتا ہے یعنی کسی کام کے کرنے کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور اُس موقع کے لحاظ سے اُس کام کو کرنا یا اُس کو ترک کر دینا دونون امر درست ہوا کرتے ہین اگرچہ مصلحت فوقانی کے لحاظ سے کوئی امر متردد فیہ اور مشکوک نہین رہا کرتا وہان کوئی حالت منتظرہ نہین ہوا کرتی یا کسی

امر کا ہونا ضروری قرار پایا جاتا ہے یا اُس کا نہونا"۔ اُن لوگون کا کچھ اعتبار نہین ہے جو اپنا نام حکما کہتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ارادہ مین کسی شے کے ہونے یا نہونے کا فیصلہ ہوا کرتا ہے ایسے لوگون نے بعض چیزین محفوظ رکھین اور بہت سی چیزین اُن کی نظر سے غائب رہین ۔ وہ جبروت کے اس موقع کے مشاہدہ کرنے سے محجوب ہین ۔ اور آفاقی و انفسی دلائل اُنپر قائم ہو سکتی ہین ۔ اُن کے محجوب ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ اُن کو اُس مقام کی رہبری نہین ہوئی جو تجلئ اعظم او ملاء اعلےٰ کے بین بین ہے ۔ جیسے شعاع کے جوہر مین قایم ہوتی ہے ایسے ہی اس مقام کی حالت ہے ولله المثل الاعلےٰ اس مقام مین کسی امر کے ہونے کی صورت قرار پا جایا کرتی ہے ۔ ملاء اعلےٰ کے علوم اور اُنکے حالات اس تقریر کے باعث ہوا کرتے ہین لیکن اس شے کا کرنا نکرنا ابھی تک امر اختیاری ہوا کرتا ہے اور اُن حکما کے مقابلے مین دلیل اصطلاح پر قایم ہو سکتی ہے کہ ہر شخص اسکو بداہتہ جانتا ہے کہ شلاً ہاتھ بڑھا کر قلم لے لیا جایا کرتا ہے لیکن ابھی یہ شخص محض ایک شے کا قصد کرنے والا ہی ہوا کرتا ہے ۔ اس قصد کے اعتبار سے اُس شے کا کرنا نکرنا یکسان ہوتا ہے ۔ اُس قوت کے لحاظ سے جو اس شخص کے نفس مین ہے فعل یا ترک فعل مین کوئی ترجیح نہین ہوا کرتی اگرچہ فوقانی مصلحت نے اس امر کا واجب الفعل یا واجب الترک ہونا طے کر دیا ہو ۔ یہی حالت اُن سب امور کی سمجھ لینی چاہئے کہ خاص خاص استعدادین اُن کے باعث ہوا کرتی ہین اور مادے جیسی جیسی صورتون کے لئے قابل او مستعد ہوا کرتے ہین ویسے ہی صورتین خالق صور کی جانب سے اُنپر نازل ہو جایا کرتی ہین جیسے دعا کی جاتی ہے تو اُسکے بعد قبولیت مرتب ہوتی ہے تو کہہ سکتے ہین کہ ایک جدید شے کے پیدا ہونے مین دعا کو ایک قسم کا دخل ہے ۔

اور اس تقریر مین اگر یہ شبہ ہو کہ اس حالت مین مصلحت فوقانی سے ناواقفیت معلوم ہوتی ہے کہ اس مصلحت نے کس چیز کو واجب کیا ہے تو یہ مقام حقانی اور نفس الامری کیونکر ہوا ۔ مین کہتا ہون کہ حاشا للہ ایسا نہین ہے ۔ بلکہ یہ علم ہے اور اُس مقام کا حق پورا کرنا ہے ۔ جہل جب ہوتا کہ یون کہا جاتا کہ یہ شے واجب نہین ہے ۔ تمام شرایع الٰہیہ نے اس جہل کی نفی کی ہے اسلئے کہ اُنھون نے ایمان بالقدر کو ثابت کیا ہے ۔ **اصابک لم یکن لیخطئک وما اخطاک لم یکن لیصیبک** (جو چیز تم کو پہنچی ہے اس مین چوک ہونے والی نہ تھی اور جس چیز مین چوک ہو گئی وہ تجکو پہنچنے والی نہ تھی) جب یہ کہا جاویگا کہ اس موقع کے لحاظ سے اس شے کا کرنا یا نہ کرنا درست ہوتا ہے تو بھی علم حق ہے ۔ یقیناً جب تم شتر مرغ کو نہ کام کرتے ہوئے اور اونٹنی کو مادینہ کام کرتے ہوئے دیکھوگے تو اُسوقت اگر یہ حکم کر دگے کہ یہ کام مجبوری سے ایسے ہی ہوتے ہین جیسے پتھر دوسرے کے لڑکانے سے لڑ کتا ہے تو تم خلاف واقع حکم کر دگے ۔ اور اگر یہ کہوگے کہ بلا سبب یہ کام صادر ہوتے ہین نہ اونٹ کا مزاج اُن کا باعث ہے ۔ نہ اونٹنی کا تب بھی تمہارا حکم خلاف واقع ہوگا اور اگر یہ کہوگے کہ اُنکا ارادہ جو اُن کی ذات اور طبیعت مین منقش ہے صرف فوقانی ضرورت کا ناقل ہے اسپر اُسکا سہارا ہے خود اُن مین کوئی ذاتی اور مستقل جوش اور ہیجان کسی امر کا نہین ہوا کرتا اس فوقانی حالت کے علاوہ کوئی اور آمادگی نہین ہے تب بھی یہ حکم خلاف واقع ہوگا بلکہ امر حق اور تحقیقی بین بین حالت ہے یعنی اختیار ایک امر معلول ہے جو اس کی علل و اسباب ہین اُن سے اس کو تخلف نہین ہوا کرتا جو کام مقصود ہوا کرتا ہے اُسی کے اسباب اُسی کے

باعث ہوا کرتے ہین اُن کے لحاظ سے یہ ممکن نہین ہے کہ وہ کام نہو لیکن اس اختیار کی شان اور حالت یہ ہے کہ ذاتی امر
اُس کی اپنی حالت کیوجہ سے اس مین ہیجت اور سرور حاصل ہوا کرتا ہے کسی فوقانی امر کا اُس مین لحاظ نہین ہوتا۔ اب
اگر تو اس مقام کا حق ادا کرے کہیگا کہ مین اپنی ذات مین معلوم کرتا ہون کہ کسی امر کا کرنا نہ کرنا میرے نزدیک برابر تھا اور
مین نے اُس کا کرنا اختیار کرلیا ہے اور یہ میرا اختیار ہی اس کام کی علت اور سبب ہے تو البتہ تو اپنے قول مین سچا ہو سکیگا
شرایع الہیہ نے اسی ارادے کی خبر دی ہے جو اس مقام مین منقش ہوا کرتا ہے بہرحال یہ ثابت ہوگیا کہ ایک ایسے ارادے
کیوجہ سے جو وقتاً فوقتاً متعلق ہوتا رہتا ہے اور اُس کے لحاظ سے دنیا اور آخرت مین جزا ثابت اور مرتب ہوتی رہتی
ہے۔ اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ مدبر عالم نے احکام شریعت کے واجب کرنے سے عالم مین تدابیر کو قایم کیا ہے کہ لوگ اُس
شریعت پر عمل کرین اور اس سے منفعت حاصل کرین تو گویا شریعت سے لوگونکو مامور کرنا ایسا ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلامون
سے کوئی خدمت لینا چاہتا ہے وہ اپنے اُن غلامون سے خوش ہوتا ہے جو اُسکی خدمت کرین اور اُن سے وہ ناخوش ہوتا
ہے جو خدمت کرنے سے انکار کرین اسی طرز و انداز پر شریعتون کا نزول ہوا ہے۔ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ صفات الہیہ وغیرہ
کا بیان شریعتون مین ایسے طرز و عنوان سے ہوا کرتا ہے کہ اُن کے بیان کے لئے کوئی اور عبارت زیادہ خوش ادا اور
حق کو زیادہ واضح طور پر بیان نہین کرسکتی۔ شریعت کی تعبیر کبھی حقیقۃ لغوی کے طور پر ہوتی ہے اور کبھی متعارف مجاز
کی صورت مین۔ شریعت نے اس امر کے دریافت کرنے پر کہ عبادت خداوند عالم کا حق ہے لوگون کو تین مقدمات کی وجہ سے
ہدایت دی ہے۔ یہ تینون اصول سب کے نزدیک مسلم ہین۔ اور بمنزلہ امور مشہورہ اور بدیہی کے اُن کی نظر مین ہوگئے ہین
(۱) خداوند عالم منعم ہے اور منعم کا شکر یہ واجب ہوا کرتا ہے اور عبادت کرنا ما جہی انعامات کا شکریہ ہے۔
(۲) خداوند تعالی بارگاہ احدیت سے اعراض کرنے والون اور دنیا مین عبادت کے ترک کرنیوالون کو سزا دیتا ہے۔
(۳) خدا تعالی آخرت مین طاعت اور نافرمانی کی جزا دیگا۔ ان مقدمات سے تین قسم کے اور علوم کا اضافہ ہوتا ہے۔
(۱) انعامات الہی کا یاد دلانا۔
(۲) انتقامات خداوندی کا یاد دلانا۔
(۳) معاد کے حالات کا یاد دلانا۔ قرآن بزرگ مین انہین علوم کی تشریح ہے۔ ان علوم کی تشریح کی جانب زیادہ تر توجہ
اس وجہ سے ہوئی ہے کہ انسان کی اصل فطرت مین خدا جل مجدہ کی جانب ذاتی میلان پیدا کیا گیا ہے یہ میلان ایک امر دقیق
ہے جس کی صورت آدمی کی خلقت مین ہی منقش ہے۔ انسانی خلقت مین یہ مندرج ہے کہ خدا تمام لوگون کا منعم ہے۔ انکے
اعمال کی جزا دیتا ہے۔ اسواسطے اس پر ایمان ہونا چاہئے کہ عبادت اُسی کا حق ہے۔ وجدان صحیح سے یہ امر ثابت ہے پس جو
شخص ارادے کا انکار کرے یا اسکو اس مین کلام ہو کر بندونپر خدا کا کوئی حق نہین ہے یا جزا سزا پر اسکو یقین نہو تو وہ
شخص دہریہ ہے اس کی فطرت سلیم نہین ہے اس نے اس میلان کو کھو دیا جو فطرۃً اُس کی طبیعت مین ودیعت رکھا گیا تھا
ایسا شخص دہریہ کا نائب اور خلیفہ اور اسکے قائم مقام مانا جاتا ہے ✦
اور اگر اس میلان کی حقیقت معلوم کرنی چاہتے ہو تو سمجھو کہ روح انسانی مین ایک لطیفہ نورانی ہے جس کو بالطبع

خداوند عالم کی جانب ایسی ہی کشش ہے جیسے لوہے کو مقناطیس کی طرف ہوتی ہے۔ وجدان نے یہ معلوم ہے۔ جو شخص اپنے لطائفِ نفسانی کے آثار معلوم کرنے کا نہایت خوض سے متلاشی ہوگا اور ہر لطیفہ کی کیفیت کو وہ معلوم کریگا تب وہ اس لطیفہ نورانی کی کیفیت بھی معلوم کر سکیگا اور یقیناً معلوم کر لیگا کہ اس کو خداوند تعالیٰ کی جانب بالطبع میلان و کشش ہے اہلِ وجدان کے نزدیک اِس میلان کا نام محبت ذاتی ہے جبکہ اور وجدانی امور کے لیئے دلائل کی حاجت نہین ہے ایسے ہی اس کے لیئے بھی نہین ہے وہ ایسا ہے جیسے گرسنہ کی بھوک اور تشنہ کی تشنگی۔ جب آدمی لطائف سفلی کے احکام کی وجہ سے پردہ اور تاریکی کی حالت مین ہوتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے اس نے اپنے بدن مین کسی مخدر چیز کا استعمال کیا ہو اور اسکی بالکل حس جاتی رہی ہو اس پر گرمی اور سردی کا کچھ اثر نہین ہوتا۔ جب اس کے لطائف سفلی مین مزاحمت سے خاموشی اور سکون پیدا ہوتا ہے یہ خواہ اضطراری موت سے ہو جس سے نسمہ کے بہت سے اجزا منتشر ہو جاتے مین اور نسمہ کی اکثر خاصیتین گھٹ جایا کرتی ہین۔ یا اختیاری موت سے ہو کہ نفسانی اور بدنی ریاضتون کے ذرائع عجیب عجیب اس نے استعمال کیئے ہون تب وہ بمنزلہ اس شخص کے ہوتا ہے کہ مخدر چیز کا اثر اس مین سے دور ہو گیا ہو اسوقت مین وہ اپنی ذاتی اثرون کو معلوم کر سکتا ہے جن کی پہلے اسکو خبر بھی نہ تھی۔ پس جب آدمی کی وفات ہوتی ہے اور بارگاہ ازلی کی طرف اس کو توجہ نہین ہوا کرتی اس حالت مین اگر اس کا اعراض محض جہل بسیط اور سادہ لاعلمی سے ہوا کرتا ہے تو ایسا شخص کمال نوعی کے لحاظ سے شقی ہوا کرتا ہے۔ بعد مرنے کے اس کو برزخ کے بعض حالات کا انکشاف تو ہوگا لیکن ذاتی استعداد کے نہونے سے کامل انکشاف نہوگا۔ اسلیئے وہ حیران ہکا بکا رہ جائیگا اور اگر اس اغراض کے ساتھ اس کی علمی اور عملی قوتون مین کوئی مخالف صورت توجہ الی اللہ کے قایم تھی تو وہان باہم کشش ہوگی اور اسکا نفس ناطقہ جبروت کی طرف اور نسمہ مخالف صورت حاصل کرنے کی وجہ سے عالم سفل کیطرف منجذب ہو جاویگا۔ اس مین وحشت اور سرگردانی ہوگی جو نفس ناطقہ کے جوہر سے صعود کریگی۔ اور اس نسمہ کے جوہر پر پھیل جائیگی۔ اکثر توحش کے ہر رنگ اسکو واقعات بھی پیش آئینگے جیسے صفراوی مزاج والے کو خواب مین آگ کے شعلے نظر آیا کرتے ہین۔ یہ کلیہ معرفت کی حکمت سے پیدا اور معلوم ہوتا ہے۔ اور نیز ملأ اعلےٰ کی جانب سے ایسے شخص پر غضب ناک تند نظری بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ملائکہ وغیرہ ذی اختیار نفوس کے دلون پر الہامات ہوتے رہتے ہین کہ ایسے لوگون کو ایذا اور تکلیف پہنچائین۔ یہ قاعدہ ان ارادون اور خواہشون کے اسباب معلوم کرنے سے دریافت ہوتا ہے جو لوگون کے دلون مین پیدا ہوتے ہین۔

بہر حال جبروت کی طرف میلان اور عمل کو واجب قرار دینا جس سے اس قید سے رہا ہو سکے جو لطائف سفلی کی مزاحمت سے پیدا ہوتی ہے اور اس واجب کردہ عمل کے ترک سے مواخذہ کرنا یہ صورت نوعیہ کے احکام اور اس کی قوتون اور اثرون مین سے ہے جس کا خالق صور اور وجود کا فیضان عطا کرنے والے کی جانب سے افراد نوعی کے ہر فرد پر مصلحت کل کا لحاظ کر کے فیضان کیا گیا ہے۔ لوگون کے ذاتی التزام یا رسم و رواج کی پابندی سے نہین ہے۔ اور یہ تمام اعمال حقیقتہً اِس لطیفہ نورانی کا ہی فرض اور حق ہے جس کو خدا کی جانب ذاتی کشش ہے۔ ان اعمال سے اس لطیفہ کی خواہش کا پورا کرنا اور اس کی ہی کمی کا درست کرنا ہے۔ اور چونکہ یہ مضمون نہایت دقیق تھا اس کو بخوبی سمجھنے والے

لوگ شاذو نادر ہی ہوا کرتے ہین اسواسطے اس حق کی نسبت اِس لطیفے کی جانب نہین کی جاتی ہے بلکہ اُس کو ذات خداوندی کی طرف منسوب کرتے ہین جس کی طرف اُسکا میلان اور وہی اُسکا قبلہ مقصود ہے اور اس مین نفسانی قوتون مین سے خاص ایک قوت کو معیّن کرلیتا ہے جس کی وجہ سے میلان ہوا کرتا ہے تو گویا وہ مضمون ہمارے اس قول کا اختصار ہے کہ عبادت لطیفہ کا حق ہے اسوجہ سے کہ اُس کو خدا کی جانب میلان ہوا کرتا ہے شرائع الٰہیہ نے اِس راز کو نہایت صاف عبارت سے ظاہر کردیا ہے جس کو لوگ اپنی ذاتی اور فطری علوم سے سمجھ سکین جنکا یہی طریقہ ہے کہ وہ دقیق معانی کو اُن مثالی صورتون کے لباس مین نازل کیا کرتا ہے جو وجود مثالی کے مناسب ہوا کرتی ہین جیسے کہ ہم کو خواب کے ضمن مین مجرد معانی کسی شے کی ایسی صورت مین نظر آیا کرتے ہین جو اُن معانی کو بعادت لازم یا اُسکے ہمرنگ اور مشابہ ہوا کرتی ہے اسیواسطے کہا جاتا ہے کہ عبادت بندون پر خدا تعالی کا حق ہے۔ اسطرحپر قرآن مجید کا حق اور پیغمبر کا۔ آقا کا۔ والدین کا۔ رشتہ دارون کا حق تماس کرلینا چاہئے۔ حقیقت مین یہ سب نفس کے حقوق خود اپنے ہی ذمہ پر ہین۔ انہین سے نفس کو اپنے کمال کی تکمیل ہوا کرتی ہے۔ ان کی وجہ سے وہ جور و تعدی سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن ان حقوق کی نسبت نفس کی طرف نہین کیا کرتے بلکہ اُن اشیا کیطرف کیا کرتے ہین کہ جن سے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اُن سے ہی معاملہ پڑتا ہے۔ اسلئے تمکو ظاہری امور پر ٹھیرنا نہین چاہئے بلکہ واقعی امور کا تحقیق سے سراغ لگانا چاہئے۔

باب ۴۴ - خدا کے نشانات اور شعائر کی تعظیم کے بیان مین

خدا تعالی فرماتا ہے **ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب** (دلی تقوی ہین سے خدا کے نشانات کی تعظیم بھی ہے) معلوم کرو کہ شریعتون کی بناء شعائر الٰہی کی تعظیم اور اُنکے ذریعہ سے خدا کی حضور مین تقرب حاصل کرنے پر ہے اس کی وجہ وہ ہے جس کی طرف ہم اشارہ کرچکے ہین کہ جس طریقے کو خدا نے مقرر کیا ہے وہ یہی ہے کہ جو امور نفسانیہ مجردہ ہین اُن کی نقل اسطرح کی جائے کہ قوت بہیمی انسانی سے اُنکا استعمال کرسکے اور شعائر سے وہ ظاہری اور محسوس امور مراد ہین جو اسلئے قرار دئے ہین کہ عبادت الٰہی کا وہ ذریعہ ہون۔ خدا کے ساتھ اُن کو خصوصیت ہو۔ لوگون کے ذہن مین اُن کی تعظیم گویا خدا کی تعظیم سمجھی جاتی ہو۔ اور اُن مین کوتاہی بارگاہ خداوندی مین کوتاہی ہو۔ یہ تعظیم لوگون کے دلون مین ایسی راسخ ہوگئی ہو۔ کہ اگر اُن کے دلون کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائین تو بھی یہ تعظیم اُن کے دلون سے نہ نکل سکے۔ اور شعایر کا وجود قدرتی طور پر ہو جایا کرتا ہے۔ جب اطمینان دلی سے لوگ کوئی عبادت اختیار کرتے ہین اور وہ عبادت اُن مین مشہور۔ اور شائع ہوکر بمنزلہ بدیہی امور کے ہو جاتی ہے۔ کوئی شک وشبہ اُس مین باقی نہین رہتا۔ تو اُنہین امور کے ذریعہ سے جن کو اُن کی طبیعتین اور مشہور علوم ضروری قرار دیتے ہین رحمت الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ سب اُس رحمت کو قبول کرتے ہین اور اُن کی حقیقت پر سے پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ برابر قریب وبعید اُس کی طرف بلائے جاتے ہین۔ اسوقت مین اُن امور کی تعظیم لوگون پر واجب قرار

دیجاتی ہے۔ اور ایسی ہی حالت ہوجاتی ہے۔ جیسے خدا کے نام کی قسم کھانیوالا اپنی قسم توڑ نے سے خدا کے حق میں گویا کمی اور کوتاہی خیال میں رکھتا ہے۔ اس وجہ سے اسی اندرونی کمی پر اُن سے مواخذہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں بہت سے ایسے امور کی شہرت ہوتی ہے۔ لوگوں کے خیالات اور علوم میں اُن کی عظمت ہوتی ہے۔ اُن کے خیالات کا مطیع ہونا اس کا باعث ہوتا ہے۔ خدا کی رحمت کا ظہور اُنہیں امور میں ہوتا ہے۔ جنکو وہ تسلیم کر رہے ہیں۔ تدبیر کی بناء اس پر ہے کہ پہلے سب سے زیادہ آسان امر کیا جاوے اُس کے بعد اور آسان۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ جو اُن کی نظر میں نہایت درجہ تعظیم کی چیز ہے۔ اُسی سے لوگوں کی دار و گیر ہو۔ لوگوں کا یہی کمال ہے کہ اہتمام سے اُن امور کی تعظیم کریں سستی اور اہمال اُس میں نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے بندوں کے لئے کوئی ایسی چیز قرار نہیں دی ہے جس کا فائدہ خدا کو ملتا ہے۔ خدا کی شان اس سے برتر ہے۔ بلکہ جو کیا ہے اُنہیں کے فائدوں کے لئے کیا ہے۔ اور چونکہ اُن کا ذاتی کمال یہ تھا کہ نہایت درجہ تعظیم ہو۔ اس واسطے جو امور اُن کے نزدیک تعظیمی ہوں۔ اُنہیں کا مواخذہ کیا جاوے۔ اور اُن کو حکم دیا جاوے کہ خدا کی شان میں کوتاہی نہ کریں اور شریعت کے امور میں زیادہ لحاظ تمام لوگوں کی جماعت کا ہوا کرتا ہے نہ ایک دو شخصوں کا و للہ الحجۃ البالغہ +

خدا کے بڑے شعائر چار ہیں (۱) قرآن (۲) کعبہ (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم (۴) نماز۔ قرآن کا نشان آلہی ہونا اس طرح پر ہے کہ لوگوں میں سلاطین کی طرف سے فرامین کا رعایا کی طرف بھیجنا رائج ہے۔ سلاطین کی تعظیم کے تابع فرامین شاہی کی بھی تعظیم ہوتی ہے۔ اور انبیا کے صحیفے اور اور لوگوں کی تصانیف بھی شائع اور رائج ہوگئی تھیں۔ لوگوں کا اُن کے مذہب کی پیروی کرنے کے ساتھ ہی اُن کتابوں کا تعظیم کرنا۔ اُن کا پڑھنا پڑھانا بھی تھا۔ اُن کے علوم کو ہمیشہ کے لئے قبول اور حاصل کرنا بغیر ایسی کتاب کے بادی الرائے میں محال بھی تھا جس کو وہ پڑھیں یا اُس کی روایت کریں۔ اس واسطے لوگوں کا منشاء ہوا کہ ایک کتاب کی صورت میں رحمت الٰہی کا ظہور ہو جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہووے۔ اور اُس کی تعظیم واجب ہو تعظیم کی یہ صورت ہو کہ جب وہ کتاب پڑھی جاوے تو سب لوگ خاموش ہو کر اُس کو غور سے سنیں اُس کے فرامین کی فوراً تعمیل کریں۔ سجدۂ تلاوت کریں۔ جہاں تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں تسبیح کریں۔ بغیر وضو کے قرآن کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اور کعبہ کا شعائر میں سے ہونا اس لئے قرار پایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں نے آفتاب اور ستاروں کے نام پر بکثرت عبادت خانے اور کنیسے بنا رکھے تھے۔ اُن کی نظر میں کسی ذات مجرد غیر محسوس کی طرف متوجہ ہونا بغیر اس کے محال تھا کہ اُس کے نام کی ہیکل بنائی جاوے اُس میں جانا اور رہنا باعث تقرب کا ہو۔ بادی الرائے میں اُن کی عقلوں میں اور کوئی بات نہیں آتی تھی اس واسطے اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے ضرور ہوا کہ خدا کی رحمت کا ظہور ایک گھر کے ذریعہ سے ہو۔ لوگ اُس کا طواف کریں اُس کے ذریعہ سے خدا سے تقرب حاصل کریں۔ اس لئے خدا نے انسان کو خانہ کعبہ کی طرف بلایا۔ اُس کی تعظیم کا حکم دیا۔ اُس کے بعد ایک زمانہ بعد زمانہ کے آتا رہا۔ ہر زمانہ میں یہ حکم پیدا ہوتا رہا۔ کہ خانہ کعبہ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے۔ اُس میں کمی خدا کی شان میں کمی ہے اس لئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہوگیا۔ اور اُس کی تعظیم کا اس طرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اُس کا طواف نہ کیا جاوے۔ نماز میں اُس کے سامنے کھڑے ہوں۔ ضرورت بشری کے وقت اُس کے سامنے نہ ہوں۔ نہ اُس کی طرف پشت کریں اور پیغمبر صاحب کا شعائر اللہ میں سے ہونا اس واسطے ہے۔ کہ اُن کا نام رسل اسی واسطے رکھا گیا ہے کہ اُنکو بادشاہوں کے ایلچیوں سے

مشابہت دیگئی ہے جو رعایا کی طرف بھیجے جاتے ہیں سلاطین کے امر و نہی کی اُن کو اطلاع کرتے ہیں ایلچیوں کی تعظیم اس واسطے قرار دیگئی ہے کہ اُس سے بھیجنے والے کی تعظیم کا اظہار ہو پیغمبر کی تعظیم یہ ہے کہ اُن کے احکام کی بجا آوری کیجاے اُس پر درود بھیجا جاے گفتگو کرتے وقت آواز بلند نہ کیجاے ۔ اور نماز کا شعائر سے ہونا اس واسطے ہے کہ اس سے مقصود بندگانِ شاہی سے مشابہت کا اظہار ہے جب وہ حضور شاہی میں دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور عاجزانہ درخواست وہاں کیجاتی ہے اس لئے دعا کرنے سے پہلے تعریف کیجاتی ہے اور آدمی کو ایسی ایسی ہیئتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں جو مناجات کے وقت سلاطین کے سامنے اختیار کی جاتی ہیں ۔ تمام ہاتھ پاؤں سمیٹ لئے جاتے ہیں کسی قسم کی بے توجہی نہیں کیجاتی ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خداوند کریم اُس کے مُنہ کے سامنے ہوتا ہے واللہ اعلم ✦

باب سیزدہم ۔ وضو اور غسل کے اسرار میں ۔

کبھی کبھی آدمی طبعی تاریکیوں سے جدا ہو کر حظیرۃ القدس کی روشنیوں کو اخذ کر لیتا ہے یہ انوار اس پر غالب ہو جاتے ہیں ۔ وہ تھوڑے عرصہ کے لئے طبیعت کی حکومتوں سے علیحدہ ہو کر انہیں میں منسلک ہو جایا کرتا ہے اور تجرید نفس کی طرف متوجہ ہونے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہیں میں سے ہے اس کے بعد پھر اُس کی وہی اصلی حالت ہو جاتی ہے اُس وقت میں اُسے پہلی حالت کے مناسب امور کا وہ مشتاق ہوتا ہے ۔ اگرچہ وہ حالت نہیں ہوتی لیکن وہ انہیں امور کو غنیمت جانتا ہے ۔ یہ چاہتا ہے کہ اُس فوت شدہ حالت کو ان امور سے اپنے دام میں لے آوے ۔ اس صفت کی وجہ سے وہ اُسی حالت کا سا لطف اور سرور و انبساط پاتا ہے ۔ یہ کیفیت اُس کو بیہودگی کے ترک کرنے اور پاکیزگیوں اور ستھرائیوں کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے اس لئے وہ اُن امور کا پختگی سے پابند ہوتا ہے ۔ اور اس کے بعد اس شخص کا مرتبہ ہے کہ اس نے مخبرِ صادق کو تعلیم دیتے ہوئے سنا کہ یہ حالت آدمی کے لئے موجب کمال ہے ۔ پروردگار ایسی حالت کو آدمی سے پسند کرتا ہے ۔ اور اس میں بے نہایت فائدے ہیں یہ سُنکر اس نے دلی شہادت سے اُس کو سچ جانا اور جیسا اُس کو حکم دیا تھا ویسے ہی اُس نے تعمیل کی ۔ جتنا وہ اُس پر کاربند ہوتا گیا ویسا ہی اُس کی تمام خبروں کو حق پاتا گیا ۔ اور اُس پر رحمت کے دروازے کھلتے گئے ۔ اور فرشتوں کی سی حالت اُس کی ہوتی گئی ۔ اِس کے بعد اس شخص کا رتبہ ہے جو کہ خود اُس حالت کو کچھ نہیں سمجھ سکتا تھا لیکن انبیاء نے اُس کو ایسی ہیئتوں کی طرف زبردستی کھینچا اور مجبور کیا جو معاد میں آدمی کو فرشتوں کے ساتھ ملحق کر دیتی ہیں یہی لوگ وہ ہیں جو جنت کی طرف زنجیروں کے ذریعہ سے کھینچے جاتے ہیں ۔ وہ ناپاک امور جن کا اثر ظاہر النفس پر ہوا کرتا ہے پلیدی کا خیال اُن میں زیادہ ہوا کرتا ہے اس لئے وہ عام لوگوں کے سمجھانے کے قابل ہوئے ہیں ۔ اور انہیں کا وقوع بھی زیادہ ہوتا ہے اگر وہ نہ بتلائے جائیں تو لوگوں کو بڑا ضرر پہنچ سکتا ہے ۔ تلاش سے دو قسموں میں منحصر ہیں ۔ (۱) فضولِ شکم میں طبیعت کا مصروف رہنا ۔ فضولِ معدی تین چیزیں ہیں (۱) ریاح (۲) بول (۳) براز ۔ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اپنی اس نفسانی کیفیت کو نہ جانتا ہو کہ جب شکم ریاح سے پُر ہوتا ہے ۔ اور اُس کو بول و براز کی ضرورت ہوتی ہے ۔ تو اُس کا دل کیسا بگڑا ہوا محسوس سا ہوتا ہے ۔ وہ متحیر اور منقبض سا ہو جاتا ہے اور اُس کے اور انبساط کے بیچ میں پردہ سا حائل معلوم ہوتا ہے ۔ جب ریاح خارج ہو جاتے ہیں بول و براز سے فارغ ہونے کے بعد طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اور غسل وضو وغیرہ کا استعمال کرتا ہے جس سے نفس کی پاکیزگی پر تنبیہ ہوتی ہے ۔ تو اُس وقت وہ اپنے

دل میں ایک شگفتگی اور فرحت پاتا ہے ایسا خوش ہوتا ہے کہ گویا کوئی گم شدہ شے مل گئی (۲) نفس کا خواہشِ مجامعت میں مشغول اور فریفتہ ہونا اسکی وجہ سے نفس کا رخ ہمہ تن بہیمی طبیعت کی جانب پھر جاتا ہے جب بہائم سے مقصود آداب کی مشق بڑھائی جاتی ہے یا شکاری جانور بھوکے اور جاگتے رکھے لئے مطیع کئے جاتے ہیں۔ اُن کو بتایا جاتا ہے کہ اپنے مالک کے پاس شکار پکڑ لائیں اور پرندوں کو آدمیوں کی بولیاں سکھائی جاتی ہیں۔ بہرحال کوئی جانور ہو جب اُس کی مقتضائے خواہش اور طبیعت کے کھو دینے کی بخوبی کوشش کیجاتی ہے۔ پھر یہ جانور بادنیوں یا رال ملکر اپنی خواہش اُن سے پوری کرتا ہے اور چند روز انہیں لذائذ میں دوبار رہتا ہے تو سب کچھ سکھائے ہوئے بھول جاتا ہے تاریکی و گمراہی اُس میں پیدا ہو جاتی ہے ✤

ان امور میں غور کرنے سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نفس کی آلودگی میں جو اثر اس خواہش کے پورا کرنے سے ہوتا ہے کثرت کھانے وغیرہ اور اُن تمام امور سے نہیں ہوتا جن سے نفس کو طبیعت بہیمی کیجانب کشش ہوتی ہے۔ آدمی کو اس کا تجربہ اپنی نفسانی حالت سے ہی کر لینا چاہئے۔ اور اُن تدابیر کو یاد کرنا چاہئے جن کا ذکر اطبائے تارکِ دنیا۔ راہبوں کی اصلاح اور نفسِ بہیمی کی طرف اُنکی طبیعتوں کو پھیرنے کے لئے کی ہیں۔ اور طہارتیں جن کا اثر ظاہر محسوس ہوتا ہے عام لوگوں کو وہ سمجھائی جاسکتی ہیں اور آباد ملکوں میں اُن طہارت تو اُنکا ذریعہ پانی وغیرہ بکثرت موجود ہے۔ لوگوں کے دلوں میں سب طہارتوں سے زیادہ اُن کا وقوع ہوتا ہے اور علاوہ قدرتی طریقہ کے مسلم ہونے کے وہ مسلم اور مشہور بھی ہوگئی ہیں تلاش سے معلوم ہوا۔ دو قسمیں پائی جاتی ہیں (۱) طہارتِ صغرےٰ (۲) طہارتِ کبرےٰ ✤

طہارتِ کبرےٰ سے یہ مراد ہے کہ تمام بدن دھویا جائے اس لئے کہ پانی خود ایک پاک چیز ہے سب نجاستوں کو دور کر دینا یہ مسلط عقل و نقل اُس کے اثر کو تسلیم کرلیا ہے۔ نہایت عمدہ ذریعہ ہے کہ اُس کی وجہ سے صفت طہارت پر نفس متنبہ کیا جائے۔ اکثر لوگ شراب کا استعمال کرتے ہیں نشہ میں چور ہو جاتے ہیں اسی مدہوشی میں وہ ناحق خون کر ڈالتے ہیں یا نہایت نفیس مال کو ضائع کر دیتے ہیں بعد اسکے بعض وقت وہ متنبہ ہو جاتے ہیں اپنی ہوش میں آکر نشہ کا اثر اُن سے دور ہو جایا کرتا ہے۔ اور اکثر ناتوان لوگوں کو نشست برخاست کی طاقت نہیں ہوتی کوئی کام نہیں کر سکتے دفعۃً کوئی کام پیش آتا ہے اور اُن کی طبیعت میں کوئی بڑی تنبیہ پیدا ہوتی ہے جس سے غلبہ یا حمیت یا قوم سے بڑھ جانے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ اُس وقت بڑے کام سے بڑا کام وہ کر سکتے ہیں۔ یا کوئی بڑی خونریزی کر بیٹھتے ہیں۔ بہرحال نفس بیچارہ بعض امور سے دفعۃً بدل جایا کرتی ہے۔ اور ایک عادت سے دوسری عادت کے لئے بیداری اُس میں آجایا کرتی ہے نفسانی علاجوں کیلئے اس قسم کی تبدیلیاں مفید اور عمدہ ہیں۔ اس قسم کی بیداری اُس چیز سے پیدا ہوتی ہے جس کا کامل طہارت ہونا طبیعتوں اور دلوں میں راسخ ہو گیا ہے۔ اور ایسی چیز صرف پانی ہی ہے۔ اور طہارتِ صغرےٰ صرف ہاتھ۔ پاؤں منہ کے دھونے سے حاصل ہوتی ہے تمام آباد ملکوں میں یہ معمول جاری ہے کہ یہ اعضاء قدرتی طور پر کھلے ہوئے رہتے ہیں۔ لباس بدنی سے وہ جدا رہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس طرح پر بدن پر کپڑا پہننے سے کہ کوئی عضو بھی کھلا ہوا نہ رہے منع فرما کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو ان اعضاء کے کھلے رہنے سے اُن کے دھونے میں کوئی دقت نہیں ہوسکتی۔ اور اعضاء میں البتہ ہرج ہو سکتا ہے۔ تمام شہر والوں کا معمول ہے کہ روزانہ اپنے ان اعضاء کو دھوتے رہتے ہیں جب سلاطین و امرا کی حضور میں جائیں یا عمدہ اور پاکیزہ کام کرنے کا قصد کرینگے تو اُن اعضاء کو ضرور دھولینگے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان اعضاء پر اکثر گرد و غبار چرک وغیرہ کا اثر جلد ہوتا رہتا ہے۔ اور باہم ملاقات کے وقت بھی یہی اعضاء نظر پڑتے ہیں۔ اور نیز تجربہ سے شہادت ملتی ہے کہ ہاتھ۔ پاؤں کے دھونے سے منہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے

خواب یا نہایت بیہوشی اُس سے دُور ہوجاتی ہے۔ اس تجربہ اور علم کی تصدیق اطبا کی تجویز سے بھی ہوتی ہے۔ وہ اُس شخص کیلئے جس کو غشی ہو یا اُس کو زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسی کی فصد زیادہ لی گئی ہو۔ یہی پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں۔ تدابیر ثانیہ کے ابواب سے جن پر انسانی کمال کا مدار ہے اور لوگوں کے لئے وہ بمنزلہ فطرت کے ہوگئے ہیں۔ طہارت بھی ایک باب ہے۔ اس کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ قرب واتصال ہوجاتا ہے۔ شیاطین سے بعد ہوتا ہے۔ اور عذاب قبر بھی اس سے دور ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیشاب سے اپنے آپ کو پاک صاف رکھو۔ عام عذاب قبر اُس سے ہوتا ہے۔ اور طہارت کو اس میں بڑا دخل ہے کہ اس کے ذریعے سے نفس انسان کا درجہ حاصل سکتا ہے خدا فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ پاکیزہ رہنے والوں کو خدا دوست رکھتا ہے۔ جب طہارت کی کیفیت نفس میں خوب راسخ ہوجاتی ہے تو ہمیشہ کے لئے نور ملکی کا ایک شعبہ اُس میں ٹھہر جاتا ہے اور بہیمیت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہوجاتا ہے۔ نیکیوں کے لکھے جانے اور خطاؤں کے دور ہونے کے یہی معنی ہیں۔ اور اگر رسمی طور پر بھی وہ عمل میں لائی جاتے تاہم بہت باتوں میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ اور جب کوئی منزہ اور پاک آدمی ان ہیئتوں کی پابندی کرتا ہے جن کا لوگ سلاطین کی حضور میں لحاظ رکھا کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ساتھ کچھ اذکار روحانی بھی ہوں۔ تو سعادت میں وہ مفید ہوا کرتے ہیں۔ جب آدمی خوب سمجھ جاتا ہے کہ طہارت اُس کا کمال ہے۔ تو اور بغیر کسی خواہش حسی کے وہ عقلی طور پر آداب طہارت سے نفس کو مؤدب کرتا ہے۔ تو اُس سے مشاقی ہوتی ہے۔ کہ طبیعت میں عقل کے اتباع کا مادہ بڑھتا رہتا ہے واللہ اعلم۔

باب ۴۵۔ نماز کے اسرار میں

معلوم کرنا چاہیئے کہ کبھی آدمی حظیرۃ القدس کی سی حالت کو اخذ کرلیتا ہے۔ بارگاہ خداوندی سے اُس کو کمال اتصال و قرب ہوجایا کرتا ہے۔ وہاں سے اُس پر مقدس تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ وہاں وہ ایسی حالت کو مشاہدہ کرتا ہے جس کو زبان نہیں بیان کرسکتی ہے پھر جہاں تھا وہاں کا وہیں آجاتا ہے۔ اُس وقت میں وہ بے قرار ہوکر کوشش کرتا ہے اسفلی حالتوں میں سے جو حالت اُس سے قریب ہے اپنے اندر پیدا کرے۔ اس لئے اپنے پروردگار کی معرفت میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ اور یہ جانتا ہے کہ جو حالت فوت ہوئی ہے وہ پھر واپس آجائے۔ یہ حالت خدا کی عظمت اور اپنی خاکساری کے اظہار سے اُن افعال اور اقوال کے ذریعے سے خدا کی حضور میں مناجات کرنے سے جو مناجات کرنے کے لئے مقرر ہیں ہوا کرتی ہے۔ اس کے بعد اُس شخص کا درجہ ہوتا ہے جس نے کسی احکام کے سچے حالات بیان کرنے والے کو سنا کہ وہ ایسی حالت کی طرف لوگوں کو بلاتا اور رغبت دلی دلاتا ہے۔ پھر دلی شہادت سے اس سامع نے اُس کی تصدیق کی۔ اُس کے احکام کی تعمیل کی۔ اور اُس کے تمام وعدوں کو اُس نے سچا پایا۔ اور اپنی آرزو میں کامیاب ہوگیا۔ اُس کے بعد اُس کا رتبہ ہے کہ انبیا نے نمازوں پر اُس کو مجبور کیا۔ لیکن اُس کو کوئی ذاتی علم اُن کی خوبیوں کا نہ تھا۔ اُس کی مجبوری ایسی ہی تھی جیسے باپ اپنے بیٹے کو مفید صنعتوں کی تعلیم دے اور وہ اُن کو پسند نہ کرتا ہو۔ کبھی آدمی اپنے پروردگار سے مصیبت کے دفع ہونے یا کسی نعمت کے ملنے کی درخواست کرتا ہے۔ اُس وقت زیادہ مناسب یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ

تعظیمی افعال اور اقوال میں مستغرق ہو جائے۔ تاکہ اُس کی ہمت کا جو دعوات کی روح ہے کچھ اثر پڑ سکے۔ نمازِ استسقاء اسی وجہ سے مسنون ہوئی ہے۔ نماز میں اصلی امور تین ہیں۔ (۱) خدا تعالیٰ کی بزرگی اور جلال دیکھ کر دلی عاجزی (۲) خدا کی عظمت اور اپنی خاکساری کو خوش بیانی سے ظاہر کرنا (۳) اُس خاکساری کی حالت کے موافق اعضا میں آداب کا استعمال۔ قائل بیان کرتا ہے۔ **شعر**

افادتکم النعماء منی ثلثۃ یدی ولسانی والضمیر المحجبا

تمہاری نعمتوں کا فائدہ تین چیزوں کو پہنچا۔ میرے ہاتھ اور زبان اور پوشیدہ دل کو +

افعال تعظیمی میں سے یہ بھی ہے کہ خدا کی حضور میں کھڑا ہو کر مناجات کرے۔ اور کھڑے ہونے سے بھی زیادہ تعظیم اس میں ہے کہ اپنی خاکساری اور پروردگار کی عزت و بزرگی کا خیال کر کے سرنگون ہو جائے۔ تمام لوگوں اور بہائم میں فطری امر ہے کہ گردن کشی غرور اور تکبر کی علامت ہے۔ اور سرنگون ہونا نیازمندی اور فروتنی کی علامت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ (اُن کی گردنیں اُس کے سامنے جھک گئیں) اور اس سے بھی زیادہ تعظیم کی بات یہ ہے کہ اُس کی حضور میں اپنے سر کو زمین پر گرادے۔ جو تمام اعضا میں سے زیادہ بزرگ اور حواس کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ یہی تینوں قسم کی تعظیمیں تمام لوگوں میں رائج ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی نمازوں میں۔ اپنے سلاطین اور امراء کی حضوری میں انہیں کو استعمال کرتے ہیں۔ اور سب صورتوں میں نماز کی صورت عمدہ ہے جس میں تینوں امر جمع ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی ادنے تعظیمی حالت سے اعلےٰ کی طرف ترقی ہو۔ تاکہ دم بدم نیازمندی اور خاکساری کی حالت زیادہ ہوتی ہوئی معلوم ہو۔ جو فائدہ اس ترقی کی حالت میں ہو سکتا ہے۔ وہ تنہا اعلےٰ درجہ کی تعظیم میں یا اعلےٰ حالت سے ادنےٰ کی طرف منتقل ہونے میں معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور نماز میں یہ تقرب کے اعمال اصلی قرار دیئے گئے ہیں عظمت الٰہی میں صرف غور کر لینا یا ہمیشہ خدا کا ذکر کرنا اُس میں اصلی نہیں قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ خدا کی عظمت کا صحیح خیال صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی طبیعتیں اعلےٰ درجہ کی ہوں۔ اور ایسے لوگوں کے وجود کم ہوا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے علاوہ اگر اور عام لوگ خدا کی عظمت میں خوض کریں تو اُن کا غور کام نہیں دیتا۔ اور فائدہ کے تو کیا معنی وہ تو اپنے راس المال کو بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ اور محض ذکر ہی ذکر جس کی تشریح اور مدد کسی دوسری عملی تعظیم سے جو اعضا کے ذریعہ سے ہر ایک عضو کے آداب کا لحاظ کر کے کیجاتی ہے نہ ہو تو وہ اکثر لوگوں کے حق میں بالکل بے فائدہ ہوا کرتا ہے۔ البتہ نماز ایک مرکب معجون ہے جس میں فکر و غور ہے۔ اُس کے ذریعہ سے خدا کی جانب توجہ ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اس کا موقع مل سکتا ہے۔ اور جس کو گردابِ شہود میں خوض کرنے کی استعداد حاصل ہو۔ اُس کو بھی کوئی مانع نہیں ہے۔ وہ بخوبی اس میں خوض کر سکتا ہے بلکہ نماز کی وجہ سے نفس کو اس قسم کی کامل توجہ کا بخوبی موقع مل سکتا ہے۔ اور نیز نماز میں مختلف دعائیں بھی شامل ہوا کرتی ہیں جن سے صاف صاف ظہار کیا جاتا ہے کہ اُس کا عمل خالصاً خدا ہی کے لئے ہے۔ اُس کا رخ اسی کی جانب ہے ہر قسم کی اعانت کی خواستگاری صرف اُسی سے ہے۔ اور اِن کے علاوہ نماز میں بہت سے تعظیمی افعال بھی ہیں۔ سجدہ۔ رکوع۔ ہر ایک دوسرے کا معاون اور مکمل اور اُس پر متنبہ کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے نماز کی منفعت عام اور خاص سب لوگوں کے لئے

یکساں ہے۔ ہر ایک شخص اپنے درجہ اور استعداد کے موافق اُس سے نفع اُٹھا سکتا ہے۔ نماز ایمان والے کے لئے معراج ہے
وہ اُس کو اُخروی تجلیات کے لئے طیار کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تم اپنے رب کو بیشک دیکھو گے
اگر تم کو مشاغل نہ روکیں تو طلوع وغروب آفتاب سے پہلے وقتوں کی نماز کا اہتمام رکھو۔ اور خدا کی محبت اور رحمت کا
نماز بڑا سبب ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سجدوں کی کثرت سے اپنے نفس کو مدد کرو۔ خدا تعالیٰ نے
دوزخیوں سے کا حال میں نقل کیا ہے۔ وَلَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ (ہم نماز نہ پڑھا کرتے تھے) اور جب نماز کا شوق
دل میں جم جاتا ہے۔ تو نور الٰہی میں نماز گذار محو ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی خطائیں دور ہو جاتی ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ
يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں) معرفت الٰہی کے لئے کوئی چیز زیادہ مفید نماز سے نہیں ہے
خاصکر جب نماز کے تمام افعال و اقوال حضور دل اور پاک نیت سے عمل میں لائے جائیں۔ اور جب نماز رسم کے طور پر بھی
ادا کیجاتی ہے۔ تو بھی اُس کے فوائد ہیں اُس کا بین نفع ہے۔ وہ مسلمانوں کا شعار ہو گیا ہے۔ نماز سے ہی مسلمان
اور کافر میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافروں کے اور ہمارے درمیان نماز کا ذمہ ہے
جو نماز کو ترک کریگا وہ کافر ہے۔ اور نماز سے زیادہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس سے طبیعت کو عملی تدابیر سے متمتع ہونے
کی مشق کرائی جاسکے۔ واللہ اعلم ✦

باب نہم زکوٰۃ کے اسرار کے بیان میں

معلوم کرو کہ جب کسی مسکین کو کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ اور وہ زبان قول یا حال سے اُس کے لئے خدا کی حضور میں
گریہ و زاری کرتا ہے۔ تو اُس کا یہ عاجزی کرنا خدا کی بخشش کے دروازہ کو کھول دیتا ہے۔ اور اُس وقت مقتضائے مصلحت
الٰہیہ یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی ذکی شخص کو الہام ہوتا ہے۔ کہ اُس کی حاجت رفع ہو جائے تب الہام اُس پر چھا جاتا ہے اُسی کے
موافق خدا کی خوشنودی پیدا ہوتی ہے۔ اور اوپر سے نیچے سے دائیں بائیں سے برکتیں اُس پر نازل ہوتی ہیں اور وہ
قابل رحمت ہو جاتا ہے۔ ایک روز مجھ سے ایک مسکین نے اپنی حاجت ظاہر کی۔ وہ اُس کی وجہ سے مضطر ہو رہا تھا۔
تب میں نے اپنے دل میں الہام کی آہٹ پائی۔ گویا وہ مجھ کو حکم دیتا ہے۔ کہ میں اُس کو کچھ دوں۔ وہ الہام مجھ کو بشارت
دیتا تھا کہ دنیا و آخرت میں اس کا بڑا اجر ملیگا۔ میں نے اُس مسکین کی حاجت برآری کرائی۔ اور میں نے اپنے پروردگار کے
وعدہ کو سچا دیکھ لیا۔ اُس غریب کا جود الٰہی کے دروازہ کو کھٹکھٹانا اور الہام کا پیدا ہو کر میرے دل کا اُس کو اُس روز
اختیار کر لینا۔ اور اُس کے بعد اجر کا ظاہر ہونا یہ سب امور آنکھ کے سامنے محسوس ہوئے۔ اکثر کسی موقع پر خرچ کرنا رحمتِ
الٰہی کے نازل ہونے کا باعث ہوا کرتا ہے۔ جب ملاء اعلیٰ کی خواہش کسی مذہب کے مشہور اور معزز کرنے کے لئے طے ہو جاتی
ہے۔ تو جو شخص اُس کے کام چلانے کے درپے ہوتا ہے۔ اُس پر رحمت ہوتی ہے یہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ تنگ حالی
میں لڑائی کی ضرورت پڑے یا قحط سالی کا زمانہ ہو یا کسی مفلس گروہ کا خدا کو زندہ رکھنا مقصود ہو تب سچی خبر دینے والا
پیغمبر ان موقعوں سے ایک قاعدہ کلیہ اخذ کر کے کہتا ہے کہ جو شخص ایسے ایسے تنگ حال پر یا فلاں فلاں حالت میں خیرات کریگا۔

تو اُس کا عمل مقبول ہو جائیگا۔ اور ان امور کو کوئی شخص سنتا ہے۔ اور اپنی دلی شہادت سے اُس کے حکم کو مان لیتا ہے۔ اور اُن سب وعدوں کو سچا پاتا ہے۔ اور اکثر بعض لوگ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ مال کی محبت بخیلی کرنے سے اُس کے حق میں مضر ہوگی۔ اُنکو وہ مقصود راستہ سے باز رکھیگی۔ اِس لئے اُس کو اِس خیال سے نہایت تکلیف ہوتی ہے۔ اِس تکلیف کو وہ اِس طرح دفع کرتا ہے۔ کہ اپنی کسی نہایت محبوب چیزوں کے صرف کرنے کی مشق کرتا ہے۔ اُس وقت میں خرچ کرنا ہی اُس کے حق میں بہت مُفید ہوتا ہے۔ اگر وہ صرف نہ کرتا تو محبت اور بخیلی ویسی کی ویسی ہی اُس میں باقی رہجاتی۔ اور عالم معاد میں وہ محبت گنج سانپ کی صورت میں ہوتی یا وہ اموال مضر صورتوں میں اُس کے سامنے متمثل ہونے۔ حدیث میں ہے بَطَحَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ الخ جو لوگ سونا چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں نہیں خرچ کرتے اُنکے لئے خدا نے اُنکو عذاب سخت کی خبر دے قیامت کے۔ اُنکی پیشانیاں اور پہلو اُسی سونے اور چاندی سے جہنم کی آگ میں تپا کر داغ دیئے جائینگے) اور اکثر کسی شخص کے مرجانے کا حکم عالم مثال میں قرار پاجاتا ہے۔ اسلئے اُس میں وہ بہت سا مال صرف کرتا ہے۔ اور وہ شخص اور قابل رحمت لوگ خدا کی حضور میں گریہ وزاری کرتے ہیں۔ تو مال کے صرف سے اُس کی خود ہلاکی محو ہوجاتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر (قضا کو دعا ہی ہٹا دیتی ہے اور نیکی سے عمر بڑھتی ہے) اور آدمی اکثر طبیعت کے غلبہ سے کوئی برا کام کرلیتا ہے۔ پھر اُسکی بُرائی معلوم کرکے نہایت شرمندہ ہوتا ہے۔ لیکن طبیعت پھر غالب آجاتی ہے اور اُسی کام کو پھر کرتا ہے ایسے نفس کا علاج یہی ہے کہ اپنے فعل کے تاوان کے لئے بہت سا مال صرف کرے تاکہ یہ نقصان اُس کے پیش نظر رہے اور پھر آیندہ ایسے قصد سے اُس کو باز رکھے۔ اور نیز اکثر خوش خلقی اور انتظام خاندانی کا حفظان اسی طرح سے ہوتا ہے۔ کہ خوب کھانا کھلایا جاوے سلام میں تقدیم کیجاوے۔ اور طرح طرح ہمدردی کیجاوے۔ اِن امور کا حکم دیا جاتا ہے اور یہ امور صدقہ شمار کئے جاتے ہیں۔ اُس سے برکت زیادہ ہوتی ہے۔ اُس سے غضب الٰہی کی آگ بجھ جاتی ہے اور فیضان رحمت کو حاصل کرکے عذاب آخرت اُس سے دور ہوجایا کرتا ہے۔ ملاء اعلےٰ کی دعا اُس کی طرف مصروف ہوتی ہے جو زمین میں مصلح اور مدبر ہیں۔

باب ۴۷۔ روزہ کے اسرار میں

معلوم کرو کہ اکثر آدمی خدا کے الہام سے سمجھتا ہے کہ طبیعت بہیمی کا جوش اُس کو کمال ذاتی سے باز رکھتا ہے۔ وہی جوش بہیمیت کو ملکی قوت کے تابع ہونے نہیں دیتا۔ اِس لئے بہیمی قوت سے اُس میں نفرت اور بغض پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اُس کے جوش کو مار دے۔ کوئی چیز اُس کو اُس کے تدارک کے لئے بجز اِس کے نہیں ملتی کہ گرسنہ اور تشنہ رہے۔ مجامعت ترک کردے۔ اپنی زبان۔ دل اور اعضا کو روکے رہے۔ انہیں امور سے وہ اپنی مرض جسمانی کا علاج کرتا ہے۔ اِس کے بعد اُس شخص کی حالت ہے جس نے سچی خبر دینے والے۔ سے ان تدابیر کو دلی شہادت سے اخذ کیا ہو۔ اُس کے بعد اُس شخص کا حال ہے کہ شفقت اور مہربانی سے انبیا علیہم السلام اُس میں یہ حالت پیدا کریں۔

ہیں ان خوبیوں کا ذاتی علم نہ ہو لیکن معاد میں اُس کا فائدہ اُس کو حاصل ہو۔ جب یہ جوش اُس میں دب جائے۔ اکثر آدمی کو یقین ہو جاتا
ہے کہ اُس کا یہی کمال ہے کہ طبیعت عقل کے تابع رہے لیکن طبیعت بغاوت کرتی ہے کبھی آزادانہ رہنے کی کوشش کرتی
ہے۔ اور کبھی احکامِ عقلی کے تابع بھی ہو جاتی ہے اس واسطے اُس شخص کو مشاق کے لئے محنت کے کام روزہ جیسے اختیار
کرنے پڑتے ہیں۔ وہ اپنی طبیعت کو ایسے کاموں پر مجبور کرتا ہے اور طبیعت سے چاہتا ہے کہ اطاعت کے عہد کو پورا
کرتی رہے۔ وہ اس طرح انہیں امور کے اہتمام میں رہتا ہے حتی کہ اُس کا مقصود اصلی حاصل ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی کسی شخص سے
گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ مدتوں تک روزے رکھے چلا جاتا ہے۔ ان میں کی نسبت گناہ کے زیادہ محنت اور جبر ہوتا ہے
تاکہ دوبارہ ایسا کام اُس سے نہ ہو۔ اور نیز کبھی دل میں عورتوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے لیکن اس کو مہر دینے کا مقدور
نہیں ہوتا۔ زنا کا خوف ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رغبت کو روزہ سے مار دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے فان الصوم لہ وجاء (جس شخص کو شادی کرنے کی طاقت نہ ہو۔ تو روزہ اُس کے لئے بمنزلہ خصی ہونے
کے ہے) روزہ اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔ اُس سے ملکی قوت بڑھتی ہے۔ اور بہیمی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔ روح کے چہرہ
روشن کرنے کے لئے کوئی قلعی اُس سے زیادہ نہیں ہے۔ اور طبیعت کے مغلوب کرنے کی کوئی دوا اُس سے زیادہ مفید نہیں ہے
اسی واسطے خدا نے فرمایا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اُس کی جزا دونگا) روزہ
سے قوتِ بہیمی ضعیف مضمحل اور کمزور رہتی ہے۔ نتیجہ ہی خطائیں صدر ہوتی ہیں۔ فرشتوں کی حالت سے مشابہت بڑھتی جاتی ہے
اُن کو روزہ دار سے اُنس و محبت ہو جاتی ہے۔ یہ محبت کا تعلق بہیمیت کے ضعیف ہونے کا اثر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اگر روزہ رسمی طور پر ہو۔ تاہم
رسمی امور کے لحاظ سے مفید ہے۔ جب کوئی اُمت اُس کی پابندی کرتی ہے۔ تو اُن کے شیاطین کے پاؤں میں زنجیر پڑ جاتی
ہے۔ اُن کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں +

اور جب کوئی آدمی نفس کے مغلوب کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ اُس کے رذائل کو دور کرنا چاہتا ہے تو عالمِ مثال میں اُس کے
نفس کی ایک قدسی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عارفین یا قدسین زکی القلب لوگ اُس صورت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ
عالمِ غیب اُن کی علمی مدد کرتے ہیں۔ اور تنزیہ و تقدیس کے ذریعہ سے ذاتِ واجبی سے اُس شخص کو قرب حاصل ہو جاتا ہے۔
الصوم لی وانا اجزی بہ کے یہی معنی ہیں +

کبھی آدمی اُس خرابی کو معلوم کرتا ہے جو اُس کی طبیعت میں امور معاش کی سرگرمی اور بیرونی اثروں کی خواہش میں پڑ جانے سے
پیدا ہوئی ہے اُس کے لئے تنہا ہو کر کسی مسجد میں عبادت کرنا جو نماز کے لئے بنائی گئی ہو مفید ہوا کرتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے تو علیحدگی
ممکن نہیں ہوتی لیکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ وہ شخص اپنے اوقات میں کسی قدر فرصت کو جدا کر کے جتنا میسر ہوتا ہے
اعتکاف میں تنہائی سے اوقات بسر کرتا ہے۔ اس کے بعد اُس کی حالت ہے جس نے دلی شہادت سے مخبر صادق کے ذریعہ سے
اعتکاف کی خوبی کو قبول کیا ہو۔ پھر اُس شخص کی حالت ہے کہ زبردستی اُس کو اعتکاف کی تعلیم دی گئی ہو۔ اکثر روزہ میں زبان کو پاک
صاف رکھنے کے لئے اعتکاف کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ کبھی لیلۃ القدر کی اور اُس میں فرشتوں کے اتصال کی اُس کو خواہش

ہوتی ہے۔ یہ بھی بسبب اعتکاف کے میسر نہیں ہو سکتا۔ لیلۃ القدر کے معنی آیندہ آوینگے واللہ اعلم۔

باب ۴۴۔ حج کے اسرار میں

معلوم کرو کہ حج کی حقیقت یہ ہے کہ صلحا کی ایک جماعت کثیر ایک وقت خاص میں جمع ہوں انبیاء اور صدیقین شہداء اور صالحین کے حالات کو جن پر خدا نے اپنا انعام کیا ہے وہ یاد کریں اور سب ایسے موقع پر جمع ہوں جہاں خدا کی آیات اور نشانیاں ہوں۔ آئمہ دین کی جماعتیں وہاں کا قصد کرتی رہی ہوں وہاں وہ نہایت خلوص اور رغبت سے خدا کے شعائر کی تعظیم کرتی رہی ہوں خدا سے نیکی کی امید اور خطائیں معاف ہونے کی دعائیں اور التجائیں کرتی رہی ہوں جب اس قسم کے ہمت والے لوگوں کی جمع ہوتی ہے۔ تو لازمی طور پر خدا کی رحمت اور مغفرت وہاں نازل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جیسا کہ عرفہ کے روز نہایت ذلیل و خوار و حقیر و غصہ ناک نظر آتا ہے ایسا کسی روز نظر نہیں آتا۔ ہر ایک امت میں حج کی اصل موجود ہے۔ ہر ایک کے لئے ایک خاص جگہ برکت لینے کی معین ہے۔ اس میں انہوں نے خدا کی نشانیوں اور اپنے بزرگوں کی عبادات اور آثار کو ظاہر ہوتے دیکھا ہے اس سے مقرب لوگوں اور ان کے حالات کی یاد تازہ ہے اس لئے وہ پابندی سے وہاں کا قصد کرتے ہیں لیکن بیت اللہ سب جگہوں سے زیادہ حج کے قابل ہے اس میں بہت شعائر موجود ہیں حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ وسلم نے جن کی نیکی اور خوبی کی شہادت اکثر قوموں کی زبان پر ہے خدا کے حکم اور وحی سے اس کی بنیاد قائم کی ہے۔ حالانکہ اس کی زمین سخت چٹیل میدان تھی وہاں تک پہنچنا بھی مشکل تھا۔ اور بیت اللہ کے علاوہ اور مقامات ہیں یا تو کچھ نہ کچھ شرک ہے یا بے اصل اس کی گھڑت کر لی گئی ہے طہارت نفسانی کے حصوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایسی جگہ رہنا اور ٹھیرنا اختیار کیا جاوے جس کے صلحا ہمیشہ تعظیم کرتے رہے ہوں۔ ذکر الٰہی سے اس کو معمور رکھا ہو۔

اس سے ملائکہ علی کی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور نیک لوگوں کے لئے ملاء اعلیٰ دعا کرتے ہیں ایسی جگہ رہنے سے انہیں کے منور اثر نفس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں نے چشم ظاہر اس کو مشاہدہ کیا ہے اور شعائر الٰہی کے متعلق خدا کے نشانات و ملاحظہ کر کے ان کی تعظیم کرنا بھی داخل ہے۔ جب ان پر نظر پڑتی ہے۔ تو خدا یاد آتا ہے۔ جیسے ملزوم کے دیکھنے سے کوئی لازم چیز یاد آتی ہے۔ خاصکر جب تعظیمی حالتیں اور ان حدود کی پابندی کیجاوے جن سے نفس کو کمال درجہ تنبیہ حاصل ہوتی ہے اکثر آدمی اپنے پروردگار کے شوق میں تڑپتا ہے اس وقت اس کو ضرورت ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ اپنا شوق پورا کرے تو سوا حج کے اور کوئی ایسی چیز اس کو نہیں ملتی۔ اور جیسا کہ دولت اور سلطنت کو ہمیشہ ایک آزمائش اور امتحان کی ضرورت پڑتی ہے جس سے مخلص اور منافق میں تمیز ہو جاوے۔ دولت کی شہرت ہو۔ اس کا کلمہ بلند ہو۔ اور سب لوگوں میں باہم جان پہچان ہو جاوے۔ ایسے ہی مذہب کو حج کی ضرورت ہے تاکہ منافق اور موافق کی بخوبی تمیز ہو جاوے۔ اور دین الٰہی میں مختلف گروہوں کا داخل ہونا عیاں ہو جاوے۔ ایک دوسرے سے ملیں جلیں۔ اور ہر ایک دوسرے سے ان فوائد کو حاصل کر سکیں جو اس کو حاصل نہیں ہیں اس لئے کہ مقاصد باہمی مصاحبت اور ایک دوسرے کے ملنے ہی سے حاصل ہوا کرتے

ہیں اور یہی حج بھی بہت سے فوائد کا اضافہ کرتا ہے یقیناً آئمہ دین کی حالت یاد کرنے اور ان کے اختیار کرنے کی آمادگی پیدا
کوئی چیز حج سے زیادہ مفید نہیں ہے۔ اور چونکہ حج میں دور دراز سفر کرنا پڑتا ہے۔ وہ نہایت دشوار عمل ہے۔ بڑی مشقت سے
پورا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تکالیف کا برداشت کرنا خدا کی خالص عبادت ہے جیسا کہ اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں
وہ پچھلے گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

باب ۴۹ نیکی کی اقسام کے اسرار میں

نیکی کی اقسام میں سے ذکر الٰہی ہے۔ ذکر الٰہی اور خدا کے بیچ میں کوئی آڑ اور پردہ نہیں ہے سو معرفت کی اصلاح کیلئے
کوئی چیز ذکر سے زیادہ مفید نہیں ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ کیا تم کو سب اعمال میں افضل عمل نہ بتاؤں۔
الا انبئکم بافضل اعمالکم نیز خدا کی صورتی حاصل کرنے اور دل کی قساوت دور کرنے میں ذکر کا بڑا اثر ہوتا ہے
خصوصاً اس شخص کے لئے جس کی قوت بہیمی پوری طور پر یا عملاً ضعیف ہوتی ہے اور اس شخص کے لئے بھی جو ظرافت کے خیال
یا محسوس چیزوں کے احکام مجرد میں غلط ملط کر دیتا ہے۔ اور انہیں اقسام میں سے دعا بھی ہے۔ اس سے حضوری کا بڑا دروازہ
کشادہ ہو جاتا ہے۔ پروردگار عالم کے حضور میں نہایت درجہ اطاعت اور احتیاج کو وہ ظاہر کر دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے الدعاء مخ العبادۃ یعنی دعا عبادات کا مغز ہے۔ وہ مبدا کی جانب نفس کے متوجہ ہونے کی ظاہری صورت ہے۔ جو
درخواست کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس کے حاصل ہونے کی جس کے لیے دعا مانگی گئی ہے روح ہے۔ اور نیز بڑی نیکی تلاوت
قرآن اور اس کی نصائح کو گوش دل سے سننا ہے۔ جو توجہ سے ان کو سنتا ہے اور دل میں وہ جگہ پاتی ہیں۔ تو وہ سب کی سب
خدا کی عظمت میں پیدا ہوئی۔ اس کے کلمات میں استغراق ہو جاتا ہے طبیعت کا جوش جانے کے لئے نہایت ہی مفید ہے نفس کو
قرآن کی تلاوت اس لئے طیار کرتی ہے کہ آسمانی اثر پیدا ہونے لگیں اور عالم معاد میں وہ نہایت لائق ہے فرشتہ قبر والے
سے کہیگا لا دریت ولا تلیت تو نے نہ حق کو جانا نہ قرآن کی تلاوت کی۔ قرآن سے تمام سفلی کدورتوں سے پاک صاف
ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے ہر چیز کے لئے ایک خاص صیقل ہوتی ہے اور دل کی صیقل قرآن کی تلاوت کرنا ہے۔ اور نیز نیکیوں
میں سے قرابت والوں اور ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ اپنے قرابتیوں اور ہم مذہبوں کے ساتھ حسن معاشرت کرنا چاہیے
غلاموں کو آزادی دینا چاہیے۔ ان امور سے رحمت اور اطمینان نازل ہوتا ہے تدابیر قوم اور رسوم کے انتظامات ان سے
مکمل ہوتے ہیں۔ ملائکہ کی دعا کے یہ امور باعث ہوتے ہیں۔ نیز نیکیوں میں سے جہاد ہے۔ خدا تعالیٰ جب کسی فاسق پر لعنت
کرتا ہے جس سے عام لوگوں کو مضرت پہنچتی ہے اس کا نابود کرنا یا مصلحت کلی کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہوا کرتا ہے اسلئے
خدا کسی زکی القلب کے دل پر اس کے قتل کرنے کا الہام کرتا ہے اس کی طبیعت سے خود بخود بغیر کسی سبب ہی کے غصہ شعلہ
زن ہوتا ہے۔ وہ اپنے تمام ذاتی امور سے اس کام کے لئے علیحدہ ہو کر خدا کی مراد سے زندگی حاصل کر کے ہمہ تن متوجہ ہو کر خدا کی
رحمت اور نور میں غرق ہو جاتا ہے جس سے تمام آدمیوں اور شہروں کا کام بنجاتا ہے۔ اسی کے قریب یہ بات بھی ہے
کہ خدا ان ظالموں کی دولت اور حکومت کو تباہ کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ جو خدا کی شان میں کفر کرتے ہیں۔ ان کے چال چلن بگڑ جاتے

ہیں۔ اس لئے کسی نبی کو جہاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اُس کی قوم کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا کی جاتی ہے۔ تاکہ ایسی قوم ہو جو لوگوں کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ سے کسی قوم کو معلوم ہوتا ہے کہ ظلموں سے درندہ خصلت لوگوں کی تعدی کو روکنا عمدہ ہے۔ نافرمانوں پر تعزیرات قائم کرنی چاہئیں۔ اور بُرائی سے اُن کو روکنا چاہئے۔ ان کوششوں سے لوگوں میں امن و اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور خدا اُن قوموں کے جہادوں کو عمدہ جزا دیتا ہے۔ اور کبھی مصائب امراض کے بلا قصد پیش آجاتے ہیں۔ ان میں بھی کسی جیسے نیکی کا سامان ہو جاتا ہے کبھی اس طرح پر خدا کی توجہ ہوتی ہے۔ کہ کسی بندے کے اعمال درست ہو جائیں اور اسباب عالم کا تقاضا ہوتا ہے کہ اُس کی حالت تنگ ہو جائے تو وہی اسباب اُس کی تکمیل نفس کی باعث ہو کر اُس کی خطاؤں کو دور کر دیتے ہیں۔ اور اُس کے لئے بجائے اُن کے نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسے اجسب پانی کا منفذ بند ہو جاتا ہے۔ تو پانی اُوپر اور نیچے سے پھوٹ نکلتا ہے۔ یہ بہانہ اُس میں نیکی کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے۔ اُس سے خیر اضافی کی حفاظت رہتی ہے۔ اور کبھی اس طرح پر اُن میں نیکی ہو جاتی ہے کہ انسان پر جب مصائب ٹوٹ پڑتے ہیں اور زمین اُس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ تو اُس وقت میں طبیعت اور رسم کا حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اور سب امور کو ترک کرکے خدا ہی کی طرف وہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور کافر اس حالت میں اُس کم شدہ چیز کی ہی یاد میں رہتا ہے۔ اور اُسی رنج میں دوبار رہتا ہے۔ حتیٰ کہ زمانہ مصیبت کا پہلی حالت سے بھی زیادہ خبیث ہو جاتا ہے۔ اور کبھی وہ سختیاں نیکی کا باعث اس لئے ہوتی ہیں کہ تمام روکنے والی بُرائیاں غلیظ اور کثیف قوت طبعی میں جمع ہوا کرتی ہیں۔ تو مریض جو ضعیف ہو جاتا ہے جتنا کہ بدن کو پہنچتا ہے اُس سے زیادہ مادہ تحلیل ہو جاتا ہے۔ تو وہ خود ظلمت بھی جو بُرائیوں کی حامل تھی تحلیل ہو جاتی ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ مریض کی خواہش نفسانی غصہ وغیرہ سب دور ہو جاتے ہیں۔ اُس کے اخلاق بدل جاتے ہیں۔ اور وہ پچھلے امور کو ایسا بھول جاتا ہے کہ گویا اُس میں وہ موجود ہی نہ تھے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ جب مسلمان کی قوت بہیمی اُسکی قوت ملکی سے آزاد ہوتی ہے تو دنیا ہی میں اکثر اُس کے گناہوں پر مواخذہ ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ دنیا کی محنت مسلمانوں کے لئے عذاب ہے۔ واللہ اعلم +

باب ۵۰۔ گناہوں کے درجوں میں

معلوم کرو کہ جیسکہ بہت سے عمل اور طریقے ایسے ہیں جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قوت بہیمی ملکی کے تابع ہے۔ ایسے ہی ایسے بھی اعمال ہیں۔ جن سے صاف نافرمانی معلوم ہوا کرتی ہے۔ اُن سے قوائے بہیمی کی سرکشی پیدا ہوتی ہے۔ انہیں امور کو گناہ کہتے ہیں۔ اور گناہوں کے مختلف مرتبے ہیں (۱) وہ گناہ ہیں جو انسانی کمال اور ترقی کا راستہ بالکل مسدود کردیں ایسے بڑے گناہ دو قسم ہیں۔ اوّل وہ جن کا تعلق مبداء کی ذات سے ہے۔ آدمی کو اپنے پروردگار سے ہی لاعلمی ہو۔ یا اُسکا علم دو رکھتا ہو لیکن مخلوقین کے اوصاف اُس میں ثابت کرتا ہو یا خدا کی صفات مخلوقین میں ثابت کرتا ہو۔ دوسری صورت تشبیہ کی ہے اور تیسری شرک کی نفس میں کبھی تقدیس نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ علوی تجرد اور تدبیر عالم کا جو تمام عالم کو محیط ہو رہی ہے بصیرت کی آنکھ سے مطالعہ نہ کرتا رہے جب اس قسم کا غور نہیں ہوا کرتا۔ تو نفس اپنی ہی حالت میں مشغول رہا کرتا ہے

کبھی بیگانگی کا پردہ دور نہیں ہوتا۔ اور بقدر سرِ مو بھی نہیں انکشاف نہیں ہوتا۔ یہ نہایت سخت بلا ہے۔ اور دوسری قسم بڑے گناہ کی
اس امر کا اعتقاد کرنا ہے کہ بجز اس بدنی زندگی کے اور کوئی زندگی نہیں ہے اور بدن کے لئے اور کوئی کمال دوسرا نہیں ہے جس کا
طلب کرنا اس کو ضروری ہو جب نفس میں یہ خیال جم جاتا ہے۔ تو پھر اس کی نظر کبھی کمال کی طرف نہیں اٹھتی۔ اور جو کہ علاوہ
کمالات کے دوسرے کمال کا ثبوت عام لوگوں سے جب ہی ممکن ہے کہ موجودہ حالت کی ہمہ جوہ مخالف حالت کا وہ تصور کر سکیں
اگر یہ دونو کمالات جدا جدا اس کے خیال میں نہ آئیں تو کمال عقلی اور کمال حسی دونو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ اور وہ شخص کمال
عقلی کو چھوڑ کر کمال حسی کی طرف مائل ہو جائے۔ اس لئے لقاءِ الٰہی اور روزِ آخرت پر ایمان لانا اس کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے والذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون (جو لوگ آخرت کا یقین نہیں کرتے
ان کے دل منکر ہیں۔ اور وہ متکبر ہیں) حالی یہ ہے کہ جب آدمی اس درجے کے گناہ میں پکڑ مرجاتا ہے۔ اور اس کی قوت بہیمی
مضمحل ہو جاتی ہے۔ تو نہایت درجہ کی نفرت آسمانی جانب سے اس کو پہنچتی ہے۔ وہ کبھی اپنے آپ کو اس سے رستگار نہیں
کر سکتا۔ اور دوسرا مرتبہ گناہ کا یہ ہے کہ قوتِ بہیمی کے غرور سے آدمی ان فضائل سے تکبر کرتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لئے
اپنے کمالات تک پہنچنے کے لئے قرار دئے ہیں۔ اور ملاءِ اعلیٰ نہایت اہتمام سے پیغمبروں اور شریعتوں کے ذریعہ سے ان کے
شائع کرنے اور ان کی شان بلند کرنے کا قصد کرتے ہیں۔ لیکن یہ شخص ان امور کا انکار کر کے ان سے عداوت کرتا ہے اور
جب یہ مرجاتا ہے تو ملاءِ اعلیٰ کی تمام ہمتیں اس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور اس کو ایذا پہنچانے کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ اور خطا ہر جانب
سے ایسا احاطہ کر لیتی ہے کہ پھر اس سے نکلنے کا اس کو موقع نہیں ملتا۔ اور چونکہ وہ اپنے کمال کو نہیں پہنچتا اور اگر پہنچتا بھی ہے
تو وہ پہنچنا قابل اعتبار اور لحاظ نہیں ہوتا۔ اس واسطے یہ حالت اس سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ یہ مرتبہ آدمی کو مذاہب اپنے پیغمبر
کے طریقہ سے باہر کر دیتا ہے۔ اور تیسرا مرتبہ گناہ کا یہ ہے کہ آدمی نجات دہندہ افعال کو ترک کر دے اور ایسے ایسے کام کرے
کہ ان کے کرنے والے پر عالم ذکر میں لعنت مقرر ہے یا تو ان کاموں کی وجہ سے زمین میں کسی بڑے فساد کا گمان غالب ہوتا ہے
یا اس کی صورت تہذیب نفس کے بالکل خلاف ہوتی ہے اس کی چند صورتیں ہیں یا وہ شریعت کے احکام کی تعمیل نہ کرے جن سے
بجا آوری کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یا بجا آوری کی کچھ نہ کچھ اس میں آمادگی پیدا ہو جاتی ہے شرائع کی تعمیل نفوس کے
مختلف ہونے سے مختلف طرح پر ہوتی ہے۔ جو لوگ بہیمیت میں ڈوبے ہوئے ہوں اور یہ قوت ان میں کمزور ہو۔ ان کو تو احکام
تبعیہ کی کثرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جن میں یہ قوت شدید اور غلیظ ہوتی ہے۔ ان کو اعمال شاقہ کی کثرت کی ضرورت ہوا
کرتی ہے۔ اور انہیں اعمال میں سے بعض اعمال درندوں کے سے ہوتے ہیں جو بڑی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں مثلاً قتل۔ اور
بعض اعمال شہوانی ہوا کرتے ہیں بعض پیشے ضرر رساں ہوتے ہیں جیسے قمار۔ ربوا ان تمام مذکورہ امور سے نفس میں بڑا رخنہ
پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان امور سے ان امور پر اقدام ہوتا ہے۔ جو لازمی طریقوں کے مخالف ہیں اور ان کو ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے
لعنت احاطہ کرتی ہے۔ اس لئے ان دونو کے ملنے سے عذاب حاصل ہوتا ہے یہ گناہ کبیرہ کا مرتبہ سب کبائر سے زیادہ ہے
حظیرۃ القدس میں ان امور کا حرام ہونا۔ ایسے گنہگاروں کا ملعون ہونا قرار پا چکا ہے۔ انبیاء ہمیشہ ان امور کو بیان فرماتے رہتے ہیں جو وہاں
قرار پا چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تمام شرائع میں متفق علیہ ہیں۔ چوتھا مرتبہ ان شرائع اور طریقوں کی نافرمانی کرنی ہے۔ جو کہ

ہر ایک امت اور زمانہ کے لحاظ سے ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے جب خدا تعالیٰ پیغمبر کو کسی قوم کی طرف مبعوث کرتا ہے۔ تاکہ اُن کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف پہنچا دے۔ اُن کی کجی کی اصلاح کرے۔ عمدگی سے اُن کی سیاست کرے۔ تو اُس کے مبعوث ہونے میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ نہایت اہم امور جن کے بغیر اُن کی اصلاح اور سیاست نہیں ہو سکتی۔ واجب قرار پاتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک مقصد کی ایک معیار دائمی یا اکثری ضرور ہوتی ہے۔ اُس کے لحاظ سے اُن سے مواخذہ اور خطاب کیا جاتا ہے۔ ہر ایک امر کے لئے اوقات متعین کرنے کے لئے ضروری قاعدے ہوا کرتے ہیں۔ اکثر امور سے کوئی فساد یا مصلحت پیدا ہوتی ہے۔ تو جیسے اُس کی حالت ہوتی ہے ویسا ہی حکم اُس کا مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لئے بعض امور تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا امر نہی ضروری ہوتا ہے۔ اور بعض کا مامور اور منہی عنہ ہونا بغیر اہتمام کے ہوتا ہے۔ ایسے اکثر امور نہی کے اجتہاد سے بھی ثابت ہوا کرتے ہیں۔ پانچواں رتبہ یہ ہے کہ شارع نے اُس کی کچھ تصریح نہیں کی۔ نہ ملاء اعلیٰ میں کوئی حکم اُس کے متعلق ہونیکا منعقد ہوا لیکن کوئی خدا کا بندہ پوری بحث سے خدا کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نے قیاس سے یا تخریج وغیرہ سے ایک شئے کا مامور یا ممنوع ہونا معلوم کیا۔ جیسے عام لوگوں کو اپنے ناقص تجربہ سے یا حکیم حاذق کو علت کے پائے جانے سے کسی دوا کی تاثیر معلوم ہو جاتی ہے۔ عامی کو تاثیر کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور طبیب نے اُس کی کوئی تصریح نہیں کی ہوتی۔ پس ایسا شخص جب تک خود اپنی احتیاط اُس امر میں نہ کریگا۔ وہ عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اُن کے گمان کی وجہ سے اُس میں اور خدا میں ایک پردہ سا ہو جائیگا اور وہ اس کی وجہ سے ماخوذ ہوگا۔ اس مرتبہ میں اہل خوشنودی کے قابل یہ ہے کہ اس مرتبہ کے حالات کو ترک کر کے اُن کی طرف توجہ کرے لیکن ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو اس مرتبہ کے لائق ہیں۔ جس کے وہ قابل ہیں جیسے جو اُن پر اُسی کی کثرت کرتا ہے اسی کو خدا فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی (بندہ کا جیسا میرے ساتھ گمان ہوتا ہے ویسے ہی میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں) اور فرماتا ہے ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ۔ (رہبانیت جس کو اُنہوں نے خود ایجاد کر لیا ہے ہم نے اُن پر اسکو اسلئے لکھا تھا کہ خدا کی رضامندی کی تلاش میں ہیں۔) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے اوپر سختی نہ کرو ورنہ خدا تم پر سختی کریگا۔ اور فرمایا گناہ وہی ہے۔ جو تیرے دل میں بُرا اثر پیدا کرے۔ یہی حال اُس حکم کی نافرمانی کا ہے۔ جو کسی مجتہد کے اجتہاد سے ثابت ہوا ہو اور اسی مجتہد کا جس نے یہ حکم دیا ہے نافرمانی کرنے والا پیرو اور مقلد ہو واللہ اعلم +

باب ۵۱ - گناہوں کی خرابیوں کے بیان میں

معلوم کرو کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا اطلاق دو لحاظ سے کیا جاتا ہے (۱) نیکی اور گناہ کی حکمت کے لحاظ سے (۲) شریعتوں اور طریقوں کے لحاظ سے۔ جو ہر ایک زمانہ سے مخصوص ہوتے ہیں۔ نیکی اور گناہ کی حکمت کی نظر سے گناہ کبیرہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسا گناہ ہے جس کے سبب سے قبر یا قیامت میں عذاب ضرور دیا جائے۔ اُس کی وجہ سے تدابیر نافع میں کوئی بڑی خرابی برپا ہو۔ فطرت کے کاموں سے وہ بالکل علیحدہ ہو اور گناہ صغیرہ وہ ہے جس سے امور بالا میں سے کسی امر کے ہونے کا شبہ ہو یا اکثر مرتبہ اُس سے کوئی امر پہلے امور میں سے پیدا ہوتا ہو یا ایک وجہ سے اُس میں اس قسم کی کوئی خرابی پیدا ہوتی ہو۔ اور دوسری

وجہ سے وہ خرابی نہ پیدا ہوتی ہو مثلاً کوئی شخص خدا کی راہ میں خرچ کرے اور اُس کے بال بچے بھوکے مرتے ہوں۔ تو اس نے بخل کی ذلیل عادت دفع کی لیکن خانہ داری کی تدبیر کو طھو یا۔ اور خاص خاص شریعتوں کے لحاظ سے کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے حرام ہونے کی شارع نے تصریح کردی ہو۔ یا اُس کے مرتکب کے لئے دوزخی ہونے کی وعید کی گئی ہو۔ یا اُس پر کوئی حد مقرر کی ہو۔ یا اُس فعل کی بُرائی ظاہر کرنے کے متعلق شدت بیان کرنے کو۔ اس کے مرتکب کو کافر دائرہ اسلام سے خارج کیا ہو۔ کبھی بعض امور کلی اور گناہ کے لحاظ سے صغیرہ ہوتے ہیں لیکن شریعت کے لحاظ سے وہی کبیرہ قرار پاتے ہیں۔ اُس کی صورت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کوئی قبیح کام اختیار کرلیتے ہیں۔ وہ رسم ہو کر ان میں پھیلجاتا ہے۔ اُن کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں جب بھی وہ ان کے دل سے نہیں نکلتا ہے۔ اُس کے بعد شریعت کو اُس سے روکنا چاہتی ہے لیکن وہ لوگ اُس کام پر اڑ جاتے ہیں۔ ایسے کرنے پر اصرار کرتے ہیں شرع سے اُن کے اصرار پر تہدید او تنبیہ ہوتی ہے۔ گویا اب اُس کا کرنا شریعت کی سخت عداوت سمجھی جاتی ہے یہی عادت میں اُس کو وہی شخص کرتا ہے۔ جو مردود اور سرکش ہو۔ خدا اور لوگوں سے اُس کو کسی قسم کی حیا نہ ہو۔ بہرحال اُن گناہوں کی تفصیل جو شریعت کے لحاظ سے کبیرہ قرار دئے گئے ہیں اس کتاب کی دوسری قسم میں بیان کرینگے۔ وہیں اُن کے بیان کا موقع ہے۔ لیکن اُن گناہوں کی جنس کا بیان جو بروائم کی علامت سے کبیرہ قرار دی گئی ہیں۔ ہم یہیں بیان کرتے ہیں ؏

نیکی کے انواع میں بھی ہم نے ایسا ہی کیا ہے۔ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کبیرہ کی حالت میں مرجائے اُس کو توبہ نصیب نہ ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں کہ خدا اس گناہ کو معاف کردے ہر ایک فرقہ نے قرآن و حدیث سے اپنے اپنے دلائل بیان کئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک اس اختلاف کو یوں حل کرسکتے ہیں کہ خدا کے افعال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) وہ افعال جو بہ عادت استمراری ہوتے رہتے ہیں (۲) جو خلافِ عادت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور جو مسائل لوگوں کے سامنے ذکر کئے جاتے ہیں وہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) موافق عادت (۲) بلا قید اور دو مسئلوں میں مخالف ہونے کی خطا یہ ہے کہ اُن کی وجہ ایک ہی ہو۔ جیسے منطقیوں نے قضایا سے موجہ جن میں ثبوت جملہ کی کیفیت مذکور ہو) میں ذکر کیا ہے کبھی جب وجہ کو ذکر نہیں کرتے ہیں تو قرآن سے اُس کا پتہ لگانا ضرور ہوتا ہے مثلاً ہم کہیں کہ جو شخص زہر کھائیگا وہ مرجائیگا۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ عادت اور معمول کے موافق زہر کا یہ اثر ضرور ہوگا۔ اور جب کہا جائے کہ یہ امر نہیں ہے کہ زہر کھاکر مر ہی جایا کریں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اگر ایسا ہوگا تو خلاف عادت ہوگا۔ اس لئے دونو باتیں درست ہیں۔ اُن میں کچھ مخالفت نہیں ہے اور جیسے خدا تعالیٰ کی دنیا میں بعض افعال خلافِ عادت ہوتے ہیں۔ اور بعض معمول کے موافق۔ ایسے ہی آخرت میں بھی افعال الٰہی دو ہی قسم ہیں معمولی یا غیر معمولی تو خدا کی استمراری عادت تو یہ ہے کہ بغیر توبہ کئے مرنے کے بعد وہ گنہگار کو زمانہ دراز تک عذاب دیتا ہے اور کبھی خلافِ عادت بھی ایسے کام کرتا ہے۔ ایسے ہی حقوقِ عباد کا یہی حال ہے او صاحبِ کبیرہ کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا صحیح نہیں ہے حکمت الٰہی کا تقتضا یہ نہیں ہے کہ جو معاملہ کافر سے کرے ویسا ہی صاحب کبیرہ سے بھی کرے۔ واللہ اعلم ؏

باب ۵۲ - اُن گناہوں کے بیان میں جو نفس کی حالت سے متعلق ہیں

معلوم کرو کہ آدمی کی قوت ملکی کو ہر جانب سے قوت بہیمی احاطہ کئے ہوئے ہے اُس کا حال ایسا ہے جیسے قفس میں کسی پرند کا ہوتا ہے
اس پرند کی خوش نصیبی و سعادت اسی میں ہے کہ اس قفس سے نکل کر اپنے اصلی وطن تر و تازہ باغوں میں پہنچ جائے۔ وہاں غذائی
دانوں اور لذیذ میوہ جات کھائے۔ اور اپنے ہمجنس پرندوں کے جھنڈ میں ملکر ہنسی خوشی زندگی بسر کرے۔ اسی طرح
آدمی کے لیے نہایت درجہ بدنصیبی اور شقاوت اسی میں ہے کہ وہ دہریہ ہو۔ دہریہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ اُن علوم کے مخالف
ہو۔ جو اُس کی طبیعت اور فطرت میں خدا نے پیدا کئے ہیں۔ جیسے ہم نے بیان کیا ہے کہ آدمی کی اصل فطرت میں مبداء جل جلالہ
کی جانب ذاتی میلان ہے اور نہایت درجہ اسکی تعظیم کرنے کی خواہش ہے۔ خدا کے قول واذ اخذ ربك من بني ادم من ظهورهم
ذريتهم و اشهدهم على انفسهم (اور اُس وقت کو یاد کر کہ تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُن کو
گواہ کیا اپنی جانوں پر) اور كل مولود يولد على فطرة الاسلام (سب کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے) کلیہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور خدا تعالی
کی بے انتہا تعظیم دلمیں جب ہی راسخ ہوتی ہے کہ خدا کی نسبت اعتقاد کیا جائے کہ وہ اپنے قصد و اختیار سے ہر قسم کا تصرف کرتا ہے۔ اعمال کی جزا
دیتا ہے۔ اُن کو مذاہب سے مکلف کرتا ہے۔ جو شخص اس کا منکر ہو کہ اس کا کوئی پروردگار ہے جس پر تمام ہستی کا سلسلہ ختم ہوتا
ہے۔ یا وہ معتقد ہو کہ پروردگار عالم معطل ہے۔ اس عالم میں وہ کوئی تصرف نہیں کرتا۔ یا تصرف کرتا ہے تو بلا قصد و مجبورانہ کرتا ہے
یا وہ اپنے بندوں کے اچھے بُرے افعال کی جزا نہیں دیتا یا وہ اپنے پروردگار کو اور مخلوق جیسا اعتقاد کرتا ہے۔ یا اُس کے سے
صفات اور لوگوں میں بھی اعتقاد کرتا ہے۔ یا یہ جانتا ہے کہ خدا اپنے بندوں کو پیغمبر کے ذریعہ سے احکام شریعت کا پابند نہیں کرتا
بس ایسا ہی شخص دہریہ ہے۔ اس کے دل میں پروردگار کی عظمت نہیں جمع ہو سکتی اور حظیرۃ القدس کی طرف اُس کے علم کو رسائی
نہیں ہو سکتی۔ وہ بمنزلہ ایک پرند کے ہے جو اپنے قفس میں بند ہے۔ اُس میں سوزن کے برابر بھی کوئی سوراخ نہیں۔ مرنے
کے بعد اس پر سب چیزیں ظاہر ہو جائینگی۔ اور کسی قدر قوت ملکی ظاہر ہوگی۔ اور اُس کے فطری میلان میں جنبش پیدا ہوگی لیکن
پروردگار کے علم اور حظیرۃ القدس کی رسائی سے عوائق مانع ہونگے اور اس سے اُس کے نفس میں نہایت وحشت کا جوش ہوگا
اور اس ناپاک حالت پر باری تعالی اور ملاء اعلے کی نظر پڑیگی۔ تو ناخوشی اور حقارت کی نگاہ تند سے وہ دیکھے جائینگے۔ اور ملائکہ
کو اس ناخوشی اور عذاب کا الہام ہوتا ہے۔ اور عالم مثال اور عالم خارجی میں اُن پر عذاب کیا جاتا ہے۔ اور جبکہ دہریہ ہونا
آدمی کے لئے نہایت درجہ شقاوت کا باعث ہے۔ ایسے ہی آدمی کے کافر ہونے میں بھی اُس کی ذلت اور شقاوت ہے
کافر اُس شان سے مکتسب کرتا ہے جس کا اندازہ خدا تعالی نے اُس کے نفس کے لئے کیا ہے +

شان سے مراد یہ ہے کہ حکمت آلہیہ کی مقتضا سے عالم کے لئے خاص دور اور طریقے معین ہوتے ہیں جب کوئی دور شروع
ہوتا ہے تو تمام آسمانوں میں اُس کی وحی کی جاتی ہے۔ اور ملاء اعلے اُس کی تکمیل کی مناسب تدابیر عمل میں لاتے ہیں۔ اور لوگوں
کے لئے اس دور میں شریعت کا ایک قرار داد ہوتا ہے۔ اور خدا ملاء اعلے کو الہام کرتا ہے کہ عالم میں اس دور کے چلانے پر متفق ہوں
ان کے اتفاق سے لوگوں کے دلوں پر الہام ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ شان کا اُسی قدیم مرتبہ کے بعد ہوتا ہے جس میں حدوث کا لگاؤ

نہیں ہوتا اُس پہلے مرتبہ کی طرح اُس مرتبہ میں ہی بعض کمالات واجب تعالیٰ کا اظہار ہوتا ہے۔ جو شخص اِس شان کی حالت کے خلاف ہوتا ہے اُس سے بیزاری ظاہر کرتا ہے تو ملاء اعلیٰ کی جانب سے نہایت سخت لعنت کا مستحق ہوتا ہے وہ لعنت اُس کے نفس کو محیط ہو کر اعمال پر چھا جاتی ہے اور اُس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور بغیر اعمال نیکی کو وہ حاصل نہیں کر سکتا اِس کی طرف خدا کے قول میں اشارہ ہے إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ۔ جو لوگ ہماری کھلی نشانیوں و ہدایت کو اُس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کے لئے کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا ہے اُن پر خدا اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے۔

یہ شخص اُس پرندہ کی مانند ہوتا ہے جو ایسے قفس میں بند ہو جس کی روزن تو ہوں لیکن اُس پر کوئی غلاف پڑا ہوا ہو۔ کفر کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ کسی شخص کو توحید اور تعظیم الٰہی کا تو ٹھیک ٹھیک اعتقاد ہو لیکن وہ اُن احکام کی تعمیل نہ کرتا ہو جو بحکمت برّ و اثم قرار دیے گئے ہیں۔ وہ ایسا ہے جیسے کسی شخص نے شجاعت کی حقیقت اور فائدہ معلوم کر لیا لیکن وہ صفت اُس میں پیدا نہیں ہو سکتی اس لئے کہ نفس شجاعت کا حاصل ہونا اور ہے اور صورۃ شجاعت کا حاصل ہونا اور لیکن اس شخص کی حالت اُس سے کسی قدر بہتر ہے جو شجاعت کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی پرند ایسے قفس میں ہے جس میں سوراخ ہیں وہ سبزہ زار اور میوہ جات کو دیکھتا ہے مدتوں وہاں رہ چکا تھا۔ لیکن اب آ پھنسا اُسی کے شوق میں مبتلا ہو کر اپنے پر مارا کرتا ہے اور اپنی چونچ روزنوں میں ڈالتا ہے لیکن باہر نکلنے کا راستہ اُس کو نہیں ملتا۔ حکمت برّ و اثم کے لحاظ سے کبائر یہی ہیں اور اس شخص سے بھی کم درجہ اُس شخص کا ہے کہ وہ اِن تمام احکام کی بجا آوری کرتا ہے لیکن اُن شرائط کے ساتھ نہیں کرتا جو اُن کے لئے ضروری ہیں۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی پر شکستہ قفس میں بند ہے۔ تنگی سے اُس سے باہر نکل سکتا ہے لیکن جب تک جلد میں خراش نہ ہو اور پر نُچ نہ جائیں نکلنا وہاں سے متصور نہیں اُس کا قفس سے نکلنا ممکن ہے۔ لیکن بہت محنت و سعی سے۔ چونکہ نکلنے کے بعد اُس کی جلد میں خراش ہوگا اور پر نُچے نُچائے ہونگے اس واسطے وہ اپنے ہمجنسوں میں بخوبی محفوظ نہ رہ سکیگا۔ اور جیسا چاہیے اُن باغوں کے میوہ جات سے بھی بہرہ مند نہ ہوگا یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ کے ساتھ بُرے اعمال بھی کئے ہیں۔ اُن کے لئے عائق اور مانع وہ گناہ ہوتے ہیں جو حکمت برّ و اثم کے لحاظ سے صغیرہ گناہ ہیں پلصراط کی حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بعض لوگ آگ میں گرینگے اور بعض کو اُس میں گر کر نجات ہو جائیگی اور بعض کو آگ کی لپٹ کے بعد نجات ملجائیگی واللہ اعلم۔

باب ۵۳۔ اُن گناہوں کا بیان جن کا تعلق لوگوں سے ہوتا ہے

معلوم کرو کہ حیوانات کی قسمیں مختلف ہیں بعض کی پیدائش ایسی ہوتی ہے جیسے زمین کے کرم اُن کا حق یہ ہے کہ پروردگار مصور کی جانب سے یہی الہام اُن پر ہوتا ہے کہ وہ کیسے اپنی غذا حاصل کریں اُن کو مکانات کی تدابیر کا الہام

نہیں ہوتی اور بعض حیوانات ایسے ہیں کہ اُنمیں توالد و تناسل ہوتا ہے بچوں کی پرورش میں نر و مادہ ملکر باہم ایکدوسرے کے معاون ہوتے ہیں حکمت الٰہی میں اُنکا یہ حق ہے کے
مکانوں کی تدبیر اُنکو الہام ہوتا ہے۔ پرندوں کو غذا حاصل کرنے اور پرواز کا طریقہ بتا الہام ہوتا ہے اور یہ کہ وہ کیسے جفتی کریں۔ کیسے
اپنا آشیانہ بنائیں۔ اپنے بچوں کو کیسے پرورش کریں اور حیوانات ہیں سے آدمی مدنی الطبع ہے اُس کے زندہ رہنے کے لیئے
ضرور ہے کہ اور اُس کی بنی نوع دستگیری کریں۔ وہ اُگی ہوئی گھاس سے خود اپنی غذا طیار نہیں کرسکتا تمام حیوانات جیسے کھال سے
پشم سے اپنے اندر گرمی نہیں پیدا کرسکتا۔ اس کے متعلق ہم نے پہلے تشریح کی ہے۔ آدمی کا حق ہے کہ خانہ داری کی تدابیر
آداب معاش کے ساتھ سیاستِ مدن کا بھی اُس کو الہام ہوتا ہے۔ انسان اور حیوانات میں فرق یہ ہے کہ حیوانات کو ضرورت
کے وقت جبلی الہام ہوتا ہے۔ اور انسان پر علوم معیشت کے ایک مختصر حصہ کا الہام ہوتا ہے مثلاً یہ الہام ہوتا ہے کہ دودھ
پینے کے وقت پستان کو کیسے چوستے ہیں اور دانت کی تنگی کے وقت کیسے کھانستے ہیں۔ دیکھنے کے لیئے پلکوں کو کیسے کھولتے
ہیں معیشت کے اور حصوں کے الہام کی ضرورت اُس کو اس واسطے نہیں ہے کہ اُس کا خیال خود ہر ایک چیز کو بناتا اور انتظام
کرتا ہے وہ تدبیر منزل اور سیاست مدن کے علوم کو رسم و رواج سے اور اِن لوگوں کی پیروی سے حاصل کرتا ہے جن کی
ملکی روشنی سے خدا تائید کرتا ہے یہ روشنی اُن علوم میں ظاہر ہوتی ہے جو وحی کے ذریعہ سے اُن کو معلوم ہوتے ہیں نیز تجربہ
اور تدابیر غیبی سے وہ اِن علوم کو حاصل کرتا ہے۔ نیز وہ خود غور کر کے علوم میں مستغرق ہو کر قیاس اور برہان سے اُن کو معلوم
کرتا ہے۔ اُن علوم کی مثال جو لوگوں میں عام اور شائع ہو گئی ہیں حالانکہ استعدادوں کے مختلف ہونے سے اُن کی حالت
مختلف ہوتی ہے۔ ایسی ہی شان ہے جیسے کہ خواب میں واقعات پیش ہوتے ہیں۔ یہ واقعات اپنی آسمانی حیز سے
حاصل ہوتے ہیں۔ اور مناسب صورتوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اُن کی صورتیں مفیض کی وجہ سے نہیں بلکہ
لوگوں کی حالت کی وجہ سے مختلف ہوتی ہیں۔ اُن علوم میں سے جو تمام افراد انسانی کو عطا ہوتے ہیں۔ خواہ وہ عرب ہوں
یا عجم۔ شہری ہوں یا بدوی گو اُن کے حاصل ہونے کا طریقہ مختلف ہو۔ چند خصائل کا حرام ہونا ہے۔ اِن کی وجہ سے نظام
مُدن میں خرابی اور برہمی ہوتی ہے۔ ایسے خصائل تین قسم کے ہیں (۱) شہوانی اعمال (۲) سبعی اعمال (۳) وہ اعمال جو
بدمعاملگیوں سے پیدا ہوتے ہیں اِن کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمام لوگ خواہش نفسانی۔ غیرت حرص کے اوصاف
میں مشترک ہیں اور جیسے قوی بہائم کو مادہ کا میلان ہوتا ہے وہ دوسرے کی مداخلت کو اپنے جوڑے میں گوارا نہیں کرتے
ایسی ہی طبیعت قوی لوگوں کی ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ بہائم باہم لڑنے لگتے ہیں جو زیادہ مضبوط ہوتا ہے وہ کمزور پر غالب
ہوجاتا ہے دوسرا اُس کے سامنے سے بھاگ جاتا ہے۔ اور چونکہ جفتی کرتے ہوئے نہیں دیکھتے اس لئے کچھ مزاحمت کا بھی
اُنکو خیال نہیں ہوتا۔ اور آدمی نہایت زیرک پیدا کیا گیا ہے۔ اٹکل سے چیزوں کو ایسا معلوم کرلیتا ہے کہ گویا اُن کو دیکھ رہا ہے
یا سُن رہا ہے اور الہام سے اُس کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے امور میں زیادہ لڑنے جھگڑنے سے شہر ویران ہوجائینگے شہروں میں
بسنا بغیر باہمی ہمدردی کے ممکن نہیں اور یہ بھی اُس کو معلوم ہے کہ تمدن میں بہ نسبت عورتوں کے زیادہ دخل قوی مردوں کو ہوتا
ہے۔ اس واسطے بالہام الٰہی اُن میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ ہر شخص کی بیوی دوسرے سے علیحدہ ہو اُس میں دوسرا شخص کسی قسم کی
مزاحمت نہ کرے۔ حرمت زنا کی اصل یہی ہے۔ اور بیویوں کے خاص کرلینے کی رسمیں اور طریقے جدا جدا ہیں اور نیز جیسے کہ

قومی بہائم کو ہمیشہ مادینوں کی رغبت ہوتی ہے۔ وہ نروں سے کبھی مانوس نہیں ہوتے۔ ایسے ہی آدمیوں کا بھی حال ہے کہ سلامتیٔ فطرۃ کی حالت میں اُن کو بجز عورتوں کے کبھی مردوں کی جانب التفات نہیں ہوتا۔ البتہ جن لوگوں پر ناپاک خواہش نفسانی غالب ہوتی ہے۔ اُن کا مزاج ایسا فاسد ہوجاتا ہے جیسے کسی کو مٹی یا کوئلہ کھانے میں مزہ معلوم ہوتا ہے فطرۃ کی سلامتی اُن میں سے بالکل دور ہوجاتی ہے۔ ایسے لوگ اپنی خواہش نفسانی مردوں سے پوری کرلیا کرتے ہیں یا ان میں علت نہ پیدا ہوجاتی ہے۔ جن چیزوں میں سلیم الطبع لوگوں کو لذت حاصل نہیں ہوتی۔ اُن کو ایسی لذتیں حاصل ہوسکتی ہیں ان عادات کی وجہ سے اُن کا مزاج بدلجاتا ہے۔ اُن کے دل روگی ہوجاتے ہیں۔ اور نیز ان عادات سے نسل انسانی کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ خواہش اس واسطے پیدا کی تھی کہ اس سے نسل آدمیوں کی آگے کو بڑھتی رہے اور اس نے اُس نظام الٰہی کو بگاڑ رکھا ہے۔ مخالف طریقہ سے قضاے حاجت کی اسی وجہ سے ان افعال کا مذموم ہونا لوگوں کی طبیعتوں میں جم گیا ہے۔ فاسق فاجر ایسے افعال کرتے ہیں لیکن اُن کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر اُن کی طرف ایسے افعال کی نسبت کیجئے۔ تو شرم وحیا سے مرجانا گوارا کرتے ہیں۔ ہاں منبع فطرتی سبب سے جب وہ بالکل جدا ہوگئے ہوں تو اُن کو کسی قسم کی حیا باقی نہیں رہتی اور برملا وہ ایسے افعال عمل میں لاتے ہیں۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ جاے تو فوراً اُن کو عذاب دینا چاہئے۔ سیدنا حضرت لوط علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی یہی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ لواطت حرام ہونے کی یہی دلیل ہے۔ اور چونکہ لوگوں کی معاش خانگی تدابیر اور سیاست مُدن بغیر عقل وتمیز کے کمل نہیں ہوسکتیں اور شراب خوری کی عادت سے تمام انسانی انتظامات میں خلل پڑجاتی ہے اُس سے جنگ وجدال اور ذاتی رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن طبائع انسانی میں بیہودہ خواہشیں عقلوں کو مغلوب کرلیتی ہیں۔ تو اُن میں ایسے ایسے رذائل کا میلان پیدا ہوجاتا ہے اور تمام تدابیر کو وہ تلف کردیتی ہیں۔ اگر ایسی ایسی حرکات کی روک ٹوک نہ کیجاے تو لوگ ہلاک ہوجائیں یہ شراب خوری کے حرام ہونے کی دلیل ہے اور اس کے کم زیادہ حرام ہونے کو ہم شرائع کی بحث میں بیان کرینگے۔ اور ایسے ہی قوی بہائم میں اُس چیز پر غصہ کرنے کا مادہ ہوتا ہے۔ جو اُن کو اپنے مقصود سے باز رکھے یا کوئی نفسانی یا بدنی تکلیف اُن کو پہنچاے۔ ایسے ہی لوگوں میں بھی اس قسم کی صفت ہُوا کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ بہائم کو محسوس یا موہوم مقصود کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور آدمی وہمی او عقلی مطالب کو طلب کرتا ہے اور بہ نسبت بہائم کے آدمی میں حرص کا مادہ زیادہ ہے۔ اور بہائم باہم لڑتے ہیں۔ جب اُن میں سے کوئی بھاگ جاتا ہے تو اُس کی طبیعت میں کینہ وغیرہ باقی نہیں رہتا بعض بہائم بھی ایسے ہیں جن میں کینہ کا اثر بعد کو بھی رہتا ہے جیسے ونٹ بیل گھوڑا۔ لیکن آدمی اپنی عداوت کو نہیں بھولتا پھر اگر باہمی لڑائیاں برابر جاری رہیں تو شہر خراب ہوجائیں اور تمام امور معاش مختل ہوجائیں۔ اس واسطے قتل اور زدوکوب کے حرام ہونے کا اُن کو الہام ہُوا ہے قتل وغیرہ اگر تجویز کیا جائیگا۔ تو کسی بڑے قصاص وغیرہ کی مصلحت کی وجہ سے تجویز کیا جائیگا۔ اور کبھی لوگوں کے دلوں میں کینہ کا جوش پیدا ہوتا ہے اور قصاص کا اُن کو اندیشہ ہوتا ہے اس واسطے کھانے میں زہر ملا دیتے ہیں یا جادو سے قتل کر ڈالتے ہیں اس کا حال بھی قتل کا سا ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ ہے قتل تو برملا ہوتا ہے اُس سے نجات بھی ممکن ہے لیکن اُس سے بچنا مشکل ہے اور کبھی متہم کرکے کسی صاحب حکومت کو قتل کروادینے کی غرض سے سخن چینی کی جاتی ہے۔ اور معاش کے طریقے خدا تعالیٰ نے

اپنے بندوں کے لئے یہی قرار دئیے ہیں کہ مباح ذریعے سے کوئی چیز حاصل کریں اُس میں مویشی چرائیں کھیتی کریں یا بدعت تجارت وغیرہ سے معاش پیدا کریں۔ شہر یا مذہب کا انتظام کریں۔ جو پیشے ان کے علاوہ ہیں وہ تمدن کی حالت کے مناسب ہیں۔ لیکن بعض لوگ مضر پیشے اختیار کر لیتے ہیں مثلاً چوری یا غصب ان سے شہر تباہ ہو جاتے ہیں اس واسطے خدا نے لوگوں کو اپنے الہام سے ان سب مضر پیشوں کو حرام ہونا تلقین کیا ہے عام لوگوں کا ان کی حرمت پر اتفاق ہو گیا ہے۔ گو کثیر لوگ طغیانی نفس سے اُن کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن انصاف پسند سلاطین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ ان کو دور کر دیں۔ بعض یہ سمجھ کر کہ سلاطین کو ان کے استیصال کا اہتمام ہوتا ہے۔ جھوٹے دعاوی۔ جھوٹی قسمیں۔ جھوٹے گواہوں کا پیشہ کر لیتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ قمار بازی کرتے ہیں۔ دو چند سہ چند سود دکھاتے ہیں۔ ان سب امور کا حکم بھی انہیں مضر پیشوں کا سا ہے اور خراج کی زیادہ ستانی بھی بمنزلہ رہزنی کے ہے۔ بلکہ اُس سے بھی بدتر ہے۔ بہرحال انہیں اسباب سے لوگوں کے دلوں میں ایسے امور کی حرمت آگئی ہے۔ جو لوگ زیادہ ہوشمند سلیم الرائے مصالح عامہ سے زیادہ واقف ہوتے ہیں وہ درجہ بدرجہ ہمیشہ لوگوں کو ان امور سے منع کرتے رہتے ہیں۔ حتےٰ کہ یہ عام رواج ہو کر اور مشہور امور کی طرح بمنزلہ بدیہیات کے ہو جاتے ہیں۔ اور جب لوگوں میں الہامی طور پر ان کا میلان ہوتا ہے۔ اسی کا اثر ملاء اعلےٰ میں ہوتا ہے کہ یہ امور حرام اور نہایت پرمضرت ہیں۔ اس لئے جو شخص ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے تو اُن کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ جیسے ہمارا پاؤں جب چنگاری پر پڑتا ہے تو فوراً اسی لمحہ میں قوائے ادراکیہ میں اُس کا اثر منتقل ہو جاتا ہے اور اُس اذیت کے خلوہ اشعاعی اُس عاصی کو احاطہ کر لیتے ہیں اور فرشتوں وغیرہ میں سے اصحاب استعداد کے دلوں میں پڑتا ہے کہ اُس شخص کو جب ممکن ہو ایذا پہنچائیں۔ جب وہ شخص مرجاتا ہے اور اس مصلحت میں خاموشی ہو جاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ اُس کو پوری طرح پر جزا دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ (اے انس و جن ہم تمہارے لئے قریب فارغ ہونیوالا ہوں) واللہ اعلم

چھٹا مبحث مذہبی سیاستوں کے بیان میں

باب ۴۵ اِس بیان میں کہ مذہبی رہنماؤں اور مذہب کے قائم کرنے والوں کی ضرورت ہے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (بیشک تو ڈرانے والا ہے اور ہر ایک قوم کے لئے کوئی نہ کوئی رہبر ہوا کرتا ہے) معلوم کرو کہ وہ اصول و قوانین جن سے بہیمیت کو قوت ملکی کے تابع بناتے ہیں اور وہ گناہ جو قوت ملکی کے بالکل مخالف ہیں عقل سلیم سے بھی معلوم ہو سکتے ہیں وہ ان اصول کے فوائد اور ان گناہوں کی مضرتوں کو معلوم کر سکتے ہیں لیکن لوگ اُن سے غفلت میں رہا کرتے ہیں۔ اُن کی سمجھ پر چونکہ پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے اُن کی وجدانی قوت صفراوی آدمی کی طرح بگڑ جاتی ہے مقصود حالتیں اور اُن کی منفعتیں و اندیشناک حالتیں اور اُن کے ضرر اُن کے خیال میں نہیں آتے اس لئے تمام لوگوں کو ایک ایسے واقف کی ضرورت ہے جو رہنمائی کے قوانین کو خوب جانتا ہو۔ لوگوں کا ان قوانین سے

انتظام کرے۔ اُن لوگوں کو ہدایت کرکے آمادہ کرے۔ اُن قوانین کی مخالفت سے باز رکھے بعض لوگوں کی رائے ایسی فاسد ہوتی ہے۔ اُن کے مقصود بالذات وہ طریقے ہوتے ہیں جو مطلوب اصول کے مخالف ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ خود بھی گمراہی میں رہتے ہیں۔ اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ لوگوں کی حالت جب ہی درست ہوتی ہے کہ ایسے خیالات بالکل نابود کردئے جائیں۔ اور بعض لوگوں کی رائے میں کسی قدر بہتری ہوتی ہے لیکن ہدایت کے صرف چند حصہ کو وہ معلوم کرسکتے ہیں۔ اس لئے چند امور اُن کی یاد میں رہتے ہیں۔ اور بہت سے امور میں اُن کی نظر چوکتی ہے یا اُن کو خیال ہوتا ہے کہ وہ فی نفسہ بڑے کامل ہیں اُن کو تکمیل کی حاجت نہیں ہے اس واسطے اُن کی اصلاح کے لئے ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے جو اُن کو جہل پر مطلع کردے۔ بہرحال لوگوں کو ایک ایسے واقف کی ضرورت ہے جس کو پوری واقفیت ہو اغزشوں سے وہ بالکل محفوظ ہو اور جب تک معاش اکثر لوگوں میں موجود ہے۔ تمدن کی اصلاحات اور انتظامات کو مستقل طور پر معلوم کرسکتی ہے۔ تاہم شہر کو ایسے شخص کی ضرورت رہا کرتی ہے۔ جو جزوی تمدن کی مصلحتوں سے واقف ہو۔ وہ اُن کی سیاست تنہا انتظام کرسکے تو پھر جب ایسا فرقہ ہو جن کی استعدادیں ہدایت در جہ مختلف ہوں۔ اور ایسا طریقہ ہو کہ اُس کو دلی شہادت سے وہی لوگ قبول کرسکیں جو نہایت زیرک ہیں اُن کی فطرت علائق سے صاف ہو۔ کامل تجربہ اُن کو حاصل ہو۔ اُس طریقہ کی رہبری صرف انہیں کو ہوسکتی ہے جو انسانی طبقے میں اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کا وجود شاذونادر ہوا کرتا ہے۔ تو ایسی حالت میں جیسا کہ اُس کی حاجت نہ ہوگی اور جب آہنگری درودگری وغیرہ پیشے عام لوگوں سے بغیر اُن اصول کے جو اُن پیشہ بزرگوں سے اور رہنما استادوں سے برابر نقل ہوتے چلے آتے ہیں۔ وہ اُن سے لوگوں کو آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے تو اُن عمدہ مراتب کی رہنمائی جن کے سمجھنے کی خاص لوگوں کو ہی توفیق ہوتی ہے۔ اور خالص طبیعت کے لوگوں ہی کو وہ مرغوب ہوتے ہیں۔ کیسے ہوسکتی ہے۔ ایسے عالم کو ضرور ہے کہ لوگوں کو برملا علیٰ رؤس الاشہاد ثابت کردے کہ وہ رہنما طریقہ کا عالم ہے۔ اپنے اقوال میں خطا اور گمراہی سے معصوم اور محفوظ ہے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اصلاح کے ایک حصہ کو اختیار کرے اور دوسرے ضروری حصہ کو ترک کردے۔ اُس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ کسی ایسے پہلے بزرگ کے کلام کو نقل کردے جس پر سلسلۂ کلام کا ختم ہوتا ہے۔ اور لوگ اُس کے کمال اور معصومیت کے بالاتفاق معتقد ہوتے ہیں۔ اُن لوگوں میں اُس کی روائتیں محفوظ ہوتی ہیں۔ وہ انہیں کے اعتقادات کے موافق لوگوں سے مواخذہ کرتا ہے اور انہیں کی دلیل پیش کرکے اُن کو ساکت کردیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ گفتگو کا خاتمہ اس شخص پر ہوتا ہے جس پر سب لوگوں کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ بہرحال لوگوں کو ایسے شخص کی بڑی ضرورت ہے جو معصوم ہو۔ اور اُس کی عصمت پر سب کا اجماع ہو۔ ایسا آدمی خواہ اُن میں موجود ہو یا اُس کے اقوال اُن کے ذہنوں میں محفوظ ہوں ایسے معصوم کا لوگوں کے مطیع ہونے کی بابت اُن قوانین کو جو اس حالت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُس کے منافع کو معلوم کرنا گناہوں اور گناہوں کے ضرر اثروں پر اطلاع کسی دلیل کے ذریعہ سے یا عقل سے یا بذریعہ حس کے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اُن کا انکشاف صرف وجدان سے ہوا کرتا ہے۔ جیسے گرسنگی تشنگی اور دوا حار یا بارد کی تاثیر صرف وجدان سے ہی معلوم ہوتی ہے ایسے ہی روح کے مناسب اور مخالف امور کی شناخت ذوقِ سلیم سے ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ بدیہی طور پر اُس کی ذات میں علم پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ خطا سے محفوظ رہے۔ اور تمام

وہ چیزیں جن کا اُس نے ادراک کیا ہے بالکل حق اور واقع کے مطابق ہیں جیسے کہ دیکھنے والے کو دیکھتے ہی معلوم ہو جایا کرتا ہے اُس کو کچھ احتمال نہیں ہوتا۔ کہ میری بینائی میں کچھ فرق ہے یا خلاف واقع میں اُن چیزوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اور جیسے زبان کے موضوع الفاظ کا علم ہوتا ہے مثلاً عربی دان کو اس میں شک نہیں ہوتا کہ ماء (پانی) اس عنصر کے لئے موضوع ہے۔ اور ارض (زمین) کا لفظ اُس عنصر کے لئے موضوع ہے۔ حالانکہ اس علم کی تہ کوئی عقلی دلیل ہے۔ نہ اُس لفظ اور معنی میں کوئی لزوم عقلی ہے۔ تاہم خدا ان امور کا بدیہی علم طبیعتوں میں پیدا کرتا ہے۔ اکثر لوگوں کو ان وجدانی علوم کی صداقت اپنے فطری وجدان سے ہو جاتی ہے۔ وہ بیشتر ٹھیک قوانین کو اپنے علم وجدانی سے معلوم کر لیتے ہیں۔ پیاپے یہ وجدانی علم اُن کو حاصل ہوتا رہتا ہے۔ اور اپنے وجدان کی صداقت کا اُن کو ہمیشہ تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کے علاوہ اوروں کو یقینی یا مشہور دلائل سے خوب ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جن امور کی طرف ہم کو بلاتا ہے وہ سب حق ہیں۔ اِس شخص کے چال چلن ایسے عمدہ ہوتے ہیں کہ کذب کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اور نیز لوگ اُس کی ذات میں تقرب کے آثار دیکھتے ہیں۔ معجزات اُس سے صادر ہوتے ہیں اُس کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ جتنے کہ یقین ہو جاتا ہے کہ سماوی تدابیر میں اُس کا درجہ بلند ہے۔ اُس کا نفس مقدس ہے اُس کو ملائکہ سے اتصال ہے۔ ایسا شخص اتقا الناس ہے کہ خدا کی طرف جھوٹی بات کو منسوب نہ کرے اور گناہ کو عمل میں نہ لائے۔ اُس کے بعد اُس شخص سے ایسے ایسے امور ظاہر ہوتے رہتے ہیں جن سے لوگوں کے دل میں نہایت ہی اُلفت پیدا ہوتی ہے۔ اِن کی وجہ سے وہ لوگوں کو مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہو جاتا ہے تشنہ آدمی کو آب زلال کی ایسی رغبت نہیں ہوتی جیسی لوگوں کو اُس سے رغبت ہوتی ہے۔ بغیر ایسے شخص کے کسی فرقہ اور قوم میں حالت منتظمہ کا رنگ نہیں چڑھ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اس قسم کی عبادت میں مصروف رہا کرتے ہیں اور اپنے تمام امور کی ایسے شخص کی طرف نسبت کرتے ہیں جس میں ایسے امور کے ہونے کا ان کو اعتقاد ہوا کرتا ہے خواہ وہ اعتقاد اُن کے صحیح ہوں یا غلط واللہ اعلم +

باب ۵۵ - نبوت کی حقیقت اور اُس کے خواص کے بیان میں +

معلوم کرو کہ انسانی طبقوں میں سب سے اعلے درجے کے لوگ مفہمین ہیں یہ لوگ اہل اصطلاح ہوتے ہیں اُن کی ملکی قوت نہایت بلند ہوتی ہے اِن لوگوں سے یہ ہو سکتا ہے کہ حقانی خواہش سے کوئی انتظام مقصود قائم کریں۔ ملاء اعلے کی جانب سے اُن پر علوم اور آلہی حالات وارد ہوتے ہیں مفہمین کی سیرت میں یہ امور داخل ہوتے ہیں۔ اُن کے مزاج اور خلقت اور خلق میں اعتدال اور تناسب ہوتا ہے۔ اُن میں جزئی رایوں کی وجہ سے بیتابی نہیں ہوتی۔ اور نہ ایسے پرلے درجہ کی ذکاوت ہوتی ہے۔ کہ کلی سے جزئی کو اور روح سے صورت کو معلوم نہ کر سکیں۔ نہ ایسی غباوت ہوتی ہے کہ جزئی سے کلی کی طرف اور صورت سے روح کی جانب منتقل نہ ہو سکیں۔ سب لوگوں سے زیادہ وہ جادۂ راست کا پابند ہوتا ہے۔ عبادت میں اُس کی نہایت پسندیدہ شان ہوتی ہے۔ لوگوں کے معاملات میں انصاف پسند ہوتا ہے۔ تدابیر کلی کو ہمیشہ پسند کرتا ہے منفعت عام کا ہمیشہ راغب رہتا ہے۔ کسی کو بالطبع ایذا نہیں دیتا۔ ہاں اگر تکلیف اور ایذا پر عام نفع موقوف ہو یا نفع عام کو ایذا لازم ہو۔ تو البتہ اُس سے ایذا پہنچ سکتی ہے۔ عالم غیب کی جانب ہمیشہ اُس کا میلان رہتا ہے۔ اثر اُس کی گفتگو میں اُس کے چہرہ میں اور اُس کی تمام حالتوں میں محسوس ہوتے رہتے ہیں

اُس کے ہر ایک پہلو سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم غیب سے اُس کو تائید پہنچتی ہے۔ اور نئے ریاضت کے اُس کو ایسا قرب اور تسکین حاصل ہوتی ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ مفہمین کی قسمیں اور استعدادیں مختلف ہوا کرتی ہیں جس کی اکثر حالت ہو کہ خدا کی جانب سے اُن علوم کو اخذ کرتا رہے جن سے عبادتوں کے ذریعے سے نفس میں تہذیب پیدا ہوتی ہے۔ اُس کو کامل کہتے ہیں۔ اور جو اکثر اخلاق کامل اور تدبیر منزل کے علوم کو اختیار کرے اُس کو حکیم کہتے ہیں۔ اور اکثر انتظامات کلی کو حاصل کر کے لوگوں میں عدل اور انصاف قائم کرے اور اُن سے اوروں کی جور و تعدی کو دفع کرے اُس کا نام خلیفہ ہے اور جس کو ملاء اعلیٰ کی حضوری ہو یہ فرشتے اُس کو تعلیم دیں۔ اُس سے خطاب کریں۔ اُس کو وہ آنکھوں سے نظر آئیں اور مختلف قسم کی کرامتیں اُس سے ظاہر ہوں اُس کا نام مؤید بروح القدس ہے۔ اور جس کی زبان اور دل پر نور ہوں لوگوں کو وہ اپنی صحبت اور مواعظ سے نفع پہنچائے اور جو وہی تسلی اور نور اُس کے خاص صحابہ اور حواریین میں منتقل ہو۔ وہ اُس کی برکت سے کمال درجات تک پہنچ جائیں۔ اُس کو اُن کی ہدایت اور رہبری کی نہایت ہی حرص ہو اُس کو ہادی مزکی کہتے ہیں۔ اور جس کا بڑا حصہ علمی مذہب کے قواعد اور مصالح ہو۔ وہ اُس کا زیادہ شائق ہو کہ اُن علوم کو قائم کرے جو محو ہو گئے ہیں۔ اُس کو امام کہتے ہیں۔ اور جس کے دل میں القا کیا گیا ہو کہ لوگوں کو اُن مصائب اور صدمات کا حال بتاوے جو دنیا میں اُن کے لئے مقدر ہوں یا کسی قوم کے ملعون اور مردود ہونے کو معلوم کر کے اُن کو اُس کی اطلاع دے یا بعض اوقات تجرید نفس کی حالت میں اُن واقعات کو اُس نے معلوم کیا جو قبر اور حشر میں لوگوں کو پیش آنے والے ہیں۔ اور یہ اس قسم کے حالات اُن کو بتاوے اُس کو منذر کہتے ہیں۔ جب حکمت الٰہی کا اقتضا ہوتا ہے کہ کسی مفہم کو لوگوں کی طرف بھیجے۔ تو خدا تعالیٰ اُس شخص کے باعث سے لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ بندوں پر خدا کا فرض ہوتا ہے کہ اپنی زبانوں اور دلوں سے اُس کے آگے سر تسلیم ہوں۔ ملاء اعلیٰ کو اس کی تاکید ہوتی ہے کہ اُس کے فرمان پذیروں سے خوشنود ہو کر اُن کے شریک رہیں اور مخالفوں سے ناخوش ہو کر اُن سے علیحدگی کریں۔ خدا لوگوں کو اس کی اطلاع کرتا ہے۔ اُن پر اُس کی اطاعت واجب کرتا ہے۔ ایسا شخص نبی ہوتا ہے اور تمام انبیاء سے سب سے زیادہ عز و شان والا وہ ہی ہے۔ جس میں ایک اور ہی قسم کی بعثت ہوتی ہے اُس کی نسبت مراد الٰہی یہ ہوتی ہے کہ لوگ زندگی کی تیرگیوں سے نکل کر نورانیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اور اُس کی قوم عام لوگوں کے لئے رہبر بنے اس طرح پر گویا اس نبی کی بعثت میں ایک دوسرے قسم کی بعثت ہوا کرتی ہے۔ پہلی حالت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ الخ (خدا ہی نے اَن پڑھوں میں اُن میں سے ایک نبی بھیجا) اور دوسری حالت کی طرف خدا کے قول كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں اشارہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ ولم تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ (تم لوگوں آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ دشواریاں بڑھانے کو) ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں مفہمین کے تمام کمالات بالاستیعاب جمع تھے اور دونوں نعمتوں میں سے کامل حصہ آپ کو حاصل تھا۔ اور جو انبیاء علیہم السلام کہ آپ سے پیشتر گذرے ہیں اُن کو نبوت میں صرف ایک یا دو فن حاصل تھے۔ اور معلوم کرنا چاہیئے کہ حکمت الٰہیہ انبیاء کے بعثت کی اس لئے مقتضی ہوا کرتی ہے

کہ لوگوں کی منافع اور قابلِ اعتبار بہتری تدابیر بعثت میں ہی منحصر ہوا کرتی ہے۔ اور اس بہتری کی اصلی حقیقت کا علم گو صرف علام الغیوب کو ہی ہوتا ہے۔ لیکن اتنا ہم بھی یقیناً جانتے ہیں کہ ضرور انبیا کے مبعوث کرنے کے لئے ایسے ایسے اسباب ہوا کرتے ہیں جو بعثت سے تخلف نہیں کیا کرتے۔ انبیاء کی پیروی لوگوں پر اسی لئے فرض کیجاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ کسی قوم کی درستی اور خوبی اسی میں ہی ہے کہ وہ خدا کی اطاعت کریں اور اُس کی عبادت کریں۔ لیکن اُن لوگوں کے نفوس اس قابل نہیں ہوا کرتے کہ وہ خود علوم آلہی کو اخذ کریں۔ اُن کے حال کی درستی اُسی میں ہوتی ہے کہ وہ نبی کا اتباع کریں۔ اس لئے خدا حظیرۃ القدس میں مقدر فرماتا ہے کہ نبی کا اتباع واجب ہے۔ وہاں اسی کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ اُس کے مختلف طریقے ہیں کبھی تو حشمت کا وقت خاص دولت اور قوت کے غلبہ کا اور دیگر طاقتوں کے سرنگوں کرنے کا زمانہ ہوتا ہے اِس لئے خدا تعالیٰ ایسے شخص کی بعثت کرتا ہے جو اس دولت اور طاقت والوں کے دین کو درست کردے جیسے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا خدا تعالیٰ مقدر کرتا ہے کہ کسی قوم کو باقی رکھے اور لوگوں پر اُن کو برگزیدہ کرے۔ اس لئے ایسے شخص کو مبعوث کرتا ہے جو اُن کی کجی کو رفع کردے اور اُن کو کتاب آلہی کی تعلیم دے۔ جیسے سیدنا حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی بعثت۔ یا اُن امور کا نظم درست ہوتا ہے جو کسی قوم کے واسطے مقدر ہوتے ہیں کہ اُن کی دولت یا مذہب جس کی کسی جد کے ذریعہ سے اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے باقی رکھی جائیں جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہما السلام اور انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کی ایک جماعت کی یہی حالت تھی۔ خدا تعالےٰ نے ان تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے دشمنوں پر ظفرمندی کو مقدر کیا تھا۔ جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (اپنے پیغمبر بندوں کے لئے ہمارا قول پہلے ہی طے ہوچکا تھا کہ وہ ہمیشہ فتحمند رہینگے اور ہمارا لشکر ہی غالب ہوکر رہیگا) ان انبیا کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں۔ جو اتمام حجت کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں واللہ اعلم

اور جب کوئی نبی مبعوث ہو تو اُن لوگوں پر جن کی جانب وہ مبعوث ہوا ہے فرض ہے کہ گو وہ راہِ راست پر ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اُس نبی کا سب اتباع کریں۔ اس لئے کہ ایسے بلند رتبہ شخص سے سرتابی سے ملاء اعلیٰ کی لعنت اور ذلت و رسوائی پیدا ہوا کرتی ہے۔ نبی کے آنے کے بعد لوگوں کو خدا کی حضور میں تقرب خود حاصل نہیں ہوسکتا ہے ایسی کشتی کی حالت میں اُن کی تمام کوششیں رائیگاں ہوجایا کرتی ہیں۔ اُن کے مرنے کے بعد چاروں طرف سے اُن کے دلوں کو لعنت گھیر لیتی ہے۔ علاوہ ان ھذہ صورۃ مفروضۃ غیر واقعۃ تم کو یہود کی حالت سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ اُنہوں نے دین میں کیسی کیسی زیادتیاں اور کتاب آلہی میں کیسی تحریف کی تھی۔ اس لئے سب لوگوں سے زیادہ اُن کے لئے پیغمبر کی بعثت کی ضرورت تھی۔ اور پیغمبروں کے بھیجنے سے خدا کی حجت لوگوں کے مقابلہ میں اس لئے ثابت ہوتی ہے کہ اکثر لوگوں کی پیدائش اس قابل نہیں ہوا کرتی کہ وہ بلا واسطہ مفید اور مضر امور کو حاصل کرسکیں۔ بلکہ اُن کی استعداد ضعیف ہوتی ہے۔ انبیاء کے بتانے اور خبر دینے سے اُس کو قوت پہنچتی ہے۔ اور نیز ایسے ایسے خراب اور فاسد امور جمع ہوجاتے ہیں کہ بغیر جبر اور دلیل کے دفع نہیں ہوسکتے۔ لوگ اس قابل ہوجاتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اُن کے

اعمال کی باز پرس کیجائے تب بعض اسباب علوی و سفلی کے جمع ہونے کے بعد لطف خداوندی کا اقتضا ہوتا ہے کہ کسی قوم میں سے نہایت زکی شخص پر وحی کرے کہ لوگوں کو حق کی جانب رہنمائی کرے اور راہ راست کی جانب اُن کو بلائے۔ اس لئے نبی کا حال رہبری کے بارہ میں ایسا ہوتا ہے جیسے کسی مالک کے غلام بیمار ہو جائیں اور وہ مالک اپنے خواص میں سے کسی کو حکم دے کہ اُن کو دوا پلاؤ خواہ وہ خوشی سے پئیں یا ناگواری اور ناخوشی سے۔ اس وقت میں اگر شخص اُن کو دوا پینے پر مجبور بھی کریگا۔ تاہم حق پر ہوگا۔ لیکن پوری مہربانی اس کی مقتضی ہے کہ اوّلاً اُن کو بتا دے کہ تم بیمار ہو اور یہ دوا تم کو نفع دیگی۔ اور اُن کے سامنے خلاف عادت و معمول ایسے افعال بھی ظاہر کرے۔ جن سے اُن کے دلوں میں بخوبی سمجھ جائے کہ وہ اپنے اقوال میں بالکل سچا ہے۔ اور نیز اُس کو مناسب ہے کہ اُس دوا میں کوئی شیریں چیز بھی ملا دے۔ ان امور کے بعد وہ اُس کے احکام کی بجا آوری اپنی بصیرت اور رغبت سے کرینگے۔ اسی وجہ سے معجزات اور قبولیت دعا وغیرہ اصل نبوت سے محض خارج اور علیحدہ ہیں۔ ہاں اکثر حالتوں میں لازم ضرور ہوا کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے معجزات کا ظہور اکثر تین اسباب سے ہوا کرتا ہے۔ (۱) کوئی نبی مفہمین کے رتبہ کا ہوتا ہے اس وجہ سے بعض بعض حوادث اُس کو ظاہر ہو جایا کرتے ہیں اور یہ ظہور دعاؤں کی قبولیت اور ان امور میں موجب برکات ہو جاتا ہے جس کے لئے برکت کی دعا کی جاتی ہے اور برکت کے ہونے کی بھی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی کسی شے کا نفع زیادہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً اعدا کے خیال میں لشکر کی کثرت متمثل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بزدل ہو جاتے ہیں یا طبیعت غذا کو خلط صالح بنا دیتی ہے۔ اس سے ایسا اثر ہوتا ہے گویا اُس غذا سے دوچند زیادہ تناول کی ہے۔ اور کبھی خود اصل شے ہی بڑھ جاتی ہے اس طرح پر کہ کسی صورت کے مادہ ہوائی میں کوئی قوت مثالی حلول کرتی ہے اور اُس کو بدلدیتی ہے ان اسباب کے علاوہ اور بھی اسباب ظہور برکات کے ہوتے ہیں جن کا شمار کرنا دشوار ہے۔ اور (۲) سبب ظہور معجزات کا یہ ہوتا ہے کہ ملاء اعلےٰ متفق ہو کر نبی کے احکام جاری کرنا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے الہامات اور انتقالات اور تقریبات پیش آتے ہیں جو پہلی حالت کی نسبت محض غیر معمولی ہوتے ہیں۔ اس لئے نبی کے احباب ظفرمند اور اعدا خوار و خراب ہوتے ہیں اور حکم آلہی کا ظہور ہوتا ہے ولو کرہ الکفرون (۳) تیسرا سبب معجزات کا یہ ہوتا ہے کہ اسباب خارجی کی وجہ سے بہت سے حوادث نئے نئے پیدا ہوتے ہیں۔ نافرمانوں کو سزا دیجاتی ہے۔ اور عالم وجود میں بڑے بڑے امور کا احداث ہوتا ہے۔ یہی امور کسی نہ کسی وجہ سے معجزات ہو جاتے ہیں۔ نبی یا پہلے سے اُن پر لوگوں کو مطلع کر دیتا ہے۔ یا اُس کی نافرمانی پر لوگوں کی سزا مرتب ہوا کرتی ہے یا جو طریقہ سزا کا نبی نے بتا دیا تھا۔ وہ حوادث اُسی کے موافق ہوتے ہیں۔ یا ایسے ہی اور امور ہوا کرتے ہیں۔ انبیا کے معصوم ہونے کے بھی تین اسباب ہوا کرتے ہیں۔ (۱) یہ کہ تمام رذیل خواہشوں اور رغبتوں سے کسی انسان کی فطرت نہایت خالص اور صاف پیدا کی جاتی ہے۔ خاصةً اُن امور کی نسبت جو حدود شرعی کی حفاظت اور پاسبانی سے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ (۲) یہ کہ اُس کو اچھے کام کی خوبی اور بُرے کام کی بُرائی اور دونو کا انجام وحی آلہی سے معلوم ہو جایا کرتا ہے۔ (۳) یہ کہ اُس شخص کے اور اُن رذیل خواہشوں کے مابین خدا حائل ہو جاتا ہے ◆

معلوم کرو کہ انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں یہ ہوتا ہے کہ خدا کی ذات اور صفات میں غور اور فکر کرنے کا حکم نہ کریں عام لوگ
ایسے ایسے خوضوں کی طاقت نہیں رکھا کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفکروا فی خلق اللہ ولا
تفکروا فی اللہ (خدا کی ذات میں غور مت کرو بلکہ اُس کی مخلوق میں غور کرو) اور ان الی ربک المنتھی
(تیرے رب کی طرف نہایت ہے) میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار کی ذات میں غور کا
موقع نہیں ہے۔ انبیاء ہمیشہ یہی ارشاد فرماتے رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انعامات اور اسکی بزرگی قدرت میں لوگ غور کیا کریں۔
نیز انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں سے یہ امر ہوتا ہے کہ لوگوں سے ایسی ہی گفتگو کیا کرتے ہیں جو اُن کے عقلی اندازہ کے
مناسب اور اُن کے علوم کے موافق ہو جو اُن کے اندر پیدائشی طور پر پائے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ نوع انسانی کا کہیں نمود
ہو۔ اُس کو جبلی طور پر ایک خاص ادراک عطا کیا گیا ہے جس کا مرتبہ تمام حیوانی ادراک سے زیادہ ہے ہاں اس کا اصلی وہ
ہے۔ اگر عاصی ہو۔ اور اس قسم کے انسانی ادراک کے قابل نہ ہو تو اور بات ہے۔ ورنہ انسانی ادراک میں سب افراد نوعی
شریک ہوتے ہیں۔ اور اس ادراک کے علاوہ انسان کے لئے اور زاید علوم سے حصہ دیا جاتا ہے کہ وہ اُس میں معمولی عادت
کے خلاف حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ انبیاء اور اولیائے قدسی نفوس کی حالت ہوا کرتی ہے اور کبھی انسان کو نہایت پُر
مشقت ریاضتوں کے استعمال سے بعض ایسے علوم حاصل ہوتے ہیں جو اُس کو ایسے بلند ادراکات کے لئے طیار کرتے
ہیں جن کا اندازہ اُس کے وہم و خیال میں بھی نہیں ہوتا۔ اور کبھی مدت دراز تک علوم حکمیہ کی اور علم کلام اور اصول
فقہ وغیرہ کی مشق اور محنت سے علوم کا اضافہ ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن انبیاء کی گفتگو صرف اسی سادہ ادراک کے طریقہ کے
موافق ہوا کرتی ہے۔ جو بلحاظ اصلی پیدائش کے اُن کی طبائع میں موجود ہوا کرتا ہے۔ اُن علوم کی طرف جن کا وجود شاذ و نادر
اسباب سے ہوا کرتا ہے اور محض اتفاقی ہوتا ہے۔ اُن کو کچھ التفات نظر نہیں ہوتا۔ اسی واسطے انبیاء لوگوں کو اس پر
مجبور نہیں کرتے کہ وہ خدا کو تجلیات اور مشاہدات کے ذریعے سے یا دلائل اور قیاسات سے معلوم کریں۔ یا وہ خدا کو
تمام جہتوں سے منزہ خیال کریں۔ اس لئے کہ اس طرح پر معلوم کرنا اُن لوگوں کے لئے گویا محال ہے کہ جن کو ریاضتوں کے
اشتغال نصیب نہیں ہوتے۔ اُنہوں نے مدت دراز تک معقولیوں سے میل جول نہیں رکھا ہے۔ استنباط اور استدلال اور
استحسانات کے طریقوں کی جانب اُن کو رہبری نہیں کی گئی ہے۔ اُن مقدمات کے ذریعہ سے جن کے ماخذ پُر
دقت ہیں۔ باہم مشابہ چیزوں سے اُن کو فرق کرنے کی تعلیم نہ دی گئی ہو۔ اُن کو وہ علمی دقتیں نہ آتی ہوں جن کی وجہ سے
اصحاب الرائے اہل حدیث پر ناز کیا کرتے ہیں۔ اور نیز انبیاء کی سیرت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ اُن امور کی جانب
توجہ نہیں کیا کرتے۔ جو تہذیب نفس سیاست امت سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ وہ اُن اسباب کو بیان نہیں کرتے
جو عالم جو میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً مینہ اور کسوف اور ہالہ کی کیفیت۔ عالم نبات اور حیوان کی عجائبات یا آفتاب
و چاند کی رفتار کا اندازہ۔ روز مرہ حوادث کے اسباب۔ انبیاء یا سلاطین یا شہروں وغیرہ کے حالات اور قصے البتہ
کبھی کبھی خدا کے انعامات اور انتقامات بیان کرنے کے لئے چند لفظوں میں امور بالا کا ذکر بھی بطور تبعیت آجایا کرتا
ہے۔ وہ بھی محض اجمالی صورت میں کسی استعارات اور مجازات کے پردہ میں آجایا کرتا ہے جس سے لوگوں کو الفت ہوتی ہے

اُن کی عقلیں اُس کو قبول کر سکتی ہیں۔ اسی بناء پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب دریافت کیا تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس سے اعراض فرما کر صرف مہینوں کے فائدے بیان کر دئیے۔ اور فرما دیا۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (تجھ سے لوگ ہلالوں کا حال دریافت کرتے ہیں کہ دو اُن سے لوگوں کا اور حج کا وقت معلوم ہوتا ہے) اکثر لوگوں کو تم دیکھو گے کہ ان فنون رسمی کی اُلفت سے یا اور وجوہ سے اُن کے ذوق خراب ہو گئے ہوں۔ اس لئے وہ پیغمبر کی کلام کے بے موقع معنی لگا لیتے ہیں ٭ واللہ اعلم

باب ۵۶ ایسے بیان میں کہ مذہب کی اصل ایک ہی ہے اُسکے طریقے اور راستے مختلف ہوا کرتے ہیں

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ۔ خدا نے دین کا تم کو وہی راستہ بتایا ہے جس کی نوح کو وصیت کی تھی اور جو وحی ہم نے تجھ پر نازل کی۔ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی اُسی کی وصیت کی تھی وہ یہی بات تھی کہ دین حق کو ٹھیک رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو) مجاہد کا قول ہے کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھ کو اور نوح کو ایک ہی دین کی وصیت کی تھی۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا کُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ (تم سب کی امت ایک ہی ہے میں ہی تمہارا رب ہوں اُس سے ڈرتے رہو۔ پھوٹ کر اپنے کام کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اپنی اپنی باتوں پر ہر ایک فریق خوش ہوا کرتا ہے) یعنی تمہارا دین اسلام ہے اس لئے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے الگ رہو۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک طریق اور راستہ مقرر کر دیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی یہی کئے ہیں یعنی راستہ اور طریقہ اور نیز خدا تعالیٰ فرماتا ہے لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا ھُمْ نَاسِکُوْہُ یعنی ہر ایک امت کے لئے ایک ایک طریق عبادت ہے جس پر ان کا عمل ہے معلوم کرو کہ دین کی اصل ایک ہی شئے ہے۔ تمام انبیاء اُس پر متفق ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اُس کے طریقوں میں ہے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ نبیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عبادت اور استعانت صرف خدا تعالیٰ ہی سے ہے۔ جو امور کہ اُس کی بارگاہ قدس کے مناسب نہیں ہیں اُن سے خدا کو منزہ سمجھیں اُسکے ناموں میں الحاد کو حرام سمجھیں اور بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ اُسکی نہایت درجہ تعظیم کریں۔ کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ اپنی ذاتوں اور دلوں کو خدا کے حوالہ کر دیں۔ خدا کے شعائر کے ذریعہ سے قرب خداوندی حاصل کریں۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ حوادث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا نے حوادث کو مقدر کر دیا تھا۔ اور فرشتے خدا کے بندے ہیں وہ خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جو انکو حکم ملتا ہے اُسی کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی کتاب نازل فرماتا ہے اپنی اطاعت کو بندوں پر فرض کر دیتا ہے اور قیامت کا ہونا حق ہے۔ بعد مرنے کے جی اٹھنا حق ہے۔ جنت دوزخ حق ہیں علیٰ ہذا۔ تمام انبیاء نیکی کے تمام اقسام طہارۃ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نوافل۔ طاعت۔ دعا۔ ذکر۔ کتاب الٰہی کی تلاوت کے ذریعہ سے خدا کی

حضور میں تقرب حاصل کرنے پر متفق ہیں۔ نکاح اور زنا کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ سب کے نزدیک لوگوں میں انصاف قائم کرنا چاہئے اور ظلم کی صورتوں کو سب جرام بتاتے ہیں۔ نافرمانوں پر حدود معتبر کرتے ہیں۔ دشمنانِ الٰہی سے جہاد اور احکامِ الٰہی اور دینِ خداوندی کی اشاعت میں نہایت درجہ کوشش کرتے ہیں۔ یہ امور دین کی بیخ و بنیاد ہیں۔ قرآن پاک میں ان امور کے قرار پانے کی وجہ نہیں بیان کی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اس لئے کہ ان لوگوں کے نزدیک جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ یہ سب امور مسلم تھے۔ اختلاف اگر ہے تو ان امور کی صورتوں اور شکلوں میں ہے۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نماز کے وقت بیت المقدس کی جانب رُخ کرنا پڑتا تھا۔ اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں قبلہ رُخ کھڑا ہونا چاہئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زانی کے لئے رجم (سنگساری) سزا تھی۔ اور ہماری شریعت میں محصن (جس سے پہلے پہلے زنا ہوا ہو) رجم ہے۔ اور دوسرے کے لئے تازیانہ مارنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں صرف قصاص کا ہی حکم تھا۔ اور ہماری شریعت میں قصاص کے ساتھ دیت بھی ہے۔ اور ایسے ہی طاعتوں کے اوقات اور اُن کے آداب اور ارکان میں بھی اختلاف کا حال سمجھ لو۔ بہرحال نیکی اور تدابیر نافع کی جو جو خاص خاص صورتیں مقرر کی گئی ہیں اُن کا نام شریعت اور منہاج ہے۔ اور یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے۔ کہ خدا تعالیٰ نے جن عبادتوں کا تمام مذاہب میں حکم فرمایا ہے۔ وہ انہیں اعمال کا نام ہیں جو نفس کی حالتوں اور ہیئتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ معاد میں انہیں اعمال کا نفسوں پر اچھا یا بُرا اثر پڑتا ہے۔ اُنہیں اعمال کی وجہ سے نفسوں میں انشراح پیدا ہوا کرتا ہے۔ یہ اعمال نفسانی حالتوں کی پیکر اور اُن کے عکس کی صورتیں ہوا کرتی ہیں یہی نفسانی ہیئتیں اعمال کے لئے میزان اور بالکل مدار علیہ ہوتی ہیں۔ جو اس امر کو معلوم نہ کریگا اُس کو اعمال کے کرنے میں کچھ بصیرت حاصل نہ ہوگی اور اکثر اُن اعمال پر اکتفا کریگا۔ جو محض ناکافی ہونگے بغیر قرأۃ اور دعا کے ہی نماز پڑھ لیا کریگا۔ اس لئے نماز کچھ مفید نہ ہوگی۔ اس لئے دین میں ایک ایسے کامل شناسا کی سیاست کی ضرورت ہے۔ جو مخفی اور مشتبہ امور کو صاف صاف قرائن اور نشانات سے منضبط کر دے اُن کو بمنزلہ امر محسوس کے قرار دے جس کو تمام ادنے اور اعلےٰ قسم کے لوگ تمیز کر سکیں۔ لوگوں پر اعمال سمجھنے میں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے وہ اُس بدیہی و محسوس امر کا لوگوں سے مطالبہ کر سکیں اور خدا کی دلیل قائم کر کے اپنی قدرت سے اُس کام پر دار و گیر کر سکیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض امور میں گناہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ اُن چیزوں کے ہمرنگ معلوم ہوتے ہیں۔ جن میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے جیسے مشرکین نے کہا تھا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (بیع اور ربو یکساں ہیں) ایسا اشتباہ یا علم کی کوتاہی سے ہوتا ہے یا نفسانی غرض سے جو آدمی کی بصیرت کو فاسد کر دیتی ہے۔ اسی لئے ضرورت پڑتی ہے کہ ایسے نشانات قرار دے جائیں۔ جن کی وجہ سے گناہ بے گناہ سے ممیز ہو سکے۔ اور اگر عبادات کے لئے اوقات معین نہ کئے جائیں تو بعض لوگ تھوڑے ہی سے نماز۔ روزہ کو زیادہ خیال کریں جو کہ بالکل رائگاں اور غیر مفید ہو۔ اور اگر کوئی شخص اُن کی پابندی سے آزاد رہنا چاہے اور اُس کی ترک کے حیلے کرے تو اُس کی گوشمالی ممکن نہ ہو۔ اور اگر لوگوں کے لئے عبادتوں کے ارکان اور شروط معین نہ ہوں تو وہ بے بصیرتی سے ہاتھ پاؤں مارتے رہیں۔ اور اگر حدود مقرر نہ ہوں تو سرکش لوگ کسی طرح پر

نہیں آسکتے۔ بہرحال تمام لوگوں کے حق میں احکام الٰہیہ کی تکلیف جب ہی مکمل ہوتی ہے کہ اُن کے لئے اوقات۔ ارکان۔
شروط۔ سزائیں۔ احکام کلیہ وغیرہ قرار دئے جائیں۔ اور اگر تجھ کو منظور ہے کہ شریعت قرار دینے کی میزان معلوم کرے
تو تجھ کو ایک طبیب حاذق کی حالت میں غور کرنا چاہئے۔ جب وہ بیماروں کی درستی میں نہایت درجہ کوشش کرتا ہے
اُن کو ایسے ایسے امور پر مجبور کرتا ہے جن سے وہ واقف نہیں ہوا کرتے۔ وہ طبیب اُن کو ایسے امور کے کرنے کا ارشاد کرتا ہے
جن کی باریکیاں اُن کے علم و فہم سے برتر ہوا کرتی ہیں وہ محسوس موقعوں کو مخفی امور کے قائم مقام قرار دیتا ہے چہرہ
کی سرخی و سوتوں سے خون جاری ہونے کو غلبۂ خون کی علامت قرار دیتا ہے۔ مرض کی قوت۔ مریض کی عمر اور شہر
اور موسم کی حالت میں غور کرتا ہے۔ دوا کی قوت اور علاج کے تمام متعلقات میں غور کرتا ہے۔ دوا کی مقدار خاص کا
اندازہ کرتا ہے۔ اور مریض کی حالت کے مناسب اُس کو سمجھ کر مریض کو اُس کے استعمال کا حکم دیتا ہے کبھی علامت
ہی سے سبب مرض کے قرار دیکر اور دوا کی خاصیت کو جس کو اپنی ذہانت سے وہ مرض کے ازالہ یا اُس
مادہ کی ہیئت فاسدہ کے بدل دینے کے قائم مقام جان کر قواعد کلیہ مرتب کر لیا کرتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ جس شخص کا
چہرہ سرخ ہو۔ اُس کے سوتوں سے خون نکلتا ہو۔ اُس کو طبی احکام کے لحاظ سے نہار منہ شربت عناب ماء العسل
پینا چاہئے جو ایسا نہ کریگا۔ وہ اپنے آپ کو بلائی کے قریب کریگا۔ یا وہ کہتا ہے کہ جو شخص فلانی معجون اس قدر تناول کریگا
اُس سے فلاں مرض زائل ہو جائیگا۔ یا فلاں مرض سے وہ محفوظ رہیگا۔ اس قسم کے کلیات طب سے اخذ کئے جاتے
ہیں اُن پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اس طرح پر خدا تعالیٰ بڑے بڑے نفع پیدا کرتا رہتا ہے۔ یا اُس کے سمجھنے کو حکیم بادشاہ
کی حالت میں غور کرنا چاہئے۔ جو اصلاحات ملکی اور انتظامات لشکر کا نگران رہتا ہے۔ وہ زمینوں کی حالت۔ اُن
کی سرسبزی۔ کاشتکاروں کی کیفیت۔ اُن کی محنت و جانفشانی کا منتظمین اور اُن کے کافی ہونے کی حالت کا
بخوبی اندازہ کرکے وہ ملک در لگان مقرر کرتا ہے وہ بدیہی صورتوں اور قراین کو ایسے اُن اخلاق اور ملکات کے
قائم مقام قرار دیتا ہے۔ جن کا ہونا معاونین ملک میں ضروری ہوا کرتا ہے۔ اُسی قانون سے وہ اُن سے باز پرس کیا
کرتا ہے۔ وہ بادشاہ تمام ملکی ضرورتوں پر نظر ڈالتا ہے۔ جو ملک کے لئے کافی ہو سکیں معاونین کی تعداد کا لحاظ کرکے
اس طرح پر اُن کو ملک میں تقسیم کرتا ہے جن سے کاربراری ہو جاوے اور لوگوں پر تنگی اور ادبار کا باعث نہ ہو علیٰ ہذا
تم کو لڑکوں کے معلم کی حالت دیکھنی چاہئے وہ لڑکوں کی حالت کا کیسا تعلیمی منتظم ہوتا ہے۔ اور غلاموں کی نسبت
آقا پر نظر کرنی چاہئے۔ اُستاد کی غرض بچوں کی تعلیم ہوتی ہے اور آقا کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جو اغراض غلاموں سے
متعلق ہیں وہ کس طرح پورے ہو سکتے ہیں۔ بچے اور غلام کچھ نہیں سمجھا کرتے کہ مصلحت کی کیا حقیقت ہے مصلحت کے
قائم کرنے کی اُن کو کچھ بھی پروا نہیں ہوا کرتی۔ وہ تو اُس سے جان چُراتے ہیں۔ عذر اور حیلہ کرتے رہا کرتے ہیں لیکن
معلم اور آقا خوب آگاہ ہوتے ہیں کہ اس امر سے یہ رخنہ پیدا ہوگا۔ رخنہ پیدا ہونے سے پہلے ہی اُن کو یہ معلوم رہتا
ہے۔ وہ پہلے ہی سے خلل کو روکتے ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں سے خطاب اس طرح کرتے ہیں کہ جس کے انبساط میں
انقباض اور انقباض میں انبساط ہوا کرتا ہے کسی حیلہ سے وہ اپنی رستگاری نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اُن کو کامیابی

ہوتی ہے۔ انحتوں کو اُس کی واقفیت ہو یا نہ ہو۔ بہرحال جو شخص ایک بہت بڑے گروہ کی انتظامی حالت کا ذمہ دار ہوا کرتا ہے جنکی استعدادیں بالکل مختلف ہوں۔ اپنے ذاتی امور میں اُن کو بصیرۃ نہ ہو۔ ان کی تعمیل کی خواہش ان میں نہ ہو۔ تو وہ مجبور ہوا کرتا ہے کہ ہر ایک چیز کا ٹھیک اندازہ کرے ہر ایک چیز کا وقت معین کرے۔ اس کے طریقوں اور صورتوں کو مقرر کرے لوگوں سے مطالبہ اور مواخذہ کے لئے اسی میں عمدگی ہوا کرتی ہے +

معلوم کرنا چاہئے کہ جب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ پیغمبروں کی بعثت سے لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کیطرف نکالے۔ تو اُن پر وحی بھیجی کہ تم اس کام کے لئے مقرر کئے گئے۔ اپنا نور اُن کے دلوں میں ڈالا۔ اور اصلاح عالم کی رغبت اُن میں پیدا کی۔ اُس زمانہ میں اُن لوگوں کے راہِ راست پر آنے کے لئے خاص خاص امور اور مقدمات کی ضرورت تھی۔ اِس لئے بحکمت الٰہی ضرور ہوا کہ تمام اُن مصلح امور کو انبیا کے ارادہ بعثت میں شامل کردے اور گویا انبیا کی اطاعت کی مفروضیت میں اُن مقدماتِ اصلاح کی مفروضیت بھی شامل ہو اس لئے کہ عقلاً اور عادۃً کسی شے کا متمم بھی اُس شے میں ہی داخل ہوا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر کوئی امر مخفی نہیں ہوتا۔ اور دین الٰہی میں کوئی امر بیہودہ اور گزاف نہیں ہوا کرتا کوئی شے جب قرار دیجاتی ہے اور اُس کے نظائر کا وہ حکم نہیں ہوا کرتا۔ تو اُس کی خاص علتیں اور اسباب ہوا کرتے ہیں۔ راسخین فی العلم اُن اسباب کو جانتے ہیں۔ ہمارا قصد ہے کہ اُن حکمتوں اور اسباب کے ایک عمدہ مجموعہ پر لوگوں کو متنبہ کریں۔ واللہ اعلم +

باب ۷۵۔ اِس کے بیان میں کہ خاص خاص شرائع کے اسباب کیا ہیں ایک شریعت کسی زمانہ میں کچھ نازل ہوتی ہے اور کسی زمانہ میں کچھ نازل ہوتی ہے ایک قوم کی شریعت کچھ ہوتی ہے دوسری کی کچھ ہوتی ہے

اِس کی دلیل خدا تعالےٰ کا قول ہے کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَائِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (بنی اسرائیل کے لئے سب کھانے حلال تھے البتہ توریت کے نازل ہونے سے پہلے جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لئے تھے وہ حلال نہ رہے تھے۔ اگر تم سچے ہو تو توریت لاکر پڑھو) اِس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بار سخت بیمار ہوئے۔ تب انہوں نے نذر مقرر کی کہ اگر خدا مجھ کو اچھا کردیگا۔ تو میں اپنے اوپر سب چیزوں سے زیادہ مرغوب کھانے اور پینے کی چیز حرام کرونگا چنانچہ اچھے ہونے کے بعد اونٹوں۔ اونٹنیوں کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر اُنہوں نے حرام کرلیا۔ اور اُنہیں کی پیروی سے اُن کی اولاد نے بھی اُن چیزوں کو حرام ہی سمجھا۔ ایک مدت تک ان چیزوں کی حرمت سی چلی آئی۔ یہاں تک کہ اُن کی طبیعتوں میں یہ بات جم گئی کہ اگر کسی نے ان چیزوں کو

کھا کر انبیا کی مخالفت کی۔ تو اُن کے ادب اور حق میں کوتاہی کی۔ تب توریت میں ان چیزوں کی حرمت نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بیان فرمایا کہ اُن کا مذہب ابراہیمی ہے۔ تو یہود کہنے لگے۔ کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر کیسے ہو سکتے ہیں۔ وہ تو اونٹوں کا گوشت کھاتے پیتے ہیں۔ اسواسطے خدا تعالیٰ نے اُن کے قول کو رد کیا کہ اصل میں سب کھانے حلال تھے۔ اونٹ صرف ایک عارضی وجہ سے جو یہودیوں کو لاحق ہوئی حرام ہو گئے تھے۔ اس وقت میں جب نبوۃ کا اولاد اسمٰعیل میں ظہور ہوا۔ اور اس عارضی امر سے اُن کو کچھ لگاؤ نہ تھا۔ تو اس حرمت کی رعایت کچھ ضروری نہ رہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کے متعلق فرمایا ہے میں تمہارا فعل (تراویح پڑھنا) ہمیشہ دیکھتا ہوں۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ یہ نماز تم پر کہیں مقرر نہ ہو جائے۔ اگر مقرر ہو گئی تم سے نبھ نہ سکیگی ماس لئے اے لوگو تم اپنے اپنے مکانوں ہی میں اس کو پڑھتے رہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے روکا کہ کہیں نماز تراویح اُن میں پھیل نہ جائے پھیل جانے سے یہ خیال تھا کہ لوگ اُس کو شعار دین سے سمجھنے لگتے اور اُس کے ترک کرنے کو خدا کی شان میں تفریط کا اعتقاد کرنے لگتے اور یہی فرضیت کا باعث ہو جاتا۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قصوروار وہ شخص ہے جس نے کسی امر کو دریافت کیا اور صرف اُس کی پوچھ گچھ ہی سے وہ شے حرام ہو گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اس کے لئے اُنہوں نے دعا کی تھی۔ اور جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا میں مدینہ کو بھی حرم قرار دیتا ہوں اور اس کی مد (ایک پیمانہ) ہے۔ اور صاع (پیمانہ) میں برکت کی ایسی ہی دعا کرتا ہوں جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے کی تھی۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حج کے متعلق سوال کیا کہ کیا حج ہر سال ہونا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہدوں تو ہر سال ہی حج کرنا فرض ہو جائے تو تم سے نبھ نہ سکے اور جب نبھ نہ سکے تو تم پر عذاب آجاوے۔ معلوم کرنا چاہئے کہ انبیا کی شریعتوں میں اختلاف اسباب اور مصلحتوں کی وجہ سے ہو گیا ہے۔ اس لئے شعائر خداوندی کا شعار قرار پانا معدات کی وجہ سے ہے اور احکام کی مقداریں مقرر کرنے میں مکلفین کی حالت اور عادات کا لحاظ کیا گیا ہے۔ چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے مزاج نہایت سخت اور قوی تھے حق تعالیٰ نے بھی اُس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اس لئے وہ اسی قابل تھے کہ ہمیشہ روزہ رکھنے کا اُن کو حکم دیا جاتا تاکہ اُن کی قوت بہیمی میں روزہ سے کسی قدر کمزوری اور خاموشی پیدا ہوتی۔ اور اس اُمت محمدیہ کے مزاج ضعیف تھے اس لئے ہمیشہ روزہ رکھنے سے منع کر دئے گئے۔ اور ایسے ہی مال غنیمت کو خدا نے اگلے لوگوں کے لئے حلال نہیں کیا تھا۔ لیکن ہمارا ضعف دیکھکر اُس کو حلال کر دیا۔ انبیاء کا بڑا قصد یہ ہوا کرتا ہے کہ اُن تدابیر کی اصلاح ہو جائے جو لوگوں میں دائر و سائر رہا کرتی ہیں۔ لوگوں کے کسی مخالف طبع امر سے کبھی تجاوز نہیں کیا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اور مصلحتوں کے موقعی زمانوں اور عادتوں کے مختلف ہونے سے بدلتے رہا کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر نسخ کا ہونا صحیح ہے۔ نسخ کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے کوئی طبیب اس امر کا قصد کرے کہ سب حالتوں میں مزاج حالت اعتدال پر محفوظ رہے۔ اسی واسطے شخصوں اور زمانہ کے ہر رنگ

نہ ہونے سے اِس طبیب کے احکام ایک ڈھنگ کے نہیں ہو سکتے۔ وہ جوان کو ایسی باتیں بتا دیگا۔ کہ اُن سے بوڑھے کو منع کر دیگا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ موسم گرما میں احتمال اعتدال باہر ہوا میں ہوتا ہے یہ حکم دیگا کہ اس موسم میں باہر سونا چاہئے اور موسم سرما میں سردی کا لحاظ کر کے یہ بتا دیگا کہ اس موسم میں مکان کے اندر سونا چاہئے۔ پس جو شخص اصلیت دین کو معلوم کر لیگا اور اُن اسباب کو سمجھ لیگا جن کی وجہ سے مذہبی طریقے مختلف ہُوا کرتے ہیں۔ تو اُس کی نظر میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوگی۔ اسی بناء پر شریعت ہونے کا تعلق اُن قوموں سے ہے۔ جن میں وہ شریعت قائم کی گئی۔ اور چونکہ اس قوم کی استعدادی حالت نے اُس شریعت کے قابل اُن کو بنا یا تھا۔ اور اُنہوں نے زبان حال کی نہایت اصرار سے گویا اُس کی درخواست کی تھی۔ اِس لیئے وہ ہی ہدف ملامت ہُوا کرتے ہیں خدا فرماتا ہے (فَتَقَطَّعُوٓا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًا) اور اِسی واسطے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ جمعہ کا روز اُن کے حق میں معیّن کیا گیا۔ اِس لیئے کہ وہ آگاہ نہ تھے اور تمام علوم ہی سے علیحدہ تھے۔ اور یہود کے لیئے ہفتہ کا دن قرار دیا گیا۔ اِس لئے کہ یہودیوں کے اعتقاد میں تھا کہ ہفتہ ہی کے روز خدا دنیا کے پیدا کرنے کے کام سے فارغ ہوا تھا۔ اور اے عبادت کے لیئے یہی دن بہت اچھا ہے۔ حالانکہ سب چیزیں خدا کے حکم اور وحی سے ہُوا کرتی ہیں اور شریعتوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی امر موربہ کی حالت ہوتی ہے اُن امور کا حکم دیدیا جاتا ہے۔ لیکن اُس کے بعد عذر اور حرج پیش آجایا کرتے ہیں۔ اِس لئے اُن لوگوں کی ذاتی حالت کے لحاظ سے اجازتیں اور رخصتیں شروع ہو جایا کرتی ہیں۔ تو اِس وجہ سے کہ اُنہوں نے اپنی ذاتی حالت کی وجہ سے اُس امر کے قابل اپنے آپ کو بنا لیا تھا۔ وہ ہی لوگ قابل ملامت ہُوا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (جب تک لوگ اپنی ذاتی حالت کو نہ بدلیں خدا کسی قوم کو نہیں بدلا کرتا) اور اِسی ذاتی اور استعدادی اختلاف کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے عقل و دین میں ناقص رہنے والوں سے ہوشمند آدمی کے لئے زیادہ ہوش ربا تم سے (عورتو میں) زیادہ نہیں دیکھا۔ اور پھر عورتوں کے نقصان کی وجہ یہ بتائی۔ کہ حیض کی حالت میں عورت نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے معلوم کرو کہ ایک صورت خاص میں شریعتوں کے نازل ہونے کے اسباب بکثرت ہیں۔ لیکن اسباب کی انتہا دو قسموں پر ہوتی ہے۔ اول سبب بمنزلہ ایک قدرتی امر کے ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو احکام کی تکلیف دیجاتی ہے پس جبکہ تمام افراد انسانی کے لئے ایک خاص طبیعت اور حالات معیّن ہیں۔ جو نوع ہونے کی وجہ سے وراثتہً سب کو پہنچا کرتے ہیں۔ اور وہی باعث ہُوا کرتے ہیں کہ لوگ احکام کے لئے مکلف کئے جائیں اور جیسے کہ مادر زاد کور کے خزانہ خیال میں رنگتیں اور صورتیں نہیں ہوا کرتیں اُس کے خیال میں صرف الفاظ اور وہ چیزیں ہوتی ہیں جو چھوئی جاسکتی ہیں۔ اور اِسی قسم کی اور چیزیں ہوتی ہیں۔ اِس لئے جب کبھی عالم غیب سے کوئی علم یا واقع اُسکو خواب وغیرہ میں حاصل ہوگا۔ تو اُس امر کا اُس کو علم اُسی صورت میں حاصل ہوگا جو اُس کے خزانہ خیال میں موجود ہے بجز اِس کے کوئی اور صورت علم حاصل ہونے کی نہ ہوگی۔ اور جیسے کسی عربی شخص کو جو زبان عربی کے سوائے اور

زبان کو نہیں جانتا ہے۔ الفاظ کی دنیا میں جب کسی امر کا علم ہوگا۔ تو اُس کی صورت صرف عربی ہی پیرایہ میں حاصل ہوگی
اور مثلاً جن شہروں میں کہ ہاتھی وغیرہ حیوانات کریہ المنظر ہوتے ہیں۔ تو ان شہروں کے باشندوں کی نظر میں جنوں کا
سامنے آجانا یا بھوتوں اور شیاطین کا ڈرانا انہیں حیوانات کی صورت میں ہوگا۔ اور شہروں میں یہ صورتیں پیش
نہ آئینگی۔ اور جن شہروں میں بعض اشیاء پُرعظمت خیال کی جاتی ہیں اور کھانے اور لباس میں جو عمدہ اور پاکیزہ
چیزیں وہاں پائی جاتی ہیں۔ تو وہاں کے باشندوں کو نعمت اور خوشی ملائکہ کی صرف اُسی قسم کی صورتوں میں
نظر آویگی۔ اور شہروں میں یہ امر نہ ہوگا۔ اور جیسے کوئی عربی شخص جب کسی کام کرنیکا قصد کریگا۔ یا کسی سفر کا ارادہ کریگا
جب وہ رشد یا نجیح (کامیاب) کے لفظ کو سُنیگا۔ تو آیندہ حالت کی عمدگی اور کامیابی کی دلیل اُس کو قرار دیگا۔ جو
عربی نہیں ہے اُس پر ان الفاظ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ ہمیشہ بعض اس قسم کے واقعات آتے بھی ہیں۔ تو جیسے کہ
امور بالا کے اثر پیدا پر تو حالات پر ڈالتے ہیں۔ ایسے ہی سنتے ہیں ان علوم کا جو کسی قوم میں مخزون اور جمع ہوتے
ہیں اور اُن اعتقادات کا جو اُن میں مخفی ہوتے ہیں اور اُن کی عادات کا جو کلب (کُتّے کے کاٹنے سے جو دیوانگی
سی ہوجاتی ہے) بیماری کی طرح اُن میں ساری اور جاری ہوا کرتی ہیں۔ لحاظ اور اعتبار ہوا کرتا ہے۔ اسی واسطے
اونٹوں کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل کے لئے حرام تھا نہ بنی اسمٰعیل کے لئے۔ اور اسی وجہ سے کھانے کی چیزوں کا
پاکیزہ اور ناپاک ہونا عرب کی عادات پر مفوض کیا گیا۔ اور ہمشیرزادیاں ہمارے لئے حرام کی گئیں۔ یہودیوں میں وہ
حرام نہ تھیں۔ اس لئے کہ یہودی ہمشیرہ زادیوں کو اُن کے باپ کی قوم سے شمار کیا کرتے تھے۔ اُن سے کسی قسم کا
میل جول ربط وصحبت نہیں رکھا کرتے تھے۔ انسے بالکل بیگانگی کی حالت میں رہا کرتے تھے عرب میں یہ رسم نہ تھی اور ایسے ہی
گوسالہ کو اُس کی ماں کے دودھ میں پکانا۔ یہودیوں میں حرام تھا۔ ہمارے یہاں حرام نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہودیوں
کو معلوم تھا کہ اس سے خدا کی پیدائش اور تدبیر الٰہی کی مخالفت ہوتی ہے جو چیز خدا تعالیٰ نے گوسالہ کی پیدائش اور
نشوونما کے لئے پیدا کی ہے۔ اُس سے ہی اس صورت میں گویا اس کی بنیاد باطل کرنا اور اُس کے جوڑ بند کی
تحلیل کرنی ہوگی۔ اور عرب کے لوگ اس قسم کے علم و فہم سے نہایت درجہ دور تھے۔ اگر اُن کو اس قسم کے راز سمجھائے
جاتے تاہم انکی سمجھ میں نہ آتے وہ اُس امر کو کبھی معلوم نہ کرسکتے۔ جو حکم دینے کا مناسب مدار علیہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم کرلینا چاہئے
کہ شرائع کے مقرر دینے میں صرف انہیں علوم اور حالات اور ان اعتقادات کا ہی اعتبار نہیں کیا جاتا ہے
جو لوگوں کے سینہ میں متمثل ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ بڑا لحاظ اور اعتبار اُن پیدائشی امور کا ہوا کرتا ہے جن کی طرف
اُن کی عقلیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ خواہ اُن امور کا اُن کو علم ہو یا نہ ہو۔ تم اس نکتہ کو اُن تعلقات میں دیکھ
سکوگے کہ جب ایک شے کسی دوسری شکل اور پیرایہ میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔ دیکھو مونہوں پر مُہر لگانے کی صورت
میں لوگوں کو سحر سے منع کرنا ظاہر ہوا تھا۔ اس لئے کہ لوگوں کی نظر میں مُہر لگانا ایک شے کے بند کرنے اور روکنے
کی صورت ہوا کرتی ہے خواہ یہ امر لوگوں کے پیش نظر ہو یا نہ ہو۔ اور خدا تعالیٰ کا بندوں پر یہ اصلی حق اور فرض
ہے کہ نہایت درجہ اُس کی تعظیم کریں کسی طرح اُس کے حکم کی مخالفت پر اقدام نہ کریں اور لوگوں کا باہم یہ فرض ہے

کہ ہمدردی اور باہمی الفت کی مصلحت کو ہمیشہ قائم رکھیں کوئی کسی کا دل آزار نہ ہو۔ ہاں اگر رائے کلی وغیرہ اتفاقی کے باعث ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جو شخص کسی عورت کو اجنبی خیال کرکے اُس سے ہم بستر ہو جائے تو خدا کے اور اُس کے درمیان پردہ حائل ہو جائیگا۔ خدا کے مقابلہ میں یہ کام اُس کی دلیری کا خیال کیا جاویگا۔ اگرچہ وہ عورت واقع میں اُس کی بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اُس شخص نے خدا کے فرمان کی مخالفت پر اقدام کیا۔ اور جس شخص نے اجنبی عورت سے اپنی بیوی سمجھ کر ہم بستری کر لی تو خدا کے نزدیک وہ معذور رہیگا۔ اور جو شخص روزہ کی نیت کریگا وہ اپنی نذر کی وجہ سے ماخوذ ہو جاویگا اور جس نے نذر نہ کی ہوگی وہ ماخوذ نہ ہوگا۔ اور جو شخص دین میں سختی اختیار کریگا وہ قابل تشدد ہوگا۔ اور یتیم کے طمانچہ مارنا تادیبًا بہتر ہوگا۔ اور تکلیف دینے کے لئے قباحت اور بُرائی ہوگی۔ خطا کار اور بھول چوک سے کام کرنے والا اکثر احکام میں قابل معافی ہوا کرتا ہے۔ یہ کلیہ قاعدہ قومی علوم اور قوم کی ظاہر اور مخفی عادات میں ہمیشہ پڑا ہوتا ہے۔ اور اُن کے حق میں اسی قاعدہ کے موافق شریعتوں کی تعیین ہوا کرتی ہے۔ اور نیز معلوم کرنا چاہئے۔ کہ اکثر عادات اور مخفی علوم ایسے ہوتے ہیں کہ اُن پر تمام عرب و عجم اور تمام معتدل اقالیم کے باشندوں اور ایسے لوگوں کا جن کے مزاج عمدہ اور بزرگترین اخلاق کے قابل ہوا کرتے ہیں۔ اتفاق ہوا کرتا ہے۔ جیسے اپنے مُردہ پر غم کرنا اُسکے حق میں نرم دلی کو پسند کرنا حسب و نسب پر ناز کرنا چوتھائی یا تہائی شب کے گذرنے پر خواب کرنا صبح تڑکے سے اُٹھ بیٹھنا۔ اِن کے علاوہ اور اکثر امور ہیں۔ جن کی طرف اشارہ تدابیر کی بحث میں کیا گیا ہے تو اس قسم کے جتنے عادات اور علوم ہوتے ہیں۔ ان کا سب چیزوں سے زیادہ اندازہ اور لحاظ کیا جایا کرتا ہے۔ ان کے بعد اکثر عادات اور عقائد ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو صرف اُنہیں لوگوں میں خاص ہوا کرتے ہیں جنمیں نبی مبعوث کیا جاتا ہے۔ اِس لئے ان عادات کا لحاظ بھی ضروری ہوتا ہے ولقد جعل الله لکل شئ قدرا اور معلوم کرنا چاہئے کہ نبوت اکثر ملت اور مذہب کے ماتحت ہوا کرتی ہے۔ خدا تعالی فرماتا ہے ملة ابیکم ابراهیم۔ اور فرمایا وان من شیعته لابراهیم۔ اِس کا راز یہ ہے کہ مدت دراز تک لوگ جب کسی دین کے پابند رہا کرتے ہیں۔ اُس دین کے شعائر کی عزت اور ادب اُن میں راسخ ہوتا ہے۔ اُس مذہب کے احکام نہایت مشہور اور شائع بمنزلہ بدیہیات اولے کے ہوا کرتے ہیں۔ کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اُس کے بعد ایک دوسری نبوت کا زمانہ آتا ہے۔ تاکہ پہلے مذہب کی کجی بالکل دور ہو جائے۔ اُس کی بگڑی ہوئی باتیں درست ہو جائیں اُس مذہب کے بانی کی منقولہ روائتوں میں چونکہ خلط ملط ہو جایا کرتا ہے۔ اِس لئے بہت سی خرابیاں اُس مذہب میں ملجایا کرتی ہیں۔ اب یہ دوسری نبوت لوگوں میں مشہور اور معتبر احکام کی تفتیش کرتی ہے جو جو صحیح سیاست مذہبی کے قاعدوں سے منطبق پائے جاتے ہیں۔ اُن میں کوئی تبدیلی نہیں کیجاتی۔ بلکہ لوگ اُن پر اور زیادہ آمادہ کئے جاتے ہیں۔ اور جو احکام خراب معلوم ہوتے ہیں اور تحریف کا دخل اُن میں پایا جاتا ہے اُن میں بقدر ضرورت تبدیلی کر دیجاتی ہے۔ اور جو قابلِ اضافہ ہوتے ہیں اُن پر اضافہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ

نبی اخیر اُن امور سے جو پہلی شریعت کے باقی رہجاتے ہیں اکثر اپنے مطالب و دعاوی پر استدلال بھی کیا کرتا ہے اِس وجہ سے یوں کہا کرتے ہیں کہ یہ نبی اُس فلاں نبی کے مذہب میں یا اُس کے گروہ میں سے ہے۔ اور ان مذہبوں کے اختلاف کے جن میں نبوت کا نزول ہوا کرتا ہے اکثر نبوتوں میں اختلاف ہوجایا کرتا ہے۔ اور دوسری قسم خاص پیرایہ میں شرائع کے نازل ہونے کی وجہ ہے لیکن یہ قسم بمنزلہ ایک امر عارضی خارجی کے ہے کہ خداوند گار عالم اگرچہ زمانہ سے بلند و برتر ہے لیکن اُس کو کسی نہ کسی وجہ سے زمانہ اور زمانہ کی چیزوں سے ربط و تعلق ہُوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ایک مدت کے بعد خدا کسی بڑے حادثہ کو پیدا کیا کرتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اور اور انبیاء نے بھی حدیث شفاعت میں اسی باب کے متعلق ارشاد کیا ہے کہ ہر ایک نبی قیامت کے روز کہیگا کہ میرے پروردگار نے بارگ و تعالے نے ایسا غصہ کیا کہ نہ کبھی پہلے ایسا غصہ کیا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا غصہ کریگا۔ پس جب عالم آمادہ اور طیار ہوتا ہے کہ شریعتوں کا اُس پر فیضان کیا جاوے امور دینی کے حدود معین کئے جائیں اور خدا تعالے تجلی فرما کر دین کو لوگوں پر نازل کرتا ہے اور اُسی کے موافق ملاء اعلےٰ بندہ ہی کی لبریز ہوجاتے ہیں تو ایسے وقت میں عارضی اسباب میں سے ایک ادنے سبب بھی جود الٰہی کے دروازہ کھٹکھٹانے کے لئے کافی ہوا کرتا ہے۔ و من دق باب الکریم انفتح۔ دیکھو موسم بہار پر نظر ڈالو۔ اُس میں بوٹے اور تخم ریزی کا ادنے اہتمام ہی ایسا موثر ہوا کرتا ہے کہ اور موسم میں اُس سے زیادہ کتنا ہی اہتمام کرو پھر بھی اُس کا اثر نہیں ہوا کرتا نبی کی توجہ کسی شے کیلئے اُس کا انتظار کرنا۔ اُس شے کے لئے اُس کا دعا کرنا۔ اُسکی مشتاقانہ خواہش ارنی احکام کے نازل ہونے کا سبب قوی ہُوا کرتی ہے۔ اور جب نبی کی دعا روشن طریقہ کو مدد کرتی ہے۔ بڑی بڑی جماعتوں پر اُس سے غلبہ حاصل ہوجایا کرتا ہے اُس سے نظر کے سامنے کھانے پینے کی زیادتی ہوجایا کرتی ہے تو اُس کی وجہ سے کسی حکم کا نازل ہونا کیا بعید ہے۔ اس کی تو لطیف روح ہوتی ہے۔ اور صورت مثالی میں اُس کا تعین ہوتا ہے۔ اور اُسی بناء پر سمجھ لینا چاہئے کہ جب کوئی جدید بڑا حادثہ پیدا ہوتا ہے اور نبی کی اُس کی وجہ سے بیقراری ہوتی ہے۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان بندی کا قصہ۔ یا جب کوئی سائل ایک امر دریافت کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس میں بار بار پوچھ گچھ کرتا ہے جیسے ظہار کا قصہ۔ تو یہ امور نزول احکام کے سبب پڑجایا کرتے ہیں۔ اور اصل حال کا اُس سے انکشاف ہوجایا کرتا ہے۔ اور نیز لوگوں کا فرمان پذیری میں کاہلی کرنا۔ سرکشی پر جمے رہنا۔ اور ایسے ہی لوگوں کے دل میں کسی شے کی رغبت کا ہونا۔ اور نہایت اہتمام و تعصب سے اُسکی پابندی کرنا۔ اور اُس شے کے ترک کرنے میں یہ اعتقاد کرنا کہ ہم نے خدا کے حق میں کوتاہی کی ہے۔ نیز احکام کے نازل ہونے کا سبب ہُوا کرتا ہے اُسی کی وجہ سے نہایت موکد طور پر کسی چیز کے واجب کر دینے سے لوگوں پر سختی کیجایا کرتی ہے یا بہت سختی سے کوئی شے حرام کر دیجایا کرتی ہے۔ باران جودکی تراوش چاہنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص صالح قوی الہمت روحانیت کے منتشر ہونے اور سعادت کی ابتداء کے وقت

قصد کرکے خدا کی بارگاہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ درخواست کرتا ہے۔ اور ایسے وقت میں درخواست اُس کی مقبول ہوجایا کرتی ہے۔ ان ہی معانی کی طرف خدا کے اس قول میں ارشاد کیا گیا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القراٰن تبد لکم (مسلمانوں بہت سی چیزوں کا سوال مت کرو۔ اگر وہ تمہارے لیئے کھلجاوینگی تب تم کو ناگوار معلوم ہونگی۔ قرآن نازل ہوتے وقت جو اُن اشیاء کا حال دریافت کیا جاویگا تو سب ظاہر ہوجائینگی)۔ خداوند کریم کی اصل مرضی یہی ہے کہ نزول شرائع کے اس قسم کے سوالات کم ہوا کریں۔ اس سے وہ امور نازل ہوجایا کرتے ہیں جن میں مصلحت خاص کا حکم اور اثر غالب ہوا کرتا ہے۔ اور اکثر اس سے آیندہ نسلوں کے لیئے تنگی اور بزدلی پیش آیا کرتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ مسائل دریافت کرنے کو بُرا خیال فرماتے تھے کہ مجھ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ میں نے کوئی چیز تمہارے لیئے باقی نہیں چھوڑی ہے۔ تم سے اگلے لوگ زیادہ سوالات کرنے اور انبیاء پر اختلافات کی وجہ سے ہلاک ہوگئے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قصورمند وہ شخص ہے کہ صرف اُسی کے دریافت کرنے سے لوگوں پر کوئی چیز حرام ہوجائے۔ اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ بنی اسرائیل جس گائے کو چاہتے ذبح کرلیتے وہی کافی ہوجاتی۔ لیکن اُنہوں نے سختی کی اس لیئے اُن سے سخت گیری کی گئی۔ واللہ اعلم ✤

باب ۸۵ شریعت کے طریقوں پر مواخذہ کرنیکے اسباب میں

ہم اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو شرائع اپنے بندوں کے لیئے مقرر فرمائی ہیں۔ اُن پر عذاب ثواب ایسے ہی ہوتا ہے۔ جیسے کہ نیکی اور گناہ کے اصول پر مرتب ہوا کرتا ہے یا صرف انہیں امور پر مرتب ہوتا ہے جو نیکی اور گناہ کے مواقع اور قالب قرار دیئے گئے ہیں ✤

مثلاً کسی شخص نے ایک وقت کی نماز ترک کردی لیکن اُس کے دل میں خدا کی حضور میں اطمینانی طور پر عجز و نیاز موجود ہے تو نماز ترک کرنے پر اُس شخص کو عذاب ہوگا یا نہ ہوگا۔ اور ایک شخص نے نماز تو ادا کی۔ نماز کے تمام ارکان وشرائط اسی طرح پورے کیئے کہ وہ بری الذمہ ہوگیا۔ لیکن اُس میں نیازمندی کا کچھ اثر نہ تھا۔ اُس کے دل میں خشوع وخضوع جما ہوا نہ تھا تو اُس نماز پر اُس کو ثواب ملیگا یا نہ ملیگا۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ شریعت کے طریقوں کی نافرمانی کرنے سے فساد عظیم پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس سے سنتہ راشدہ میں روک پیدا ہوتی ہے معصیت کا دروازہ کھلجاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں تکدر آتا ہے۔ اس سے قوم اور شہر اور ولایت کو ضرر پہنچتا ہے۔ جیسے شہر کی مصلحت کی وجہ سے کسی سیلاب کی وجہ سے بند باندھ دیا گیا تھا۔ ایک شخص نے نقب دیکر اُس بند کو توڑ دیا۔ وہ شخص خود تو بچ گیا۔ لیکن شہر والوں کو اُس نے ہلاک کردیا۔ گفتگو اس میں ہے کہ آدمی کی ذاتی اور نفسانی حالت پر اس نافرمانی کا کیا اثر پڑتا ہے۔ وہ گناہ کی تاریکی میں گھر جاتا ہے۔ یا ان

میں نیکی کا مادہ بھی باقی رہتا ہے۔ تمام اہل مذاہب کا اس میں یہ مسلک ہے کہ شرائع خود ہی ثواب اور عذاب کا باعث ہوا کرتی ہیں۔ لیکن اہل مذاہب سے جو کہ ارباب تحقیق علم میں راسخ انبیاء علیہم السلام کے صحابہ میں حواریوں کے رتبہ کے ہیں۔ وہ شرائع کو ثواب و عذاب کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور ان کے اصول و ارواح اور ان کے اعمال کی صورتوں اور قالبوں میں جو ربط و مناسبت ہے اُس کو بھی خوب جانتے ہیں۔ اور حاملین دین و حافظین شرائع میں سے تمام لوگ صرف صورتوں اور قالبوں پر ہی اکتفا کیا کرتے ہیں۔ اور فلاسفہ اسلام کا مذہب یہ ہے کہ عذاب و ثواب کا مدار صرف نفسانی صفات اور وہ اخلاق ہیں جو روح کے دامن کو لپٹے ہوئے ہیں۔ اُن صفات کے قالبوں اور صورتوں کا ذکر شرائع میں محض سمجھانے کے لئے اور دقیق معانی کو لوگوں کے ذہنوں سے قریب کر دینے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ مذاقِ قوم کے موافق اس مقام کے متعلق یہ تحریر کیا گیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ مذہبی محققین کا مذہب حق ہے۔ اس کا بیان اس طرح ہے کہ شرعی امور کے لئے سامان اور اسباب ہوا کرتے ہیں۔ جن سے بعض شرعی امور کو بعض پر ترجیح ہو جایا کرتی ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ بغیر ان امور شرعی کے لوگوں سے دین پر عمل نہ ہو سکیگا۔ اُس کو علم ہوتا ہے کہ یہی شرعی طریقے اور رسمیں لوگوں پر واجب کر دینے کے قابل ہیں۔ یہ امر خدا کی توجہ میں مندرج ہوا کرتا ہے۔ جو ازل سے لوگوں کے حال پر ثابت ہوتی ہے۔ اور جب یہ عالم اس امر کے لئے مستعد اور طیار ہوتا ہے کہ اُس پر شرعی صورتوں کا فیضان کیا جائے۔ اور ان کے پیکر پیدا کئے جائیں تو جان لو اُسوقت خدا نے ان شرعی امور کو پیدا کر کے اپنا فیضان پورا کیا۔ اور ازل سے اُس کا تعین ہو گیا۔ اسلئے یہی امور بمنزلہ اصل کے ہو گئے۔ اس کے بعد جب خدا تعالیٰ نے ملاء اعلےٰ پر اس علم کو منکشف کیا۔ اُن کو الہام سے بتا دیا کہ یہی موقع شرعی اصول کے قائم مقام ہیں۔ انہیں کے اصول کی یہ صورتیں اور مثالیں ہیں۔ بدون اُن کے لوگ مکلف نہیں ہو سکتے۔ تب حظیرۃ القدس میں ایک قسم کا اجماع اور اتفاق ہو گیا۔ کہ یہ صورتیں ایسی ہی ہیں جیسے حقیقت موضوع لہ کے لئے لفظ ہوتے ہیں یا حقیقت خارجی کی نسبت صورتِ ذہنی ہوا کرتی ہے۔ جو اسی صورت خارجی سے منتزع اور حاصل کیجاتی ہے یا تصویر کی صورت اُس شے کے لئے منتظر ہوا کرتی ہے۔ اور الفاظِ موضوعہ کے لئے یہ صورت خطی ہوتی ہے۔ ان سب امور میں دال اور مدلول میں باہم جب ایسا قوی تعلق اور اُن میں باہمی لزوم اور گرفت ہو گئی ہے۔ اس لئے اپنے موقع پر یہ طے ہو گیا ہے کہ وہ دونوں شے واحد ہی ہیں۔ اس کے بعد تمام بنی آدم عرب و عجم کے علوم پر اسی علم کا پرتو پڑا۔ اور سب نے اتفاق کر لیا کہ وہ شرائع اور اصول ایک ہی شے ہیں۔ ایسا کوئی شخص نہ دیکھو گے جس کے دل میں اس علم کا ایک حصہ نہ ہو۔ اکثر ہم نے اُس کا نام وجود شبہی للمدلول رکھا ہے۔ اکثر اس وجود کے عجیب عجیب اثر ہوا کرتے ہیں۔ تتبع کرنے والے پر وہ مخفی نہیں ہیں۔ شرائع میں اس کے بعض بعض آثار پر لحاظ کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے صدقہ کو صدقہ لینے والوں کی چرکوں سے ایک چرک قرار دیا ہے۔ اور اسی لئے کسی کام کی برائی مزدوری میں بھی سرایت کر جایا کرتی ہے۔ اس کے بعد جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی روح القدس سے وہ مؤید کئے گئے۔ قومی اصلاح کا اُن کے اہیں القا کیا گیا۔ اور شرائع کے نازل ہونے اور صور مثالیہ کے ظاہر ہونے کے متعلق آپ کی جوہر روح کے سامنے بڑی راہ قوی ہمت کیجانب مفتوح ہو گئی۔ تب آپنے نہایت درجہ کی اولوالعزمی سے اس اصلاح کا اہتمام فرمایا۔ اُس کے ساتھ موافقت دینے والوں کے لئے نہایت قصد و ہمت

سنے دعائیں کیں۔ اور اُس کے مخالفوں پر لعنت کی۔ اور انبیاء کی ہمتیں معمولی نہیں ہُوا کرتیں۔ بلکہ وہ ساتوں آسمانوں کے طبقوں کو پھاڑ کر پار ہو جاتی ہیں۔ وہ مینہ کی درخواست کیا کرتے ہیں۔ آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہُوا کرتا لیکن فوراً پہاڑوں کی مانند بادلوں کے دل کے دل جمع ہو جایا کرتے ہیں۔ وہ دعا کرتے ہیں اور اُن کی دعا سے مُردوں میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ حظیرۃ القدس میں اُن کی وجہ سے خوشی اور ناخوشی یکجائی سے منعقد ہوا کرتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اے پروردگار میرے نبی اور بندہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور مدینہ کے لئے میں دعا کرتا ہوں۔ اب جس شخص کو معلوم ہُوا کہ خدا نے ایسا ایسا حکم کیا ہے۔ اور وہ یہ جانتا ہے کہ ملاء اعلےٰ تمام اوامر و نواہی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید کیا کرتے ہیں۔ اور خوب جانتا ہے کہ مامور بہ کو ترک کرنا اور منہی عنہ کام کا اقدام کرنا خدا کے مقابلہ میں دلیری اور خدا کی شان میں کوتاہی کا باعث ہے۔ اور جو جان بوجھ کر اور دیکھ بھال کر عمداً وہ کسی کام کو کر بیٹھتا ہے۔ تو اُس کی وجہ بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ حجابات کی گہری تاریکی میں وہ مبتلا ہے۔ مَلکی قوت اُس کی ضعیف اور منکسر ہو گئی ہے۔ اسکی وجہ سے اُسکے دل میں خطاکاری کا اثر جما ہُوا ہے۔ اور جب کوئی پُر مشقت کام سرزد ہوتا ہے جس سے اسکی طبیعت مزاحم ہوتی ہے۔ اِس کو کو وہ کسی کی نمائش کے لئے نہیں کرتا بلکہ صرف تقرباً للہ اور مرضیات خداوندی کی حفاظت اور لحاظ سے کرتا ہے۔ تو اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرتبہ احسان کی فضیلت میں وہ لپٹا ہُوا ہے۔ اُس کی بہیمی طبیعت کمزور اور مغلوب ہو گئی ہے۔ اس سے نیکی کا مادہ نفس میں جم جاتا ہے۔ اب جو شخص کہ کسی وقت کی نماز ترک کر دیتا ہے۔ تو اُس میں اِس کی تفتیش ضروری ہے کہ اُس نے نماز کو کیوں ترک کیا۔ اور اَور کس امر نے اُس کو اِس پر آمادہ کیا۔ اگر وہ نماز کو بھول گیا تھا یا سو گیا تھا۔ یا اُسکی فرضیت سے ناواقف تھا۔ یا کسی نہایت ضروری کام نے اُس کو روک لیا تھا۔ تو مذہبی تصریح اور نفس کا یہ مقتضا ہے کہ ایسا شخص گنہگار نہیں ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر اور یاد رکھ کر اختیاری حالت میں اُس نے نماز نہیں پڑھی تو اُس کی یقیناً یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اُس کے مذہب ہی میں رخنہ ہے۔ اور کوئی شیطانی یا نفسانی تاریکی اُس کی بصیرت پر چھا گئی ہے۔ اور اُس کا اثر اُس کے نفس پر بھی پڑتا ہے۔ اور جس شخص نے نماز پڑھ لی اور وہ اُس سے فارغ الذمہ ہو گیا۔ تو اُس میں بھی تفتیش کرنی چاہیے۔ اگر اُس نے نمائش کے لئے یا لوگوں کی تعریف سننے کے لئے یا قومی عادت کی پابندی کی وجہ سے یا لہو کے طور پر نماز پڑھی ہے تو مذہبی نفس کے لحاظ سے ایسے شخص میں اطاعت کا مادہ نہیں ہے۔ اور یہ نماز بھی اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ اور اگر اُس نے تقرب الی اللہ کی وجہ سے اور ایمانی لحاظ خدا تعالیٰ کے وعدوں کی تصدیق سے نماز پڑھی بحضور نیت اور خدا کے دین میں اخلاص کے سبب سے یہ کام کیا ہے۔ تو خدا اور بندے میں کسی قدر حجاب اِس عمل سے اُٹھ ہی جایا کرتا ہے۔ اگرچہ سر سوزن کے برابر ہو۔ اور یہ جو کہا گیا تھا کہ اُس شخص نے بند میں نقب لگانے سے شہر کو ہلاک کر دیا۔ اور خود اپنے آپ کو بچا لیا۔ اُس کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اُس نے خود اپنے آپ کو بچا لیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ خدا کے ایسے فرشتے مقرر ہیں جنکی کامل ہمت اِس طرف متوجہ رہتی ہے۔ کہ جو شخص عالم کی اصلاح میں یا خراب کرنے میں کوشش کرے اُس پر دعا یا بد دعا کرتے رہیں۔ اِن کی دعا کے اثر سے جود الٰہی کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور کسی نہ کسی طرح پر اُس سے جزا نازل ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی طرف خدا تعالیٰ کی ہمیشہ توجہ جزا کے باعث ہُوا کرتی ہے۔ اِس کا سمجھنا چونکہ کسی قدر

اشکال سے خالی نہ تھا اس لئے فرشتوں کی دعا کو ہم نے اس کا عنوان قرار دیا ہے واللہ اعلم ۰

باب ۵۹ حکمتوں و علتوں کے اسرار کے بیان میں

معلوم کرو کہ بندوں کے بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جن سے پروردگار عالم لوگوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور بعض افعال کی وجہ سے ان سے ناخوش ہوتا ہے۔ اور بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جن سے نہ وہ خوش ہوتا ہے نہ ناخوش اسی واسطے حکمت بالغہ اور رحمت کاملۂ الٰہی کا اقتضا ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کرے لوگوں کو ان کے افعال پر آگاہ کرے جن سے اس کی رضامندی اور ناراضی کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ اس ذریعہ سے خداوند کریم پسندیدہ امور کا مطالبہ کرے اور ناپسند کو منع کردے اور باقی امور میں ان کو مختار رہنے دے تاکہ جو کہ ہلاک ہونے والے ہیں وہ دلیل کے بعد ہلاک ہوں۔ اور جو زندگی حاصل کرنے والے ہیں۔ وہ بھی بعد دلیل ہی کے زندہ ہوں۔ پس کسی فعل سے خدا تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا متعلق ہونا یا دونوں حالتوں سے افعال کا بے تعلق ہونا اسی کا نام حکم ہے یا یوں کہو کہ حکم کسی شے کا ایسی حالت پر ہوتا ہے کہ لوگوں سے اس کا مطالبہ کیا جاوے یا وہ اس سے روکے جائیں یا اس میں مختار ٹھہرائے جائیں۔ جو چاہو سو کرو۔ اور بعض اشیاء کا مطالبہ تاکیدی ہوا کرتا ہے کہ ان کے کرنے پر رضائے الٰہی اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور ان کے نہ کرنے پر خدا کی ناخوشی اور عذاب الٰہی ہوا کرتا ہے۔ اور بعض کا ایسا تاکیدی نہیں ہوا کرتا۔ اس امر مطلوب کے کرنے پر رضا و ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے نہ کرنے پر گو ناخوشی اور عذاب کا استحقاق نہیں ہوتا۔ جیسے کہ مطالبے کے دو حصے ہیں۔ ایسے ہی نہی کرنے کی بھی دو ہی صورتیں ہیں تاکیدی جس سے رکنے اور بچنے پر رضا اور ثواب کا استحقاق ہو۔ بشرطیکہ منع کرنے کی وجہ سے باز رہا ہو۔ اور اس فعل کے کرنے سے ناخوشی اور عذاب میں گرفتاری ہو۔ تم اس کا اندازہ اپنے اور لوگوں کے محاورات کے الفاظ طلب اور منع میں کرسکتے ہو۔ کہ جو بات اولاً کہی جایا کرتی ہے۔ اس کے خلاف میں رضامندی یا ناراضی کے اثر سے ایک قسم کی دو قسمیں ہو جایا کرتی ہیں۔ یہ ایک لازمی اور قدرتی ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے احکام کی پانچ قسمیں ہو گئی ہیں (۱) ایجاب (۲) استحباب (۳) اباحت (۴) کراہیت (۵) تحریم۔ لوگوں کے سامنے افعال مکلفین میں سے ہر فعل کی علیحدہ علیحدہ حالت پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہ افعال علاوہ اس کے کہ حصر میں نہیں آسکتے۔ لوگ پوری طرح انکو معلوم بھی نہیں کرسکتے ہیں۔ اس واسطے یہ ضروری ہوا کہ لوگوں کو وہ قواعد کلی کی صورت میں بتائے جائیں مجموعی صورت وحدت سے بیان کیجائے اور کثرت اس میں لپٹی ہوئی ہو۔ اس طرح پر لوگ ان افعال کو معلوم کرسکینگے اور اپنے افعال کی حالت پہچان سکینگے۔ علوم کلیہ کو دیکھو خاص خاص امور کے لئے ان میں کیسے قوانین قرار دئیے گئے ہیں۔ نحوی کہتا ہے الفاعل مرفوع تو سامع اس کا یہ قول محفوظ کرکے قام زید میں زید کا حال اور رفع عمرو میں عمرو کا حال معلوم کرلیتا ہے وعلیٰ ہذا۔ یہی وحدت جس میں کثرت منسلک ہوا کرتی ہے حکم کی علت اور اسکی مدار علیہ ہوا کرتی ہے۔ اس علت کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وہ جس میں اسی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے جو مکلفین میں

موجود ہوا کرتی ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ صرف مکلفین کی کوئی دائمی اور لازمی حالت کا اعتبار کیا جائے جس کا اثر یہ ہو کہ ان کو ہمیشہ کے لئے کسی حکم کی تکلیف دیجائے۔ یہ امر مکلفین کے قابو سے باہر ہے۔ ایسی تکلیف صرف ایمان میں ہی ہو سکتی ہے۔ اور احکام میں اس وجہ سے ضرور ہے کہ ایک ایسی حالت کا اعتبار کیا جائے کہ تکلیف دادہ شخص کی لازمی صفت بھی اُس میں شامل ہو۔ اسی صفت کی وجہ سے وہ شخص قابلِ خطاب شارع ہو سکے۔ اور اُس کے ساتھ ہی کسی عارضی حالت میں وقت ہوتی ہے کبھی آسانی سے اُس کام کا ہو سکنا (استطاعت میسرہ) کبھی حرج کا احتمال یا کبھی کسی شے کا قصد کرنا۔ ونحو ذلک۔ مثلاً شارع کا قول ہے کہ جس شخص عاقل اور بالغ کو نماز کا وقت ملجائے۔ تو اُس پر نماز فرض ہو جائیگی اور جو عقل اور بلوغ کی حالت میں ماہ رمضان پالیگا۔ اور اُس کو روزہ رکھنے کی طاقت بھی ہو۔ تو اُس پر روزہ رکھنا فرض ہے جو نصاب کا مالک ہو اور اُس پر ایک سال بھی گذر جائے تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا واجب ہوگا۔ اور شارع کا ارشاد ہے کہ مسافر کو نماز میں قصر اور روزہ افطار کرنا جائز ہے اور بے وضو شخص جب نماز پڑھنے کا قصد کرے تو اُس کو پہلے وضو کر لینا ضرور ہے۔ اِس قسم میں اکثر اُن صفات کا لحاظ نہیں کیا جاتا جو اکثر ادامر میں معتبر ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ صرف وہی صفت خاص لیجایا کرتی ہے جس سے ایک حکم کا دوسرے سے امتیاز ہوا کرتا ہے۔ اِس لئے مسامحۃً اُس کو علت کہہ دیا کرتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ نماز کی علت وقت کا ملجانا ہے۔ اور روزہ کی علت ماہ رمضان کا آجانا ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے اِن اوصاف میں سے ایک وصف کا کوئی اثر قرار دیا ہے۔ دوسری وصف کا نہیں قرار دیا مثلاً مالکِ نصاب کے لئے تجویز کیا ہے کہ ایکسال یا دو سال پیشتر زکوٰۃ ادا کر دے اور غیر مالکِ نصاب کے لئے اُس کو تجویز نہیں کیا۔ اسی وجہ سے فقیہ ہر ایک امر کا ٹھیک اندازہ کرتا ہے کسی صفت کو سبب قرار دیتا ہے اور کسی کو شرط۔ اور دوسری قسم علت کی وہ ہے جسمیں اُس شے کی حالت ملحوظ ہوتی ہے جس پر کسی کا کام اثر ہوتا ہے یا کام اُس سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوا کرتا ہے یہ حالت یا اُس شے کی صفت لازمی ہوتی ہے۔ جیسا کہ شارع کا قول ہے کہ شراب پینا حرام ہے۔ اور خنزیر کھانا حرام ہے اور درندوں اور پرندوں میں سے پنجہ دار جانوروں کا کھانا حرام ہے۔ ماؤں سے نکاح کرنا حرام ہے یا کوئی عارضی صفت اُس شے کی بجائے ہوتی ہے۔ جیسے خدا کا قول ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما (چرانے والے اور چرانے والی کے ہاتھ کاٹو) اور جیسے کلام الٰہی الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ (زناہ کرنے والے و زنا کرنے والی کے سو درہ لگاؤ) کبھی اُس شے کی جس پر فعل واقع ہوتا ہے دو دو یا زیادہ صفتیں بیان کیا کرتے ہیں۔ جیسے شارع کا قول ہے پاکدامن زانی کو سنگسار کرنا چاہیے اور غیر پاکدامن زانی کے درہ لگانے چاہییں۔ اور کبھی مکلف کی حالت کے ساتھ اُس شے کی حالت بھی ملا دیجاتی ہے جس پر فعل واقع ہوا ہے۔ جیسے شارع کا قول ہے کہ اِس امت کے مردوں پر سونا اور حریر حرام ہے لیکن عورتوں پر حرام نہیں ہے۔ دین الٰہی میں کسی قسم کا گزاف نہیں ہے اِن افعال سے جو رضا یا عدم رضا کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ تو اُس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ اِن افعال کے متعلق ایسے امور معین ہوتے ہیں۔ کہ اُنہیں وجہ سے حقیقت

رضائے الٰہی اور اُس کی ناخوشی کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ یہ امور دو قسم کے ہیں۔ اول نیکی اور گناہ۔ تدابیر نافع۔ اور اُن تدابیر کی یاد دہی۔ اور انہیں کی مثل اور امور۔ دوسرے ایسے امور ہیں جنکا تعلق احکام شرعی سے ہوتا ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ لوگ مکر و حیلہ اور سُستی سے احتراز رکھیں۔ اِن معین امور کے لیئے اور مواقع اور لوازم ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رضا اور عدم رضا کا بالعرض اُن سے تعلق ہوتا ہے لیکن اُن کو انہیں لوازم سے مجازاً منسوب کر دیا کرتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ دوا کا پینا آرام پانے کی علت ہے۔ اور حقیقت میں اخلاط کا پختہ ہو کر نکلجانا آرام کی علت ہے لیکن عادۃً یہ امور دوا پینے کے بعد ہی ہوا کرتے ہیں اور بعینہ دوا ایک شے نہیں ہوتی اور جیسے کہا کرتے ہیں کہ حرارتِ آفتاب میں بیٹھنا یا محنت کا کام کرنا یا کسی گرم غذا کا کھانا بیماری کی علت ہے۔ اور بیماری کی اصلی علت اخلاط کا گرم ہوجانا ہے۔ اور یہ سب امور اخلاط کی گرمی کے ذریعے ہوا کرتے ہیں۔ اور صرف کسی شے کے اصول پر ہی اکتفا کرنا اور اُن کے متفرق وسائل اور ذرائع کو ترک کر دینا اُن لوگوں کا مذاق ہے جنکی نگاہ علوم نظری میں عمیق ہوا کرتی ہے۔ اور شرع صرف عام لوگوں کی زبان کے موافق نازل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ حکم کی علت ایسی صفت ہونی چاہیئے جس کو عام لوگ بھی سمجھ سکیں۔ اُن پر اُس علت کی حقیقت اور اُس کا ہونا۔ اُس کے نہ ہونے سے مخفی نہ رہے۔ اور اُن قاعدوں میں سے کسی نہ کسی قاعدہ سے ملتی جلتی ہو جن سے رضا یا عدم رضا متعلق ہوا کرتی ہے۔ اِس قاعدہ پر اُس علت کا خاتمہ ہو یا اُس کے قریب قریب ہو وعلےٰ ہذا۔ مثلاً شراب خواری اس میں بہت سی خرابیوں کا اندیشہ ہے جن سے خدا تعالیٰ کی ناخوشی ہوتی ہے۔ شراب کی وجہ سے خدا کی جانب خالص توجہ نہیں ہو سکتی تمدن اور خانہ داری کے انتظامات سب برہم ہوجاتے ہیں۔ یہ اکثر شراب خواری کو لازم ہوا کرتے ہیں۔ اسی واسطے شراب کی قسم کو روک دینا پڑا۔ اور جب ایک شے کے چند لوازم اور وسائل ہوں۔ تو اُن میں سے خاص وہی امر علت قرار دیا جاویگا جس کا علت ہونا بہ نسبت اوروں کے زیادہ ظاہر ہوگا یا اُس کی حالت زیادہ منضبط ہوگی یا اصل سے اُس کو زیادہ تعلق اور دوام ہوگا وعلیٰ ہذا مثلاً نماز قصر اور افطار روزہ کا مدار سفر اور مرض قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ حرج کے اور بھی احتمالات تھے لیکن اُن کو اُن کی علت قرار نہیں دیا۔ پر مشقت پیشوں مثلاً کاشتکاری اور آہنگری وغیرہ میں ضروری حرج ہوا کرتا ہے اِن سے قصر اور افطار کی اجازت نہیں دیگئی اِس لئے کہ پیشہ ور اُن میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں اُن کی معاش انہیں پیشوں پر موقوف ہوا کرتی ہے۔ اِن سے اگر اجازت دیجاتی تو اطاعتِ الٰہی کے انتظامات سب ابتر ہو جاتے۔ اور گرمی سردی کا اندازہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ قرائن اور علامات سے انکی بخوبی تعیین نہیں ہوتی اس لئے وہ احتمالات معتبر کیئے جاتے ہیں جو قرن اول میں اکثر اور مشہور تھے اور سفر و مرض کا سمجھنا کسی طرح پر مشتبہ نہیں ہو سکتا اگرچہ اب کسی قدر اُن میں اشتباہ اِس وجہ سے پیدا ہو گیا کہ عرب اول کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور لوگو نے خیالات میں زیادہ چھان بین کرنی شروع کی اُن کے ذوق سلیم جو خالص عرب کا ہوا کرتا ہے بگڑ گیا واللہ اعلم ٭

باب ۶۰۔ اُن مصلحتوں کے بیان میں جن سے فرائض اور ارکان اور آداب وغیرہ معین کئے جایا کرتے ہیں

معلوم کرو کہ جب اُمت کی درستی اور سیاست کیجائے تو ضرور ہے کہ ہر ایک قسم کی طاعت کی دو حدیں قرار دیجائیں (۱) اعلےٰ (۲) ادنےٰ۔ اعلےٰ سے یہ غرض ہے کہ اُس سے پوری طرح پر مقصود حاصل ہو جائے۔ اور ادنےٰ کے یہ معنی ہیں کہ اُس سے کسی قدر مقصود کا حصول ہو کہ اُس کے بعد کا درجہ لحاظ کے قابل بھی نہ ہو۔ یہ دو قسمیں اس واسطے قرار پائی ہیں کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ لوگوں سے کوئی شئے طلب کیجائے۔ اور اُن کے لئے اُس شئے کے اجزاء اُس کی صورت۔ اُس شئے مطلوب کی مقدار نہ بیان کی جائے۔ ایسا ابہام تو موضوع شرع کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تمام لوگ اُس پر مکلف کئے جائیں۔ کہ ہر شئے کے آداب و متمم اشیاء کی وہ تعمیل کریں۔ اُن لوگوں کو ایسی تکلیف بمنزلہ تکلیف بالمحال کے ہے جو کاروبار میں مصروف رہتے ہیں یا تنگ حال رہتے ہیں۔ بخوبی اُن کو فراغ خاطر حاصل نہیں ہے۔ اُمت کی سیاست و انتظام کی بنیاد اعتدال پر ہے۔ نہ نہایت درجہ پر ہر شئے کی حالت کو پہنچانا۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اعلےٰ حالت کو چھوڑ کر ادنےٰ حالت پر ہی اکتفا کریں۔ اعلےٰ حالت سابقین اُمت کا مسلک اور مشرب اور خدا کے مخلصین بندوں کا مذاق اور حصّہ ہے۔ ایسے درجہ کو بالکل ترک کرنا لطف اِلٰہی کے مناسب نہیں ہے۔ اِس لئے یہی ضروری ہوا کہ ادنےٰ کی حالت کی بخوبی توضیح کر کے اُس کے ساتھ لوگ مکلف قرار دئیے جائیں۔ اور اُس سے زاید اور اعلےٰ امور کیطرف بھی لوگ مائل کئے جائیں لیکن ہر شخص پر اُن کو ضروری نہیں قرار دینا چاہئیے۔ جن اموُر سے لوگ مکلف کئے جاتے ہیں۔ اُن کے حصّے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ ایک حصہ تو اُس میں کہ طاعت کی مقدار ہوا کرتی ہے مثلاً پنج وقت نماز۔ رمضان کے روزے۔ اور بعض امور اُس طاعت کے اجزا ہوا کرتے ہیں جن کے بغیر وہ طاعت لحاظ و اعتبار کے قابل نہیں ہوا کرتی مثلاً تکبیر اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے لئے۔ ایسے اجزا کا نام ارکان ہے اور بعض امور اُس طاعت سے خارج ہوتے ہیں لیکن بدون اُن امور کے طاعت غیر معتبر ہوا کرتی ہے۔ اِن امور کا نام شروط ہے جیسے نماز کے لئے وضو۔ معلوم ہونا چاہئیے کہ کبھی تو کوئی شئے رکن کسی سبب ذاتی اور امر طبعی کے طور پر قرار دیجاتی ہے۔ اور کبھی کسی امر عارض کی وجہ سے پہلی صورت میں بغیر اس رکن کے طاعت کا قوام اور فائدہ کچھ نہیں ہوا کرتا۔ جیسے نماز میں رکوع اور سجدہ۔ اور روزہ میں کھانے پینے اور مجامعت سے باز رہنا۔ یا ایسے رکن کی وجہ سے کوئی امر مخفی اور مبہم جو اہم اور ضروری ہوا کرتا ہے۔ صاف اور منضبط ہو جایا کرتا ہے۔ جیسے تکبیر سے نیّت کا انضباط اور استحضار ہو جایا کرتا ہے اور سورہ فاتحہ سے دعا کا انضباط ہو جایا کرتا ہے۔ اور سلام کے ذریعے سے نماز سے باہر آنے کی صورت ایسے عمدہ کلام سے منضبط ہو جایا کرتی ہے جو وقار اور تعظیمی حالت کے منافی نہیں ہے۔ اور جو امر عارضی کی وجہ سے رکن قرار دئیے جاتے ہیں اُن کا وجوب کسی نہ کسی سبب سے ہوا کرتا ہے وہ نماز کے لئے اِس لئے رکن قرار دئیے جاتے ہیں کہ اُن سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ پوری طرح سے نماز کی غرض اُن سے حاصل ہوتی ہے۔ اُن کے تعین میں خوبی اور عمدگی ہوا کرتی ہے۔ جیسے کہ اُس شخص کے مسلک کے موافق جو کسی سورۂ قرآنی کے پڑھنے کو رکن قرار دیتے ہیں۔ اُس کا رکن ہونا اس لئے ہے کہ قرآن خدا کے شعائر دین سے ہے۔ اُس سے بے پروائی نہیں کرنی چاہئیے۔ ایسے شخص کے لئے یہ مناسب ہے کہ اُس کی تلاوت کا

اُس عبادت میں حکم دیا جائے۔ جو سب عبادتوں میں زیادہ ضروری اور موکد اور سب سے زیادہ اُس کے پائے جانے کے موقع ہوں زیادہ قسم کے لوگ اُس سے مکلف ہوں۔ اور کبھی کوئی شے رکن اس واسطے قرار دیجاتی ہے۔ کہ اس کی وجہ سے دو مشتبہ چیزوں میں تمیز ہو جائے۔ یا اُس سے مستقل شے اور اُس کے مقدمہ میں فرق ظاہر ہو جائے۔ ایسی شے کو بھی رکن لیتے ہیں۔ اور اُن کی بجاآوری کا حکم دیتے ہیں۔ جیسے رکوع سجود میں قومہ۔ اس کی وجہ سے سر جھکانے میں جو سجدہ کا مقدمہ ہے اور رکوع میں جو مستقل تعظیم ہے فرق ہو جایا کرتا ہے۔ اور جیسے نکاح میں ایجاب و قبول۔ گواہ۔ ولی کا موجود ہونا۔ عورت کی رضا بغیر ان امور کے نکاح اور زنا میں فرق ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ تعیین ارکان میں دونو وجہیں ذاتی اور عرضی جمع ہو جائیں۔ امور شرط کا حال بھی رکن پر ہی قیاس کرنا چاہئے۔ اکثر کوئی شے کسی وجہ سے واجب ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اُس کو کسی شعائر دینی کے لئے شرط کر دیا کرتے ہیں۔ اس شرط سے اُسکی شان بڑھ جایا کرتی ہے۔ یہ صورت جب ہی ہوتی ہے کہ اس شرط کے ملجانے ہی سے اُس طاعت کی کمالیت ہوتی ہو مثلاً استقبال قبلہ۔ جیسے کہ خانہ کعبہ شعائر الٰہی میں سے ہے۔ اس لئے واجب التعظیم ہے۔ اور بڑی تعظیم کی صورت یہ ہے۔ کہ اول اپنی سب سے زیادہ عمدہ حالت میں اُس کی جانب اپنا رخ کریں ایک خاص سمت کیجانب خدا کی بعض نشانیاں اور شعائر ہوں۔ رخ کرنے سے مصلی کو خدا کی حضوری میں فروتنی اور نیازمندی پر آگاہی ہوا کرتی ہے۔ اور اُس کو وہ حالت یاد آتی ہے جو مالکوں کے سامنے غلاموں کے کھڑا رہنے سے ہوا کرتی ہے۔ اس واسطے نماز میں استقبال قبلہ کو شرط ٹھیرایا ہے۔ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ بغیر کسی خاص صورت کے اُن میں فائدہ نہیں ہوا کرتا ہے۔ اس واسطے اُس ہیئت کو اُس کی شرط کر دیا کرتے ہیں مثلاً نیت کا اعمال پر اثر جب ہی ہوا کرتا ہے کہ وہ نفسانی حالت کی تصویر ہوں اور نماز نیاز کی تصویر ہوا کرتی ہے اور بغیر نیت کے نیاز کوئی شے نہیں ہے۔ اور ایک دوسری صورت کے لحاظ سے استقبال قبلہ بھی ایسا ہی ہے۔ دل کا باحضور اور متوجہ ہونا ایک مخفی امر تھا۔ اس لئے بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہونا۔ جو کہ خدا کے شعائر میں سے ہے بجائے حضور دل کے قرار دیا گیا۔ اور مثلاً وضو۔ ستر ڈھانکنا۔ بیہودگی کو ترک کرنا۔ اس لئے کہ دلی تعظیم ایک مخفی امر تھا۔ اس کے لئے وہ حالتیں اُس دلی تعظیم کے قائم مقام کی گئیں جنکا سلاطین اور اُن کے پایہ کے لوگوں کی حضوری میں لوگ لحاظ کیا کرتے ہیں۔ اور اُن کو آداب تعظیمی سے شمار کرتے ہیں۔ یہ امور اُن کے دلنشین ہو گئے ہیں۔ عرب اور عجم کے باشندوں نے اُن پر اتفاق کر لیا ہے ✤

جب بعض طاعات منجملہ فرائض کے معین کیجائیں تو چند اصول پر لحاظ کرنا ضرور ہے۔ اول یہ کہ لوگوں کو صرف آسان امر کی تکلیف دینی چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ اگر میں اپنی اُمت پر گراں نہ سمجھتا تو ہر نماز کے وقت اُن کو مسواک کرنے کا حکم کرتا۔ اس حدیث کی ایک دوسری حدیث سے تفسیر ہوتی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا ہے کہ اگر میں اپنی اُمت پر گراں نہ سمجھتا تو جیسے میں نے ہر نماز کے وقت وضو کو فرض کیا ہے۔ ایسے ہی مسواک کو فرض کر دیتا اور ایک قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مقدار کے متعلق لوگوں کا یہ اعتقاد ہو جائے کہ اُس کو فروگذاشت کرنا خدا کی شان میں کوتاہی کرنا ہے۔ اور یہ امر اُن کے دلوں میں اس لئے خوب جم جائے کہ وہ شے انبیا علیہم السلام سے منقول ہوتی چلی آتی ہے

سلف کا برابر اُس پر اتفاق رہا ہو۔ یا ایسے ہی امور اور بھی ہوں تو ایسی حالت میں کہ مقتضائے حکمت یہی ہے کہ جیسے لوگوں نے
اُس کو اپنے ذمہ واجب ٹھیرا لیا ہے۔ اُن پر وہ شے واجب ہی کر دیجائے۔ جیسے اونٹوں کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل
پر حرام کر دیا گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں قیام کی نسبت فرمایا کہ مجھ کو اندیشہ ہو گیا کہ کہیں یہ قیام
تم پر فرض نہ کر دیا جائے اور ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب تک کوئی شے خوب صاف صاف اور ظاہر اور منضبط نہ ہو
لوگ اُس کے ساتھ مامور نہ کئے جائیں یہی وجہ ہے کہ حیا اور تمام اخلاق حالانکہ اسلامی شعبے ہیں اسلام کے ارکان میں
نہیں قرار دئیے گئے۔ اور اوسط طاعت بحالت آرام اور آسائش اور سختی کی وجہ سے مختلف ہو جایا کرتی ہے طاقت
رکھنے والے کے لئے قیام کو رکن نماز قرار دیا ہے لیکن ناتوان کے لئے بیٹھنے کو قیام کا جانشین ٹھیرایا ہے۔ اور ایسے ہی
طاعت حد اعلےٰ میں کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے زیادتی ہو جایا کرتی ہے بعض نوافل فرائض کے ہم جنس سمجھے جاتے
ہیں جیسے سنن و آداب و رواتب ہیں (مغرب کی سنتیں، نماز تہجد۔ ہر ماہ میں تین تین روزے۔ اور مستحب قنوت وغیرہ
اور کیفیت کی زیادتی اس طرح ہوتی ہے کہ خاص خاص سنتیں اور ذکر اور اطاعت کے نامناسب امور سے باز رہنا امور
تکمیل کے لئے طاعت میں ضروری قرار دئیے جاتے ہیں۔ ان کی بجا آوری سے مکمل صورت میں طاعت ادا کیجاتی ہے
جیسے جوڑ بندوں کا چرک وغیرہ سے پاک صاف رکھنے کا وضو میں حکم دیا جاتا ہے۔ تاکہ نظافت بخوبی حاصل ہو جائے
اور دائیں جانب سے ابتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے نفس میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ اور طاعت
کا خیال اُس میں پیدا ہوتا ہے نفس جب طاعت کی اس طرح بجا آوری کرتا ہے جیسے مہتم بالشان امور کی کرتا ہے اس سے
اُس کی توجہ پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور معلوم کرنا چاہئے کہ جب کوئی شخص کسی خلق کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ وہ قصد کرتا ہے
کہ یہ خلق اُس کی رگ و پے میں سرایت کر جائے تو اس کے حصول کا ذریعہ یہی ہے کہ اُس کے مناسب جو جو افعال
اور مناسب امور ہوں اُن سب کا انجام کرے اگرچہ وہ تمام لوگوں کی نظر میں ادنےٰ اور ناقابل اعتبار ہی کیوں نہ ہوں
جس کو شجاعت کی مشق اور ورزش کا اہتمام ہوتا ہے وہ نہ دلدلوں میں چلنے سے جھجکتا ہے۔ نہ آفتاب کی گرمی اور نہ
شب تار میں چلنے سے باک کرتا ہے ایسے ہی جس کو حضور خداوندی میں عجز و نیاز کی مشق منظور ہوتی ہے۔ وہ تمام تعظیمی حالتوں
کی مؤدبانہ حفاظت کرتا ہے رفع ضرورت کے وقت نہایت شرمگین اور سرنگون طور پر بیٹھتا ہے۔ خدا کے ذکر کے وقت
اپنے تمام پاؤں کو وہ سمیٹ لیتا ہے۔ اور جس کو اعتدال اور مرتبہ عدالت کی ورزش منظور ہوتی ہے وہ ہر چیز کو اُسی کا
حق ادا کرتا ہے۔ کھانے اور پاکیزہ چیزوں کے لئے داہنے ہاتھ کو۔ اور نجاست دور کرنے کے لئے بائیں کو خاص کرتا
ہے۔ اور یہی راز تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ بڑے کو مسواک دو (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ خواب میں میں نے دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں۔ اتنے میں دو شخص آئے اُن میں سے ایک بڑا تھا میں نے مسواک
چھوٹے کو دیدی۔ اُس وقت مجھ سے کہا گیا کبّر کبّر یعنی بڑے کو دو) ایسے ہی خویصہ اور محیصہ (مسعود کے
دو بیٹوں کا نام ہے) کے قصہ میں آپ نے فرمایا بڑے کو پہلے گفتگو کرنے دو۔ (جنگ خیبر میں جب ابن سہیل قتل ہو گئے
اور کوئی اُن کا قاتل معلوم نہ ہوا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس عبد الرحمٰن مقتول کے بھائی اور مسعود کے دو نو

پیشے آنے عبدالرحمٰن نے گفتگو شروع کردی لیکن وہ عمر میں چھوٹے تھے اس لیے آپ نے ارشاد فرمایا کبر الکبر
بڑے کو پہلے گفتگو کرنے دو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے ان الشیطان یاکل بشماله شیطان بائیں ہاتھ سے کھایا کرتا
ہے اور ایسے ہی اور جگہ بھی شیاطین کی طرف بعض افعال کی نسبت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتایا ہے
میں شیاطین کو خدا تعالیٰ نے قدرت دی ہے کہ خواب میں یا بیداری کی حالت میں لوگوں کے سامنے ایسی حالت
میں ظاہر ہوتے ہیں جو اُن کی مزاجوں کے موافق ہوتی ہیں۔ وہ شکلیں ان حالات کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں جو شکل نے
کے وضع شیاطین پر طاری ہوتی ہیں جن لوگوں کا دھیان ... ان شیاطین کی طرف ہو جاتا ہے ان شیاطین کی مزاجی حالت
کی وجہ سے بدکاریاں اور ایسے ایسے کام سرزد ہوتے ہیں جن پر سبیل اعتدال پائی جایا کرتی ہے۔ ناپاکیوں سے
وہ حالت قریب کر دیتی ہے۔ ذکر الٰہی میں ان کی وجہ سے سنگدلی ہوا کرتی ہے جتنے انتظامات پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں
اُن میں اس حالت کی وجہ سے ابتری ہوا کرتی ہے۔ بدکاریوں سے ہماری مراد ایسے افعال ہیں جن سے لوگوں کے
دل نہایت بیزار رہیں اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں وہ زبان سے اُن افعال پر لعن کریں۔ یہ لوگوں کا فطرتی
طریقہ ہے جو صورت نوعیہ کے فیضان سے اُن میں پیدا ہوا ہے۔ تمام فرقے اس میں برابر ہیں۔ ایسے آثار کسی قومی رسم
رواج کی پابندی یا کسی خاص مذہبی اثر سے نہیں ہوا کرتے۔ مثلاً اپنی شرمگاہ کو ہاتھ سے حرکت دینا۔ کودنا۔ ناچنا۔ اپنی
دبر میں انگلی داخل کرنا۔ اپنی داڑھی کو تھوک سے آلودہ کرنا۔ ناک کان کٹا ہونا یا سیاہ زرد ہونا۔ لباس کو الٹا پہننا قمیص کا
اوپر والا حصہ نیچے کر لینا۔ یا کسی چوپایہ پر سوار ہو کر اُس کی دم کی طرف اپنا منہ کر لینا۔ یا ایک پاؤں میں موزہ پہن کر دوسرا
برہنہ چھوڑ دینا۔ ایسے ہی اور افعال ہیں جنکو دیکھتے ہی ہر شخص لعنت ملامت کرتا ہے بعض اوقات میں نے شیاطین کو ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہوئے
دیکھا ہے اور بہت کچھ دیکھا ہوں میری غرض یہ ہے مثلاً اپنے کپڑے یا کنکریوں کو بیہودہ طور پر الٹ پلٹ کرنا۔ بے تحاشا طور پر ہاتھ پاؤں کو ہلانا۔ بہرحال خداوند کریم
نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان افعال کو منکشف کیا کہ شیطانی مزاجوں کی میلان اور اقتضا سے ہوا کرتے ہیں۔ جب کسی کو خواب یا بیداری میں شیطان
کی تصور نظر آتی ہے تو ایسے حرکات اُس میں ہوا کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ جہاں تک
ممکن ہو مسلمانوں کو شیاطین اور شیطانی حالتوں سے گریز کرنا چاہئے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کی قباحت کو
اور ان کی زشتی کو بیان فرمایا۔ اور اُن سے محترز رہنے کا حکم دیا۔ اسی بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قضائے
حاجت کے موقعوں پر شیاطین آموجود ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان لوگوں کی مقعد
سے بازی کیا کرتا ہے۔ اور جب انسان ہاہا کرتا ہے تو شیطان خوب ہنستا ہے۔ اور ملائکہ کی حالتوں کی جو محبت لوگوں کو دلائی
گئی ہے۔ اُسکو بھی اسی پر قیاس کرلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسی ملائکہ صفیں باندھتے ہیں ویسی ہی
تم کیوں نہیں باندھتے۔ ابواب آداب کے متعلق یہ ایک دوسرا قاعدہ ہے معلوم کرو کہ جب کوئی شے فرض کفایہ مقرر کی جاتی
ہے۔ تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اگر سب لوگ اُس کو متفقانہ طور پر کرنے لگیں تو انتظامِ معاش برہم ہو جائے۔ اُن کی تدابیر نافع
معطل ہو جائیں۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ ایک کام کے لئے خاص کر دئے جائیں۔ اور اوروں سے کوئی
دوسرا کام لیا جائے۔ مثلاً اگر تمام لوگ زراعت اور تجارت کے تمام کاروبار چھوڑ کر جہاد پر ہی اتفاق کرلیں معاش برہم ہو جائیگی

اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ بعض کو جہاد کا کام سپرد کردیا جائے۔ اور کسی کو زراعت کا بعض کو تجارت کا۔ کوئی تعلیم علوم کی خدمت کرے۔ اسلئے کہ کسی شخص کو کسی امر میں آسانی ہوتی ہے کسی کو کسی میں۔ اور نام محض اور قسمیں تمہیں بتا سکتیں کہ وہ کس چیز کے قابل ہے۔ تاکہ حکم کا وہ مدار علیہ ہوسکے۔ فرض کفایہ کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ اُس سے انتظامی حالت درست رہے۔ اُس کی فروگذاشت سے کوئی نفسانی ابتری اور بہیمیت کا غلبہ نہ ہو مثلاً قاضی ہونا علوم دین کی تعلیم خلافت کا انتظام یہ سب امور انتظاماً مقرر ہوئے ہیں۔ ایک شخص اُس کے تکفل کے لئے بس کرتا ہے۔ اور جیسے بیماروں کی عیادت۔ نماز جنازہ اس واسطے مشروع ہوئے ہیں کہ اُن سے بیماروں۔ اور مردوں کی تضیع نہ ہو بعض لوگ اگر اس کو پورا کردینگے تو مقصود حاصل ہوجاویگا۔ واللہ اعلم ؁

باب ۶۱۔ اوقات کے اسرار میں

اُمت کی سیاست بغیر اسکے پوری نہیں ہوا کرتی۔ کہ اُن کے لئے طاعتوں کے اوقات معین کردئیے جائیں تعیین اوقات میں اصلی امر فراست اور حدس ہے جس سے مکلفین کیحالت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایسی وہ چیز اختیار کیجاتی ہے جو لوگوں پر گراں نہ ہو۔ اور اُس سے مقصود حاصل ہوجائے۔ اور اسکے علاوہ تعیین اوقات میں اور بھی حکمتیں اور مصلحتیں ہوا کرتی ہیں۔ جن کو راسخین فی العلم ہی خوب جانتے ہیں۔ لیکن تین قاعدوں پر اُس کا استنباط ہوا کرتا ہے۔ اولاً یہ کہ اگرچہ خداوند کریم زمانہ سے برتر ہے لیکن آیات اور احادیث باہم ایکدوسرے کی اس امر میں موید ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض اوقات میں اپنے بندوں سے قریب ہوا کرتا ہے۔ اور بعض اوقات میں لوگوں کے اعمال خدا تعالیٰ پر پیش ہوا کرتے ہیں بعض اوقات میں وہ بعض بعض حوادث کو دنیا میں منقرر اور مقدر کیا کرتا ہے و علے ہذا۔ اور جدید حالات کو بھی سمجھ لو۔ اگرچہ ان سب امور کی اصلی حقیقت خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شب کو تہائی رات رہی ہمارا پروردگار آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یکشنبہ اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال خدا کی حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں طلوع کیا کرتا ہے۔ اور ایک روائت میں آیا ہے کہ اس شب میں خدا تعالیٰ ورلے آسمان پر نزول کرتا ہے۔ اس باب میں اکثر حدیثیں وارد ہیں۔ جو کہ معلوم ہیں۔ حاصل یہ کہ یہ امر ضروریات دین سے ہے کہ بعض خاص خاص اوقات میں زمین پر روحانیت پھیلجایا کرتی ہے۔ اور اُس میں ایک مثالی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ قبول طاعات اور قبولیت دعا کے لئے ان اوقات سے عمدہ اور مناسب وقت کوئی نہیں ہوا کرتا ہے ان اوقات میں ایک ادنے سعی کرنے سے نہایت وسعت کے ساتھ قوت بہیمی ملکی طاقت کے مطیع ہوجایا کرتی ہے۔ اور ملاء اعلے اس روحانیت اور مثالی قوت کے پھیلنے کا اندازہ آسمانی دوروں سے نہیں کیا کرتے۔ بلکہ اپنے ذوق و وجدان سے اسکو معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں اولاً کوئی شئے منطبع ہوتی ہے۔ اس سے وہ سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی روحانیت پھیلنے والی ہے۔ اور کسی حکم آلہی کا نزول ہونے کو ہے ؁

حدیث شریف میں اس کا بیان آیا ہے کہ فرشتوں کے پروں کی آواز ایسی معلوم ہوا کرتی ہے جیسے کوئی آہنی

پر چکنے پتھر پر مارتا ہے۔ بمنزلة سلسلة علی صفوان ۔

انبیاء علیہم السلام کے دلوں پر بھی یہی علوم ملاء اعلے کیجانب سے منقش ہوتے ہیں اور وہ اُن کو وجدانی قوت سے معلوم
کرلیا کرتے ہیں۔ آسمانی دوروں کا انکو حساب لگانا نہیں پڑتا۔ اس کے بعد انبیاء اُن موقع کے قرار دینے میں کوشش کرتے
ہیں۔ جہاں اُس ساعت کے ہونے کا احتمال ہوا کرتا ہے۔ اُس کے تعین کے بعد لوگوں کو حکم کرتے ہیں کہ اس ساعت کا لحاظ
رکھیں اور اُسکی حفاظت کریں بعض ساعتوں کا دورہ سال کے دورہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے خداتعالی فرماتا ہے
انا انزلنه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین فیها یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا انا کنا منذرین
(ہم نے قرآن کو مبارک شب میں نازل کیا ہے۔ ہم برائیوں سے لوگوں کو ڈرانے والے تھے۔ ہمارے حکم سے اس میں مضبوط
کام جدا جدا کئے جاتے ہیں۔ ہم ہی پیغمبروں کو بھیجا کرتے ہیں) اور اس ساعت میں پہلے آسمان میں قرآن کی روحانیت
متعین ہوگئی تھی۔ اس پر اتفاق ہے کہ ماہ رمضان میں یہ تعین ہوا تھا ۔

اور بعض اوقات کا دورہ ہفتہ کے دور کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ یہ تھوڑا سا وقت ہے۔ اس میں دعا اور طاعتوں کی مقبولیت
کی اُمید کیجا سکتی ہے۔ اور جب لوگ عالم معاد کی طرف رجوع کرینگے تو اُسی وقت خداتعالی اُن پر تجلی کرتا ہے اسی ساعت میں
لوگوں کو خدا سے قرب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ وقت جمعہ کے روز واقع ہوتا ہے۔ اس پر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے استدلال فرمایا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے واقعات جمعہ کو ہی ہوئے ہیں حضرت آدم
علیہ السلام کی پیدائش بھی اسی روز ہوئی تھی اور نیز بہائم کو ملائکہ سفلی کے ذریعہ سے اس ساعت کی عظمت معلوم رہتی ہے
اُس وقت وہ خوف زدہ اور ایسے مرعوب رہتے ہیں۔ جیسے کوئی سخت آواز سے خوف زدہ رہتا ہے۔ جمعہ کے روز آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو مشاہدہ کیا تھا۔ اور بعض اوقات کا دورہ روزانہ دور کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اور روحانیتوں کی
نسبت اُس وقت کی روحانیت کسی قدر ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اور ارباب فن جو ملاء اعلے سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں۔
اُنکا اتفاق ہے کہ روزانہ ایسے اوقات چار ہیں (۱) کسی قدر آفتاب سے پیشتر (۲) ٹھیک آفتاب کے ڈھلنے کے بعد۔
(۳) غروب آفتاب کے بعد (۴) نصف شب سے صبح تک خاص اُن اوقات میں اور کسی قدر اُن سے آگے پیچھے روحانیت
پھیلتی ہے۔ اور برکات ظاہر ہوتے ہیں۔ روئے زمین میں کوئی اہل مذہب ایسے نہیں ہیں جو واقف نہ ہوں کہ ان وقتوں میں
عبادت زیادہ مقبول ہوتی ہے لیکن مجوس نے دین کی تحریف کرلی تھی۔ اور خدا کو چھوڑ کر آفتاب کی ان وقتوں میں پرستش
کرنے لگے تھے۔ اس واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تحریف کو روک کر ان اوقات کو ایسے وقتوں سے بدل دیا جو ان
اوقات سے کچھ دور بھی نہ تھے۔ اور اصلی غرض بھی اس تبدیلی سے فوت نہ ہوتی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بروایت
صحیح ثابت ہے آپنے فرمایا کہ شب میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر وہ بندہ مسلمان کو ملجائے۔ اور دنیا و آخرت میں کسی
بھلائی کی وہ دعا کرے تو خدا قبول فرماتا ہے۔ ہر شب کو یہ ساعت ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ
نصف شب کی نماز سب نمازوں سے افضل ہے لیکن اُس کے پڑھنے والے لوگ کم ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا گیا کہ کونسے وقت دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے آپنے فرمایا کہ نصف شب میں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زوال

کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے مفتوح ہوتے ہیں۔ اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی
عمل آسمان کی طرف صعود کرے۔ اور آپ نے فرمایا کہ رات کے فرشتوں سے پہلے دن کے فرشتے آسمان کی طرف صعود کرتے ہیں۔
اور دن کے فرشتوں سے پہلے رات کے فرشتے صعود کرتے ہیں۔ ان مضامین کی طرف خداتعالیٰ بھی اپنی محکم کتاب میں اشارہ
فرماتا ہے۔ فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین
تظہرون (خدا کی پاکی ہے جس وقت کہ تم شام کرتے ہو اور جس وقت کہ تم صبح کرتے ہو اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی
تعریف ہے شام کے وقت اور جبکہ تمہارا وقت ظہر آتا ہے) اس بات کے متعلق نصوص بکثرت ہیں۔ وہ امور معلوم ہیں
میں نے اس کے متعلق بڑے بڑے مشاہدے کئے ہیں۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ٹھیک وقت
وہ ہے کہ تمام طبعی تشویشات سے آدمی فارغ ہو۔ زیادہ گرسنگی۔ زیادہ تشنگی یا زیادہ سیری نیند کا زیادہ غلبہ نہ ہو سستی نہ ہو
بول و براز کی حاجت نہ ہو۔ ایسی خیالی پریشانیوں سے بھی آدمی کو آزادی ہو لغو اور بیہودہ گفتگوؤں سے کان۔ اور
مختلف صورتوں اور پریشان کرنیوالی رنگتوں سے آنکھ بھری ہوئی نہ ہوں۔ اور اسی قسم کی تشویشوں کے اقسام سے
تنہائی ہو۔ یہ فراغ اور آزادی عادات کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ لیکن جو عرب اور عجم اور نیز ترکی اور مغلیہ
لوگوں کے ہاں طبعی طریقہ کے ہوگیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ نوامیس کلی میں اس کو دستور العمل قرار دیں۔ اور اس کے
مخالف شاذ و نادر ہی ہوا کرتا ہے۔ وہ صبح اور شام کا وقت ہے اور جب آدمی سونے کا قصد کرتا ہے تو اسوقت ضرور ہوتی ہے
کہ مشغلوں سے جو چیز کہ طبیعت میں جم جاتا ہے۔ وہ عقل سے دور کر دیا جاوے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
منع فرما دیا کہ عشا کے بعد لوگ قصے اور شعر نہ پڑھا کریں۔ سیاستِ اُمت کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ اس کا حکم دیا جاوے
کہ کچھ نہ کچھ زمانے کے بعد نفس میں نماز کی آمادگی اور طیاری پیدا ہوتی رہے تاکہ نماز کا انتظار اور اُس کی طیاری نماز پڑھنے سے
پہلے اور نماز کا کیفیہ نور اور رنگ نماز پڑھنے کے بعد نماز کے حکم میں سمجھا جائے۔ اور اسی طرح پر اگر تمام اوقات کا استیعاب
نہ ہو سکے تو اکثر اوقات کا استیعاب ہو جائے۔ بارہا دفعہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ جو شخص نماز شب کے قصد سے سوتا ہے۔ وہ
بہیمی خواب میں مستغرق نہیں ہوتا۔ اور جس شخص کا دل کسی عمدہ تدبیر دنیوی یا کسی نماز کے وقت میں یا کسی وظیفہ میں تمام ہو جانے کے
متعلق رہتا ہے۔ تو بہیمی حالت میں اس کو محویت نہیں ہوا کرتی۔ اسی واسطے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص خواب سے
جاگے اور پڑھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر
وسبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کے بعد کہے
رب اغفرلی خدا اُس کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ اور اگر یہ شخص وضو کر کے نماز پڑھ لیگا تو اُس کی نماز بھی مقبول ہوگی۔
خداتعالیٰ فرماتا ہے رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ (وہ ایسے لوگ ہیں جنکو نہ تجارۃ نہ خرید
و فروخت خدا کی یاد سے غافل کرتی ہے) اور یہ مناسب ہے کہ دو وقتوں کے درمیان چوتھائی روز کا فاصلہ دیا جاوے
اتنے عرصہ میں تین گھنٹہ کی مہلت ہو جائیگی۔ اور عرب اور عجم کے ہاں جو تقسیم شب و روز کی ہے اُس تقسیم کا یہ تین گھنٹہ مقدار
مستعمل کی۔ اول حد کثرت ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے شب و روز کے حضرت نوح علیہ السلام نے حصے کئے

تھے۔ ان کے بعد ان کی اولاد برابر یہی حصہ کرتی آئی ہے۔ تیسرا قاعدہ اوقات میں یہ ہے کہ عبادت ادا کرنیکا وقت ایسا ہو جس میں سے خدا کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کی یاد آجائے مثلاً روز عاشورہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر فتح دی تھی۔ انہوں نے اس کے شکریہ میں روزہ رکھا تھا اور اوروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اور جیسے ماہِ رمضان جس میں قرآن نازل ہوا اور رسالت مآب صلعم کی ابتدا اسی سے ہوئی یا اس بات سے انبیاء علیہم السلام کی طاعت اور عبادت پروردگار کی اور عادت جو اس بندگی کو ان سے مقبول کر لیا جاتا ہو آتی ہو مثلاً بقرعید کی روزہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کا قصد اور بجائے ان کے دنبہ ذبح کرنے سے ان کے فدا کرنے کا حال یاد آتا ہے یا اس وقت کی عبادت سے دین کے بعض نشانات کی شان اور رتبہ معلوم ہوتا ہو جیسے عید الفطر کو نماز پڑھتے ہیں جو اس سے رمضان کی ایک شان معلوم ہوتی ہے۔ اور خدا نے اپنے بندوں پر جو یہ احسان کیا اس کی بھی ایک شان معلوم ہوتی ہے اور جیسے بقرعید کے دن جو عبادت ادا کی جاتی ہے اور جو خدا تعالیٰ نے حج کے لئے مقرر کی ہیں ان کو اپنے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے اور ان میں خدا کی تمام نعمتوں کی بیان پر شہادت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ یہ پتہ چلتا ہے کہ ان اوقات میں طاعت کیا کرتے تھے۔ جیسے نماز پنجگانہ کے اوقات حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارا وقت ہے اور تم سے پہلے پیغمبروں کا یہی وقت تھا۔ اور جیسے رمضان شریف کی نسبت ارشاد الٰہی ہے۔ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ تم پر روزے ایسے ہی فرض ہوئے جیسے اگلے لوگوں پر فرض ہوئے تھے (تفسیر میں سے ایک جہت یہی ہے) اور ہمارے متعلق روز عاشورہ کا بھی یہی حال ہے۔ یہ تیسرا قاعدہ اکثر اوقات میں ملحوظ ہے لیکن وہ دونو پہلے قاعدے اوقات کے اصل الاصول ہیں۔ واللہ اعلم ❋

باب ۶۲- اعداد اور مقداروں کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ شرع میں جو ایک چیز کی مقدار معین کر دی ہے۔ اور اس کی دوسری نظیر کی وہ مقدار معین نہیں کی ہے تو اس کی حکمتیں اور مصلحتیں خاص ہیں۔ اگرچہ ہر شے کے معین کرنے میں پورا اعتماد قوت عقل پر ہے جس سے مکلفین کیفیات اور وہ امور معلوم ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کی سیاست کے مناسب اور لائق ہیں لیکن مصلحتوں کی انتہا تین قاعدوں پر ہے (۱) یہ کہ طاق کا عدد مبارک ہے۔ جبتک یہ کافی ہوسکیگا دوسرے عدد کی طرف تجاوز نہ کرینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک خدا طاق ہے اور طاق ہی کو پسند کرتا ہے۔ پس اے قرآن پڑھنے والو۔ وتر نماز پڑھا کرو۔ اس میں راز یہ ہے کہ ہر کثرت کی بدایت وحدت سے ہوا کرتی ہے اور طاق عدد تمام کثرت کے درجوں میں وحدت سے زیادہ قریب ہوا کرتا ہے۔ اس واسطے کہ جو مرتبہ عدد کا فرض کیا جاوے اس میں ایک غیر حقیقی وحدت شامل ہوا کرتی ہے جس سے وہ مرتبہ مرتبہ قرار پاتا ہے۔ مثلاً دس کا مرتبہ چند وحدتوں کا مجموعہ ہے۔ جو ملکر ایک عدد بنگیا۔ پانچ اوپر پانچ کا نام دس نہیں ہے اسی پر اور عددوں کو بھی قیاس کر لو۔ ان مراتب عددی میں بھی غیر حقیقی وحدۃ وحدۃ حقیقی کا نمونہ اور اس کے جانشین ہے اور طاق عدد میں یہ غیر حقیقی وحدۃ بھی ہوا کرتی ہے۔ اور اس کے ساتھ اسی قسم کی ایک اور وحدت بھی ہوتی ہے یعنی عدد

صحیح مساوی کی ہاتھ منقسم نہ ہونا اس لئے بہ نسبت عدد جفت کے عدد طاق وحدت سے زیادہ قریب ہے چونکہ خدا تمام مبادوں کا
مبداء ہے اسلئے موجود شے اپنے مبداء سے زیادہ قریب ہوگی۔ وہ گویا حق تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوگی۔ اس لئے جس میں عدد
شمار [illegible] کی اس میں خلق الٰہی کا ایک نمونہ ہوگا۔ جاننا چاہئے کہ عدد طاق کے مختلف مرتبے ہیں۔ بعضے عدد طاق جفت
کے مشابہ ہوا کرتے ہیں مثلاً نو اور پانچ کا عدد۔ ان دونوں میں سے صرف ایک کے علیحدہ کرتے ہی دو جفت عددوں میں منقسم
ہوتا ہے اور نو کا عدد اگرچہ برابر حصوں میں منقسم نہیں ہوتا ہے لیکن اُس کے برابر برابر تین حصے ہوسکتے ہیں ایسے ہی بعض
جفت عدد طاق کے مشابہ ہوا کرتے ہیں مثلاً بارہ تین یا چار چار عدد لینے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور چھ کا عدد دو دو کو
تین بار لینے سے بنتا ہے۔ اور تمام طاق عددوں میں امام اور جفت کی نسبت سے نہایت دور ایک کا عدد ہے۔ اور
اس ایک کے بعد اُس کے وارث اور جانشین تین اور سات کے عدد ہیں اور جو اعداد ان کے علاوہ اور ہیں وہ ایک عدد کے
خاندان اور امت میں سے ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر ایک اور تین اور سات کے عدد کو پسند
فرمایا ہے۔ اور جب بمقتضائے حکمت ان عدد سے زیادہ کسی اور عدد کا حکم دیا گیا ہے تو وہ اختیار کیا گیا۔ جو ان کی ترقی
دینے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً ایک کی ترقی سے دس اور سو اور ہزار اور نیز گیارہ حاصل ہوتا ہے۔ اور تین کی ترقی سے تیس اور
تینتیس اور تین سو حاصل ہوتے ہیں اور سات کی ترقی سے ستر اور سات سو حاصل ہوتے ہیں جو عدد ترقی کے بعد حاصل
ہوتا ہے۔ وہ گویا بعینہ وہی عدد ہوتا ہے جس کو بڑھا لیا ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے
بعد سو کلموں کا پڑھنا مسنون فرمایا ہے۔ پھر تین تین مرتبہ تینتیس تینتیس پر اس کو تقسیم کر دیا ہے اور تاکہ پوری حالت طاق
کی ہوجاوے۔ اور انتہا طاق عددوں کی امام یا جانشین کی طرف ہو۔ ایک کو زاید کر دیا ہے اور اعداد کی طرح ہر ایک مقولہ
جوہر اور عرض کے لئے بھی ایک امام اور جانشین ہوا کرتا ہے مثلاً نقطہ بمنزلہ امام کے ہے۔ اور دائرہ اور کرہ اُس کے جانشین
ہیں۔ اور امام سے بہ نسبت اور شکلوں کے زیادہ قریب ہیں۔ یہ میرے والد قدس سرہٗ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ انہوں نے
ایک بڑے واقع کا معائنہ کیا۔ اُس واقع میں حیوٰۃ۔ علم۔ ارادہ اور تمام صفات الٰہیہ یا انہوں نے فرمایا کہ الحی العلیم المرید اور
تمام اسماء الٰہیہ۔ ان دونوں میں مجھ کو ٹھیک معلوم نہیں کہ کیا فرمایا۔ بہرحال یہ صفات یا اسماء سب نہایت نورانی دائروں کی شکل
میں سامنے آئے۔ پھر انہوں نے مجھ کو آگاہ کیا کہ بسیط اشیاء کا اشکال کی صورت میں پیش ہونا انہیں اشکال میں ہوا کرتا
ہے جو نقطہ سے زیادہ قریب ہوں اور ایسی شکل سطح میں دائرہ اور جسم میں کرہ ہوا کرتے ہیں۔ انتہی کلامہ۔ جاننا چاہئے کہ
وحدت کا عالم کثرت میں نازل ہونا عالم مثال کے خاص تعلقات اور ارتباطوں کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور انہیں تعلقات
کی وجہ سے تمام واقعات صورت پکڑا کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے زبان قدم کا ترجمان انہیں ارتباطات کا
لحاظ رکھا کرتا ہے ⁂

دوسرا قاعدہ اُن اعداد کے راز ظاہر کرنے میں جن کا بیان ترغیب یا ترہیب کے موقع میں آیا ہے۔ جاننا چاہئے۔ کہ
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیکی اور برائی کے عادات پیش کئے جاتے ہیں نیکی کے فضائل اور برائی کے عیوب
آپ پر منکشف ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ جس طرح آپ کو بتاتا ہے ویسے ہی آپ بیان کر دیتے ہیں انکشاف کے وقت جس

چیز کا جو حال آپ کو معلوم ہوتا ہے اُس کا عدد آپ بتلاتے ہیں۔ اِس عدد میں اُس امر کا منحصر ہونا مقصود نہیں ہوا کرتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے سب اچھے اور بُرے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے۔ تو اُن کے عمدہ اور نیک اعمال میں سے میں نے راستہ میں سے کسی اذیت کو دور کرنا بھی پایا۔ اور اُن کے بُرے اعمال میں سے مسجد میں لعاب دہن کو پایا جو مسجد میں بغیر دبائے ویسے ہی چھوڑ دیا جائے اور نیز آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کے اجر میرے سامنے پیش ہوئے یہاں تک کہ وہ خاشاک بھی جس کو آدمی مسجد میں سے باہر نکال دیتے ہیں پیش کیا گیا۔ اور میری اُمت کے گناہ بھی مجھ پر پیش ہوئے اُن میں میں نے اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں پایا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد ہو اور اُس کو وہ بھلا دے۔ اسی قاعدہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو قیاس کرنا چاہئے کہ تین شخصوں کو دو دو اجر ملینگے۔ اول اہل کتاب جو اپنے پیغمبر پر بھی ایمان لایا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرے کسی کا غلام خدا کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی۔ تیسرے وہ شخص جس کے پاس کوئی کنیزک ہو۔ وہ اُس سے ہمبستر ہوتا تھا پھر اُس کو ادب سکھایا اور اچھی طرح اُس کو تعلیم دی اور اُس کو آزاد کرکے نکاح کر لیا اُس کو بھی دو اجر ملینگے۔ اور اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخصوں سے خدا تعالی کلام نہ کریگا نہ اُن کو ستھرا کریگا۔ ایک بڈھا آدمی زانی۔ دوسرے جھوٹا بادشاہ تیسرے متکبر عالم۔

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے کہ چالیس خصلتیں ہیں اُن سب میں سب سے زیادہ دودھ کی بکری کسی کو دیدینا ہے تاکہ وہ شخص اُس سے دودھ اور اُن سے فائدہ اٹھالے اور پھر وہ شخص اس کو واپس دے دے۔ اِن چالیس میں سے جو شخص ایک خصلت کو بھی بامید ثواب اور اُس کے وعدہ کی تصدیق کرنے کے لئے کریگا۔ خدا اُس کو جنت میں داخل کریگا۔ اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی عمل کے فضائل یا کسی شے کے اجمالی حصے ظاہر ہوتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فضائل کے منضبط کرنے کی وجہ قائم کرنے میں اجتہاد کرتے ہیں۔ اور اُس کے لئے ایسا عدد مقرر کرتے ہیں جو کثیر الوقوع یا عظیم الشان وغیرہ ہوا کرتا ہے۔ اسی پر قیاس کر لینا چاہئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو کہ تنہا نماز پڑھنے پر جماعت کی نماز کو ستائیس درجہ فضیلت ہے صلوٰۃ الجماعۃ تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ اس لئے کہ ستائیس کے عدد کو تین میں ضرب دینے سے پھر مضروب فیہ کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جماعت کے فائدے تین قسم کے تھے۔ ایک وہ جس کا اثر خود نمازی کے جسم پر ہوتا ہے اُس میں تہذیب آجاتی ہے۔ قوۃ ملکی کا ظہور ہوتا ہے اور بہیمی طاقت دب جاتی ہے۔ اور ایک حصہ کا اثر لوگوں کی جماعت پر ہوتا ہے۔ کہ ایک مبارک روش اُن میں پھیلتی ہے۔ لوگ اُس میں ایک دوسرے سے زیادہ شوق ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے اُن میں تہذیب آتی ہے اور سب ملکر مشفقانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ اور ایک حصہ کا اثر ملت مصطفوی پر پڑتا ہے کہ اُس میں اصلی شادابی اور تر و تازگی رہتی ہے۔ تحریف یا سستی اُس میں نہیں لگ سکتی۔ اور نیز پہلے حصہ میں تین منفعتیں ہیں۔ بارگاہ خداوندی اور ملاء اعلے سے نزدیکی۔ اُن کے لئے نیکیاں مندرج کی جاتی ہیں۔ اور اُن سے بُرائیاں دور کیجاتی ہیں۔ ایسے ہی دوسرے حصہ میں بھی تین منافع ہیں۔ لوگوں کے خاندان اور شہر کا منتظم رہنا۔ دنیا میں اُن پر برکتوں کا نازل ہونا۔ آخرت میں ایک دوسرے کے لئے شفاعت کرنا۔ اور تیسرے حصہ میں بھی تین امر پڑ

منفعت ہیں [illegible] کی اتفاق [illegible] منتشر کا جاری [illegible] رسی کو لوگوں کا پکڑنا بعض لوگوں کے انوار کا بعض کی پرتو
پڑنا [illegible] تعالیٰ کی لوگوں سے خوشنودی۔ فرشتوں کا ان پر رحمت
بھیجنا [illegible] بجائے ستائیس کے پچیس درجہ آیا ہے۔ اس کی وجہ بھی
یہ ہے [illegible] دوسرے لوگوں کی جماعت میں باہمی الفت
ان کی [illegible] سے شیاطین کا روپوش ہونا۔ اور ان پانچ
ہدایت [illegible] لوگوں کا بابرکت ہونا (۳) اُن کا
نیکیوں کا لکھنا [illegible] کرنا۔ وجوہ ضبط کے لئے
ان پر [illegible] وقع پر ما دہ کا اظہار
صرف مثالی [illegible] دل میں پہاڑ کی برابر ہے
یا فلاں شخص کا مرتبہ [illegible] مسلمان قبر میں منکر نکیر
کے جواب [illegible] اس مسلمان کی قبر
یا [illegible] جنتی بکداورپیت
میں [illegible] سے زیادہ ہے [illegible] سے عدن تک ہے
صورتوں میں کبھی کوئی [illegible] ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوا کرتا +

تیسرا [illegible] سو لوگ طبیعت اس حکم کے نظائر میں
استعمال کیا کرتے ہیں۔ یہی مناسب ہے کہ [illegible] مدار علیہ اور حکم کی [illegible] اسلئے درہموں کو اوقیوں
(ایک اوقیہ کے چالیس [illegible] ہیں) اور [illegible] کا اندازہ [illegible] صاع [illegible] کرنا مناسب ہے۔ ایسا حصہ بھی ذکر
نہ کرنا چاہئیے جن کو [illegible] سب غور و خوض سے نکالیں۔ جیسے [illegible] انیسواں [illegible] خدا تعالیٰ نے فرائض اور سہام
میں ایسی کسروں ذکر کی ہیں جن کا نصف اور دو چند کرنا۔ اور اُن کا مخرج نکالنا نہایت آسان ہے۔ ان سہام کے خدا تعالیٰ
نے دو حصے قرار دئے ہیں (۱) چھٹا۔ تہائی۔ دو تہائیاں (۲) آٹھواں۔ چوتھائی۔ نصف۔ اس میں بھی راز ہے۔ کہ
ان میں قابل زیادہ کی فضیلت اور قابل کمی کا نقصان ظاہر نظر میں معلوم ہو جایا کرتا ہے۔ اور ادنے و اعلےٰ پر مسائل کا نکالنا
آسان ہوا کرتا ہے۔ ان مقادیر مذکورہ کے علاوہ اگر کسی اور مقدار مقرر کرنے کی ضرورت پڑے۔ تو یہی مناسب ہے کہ ایک
اور نصف کے درمیان دو تہائیوں سے اور چہارم و نصف کے بیچ میں یک تہائی سے زیادہ تجاوز نہ کریں۔ اس لئے کہ اور حصہ
ان دو نو حصوں کی نسبت زیادہ مخفی ہیں اور اگر کسی شے کثیر کا اندازہ کرنا مقصود ہو۔ تو یہی مناسب ہے کہ تین سے اندازہ کریں
اور اگر اس سے بھی زیادہ اُس کی کثرت بیان کرنی ہو۔ تو دس کے عدد سے اُسکا اظہار کریں۔ اور جب کوئی شے کم بھی ہو۔ اور زیادہ
بھی۔ تو چھوٹا اور بڑا مرتبہ لیکر اُس کو نصف کر لیں۔ زکوٰۃ کے باب میں پانچواں اور دسواں اور بیسواں اور چالیسواں حصہ معتبر کیا
گیا ہے اس لئے کہ صدقہ زیادہ کرنے کا مدار آبادی کی وسعت اور منفعت کی کمی پر ہے اور تمام اہل ولایت کے پیشے اور مطالب

صرف چار مرتبوں ہی سے منتظم ہوا کرتے ہیں۔ ان میں یہ بھی مناسب تھا کہ دو دو مرتبوں میں فرق صاف طور پر مبیّن ہو جائے یعنی ایک مرتبہ کا دوسرے مرتبہ سے دو چند ہونا معلوم ہو جائے۔ آیندہ اس کی تفصیل بیان کیجائیگی۔ جب دولتمندی کا اندازہ کیا جائے تو ان امور کا لحاظ کرنا چاہئے جن کو عرفاً دولتمندی میں دخل ہے۔ یا دولتمندی کے احکام و آثار کو دیکھنا چاہئے۔ اور شہر قادر یا عرب و عجم کے مکلفین کے حالات سے ان امور کو اخذ کرنا چاہئے اور مانع نہ ہونے کی صورت میں جو قدرتی طریقہ کے موافق ان کی کیفیت ہوا کرتی ہے۔ اس کو خیال میں رکھنا چاہئے۔ اگر لوگوں کی عام حالت اور عادت پر اس کو مبنی نہ کرینگے۔ تو ان کے حالات میں پریشانی ہو جائیگی۔ اس واسطے سابقین عرب کا ہی حال قابل اعتبار سمجھا گیا ہے جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ اور ان کی ہی عادت کے موافق شریعتوں کی قرارداد ہوئی ہے۔ اسی لحاظ سے شرع نے پانچ اوقیوں سے کنز کا اندازہ کیا ہے۔ اکثر آبادی کے حصوں میں ایک چھوٹے سے خاندان کو ایک سال تک کے لئے یہ مقدار کافی ہوا کرتی ہے۔ ہاں اگر قحط سالی ہو۔ یا شہر ہی بہت بڑے بڑے ہوں یا ایسے شہروں کے پرگنات ہوں تو اس قدر رقم صرف کے لئے وفا نہ کریگی۔ اور بکریوں کے چھوٹے ریوڑ کا اندازہ چالیس سے اور بڑے کا ایک سو بیس سے کیا گیا ہے۔ اور زیادہ کھیتی کا اندازہ پانچ وسقوں سے کیا گیا ہے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ کسی چھوٹے سے خاندان میں ایک خاوند ہوگا۔ اور ایک اس کی بیوی اور تیسرا شخص خادم ہوگا یا اُن کا کوئی لڑکا۔ اور روزانہ خوراک ایک آدمی کی ایک مُد یا ایک رطل ہوگی۔ اور اس کے ساتھ سالن وغیرہ کی بھی ضرورت ہوگی۔ اور ایک سال کے لئے اتنی مقدار سے کاربراری ہو سکتی ہے اور آب کثیر کا اندازہ قلتین سے کیا گیا ہے اس قدر پانی کافی ہوا کرتا ہے اور معمولی ظروف میں اتنا پانی نہیں آسکتا ہے۔ انہیں اندازوں پر اوروں کو بھی قیاس کر لو۔ واللہ اعلم بالصواب

باب ۶۳۔ قضاء اور رخصت کے اسرار میں

جاننا چاہئے کہ سیاست کا مقتضا یہ ہے کہ جب کسی شے کا حکم کیا جائے یا کسی شے سے لوگ روکے جائیں اور مخاطبین کو اس حکم سے ٹھیک طور پر غرض معلوم نہ ہو۔ تو ضرور رہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے اکثر اوامر و نواہی کے صراحۃً بیان کرنے سے اکثر جگہ سکوت فرمایا ہے البتہ راسخین فی العلم کے لئے کسی قدر ان اسرار کو ذہن نشین کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاملین دین یعنی خلفاء راشدین اور آئمہ دین کی توجہ مذہبی امور کے قائم کرنے کی طرف بہ نسبت اُن کی ارواح قائم کرنے کے زیادہ تر تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز کی حالت میں بحرین کے خزینہ کا شمار کرتا ہوں۔ اور نماز کی حالت میں میں لشکر کا سامان کرتا ہوں۔ اسی لئے پہلے سے اور بعد میں مفتیوں کا یہی طریقہ چلا آیا ہے کہ فتوی دیتے وقت وہ مسئلہ کی دلیل کے بیان کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ حکم ماموں کے اختیار کرنے کا نہایت اہتمام کیا چاہئے۔ اس کی ترک پر لوگوں کو نہایت ملامت کریں۔ لوگوں کے دل تعمیلِ احکام کی جانب مائل اور مالوف کئے جائیں اور ان کو شوق دلایا جائے تاکہ حق باتوں کی خواہش اُن کے ظاہر باطن کو ہر طرف سے احاطہ کر لے۔ اس حالت کے بعد اگر احکام کی تعمیل سے کوئی ضروری مانع باز رہے۔ تو ضرور ہے کہ کوئی اُن کا بدل اور قائم مقام قرار دیا جائے اس لئے کہ ایسی ضرورتوں میں مکلف کی دو حالتیں ہو سکتی ہیں۔ یا ہر شخص سے ایسے احکام کی تعمیل مشقت اور دقت سے کرائی جائے۔ یہ موضوع شرع کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ۔ خدا تمہارے لئے آسانی کا قصد کرتا ہے اور دشواری تمہارے لئے نہیں
چاہتا ۔ یا ان احکام کی تعمیل بالکل ترک کردی جائے اُس وقت میں نفس اُن کی ترک کا عادی ہو جائیگا ۔ اور عمل چھوڑ دیا جائیگا نفس
انسانی ایسے ہی ریاضت کرائی جاتی ہے جیسے کہ سئیس چارپایہ کو مشق کرواتے ہیں ۔ اس میں امر مطلوبہ کی رغبت اور الفت قلبیہ بھی
پیدا ہوتی ہے ۔ جو لوگ اپنے نفس کی ریاضت کرتے ہیں یا لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں یا چارپایوں کو مشق کرواتے ہیں وہ خوب
سمجھتے ہیں کہ ہمیشگی اعمال کی ایسی پیدا کرتی ہے اور کام کرنے میں اس سے کیسی آسانی حاصل ہوتی ہے ۔ اور کام کے چھوڑ
دینے سے الفت کیسی جاتی رہتی ہے اور نفس پر پھر اس کا کرنا کیسا گراں معلوم ہوا کرتا ہے اور جب قصد ہوتا ہے کہ دوبارہ اُن
میں شروع کرنے کی تحریک پیدا ہو تو از سر نو اُن میں الفت اور میلان پیدا کرنا پڑتا ہے ۔ اس واسطے ضرور ہے کہ جب کسی کام کرنے کا
وقت ہاتھ سے نکل جائے تو اس کے لئے قضا مشروع ہو اور افعال کے لئے رخصتیں بھی مقرر کیجائیں تاکہ آسانی اُس امر کی
تعمیل ہو جائے ۔ قضا اور رخصتوں کے مشروع ہونے میں عمدہ شے حدس کی قوت ہے جس سے مکلفین کی حالت کی شناخت
ہوتی ہے اُس عمل کی غایت عمل کے اجزا جن کا ہونا اُس غایت کے حاصل کرنے میں ضروری ہے ۔ بخوبی معلوم ہو سکتی ہے ۔ علاوہ
حدس کے اس قضا اور رخصتوں کے خاص خاص اصول بھی ہیں جن کو راسخین فی العلم خوب جانتے ہیں ۔ (۱) قضا اور رخصت
میں دو امر رکن اور شرط ہیں (۱) جو اصلی امر کہ کسی شے کی حقیقت میں داخل ہو ۔ یا اُس شے کو کوئی امر لازم ہو کہ اُس سے اصل کی غرض
پر لحاظ کرنے سے بدون اس لازمہ کے وہ شے غیر معتبر ہو ۔ مثلاً دعا یا جھکنا جس سے تعظیم معلوم ہوتی ہے اور خصائل طہارۃ اور
خشوع پر نفس کو متنبہ کرنا ۔ جو امور اس قسم کے ہونگے ۔ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ناگواری یا حاجت کی حالت میں فروگذاشت کئے
جائیں ۔ اس لئے کہ ایسے امور کی ترک کرنے سے عمل بالکل بے اثر ہو جایا کرتا ہے ۔ (۲) وہ امور جو اوروں کی تکمیل کے لئے ہوا کرتے
ہیں ۔ وہ اور معانی کے لئے واجب نہ ٹھہرائے جایا کرتے ہیں ۔ ان کی وجہ سے اصلی غرض بکمل صورت میں حاصل ہوا کرتی ہے یہ
قسم اس قابل ہے کہ عذروں اور ناگواریوں کی حالت میں اُس میں رخصت دیجا سکتی ہے ۔ اسی قاعدہ کے موافق تاریکی وغیرہ
کی حالت میں استقبال قبلہ کی جگہ صرف تحری پر کفایت کیجا سکتی ہے ۔ اور جس کو کپڑا میسر نہ ہو ۔ وہ ستر عورت کو ترک کر سکتا
ہے ۔ اور جس کو پانی نہ ملے وہ وضو کو ترک کرکے تیمم کر سکتا ہے ۔ اور جس کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی قدرت نہ ہو وہ کسی ذکر پر اکتفا
کر سکتا ہے ۔ جس کو قیام کی قدرت نہ ہو وہ بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے نماز پڑھ سکتا ہے ۔ جو رکوع یا سجدہ نہ کر سکتا ہو اُس کی نماز
صرف سر جھکانے سے ہو سکتی ہے ۔ (۲) قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں کوئی ایسی شے باقی رکھنی چاہئے جس سے اصل یاد آجائے
اور معلوم ہو جاوے کہ یہ اُس کا نائب اور بدل ہے ۔ اس سے رخصتوں کی تجویز کرنے سے جو غرض مطلوب ہے کہ پہلے عمل سے بھی
الفت باقی رہے ۔ وہ بھی حاصل ہوا کرتی ہے ۔ اس صورت میں نفس کو پہلے عمل کا انتظار سا رہتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مسح موزوں میں
موزہ پہننے کے وقت طہارۃ مشروط ہے اور اس کی ایک مدت قرار دیگئی ہے جس سے مسح کا اختتام ہو جایا کرتا ہے ۔ اور
قبلہ میں تحری شرط ہے ۔ (۳) قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایک حرج کی صورت میں رخصت تجویز نہ کرنی چاہئے ۔ اس لئے کہ حرج کے
طریقے بکثرت ہیں ۔ اور اگر سب میں رخصت تجویز کیجائے تو طاعت بالکل متزلزل ہو جاوے اور زیادہ تر اہتمام رخصتوں سے محنت اور
سختی کی برداشت کرنا بالکل جاتا رہے ۔ اور ایسی محنت برداشت کرنے سے معلوم ہوا کرتا ہے کہ شریعت کی پیروی کیجاتی ہے

اور نفس میں استقامت ہے۔ اسی واسطے مقتضائے حکمت یہ ہے کہ صرف انہیں چیزوں سے رخصتیں متعلق کیجائیں جو کثیر الوقوع ہیں۔ اور اُن میں گرفتاری اکثر ہوا کرتی ہے۔ خاص وہ اُن لوگوں میں زیادہ پیش آیا کرتے ہیں جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ اور اُن کی عادات کے موافق شریعتوں کا تقرر ہوا ہے۔ اور اس امر کا لحاظ ضرور ہونا چاہیئے کہ طاعت کا اثر باقی صحبت ہو جہاں تک ممکن ہو۔ اسی واسطے سفر میں قصر مشروع ہے۔ پر مشقت پیشوں اور کاشتکاروں یا اور کاریگروں کے لئے قصر تجویز نہیں کیا گیا ہے۔ اور خوشحال و غیر آسودہ مسافر کی حالت ایک سی ہی کی گئی ہے۔ بعض قضایا مثل معقول ہوا کرتی ہے اور بعض مثل غیر معقول۔ اور چونکہ طاعت اس کا نام ہے کہ خداوندی حکم کی دل سے اطاعت کیجائے اور نفس میں خداوندی تعظیم جاگزین ہو۔ تو جس شخص کا عمل بلا قصد اور بدون عزیمت ہو۔ یا وہ شخص ایسا ہو کہ اُس کا قصد کامل نہیں ہوا کرتا۔ اور کماینبغی تعظیم اُس میں نہیں راسخ ہوا کرتی۔ تو ایسے شخص کو معذور رکھنا چاہیے اور اُس کو زیادہ تنگی پیش نہ آنا چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے یہی معنی ہیں کہ سونے والے اور لڑکے اور مجنوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی اُس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم والصبی والمعتوہ واللہ اعلم

باب ۶۴- تدابیر کے قائم کرنے اور رسموں کی اصلاح میں

ہم نے پہلے تصریحاً یا اشارتاً ذکر کیا ہے کہ تدابیر و رسوم حسب تقاضائے اصول پر آدمی مجبور کیا گیا ہے۔ انہیں اصول کی وجہ سے وہ اور باقی حیوانات سے ممتاز کیا گیا ہے۔ یہ بالکل محال ہے کہ لوگ ان تدابیر کو ترک کر دیں۔ لوگ ان تدابیر کے اکثر حصے کے پورا کرنے میں ایسے حکیم کے محتاج ہوا کرتے ہیں جو انسانی ضرورتوں سے واقف ہو۔ اُن تدابیر سے منتفع ہونے کا ڈھنگ اُس کو آتا ہو مصالح کلیہ کا وہ لحاظ رکھتا ہو۔ وہ حکیم غور و فکر سے اُن اصول کو مستنبط کرتا ہو۔ یا اُسکو نفس میں پیدائشی طور پر قوۃ ملکی موجود ہو جس کی وجہ سے اُس کا نفس ملاء اعلے کے علوم نازل ہونے کے لئے ہمیشہ طیار رہتا ہو۔ یہ طریقہ انکشاف کا ان دونوں طریقوں میں سے زیادہ کامل اور قابل اعتماد ہوا کرتا ہے ؛

رسوم باب تدابیر میں ایسی جگہ کی ہوتی ہیں جیسے کہ دل بدن کے لئے لیکن رسموں میں ایسے لوگوں کی ریاست کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں جن کو عقل کلی سے کچھ مس نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے وہ بہیمی یا شہوانی یا شیطانی اعمال کے خوگر ہو کر اور لوگوں میں انکو رواج دیتے ہیں اور اکثر لوگ اُن کے پیرو ہو جایا کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اور وجوہ سے بھی رسوم میں ابتری بڑھ جایا کرتی ہے۔ ان رخنوں کے روکنے کیلئے ایک زبردست آدمی کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ جو غیب سے موید ہو مصلحت کلی کو وہ دل سے مانتا ہو۔ ایسا شخص لوگوں کی رسومات کو ایسی ایسی تدابیر سے حق کی جانب مائل کر دیا کرتا ہے۔ جن کی طرف رہبری صرف انہیں لوگوں کو ہوا کرتی ہے۔ جو روح القدس سے موید ہوا کرتے ہیں جب اس قدر معلوم ہو چکا۔ تو اب سمجھنا چاہیئے کہ انبیا کی بعثت اگرچہ اولاً اور بالذات عبادت کے طریقوں کی تعلیم دینے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ لیکن اب انہیں کے ساتھ یہ ارادہ بھی شامل ہوا کرتا ہے کہ خراب رسومات کی بیخ کنی ہو جائے اور تدابیر کے طریقوں پر لوگوں میں آمادگی پیدا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بعثت لمحق المعازف (میں دفوں اور لہوؤں کے معدوم کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں)۔ اور ارشاد فرمایا ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (میں بزرگ عادات کے کامل کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں) معلوم کرنا چاہیئے کہ

خدا کی مرضی اس میں نہیں ہے کہ تمام رسوم و تدابیر متروک کر دی جائیں۔ انبیاء میں سے کسی نے بھی ایسا حکم نہیں دیا ہے۔ ان لوگوں کا گمان بالکل بیہودہ ہے جو پہاڑوں کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ اور بُرائی بھلائی میں لوگوں سے بالکل میل جول ترک کر دیتے ہیں وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کا رد کیا ہے۔ جو دنیا سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے ما بعثت بالرھبانة وانما بعثت بالملة الحنيفة السمحة (میں رہبانیت سکھانے کے لیے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔ بلکہ ایسے مذہب سراپا راستی اور آسانی کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں) ہاں انبیا کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تدابیر و منافع میں اعتدال پیدا کر دیں اور عیش و آرام میں زیادہ خوض کرنے والوں کی حالت سلاطین عجم کی سی نہ ہو جائے۔ اور نہ یہ کہ لوگوں کی زندگی کوہستانی چوپایوں کے باشندوں کی سی ہو جائے جو وحشیوں سے ملتی جلتی ہے۔ اس موقع پر دو مخالف قیاس جمع ہو گئے ہیں (۱) یہ کہ آسودگی اور آرام سے بسر کرنا عمدہ بات ہے اُس سے مزاج درست ہو جاتا ہے اخلاق میں راستبازی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ اوصاف لوگوں میں ظاہر ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے تمام ابنائے جنس سے ممتاز ہیں۔ اور رسوم و تدابیر سے عبادات اور عاجزی وغیرہ اوصاف پیدا ہوا کرتے ہیں (۲) یہ کہ آسودگی بری چیز ہے اس سے باہمی نزاع پیدا ہوتی ہیں محنتیں کھٹکتی پڑتی ہیں۔ جانب غیب سے اُس کی توجہ کا اعراض ہو جایا کرتا ہے۔ اخروی تدابیر کو خوشحالی کی وجہ سے لوگ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اسی واسطے پسندیدہ امر یہ ہے کہ تدابیر کو باقی رکھیں اور ان کے ساتھ اذکار و آداب کو پیوند کر دیں اور عالم حضرت کی جانب متوجہ ہونے کے لئے فرصت کے متلاشی رہیں۔ اس باب میں تمام انبیا علیہم السلام نے جو خدا کی جانب سے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ ان امور میں جو لوگوں کے استعمال میں ہیں بخوبی توجہ کی جائے۔ یہ دیکھا جائے کہ کھانے پینے لباس کے آداب۔ تعمیر۔ آرائش کے اسباب لوگوں میں کیا کیا ہیں۔ اُن میں نکاح کا طریقہ اور زن و شوہر کی سیرت کیا ہے۔ وہ باہمی خرید و فروخت کن وجوہ سے کرتے ہیں۔ جرائم سے باز رکھنے کے لئے کیا کیا تعزیرات اُن میں مستعمل ہیں۔ مقدمات کا فیصلہ وہ کس طرح کرتے ہیں۔ وعلے ہذا اور امور کا بھی اندازہ کرنا چاہئے اگر یہ امور رائے کلی کے مناسب اور اُس پر منطبق ہوں تو اُن میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا بے معنی ہے۔ بلکہ لوگوں کو ایسے امور پر اور زیادہ آمادہ کرنا چاہئے۔ اور ان میں اُن کی درستی رائے ظاہر کر دینی چاہئے۔ اور جو جو مصلحتیں اُن میں مضمر ہیں وہ بتا دینی چاہئیں اور اگر وہ امور رائے کلی کے موافق نہ ہوں۔ اور اُن امور میں اس وجہ سے تبدیلی کی ضرورت پیش آئے۔ کہ اُن کے سبب سے ایک شخص دوسرے کا ایذا رساں ہو سکتا ہو یا دنیوی لذات میں اُن کی وجہ سے زیادہ انہماک ہو۔ یا مرتبہ احسان سے اُن کی وجہ سے اعراض ہوتا ہو۔ یا اُن سے بے غمی ایسی پیدا ہوتی ہو جس سے دنیوی یا اخروی وغیرہ مصلحتیں فوت ہوتی ہوں۔ تو اُن امور کی تبدیلی ایسی صورت میں کرنی چاہئے جو لوگوں کے مالوفات کے بالکل مخالف نہ ہو۔ بلکہ ایسے نظائر میں اُنکو بدلنا چاہئے جو لوگوں میں شائع ہوں۔ یا اُن نظائر کی جانب اُن کو بدلیں جو ایسے صالحین کی روایت سے مشہور ہوں جنکی بھلائی پر لوگوں کی زبان پر شہادت ہوتی چلی آئی ہو۔ یہ تبدیل شدہ امور ایسے ہوں کہ اگر اُن کے سامنے وہ پیش کئے جائیں تو اُن کی عقلیں اُن امور کو دفع نہ کریں بلکہ اطمینان سے معلوم کر سکیں۔ کہ یہ تبدیلی حق اور صحیح ہے۔

وہ لوگ جن کا علم راسخ ہے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ شرع نے ابواب نکاح طلاق معاملات۔ زینت۔ لباس حکومت حدود تقسیم میراث میں وہ امور قرار نہیں دئے ہیں جن سے لوگ محض ناواقف ہوں۔ اُن کے مکلف کرنے سے وہ تردد میں پڑ جائیں بلکہ

شرع نے اُن امور کی کجی کو درست کر دیا ہے۔ اور کمزور حالت کو قوی کر دیا ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں میں سود خواری کی کثرت ہو گئی تھی اُس
سے وہ روکدئے گئے۔ بہار آنے سے پیشتر پھلوں کو فروخت کر دیا کرتے تھے۔ اور جب پھلوں کو صدمہ پہنچتا تھا تو جھگڑے کیا کرتے
تھے۔ اس واسطے اس بیع سے بھی روکے گئے۔ عبد المطلب کے زمانہ میں دیت کے لئے دس اونٹ معین تھے جب انہوں نے دیکھا
کہ لوگ قتل سے باز ہی نہیں آتے۔ تب بجائے دس کے سو کر دے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی سو باقی رکھے قسامہ (قاتل کا
حال معلوم نہ ہو۔ تو قسم سے فیصلہ لیا جاوے) کی اول قرارداد ابو طالب کے حکم سے ہوئی تھی۔ سردار قوم کے لئے مال غنیمت میں چہارم حصہ
مقرر تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی جگہ ہر ایک غنیمت میں سے خمس مقرر فرمایا۔ قیقباد اور کیقباد کے بیٹے نوشیرواں نے
لوگوں پر خراج اور دہ یک مقرر کی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسی کے قریب قریب قرار دیا۔ بنی اسرائیل زانیوں کو
سنگسار کیا کرتے تھے چوروں کے ہاتھ قطع کیا کرتے تھے۔ جان کے بدلہ میں جان لیا کرتے تھے۔ یہی احکام قرآن مجید میں بھی نازل ہوئے
ہیں۔ اس قسم کے احکام بکثرت ہیں متلاشی پر مخفی نہیں رہ سکتے۔ بلکہ اگر کوئی فہیم ہو۔ اور احکام کے اطراف و جوانب پر اس کی نظر محیط ہو اسکو
معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام نے عبادات میں بھی وہی طریقے مقرر کئے ہیں۔ جو اُس زمانہ کے لوگوں میں پائے جاتے تھے۔
انبیاء کے احکام یا بعینہ وہی ہوتے ہیں۔ جو لوگوں میں تھے یا اُن کے قریب قریب ہوتے ہیں۔ البتہ انبیا زمانہ جاہلیت کی تحریفات
کو نکال دیا کرتے ہیں۔ اور مبہم احکام کو اوقات اور ارکان سے منضبط کر دیا کرتے ہیں اور جو احکام گم شدہ ہوتے ہیں انکو شائع کر دیا کرتے ہیں۔

معلوم کرنا چاہئے کہ جب عجم اور روم کے لوگ مدتہائے دراز سے سلطنت کے وارث ہوتے چلے آئے۔ اور دار آخرت کو بھول کر
دنیوی لذت میں فرو رفتہ ہو گئے۔ اور شیطان اُن پر غالب آگیا۔ تو اُنہوں نے معیشت کے منافع میں بہت خوض کیا۔ انہیں امور کو
مایۂ ناز قرار دیا۔ اطراف عالم سے حکماء کی اُن کے پاس آمد و رفت رہی۔ یہ لوگ معاش کے منافع کو اُن کے لئے مستنبط کرتے رہے اور
وہ ہمیشہ ان امور پر عملدرامد کرتے رہے۔ ہر ایک شخص دوسرے پر ان امور میں سبقت کرنے اور فخر کرنے کا ساعی رہا۔ شدہ شدہ یہاں تک
نوبت پہنچ گئی کہ اگر اُن میں سے کسی رئیس کی پیٹی یا تاج کی قیمت ایک لاکھ درہم سے کم ہوتی تھی۔ تو اُس پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔
اُن کی نظر میں بڑا عیب تھا کہ کسی رئیس کے پاس نہایت بلند ایوان۔ اور آبزن۔ حمام۔ باغات نہ ہوں۔ آرام کے لئے چہارپائے
نہ ہوں یا خوبصورت غلام۔ کھانوں میں زیادہ وسعت۔ لباسوں میں تجمل نہ ہو۔ بہت سے ایسے ہی امور تھے۔ جن کے ذکر میں طول ہے
اور اپنے شہروں کے سلاطین کے حالات جو تم خود دیکھ رہے ہو۔ ان کے ہوتے ہوئے اُن گذشتہ حالات کی کیا ضرورت ہے۔ بہر حال
یہ سب امور اُن کے اصول زندگی میں داخل ہو گئے تھے۔ اگر اُن کے دلوں کے ریزہ ریزہ کر دئے جاتے۔ یہ باتیں اُن سے نکلنے والی نہ تھیں
ایسی بے اعتدالیوں سے اعضاء شہر میں ایک نہایت سخت بیماری سرایت کر گئی تھی اور بڑی آفت برپا ہو گئی تھی۔ رعایا میں دہقانوں
میں سے امیر و غریب سے کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا تھا۔ جس پر یہ عیش و آرام اُن کے دست و گریباں نہ ہو گئے ہوں اُن کو تھکا تھکا کر بے انتہا
مصائب اور رنجشوں میں نہ پھنسا دیا ہو۔ یہ عیش و آرام زیادہ تکالیف کے باعث اسلئے ہو گئے تھے کہ جب تک بہت سا مال صرف نہ کیا جائے
یہ لطف حاصل نہیں ہو سکتے اور مال کی اتنی مقدار پیدا کرنے کے لئے ضرور ہے کہ کاشتکاروں۔ تاجروں اور اور پیشہ وروں پر
ٹیکس زیادہ کئے جائیں۔ وہ خوب تنگ کئے جائیں۔ اگر یہ لوگ ٹیکسوں کے ادا کرنے سے دست کشی کریں۔ تو حکام کو ان سے لڑنا
پڑیگا۔ طرح طرح کی اُن کو تکالیف دینا ہو گی۔ اور اگر وہ لوگ اُن کے احکام کی تعمیل کرتے رہینگے تو حکام گدھے اور بیل کا سا اُن کا درجہ

کر دینگے۔ جو آبپاشی جوتنے اور زراعت کی کاشت میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ صرف اپنی مطلب برآری کے لئے یہ چارپائے ذخیرہ کئے جاتے ہیں۔ ایک عظیم محنت سے اُن کو فرصت نہیں ملا کرتی۔ امراء ایسی ہی گرفتار بلا ہو کر سعادت اخروی کی طرف سر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اور اِس نکتہ کا اِن کو بھی نہیں رہتے۔ اور نیز اکثر بڑے بڑے مُلک ایسے ہوا کرتے ہیں جن میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوا کرتا جس کو دین کا اہتمام اور خیال ہو۔ اور نیز یہ سب عیش کے سامان ایسے ہی لوگوں کے ذریعہ سے حاصل ہوا کرتے ہیں جن کا پیشہ یہی ہوتا ہے۔ کہ کھانے کی چیزوں۔ لباس۔ عمارات وغیرہ کو درستی سے کرتے رہیں۔ ایسے لوگ پیشوں کے اُن اصول سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ جن پر نظام عالم کا مدار رہے اِن کے علاوہ اور عام لوگ جو بڑے لوگوں کی حضور میں رہتے ہیں۔ اِن سب امور میں اُنہی کی نقل کرتے ہیں۔ ورنہ اُن کو اُن امراء کی خدمت میں باریابی نہ ہو۔ اُن کے دلوں میں اُن کی کچھ وقعت نہ رہے۔ اور نیز اکثر عام لوگ حکام پر بار ہو جاتے ہیں۔ ان پر وہ مختلف طریقوں سے متقاضی رہا کرتے ہیں۔ بعض دعوے کرتے ہیں کہ ہم غازی اور شہر کے منتظم ہیں لیئے لوگوں کی وہ روشیں تو اختیار کر لیتے ہیں لیکن اپنے فرائض ادا کرنے کا کچھ بھی قصد نہیں کرتے۔ صرف اپنے بزرگوں کے حالات ہی کے پیرو رہا کرتے ہیں۔ اور بعض مدعی ہوتے ہیں کہ ہم شعرا ہیں۔ جن پر انعام اکرام کرنے کے سلاطین عادی ہوا کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم درویش اور پارسا ہیں۔ بادشاہوں کو زیبا نہیں ہے کہ اُن کے حالات کے پرساں نہ ہوں۔ اس واسطے یہ فرقے ایک دوسرے کی تنگدلی کے باعث ہوتے ہیں۔ اور اُن کے ذرائع معاش اس پر موقوف ہوتی ہیں۔ کہ وہ سلاطین کی خدمت میں ہیں۔ اُن سے نیازمندانہ پیش آئیں شائستگی سے اُن کے ساتھ گفتگو کریں۔ اُن کی خوشامد کرتے رہیں۔ انہیں فنون میں اُن کی فکریں ڈوبی رہتی ہیں اسکی وجہ سے اُن کے اوقات غارت ہوتے رہتے ہیں جب اِس قسم کے مشغلے زیادہ بڑھنے پاتے ہیں تو انکے دلوں میں اعوجاج اور بیہودہ باتیں جاگزین ہو جاتی ہیں اور عمدہ اخلاق سے وہ اعراض کرتے رہتے ہیں *

اگر تم کو اس مرض کی واقعی حقیقت معلوم کرنی ہو۔ تو اُن لوگوں کی حالت میں غور کر لو جن کو امور سلطنت سے آزادی ہوتی ہے اور لذیذ کھانوں عمدہ لباسوں میں زیادہ انہماک اُن کو ہوا کرتا ہے۔ ہر شخص اُن میں سے خود مختارانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ گراں گراں ٹیکسوں کا بار اُن پر نہیں ہوا کرتا۔ ایسے لوگوں کو مذہبی امور کے ادا کرنے کی مہلت مل سکتی ہے پھر انہیں لوگوں کی اس حالت کو خیال کرو۔ کہ اُن کے ہاتھ میں زمام خلافت آ جائے رعایا کو وہ اپنا مطیع بنا کر اُن پر اپنا قبضہ کر لیں *

جب ایسی مصیبت زیادہ بڑھ گئی تھی اور اِس قسم کی بیماری بہت سخت ہو گئی تو اُسوقت خدا تعالےٰ اور ملائکہ مقربین نے اُن پر غصہ ظاہر فرمایا۔ خدا کی مرضی ہوئی کہ اِس مادۂ فساد کو بالکل قطع کر دی۔ اِس واسطے اُس نے اِس غرض کے پورا کرنے کے لئے ایک نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم کو مرسل کیا۔ جس کا عجم اور روم سے کسی قسم کا میل جول نہ ہوا تھا۔ اُن کے رسوم کو اس نے بالکل اختیار نہ کیا تھا۔ اِس پیغمبر کو خدا تعالیٰ نے میزان قرار دیا۔ جس کو اُن طریقوں کی پوری شناخت تھی۔ جو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور ناپسندیدہ تھے۔ اُس نے عجمیوں کی رسوم کی مذمت بیان کی۔ اور دنیوی زندگی میں مطمئن مستغرق ہو جانے کی قباحتیں ظاہر کیں۔ اِس پیغمبر کے دل میں خدا تعالےٰ نے القا فرمایا کہ لوگوں پر وہ امور حرام کر دیئے۔ جس کے عجمی لوگ خوگر ہو گئے تھے۔ وہ امور اُن میں مایۂ زندگی ہو گئے تھے۔ مثلاً ریشم کا استعمال (قسی) ارغوانی لباس۔ سُنہری اور روپہلی برتن۔ سُنہری لیس۔ ایسے کپڑے جن میں تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ مکانوں پر نقش و نگار کرنا وغیرہ خدا تعالےٰ نے مقدر کیا کہ اُس کی دولت سے اُن کی دولتوں کا استیصال کرے اور اُس کی ریاست سے اُن کی ریاستوں کو نیست و نابود کر دے۔ اُس کے وجود سے کسریٰ ہلاک ہو گیا۔ اب اُس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور نیز اُسکے ذریعہ سے قیصر بھی

ہلاک ہو گیا اب کوئی قیصر نہ ہو گا۔

جاننا چاہیے کہ زمانہ جاہلیت میں ایسے ایسے مناقشے پیدا ہو گئے تھے جن سے لوگ تنگ آگئے تھے۔ اُن کا رفع ہونا جب ہی ممکن تھا کہ وہ بالکل اصل سے ہی اُڑا دیئے جائیں جیسے مقتولوں کے بدلہ میں خون لینا۔ کوئی شخص کسی کو مار ڈالتا تھا تو مقتول کا ولی قاتل کے بھائی یا بیٹے کو قتل کرتا تھا۔ پھر اُس مقتول کا ولی بھی قاتل کے بھائی یا بیٹے کو قتل کرتا تھا۔ اور یہی حالت عود کرتی رہتی تھی اسکے رفع کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کل دم موضوع تحت قدمی ھذا واول دم اضعہ دم ربیعہ (تمام خون میرے اُس پاؤں کے نیچے باطل کر دیے گئے۔ اور سب سے پہلا خون جسکو میں باطل کرتا ہوں ربیعہ کا ہے) اور جیسے میراثیں زمیسان قوم وارثوں کے متعلق مختلف احکام سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اور اُس زمانہ کے لوگ غصب سود خوری وغیرہ سے باز نہیں آتے تھے۔ اس لئے ایک مدت گذرنے کے بعد سب ہی اپنی دلیلیں پیش کیا کرتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کل شئی ادرکہ الاسلام تقسم علی حکم القرآن (زمانہ اسلام میں ہر چیز کی تقسیم قرآن کے موافق ہوگی) وکل ما قسم فی الجاھلیۃ او حازہ انسان فی الجاھلیۃ بوجہ من الوجوہ فھو علی ما کان لا ینقض (اور جو شئے زمانہ جاہلیت میں تقسیم ہو چکی یا وہ کسی نہ کسی طرح کسی شخص کے قبضہ میں آگئی تو وہ بدستور اپنے حال پر باقی رہیگی) اور مثلاً سود اُس زمانہ میں کوئی شخص قرض دیتا تھا اور کسی قدر اس پر بیشی کی شرط کر لیا کرتا تھا۔ اس کے بعد مدیون کو تنگ کر کر کے اصل اور شرط کو اصل مقرر قرار دیتا تھا۔ اور اُس پر اور بیشی کی شرط کر لیا کرتا تھا۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے منوں تک مال پہنچ جایا کرتا تھا۔ اس واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سود کو باطل کر کے اصلی سرمایہ ادا کرنے کا حکم فرمایا کہ لوگ نہ اوروں پر ظلم کریں نہ اوروں کے مظلوم بنیں ان کے علاوہ اور بہت سی خرابیاں تھیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود نہ ہوتا۔ تو لوگ اُن کو ترک کرنے والے نہ تھے۔

جاننا چاہیے کہ بعض سنتیں اس واسطے مشروع ہوا کرتی ہیں کہ لوگوں کی دلی رنجشیں دور ہو جائیں۔ جیسے زمین کو پانی دینے میں ابتداء اٹیں جانب سے مشروع کی گئی ہے اسلئے کہ اکثر لوگوں میں اُس کے متعلق مناقشے ہوتے رہتے ہیں کہ پہلے کون پانی زمین کو دے اور شروع کرنے کے لئے کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی۔ تو دفع خصومت کے لئے اسی قسم کا کوئی طریقہ ہو سکتا ہے۔ اور جیسے امامت (جنازہ میں) مالک مکان کو ترجیح دیجاتی ہے۔ اور جب ایک گھوڑے پر دو شخص سوار ہونے کا قصد کریں تو دوسرے رفیق پر مالک گھوڑے کو ترجیح ہے۔ وعلے ہذا واللہ اعلم۔

باب ۶۵۔ اُن احکام کے بیان میں جو بعض سے بعض پیدا ہوتے ہیں

خدا تعالےٰ فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (ہم نے تجھ سے پہلے اُنہیں لوگوں کو پیغمبر کیا ہے جن پر وحی بھیجی ہے اب اگر نہ جانتے ہو۔ تو ذکر والوں سے دریافت کر لو) ہم نے تجھ پر قرآن اس واسطے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں سے نازل شدہ باتیں بیان کر دے اور اُمید ہے کہ لوگ غور کریں۔

جاننا چاہیے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس واسطے مبعوث کیا ہے کہ لوگوں کو وہ عبادات کے طریقے بتادیں جو بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہوئے ہیں تاکہ لوگ اُن کا عملدرآمد کریں اور نیز اس واسطے مبعوث کیا [illegible] کے اسباب کی

اُن کو اطلاع کریں۔ لوگ اُن گناہوں سے احتراز کریں۔ اور نیز پسندیدہ منافع کو بتائیں۔ اور لوگ اُن کا اتباع کریں۔ اسی بیان میں یہ
بھی مندرج ہے کہ وہ امور بھی بتائے جائیں جو وحی کے اقتضا یا ایما سے ثابت ہوں۔ یہی اصول ہیں جن سے احادیث کا بہت
بڑا حصہ نکالا گیا ہے۔ ہم یہاں اس میں سے اہم امور کو بیان کرتے ہیں ٭

(۱) یہ کہ جب خدا کے طریقہ کی ایک خاص وضع مقرر ہوتی ہے مثلاً خدا تعالیٰ اسباب کو مرتب کر کے مسببات کو اُن سے پیدا
کرتا ہے تاکہ وہ مصلحت حاصل ہو جائے جو خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ اور رحمت شاملہ سے مقصود ہے۔ تو اس انتظام حالت کا مقتضا یہ ہے
کہ صنعت الٰہی کو بدل دینا بُری بات ہوگی اور خرابی برپا کرنے کی کوشش ہوگی اور ملاء اعلیٰ کو اس قسم کے امور سے نفرت پیدا ہوگی۔
مثلاً خدا تعالیٰ نے آدمی کی پیدائش ایسی کی ہے کہ اکثر اوقات وہ زمین میں کیڑوں کی طرح پیدا نہیں ہوتا۔ تو حکمت الٰہی کا مقتضا
یہی ہے کہ نوع انسانی باقی رہے بلکہ بکثرت آدمی دنیا میں پھیلیں۔ اس لئے اس نے تناسل اور توالد کے قوے آدمی میں پیدا
کئے۔ اور نسل کی محبت اُن میں پیدا کر دی۔ اور خواہش نفسانی کو اُس پر غالب کر دیا تاکہ اُس کی وجہ سے وہ کام پورا ہو جائے۔
جس کو اس کی کامل حکمت نے ضروری قرار دیا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس راز پر مطلع کر دیا۔ اور اصلی
حالت آپ پر بالکل منکشف ہو گئی۔ اس واسطے مناسب ہوا کہ آپ اُن امور کو منع کر دیں جن سے قطع نسل ہوتی ہو یا اُن
سے وہ قوتیں معطل ہو جاتی ہوں جو نسل کی باعث ہوتی ہیں یا وہ قوتیں بے موقع امور کی جانب مائل ہوتی ہوں۔ یہی وجہ ہے
کہ خصی کرنے سے۔ لواطت سے نہایت سختی کے ساتھ منع کر دیا۔ اور عزل (یعنی انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہو جانا تاکہ
حمل نہ قرار پائے) کو مکروہ قرار دیا۔ جاننا چاہئے کہ لوگوں کا مزاج جب سلیم ہوا کرتا ہے۔ اور اُن کے مادہ میں احکام نوعی کے ظہور
کی قوت ہوا کرتی ہے تو اُس کی ایک معین شکل اور صورت ہوا کرتی ہے۔ قد سیدھا ہوا کرتا ہے۔ جلد کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ اور
ایسے ہی سب امور ہوا کرتے ہیں۔ یہ امور لوگوں میں احکام نوعی کا مقتضا اور لوازم ہیں۔ اور حیز عالی کی بھی خواہش ہے کہ نوع اور اُس
کی صورتیں زمین پر باقی رہیں۔ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اول کتوں کے مار ڈالنے کا حکم کیا تھا لیکن بعد میں منع
فرمایا اور ارشاد کیا انما امۃ من الامم (کتا بھی گروہوں میں سے ایک گروہ ہے) یعنی خداوند عالم کو نوع کا وجود مطلوب ہے
زمین سے اُس کی صورتوں کا دور کرنا خدا تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اس قسم کی خواہش کا یہ اثر ہے کہ نوعی احکام تمام افراد نوع میں
ظہور پذیر ہوں۔ اس واسطے اس خواہش کے خلاف کرنا اور اس مرضی کو رد کرنا نہایت قبیح اور مصلحت کلی کے بالکل خلاف ہے
اسی قاعدہ سے اُن بدنی تغیرات کا حکم نکلتا ہے جو احکام نوعی کے اندازہ کے خلاف ہیں جیسے خصی کرنا۔ اگلے دانتوں کے بیچ
میں بہ تکلیف کشادگی پیدا کرنا۔ عورتوں کے چہرہ سے بالوں کو چننا وعلیٰ ہذا۔ باقی رہا آنکھوں میں سرمہ لگانا یا بالوں میں شانہ کرنا
تو ایسے امور سے تو احکام نوعی کے ظہور کو اور مدد ملتی ہے۔ یہ سب امور اُن احکام کے موافق ہیں ٭

جب خداوند تعالیٰ نے تمام لوگوں کے لئے ایک شریعت قرار دی جس سے اُن کے تمام حالات منتظم ہوں۔ اُن کے
احوال درست ہوں۔ اور عالم ملکوت میں اس شریعت کے رواج اور ظہور کا قصد اور شوق ہوا۔ اس لئے شریعت کی حالت بھی
نوعی احکام کی سی ہو گئی۔ جیسے زمین پر نوع کی صورتیں پھیلنے کا قصد و شوق ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی اُس شریعت کا ہوا کرتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ شریعت کے فروگذاشت کرنے میں سعی کرنا ملاء اعلیٰ کی ناخوشی کا باعث ہے اور بالکل اُنکی مقتضا کے خلاف ہے۔

اُن کی سطح بہت سے بعید ہے۔ ایسے ہی منافع اور تدابیر بھی بمنزلہ طبعی کے ہو گئے ہیں جن پر لوگوں کے عام فرقوں نے عرب ہوں یا عجم۔ قریب ہوں یا دور اتفاق کر لیا ہے اسی وجہ سے جب خدا تعالےٰ نے قسموں اور سندوں۔ دستاویزوں کو شروع فرمایا جن سے اصلی حالات اور واقعات کا انکشاف ہوا کرتا ہے۔ تو اس سے یہ لازم ہو گیا۔ کہ جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم خدا کے نزدیک اور فرشتوں کی نظر میں ناخوشی کا باعث ہے +

اور انہیں امور بالا میں سے یہ بھی ہے کہ جب خدا تعالیٰ بذریعہ وحی کے اپنے پیغمبر کو کسی حکم شرعی کی اطلاع کرتا ہے اور اس کی حکمت اور سبب بھی بتا دیا کرتا ہے۔ تو نبی کو اختیار رہتا ہے کہ اُس مصلحت کو اخذ کر کے اُس کی کوئی علت قرار دے۔ اور اُس حکم کا مدار علیہ اس علت کو ٹھیرا دے۔ یہ نبی کا قیاس ہے۔ اور اُمت کے قیاس کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ کسی حکم منصوص علیہ کی علت معلوم کر کے جہاں علت پائی جائے۔ وہاں اُس حکم کو بھی پہنچا دیتے ہیں اُسکی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح۔ شام اور سوتے وقت خاص خاص ذکر معین فرما دیئے ہیں۔ جب خدا تعالےٰ نے آپ کو نماز کے مشروع ہونے کی حکمت پر اطلاع کی تو اُس سے آپ نے یہ اجتہاد کیا +

انہیں امور میں سے یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت سے سیاق کلام کی وجہ دریافت فرما لیتے تھے اگرچہ اور لوگوں کو اُس کلام کے وقت یا چند احتمالات کے ہونے سے وجہ معلوم ہو نہیں سکتی تھی۔ تو اپنے فہم کے موافق حکم قرار دیتے تھے۔ جیسے کہ خدا تعالےٰ کا قول ہے۔ ان الصفا والمروة من شعائر الله (کہ صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہے) اس آیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مفہوم ہوا۔ کہ صفا کا مروہ سے پہلے ذکر کرنا اسی بیان کے لئے ہے کہ لوگوں کے لئے اسی طرح سعی کرنا مشروع ہے کہ پہلے صفا کی سعی کیجائے۔ پھر مروہ کی۔ اس قسم کی تقدیم کبھی سوال وغیرہ کی موافقت کے لئے ہوا کرتی ہے۔ کبھی بیان مشروعیت کے لئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے ابدأوا بما بدأ الله بہ (جس چیز سے خدا نے شروع کیا ہے اُسی سے تم بھی شروع کرو) اور ایسے ہی اجتہاد کی مثال یہ بھی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذی خلقھن (آفتاب اور چاند کو سجدہ مت کرو۔ بلکہ اُن کے خالق کو سجدہ کرو) اور نیز خدا کا قول ہے فلما افل قال لا احب الافلین (جب چاند ڈوب گیا تو ابراہیم نے کہا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا) ان دونوں آیتوں کے مضمون سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کسوف و خسوف کے حالات میں عبادت الہی کرنا مستحب ہے۔ اور آپ کو خدا کے اس قول ولله المشرق والمغرب (خدا کے لئے ہے مشرق اور مغرب) سے معلوم ہوا۔ کہ استقبال قبلہ کی فرضیت عذر کے حالات میں ساقط ہو سکتی ہے۔ اسی سے اُس شخص کا حکم مستنبط ہوا جس نے شب تاریک میں بے خبری سے نماز پڑھی اور سمت قبلہ اُس کو ٹھیک معلوم نہ ہوئی اور قبلہ سے دوسری سمت کی طرف کھڑے ہو کر اُس نے نماز پڑھی اور اسی سے سواری کے حالات میں شہر کے باہر نماز نفل پڑھنے کا حکم معلوم ہو گیا +

اور انہیں امور سے ایک یہ بھی ہے کہ جب خدا کسی شخص کو لوگوں سے معاملہ کرنے کے لئے مقرر کرے تو مناسب ہے کہ لوگوں کو اُسکے احکام کی بجا آوری کا حکم دیا جائے۔ جب قاضیوں کو حدود قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو سرکشوں کو حکم دیا گیا۔ کہ اُن کی احکام کی تعمیل کیا کریں۔ اور جب مصدق کو زکوٰۃ لینے کا حکم دیا گیا۔ تو لوگوں کو یہ حکم کیا گیا کہ مصدق جب اُن کے پاس سے واپس آوے۔ تو ناخوش واپس نہ آئے۔ اور جب عورتوں کو حکم دیا۔ تو لوگوں کو مامور کیا کہ اپنی نگاہیں اُن سے نیچی رکھیں +

اور اُنہیں امُور میں سے یہ ہے کہ جب کوئی شے منع کیجاوے تو مناسب ہے کہ اُسکے خلاف کا وجوباً یا استحباباً حکم کیاجاوے جیسا موقع کے مناسب ہو۔ اور جب کسی شے کے کرنے کا حکم کیا جاوے تو اُس کی ضد منع کر دیجاوے۔ جب نماز جمعہ کے پڑھنے اور اُس کی طرف سعی کرنیکا حکم دیا گیا تو ضرور ہے کہ اُس وقت خرید و فروخت اور دیگر مشاغل کی ممنوعیت بیان کیجاوے +

اور اُنہیں میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی شے کے ہونے کا وجوباً حکم کیا جاوے تو مناسب ہے کہ اُسکے مقدمات اور دواعی وغیرہ کی ترغیب دیجاوے اور جب کسی شے کو ضروری طور پر منع کریں تو ضرور ہے کہ اُس کے ذرائع کی بندش کر دیجاوے۔ اور اُس کے اسباب نابود کرنے جاویں۔ اسی واسطے چونکہ بت پرستی گناہ تھی۔ اور تصویروں اور بتوں سے میل ملاپ بت پرستی کا سبب ہو سکتا تھا جیسا کہ اگلی اُمتوں میں اُس کی پیدائش ہو چکی تھی۔ اِس واسطے مناسب ہوا کہ مصوروں کی داروگیر کیجاوے۔ اور شراب پینا گناہ تھا۔ اسواسطے ضرور ہوا کہ شراب بنانیوالوں سے مواخذہ کیا جاوے۔ اور جس دسترخوان پر شراب ہو۔ اُس پر حاضر ہونا منع کر دیا جاوے۔ اور چونکہ فتنہ کیجالت میں جنگ جدال گناہ ہے اِس واسطے ایسے وقت میں ہتھیار بیچنی کی سخت ممانعت کر دیگئی۔ اور سیاست مدن میں اسکی نظیر یہ ہے کہ جب اس امر کی خبریں معلوم ہوتی ہیں کہ لوگ کھانے اور پانی میں زہر ملادیا کرتے ہیں۔ اِس بنا پر دوا فروشوں سے عہد لیا جاتا ہے کہ زہر کی اتنی مقدار کسی کے ہاتھ فروخت نہ کریں جس سے پینے والا ہلاک ہو سکے۔ اور جب کسی قوم کی بدعہدی اور خیانت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ تو اُن سے شرط کر لی جاتی ہے۔ کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں اور ہتھیار نہ باندھیں۔ اور ایسے ہی عبادات میں بھی ہے جب نماز تمام نیکی کے ذرائع میں بلند رتبہ تھی اس واسطے ضرور ہوا کہ جماعت کا لوگوں کو شوق دلائیں۔ تاکہ نماز کی پابندی میں اُس سے مدد ملے۔ اور یہ بھی ضرور ہوا کہ اذان کی رغبت لوگوں میں پیدا کیجاوے تاکہ سب لوگ ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ جمع ہو سکیں اور ایسے ہی لوگوں کو مساجد کی تعمیر اور مساجد کے پاکیزہ اور ستھرا رکھنے پر آمادہ کرنا ضرور ہے۔ اور جو کہ رمضان کی پہلی تاریخ کا معلوم ہونا۔ ماہ شعبان کے دنوں کے شمار کرنے پر موقوف تھا۔ اسلئے مستحب قرار دیا کہ ہلالِ شعبان کو لوگ یاد رکھیں اور اس کی نظیر سیاست مدن میں یہ ہے کہ جب دیکھا گیا کہ تیر اندازی میں بڑی مشقت ہے۔ اسواسطے بہت سی کمانیں بنانے اور تیر کے پیکان طیار کرنے کا اور اُن چیزوں کی تجارت کرنے کا لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے +

اور اُنہیں اصولِ بالا میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جاوے یا کسی شے کی ممانعت کیجائے تو مناسب ہے کہ فرمان پذیروں کی عزت و شان ظاہر کیجاوے۔ اور نافرمانوں کی حقارت بتادیجاوے۔ چونکہ یہ مطلوب تھا کہ تلاوت قرآن کی اشاعت ہو۔ اُسکو لوگ بالالتزام پڑھا کریں۔ اسواسطے مسنون قرار دیا گیا کہ لوگوں کی امامت کے لئے وہی شخص زیادہ مناسب ہے جو سب سے عمدہ قرآن پڑھتا ہو۔ اور حکم دیا گیا کہ مجالس میں قرآن پڑھنے والوں کی عزت و توقیر کیجاوے۔ اور چونکہ زنا کی تہمت اور بہتان بندی گناہ تھی۔ اِس واسطے تہمت لگانے والے کی گواہی مقبولِ عدالت نہیں ہے۔ یہیں سے اُس حالت کا حکم نکلتا ہے کہ مبتدع اور فاسق سے سلام اور سلام کی ابتدا نہ کیجاوے۔ سیاستِ مدن میں اسکی نظیر یہ ہے کہ تیر اندازوں کو انعام زیادہ دیا جاتا ہے اور تقرر وغیرہ میں اُن کو اوروں پر تقدیم ہوا کرتی ہے +

اور اُنہیں اصول میں سے یہ ہے کہ جب کسی شے کا حکم یا ممانعت کیجاوے۔ تو لوگوں کو حکم دیدیا جاوے کہ دلی قصد سے اُس پر اقدام کریں اور عزیمت قلبی سے منہی عنہ سے باز رہیں۔ اور کام کے موافق اُسکی خواہش کو دل میں پوشیدہ رکھیں اسواسطے

نہایت سخت سرزنش وارد ہوئی ہے۔ کہ لوگ قرض اور مہر کے ادا نہ کرنے کا اپنے دلوں میں قصد کرلیں۔ اور انہیں اصول میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی شے میں کسی خرابی کا احتمال ہو۔ تو اسکو مکروہ قرار دینا چاہئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فلا یغمس یدہ فی الاناء فانہ لا یدری این باتت یدہ (جو شخص سوتے سے اُٹھے وہ اپنے ہاتھ کو ہرگز برتن میں نہ ڈالے اُسکو کیا معلوم کہ شب کو اُس کا ہاتھ کہاں پڑا رہا ہے) حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو احکام عبادات اور منافع کی تعلیم دی اُسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیان فرمادیا۔ اور ہر ایک باب کے متعلق بڑے بڑے حکم کو آپ نے مستنبط کیا۔ اس باب کے متعلق اور اس سے پہلے باب کے متعلق جو اس باب کے بعد آتا ہے جو جو امور بیان کئے گئے ہیں اُن سب کو امت محمدیہ کے رازدان لوگوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم میں مندرج پایا ہے اور غور و تدبر سے اُن کے دلوں نے اپنے اندر اُن کو جمع کیا ہے جو اس قسم کے علوم اُن کی تصانیف اور کتابوں میں موجود ہیں وہ انہیں علوم نبوی کا شعبہ ہیں۔ واللہ اعلم ٭

باب ۶۶ مبہم کے انضباط اور مشکل کی تمیز اور کلیہ سے حکم نکالنے وغیرہ کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ مثال اور تقسیم سے تو ایسی اکثر چیزیں معلوم ہیں جن کا نام لیکر کوئی اُن کا حکم بتایا گیا ہے لیکن کسی تعریف جامع مانع سے اُن کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ کہ جس سے اُن اشیاء کی ہر ہر فرد کا حال معلوم ہو۔ کہ یہ فرد اُس شے کا ہے یا نہیں مثلاً سرقہ کی نسبت خدا فرماتا ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما (چرانے والے اور چرانے والی کے ہاتھ کاٹ ڈالو) اس آیت میں حد کو چوری پر جاری کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ بنی ابیرق اور طعیمہ اور مخزومی عورت کے قصہ میں چوری ہی واقع ہوئی تھی۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ دوسرے کے مال لینے کی کئی صورتیں ہوا کرتی ہیں منجملہ اُن کے (۱) چوری۔ (۲) رہزنی (۳) اُچک لینا (۴) بددیانتی (۵) زمین سے پڑی ہوئی چیز کا اُٹھا لینا (۶) غصب (۷) بے پڑائی۔ ایسی صورتوں میں ضرورت پڑتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک صورت دریافت کیجائے کہ یہ چوری میں داخل ہے یا نہیں ایسا سوال خواہ زبانی ہو یا حالی۔ اسلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ضرورتاً چوری کی ایسی حقیقت بتانی ہوگی۔ جو اور شریک چیزوں سے اسکو متمیز کردے اور ہر ایک فرد کا حال اُس سے بخوبی معلوم ہو جاوے۔ اس تمیز کا طریقہ یہی ہے کہ اِن چیزوں کے ذاتی امور دیکھے جائیں جو چوری میں نہ پائے جاتے ہوں اور اُن کی وجہ سے چوری اور غیر چوری میں امتیاز ہو جاوے۔ ایسے ہی چوری کی ذاتیات دیکھے جائیں۔ جنکو چوری کے لفظ سے اہل عرف سمجھ جاتے ہیں۔ اُس کے بعد امور معلومہ سے چوری کی منضبط تعریف کیجاوے جنکی وجہ سے چوری ممیز ہو جاوے مثلاً یہ معلوم کیا جاوے کہ رہزنی اور جنگ اور اور ایسے ہی لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مظلومین کے مقابلہ میں ایک قوت ہوا کرتی ہے اور مخالفوں کے مقابلہ میں ایک قوت ہوا کرتی ہے۔ اور مخالفوں کے لئے ایک جگہ اور وقت ہوا کرتا ہے جہاں لوگوں کی جماعت فریاد رسی کے لئے نہیں پہنچ سکتی اور لفظ اختلاس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی نظروں کے سامنے سے کوئی شے اُچک لیجاوے اور خیانت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کسی قسم کی شرکت یا بے تکلفی یا حفاظت اسکی کی گئی تھی۔ اور التقاط سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیر محفوظ شے لے گیا۔ اور غصب سے معلوم ہوتا ہے کہ مظلوم کی نسبت غاصب میں علانیہ قوت زیادہ تھی۔ اُس کو لڑائی میں غالب آنے پر اعتماد تھا۔ یا یہ خیال تھا کہ حاکموں تک یہ قضیہ نہ پہنچیگا۔ یا اُن کو پوری کیفیت معلوم نہ ہوسکیگی۔ یا رشوت دیکر سچا فیصلہ نہ ہوگا۔ اور بے پڑائی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ناچیز سی

شے مخفی جسکو ہوا خرچ کرتے رہتے ہیں وہ اُس سے ہمدردی کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ جیسے پانی او رہیزم۔ اور چوری سے معلوم ہوا کرتا ہے کہ کوئی چیز مخفی طور پر لیلی گئی ہو۔ اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کا اندازہ چوتھائی دینار یا تین درہموں سے فرمایا تا کہ حقیر اور ناچیز سے تمیز ہو جائے اور فرمایا کہ خیانت کرنے والے اور لوٹنے والے اور چھیننے والے کا ہاتھ قطع نہ کیا جاوے۔ اور فرمایا کہ اُس پھل میں بھی ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے جو درخت پر لٹکتا ہو۔ اور نہ ایسی چیزمیں جو پہاڑ میں محفوظ ہے۔ اِن میں اشارہ ہے۔ کہ سرقہ میں حفاظت شرط ہے ❖

اور منشاء عیش پسندی نہایت درجہ کی ایسی حالت بھی نہایت خراب امر ہے لیکن وہ ٹھیک باقاعدہ نہیں ہے کہ اُسکے موقع ظاہری نشانات سے تمیز ہوں جنکی وجہ سے ہر ایک ادنےٰ اور اعلےٰ سے باز پرس کر سکیں اور اس میں کسی کو شبہ نہ رہے کہ انہیں امور میں عیش پسندی پائی جاتی ہے۔ اور یہ امر معلوم ہے کہ عجمیوں کے عادات عمدہ سواریوں بلند بلند ایوانوں۔ فاخرہ لباس قیمتی زیورات وغیرہ میں نہایت درجہ کی عیش پسندی تک پہنچ گئیں تھیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ لوگوں کی حالت مختلف ہونے سے عیش پسندی کی بھی حالت یکساں نہیں ہوا کرتی۔ بعض لوگوں کے سامان عیش اوروں کی نظر میں ننگے عیش ہوا کرتی ہے۔ اور بعض لوگوں کی نظر میں۔ جو شے جید ہوتی ہے اوروں کی نظر میں وہی جید ناقص ہوا کرتی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ منافع کا حصول جید شے سے بھی ہوتا ہے اور ردی سے بھی لیکن ردی شے کا استعمال کرنا عیش پسندی نہیں ہے اور بلا قصد جودت کسی جید شے سے منتفع ہونا یا اکثر اوقات میں کسی شخص کا جید اشیاء کا پابند ہونا عیش پسندی نہیں ہو سکتا اسوجہ سے شرع نے ہر صورت میں عیش پسندی کی خرابیاں بیان کیں اور ان اشیاء کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کر دیا۔ کہ جن سے لوگ صرف عیش و آرام ہی کے لئے منتفع ہوا کرتے ہیں۔ اور اُن سے عیش حاصل کرنے کی لوگوں میں عادت شائع ہو گئی ہے۔ اور شرع نے عجم اور روم کو گویا اُن اشیاء پر متفق پایا تھا۔ اس واسطے شرع نے کمال عیش و آرام کے مواقع اُن امور کو قرار دیکر اُن کو حرام کر دیا۔ اور بطریق قدرت جن اشیاء سے نفع اُٹھایا جاتا ہے۔ یا اطراف ممالک میں اُن کی عادت ہے۔ اِن پر شارع نے کچھ التفات نہیں کیا۔ اسی لئے حریر۔ اور سونے۔ چاندی کے برتن نہیں محرم ابواب سے شمار کئے گئے ہیں۔ اِس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیش و آرام کی حقیقت اسکو پایا کہ ہر ایک امر نافع سے جید شے پسند کیجاوے اور ردی سے اعراض کیا جاوے اور کامل عیش کا موقع اسکو پایا کہ ایک جنس کی اشیاء میں سے صرف جید ہی کو اختیار کریں۔ اور ردی کو بالکل ترک کر دیں۔ اور معاملات میں اُس قسم کے معاملات کو بھی موجب عیش قرار دیا جنمیں ایک جنس کی اشیاء میں سے صرف جید ہی اختیار کیجائیں۔ اور ردی بالکل ترک کر دیجائیں۔ البتہ بعض بعض مادوں میں اس کا لحاظ نہ بھی کیا جاتا ہو لیکن قوانین شرع میں ایسے مادوں کا کچھ اعتبار و لحاظ نہیں ہے۔ اسواسطے شرع نے ایسے معاملات کو بھی حرام قرار دیا۔ ایسے معاملات بھی عیش پسندی کی صورت اور مثال تھے۔ اِن کی تحریم بھی بمقتضائے طبیعت ہے مقتضائے طبیعت کے لحاظ سے عیش پسندی مکروہ امر ہے۔ اور جب اسی مقتضائے طبیعت کی وجہ سے اشیاء کے مواقع حرام ہیں تو اُن مواقع کی صورتیں اور مثالیں بھی بطریق اولیٰ حرام ہونگے۔ نقد کو نقد کے بدلے میں اور کھانے کی چیز کو اسی کی جنس کے بدلے میں بڑھا کر فروخت کرنا اسی قاعدہ سے مستنبط ہو کر حرام کیا گیا ہے۔ لیکن کسی جید شے کا زیادہ قیمت سے فروخت کرنا حرام نہیں ہے اسلئے کہ جب جنس ایک نہیں ہے تو زیادتی کے بدلے میں اصل مبیع ہو گی نہ مبیع کا وصف۔ ایسے ہی ایک چھوکرے کی دو چھوکروں کے

بدلہ میں ور ایک کپڑے کا دو کپڑوں کے بدلہ میں بھی خریدنا حرام نہ ہوگا۔ اس لئے کہ یہ اشیا، ذوات القیم میں سے ہیں۔ اسواسطے قیمت کی زیادتی اُس شئے خاص کے خواص کے بدلہ میں قرار دیجائیگی اور یہ جودۃ بھی انہیں خواص میں مندرج ہو جائیگی اسلئے بادی الرائے میں جودت کا کچھ اعتبار نہ رہیگا۔ ہماری ان تمہیدات سے اس باب کے متعلق بہت سے نکتے منکشف ہو سکتے ہیں مثلاً حیوان کے بدلہ حیوان کو خریدنا کیوں مکروہ ہے وغیرہ ذلک +

کبھی دو چیزیں باہم ہم رنگ معلوم ہوتی ہیں۔ اُن دونوں میں مخفی امور کی وجہ سے تمیز ہوا کرتی ہے جنکو صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کی امت میں راسخ العلم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں اسواسطے ضرورت پیش آتی ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کی ظاہری علامت معلوم کیجائے اور نیکی اور گناہ کے لحاظ سے اُن علامتوں کا کوئی حکم قرار دیا جائے اور اُن میں باہم علیحدگی احکام بتائے جائیں مثلاً نکاح اور زنا۔ نکاح اس شئے قرار دیا گیا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے وہ مصلحت ٹھیک ہو جائے جس پر انتظام عالم کا مدار ہے کہ زن و شوہر میں باہم ہمدردی ہو نسل کی امید کیجائے شرمگاہ محفوظ رہے اور یہ تمام امور پسندیدہ اور منجملہ مقاصد کے ہیں۔ اور زنا کی حقیقت یہ ہے کہ نفسانی شورش فرو کیجائے۔ خواہش نفسانی کا اتباع کیا جائے حیا کی پردہ دری کیجائے اس سے نفس کو آزادی ہو اور مصلحت کلی اور نظم عالم سے مہمل ہو اور یہ امور ناخوشی کے باعث اور ممنوعات سے ہیں۔ لیکن نکاح اور زنا، اکثر امور میں یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں سے خواہش نفس دور ہوتی ہے طبیعت کی شورش جاتی رہتی ہے۔ دونوں میں عورتونکی جانب میلان ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے ضرورت ہوئی کہ ظاہری علامات سے ایک کو دوسری سے بالکل تمیز ہو جائے اور طلب و منع کا اُس پر مدار ہو۔ اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی تعیین چند امور سے قرار دی (۱) یہ کہ نکاح عورتوں سے کیا جائے۔ نہ مردوں سے نسل کی امید صرف عورتوں سے ہو سکتی ہے (۲) یہ کہ اپنے قصد اور مشورہ اور اعلان سے ہو اسی لئے گواہوں اور ولی کی موجودگی اور عورت کی رضامندی اُس میں شرط کیگئی ہے (۳) وہ دونوں یہ قرار دیں کہ ایکدوسرے کے معاون رہینگے۔ اور یہ صورت اکثر اوقات جب ہی ہو سکتی ہے کہ عقد دائمی اور لازمی طور پر ہو۔ اُس کی کوئی میعاد معین نہ ہو اسواسطے نکاح پوشیدگی میں اور متعہ اور لواطت حرام قرار پائے +

اور اکثر کوئی نیک کام کسی دوسرے نیک کام کے مشابہ ہوا کرتا ہے جو دوسرے کام کے مقدمات میں سے ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے ان دونوں میں فرق کی ضرورت ہوا کرتی ہے جیسے تو نماز اس لئے مشروع ہوا ہے کہ رکوع اور سرنگون ہونے میں جو سجدہ کے مقدمات میں سے ہے فرق ظاہر ہو جائے +

کبھی کوئی رکن یا شرط حقیقت میں مخفی امر اور افعال قلبی میں سے کوئی کام ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے افعال جسمانی میں سے کوئی فعل یا کوئی قول اس امر مخفی کے انضباط کے لئے علامت قرار دیا جاتا ہے جیسے کہ نیت اور خدا کی حضور میں اخلاص کے ساتھ کوئی کام کرنا امر مخفی ہے اسلئے استقبال قبلہ اور نیت انکی علامت مقرر کر کے نماز میں اصلی شے کر دیئے گئے +

جب نص میں کوئی لفظ مذکور ہو یا کوئی قسم حکم کے لئے مدار علیہ قرار دیجائے اور پھر اُس کے بعض مادوں میں کوئی شبہ پیدا ہو جائے تو بھی مناسب ہے کہ اُس لفظ کے معنی معلوم کرنے یا کسی قسم کی تعریف جامع اور مانع کے معلوم کرنے میں اہل عرب کی عرفی حالت کیطرف رجوع کرنا چاہئے۔ جیسے روزہ کے متعلق نص میں ماہ رمضان وارد ہوا ہے لیکن ابر کے وقت اُس کی تعداد میں شبہ ہو جاتا ہے

اسلئے اسکا حکم وہی ہوگا جو عرب کے عرف میں تھا کہ شعبان کو تیس روز پورے کر لینے چاہئے مہینہ کبھی تیس روز کا ہوتا ہے کبھی انتیس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر کذا (ہم امی ہیں اس طرح پر مہینہ کو نہیں لکھتے اور نہ اُس کا ایسا حساب کرتے ہیں)۔

ایسے ہی قصر میں قصر کا لفظ نص میں وارد ہوا ہے اور بعض ادوں میں سفر کے معنی معلوم کرنے میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے اسلئے صحابہ نے حکم کیا کہ سفر جب ہوتا ہے کہ مکان سے ایسی جگہ جائیں کہ جہاں پورے ایک روز اور اُس شب کے شروع حصہ میں پہنچیں جس کی مسافت ایک روز اور دوسرے روز کا کچھ حصہ ہو اس طرح پہ سفر کا اندازہ چار بردوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جو حکم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیلئے ہی اور لوگوں کیلئے وہ حکم نہیں ہے اسوقت میں جس حکم کا مدار اُس شے کی حقیقت کو قرار دینا نہیں چاہئے بلکہ اُن ظنون کو قرار دینا چاہئے امام طاؤس کا عصر کے بعد دو رکعتوں میں یہی قول ہے۔ کہ ان کی ممانعت اسلئے کیگئی ہے لیلا یتخذ سلما۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اصلی حقیقت سے واقف تھے آپ کی شان میں امر ظنون کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ دریافت حقیقت کے بعد گمان کا کیا احتمال ہے۔ مثلاً چار بیبیوں سے زیادہ سے شادی کرنے میں احتمال تھا کہ بیبیوں کی معاشرت میں کوئی قباحت پیدا ہو جانے اور اُن کے حقوق میں کسی قسم کی فرو گذاشت ہو اور لوگوں کو اس کا شبہ ہو سکتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا۔ کہ اُن کی معاشرہ میں کون سے امور پسندیدگی کے قابل ہیں اسلئے گمان کے موافق اُس کے متعلق کوئی حکم نہیں دیتے یا آنحضرت کا بعض امور کو اپنے لئے خاص کر تہذیب نفس کے علاوہ کسی قسم کی تحقیق اور باقی رکھنا مقصود ہوا کرتا ہے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع کے ساتھ کسی شرط کے لگانے سے منع فرمایا ہے۔ پھر آپ نے ایک اونٹ حضرت جابر سے اس شرط پر خریدفرمایا کہ مدینہ تک وہ اُن کی سواری میں رہے۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی امر کی تخصیص اسلئے ہوا کرتی ہے کہ اُس کام کے قابل وہ شخص نہیں ہوا کرتا جس میں مادہ عصمت کا نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روزہ دار کے بوسہ کے متعلق قول ہے ایکم یملک اربہ کما کان رسول اللہ صلے اللہ وسلم یملک اربہ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح کون شخص خواہش نفس پر غالب ہے) یا وجہ تخصیص ہوتی ہے کہ آپ کا نفس قدسی کسی خاص نیک امر کا مقتضی ہوا کرتا ہے اسواسطے آپ پر اُس کا کرنا واجب کر دیا جاتا ہے جیسے کہ کسی قوی آدمی کو زیادہ غذا کی رغبت ہوتی ہے۔ ایسے ہی نفوس عالیہ کو خدا کیجانب زیادہ توجہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ مثلاً نماز تہجد۔ نماز چاشت کی واللہ اعلم۔

باب ۶۷۔ مذہبی آسانیوں کا بیان

خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (خدا کی رحمت کے ساتھ لوگوں سے نرمی کرو۔ اگر تم سخت دلی سے پیش آؤگے تو لوگ تمہارے پاس سے منتشر ہو جائینگے) اور خداتعالےٰ فرماتا ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (خدا تمہارے حق میں آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ دشواری کا) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کیجانب روانہ کیا۔ تو اُن سے فرمایا۔ یسّرا ولا تعسّرا وبشّرا ولا تنفّرا وتطاوعا ولا تختلفا۔ (آسانیاں پیدا کرنا نہ دشواریاں لوگوں کو خوش کرنا متنفر کرنا

اور باہم ہمیشہ موافق رہنا۔ اختلاف کرنا) +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (تم آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ دشواریاں پیدا کرنے کو) +

معلوم کرنا چاہئے کہ تنبیہ کی چند صورتیں ہیں (۱) یہ کہ طاعت کیلئے کوئی ایسی چیز رکن یا شرط قرار دیجائے جس کا ادا کرنا لوگوں پر دشوار ہو اسکی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوۃ (اگر میں اُمت کے لوگوں پر دشوار نہ سمجھتا تو میں ہر ایک نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم کرتا) +

(۲) یہ کہ بعض امور طاعت کو منجملہ رسوم کے قرار دینا چاہئے جن پر فخر و مباہات کی جایا کرتی ہے۔ ان امور کو ان امور میں داخل کرنا چاہئے جن کو لوگ اپنی نفسانی رغبتوں سے عمل میں لایا کرتے ہیں مثلاً عیدین جمعہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تاکہ یہود جان لیں کہ ہمارے مذہب میں وسعت ہے۔ بڑے بڑے مجمعوں میں اپنے آپ کو مزین کرنا اور فخر و مباہات کے کاموں میں پیدا ہونے سے شوکت کا طالب ہونا اور شائستہ کام لوگوں کا خاص طریقہ ہے +

(۳) یہ کہ طاعات میں وہ امور مسنون کرنے چاہئیں جو لوگوں کو بالطبع مرغوب ہوں تاکہ جس امر کی عقل خواہاں ہے طبیعت بھی اسکی خواہاں رہے اور دونوں رغبتیں جمع ہوکر ایک دوسرے کی معاون رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسجدوں کا پاکیزہ اور ستھرا رکھنا روز جمعہ کو غسل کرنا۔ اُس روز خوشبو لگانا مسنون ہے۔ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنا۔ اور اذان کا خوش آوازی سے پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے +

(۴) یہ کہ لوگوں کی طبیعتوں پر سے گرانی دور کیجائے جس سے وہ بالطبع متنفر ہوں۔ وہ ناپسند سمجھی جائے۔ اسی لئے غلام اعرابی اور مجہول النسب کی امامت مکروہ خیال کیگئی ہے کیونکہ اس قسم کے لوگوں کی امامت سے دل گرفتہ ہوا کرتے ہیں +

(۵) بعض وہ امور بحال خود باقی رکھے جائیں۔ جو اکثر لوگوں کی طبیعت کے موافق ہوں۔ یا اُن امور کے ترک کرنے سے اُن کو دل تنگی معلوم ہوتی ہو۔ جیسے سب سے زیادہ مستحق امامت کے لئے سلطان اور مالک خانہ قرار دیا گیا ہے۔ اور جو شخص نئی عورت سے شادی کرے تو اُس کے لئے اول آسات روز یا تین روز خاص کرکے پھر اور بیبیوں میں اپنی نوبت کو تقسیم کردے +

(۶) یہ کہ لوگوں میں یہ معمول قرار دیا جائے کہ اُن کو علم و نصائح کی ہمیشہ تعلیم دیتا رہے نیکی کا حکم کرتا رہے اور ممنوعات سے روکتا رہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ امور بھر جائیں اور بلا دقت وہ نوامیس کے مطیع رہیں۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ہمیشہ نصیحت فرماتے رہا کرتے تھے کہ کہیں ان میں ناگواری اور سستی نہ پیدا ہوجائے +

(۷) یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعض اُن امور کو عمل میں لاتے رہیں۔ جن کا لوگوں کو حکم کرتے ہوں۔ یا اُنکے کرنے میں لوگوں کو مجاز کرتے ہوں تاکہ آپ کے فعل پر لوگوں کا لحاظ رہے +

(۸) ہمیشہ خداتعالی سے التجا کرتے رہیں کہ لوگوں میں تہذیب آجائے وہ کامل بنجائیں +

(۹) یہ کہ پیغمبر کے ذریعہ سے خدا کیجانب سے اطمینان اور تسکین نازل ہوتی رہے اور لوگ نبی کی حضوری میں ایسے ہوجائیں گویا اُن کے سر پر پرند ہیں (مردے) +

(۱۰) جو شخص حق سے سرتابی کرے اس کو ذلیل اور محروم کردینا چاہئے۔ جیسے قاتل کو ورثہ نہیں ملتا۔ اور اکراہ کی صورت میں طلاق نافذ نہیں ہوتی۔ ایسی حالتوں میں جب زبردستی کرنے والوں کی غرض حاصل نہ ہوگی۔ تو وہ جبر اور اکراہ کرنے سے باز رہیں گے +

(۱۱) جن امور میں محنت اور مشقت ہو اُن کو آہستہ آہستہ شروع کرنا چاہئے۔ حضرت عائشہ رضہ کا اسی کے متعلق قول ہے۔ کہ قرآن میں اول وہ مفصل سورتیں نازل ہوئیں جن میں صرف جنت و دوزخ کا ذکر تھا۔ اور جب اسلام پر لوگ ٹوٹنے لگے تو حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے اگر شروع ہی سے لا تشربوا الخمر (شراب مت پیو) نازل ہوتا تو لوگ کہ بیٹھتے کہ ہم شراب کو کبھی ترک نہ کرینگے۔ اور لا تزنوا (زنا مت کرو) نازل ہوتا تو لوگ کہتے کہ ہم زنا کو ترک نہ کرینگے +

(۱۲) یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ فعل ترک کردینا چاہئے جس سے لوگوں کے دلوں میں تشویش پیدا ہو فتنہ کے لحاظ سے بعض مستحب امور ترک کردینے چاہئیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا لولا حدثان قومك بالكفر لنقضت الكعبة وبنيتها على اساس ابراهيم عليه السلام (اگر تیری قوم سے زمانہ کفر کا قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر تعمیر کرتا +

(۱۳) شارع نے مختلف نیکیوں وضو غسل۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج وغیرہ کا حکم دیا۔ ان امور کو لوگوں کی رائے پر موقوف نہیں رکھا۔ سب کے لئے ارکان شرائط و آداب کو پوری طرح سے منضبط نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی تکمیل کو لوگوں کی عقلوں پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی عقل سے اُن لفظوں کے معانی اپنی عادات کے موافق خود سمجھ لیں یہ تو مثلاً بیان کردیا لا صلوۃ الا بفاتحة الكتاب (بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی) لیکن حرفوں کے مخارج کی تفصیل نہیں کی۔ جن پر سورہ فاتحہ کا ٹھیک طور پر پڑھنا موقوف ہے۔ اس سورہ کی تشدیدیں حرکات سکنات نہیں بیان کئے۔ اور نیز شارع نے یہ بیان کردیا کہ استقبال قبلہ نماز میں شرط ہے۔ لیکن کوئی ایسا قاعدہ نہیں بتایا جس سے استقبال قبلہ معلوم ہوسکے اور یہ بیان کردیا کہ زکوٰۃ کا نصاب دوسو درہم ہیں۔ لیکن اس کا کچھ ذکر نہیں فرمایا کہ درہم کا کیا وزن ہوتا ہے۔ اور جب اس قسم کی کوئی بات آپ سے دریافت کی گئی تو انہیں امور سے جواب دیدیا جو اُن کے خیال میں تھے۔ ماہ رمضان کے ہلال کی نسبت فرمایا کہ اگر ابر ہو تو ماہ شعبان کے تیس روز پورے کرلو۔ اور اس پانی کی نسبت جو بیابان میں ہو درندے چارپائے وہاں آتے جاتے ہوں فرمایا۔ اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا (جب پانی بقدر قلتین کے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔ عرب میں ان امور کی اصل موجود تھی۔ پہلے ہم نے اس کو بیان کردیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سب اشیا کی حقیقتیں بیان کیجائینگی تو اُن میں ظہور وخفا اور عدم انضباط ویسا ہی ہوگا۔ تو پھر ان کے بیان کی ضرورت پڑے گی اور ایسے ہی ضرورت پڑتی جائیگی۔ اور اس سے بڑا حرج ہوگا۔ اور چونکہ ہر ایک امر کی تعیین میں کسی قدر دقت ہی ہوا کرتی ہے۔ جب بہت سے تعینات ہوجائینگے تو دقتیں بہت زیادہ ہوجائینگی۔ اور نیز شرع کے امور ادنے اور اعلے سب ہی ہوا کرتے ہیں۔ تو ان تفاصیل میں سب حدود و تعریفات کے محفوظ رکھنے میں زیادہ دقت ہوگی +

اور نیز اگر لوگ اُن امور کا زیادہ اہتمام کریں جن سے نیکیاں محدود کیجاتی ہیں تو وہ اُن نیکیوں کے فواید معلوم نہ کرسکینگے اور

لیکن کسی اور طرح کیجانب اُنکی توجہ نہ ہوا کریگی۔ اکثر قراکو دیکھ لو۔ اُنکی دلی توجہ زیادہ لفظوں کی طرف ہوا کرتی ہے۔ اُنکو معانی قرآن کے غور کرنے کی طرف کچھ توجہ نہیں ہوا کرتی۔ اسلئے مصلحت یہی ہے کہ انضباط کے بعد امور کو اُن کی ہی رائے پر چھوڑ دیں۔ اور نیز شارع نے لوگوں کو اُنہیں امور سے خطاب کیا ہے۔ جو فنِ حکمت و علم کلام اور علم اصول کے دقائق میں غور کرنے سے پیشتر ہی سے اُن کی عقلوں میں فطری طور پر ودیعت رکھی گئی تھے۔ اسواسطے خدا تعالےٰ نے اپنے لئے جہت کو ثابت کیا فرمایا۔ الرحمن علے العرش استوی (خدا عرش پر ٹھہرا ہوا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کالے رنگ کی عورت سے فرمایا این اللہ (خدا کہاں ہے۔ اُس عورت نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تب آنحضرت صلے اللہ علیہ نے فرمایا یہ عورت ایماندار ہے۔ شارع نے استقبالِ قبلہ اور نماز اور عیدین کے اوقات معلوم کرنے کے لئے لوگوں کو علم ہئیت یا ہندسہ کے مسائل حفظ کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ اور اپنے قول القبلۃ ما بین المشرق والمغرب اذا استقبل الکعبۃ (قبلہ وہی ہے جو مشرق و مغرب کے درمیان کعبہ سامنے ہو جاوے۔ میں سوال کی وجہ کی طرف اشارہ فرمادیا اور الحج یوم تحجون والفطر یوم تفطرون (جس روز تم حج کرتے ہو وہی حج کا دن ہے اور جس روز افطار کرتے ہو وہی یوم الفطر ہے) واللہ اعلم ؁

باب ۶۰ ترغیب و ترہیب کے اسرار میں

خدا تعالیٰ و تبارک کی اپنے بندوں پر یہ بڑی نعمت ہے کہ اُس نے وحی کے ذریعہ سے انبیا علیہ السلام کو ثواب اور عذاب بتادیا جو اعمال پر مرتب ہوتے ہیں تاکہ انبیا لوگوں کو اس سے آگاہ کردیں اور اُن کے دل بیم و رجا سے مملو ہو جائیں۔ اور اپنے ذاتی قصد اور ارادہ سے لوگ اُن شرائع کی پیروی کریں۔ جیسے کہ اور باقی امور کی بیم و امید کیا کرتے ہیں۔ جن سے کوئی ضرر دور ہو جاتا ہے یا اُن سے کوئی نفع حاصل ہوتا ہے ؁

اسی کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وانھا لکبیرۃ الا علے الخٰشعین الذین یظنون انھم ملٰقوا ربھم وانھم الیہ راجعون (بیشک نماز ایک بڑی بھاری چیز ہے لیکن اُن خوف کرنے والوں پر جنکو خیال رہتا ہے کہ ہم اپنے پروردگار سے ملینگے۔ اور اسی کی طرف پھر جائینگے) ترغیب و ترہیب کے متعلق قواعد کلی ہیں۔ تمام جزئی امور ترغیب اور ترہیب کے انہیں پر ختم ہوتے ہیں۔ فقہائے صحابہ نے اگرچہ ان قواعد کو تفصیلاً منضبط نہیں کیا تھا۔ لیکن اجمالاً وہ خوب اُن سے واقف تھے اسکی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی بیوی سے مباشرت کرنے میں بھی تمہارے لئے اجر ہے صحابہ نے عرض کیا کہ کیا کوئی خواہش پوری کرے جب بھی ثواب ملتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں۔ اگر حرام میں خواہش کا استعمال کرتے تو اُسپہ گناہ ہوتا یا نہیں۔ اسلئے صحابہ کا اسی مسئلہ میں توقف کرنا اور اُسکی وجہ کا شتبہ ہونا اسی سبب سے تھا کہ وہ افعال و اعمال کی جزا اُن کی مناسبت سے خوب واقف تھے اسکو خوب جانتے تھے کہ اعمال کے نتیجوں کی یہی عقلی دلیل ہوا کرتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو اُن کے سوال کرنے اور جواب میں ایک دلیل صاف کے لحاظ رکھنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی اور اس قول کی نظیر یہ بھی ہے کہ فقہائے نے حدیث لو کان علے ابیک دین اکنت قاضیہ قال نعم فدین اللہ احق ان یقضی (اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا۔ تو تو اُس کو ادا کرتا یا نہیں اُس نے کہا ہاں ادا کرتا۔ آپنے فرمایا پس خدا کا قرضہ زیادہ ادا کرنے کے قابل ہے) میں

کہا ہے کہ اس سے بہت سی معلوم ہوتا ہے کہ احکام کو قواعد کلیہ سے تعلق ہوا کرتا ہے صحابی کے سوال کا حاصل یہ ہے کہ نیکیوں میں تہذیب نفس ہوا کرتی ہے
مثلاً تسبیح تہلیل تکبیر یا شہر کے انتظام میں اُن سے کوئی مصلحت قائم ہوا کرتی ہے۔ اور برائیوں میں ان دونو کے خلاف امور ہوا
کرتے ہیں۔ اور خواہش نفس میں طبیعت کی خواہش کی پیروی ہوتی ہے۔ اُس میں عادات سے زیادہ کوئی اور مصلحت نہیں ہوتی صحابی کا
منشاء سوال اسی کو سمجھنا چاہیے۔ یا ایسا ہی کوئی اور امر خیال کر لینا چاہیے جس میں کسی امر کلی کا معلوم کرنا پڑے۔ اور اُس کی طرف
سوال کے پھیرنے میں غرابت نہ ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اپنی بیوی سے مباشرت کرنے
میں خاوند اور بیوی کی شرمگاہ محفوظ رہتی ہے۔ اور اُس میں اس سے نجات مل جاتی ہے۔ کہ بے موقع خواہش نفس پوری
کی جاوے ✦

ترغیب و ترہیب کے طریقے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک طریقہ کا راز جدا ہوتا ہے۔ اُن میں بڑے بڑے طریقوں
سے آگاہی کیجاتی ہے ✦

اُن طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ تہذیب نفس میں کسی کام کا جو اثر ہوتا ہے وہ بیان کر دیا جائے نفس کی نیک و بد قوتوں
میں سے ایک قوت غالب ہو جاوے یا مغلوب اسی کو زبان شرع میں نیکیوں کا لکھا جانا اور برائیوں کا محو ہو جانا کہتے ہیں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد وهو على كل
شيء قدير۔ روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرے تو یہ دس بردہ آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اُس کی سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور
سو برائیاں اُس سے محو کیجاتی ہیں۔ اور اُس روز شام تک وہ محفوظ رہتا ہے۔ ایسے شخص سے زیادہ کسی کا عمل عمدہ نہیں ہوتا
مگر اُس شخص کا جو اس سے زیادہ عمل کرے۔ اس حدیث کا راز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ✦

اور اُنہیں طریقوں میں سے یہ ہے۔ کہ اُس عمل کا وہ انداز بیان کیا جاوے جسکی وجہ سے شیطان وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شام تک شیطان سے حفاظت رہتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
بدکار لوگ اسکو نہیں کر سکتے۔ یا اُس عمل سے رزق میں زیادتی اور برکت کا ظہور ہوا کرتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص خدا سے
سلامتی کو طلب کرتا ہے اور یہ اُسکی درخواست قبولیت دعا کا سبب پڑتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی
جانب سے فرمایا ہے ولئن استعاذني لاعيذنه ولئن سألني لاعطينه (اگر بندہ مجھ سے کسی امر سے پناہ چاہیگا
میں اس کو پناہ دونگا۔ اور اگر کسی امر کی مجھ سے درخواست کریگا میں اُسکو پورا کرونگا) اور بعض اور حدیثوں میں وارد ہے کہ
ذکر الہی میں غرق ہو جانے اور عالم جبروت کی طرف متوجہ ہونے اور ملکوت سے مدد طلب کرنے سے طالب اور مطلوب میں
قطعی مناسبت ہو جایا کرتی ہے۔ اور مناسبت پر تاثیر کا مدار رہا کرتا ہے۔ اور بعض احادیث میں وارد ہے کہ جسکی ایسی حالت
ہوا کرتی ہے۔ تو ملائکہ اُس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے منافع حاصل ہونے اور مضرت کے دفع ہونے
کے اکثر ذرائع پیدا ہوتے رہتے ہیں ✦

موجبات ترغیب و ترہیب یہ ہے کہ عالم معاد میں اعمال کا اثر بتایا جاوے۔ دو مقدموں سے اس کا اصلی راز معلوم ہوتا
ہے۔ (۱) یہ کہ معاد میں کسی شے کو ثواب اور عذاب کا سبب قرار نہیں دیسکتے۔ جبتک کہ جزا کے دو سببوں میں سے کسی سبب لے

ساتھ کچھ بھی مناسبت نہ ہو۔ اُس کو یا اُن چاروں اخلاق میں سے کسی نہ کسی میں دخل ہو جنکی ہونے نہ ہونے پر سعادت اور تہذیب نفس کا
مدار ہو۔ وہ اخلاق یہ ہیں۔ نظافت۔ رب العالمین کی حضور میں نیازمندی۔ نفس کی سماحت و فیاضی۔ سکی کوشش کرنا کہ ان لوگوں
میں عدل قائم ہو۔ یا اُن کو اُن امور کے اجرا میں دخل ہو جن پر ملاء اعلےٰ کا اتفاق ہوا کرتا ہے کہ شرائع کو استحکام ہو۔ اور انبیاء
علیہم السلام کی امداد ہو۔ اور عمل اور سبب جزا میں مناسبت کے معنی یہ ہیں کہ اُس عمل سے وہ سبب خود حاصل ہوتا ہو۔ یا
اُس کو عادۃً لازم ہو۔ یا اُس کے لئے ذریعہ ہو مثلاً دو رکعتوں کو اس طرح ادا کریں کہ کوئی نفسانی وسوسہ پیش نہ آئے تو
اس سے ثبوت ہوتا ہے کہ اُسکے دل میں خدا کی جلال کی یاد اور عاجزی کا اثر ہے اور بہیمیت کی پستی سے ایک قسم کی ترقی کا
اُس میں ظہور ہے۔ اور ایسے ہی پورا پورا وضو کرنا پاکیزگی کا باعث ہے جس کا اثر نفس پر پڑتا ہے اور مال کثیر کا صدقہ کرنا جب
میں معمولی طور پر بخیلی ہیجا یا کرتی ہے یا کسی کے ظلم کو معاف کر دینا۔ اور خدا کے حقوق میں ریا کو ترک کرنا نفس کی سماحت کی
دلیل اور اُس کو لازم ہے۔ اور ایسے ہی بھوکے کو کھانا کھلانا پیاسے کو پانی پلانا۔ قوموں میں آتش جنگ کے بجھانے میں کوشش
کرنا۔ اصلاح عالم کی دلیل اور ذریعہ ہے۔ اور عرب سے محبت رکھنا ذریعہ ہے کہ انہیں کی سی وضع اختیار رکھی جائے اور اسکی وجہ سے
ملت حنیفی کی پسندیدگی کا موقع ہو سکیگا۔ یہ شریعت عادات عرب ہی کے موافق معین کی گئی ہے اس پسندیدگی سے شریعت
مصطفوی کی عزت اور شان حاصل ہوتی ہے۔ اور افطار میں برابر عجلت اختیار کرتے رہنا۔ اور مذاہب کے اختلاط اور تحریف
لنا دکنسی کی دلیل ہے لوگوں کے اکثر فرقے مثلاً حکما۔ ارباب صناعت اطبا وغیرہ اشیا کی مواقع کو مدار علیہ کام ا
وبنیے رہتے ہیں۔ اور خطبوں محاورات میں عرب کی بھی یہی روش رہی ہے بعض بعض ایسی صورتیں ہم ذکر بھی کر چکے ہیں
یا وہ عمل شاق یا کم شدہ یا طبیعت کے مخالف ہو۔ اُس پر وہی شخص اقدام کر سکے جس میں کامل اخلاص ہو۔ اس لئے ایسا
عمل اخلاص کی کا شارح ہوا کرتا ہے مثلاً آب زمزم سے سیرابی حاصل کرنا اور حضرت علی رضہ سے محبت رکھنا۔ اسلئے کہ
حضرت علی رضہ خدا کے احکام کی تعمیل میں نہایت سخت تھے اور انصار سے محبت رکھنا خاندان معداو یمن کی قومیں باہم
ایک دوسرے سے متنفر تھیں اسلام نے اُن میں اُلفت پیدا کر دی تھی اس لئے اُن سے محبت کرنا دلیل ہے کہ اس میں اسلام
کی بشاشت سرایت کر گئی ہے۔ اور جیسے پہاڑ پر چڑھ کر دیکھنا اور اسلامی لشکروں کی نگرانی کرنا بتاتا ہے کہ کلمۃ اللہ کی اعلان
اور دین الٰہی میں اُسکی توجہ کامل ہے ✦

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی ہے اور اُس کو وہ نفسانی حالتیں پیش آتی ہیں جو نفس میں راسخ تھیں
خواہ وہ نفس کے موافق تھیں یا مخالف۔ تو اُس پر عنقریب ہی تکلیف و آرام کی صورتیں ظاہر ہونگی۔ اِن نفسانی حالات اور تکلیف و
آرام میں گو کہ کوئی عقلی مشابہت نہ ہو لیکن یہ ملازمہ کی ایک دوسری قسم ہے جس سے نفس کے بعض امور کی بعض کی طرف
کشش ہوتی ہے۔ اور اسی طرح پر خواب میں بھی معانی خاص خاص صورتوں میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ جیسے شرمگاہوں اور
مونہوں پر موذن کا مہر لگانا دلیل تھا کہ وہ لوگوں کو مباشرت عورات اور کھانے وغیرہ سے باز رکھنا چاہتا ہے عالم مثال
میں خاص خاص مناسبتیں ہوا کرتی ہیں جن پر احکام کا دوران ہوا کرتا ہے حضرت جبرئیل ع جو دحیہ کلبی ہی کی صورت
میں آیا کرتے تھے وہ ایک خاص معنی کی وجہ سے تھا۔ اور خاص وجہ ہی کے سبب سے حضرت موسی علیہ السلام کے سامنے

آگ کا شعلہ ہوا تھا۔ جو شخص اس مناسبت کو بخوبی سمجھتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ جزائے اعمال کی کیا صورت ہوگی +

یہ حال نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طریقے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص علم کو مخفی رکھتا ہے اور تعلیم سے اپنے آپ کو روکتا ہے حالانکہ تعلیم کی ضرورت ہوا کرتی ہے تو خدا تعالٰے آگ کی لگام سے اسکو عذاب دیگا۔ یہ تشبیہ اسلئے دیگئی ہے کہ ایسے بخل سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے اور بخل کا قالب اور صورت لگام کے مشابہ ہے۔ اور جو شخص مال سے زیادہ محبت کرتا ہے ہمیشہ اُس کا دل مال سے ہی تعلق رہتا ہے اُس کی گردن میں گنجے سانپ کا طوق ڈالا جائیگا۔ اور جو شخص دراہم۔ دنانیر۔ چارپایوں کی حفاظت میں سخت تکلیف برداشت کرتا ہے۔ اور خدا کی راہ میں اُن کے خرچ میں بہت احتیاط کرتا ہے۔ اسکو انہیں اشیاء کے ذریعہ سے عذاب دیا جائیگا۔ جیسے تکلیف دینے کا طریقہ ملاء اعلےٰ کی نظر میں مقرر ہے اور جو شخص لوہے کی چیز یا زہر وغیرہ سے اپنے آپ کو تکلیف دیتا ہے اور اس وجہ سے وہ خدا کے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو انہیں صورتوں سے اُس کو عذاب دیا جائیگا اور جو شخص محتاج کو کپڑے پہنائیگا قیامت کے روز جنت کے سندس سے اس کے کپڑے بنائے جائینگے۔ اور جو شخص مسلمان کو آزاد کرے اور غلامی کی مصیبت سے جو اسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے آزاد کردیگا تو اُس غلام کے ہر ایک عضو کے بدلہ میں اس مالک کا ہر ایک عضو دوزخ سے آزاد کیا جائیگا +

اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ عمل کو اُس چیز سے مشابہت دیں جسکی خوبی یا بُرائی ذہنوں میں شرع یا عادت کی وجہ سے راسخ ہوجاتی ہے اور اُس تشبیہ میں رمز یہ ہے کہ ان دونوں امروں میں کوئی جامع امر پایا جائے۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے دونوں میں بالاشتراک پایا جاوے۔ جیسے اُس شخص کو جو نماز صبح سے طلوع آفتاب تک انتظار کی حالت میں معتکفانہ بیٹھا رہے صاحب حج اور عمرہ کے ساتھ مشابہت دیگئی ہے۔ اور اُس شخص کی جو ہبہ کرکے کسی چیز کو واپس کرلے۔ اُس سگ کے ساتھ مشابہت دیگئی ہے جو قے کرکے پھر اسکو نگلجاوے۔ یا اُس عمل کو ہر دلعزیز لوگوں یا قابل نفرت لوگوں سے مشابہت دیگئی ہو۔ یا اُس عمل کے کرنے والے کے حق میں دعا یا بددعا وارد ہوئی ہو۔ اِس تشبیہ سے اگر اُس عمل کے عمدہ یا قبیح ہونے کی وجہ کا لحاظ بھی نہ کیا جاوے۔ تاہم اُس سے اُس عمل کی اجمالی حالت معلوم ہوجایا کرتی ہے۔ جیسے شارع کا قول ہے۔ تلك صلوٰة المنافق (یہ منافق کی نماز ہے) اور جیسا ارشاد ہوا۔ لیس منا من فعل کذا (جو شخص ایسا کام کریگا وہ ہم سے نہیں ہے) یا فرمایا وھذا العمل عمل الشیاطین او عمل الملائکۃ ویرحم اللہ امرأ فعل کذا وکذا (ایسا کام شیاطین یا فرشتوں کا سا ہے۔ اور جو شخص ایسا کام کریگا خدا اُس پر رحم کرے) اور اسی قسم کی اور عبادتوں کو قیاس کرلینا چاہئے +

اور ایک صورت یہ ہے کہ عمل کی حالت ہی ایسی ہو جس سے خدا تعالٰی کی خوشی یا ناخوشی کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ اِس کی وجہ سے ملائکہ کی دعا یا بددعا کا اُس سے تعلق ہوتا ہو۔ جیسے شارع کا قول ہے ان اللہ یحب کذا وکذا ویبغض کذا وکذا (خدا ایسے ایسے امور کو پسند کرتا ہے اور فلاں فلاں کو بُرا جانتا ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علے میامن الصفوف (دائیں جانب کی صفوں پر خدا اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں) اس کا راز ہم پہلے بیان کرچکے ہیں +

باب ۶۹ کمال مطلوب کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے امتِ محمدیہ کی طبقات اور درجات

اس باب کے متعلق اصلی حالت سورۃ واقعہ میں مذکور ہے۔ وکنتم ازواجا ثلثۃ فاصحب المیمنۃ ما اصحب المیمنۃ واصحب المشئمۃ ما اصحب المشئمۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون۔ آخر سورۃ تک (تم تین تین قسم کے ہو۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الیمین کیا ہیں اور اصحاب المشئمۃ اور اصحاب المشئمۃ کیا ہیں اور جو لوگ سب پر سبقت لیجانے والے ہیں وہی مقرب ہیں) اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرت باذن اللہ (پھر ہم نے ان لوگوں کو وارث بنایا جن کو ہم نے اپنی بندوں میں سے برگزیدہ کیا تھا۔ بعض ان میں اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں بعض میانہ رو بعض نیکیوں میں سب سے آگے بڑھنے والے خدا کے حکم سے) [illegible] کے نزدیک مفسرین کے ہیں (ہم نے ان کا چھوڑ کر دیا ہے) اور قسمیں کے بعد ان [illegible] جن کا سابقون [illegible] سابقین کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قسم اصحاب اصطلاح اور بلندی ہیں۔ ان کی استعداد بھی کمالات کے حاصل کرنے میں مفہمین کی سی ہی ہوا کرتی ہے لیکن ان کی کمالیت اور سعادت مفہمین کے درجہ تک نہیں پہنچا کرتی۔ ان کی استعداد خفتہ آدمی کی مانند ہوتی ہے۔ ایک بیدار کرنے والے کی انکو ضرورت ہوا کرتی ہے جب پیغمبروں کی خبریں ان کو بیدار کر دیتی ہیں تو وہ ان علوم کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ جو مخفی مناسبت کی وجہ سے جو ان کے باطن نفوس میں پیدا ہوتی ہے ان کی استعداد کے مناسب ہوا کرتی ہیں۔ اسلئے وہ لوگ تہذیب نسبت مرتبہ کے ہوتے ہیں۔ ان [illegible] کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اجمالی طور پر کلی الہام کو اخذ کر لیتے ہیں حظیرۃ القدس میں ان کو ایک قسم کی استعداد حاصل ہو گئی ہے۔ اکثر سابقین میں یہ امر مشترک ہوا کرتی ہے پیغمبروں نے اس کو بیان کیا ہے۔ (۲) قسم اصحاب [illegible] ہے۔ توفیق الٰہی سے وہ [illegible] ریاضتیں اور توجہات میں مشغول رہتے ہیں۔ جو ان کی طاقت بہیمی کو مغلوب کر دیتی ہیں۔ کمال عملی اور کمال علمی کے ذریعے حقانی امور ان کو حاصل ہوتے رہتے ہیں اپنے امور میں انکو پوری ہمت ہوا کرتی ہے۔ اس واسطے انکو خداوندی واقعات۔ راہنمائی اور اطلاع حاصل ہوتی رہتی ہے صوفیہ کرام کے طریقوں میں اکابر صوفیہ ایسے ہی ہوئے ہیں۔ تمام سابقین میں دو امر ضرور جمع ہوا کرتے ہیں (۱) وہ خدا کی جانب متوجہ ہونے اور بارگاہ خداوندی میں قربت پیدا کرنے میں نہایت درجہ اپنی طاقت صرف کرتے ہیں۔ (۲) ان کی فطرۃ نہایت قوی ہوا کرتی ہے۔ خود ملکات مقصودہ جو ان کے سامنے متمثل ہوا کرتے ہیں۔ وہ ان ملکات کے قالب اور تصویروں کو نہیں دیکھا کرتے۔ ان کو ان قالبوں کی ضرورت صرف ان ملکات کی تشریح کیلئے ہوا کرتی ہے۔ وہ قوالب ان ملکات کے لئے ذرائع ہوتے ہیں۔ سابقین میں سے ایک قسم مفردین کی ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ عالم غیب کی طرف متوجہ رہتے ہیں ذکر الٰہی ان کی تمام گرانیوں اور دقتوں کو دور کر دیا کرتا ہے۔ دوسری قسم صدیقین کی ہے۔ یہ امور حقہ کا اسقدر اتباع کرتی ہیں کہ تمام لوگوں سے ان کو امتیاز ہوا کرتا ہے۔ تیسرے شہدا یہ لوگ آدمیوں کی رہبری کے لئے معین ہوتے ہیں ملاء اعلیٰ کیطرح کافروں پر لعنت کرتے ہیں اور ایمان والوں سے خوش ہوتے ہیں۔ نیک امور کی ہدایت کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے رہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذریعہ سے اسلام کو غالب کرتے رہتے ہیں جب روز قیامت ہوگا۔ تو یہی کافرونسے خصومت کرنے کو مستعد ہونگے اور اُن کے کفر کی شہادت دینگے۔ یہ لوگ سفیر بعثت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں بمنزلہ اعضا کی ہوا کرتے ہیں تاکہ جو بعثت سے مقصود ہے وہ اُن کے ذریعہ سے تکمیل کو پہنچ جاوے۔ اسی جہت سے اُن کو اوروں سے افضل جاننا۔ اُن کی عزت و توقیر کرنا ضرور رہے۔ اور ایک قسم راسخین فی العلم کی ہے اُن میں ذکاوت اور ہوشمندی کامل ہوتی ہے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سراپا علم و حکمت کی باتیں سنتے ہیں تو سُنتے سُنتے اُن میں ایک استعداد پیدا ہوجاتی ہے اور کتاب الہی کے ٹھیک ٹھیک معانی سمجھنے میں وہ استعداد اُن کے باطن کی مدد کرتی رہتی ہے۔ اسی کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے۔ او فھما اعطیہ رجل مسلم (یا استنباط قرآنی کی طاقت جو مسلمان آدمی کو دیجاتی ہے) اور ایک قسم عباد کی ہے۔ یہ لوگ عبادت کے فواید کو برملا دیکھتے ہیں اُنکے نفوس عبادت کے انوار سے منور ہوجاتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں ایسا فہم حاصل ہوجاتا ہے جس سے وہ عبادات الہی نہایت بصیرت اور روشن ضمیری سے کیا کرتے ہیں اور ایک درجہ سابقین میں سے زہاد کا ہے اِن کو عالم معاد اور وہاں کے لذایذ کا کامل یقین ہوا کرتا ہے اُن لذایذ کے مقابلہ میں انکو دنیوی لذت نہایت حقیر معلوم ہوتی ہے۔ لوگ اُن کی نظر میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اونٹ کی مینگنیاں۔ اور انہیں سابقین میں سے بعض لوگ انبیا کی جانشینی کے قابل ہوا کرتے ہیں وہ صفت عدالت کے ساتھ موصوف ہیں کہ ہمیشہ خدا تعالی کی عبادت کرتے ہیں اور صفت عدالت کو احکام الہیہ میں صرف کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگوں میں حسن خلق کی صفت ہوا کرتی ہے ان میں نیاضی تواضع ظلم کرنیوالوں کو معافی کرا و صفات ہوتے ہیں اور ایک فرقہ سابقین میں یہ ہے۔ ان لوگوں کا جنمیں فرشتوں کی سی اوصاف ہوتے ہیں اُن کو فرشتوں سے اختلاط رہتا ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ بعض بعض صحابہ پر فرشتے سلام کیا کرتے تھے۔ اِن سابقین کے فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ میں ایک تو جبلی اور فطری استعداد ہوا کرتی ہے جو اپنے کمال کی خود متلاشی رہتی ہے۔ اور انبیا کی اطلاعوں سے اُن میں بیداری پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اور ایک استعداد کسبی ہوتی ہے۔ جو اپنا کمال حاصل کرنے کو شرائع کو قبول کرتی رہتی ہے مفہمین سے جو لوگ ہدایت کے لئے مبعوث نہیں ہوا کرتے۔ وہ بھی شرائع میں سابقین میں سے شمار کئے جاتے ہیں +

سابقین کے بعد اُس جماعت کا درجہ ہے جن کا اصحاب الیمین نام ہے۔ اصحاب الیمین کی بھی چند قسمیں ہیں۔ ایک قسم اُن لوگوں کی ہے جنکے قلوب سابقین کے درجہ سے بہت قریب ہیں انکو جبلی امور کی تکمیل کرنے کا موقع نہیں ملتا اس لئے وہ اعمال کی ارواح چھوڑ کر صرف اعمال کی صورتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ لیکن اُن ارواح سے اُن کو بالکل بیگانگی نہیں ہوتی۔ اور ایک قسم اصحاب جذب کی ہے اِن کے نفوس میں قوت ملکی ضعیف ہوا کرتی ہے اور بہیمی قوت غالب اور قوی ہوتی ہے اِس لئے سخت سخت ریاضتوں کی انکو توفیق ہوتی ہے۔ اس سے وہ علوم اُن کو حاصل ہوجاتے ہیں جو ملأ سافل کے لئے ہوسکتی ہیں کبھی اُن لوگوں کی بہیمی قوت بھی ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اُس وقت اُن میں فکر الہی ایک دلولہ پیدا کرتا ہے۔ اور اُن پر جزئی جزئی الہامات اور جزئی عبادت اور طہارت کا ترشح ہوتا ہے۔ اور ایک قسم ارباب اصطلاح کی ہے۔ انکی ملکی قوت نہایت ہی ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اِن لوگوں کی بہیمی طاقت اگر قوی ہوتی ہے تو سخت سخت ریاضتوں کا وہ اہتمام کرتے ہیں۔ اور اگر قوت بہیمی ضعیف ہوتی ہے تو ہمیشہ وظائف کے پابند رہتے ہیں۔ اِن تمام محنتوں سے اُن کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور کسی قسم کا انکشاف اُن کو نہیں ہوا کرتا۔ البتہ اعمال اور وہ صورتیں جو ملکات کے لئے لباس اور تصویر ہوتی ہیں۔ اُن کے نفوس میں راسخ ہوجاتی ہیں۔ اکثر لوگوں کے اعمال میں کامل اخلاص اور طبیعت

دعاوت کے میلانوں سے بالکل آزادی اور علیحدگی ہوا کرتی ہے۔ وہ نیک کام کرتے ہیں لیکن طبیعت کی رغبت اور ثواب کی اُمید انکی نیت میں شامل ہوا کرتی ہے۔ وہ نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ اُن کے خاندان میں نماز کا طریقہ جاری ہوا کرتا ہے۔ اور ثواب کی اُمید بھی انکو رہتی ہے۔ زنا اور شراب خواری میں کسی قدر انکو خدا کا خوف ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگوں کا۔ اسلئے وہ اِن سے اجتناب کرتے ہیں۔ یا یہ لوگ اپنی مرغوبات کے حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور لہو و دل لگی کی باتوں میں مال صرف نہیں کر سکتے تو ایسے لوگوں سے اس قسم کے اعمال اُسی صورت میں قابل قبول ہوتے ہیں۔ کہ خالص اخلاص کی صفت کی وجہ سے اُن کے دلوں کو تاب نہ ہو۔ اور نفس اعمال اُن کے نفوس سے سرزد ہوتے ہیں۔ نہ یہ وہ صرف کام کر لیتے ہیں۔ جن میں ملکات کی کسی قدر تشریح ہوا کرتی ہے۔ پیشتر زمانہ کی حکمت میں مندرج تھا کہ بعض صورت میں حیا نیک امر ہے اور بعض صورت میں حیا عاجزی اور ضعف سے ہوا کرتی ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحیاء خیر کلہ (حیا سب صورتوں میں عمدہ ہی چیز ہے) اس حدیث میں ہماری مذکورہ بالا تقریر پر تنبیہ کی گئی ہے ✦

اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن پر بعض بعض وقتوں میں قوت ملکی کی بجلی چمک جاتی ہے۔ خود اُن کا ملکہ راسخ نہیں ہوا کرتا۔ لیکن وہ ایسے نچلے سے بالکل ناواقف بھی نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جو خدا سے توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔ برائیوں پر اپنے نفسوں کو ملامت کرتے ہیں۔ یا تنہائی میں خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یا ضعف فطری کے سبب سے اُن کے دلوں میں بُرائی جم نہیں سکتی۔ اُن کا دل پرندوں کا سا ہوتا ہے۔ یا اُن کے مزاج میں کوئی شے قوت کی مخل عارض ہو جاتی ہے جیسی کسی کو شکم کی بیماری ہو۔ یا مصیبتوں میں گرفتار ہو۔ ایسے لوگوں کی خطاؤں کو اُن کی مصیبتیں دور کر دیا کرتی ہیں۔ اور حاصل یہ ہے کہ اصحاب یمین کو سابقین کے خصائل میں سے ایک تو حاصل ہوتی ہے لیکن ایک دوسری حاصل نہیں ہوتی ✦

اصحاب الیمین کے بعد اُن لوگوں کا درجہ ہے جن کا نام اصحاب الاعراف ہے۔ اِن کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جنکے مزاج صحیح اُن کی فطرت صاف و پاکیزہ ہوتی ہے لیکن اُن کو دعوۃ اسلام کی کچھ خبر نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر کسی قدر ہوتی بھی ہے۔ تو نہ اتنی کہ الزام حجت کے قابل ہو۔ یا اُس سے اُن کے دلوں کا شبہ دور ہو سکے۔ اِس واسطے ان لوگوں کو دینی ملکات اور مہلک اعمال میں انہماک نہیں ہوا کرتا۔ اور نہ بارگاہِ خداوندی کی جانب کسی قسم کی توجہ اُن کو ہوتی ہے۔ انکی اکثری حالت یہ ہوتی ہے کہ تدابیر دنیوی میں سرشار رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد ایک کورانہ حالت کی طرف وہ رجوع کرتے ہیں۔ جبتک کہ انکی بہیمی حالت بالکل ریزہ ریزہ نہیں ہو جاتی۔ وہ نہ ثواب کی حالت میں ہوتے ہیں نہ عذاب کی۔ البتہ بہیمیت کے آثار محو ہونے کے بعد ملکی طاقت کی درخشاں بجلیوں میں سے بعض بعض اُن پر چمکتی ہیں۔ اور دوسری قسم ایسے لوگوں کی وہ ہے۔ کہ اُن میں عقلی مادہ کم ہو۔ جیسے اکثر لڑکے۔ دیوانے۔ کاشتکار۔ غلام۔ وغیرہ وغیرہ ✦

بعض لوگ محض بے معنی ہوتے ہیں اگر رسوم کی پابندی اُن میں نہ ہو۔ تو وہ خود محض بے عقل رہجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں مسلمان ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ جتنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کالی لونڈی کے لئے کافی سمجھا تھا۔ اُس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ خدا کہاں ہے (این اللہ) اُس نے آسمان کیجانب اشارہ کیا۔ ایسے لوگوں کے

صرف یہی مقصد ہوتا ہے کہ کلمہ کی تفریق نہ ہو اور سب مسلمانوں کے ہمشکل رہیں +

جو لوگ رذائل عادات میں منہمک رہتے ہیں دربارگاہ خداوندی کی جانب نامناسب طریقہ سے اُن میں میلان ہوتا ہے تو یہ لوگ اصحاب جاہلیت ہوتے ہیں اور مختلف صورتوں سے اُن کو عذاب دیا جاتا ہے +

اصحاب اعراف کے بعد منافقین کا درجہ ہے ان کا نفاق عملی ہوتا ہے۔ ان منافقین کو کمال سعادت حاصل نہیں ہو اکرتی جس سے کمال مطلوب شبابت طور پر حاصل ہو اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ طبیعت کا پردہ ان پر پڑ جاتا ہے۔ رذائل جنکی وہ از خود رغبت ہوتے ہیں کمانے سے روکتی ہیں۔ کینہ وغیرہ میں محو ہوتے ہیں۔ اُن کے [illegible] ہوتا یا اُن لوگوں پر رسم کا پردہ غالب ہوتا ہے اس وجہ سے رسوم جاہلیت یا بھائی بندوں یا وطن [illegible] کرنے کی خواہش نہیں ہوتی۔ یا اُن پر سوء معرفت اور کج فہمی کا پردہ پڑا ہوتا ہے جیسے خدا کے ساتھ اوروں کو تشبیہ دینا [illegible] خاص صفات ہر شخص کے ساتھ اوروں کو شریک کرنے والے خدا کے امور میں شریک [illegible] کرنے والے جو قائل ہیں کہ اس کا [illegible] ہیں۔ یہ شرک ان صورتوں میں ہوتا ہے جنکو مذہب میں پوری تصحیح نہیں ہوتی۔ اور کچھ یہی پردہ اُن پر سے اُٹھایا نہیں جاتا اور بعض لوگ ضعیف المزاج اور ضعیف ہوا کرتے ہیں انکو خدا اور رسول سے محبت بھی ہوتی ہے تاہم وہ معاصی سے باز نہیں آتے اس شخص کا قصہ مشہور ہے جو شراب خور تھا اور خدا رسول سے اُس کو محبت بھی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی شہادت دی ہے +

اور ایک جماعت فاسقین کی ہے۔ ان لوگوں میں رذائل عادات کی نسبت [illegible] غلبہ ہوا کرتا ہے فاسقین میں سے بعض لوگوں میں بہیمی قوت زیادہ ہوتی ہے [illegible] اور بہائم کی خواہشوں [illegible] کرتے ہیں اور بعضوں کے مزاج فاسد اور ان کی بیہودہ ہوتی ہیں۔ وہ بمنزلہ اس بیمار کے ہوتے ہیں جسکو مٹی اچھی معلوم ہو روٹی کھانے کی عادت ہو جاتی ہے۔ ان سے شیطانی امور زد ہوتے رہتے ہیں +

فاسقین کے بعد درجہ کفار کا ہے۔ لوگ سرکش و متمرد ہوتے ہیں انکو تعلیمات [illegible] ہوتی ہیں اور احکام الٰہی کی تبلیغ بھی انکو کیجاتی ہے تاہم وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتے ہیں۔ یا ان [illegible] کی مخالفت کرتے ہیں جو انبیاء کو احکام پھیلانے میں خدا تعالٰے کو منظور رہیں اسلئے وہ خداوندی رستہ سے باز رہتے ہیں اور دنیوی زندگی پر قناعت کرتے ہیں دنیا کے ما بعد زندگی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ ایسے لوگ ابدی لعنت کے قابل ہیں وہ ہمیشہ مقید رہینگے۔ انہیں میں سے اہل جاہلیت ہیں اور منافق بھی ان میں ہی شامل ہے جو صرف زبان سے ایمان کا اظہار کرتا ہے اور اُس کے دل میں کفر خالص باقی رہتا ہے واللہ اعلم +

باب اس بیان میں کہ ایک ایسی مذہب کی ضرورت ہوا کرتی ہے جو اور مذاہب کا ناسخ ہو +

جتنے مذاہب روئے زمین پر موجود ہیں سب کی چھان بین کرو۔ ابواب سابق میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُسکے خلاف نہ ہوگا کوئی مذہب ایسا نہ ہوگا جس میں بانی مذہب کی صداقت کا اعتقاد اور اُس کی تعظیم دل میں نہ ہو۔ اُس کی نسبت سب کا یہی اعتقاد ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑا کامل اور بے نظیر ہوتا ہے۔ اس اعتقاد کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ عبادات میں لوگ اس کے استقلال کو دیکھتے ہیں خلاف معمول امور اُس سے ظاہر ہوتے ہیں اُسکی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ایسے ہی مذہب میں ایک حصہ حدود اور شرائع اور

تعزیرات کا ہوتا ہے جنکی بدون مذہب کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ ان کے بعد مذکورہ بالا امور میں آسانیاں بھی ہوتی ہیں ٭

ہر ایک قوم کا ایک طریقہ اور خاص شریعت ہوتی ہے جسمیں وہ اپنے بزرگوں کے عادات کا اتباع کرتے ہیں اپنی آئمہ دین اور حاملین مذہب کی روش کو پسند کرتے ہیں اسلئے اس مذہب کی بنیادیں نہایت مستحکم ہو جاتی ہیں حتے کہ اس مذہب کے پیرو اس کے لئے پشت و پناہ ہو جاتے ہیں اسکی حمایت میں جنگ آزمائیاں کرتے ہیں اپنی جانوں اور مالوں کو اسپر قربان کرتے ہیں یہ جانبازیاں نہایت مضبوط تدابیر اور پختہ مصلحتوں کی وجہ سے ہوا کرتے ہیں عوام لوگ انکے نتائج کو نہیں سمجھ سکتے ٭

اور جب ہر ایک فرقہ کا مذہب علیحدہ قرار پا جاتا ہے انکے طریقے معین ہو جاتے ہیں اور زبان سے سنان سے وہ ان کے حامی بنتے ہیں بعد ان میں اس وجہ سے ایک ناراستی اور بے اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے کہ جو شخص مذہب قائم کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ وہ اس کا سربراہ کار ہو جاتا ہے یا نئے نئے طریقے اس میں خلط ملط ہو جاتے ہیں یا حاملین دین اشاعت مذہب میں سست ہو جاتے ہیں۔ تو ان اسباب سے وہ لوگ مذہب کے اکثر معتبر اور مناسب کو چھوڑ بیٹھتے ہیں فلم یبق الا دمنة لم تتکلم من ام اوفی (یعنی صرف نشانات ہی نشانات ہیں جو ام اوفی کا کچھ حال نہیں بتاتے) اس وقت میں ہر ایک مذہب والا اپنے مخالف مذہب کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس کا انکار کرتے ہیں اس سے قتل و قتال کرتے ہیں تب ایک ایسے کامل رہنما اور امام کی ضرورت ہوتی ہے جو تمام مذاہب سے ایسا ہی معاملہ کرے جیسا کہ رو بادشاہوں سے خلیفہ معاملہ کرتا ہے اسکے متعلق تمام مذاہب کے خلط ملط ہونیکا قصہ دیکھو جسکو کتاب کلیلہ و دمنہ کے مترجم نے ذکر کیا ہے۔ مترجم نے قصد کیا تھا کہ ٹھیک بات کا اندازہ کرے۔ لیکن کچھ تھوڑا سا وہ اندازہ کر سکا۔ ایسا ہی مورخین نے زمانہ جاہلیت کے حالات اور ان کے مذاہب کی ابتری بیان کی ہے ٭

اس امام کو جو تمام فرقوں کو ایک مذہب پر جمع کرنا چاہتا ہے علاوہ اصول امامت مذکورہ کے اور اصول کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ (۱) یہ کہ وہ ایک حصہ کو پسندیدہ طریقہ کی طرف دعوت کرے۔ ان کے نفوس کا تزکیہ کرے ان کی حالت کو درست بنائے۔ پھر ان کو اپنے اعضاء بنائے۔ ان کو اپنے ساتھ لیکر تمام لوگوں سے جنگ کرے اور ان کی طاقتوں کو آفاق عالم میں متفرق کر دے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے "تم بہترین امت ہو۔ جو لوگوں کی تکمیل کے لئے پیدا کئے گئے کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ اس لئے کہ وہ خود تنہا بے تعداد فرقوں سے جہاد نہیں کر سکتا ہے۔ اس واسطے ضرورت ہے کہ اس کی شریعت کا مادہ وہی ہو۔ جو تمام معتدل اقالیم کے باشندوں کے لئے بمنزلہ قدرتی طریقہ کے ہے پھر امام کو ان علوم تدابیر پر نظر کرنی چاہئے جو اسکی قوم میں رائج ہوں۔ اوروں کی نسبت اپنی قوم کی مراعات حالات زیادہ کرنی چاہئے۔ جب اس قوم کی شریعت مقرر ہو جائے۔ تو تمام لوگوں کو اسکی پیروی پر آمادہ کرے۔ اس کا موقع نہیں ہوا کرتا۔ کہ ہر ایک قوم کی حالت اسی کو مفوض کر دیجائے یا ہر ایک زمانہ کے اماموں پر اسکو چھوڑ دیں۔ اس سے شریعت مقررہ بے سود ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ امام ہر ایک قوم کے علوم کا اندازہ کر کے ہر ایک کے لئے جدا شریعت قرار دے۔ سب کے عادات اور ان کے تمام ذاتی امور کا احاطہ کرنا۔ حالانکہ ان کے شہر اور مذاہب مختلف ہوتے ہیں ناممکن کے درجہ میں ہے۔ اور جب ایک شریعت کے نقل کرنے میں تمام ناقلین کو عاجزی پیش آتی ہے تو مختلف شرائع کی نسبت تم کیا خیال کر سکتے ہو۔ اور نیز اکثر یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ مدت دراز کے بعد اور فرقے مطیع ہوا کرتے ہیں جسکو لئے نبی کی عمر وفا نہیں کیا کرتی۔ موجودہ شرائع میں ہی دیکھلو یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں سے

اولاً سعد وے چند ہی بیان لائے تھے۔ پھر اُن کو غلبہ حال ہو گیا تھا۔ تو اِس سے زیادہ عمدہ اور آسان طریقہ نہیں ہے کہ شعائر حدود اور تدابیر میں اپنی ہی قوم کا لحاظ کرے جنکی طرف وہ مبعوث ہوا ہے۔ اور آیندہ فرقوں کے لئے بھی یہ امور باعث تنگی نہ ہوں انپر اسکو نظر ترحم چاہئے۔ اگلے لوگ تو اپنی دلی شہادت اور اپنے عادات کی رہنمائی سے اُس شریعت کو اختیار کرتے ہیں۔ اور پچھلے لوگ اسوجہ سے کہ آئمہ اور خلفا کی سیرتوں کو مرغوب جانکر اتباع کیا کرتے ہیں۔ ہر زمانہ میں قدیماً و حدیثاً ہر ایک قوم کا یہی شیوہ ہو گیا ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اکثر عمدہ ملک جن میں معتدل مزاجوں کی تولید ہوتی ہے دو بڑے شہنشاہوں کے تحت میں تھے (۱) کسرے ملک عراق یمن خراسان اور اِن کے متصل ملک اس کے زیر حکومت تھے۔ اور ماوراء النہر اور ہند کے بادشاہ بھی اسکو محکوم اور باجگذار تھے۔ ہر سال وہ کسرے کو خراج بھیجتے تھے۔ (۲) قیصر شام و روم اِن کے اطراف شاہان مصر و مغرب افریقہ سب اُسکے زیر فرمان اور باجگذار تھے۔ اسی وجہ سے اِن دونو شہنشاہوں کی طاقت کو متزلزل کر دینا۔ اور اُن کے ممالک پر قبضہ کر لینا گویا تمام روئے زمین پر قبضہ کر لینا تھا۔ اِن سلاطین کے عادات کا اثر جو آرام و آسائش کے متعلق تھیں تمام اُنکے ماتحت شہروں میں پھیل گیا تھا۔ اِس لئے اِن عادات کو تبدیل کرنا۔ اُن کو ایسے حرکات سے باز رکھنا گویا تمام مُلک کے لئے تنبیہ تھی حضرت عمر رضہ نے جب عجم کی لڑائیوں میں ہرمزان سے مشورہ لیا تھا۔ تو کسیقدر اِس حالت کا اُس نے ذکر کیا تھا +

اِن کے علاوہ اطراف دنیا جو اعتدال مزاجی سے دور تھے مصلحت کلی میں قابل لحاظ اور اعتبار نہ تھی۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک ترک و حبش نے تم کو اپنے حال پر چھوڑ رکھا ہے تم بھی اُنکو اپنے حال پر رکھو۔ اترکوا الترک ما ترکوکم ودعوا الحبشة ما ودعوکم +

حاصل یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے ارادہ کیا کہ مذہب کی کجی کو دور کرے اور لوگوں کی اصلاح کے لئے ایک ایسا فرقہ پیدا کرے جو لوگوں کو نیکیوں پر مامور کریں اور برائیوں سے روکیں اور لوگوں کی خراب رسموں کو بدلڈالیں تو ایسا انتظام اُس پر موقوف تھا کہ اِن دونو دولتوں کا زوال ہو جائے۔ اسکی آسانی کے لئے ضرور تھا کہ ان سلطنتوں کی حالت سے تعرض کیا جائے۔ اِن ہی کی حالتیں تمام عمدہ ملکوں میں سرایت کر گئیں تھیں۔ یا سرایت کرنے کے قریب تھیں۔ اسواسطے حضرت خداوندی نے مقدر کیا کہ یہ دونو طاقتیں تباہ ہو جائیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسرے ہلاک ہو گیا۔ اب کوئی کسرے اس کے بعد نہ ہو گا۔ اور قیصر ہلاک ہو گیا۔ اب کوئی قیصر اُس کے بعد نہ ہو گا۔ هلك كسرى فلا كسرى بعده وهلك قيصر فلا قيصر بعده اور خدا تعالیٰ نے مقدر کیا کہ تمام دنیا کی بیہودگی کو بذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عرب کی بیہودگی دور کرنے سے دور کر دیگا اور بذریعہ عرب کے اِن دونو سلطنتوں کی بیہودگی کو رفع کریگا اور پھر ان کے ذریعہ سے تمام عالم کو دروغ اور ناراستی سے صاف و پاک کر دے +

ایسے امام کا قاعدہ یہ بھی ہے کہ مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ خلافت عامہ کا بھی اہتمام اور انتظام کرتا ہے خلفاء انہیں لوگوں کو مقرر کرے جو اُس کے ہموطن اور خاندان کے ہوں جن کا نشو و نما انہیں عادات اور طریقوں پر ہوا ہے۔ اصل اور نقل میں بڑا فرق ہوا کرتا ہے۔ ليس التكحل في العينين كالكحل۔ ایسے لوگوں میں خاندانی حمیت اور غیرت کے ساتھ مذہبی حمیت بھی

ہوا کرتی ہے۔ انکی شان اور رتبہ کی بلندی صاحب مذہب کی بلندی درجہ کا باعث ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے امام خاندان قریش سے ہونے چاہئیں۔ الائمۃ من قریش۔ امام ہمیشہ خلفاء کو دین کے قائم کرنے اور شائع کرنے کی ہدایت کرتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم دین پر جب تک ہی باقی رہو گے کہ تمہارے امام تمہارے ساتھ ٹھیک رہینگے۔ بقاءکم علیہ ما استقامت بکم ائمتکم ۔

امام کا یہ فرض بھی ہونا چاہئے کہ اس اپنے مذہب کو سب مذاہب پر غالب کرے کسی شخص کو ایسا نہ چھوڑے جسپر دین غالب نہ ہو جائے خواہ اسمیں کسی کی عزت ہو یا ذلت اس وقت میں تین درجہ کے لوگ ہو جائینگے۔ (۱) وہ فرقہ جو ظاہراً اور باطناً مذہب کا مطیع ہوگا (۲) جو مجبوراً ظاہر میں اسکی اطاعت کریگا۔ اس سے مخالفت نہ کر سکیگا (۳) کافر خوار و ذلیل اس سے۔ وہ امام ذلیل ذلیل کام لیگا اور جیسے چارپائے کھیتی اور بوجھ اٹھانے کے کام میں آتے ہیں۔ ایسے ہی کھیت کاٹنے اناج نکالنے اور اور دستکاریوں کے اس سے کام لئے جائینگے۔ اور ذلیل سمجھ کر اس سے جزیہ وصول کیا جائیگا ۔

اور مذاہب پر غلبہ دین کے چند اسباب ہوا کرتے ہیں (۱) تمام مذہب کے شعار دین پر اپنے مذہب کے شعار کا اعلان اور اشاعت کرے۔ مذہبی شعار ایک امر ظاہر ہوا کرتا ہے اسی کی وجہ سے یہ مذہب والا اور مذاہب سے ممتاز ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ختنہ مسجدوں کی تعظیم۔ اذان۔ جمعہ۔ جماعت (۲) یہ کہ لوگوں کو ممانعت کر دے کہ اور مذاہب کے شعاروں کو ظاہر نہ کریں۔ برملا انکا استعمال نہ کریں۔ (۳) قصاص میں۔ دیتوں میں۔ نکاحوں میں۔ ریاستوں کے انتظام میں۔ کافروں کو مسلمانوں کی ہمسر نہیں کرنا چاہئے۔ تاکہ یہ امور ان کو ایمان پر مجبور کریں۔ (۴) یہ کہ لوگوں کو نیکی اور بدی کے اعمال ظاہری کی تکلیف دے سخت پابندی انکی کراوے اعمال کے اسرار اور ارواح کی زیادہ تصریح اُن کے سامنے نہ کیا کرے۔ اور شریعت کی کسی بات میں انکو خود مختار نہ کرے شرائع کے اسرار جو تفصیلی احکام کے ماخذ ہیں عام لوگوں سے مخفی رکھے۔ جو راسخ العلم ہوں وہی اُن کا پتہ لگا سکیں سو اسطے کہ اکثر مکلفین کی حالت یہ ہوا کرتی ہے۔ کہ وہ مصالح کو جب ہی معلوم کر سکتے ہیں کہ اُن مصالح کے قواعد منضبط کر دئے جائیں اور وہ بمنزلہ محسوسات کے ہو جائیں کہ ہر شخص انکو برتاؤ میں لا سکے۔ اگر کسی امر کے چھوڑنے کی انکو اجازت دیدی جائے یا یہ بتایا جائے کہ مقصود اصلی ان ظاہری اعمال کے سوا کوئی اور امر ہے تو ان کو خوض کرنے کے زیادہ موقع ملینگے۔ اور اُن کے اختلافات زیادہ ہو جائینگے۔ اور خدا تعالیٰ کی مراد ناتمام رہجائیگی واللہ اعلم ۔

اور چونکہ صرف تلوار سے غلبہ لوگوں کے شبہات اور حجابات کو بخوبی دور نہیں کر سکتا۔ اسکے بعد احتمال رہتا ہے کہ چند روز کے بعد پھر وہ لوگ کفریات پر عود کر جائیں۔ اسواسطے امام کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ عام لوگوں کے ذہن میں برہانی اور یقینی دلائل یا مفید مشہور امور سے ثابت کر دے کہ اور مذاہب اتباع کے قابل نہیں ہیں وہ کسی معصوم شخص سے منقول نہیں ہیں۔ یا وہ مذہبی قواعد پر منطبق نہیں ہیں۔ یا اُن میں تحریف اور تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ اور بیموقع امور اُن میں قرار دئے گئے ہیں۔ علی رؤس الاشہاد۔ ان سب امور کی تشریح اور تصحیح کر دیجائے اور دین محکم کے مرجحات کو صاف صاف بیان کر دے کہ یہ دین آسان اور صاف ہے اسکے حدود واضح ہیں جنکی خوبیاں عقل خوب معلوم کر سکتی ہے جو امر اس میں مشتبہ ہو وہ بالکل صاف ہے ان لیلھا نہارھا۔ اِس کے طریقے عام لوگوں کو زیادہ نافع ہیں اور انبیاء سابقین کی سیرت سے جو امور باقی ہیں اُن سے یہ

زیادہ مشابہ ہے بہرحال ایسے ہی ایسے تفاصیل ہونے چاہئیں۔ واللہ اعلم +

باب ۸ - مذہب کو اس طرح پختہ کرنا کہ اُس میں تحریف اور رد و بدل نہ ہو سکے

اُس شخص کو جسکے ہاتھ میں نہایت بڑا انتظام ہو۔ اور وہ خدا کی جانب سے ایک ایسا مذہب لایا ہو۔ جو تمام مذاہب کا ناسخ ہو۔ نہایت ضرور ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اس طرح پختہ کرے کہ کسی قسم کی تحریف کا وہاں تک گذر نہو سکے۔ ایسے مذہب میں متفرق جماعتیں شامل ہوتی ہیں انکی استعدادیں اور اغراض مختلف ہوا کرتے ہیں اسلیے وہ لوگ ہوائے نفس یا اُس مذہب کی الفت سے جس میں وہ پہلے رہ چکے ہیں۔ یا اپنے فہم کی کوتاہی سے کسی شے کو وہ سمجھ لیتے ہیں اور اُس کی اکثر مصلحتیں انکو معلوم نہیں ہوتیں مذہب کے منصوص مسائل میں فروگذاشت کرتے ہیں یا جو چیزیں اُس مذہب میں شامل نہیں ہوتیں اُن کو مندرج کر دیا کرتے ہیں۔ اس لئے اُس مذہب میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ گذشتہ مذاہب کا یہی حال ہوا۔ چونکہ خرابیوں کے طریقے تمامہا معلوم نہیں ہو سکتے اور حصر میں نہیں آسکتے۔ اور اُن کی تعیین نہیں ہو سکتی۔ و ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ یہ ضرور ہے کہ اجمالی طور پر تحریف کے اسباب سے اُن کو خوب متنبہ کر دے۔ اُن مسائل کو متعین کرے۔ جو ظن و تخمین سے ایسی ابتری کے باعث ہوتے ہیں۔ یا اُن میں سستی اور تحریف کرنا لوگوں میں ایک استمراری بیماری ہوا کرتی ہے ایسے ایسے رخنوں کو نہایت اہتمام سے بند کر دینا چاہئے +

منجملہ اسباب تحریف کے ایک سستی ہے۔ اور اِس سستی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ حواریوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ جو نمازوں کو تباہ کرتے ہیں۔ اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں انکو درس و تدریس یا عمل کے ذریعہ سے مذہب کے پھیلانے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ نہ وہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم کرتے ہیں۔ نہ برائی سے اُن کو روکتے ہیں۔ اِس وجہ سے بہت جلد مذہب کے بالکل خلاف رسمیں قائم ہو جاتی ہیں۔ اور طبائع کا رخ اُن امور کیطرف ہو جاتا ہے جو شریعتوں کے خلاف ہوا کرتے ہیں۔ انکے بعد اور ناخلف ایسے ہی پیدا ہوتے ہیں یا اور بھی زیادہ کاہل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ علم مذہب کا بڑا حصہ نسیاً منسیا ہو جاتا ہے۔ اور لوگوں کے حق میں نہایت ضرر رساں اور باعث فساد بزرگانِ قوم و مذہب کی سستی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا مذہب بالکل نیست و نابود ہو گیا۔ اب کوئی ایسا شخص نہیں جو ٹھیک ٹھیک اُن مذاہب کا واقف ہو +

سستی کے باعث چند امور ہوا کرتے ہیں (۱) یہ کہ صاحب مذہب کے مذہبی امور کے نقل کرنے میں اور اُن پر عمل کرنے میں سستی کیجائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ اس کا احتمال ہے کہ بعض آدمی اپنی مسند پر سیر اور بے فکر ہونگے۔ اور لوگوں سے کہینگے۔ اس قرآن کو مضبوطی سے لو۔ پس جو چیزیں تم قرآن میں حلال پاؤ۔ اُن کو حلال سمجھنا اور جو حرام پاؤ اُن کو حرام سمجھنا۔ اور جن چیزوں کو پیغمبر خدا نے حرام کیا ہے۔ وہ ایسی ہی حرام ہیں جیسی خدا نے حرام کیں ہیں۔

"الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ماحرم رسول اللہ کما حرم اللہ" اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا تعالی لوگوں سے علم کو اس طرح نہ دور کریگا کہ لوگوں میں وہ نہ رہے بلکہ علماء کی نہ ہونے سے اس میں کمی ہو جائیگی جبکہ کوئی عالم ہی باقی نہ رہیگا۔ تب لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لینگے۔ اُن سے مسائل دریافت کئے جائینگے بے علمی سے وہ اُنکا

جواب دینگے۔ اسلئے خود بھی گمراہ ہونگے اور اور لوگوں کو بھی گمراہ کرینگے +

(۲) سبب تہاون اور سستی بیہودہ اغراض ہوتے ہیں جن سے لوگ جھوٹی تاویلیں کیا کرتے ہیں۔ لوگ بادشاہوں کی خوشامد سے اُن کی خواہشیں پورا کرنے کے لئے ایسا کیا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو لوگ کتاب الٰہی کے احکام کو جو منزل من اللہ ہیں چھپاتے ہیں اور اُنکے عوض میں کچھ قیمت لیلیتے ہیں وہ اپنے شکموں میں آگ کو کھلاتے ہیں۔ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب ویشترون بہ ثمنا قلیلا۔ اولٓئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار +

(۳) سبب یہ ہے کہ لوگوں میں برائیاں پھیلجاتی ہیں اور علما اُن سے لوگوں کو باز نہیں رکھتے +

فلولا کان من القرون من قبلکم اولو بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض الا قلیلا ممن انجینا منھم واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیہ وکانوا مجرمین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوگئے۔ تو علمانے اُن کو پہلے روکا ایک دفعہ آگئے تب علما بھی خود اُن کی مجلسوں میں مشرابی ہونے لگے۔ اور اُن کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوگئے۔ تب وہ خلط ملط ہوگئے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے خدا نے اُن پر لعنت ظاہر کی اُن کی سرکشی کرنے سے ایسا ہوا۔ وہ حد سے بڑھ گئے تھے +

اور تحریف کے اسباب میں سے ایک تعمق ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ شارع کسی شے کا حکم کرتا ہے اور کسی چیز سے ممانعت کرتا ہے۔ اور اُس کی اُمت کا کوئی شخص اُس کو سنکر اپنے ذہن کے موافق اُس کو سمجھتا ہے۔ اور اُسی حکم کو وہ اُن امور میں بھی تجویز کرتا ہے۔ جو کسی وجہ سے اُس اصلی حکم کے مشابہ ہوا کرتے ہیں۔ یا اُس میں اُس حکم شرعی کی علت کے بعض اجزا پائے جایا کرتے ہیں۔ یا جو حکم شارع نے قرار دیا تھا۔ یہ شخص اُسی حکم کو اُس شے کے اجزا میں یا اُس کے محتمل مواقع یا اُس کے اسباب میں بھی تجویز کرتا ہے۔ روایتوں کے تعارض سے جب اُس کو کسی امر میں شبہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ نہایت اشد کام کا پابند ہوتا ہے۔ اُسی کو واجب قرار دیتا ہے۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال کو عبادت پر محمول کرتا ہے حالانکہ حق بات یہ ہے کہ آپ نے بہت سے امور کو عادۃً کیا تھا اس واسطے ان امور عادیہ میں بھی اُس کا بھی خیال ہوتا ہے۔ کہ امر و نہی اُن میں جاری ہے۔ اور وہ صاف صاف کہتا ہے۔ کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے۔ اس چیز سے منع کیا ہے مثلاً شارع نے روزہ کو نفس کے مغلوب کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور عورتوں کی ہمبستری کو اُس میں منع کردیا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو گمان ہوا۔ کہ سحر کا کھانا خلافِ مشروع اور ناجائز ہے۔ اس لئے کہ وہ نفس کی مغلوبیت کے خلاف ہے اور یہ بھی بعض لوگوں نے گمان کیا۔ کہ اپنی بیوی کا بوسہ لینا بھی روزہ میں حرام ہے۔ بوسہ لینا ہمبستری کے اسباب میں سے ہے جیسے ہمبستری سے نفس کی رغبت پوری ہوتی ہے۔ ایسے ہی اُس سے بھی پوری ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی خرابی بیان فرمادی کہ یہ دین میں تحریف ہے +

اور اسباب تحریف سے تشدد ہے یعنی جن شاق امور کا شارع نے حکم نہیں دیا ہے۔ اُن کی پابندی کیجاے۔ ہمیشہ روزہ رکھنا۔ ہر وقت نماز پڑھنا۔ دنیا سے آزادی اور شادی نہ کرنا۔ یہ سب امور ایسے ہی ہیں۔ واجبات دین کی مانند مستحبات اور سنن کی پابندی کرنا حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عثمان بن مظعون نے جب نہایت سخت سخت عبادات کی پابندی کا قصد کیا تو آنحضرت

نے اُن کو منع فرمایا کہ جس نے مذہبی امور میں زیادہ تعمق کیا ہے دین اُس پر غالب آگیا ہے۔ لن یشاد الدین احد الا غلبہ
جب ایسا سخت پابند آدمی کسی فرقہ کا رہبر اور پیشوا ہوتا ہے۔ تو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ شرع کا حکم و شارع کی مرضی سے ہے یہود و نصاریٰ کے راہبوں میں یہی بیماری تھی +

اسباب تحریف سے استحسان بھی ہے یعنی جب کوئی شخص دیکھتا ہے۔ کہ شارع ہر ایک حکم کے لئے موقع اور محل تجویز کرتا ہے اور تشریعی کو منضبط کرتا ہے۔ تب امور شرعی کے بعض بعض اسرار معلوم کر کے لوگوں کے لئے اپنے فہم کے موافق مصلحتیں قرار دیتا ہے۔ مثلاً جب یہودیوں نے دیکھا۔ کہ شارع نے حدود کو اس واسطے مقرر کیا ہے کہ لوگوں کی صلاح ہو جاوے۔ اور وہ معاصی سے اجتناب کریں۔ اور پھر اُنہوں نے خیال کیا۔ کہ رجم سے اختلاف اور جنگ و جدال پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے فساد کا اور زیادہ اندیشہ ہے۔ اِس لئے اُنہوں نے رجم میں مُنہ سیاہ کرنا اور تازیانے مارنا اختیار کر لیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف بیان فرمادیا۔ کہ یہ مذہب میں تحریف ہے اور توریت کے حکم منصوص کے یہ بالکل مخالف ہے حضرت ابن سیرین سے منقول ہے کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا ہے۔ اور آفتاب و چاند کی پرستش قیاسوں سے ہی ہوئی ہے۔ اور حضرت حسن رضہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے یہ آیت پڑھی خلقتنی من نار وخلقتہ من طین (مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے) یہ آیت پڑھ کر اُنہوں نے کہا۔ ابلیس نے یہ قیاس کیا تھا۔ اور سب سے پہلے قیاس ابلیس ہی نے کیا تھا۔ اور امام شعبی سے منقول ہے کہ اگر تم قیاسوں پر عملد رآمد کروگے تو حلال کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال کر لوگے +

اور حضرت معاذ ابن جبل سے منقول ہے کہ قرآن لوگوں کے سامنے کھولا جائیگا۔ اُس کو عورت بچہ آدمی سب پڑھینگے تب وہ آدمی کہیگا کہ میں نے قرآن پڑھا۔ لیکن کسی نے میری پیروی نہیں کی۔ واللہ میں لوگوں میں کھڑے ہو کر قرآن کو پڑھونگا وہ لوگوں میں رہکر اور کھڑے ہو کر بھی قرآن کو پڑھیگا۔ تب بھی کوئی اُس کی پیروی نہ کریگا۔ اور وہ یہی کہیگا کہ آدمیوں میں بھی قرآن کو پڑھا۔ اب بھی کسی نے پیروی نہ کی۔ اب میں مسجد میں ایک حجرہ بناؤنگا شاید کوئی میری پیروی کرے۔ وہ ایسا ہی کریگا اور یہی کہیگا کہ مَیں نے خود بھی قرآن پڑھا۔ لوگوں میں قیام کر کے بھی پڑھا مسجد میں حجرہ بنا کر بھی پڑھا لیکن کوئی پیرو نہ ہوا۔ اب کوئی ایسی بات لوگوں سے کہوں جو کلام الٰہی میں اُن کو نہ ملے۔ اور نہ پیغمبر خدا سے اُنہوں نے اُس کو سُنا ہو۔ اِس سے شاید کوئی میرا اتباع کرے۔ پس اے لوگو تم ایسی باتوں سے بچیو جن کو یہ شخص بیان کرے۔ یہ چیزیں جن کو وہ بیان کریگا سراپا گمراہ ہی ہونگے۔ حضرت عمر سے روایت ہے اسلام کو عالم کی غلطی منافق کا کتاب الٰہی کے سامنے جھگڑنا گمراہ اماموں کا حکم کو زائل کر دیتا ہے"۔ اِن سب امور سے وہی مراد ہیں۔ جو کتاب الٰہی و حدیث رسالت پناہی سے مستنبط نہ ہوں +

اور اسباب تحریف سے اجماع کی پیروی ہے یعنی حاملین دین کا ایک فرقہ جن کی نسبت عام لوگوں کا یہ گمان ہے کہ اِن کی رائے اکثر یا ہمیشہ درست ہوا کرتی ہے۔ کسی امر پر اتفاق کرے۔ اور اس اتفاق سے یہ خیال کیا جائے کہ ثبوت حکم کے لئے یہ اتفاق قطعی دلیل ہے۔ اِس خیال کی قرآن و حدیث میں کچھ اصل نہیں ہے۔ یہ اجماع اُس اجماع کے علاوہ ہے جس پر اُمت کا اتفاق ہے۔ لوگ سب اُس اجماع پر متفق ہیں جس کی سند قرآن و حدیث میں ہو۔ یا اُن دونوں میں سے کسی کسی سے

مستنبط ہو لیکن لوگوں نے اُس اجماع کو تسلیم نہیں کیا جس کی سند قرآن و حدیث میں ہو۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب کفار سے
کہا جاتا ہے۔ کہ اُن چیزوں پر ایمان لے آؤ۔ جو خدا تعالےٰ نے نازل کی ہیں۔ تو وہ یہی جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم تو اُنہیں باتوں
کی پیروی کرینگے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ الی آخرہ۔ واذا قیل لھم اٰمنوا بما انزل اللہ قالوا
بل نتبع ما الفینا علیہ اٰباءنا۔ یہودی حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار
میں بھی دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ ہمارے بزرگوں نے اُن کے حالات کی چھان بین کی لیکن انبیاء کے شرائط اُن میں
نہیں پائے۔ عیسائیوں کے بُہت سے شرائع توریت و انجیل کے بالکل مخالف ہیں۔ اُن کے بزرگوں کا صرف اتفاق
ہی اُن کی دلیل ہے ؛

اور اسباب تحریف سے غیر معصوم کی تقلید ہے۔ یعنی نبی کے علاوہ جس کی عصمت ثابت نہیں ہوتی ہے کسی اور کا اتباع
کرنا۔ اِس تقلید کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں علماء اُمت میں سے کوئی عالم اجتہاد کرے اور اِس عالم کے پیرو یہ خیال
کریں۔ کہ یہ اجتہاد بالکل صحیح ہے اور اُس کے مقابلہ میں حدیث صحیح کو بھی رد کر دیں۔ اِس قسم کی تقلید اُس تقلید کے مخالف ہے
جس پر اُمت مرحومہ نے اتفاق کیا ہے۔ اِس لئے کہ سب کا اتفاق ہے کہ مجتہدین کی تقلید جائز ہے۔ لیکن اس کے ساتھ
یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے۔ اور صواب بھی۔ اور ہر مسئلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منصوص
حکم پر نظر رکھنی چاہیئے۔ اس کا پورا عزم چاہیئے۔ کہ جب امر تقلیدی کے خلاف کوئی حدیث صحیح ظاہر ہو۔ تو تقلید کو ترک کر کے
حدیث کا اتباع کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس آیت کے متعلق کہ اتخذوا احبارھم و رھبانھم
اربابا من دون اللہ (یہود نے اپنے عالموں اور راہبوں کو بجز خدا کے اور لوگوں کو اپنا رب قرار دیا) فرمایا ہے کہ یہودی
اِن علماء اور راہبوں کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اُن کے نبی جس چیز کو جائز کر دیتے تھے وہ اُسی کو جائز سمجھتے تھے
اور جس چیز کو حرام بتاتے تھے وہ اُسی کو حرام کر لیتے تھے ؛

اسباب تحریف میں سے ایک مذہب کو دوسرے کیساتھ ایسا خلط ملط کر دینا بھی ہے کہ ایک کی دوسرے سے کچھ تمیز نہ رہے
اِس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی مذہب کا پابند ہوا کرتا ہے۔ تو اُس کا دلی تعلق اُس مذہب کے علوم سے
رہا کرتا ہے۔ جب یہ شخص مذہب اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ تب بھی اُس کا میلان دلی اُنہیں اُمور کی جانب باقی رہتا ہے
جن کے ساتھ وہ پہلے سے مالوف تھا۔ اِس واسطے وہ متلاشی رہتا ہے۔ کہ اِس مذہب میں اُس کی کوئی وجہ ملجائے اگرچہ ضعیف
یا موضوع ہی وہ وجہ کیوں نہ ہو۔ اکثر وہ حدیث کی وضع کو یا روایت وضعی کو اسی لئے تجویز کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ اعتدال رہا کیا۔ یہاں تک کہ اُن میں مخلوط النسل لوگ اور قیدیوں کی اولاد پیدا ہوئی
تب اُنہوں نے اپنی رائے کو مذہب میں دخل دیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور آوروں کو بھی گمراہ کیا۔ ایسے ہی ہمارے مذہب اسلام
میں بھی بنی اسرائیل کے علوم خطبائی جاہلیت کے تذکرے۔ یونانیوں کا فلسفہ۔ بابلیوں کی دعوات۔ پارسیوں کی تاریخ اور
علم نجوم و رمل اور علم کلام مخلوط ہو گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ کی حضور میں توریت کا ایک نسخہ پڑھا گیا
تو آپ غصہ ہوئے۔ اور جو شخص حضرت دانیال کی کتابیں تلاش کرتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کو مارا۔ واللہ اعلم ؛

باب ۲۷ ہمارے مذہب اور یہودیت و نصرانیت کے مختلف ہوجانیکے اسباب میں

جاننا چاہئے کہ جب خدا تعالیٰ پیغمبر کو کسی قوم میں مبعوث کرتا ہے۔ تو پیغمبر اپنی زبان میں اُن لوگوں کے لئے مذہب قائم کرتا ہے اُس میں کسی قسم کی کجی اور غوایت باقی نہیں رکھتا۔ اُس کے بعد اُس مذہب کی روایتیں منتقل ہو کر اُس پیغمبر کے حواریوں کو پہنچتی ہیں اور یہ حواری ایک مدت تک مناسب حالت میں اُن علوم نبوت کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن اِن حواریوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوتے ہیں جو اُن امور میں تغیر و تبدل کر ڈالتے ہیں۔ اور اُن میں سستی اور بے پروائی کرتے ہیں اس لئے اب وہ مذہب محض حق نہیں رہتا بلکہ اُس میں جھوٹ اور سچ ملا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نبی جس کو خدا نے اُس کی اُمت میں بھیجا ہو۔ ایسا نہیں ہوا۔ کہ اُس کے حواری اور اصحاب نہ ہوں پیغمبر کے طریقے کو اختیار کرنے والے اور اُس کے احکام کی تعمیل کرنے والے۔ لیکن ان حواریوں کے بعد ایسے ناخلف جانشین ہوتے ہیں جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں حکم کے خلاف اُن کے اعمال ہوتے ہیں ؀

اِن باطل امور میں جو مذہب میں مخلوط ہو جاتے ہیں۔ ایک حصہ تو شرک جلی اور صریح تحریف کا ہوا کرتا ہے۔ ایسا حصہ عبارت میں مواخذہ کے قابل کرتا ہے۔ اور ایک حصہ شرک خفی اور مخفی تحریف کا ہوتا ہے اِس پر مواخذہ جب ہی کیا جاتا ہے کہ پیغمبر کی بعثت ہو۔ پیغمبر ہر ایک شئے کی دلیل تو ہی اُن کے سامنے پیش کرتا ہے اور ہر ایک شبہ قطع کر دیتا ہے لیحیی من حیّ عن بینة ویهلك من هلك عن بینة جب پیغمبر لوگوں میں مبعوث ہوتا ہے! تو ہر شئے کو اپنی اصلی حالت پر پھیر لاتا ہے۔ پہلے مذہب کے شرائع میں غور کرتا ہے اُن میں جو امور شعائر الٰہیہ کے متعلق ہوتے ہیں۔ اُن میں شرک کی کسی قسم کی آمیزش نہیں ہوا کرتی۔ یا جو طریقے عبادات اور تدابیر دنیوی کے متعلق اور مذہبی قوانین کے موافق ہوتے ہیں اُن سب کو وہ باقی رکھتا ہے۔ اور جو نابود ہو جاتے ہیں اُن کا مہتم بالشان ہونا بتا دیا جاتا ہے اور ہر شئے کے ارکان اور اسباب مقرر کر دئے جاتے ہیں۔ اور جن جن امور میں تحریف اور سستی ہوا کرتی ہے۔ وہ دُور کر دیجاتی ہیں۔ اور بیان کر دیا جاتا ہے کہ یہ باتیں مذہب کی نہیں ہیں۔ اور جو احکام اُس زمانہ کی مصلحتوں پر مبنی تھے اور اب عادات کے اختلاف سے اُن مصلحتوں کا احتمال نہیں رہتا ہے۔ اِس واسطے پیغمبر اُن احکام کو بدل دیا کرتا ہے شرع میں مقصود اصلی مصلحتیں ہی ہیں جیسے موقع ہوتے ہیں ویسی ہی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک وقت میں کسی مصلحت کا احتمال ہوا کرتا ہے۔ لیکن دوسرے وقت میں اُس مصلحت کا موقع نہیں ہوا کرتا مثلاً اصل میں بخار کا سبب خلطوں کا ہیجان ہوا کرتا ہے طبیب کو اسی کا گمان ہوا کرتا ہے۔ اور اسی کی طرف وہ بخار کو منسوب کرتا ہے۔ کہ آفتاب میں چلنے یا سخت حرکت کرنے یا فلاں غذا کھانے سے بخار آیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اِن اشیاء سے بخار نہ آیا ہو۔ اُس وقت میں سب احکام بدل سکتے ہیں۔ اور لوگوں کے اعمال اور عادات کے متعلق اور اُن کی علمی اور نفسانی حالت کے متعلق ملاء اعلیٰ کا جس پر اتفاق اور اجماع ہو گیا ہو وہ امور نبی اور زیادہ کر دیا کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو پیغمبر پہلے گذرے ہیں۔ وہ چند باتیں اضافہ کر دیا کرتے تھے کچھ کم نہیں کیا کرتے تھے۔ اور بہت ہی کم تبدیلی کرتے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے مذہب پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چند عبادتیں

اور اعمال فطری و ختنہ کو بڑھا دیا غرض اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملت ابراہیمی پر چند امور اور زیادہ کر دیئے۔
اونٹوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔ اور سبت کے دن کو ضروری ٹھیرا دیا۔ اور زانی کے لئے سنگساری زیادہ کر دی ایسے
بعض اور امور تھے۔ دقائق شریعت میں غوص کرنے والا جب اس بادنیٰ نقصان اور تبدیلی کی چھان بین کریگا۔ تو اُسکو وہ کئی وجوہ
میں پائیگا۔ (۱) یہودی مذہب احبار اور رہبانوں کے ہاتھ میں تھا اور اُنہوں نے مذکورہ بالا طریقوں سے بالکل اُسکو ردوبدل
کر دیا تھا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوئے تو آپ نے ہر چیز کو اصلی حالت کے موافق کر دیا۔ اس واسطے شریعت محمدیہ
اُس یہودیت کی مخالف ہوگئی۔ جو یہودیوں کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہودی اس سے کہنے لگے۔ کہ اس شریعت میں کمی بادنیٰ
اور تبدیلی ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کوئی تبدیلی نہ تھی۔ (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں ایک دوسری بعثت شامل
تھی ایک تو آپ بنی اسمٰعیل کی طرف مبعوث ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا ہی نے اُمیوں کے لئے اُن میں ہی سے ایک شخص
کو پیدا کیا هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم اور فرماتا ہے تاکہ تو اُن لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادا
نہیں ڈرائے گئے تھے۔ اسی لئے وہ غفلت میں ہیں۔ لتنذر قوما ما انذر اباءھم فھم غفلون۔ اس بعثت کا
مقتضا یہی تھا کہ شریعت محمدیہ کا مادہ وہی شعائر اور عبادات کے طریقے اور تدابیر دنیوی کے اصول ہوں جو بنی اسمٰعیل کے
پاس موجود تھے۔ اس لئے کہ شرع میں صرف اُن امور کی درستی ہوجایا کرتی ہے۔ جو لوگوں کے پاس ہوا کرتے ہیں۔
اُن کو اُن امور کی تکلیف نہیں دیجاتی جن سے وہ محض ناواقف ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے قرآن عربی زبان میں نازل
کیا ہے۔ شاید تم اُس کو سمجھو۔ قرانا عربیا لعلکم تعقلون۔ اور خدا فرماتا ہے اگر ہم قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے
تو لوگ کہتے اس کی آیتیں جدا جدا مفصل کیوں نہ کی گئیں کیا یہ عجمی بھی ہے اور عربی بھی۔ ولو جعلنه قرانا اعجمیا لقالوا
لولا فصلت اٰیتہ ءاعجمی وعربی۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے جو نبی بھیجا ہے اُسی کی قوم کی زبان والا بھیجا ہے۔
وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه۔ دوسری بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم کی طرف تھی۔ اُس میں
عموماً علوم و تدابیر بھی مندرج تھے جو تمدن سے متعلق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خدا نے تمام قوموں پر لعنت
کی اور اُن کی دولت عجم اور روم۔ کے استیصال کو اُس نے مقدر کیا اور حکم کیا کہ تمدن کے اصلاحات منتظم ہوں۔ اس واسطے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے درجہ اور غلبہ کو مقصود الامر کے حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ اور اُن سلاطین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو
عطا کیں۔ اس کمالیت اور تمامیت کی وجہ سے علاوہ احکام توریت کے اور احکام بھی آپ کو حاصل ہوئے خراج۔ جزیہ۔ مجاہدات اسباب
تحریف سے احتیاط وغیرہ اور اس کے اسی قسم کے احکام ہیں*

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت زمانہ فترت میں ہوئی۔ اُس وقت تمام مذاہب حقہ محو ہو گئے تھے۔ اُن میں تحریف
و تبدیل ہوگئی تھی۔ لوگوں کو تعصب اور اصرار نے دبا لیا تھا۔ جب تک اُن عادات کی سخت مخالفت نہ کی جاتی وہ کسی طرح اپنے
طریقۂ باطل اور عادات جاہلیت کو ترک نہیں کرسکتے تھے۔ ان وقتوں سے بھی اختلافات اور شورشیں زیادہ ہوگئیں تھیں۔

واللہ اعلم

باب ۳۷ اسباب نسخ میں

نسخ کے باب میں یہ آیت ہے۔ "ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے نہ اُس کو بھلاتے ہیں۔ مگر اس کے بدلہ میں اس سے بھی بہتر یا ویسی ہی لاتے ہیں۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ جاننا چاہئے کہ نسخ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم امور نافع اور عبادات کے طریقوں میں غور کرکے شریعت کے قوانین کے ڈھنگ پر اُن کو کردیتے ہیں۔ ایسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے ہوا کرتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اس حکم واجتہاد کو باقی نہیں رکھتا بلکہ اس علم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کردیتا ہے جو خدا نے اس مسئلہ کے متعلق قرار دیا ہے۔ اس حکم کا اظہار یا یوں ہوتا ہے کہ قرآن میں وہ وارد کیا جائے۔ یا اس طرح پر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد ہی میں تبدیلی ہو جائے۔ اور دوسرا اجتہاد آپ کے ذہن میں قرار پا جائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر قرآن میں اس حکم کی منسوخی نازل ہوئی۔ اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بجز چھاگل کے ہر برتن میں نبیذ بنانے سے ممانعت کردی تھی۔ پھر ہر ایک برتن میں نبیذ بنانا لوگوں کیلئے جائز کردیا۔ اور فرمایا نشہ کی کوئی چیز مت پیو۔ لا تشربو مسکرا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے دیکھا کہ نشہ پیدا ہونا ایک مخفی امر ہے۔ اس لئے اس کی علامت ظاہری بتادی کہ اُن برتنوں میں نبیذ نہ بنائی جائے۔ جن میں مسامات نہیں ہوتے۔ مثلاً مٹی یا لکڑی کے برتن یا جو کدو سے بنالیے جاتے ہیں۔ ان برتنوں میں وہ چیز بہت جلد مسکر ہو جاتی ہے جس کی نبیذ بنائی جائے۔ اور چھاگل میں نبیذ بنانے کو آپ نے خیال فرمایا کہ تین روز تک اُس سے نشہ نہیں آتا ہے پھر آپ کے اجتہاد میں تبدیلی ہوگئی اور نشہ آور ہونے کو آپ نے حرمت کا مدار ٹھیرایا۔ نشہ آور ہونا کسی چیز کا جوش کرنے جھاگ لانے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور اُس چیز کو جو لوازم سُکر سے ہو۔ یا اُس میں شئے مسکر کے صفات پائے جائیں۔ موقع اور مظنہ اسکار کا قرار دینا کسی امر اجنبی کے موقع اسکار کا قرار دینے سے بہتر ہے۔ اور ایک اور توجیہ اس اجتہاد کی تبدیلی کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ لوگ نشہ آور چیزوں کے نہایت ہی شائق ہیں اگر صرف مسکر سے ہی ممانعت کردی جائے تو اس کا احتمال ہے کہ کوئی شخص نشہ آور چیز کو پی لے اور یہ عذر کرنے لگے کہ میں نے خیال کیا تھا کہ وہ مسکر نہیں ہے یا مجھے اسکار کی ٹھیک ٹھیک علامتیں معلوم نہ تھیں۔ اور نیز اُس زمانہ میں لوگوں کے برتن نشہ کی چیزوں سے آلودہ ہو رہے تھے۔ ایسے برتنوں میں جو نبیذ طیار کی جاتی ہے۔ اُس میں فوراً نشہ آجاتا ہے لیکن جب اسلام قوی ہوگیا۔ اور اطمینان سے لوگوں نے نشہ کی چیزوں کو ترک کردیا۔ اور نہ وہ آلودہ برتن باقی رہے تب نشہ آور ہونے کو مدار علیہ حرمت آپ نے قرار دیا۔ اس توجیہ کے لحاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ موقعوں کے بدلنے سے حکم بدل جایا کرتا ہے۔ اسی قسم کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ میرا کلام کلام الٰہی کو نسخ نہیں کرسکتا اور کلام الٰہی میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے۔ اور کلام الٰہی بعض اس کا بعض کو منسوخ کرتا ہے۔ "کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی وکلام اللہ ینسخ بعضہ بعضا +

(۲) قسم نسخ کی یہ ہے کہ کسی شے میں ایک وقت میں کوئی مصلحت یا خرابی ہوا کرتی ہے۔ اسی کے موافق اُس کا حکم متعین ہو جایا کرتا ہے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آتا ہے۔ اُس میں وہ حالت اس شے کی نہیں رہا کرتی۔ اس واسطے وہ حکم بھی اُس کا نہیں رہا کرتا اس کی مثال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ اور مسلمانوں اور اُن کے قرابتیوں میں کوئی طریقہ باہمی موافقت اور امداد کا نہ تھا۔ اس وقت میں مصلحت ضروری کی وجہ سے صرف اخوت ہی ذریعہ ہمدردی کا تھی۔ اس واسطے قرآن میں نازل ہوا کہ وراثت کے حقوق اخوت سے متعلق کر دئے جائیں۔ اور اس کا فائدہ بھی ذکر کر دیا گیا۔ کہ اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں شور شرابہ بڑا فساد ہوگا۔ الا تفعلوه تكن فتنة فی الارض وفساد كبير۔ اور جب اسلام کو قوت ہو گئی اور مہاجرین سے اُن کے رشتہ دار آملے تو وہی طریقہ نسبی وراثت کا متعین ہو گیا ✤

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اشیا، ایسی حالت میں کہ نبوت کے ساتھ خلافت کا مرتبہ شامل نہیں ہوا کرتا کوئی مصلحت اور خوبی نہیں ہوا کرتی۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر یا آپ ہی کے عہد میں زمانہ ہجرت سے پیشتر اور اب کہ نبوت کے ساتھ خلافت منضم ہو جاتی ہے۔ تو اُن اشیاء میں مصلحت پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو اگلی اُمتوں کیلئے جائز نہیں کیا تھا لیکن ہمارے لئے جائز کر دیا ✤

حدیث میں اس حلت کی دو وجہیں بیان کی گئیں ہیں (۱) یہ کہ خدا تعالیٰ نے ہماری ناتوانی اور عاجزی دیکھکر مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا (۲) وجہ یہ ہے کہ اس حلت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور انبیاء علیہم السلام پر اور اُمت محمدیہ کی فضیلت اور اُمتوں پر ظاہر کرنی مقصود ہے۔ ان دونو وجہوں کی تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور انبیا کی بعثت صرف اپنی قوم کے لئے ہوا کرتی تھی جنکی تعداد محصور تھی کبھی کبھی سال دو سال میں نوبت جہاد کی آیا کرتی تھی اور نیز اُن کی اُمتیں قوی اور زورمند تھیں وہ جہاد بھی کر سکتے تھے اور کاشتکاری یا تجارت وغیرہ سے سامانِ معیشت بھی کر سکتے تھے اُن کو غنیمتوں کی کچھ ضرورت اور پروا نہ تھی۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اُن کے عمل میں کوئی غرض دنیوی ملے اور اخلاص عمل کی وجہ سے اُن کو ثواب پورا پورا ملے۔ اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت عموماً تمام لوگوں کیجانب ہوئی جن کا شمار حصر و اندازہ سے زیادہ تھا۔ اور زمانہ جہاد بھی اُن کے لئے معین نہ تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ جہاد بھی کر سکیں اور سامانِ معیشت بھی کر سکیں اور کاشتکاری یا تجارت کر سکیں۔ اس واسطے اِن کو مال غنیمت کے جائز ہونے کی بڑی ضرورت تھی۔ اور نیز چونکہ دعوتِ اسلام عام تھی۔ اس لئے اُس میں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جن کی نیتیں کمزور اور اعتقاد سست ہوا کرتے ہیں۔ انہی کے حق میں وارد ہوا ہے کہ خدا اس دین کی تائید بدکار آدمی سے کریگا۔ ان الله يؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر۔ اور اس قسم کے ضعیف الاعتقاد لوگ فائدہ دنیوی ہی کی وجہ سے جہاد پر مستعد ہوا کرتے ہیں۔ ان مجاہدات میں خدا تعالیٰ کی نظر رحمت و انعام سب کو عموماً شامل تھی۔ جیسے کہ اعدائے اسلام پر نگاہ غضب عموماً تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام لوگوں کو دیکھا اور عرب و عجم سب سے وہ ناخوش ہوا۔ ان الله نظر الى اهل الارض فمقتهم عربهم وعجمهم۔ اسی بیزاری اور ناخوشی کی وجہ سے ضروری قرار دیا گیا۔ کہ اُن کے مالوں اور جانوں کی حفاظت بالکل منقطع ہو جائے۔ اور اُن کے مالوں میں تصرف کر کے خوب اُن کے دل جلائے جائیں۔ جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

ابوجہل کا اونٹ خانہ کعبہ کو ہدیۃً اس ہیئت سے بھیجا تھا کہ اس کے ناک میں چاندی کی کیل پڑی تھی۔ اس سے کافروں کا جلانا ہی منظور تھا۔ ایسے ہی آپ نے کافروں کے نخلستان کے کاٹ ڈالنے اور جلا دینے کا حکم دیا تھا۔ تاکہ اُن کو پیچ و تاب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس اُمّت کے لئے قرآن میں غنائم کی حلت کا حکم نازل ہوا ٭

ایک دوسری مثال اسی قسم کی یہ ہے کہ بدایتِ اسلام میں اس اُمّت کے لئے کفار سے لڑائی کی اجازت نہ تھی اُس وقت نہ لشکر تھا نہ خلافت لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ اور مسلمان واپس گئے۔ خلافت کا ظہور ہوا اور دشمنانِ خدا سے مقابلہ کی قوت ہوگئی۔ تو خدا تعالیٰ نے نازل کیا۔ اب اُن لوگوں کو اجازت ہے (لڑنے کی) جن کو ساتھ لڑائی کیجاتی ہے۔ اس طرح پر کہ وہ مظلوم ہیں اور بیشک خدا اُن کی مدد دینے پر قادر ہے۔" اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ اسی قسم کے متعلق خدا کا قول ہے۔ ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور نازل کرتے ہیں۔ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ "بخیر منہا" سے وہ صورت مراد ہے کہ نبوت سے خلافت شامل ہوگئی تھی۔ اور "مثلہا" سے وہ صورتیں مراد ہیں جن میں موقعوں کے مختلف ہونے سے حکم بدلدیا جایا کرتا ہے واللہ اعلم ٭

باب ۴۷۔ اس کے بیان میں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا کیا حال تھا جس کی اصلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی

اگر شریعت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے حقائق میں غور کرنا مقصود ہو۔ تو اولاً اُن اُمیوں کی حالت کا اندازہ کرنا چاہئے جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ انہیں کے حالات آپ کی شریعت کے لئے بمنزلہ مادہ کے ہیں اس کے بعد اُس حالت کی اصلاح کی کیفیت سمجھنا چاہئے۔ اس اصلاح میں اُن مقاصد کا کیسا لحاظ کیا گیا ہے جو باب تشریع اور تیسیر اور احکام ملت میں مذکور ہیں ٭

معلوم کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس واسطے مبعوث ہوئے تھے کہ ملتِ حنیفیہ اسمٰعیلیہ کی کجی کو دور کر دیں اُس کے تغیر و تبدل کی اصلاح فرما دیں۔ اُس کی روشنی کو پھیلا دیں۔ اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اختیار کرو۔ ملۃ ابیکم ابراھیم اور جب ایسی حالت ہے تو ضرور ہے کہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے اصول قابلِ تسلیم اور اس کے حالات ثبت اور مقرر ہوں۔ اس واسطے کہ جب نبی ایسی قوم میں مبعوث ہو جن میں عمدہ مذہب اور سنت راشدہ کے آثار باقی ہوں۔ تو اُن طریقوں میں تغیر و تبدل بے معنی ہے اُن کو اپنی اصلی حالت پر رکھنا چاہئے۔ لوگ انہیں کو زیادہ مانینگے۔ اور دلیل پیش کرنے کے بھی اصول خوب پایۂ ثبوت کو پہنچ سکینگے۔ بنی اسمٰعیل کی نسلوں میں ان کے جد اکبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا طریقہ برابر نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا تھا۔ تمام بنی اسمٰعیل اسی شریعت پر ثابت قدم تھے۔ یہاں تک کہ عمرو بن لحی پیدا ہوا۔ اس شخص نے ملتِ اسمٰعیلی میں اپنی بیہودہ رائے

سے بہت سی چیزیں داخل کردیں۔ فضلی و جہنی اسی نے بت پرستی ڈالا شروع کی۔ سانڈ چھوڑے۔ اور بحیرہ مقرر کئے۔ جب کہ مذہب
بالکل خراب ہوگیا۔ اور صحیح باتوں میں غلط شامل ہوگئیں۔ اور لوگوں پر جہالت اور شرک و کفر کی تاریکی چھا گئی۔ تب خداوند عالم نے
سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ تاکہ آپ کی وجہ سے اس کی کجی دور ہوجائے۔ اور اس کی خرابیوں کی اصلاح
ہوجائے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسمٰعیل کی شریعت میں غور کیا۔ اس میں جو جو طریقے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سنت کے
موافق منجملہ شعائر الٰہیہ کے تھے ان کو باقی رکھا۔ اور جن میں تحریف ہوگئی تھی اور برائیاں آگئیں تھیں۔ اور جو امور علامات شرک
و کفر سے تھے۔ ان کو نیست و نابود کردیا۔ ان کا بطلان خوب مستحکم اور مسجل کردیا۔ اور جو امور عادات وغیرہ کے متعلق تھے ان کی
خوبیاں اور برائیاں اس طرح بیان کردیں۔ جن سے لوگ بری لوثوں اور عوائل سے احتراز کرسکیں۔ خراب رسموں کی آپ نے ممانعت
فرمادی۔ اور عمدہ کی جانب رہبری کی۔ اور جو مسائل اصلی یا عملی زمانہ فترت میں متروک ہوگئے تھے۔ ان کو شاداب اور تر و تازہ
ویسا ہی کردیا۔ جیسے کہ وہ تھے۔ اس طرح پر خدا کا انعام مکمل اور خدا کا دین مستقیم ہوگیا ✢

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اہل جاہلیت بعثت انبیاء کو تسلیم کرتے تھے۔ اعمال کی سزا جزا کے قائل تھے۔ تمام
نیکی کے تمام اصول پر ان کا اعتقاد تھا۔ جو امور منافع قوم اور تمدن کے متعلق تھے۔ وہ ان کے استعمال میں تھے۔ ان اہل جاہلیت
میں وہ فرقے البتہ پیدا ہوگئے تھے اور یہ ہی زیادہ پھیل گئے تھے۔ لیکن ایسے لوگوں کے ہونے سے ہماری تقریر سے مخالفت
نہیں ہوسکتی۔ ان میں ایک فرقہ فاسقین اور زنادقہ کا تھا۔ فاسق لوگ چارپایوں اور دیگر درندوں کے سے کام کرتے تھے
جو ملت اسمٰعیل کے مخالف تھے۔ نفسانی حالتیں ان پر غالب تھیں۔ مذہبی امور کا ان کو پاس کم تھا۔ یہ لوگ ملت کے دائرہ سے
خارج تھے۔ فسق کی شہادت ان کے نفوس سے حاصل تھی۔ اور زنادقہ میں پیدائشی طور پر ناقص فہم ہوا کرتا ہے۔ وہ پوری طرح
پر ٹھیک اس امر کی تحقیق نہیں کرسکتے۔ جو صاحب مذہب کا مقصود ہوا کرتا ہے۔ وہ صاحب امر کی خبروں کو تسلیم نہیں کیا کرتے
اور ان کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ اپنے شبہ میں متردد رہتے ہیں لیکن اپنے مجمعوں سے ان کو اندیشہ رہتا ہے لوگ انکو
برا جانتے ہیں۔ ان کو مذہب سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ مذہب کی پابندی سے انہوں نے اپنے آپ کو آزاد
کردیا ہے۔ جب انکی حالت لوگوں کو ایسی ناگوار ہوتی ہے۔ اور اس میں ایسی ناپسندیدگی ہے۔ تو ان کا مذہب سے خارج
ہونا کچھ مضر نہیں ہوتا ✢

دوسرا فرقہ جاہل اور غافل لوگوں کا تھا جنہوں نے مذہبی امور کی جانب بالکل توجہ نہیں کی تھی قریش میں اور ان کے قریب کے
لوگ ایسے ہی اکثر تھے۔ انبیاء کے عہد سے ان کو بعد تھا۔ اس لئے ان کی ایسی حالت ہوگئی تھی۔ خدا تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے
"تاکہ تو ایسے لوگوں کو منادی کرے جن کے پاس کوئی منادی دینے والا نہیں آیا ہے"۔ لتنذر قوما ما اتٰھم من
نذیر۔ لیکن وہ راستہ سے اتنا دور نہیں ہٹ گئے تھے۔ کہ ان کے سامنے دلیل بھی پیش نہ ہوسکے ان کو الزام نہ دیا جاسکے
اور ان میں خاموشی پیدا نہ کیجاسکے ✢

جو اصول اہل جاہلیت میں مسلم تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا۔ کہ آسمان و زمین اور جو جو آسمان و زمین کے درمیان ہیں
ان سب کا خالق خدا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ بیشک اگر تو ان لوگوں سے دریافت کرے

کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ سب کہدینگے خدا نے پیدا کیا ہے۔ ولئن سألتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ بلکہ تم صرف خدا ہی کو پکارتے رہو۔ بل ایاہ تدعون۔ اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وہ گمراہ ہیں جن کو تم بجز خدا کے پکارتے ہو۔ ضل من تدعون الا ایاہ۔ لیکن اُن کے زندیق ہونے کی ایک بات یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بعض فرشتے اور ارواح ایسے ہیں جو علاوہ بڑے بڑے انتظامات کے امور اہل زمین کے مدبر ہوا کرتے ہیں اور اپنے پرستش کرنے والی کی حالت درست کرتے رہتے ہیں۔ جس کا تعلق خاصہ اُس کی ذات یا اولاد اور مال سے ہوتا ہے۔ یہ مشرکین ان فرشتوں اور ارواح کا ایسا ہی حال سمجھتے تھے۔ جیسا بادشاہوں کا شہنشاہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے یا جو حالت شفیعوں اور ندیموں کی ایسے بادشاہ کے حضور میں ہوتی ہے۔ جو اپنی حکومت سے تصرف کیا کرتا ہے۔ اس کا منشاء یہ ہوا۔ کہ شریعتوں میں یہ وارد ہوا تھا۔ کہ بہت سے امور فرشتوں کے تفویض کئے جاتے ہیں اور مقربان بارگاہ الٰہی کی دعائیں مقبول ہو جاتی ہیں۔ اِس سے اُنہوں نے خیال کیا کہ یہ تصرفات ذاتی اُن کے ایسے ہی ہیں جیسے سلاطین کے ہوا کرتے ہیں۔ حاضر پر غائب کو اُنہوں نے قیاس کیا اسی سے یہ ابتری ہوئی ٭

اہل جاہلیت کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ خدا کی ذات اُس سے منزہ ہے۔ جو اُس کی بارگاہ کے مناسب نہیں ہے اور اُس کے ناموں میں الحاد کرنا حرام ہے۔ لیکن اس میں اُنہوں نے یہ بات زندقہ کی زیادہ کر دی تھی۔ کہ فرشتے خدا کی لڑکیاں ہیں اور فرشتوں کو خدا نے اس امر کا ذریعہ قرار دیا ہے کہ جو امر اُسکو معلوم نہ ہو۔ وہ اُن کے ذریعہ سے معلوم کرے۔ جیسے بادشاہ جاسوسوں کے ذریعہ سے حالات معلوم کیا کرتے ہیں ٭

اُن کے اعتقادات میں سے یہ بھی تھا کہ پیدا ہونے سے پیشتر خدا تعالےٰ نے تمام حوادث کو مقدر کر دیا ہے۔ امام حسن بصری رضہ کا قول ہے۔ کہ اہل جاہلیت اپنے خطبوں اور اشعار میں ہمیشہ قدر کا ذکر کیا کرتے تھے شرع نے اُس کو مؤکد کر دیا ہے ٭

اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ عالم بالا میں ایک مقام معین ہے۔ وہاں بتدریج حوادث متحقق ہوتے رہتے ہیں۔ اور مقرب فرشتوں اور بزرگ آدمیوں کی کسی نہ کسی طرح سے وہاں دعائیں اپنا اثر کرتی رہتی ہیں۔ لیکن اسکی صورت اُن کے ذہنوں میں ایسی تھی جیسے شاہی ندیموں کی شفاعت کا اثر سلاطین پر پڑتا ہے ٭

اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو احکام کا پابند اور مکلف کرتا ہے بعض چیزوں کو حلال کرتا ہے بعض کو حرام کرتا ہے۔ اعمال کی جزا دیتا ہے۔ اچھے ہوں تو جزا بھی اچھی ہوتی ہے۔ اور اگر اعمال بُرے ہوں تو جزا بھی بُری ہوتی ہے ان خبیر گر خیر وان شر افشر۔ خدا تعالیٰ کے پاک فرشتے ہیں۔ جو اُس کی بارگاہ میں مقرب ہیں۔ وہ اُس کی بادشاہت میں بڑے درجہ والے ہیں۔ خدا کے حکم سے وہ اِس عالم کی تدابیر میں مصروف رہتے ہیں۔ احکام الٰہیہ کی تعمیل سے سرتابی نہیں کرتے۔ جو حکم اُن کو ملتا ہے۔ اُسی کی تعمیل کرتے ہیں۔ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یومرون وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ پیشاب کرتے ہیں۔ نہ شادی کرتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ بزرگ کے سامنے ہو جاتے ہیں اُنکو بشارت اور خوف دلاتے ہیں ٭

اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ کبھی کبھی خدا اپنی مہربانی اور فضل سے کسی آدمی کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا کرتا ہے۔ اُس پر وحی نازل کرتا ہے۔ فرشتوں کو اُس کے پاس بھیجتا ہے۔ اُس کی اطاعت لوگوں پر فرض کرتا ہے۔ بغیر اُس کی تعمیل اور فرماں برداری کے کوئی چارہ نہیں ہوا کرتا ❖

ملاءِ اعلیٰ اور حاملینِ عرش کا ذکر اشعارِ جاہلیت میں بکثرت ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی الصلت کے دو بیتوں میں تصدیق کی ہے۔ اس کا قول ہے:۔

رجل وثور تحت رجل یمینہ والنسر للاخریٰ ولیث مرصد

(آدمی بیل۔ کرگس۔ اور شیر غراں سب خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر سنکر فرمایا امیہ نے سچ کہا ہے۔ اس کے بعد امیہ کا یہ شعر پڑھا:۔

والشمس تطلع کل آخر لیلۃ حمراء یصبح لونہا یتورد
تابی فما تطلع لنا فی رسلہا الا معذبۃ والا تجلد

یعنی آفتاب رات کے ختم ہونے کے بعد سُرخ اور گلابی رنگ کا نکلتا ہے۔ اور اُس کا طلوع نرمی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ وہ عذاب دیا جاتا ہے اور تازیانہ لگایا جاتا ہے (یعنی اپنے پروردگار کی قدرت سے مغلوب رہتا ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس شعر کو سُن کر فرمایا۔ کہ سچ کہا اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اہلِ جاہلیت کا قول تھا کہ عرش کے اُٹھانے والے فرشتے چار ہیں۔ ایک کی صورت آدمی کی سی ہے۔ اور یہ فرشتہ خدا کی حضور میں آدمیوں کا شفیع ہے۔ اور دوسرے کی صورت بیل کی ہے۔ اور یہ چارپایوں کا شفیع ہے۔ اور تیسرا کرگس کے ہمشکل ہے یہ پرندوں کی شفاعت کرتا ہے اور چوتھا شیر کے ہمشکل ہے۔ درندوں کی شفاعت اس کے متعلق ہے۔" اس کے قریب ہی قریب شرع میں بھی آیا ہے شرع نے ان فرشتوں کا نام بُز کوہی کہا ہے (وعول) عالم مثال میں اُن فرشتوں کی صورتیں ایسی ہی ظاہر ہوتی ہیں یہ سب باتیں اہلِ جاہلیت کو معلوم تھیں۔ لیکن وہ غائب کا حاضر سے اندازہ کرتے تھے۔ اور امور علمی اور یقینی کو اپنے مالوف خیالات سے خلط ملط کر دیتے تھے۔ اگر مذکورہ بالا تقریر میں شبہ ہو۔ تو اُن مضامین میں غور کرنا چاہیئے۔ جو قرآن عظیم میں مذکور ہیں خدا تعالے نے علم کے اُسی حصہ میں جو اُن میں باقی رہگیا تھا۔ اُن کو کیسے کیسے الزام دیئے ہیں۔ اور وہ شکوک کیسے رفع کئے ہیں۔ جو اُنہوں نے اپنے معلومات میں داخل کرلئے تھے۔ جب اہلِ جاہلیت نے قرآن شریف کے نازل ہونے سے انکار کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ بتاؤ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جسے حضرت موسیٰ لائے تھے۔ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ اور جب اُن لوگوں نے کہا۔ کہ اِس پیغمبر کا حال کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ باتیں پیغمبروں سے کچھ قابلِ تعجب نہیں ہیں۔ ما کنت بدعًا من الرسل۔ ایسی ہی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ اِس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اہلِ جاہلیت اگرچہ راہِ راست سے دور ہٹ گئے تھے۔ لیکن جو علمی حصہ اُن میں باقی رہگیا تھا۔ اُس کے ذریعہ سے اُن کو الزام دیا جانا ممکن تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں جو لوگ حکیم ہوئے ہیں اُن کے خطبوں کو دیکھو مثلاً قس ابن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل اور جو بزرگ لوگ عرب کے

کے عہد سے پیشتر تھے۔ اُن میں جو حکما اور کامل تھے وہ سب عالم معاد اور فرشتوں وغیرہ کے قائل تھے۔ وہ توحید کو ٹھیک طور پر جانتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل نے اپنے شعر میں کہا ہے۔ **شعر**

وانت رب مليك الناس طرا　　بكفيك المنايا والحتوم

(تو پروردگار سب لوگوں کا بادشاہ ہے۔ موتیں تیرے ہی اختیار میں ہیں) اور نیز اس کا قول ہے۔ **شعر**

اربا واحدا ام الف رب　　ادين اذا تقسمت الامور

تركت اللات والعزى جميعا　　كذلك يفعل الرجل البصير

(میں ایک پروردگار کو مانوں یا ہزار کو جب کاموں کی تقسیم ہو۔ میں نے تو لات و عزیٰ سب کو چھوڑ دیا۔ ہوشمند آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی الصلت کے حق میں فرمایا ہے۔ اُس کے شعر میں ایمان ہے لیکن اُس کے دل میں ایمان نہیں ہے ✻

یہ سب امور وہ تھے جو حضرت کے عہد سے وراثۃً اُن میں چلے آتے تھے۔ اور بعض امور اہل کتاب سے لیکر بھی انہوں نے داخل کرلئے تھے اُن کو بخوبی معلوم تھا کہ انسان کا اصلی کمال یہی ہے کہ اپنے پروردگار کی حضور میں سرنگوں ہو۔ اور نہایت زیادہ کشش اور کوشش سے خدا کی پرستش کیجاے۔ عبادت کے ابواب میں سے اُن کے ہاں ایک طہارت بھی تھی اور غسل جنابت تو ایک معمولی طریقہ تھا۔ ختنہ اور تمام اوصاف و خصال فطرت کا بھی بخوبی وہ اہتمام کرتے تھے۔ توریت میں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے لئے ایک نشان قرار دیا تھا۔ ان الله جعل الختان ميسمة على ابراهيم و ذريته۔ اور مجوسی و یہودی وغیرہ سب وضو کے پابند ہیں۔ حکماے عرب بھی وضو کیا کرتے تھے۔ اہل جاہلیت میں نماز بھی تھی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر دو سال سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور قس ابن ساعدہ ایادی برابر نماز پڑھا کرتے تھے یہود و مجوس اور بقیہ عرب میں نماز کے اندر تعظیمی افعال کی پابندی تھی۔ خاصہ سجدہ بہت ضروری تھا۔ اور دعا و ذکر الٰہی کے متعلق بعض مقولے بھی تھے۔ ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں زکوٰۃ بھی تھی۔ اسی زکوٰۃ میں مہمان نوازی۔ مسافر نوازی۔ اہل و عیال کا نفقہ۔ مساکین پر خیرات کرنی۔ صلہ رحم۔ اُن حوادث میں ہمدردی اور امداد کرنا جو حق ہوں۔ یہ سب زکوٰۃ میں داخل تھے یہ امور اُن کے ہاں بڑے قابل تعریف تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ انہی امور سے انسان کامل ہوا کرتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ واللہ کہ خدا آپ کو پسماندہ نہ کریگا۔ آپ صلہ رحم اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اہل و عیال کے متکفل ہیں۔ حقانی حوادث پر لوگوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ فوالله لا يخزيك الله انك تصل الرحم وتقري الضيف وتحمل الكل وتعين على نوائب الحق۔ ایسا ہی ابن دغنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ اور فجر سے غروب آفتاب تک اُن میں روزہ بھی معمول بہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ مسجد میں وہ اعتکاف بھی کیا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شب کی اعتکاف کی نذر کی تھی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس میں استفتا کیا تھا۔ عاص ابن وائل نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے

تھے غلام آزاد کئے جاویں ۔ بہرحال اہل جاہلیت مختلف وجوہ سے خدا کی عبادت کیا کرتے تھے ۔ اور بیت اللہ کا حج کرنا شعائر الٰہیہ اور بزرگ مہینوں کی تعظیم کرنی یہ ہو تو ایسے ظاہر ہیں کہ اُن میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ اُن کے پاس کئی قسم کے منتر اور تعویذ بھی تھے لیکن اُن میں شرک کی باتیں داخل کر دی تھیں حلق کا ذبح کرنا اور گردن میں برچھا مارنا ان کا طریقہ تھا ۔ وہ ذبیحہ کا گلا نہیں گھونٹتے تھے ۔ اور چھری سے پیٹ چاک نہیں کرتے تھے ۔ ستارون اور علم طبیعت کے دقائق ترک کرنے میں وہ ملت ابراہیم علیہ السلام کے پیرو تھے ۔ البتہ اُن میں سے جو بداہتہً معلوم ہوتے تھے اُن کو مانتے تھے پیش بینی کے لئے اُن کے ہاں خواب اور گذشتہ انبیاء کے اشارات تھے ۔ مدت کے بعد کہانت اور قمار کے تیروں سے آیندہ حالات کا اندازہ کرنا اور فال اُن میں پھیل گئے تھے ۔ اُن کو معلوم تھا کہ یہ سب امور اصل ملت ابراہیم علیہ السلام میں مفقود تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں جن کے ہاتھوں میں قمار کے تیر تھے تو فرمایا یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے قمار کے تیروں سے کبھی اندازہ نہیں کیا ۔ لقد علموا انھما لم یستقسما قط بنی اسمٰعیل ۔ ابراہیم کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کی روش پر ثابت رہے ۔ جبتک کہ اُن میں عمرو بن لحی پیدا ہوا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً تین سو برس قبل یہ عمرو پیدا ہوا تھا ✦

ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں کھانے پینے لباس و عوتوں میں ۔ میلوں ۔ مُردوں کے دفن کرنے ۔ نکاح ۔ طلاق ۔ عدت ۔ ماتم ۔ خرید و فروخت اور تمام معاملات کے نہایت مستحکم طریقے معین تھے ۔ جو ان کی پابندی نہیں کرتا تھا ۔ وہ قابل ملامت سمجھا جاتا تھا ✦

محارم ۔ مثلاً بیٹیاں ۔ مائیں ۔ ہمشیریں وغیرہ سب اُن کے ہاں حرام تھیں ظلم و تعدی کے لئے اُن کے ہاں تعزیرات معین تھیں ۔ قصاص ۔ دیت ۔ قسامہ سے وہ سزا دیتے تھے ۔ ایسے ہی زنا اور چوری کی بھی سزائیں مقرر تھیں ۔ ایرانی اور رومی سلطنتوں کے ذریعہ سے بہت سے منزلی اور تمدن کے علوم و تدابیر بھی ان میں اضافہ ہو گئے تھے ۔ لیکن اُن میں فسق و فجور کی کثرت ہو گئی تھی ۔ غارتگری لوٹ مار سے ظلم بہت کرتے تھے ۔ زنا اور فاسد نکاح اور ربو بہت پھیل گیا تھا ۔ نماز اور ذکر الٰہی کو بالکل ترک کر دیا تھا ۔ ان امور کی طرف کچھ توجہ نہ تھی ۔ ایسی پُر آشوب حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُن میں بعثت ہوئی تب آپ نے تمام اُن علمی اور عملی امور میں خوض کیا ۔ جو اُن میں موجود تھیں ۔ ان میں سے جو حصہ ٹھیک ملت ابراہیمی کا تھا ۔ اُس کو آپ نے بحال رکھا ۔ اُس کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا ۔ اور عبادات کے طریقے معین فرما دئے ۔ اسباب و اوقات ۔ شروط و ارکان ۔ مستحبات و مفسدات ۔ رخصت ۔ عزیمت ۔ ادا و قضاء کے طریقے تعلیم کر دئے ۔ گناہوں کو منضبط فرما کر اُن کے ارکان و شروط معین کر دئے ۔ گناہوں کی سزائیں اور کفارات مشروع کر دئے ۔ ترغیب و ترہیب کی تقریر سے دین کو اُن کے لئے آسان کر دیا ۔ گناہ کے تمام ذرائع مسدود کر دئے ۔ اور اُن امور کی مستعدی پیدا کر دی ۔ جن سے نیکی پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے ۔ ایسے ہی اُس مجموعہ کو مرتب کر دیا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ ملت حنیفی کی اشاعت اور تمام مذاہب پر اُس کے غالب کرنے کی نہایت کوشش کی ۔ اُن کی تمام تحریفات اور تغیرات مذہبی کو نسیاً منسیا کر دیا ۔ اور امور نافع کی ہدایت فرمائی ۔ اُن کی تمام رسوم فاسدہ کی روک کر دی ۔ اور خلافت کبریٰ کو اُن میں قائم کیا ۔ اور اپنے ہمراہیوں کو لیکر

غیر قوموں سے جہاد کیا حتی تم امر اللہ وھم کارھون ۔

بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے " کہ میں آسان حنیفی روشن مذہب لایا ہوں " بعثت بالملۃ السمحۃ الحنیفیۃ البیضاء ۔ سمحہ سے یہ مراد ہے کہ اُس میں عبادات کی ایسی سختیاں نہیں ہیں ۔ جیسی راہبوں نے گھڑ لیں تھیں بلکہ اس میں ہر ایک معذور کے لئے رخصت ہے ۔ قوی اور عاجز ۔ اور کاہل اور بیکار سب اُس پر عملدرآمد کر سکتے ہیں ۔ اور حنیفیہ سے مراد ملت ابراہیمی ہے جس میں شعائر الہیہ قائم کئے جاتے ہیں اور شرک کے شعار پست کئے جاتے ہیں ۔ تحریف اور رسوم فاسدہ بالکل باطل کیجاتی ہیں اور بیضاء سے یہ مراد ہے کہ اُس کی علتیں اور حکمتیں اور وہ مقاصد جن پر اس مذہب کی بنیاد قائم ہے نہایت صاف ہیں جو شخص اُن میں تامل کریگا اُس کو کچھ شبہ باقی نہ رہیگا ۔ اور کوئی سلیم العقل ہٹ دھرمی نہ کریگا ۔

مبحث ساتواں

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام شرعی کے مستنبط ہونے کی کیفیت

باب ۵۷ ۔ علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقسام میں

جاننا چاہئے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور کتب حدیث میں مدون کیا گیا ہے اُسکی دو قسمیں ہیں (۱) وہ امور جو تبلیغ رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں ۔ خدا تعالی فرماتا ہے پیغمبر جو تم کو بتائے ۔ اُس کی تعمیل کرو اور جس سے منع کرے اُس سے باز آؤ ۔ ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا ۔ ایسے اموریں سے ایک حصہ علوم معاد اور عالم ملکوت کے عجیب عجیب حالات کا ہے یہ سب امور بواسطہ وحی ہی کے ہوا کرتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کو اُن میں کچھ دخل نہیں ہے ۔ اور انہیں امور میں سے ایک حصہ احکام شرعی اور عبادات اور منافع کا وجوہ مذکورہ بالا میں سے کسی نہ کسی وجہ سے منضبط کرنے کا ہے ۔ اِن علوم میں سے بعض وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی وحی کے درجہ میں ہے ۔ خدا تعالے نے آپ کو اِس سے محفوظ رکھا تھا کہ آپ کی رائے خطا پر جم سکے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ آپ کسی امر منصوص سے حکم مستنبط کر کے اجتہاد کرتے ہوں جیسا لوگ گمان کرتے ہیں ۔ بلکہ اکثر یہ حالت تھی کہ خدا تعالی نے آپ کو شرع کے مقاصد اور وہ قانون تعلیم کیا تھا جس سے حکم شرعی یا آسانی کا طریقہ یا کسی امر کو مستحکم اُس سے کر سکتے تھے ۔ اسی قانون سے آپ اُن مقاصد کی توضیح فرمایا کرتے تھے ۔ جو بذریعہ وحی آپکو حاصل ہوتے رہتے تھے ۔

انہیں امور تبلیغ رسالت سے ایک حصہ اُن حکمتوں اور مصلحتوں کا ہے جو بلا قید رکھی گئی ہیں ۔ اُن کا کوئی وقت

متعین نہیں کیا گیا ہے۔ نہ اُس کی حدیں بیان کی گئی ہیں جیسے عمدہ اور ناقص اخلاق کا بیان۔ یہ حصہ غالبًا اجتہادی ہے۔ اسی طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو تدابیر کے قوانین تعلیم کئے۔ انہیں سے آپ نے کسی حکمت کو اخذ کر کے اُس سے کوئی کلیہ بنا لیا۔ اور انہیں امور میں سے ایک حصہ اعمال کی خوبیوں اور اُن اعمال کے کاربند ہونے والوں کے مناقب اور اوصاف کا ہے میری رائے میں اِس میں سے بعض امور وحی الٰہی معلوم ہوتے ہیں اور بعض اجتہادی ہیں۔ اِس قسم کے قوانین پہلے معلوم ہو چکے ہیں۔ اور اسی حصہ کی تشریح اور ان کے مقاصد کا بیان کرنا ہم کو مقصود ہے +

(۲) قسم اُن امور کی وہ ہے جن کو تبلیغ رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی کی نسبت آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا ہے "میں ایک انسان ہوں۔ جب میں تم سے کوئی مذہبی امر بیان کروں تو اُس کو اختیار کرو۔ اور جو بات میں اپنی رائے سے کہوں پس میں ایک انسان ہوں۔ انما انا بشر اذا امرتکم لشئی من دینکم فخذوا به واذا امرتکم لشئی من رائی فانما انا بشر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت خرما کے گابھا لگانے نہیں فرمایا تھا۔ کہ میں نے صرف گمان کیا تھا۔ اور تمہیں بات کا مجھ سے مواخذہ نہ کرو۔ لیکن میں خدا کی جانب سے کوئی بات بیان کروں تو تم اس کو اختیار کرو۔ اس لئے کہ میں نے خدا پر جھوٹ نہیں بولا ہے۔ انما ظننت ظنا ولا تواخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن الله شیئا فخذوا به فانی لم اکذب علی الله۔ اسی حصہ میں سے علاج و طب کا حصہ ہے۔ اور اسی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ کہ گھوڑا نہایت سیاہ جس کی پیشانی پر ہلکی سی سپیدی ہو اپنے پاس رکھا کرو۔ علیکم بالادهم الاقرح۔ اور اسی میں سے وہ امور بھی ہیں جن کو آپ محض عادۃً کیا کرتے تھے یا اتفاقیہ بلا قصد کرتے تھے۔ تعبدی طور پر ان کو عمل میں نہیں لاتے تھے۔ اور اسی میں سے وہ امور بھی ہیں جن کو بسبیل تذکرہ بیان کیا کرتے تھے ایسا ہوتا تھا کہ لوگ کچھ بات چیت کرتے ہیں آپ بھی کچھ فرمانے لگے۔ حدیث ام زرع اور حدیث خرافہ اسی قسم کی حدیثیں ہیں اس کو ہی حضرت زید ابن ثابت نے فرمایا ہے۔ چند لوگ اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کچھ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم سے بیان کیجئے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ میں تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تھی تو مجھ کو آپ بلا بھیجتے تھے۔ میں اُس کو لکھ دیا کرتا تھا۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو ہمارے ساتھ آپ بھی دنیا کا ذکر کرتے۔ اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی آخرت کا ذکر کرتے۔ اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر فرماتے۔ پس کیا میں ان سب قسم کی حدیثوں کو تمہارے سامنے ذکر کروں۔ اور ایسے ہی بعض امور وہ ہوتے ہیں۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک جزئی مصلحت تھی لیکن وہ تمام امت کے لئے لازمی اور حتمی نہ تھے۔ اُن کی مثال ایسی سمجھنی چاہئے۔ جیسے کوئی بادشاہ لشکروں کی ترتیب کرتا ہے۔ اور کوئی فوجی علامت قرار دیتا ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم کو رمل (طواف میں سینہ نکالنا) سے کیا علاقہ۔ ہم اُن کی یہ حالت دکھایا کرتے تھے جن کو خدا نے اب ہلاک کر دیا ہے۔ ما لنا وللرمل کنا نترایا به قوما قد اهلکهم الله۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رمل کا کوئی اور سبب ہو۔ اکثر احکام اسی مصلحت جزئی پر محمول کئے گئے ہیں چنانچہ حضرت کا ارشاد ہے جو شخص کسی کو قتل کرے تو اُس قتیل کا سامان مارنے والے ہی کو ملنا

چاہئے۔ من قتل قتیلا فلہ سلبہ +

اسی حصہ میں سے آپکے احکام اور فیصلے ہیں۔ دلائل اور قسموں سے جیساکہ ثابت ہوا کرتا تھا۔ ویسا ہی آپ حکم فرمایا کرتے تھے حضرت علی رضہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جن چیزوں کو غائب شخص نہیں دیکھ سکتا۔ اُن کو وہ شخص دیکھتا ہے جو واقع پر موجود ہو۔ الشاہد یری مالا یراہ الغائب +

باب ۶۷ مصلحتوں اور شریعتوں میں کیا فرق ہے

جاننا چاہئے کہ شارع نے ہم کو دو قسم کے علمی فائدے پہنچائے ہیں۔ اِن دونو قسموں کے احکام اور درجے مختلف اور جدا جدا ہیں (۱) مصالح اور مفاسد کا علم یعنی وہ امور جو تہذیبِ نفس کے متعلق ہیں۔ کہ جو اخلاق دنیا و آخرت میں مفید ہیں وہ حاصل کیئے جائیں اور اُن کے مخالفِ اخلاق دور کیئے جائیں۔ یا وہ امور جو تدبیرِ خانہ داری اور آدابِ معاش اور سیاستِ مدن سے علاقہ رکھتے ہیں۔ شارع نے اِن امور کے لئے کوئی مقدار معین نہیں کی ہے۔ اُن میں جو امر مبہم تھے۔ اُن کو منضبط نہیں کیا۔ اور جو قابلِ اشکال تھے اُن کو معلوم نشانوں سے ممتاز نہیں کیا ہے۔ جو چیزیں پسندیدہ تھیں اُن کی جانب لوگوں کو مائل کر دیا اور رذائل سے کنارہ کش رہنے کی ہدایت فرمادی۔ اپنے کلام کو اس حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ زبان دان اپنی سمجھ کے موافق اُس سے مطلب سمجھ لیں۔ اُس نے صرف مصالح کو مدار علیہ طلب یا باز رہنے کا قرار دیا ہے۔ اُس کے لئے مواقع اور نشانات نہیں بتلائے جن سے اُن کی رہبری ہو سکے۔ مثلاً شارع نے زیرکی اور شجاعت کی تعریف کی ہے۔ اور لوگوں کے ساتھ نرم دلی اور خلوص سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ امورِ معاش میں اعتدال چاہئے۔ اور زیرکی کا کوئی ایسا اندازہ نہیں بتایا۔ کہ اُسی حد تک اُس کو طلب کرنا چاہئے۔ اور اگر اُس حد سے تجاوز ہو تو لوگوں سے مواخذہ کرنا چاہئے +

جس مصلحت پر ہم کو شارع نے مستعد کیا ہے اور جس خرابی سے باز رکھا ہے۔ اُس کی انتہا تین اصولوں میں سے ایک تک ہوتی ہے۔ (۱) اُس سے اُن چار اوصاف میں سے جو معاد میں مفید ہیں یا اُن تمام خصلتوں میں سے جو دنیا میں سود مند ہیں کوئی نہ کوئی وصف نفس میں پیدا کرنا اور اُن کو شائستہ اور مہذب بنانا ہے۔ (۲) کلمہ الٰہی اور سچے مذہب کو غالب کرنا۔ شرائع کو خوب مستحکم کرنا۔ اُن کی اشاعت میں کوشش کرنا ہوتا ہے۔ (۳) عامہ خلائق کی حالت کو منتظم کرنا۔ انکے امورِ نافع اور تدابیرِ مفیدہ کی درستی کرنا۔ اُن کی رسموں کو مہذب صورت میں لانا۔ اور مصلحت و خرابی کی انتہا ان اصول پر ہونے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اِن امور میں اُس کو کچھ نہ کچھ دخل ہوا کرتا ہے۔ خواہ یہ اصول اُس سے حاصل ہوتے ہیں یا منفی ہوتے ہیں یہ امور اُن اصول کی شاخ ہوں یا اُن کے مخالف اصول کی۔ یا اُن اصول کے ہونے نہ ہونے کا اُن میں احتمال ہو۔ یا اُن کو یہ امور لازم ہوں یا اُن کے مخالف کو لازم ہوں۔ یا اُن اصول کے حصول اور اغراض کا ذریعہ ہوں +

اصل رضاء الٰہی کے باعث یہی مصالح ہوا کرتے ہیں۔ اور انہیں مفاسد سے عتابِ خداوندی پیدا ہوتا ہے پیغمبروں کی بعثت سے پہلے اور بعد کا زمانہ اس خوشی اور ناخوشی میں یکساں ہے۔ اگر اِن دونو نصوں سے خدا کی خوشی اور ناخوشی کا تعلق نہ ہوتا۔ تو پیغمبروں کی بعثت بھی نہ ہوتی۔ اس لئے کہ یہ تمام شرائع اور حدود تو انبیاء کے پیدا ہونے کے بعد

متعین ہوا کرتے ہیں تو اگر پہلے ہی سے اُن کو تکلیف دیجائے اور پکڑ جکڑ کیجائے تو خدا کی مہربانی اور لطف ہی کیا ہوا
مصالح اور مفاسد کا چونکہ تہذیب او نفس کی ناپاکی پر اثر ہوا کرتا ہے ۔ لوگوں کی بدانتظامی اور ابتری حالت پر انبیاء کی پیدائش
سے پیشتر ہی اُس سے پرتو پڑا کرتا ہے اسی واسطے لطف آلہی مقتضی ہوتا ہے کہ امور مہتم کی لوگوں کو اطلاع دیجائے اہم
اور ضروری امر کی اُن کو تکلیف دی جائے ۔ اور اس لطف آلہی کی کمیت جب ہی ہوتی ہے کہ ہر چیز کی مقادیر اور احکام
نوعی مقرر ہوں ۔

باب ۔ امت محمدیہ نے شریعت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کیسے اخذ کیا

معلوم کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شریعت دو طریقے سے اخذ کی گئی ہے (۱) ظاہر قول سے اُس کو حاصل کیا ۔ اس
میں ضرور ہے کہ اقوال نبوی نقل کیے جائیں ۔ خواہ بتواتر یا بلا تواتر ۔ متواتر کی قسم کبھی لفظاً ہوا کرتی ہے جیسے قرآن عظیم اور
چند احادیث مثلاً **انکم سترون ربکم** الحدیث تم اپنے رب کو دیکھو گے الخ اور کبھی تواتر معنوی ہوتا ہے مثلاً طہارت
نماز ۔ زکوٰۃ ۔ روزہ ۔ حج ۔ بیوع ۔ نکاح ۔ غزوات کے اکثر احکام جن میں اسلامی فرقوں میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا
اور غیر متواتر میں سے سب سے بلند درجہ مستفیض کا ہے مستفیض اُس حدیث کو کہتے ہیں جس کی تین صحابہ یا زیادہ نے روایت
کی ہو ۔ اور پانچویں طبقہ تک برابر اُس کے راوی بڑھتے رہے ہوں ۔ اس قسم کی حدیثیں اکثر ہیں ۔ اور مسائل فقہ کی انہیں
پر بنیاد ہے مستفیض کے بعد اُس حدیث کا درجہ ہے جس کی صحت اور حسن کا فیصلہ حفاظ اور اکابر محدثین کے بیان سے ہوگیا ہو
ایسی حدیثوں کے بعد اُن احادیث کا مرتبہ ہے جن میں محدثین نے اختلاف کیا ہو ۔ کسی نے اُن کو قبول کیا لیکن اوروں نے
اُن کو قبول نہیں کیا ۔ ایسی حدیثوں میں جو حدیثیں شواہد یا اکثر اہل علم کے اقوال سے یا عقل خالص سے موید ہوں ۔ اُن کا اتباع
ضروری ہے (۲) طریقہ یہ ہے کہ احادیث کی دلالت اور رہنمائی سے احکام شریعت اخذ کیے جائیں ۔ اس کی صورت
یہ ہے ۔ کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر فرماتے ہوئے یا کرتے ہوئے دیکھا ۔ اور اُس سے کوئی حکم
کسی شے واجب وغیرہ ہونے کا مستنبط کر لیا ۔ اور اس حکم کی لوگوں کو خبر کر دی اور کہدیا کہ فلاں شے واجب ہے فلاں جائز
ہے ۔ پھر تابعین نے ان احکام کو اسی طرح حاصل کیا اور تیسرے طبقہ کے لوگوں نے اپنے فتووں اور فیصلوں کو انہی کے موافق
مدون کر کے خوب استحکام کر لیا ۔ اس قسم کے طریقہ میں حضرت علی حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابن عباس
رضی اللہ عنہم بڑے پایہ کے ہیں لیکن حضرت عمر رض صحابہ سے ہر مسئلہ میں مشورہ و مناظرہ کیا کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ اُس امر کا
بالکل انکشاف ہو جایا کرتا تھا ۔ اور یقینی امر معلوم ہو جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رض کے فیصلوں کا تمام مشارق و مغارب میں
اتباع کیا گیا ۔ ابراہیم کا قول ہے کہ حضرت عمر کی وفات سے علم کے دس حصوں میں سے نو حصے مفقود ہو گئے ۔ اور حضرت عبد اللہ
ابن مسعود رض کا قول ہے کہ حضرت عمر رض جب کسی راستہ پر چلتے تھے تو ہم اُس کو آسان پاتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
اکثر اوقات کسی سے مشورہ نہیں کرتے تھے اور اُن کے فیصلے صرف کوفہ میں محدود تھے ۔ اور صرف چند لوگوں نے اُن سے
احکام کو اخذ کیا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کا قیام کوفہ میں تھا اسی لئے صرف انہیں اطراف میں لوگوں نے اُن سے علم اخذ

کیا اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے پہلے لوگوں کے زمانہ کے بعد خود اجتہاد کیا اور اکثر احکام میں لوگوں کی مخالفت کی اور اُن کے صحابیوں نے جو مکہ میں تھے اُن کی پیروی کی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے جمہور اہل اسلام کے مسلک کو اختیار نہیں کیا۔ ان چاروں صحابہ کے علاوہ اور لوگ بھی احادیث کی دلالت اور راہبری سے واقف تھے لیکن رکن شرط اور مستحب و مسنون میں انکو امتیاز نہ تھا۔ اور ایسے بہت کم تھے کہ مختلف احادیث اور دلائل کی حالت میں انکا کوئی خاص قول ہوتا۔ عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اس درجہ کے قابل تھے اور تابعین کے اکابر میں اسی روش کے لوگ مدینہ میں فقہاء سبعہ تھے خاصہ عبداللہ ابن مسیب اور مکہ میں عطا بن رباح اور کوفہ میں ابراہیم شریح اور امام شعبی اور بصرہ میں امام حسن بصری رحمہم اللہ۔ اور ان دونو طریقوں میں سے ہر ایک میں ایک تکلف ہے کہ بغیر دوسرے کے وہ نہیں بھرتا ہے۔ اور ایک طریقہ کو دوسرے کی حاجت ہے۔ پہلے طریقہ یعنی نقل ظاہر میں نقصان ہے کہ کبھی روایت بالمعنی ہوا کرتی ہے اور اس سے تغیر و تبدل ہو جانے اور معنی کے بدل جانے کا خوف ہوا کرتا ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ کسی خاص واقعہ میں کوئی حکم دیا جاتا ہے اور راوی اُس کو حکم کلی سمجھتا ہے۔ اور تیسرا نقصان یہ ہے کہ بعض احکام ابتداً بیان کئے جاتے ہیں تاکہ لوگ اُن کا بخوبی اہتمام کریں اور راوی اُس سے اُس کا واجب ہونا یا حرام ہونا سمجھتا ہے۔ اور واقع میں ایسا نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے جو خود فقیہ اور فہیم ہو اور خود اُس موقع پر موجود ہو وہ قرائن سے واقعی حالت کو مستنبط کریگا۔ جیسے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مزارعہ کے متعلق اور پھل آنے سے پیشتر پھلوں کی خرید و فروخت کی نسبت کہا ہے کہ یہ بطور مشورہ تھی۔ اور دوسرے طریقہ یعنی اجتہادی حالت میں یہ نقصان ہے کہ اس طریقہ میں صحابہ اور تابعین کے قیاسوں کا مجموعہ شامل ہوا کرتا ہے۔ اس میں وہ امور شامل ہوتے ہیں جو انہوں نے کتاب و سنت سے مستنبط کئے ہوتے ہیں۔ اور اجتہاد و ہر حالت میں یہ ضرور نہیں ہے کہ درست ہی ہوا کرے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قیاس کرنے والے کو حدیث نہیں ملا کرتی۔ یا اس طرح ملتی ہے کہ اس قسم کی حدیث حجت کے قابل نہیں ہوتی۔ اس لئے اُس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ لیکن اُس کے بعد کسی دوسرے صحابی سے پوری حالت منجلی ہو جاتی ہے۔ جیسے تیمم جنابت کے متعلق حضرت عمرؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے اور اکثر ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف عقلی راہبری سے کسی مصلحت پر اتفاق کر لیا ہے۔ اسی کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین حالانکہ یہ اتفاق اصول شریعت سے نہیں ہوا کرتا۔ اسی وجہ سے لغزشوں سے نجات پانے میں ایسی شخص کو آسانی اور کامیابی ہوگی جو اخبار اور الفاظ حدیث میں تبحر اور کمال رکھتا ہو۔ جب ایسی حالت ہے تو فقہ میں خوض کرنے والے کو ضرور ہے کہ دونو مشربوں میں تبحر اور کمال پیدا کرے اور ملت اسلام میں تمام راستوں میں سے عمدہ اور پسندیدہ ہے کہ جمہور رواۃ اور علماء نے اس پر اتفاق کر لیا ہو اور دونو طریقے اُس میں جمع ہو گئے ہوں ۔

باب ۵۷ - کتب حدیث کے طبقوں کے بیان میں

معلوم کرنا چاہئے کہ ہمارے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے سوا کوئی ذریعہ شریعت اور احکام شریعت کے معلوم کرنے کا نہیں ہے مصلحتوں کو تو تجربہ اور غور کامل اور حدس وغیرہ سے بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ اور احادیث کا علم جب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ روائتیں ہم تک پہنچیں جنکی سند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ خواہ وہ حدیثیں آپ کے بیان سے منقول

ہوں۔ یا وہ توہ احادیث ہوں کہ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے اُن کی روایت کی ہو۔ اُن سے یہ امر مستبعد ہے
کہ بغیر نص اور اشارہ شارع کے اُن احادیث کے قطعی ہونے پر اقدام کریں۔ اِس قسم کی روایت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے منشأ اتو ذہن کو ادا کرتی ہے۔ اور ہمارے زمانہ میں اس قسم کی روایتوں کے حاصل ہونے کا کوئی ذریعہ بجز اس کے نہیں ہے
کہ جو کتابیں علم حدیث میں مدوّن کی گئی ہیں تلاش کی جائیں۔ اسلئے کہ فی زماننا ایسی صحیح مدوّن [illegible] نہیں پائی جاتیں
کہ اعتماد کے قابل ہوں +

کتب حدیث کے طبقے وردجے مختلف ہیں۔ ان طبقوں کا معلوم کرنا اور حافظہ کرنا ضروری ہے صحت و شہرت
کے لحاظ سے کتب حدیث کے چار طبقے ہیں۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اعلیٰ حدیث کی قسمیں تین ہیں۔ اوّل
وہ حدیثیں جن کا تواتر سے ثبوت ہے۔ امت محمدیہ نے بالاتفاق اُن کو قبول کر لیا ہے۔ اور اُن پر عمل کیا ہے۔
اس کے بعد دوسری قسم کی وہ ہیں۔ جو چند طریقوں سے ثابت ہوں اور کوئی معنی بشبہ اُن کے ثبوت میں نہ رہا ہو۔
اور اکثر امت بلاد کے جمہور فقہا نے اُن پر عمل کیا۔ خصوصاً علماء حرمین نے اُن پر کیا نہ عمل کیا ہو۔ قرون اولےٰ
میں خلف سے راشدین نے حرمین میں قیام یا علماء ہر زمانہ میں ہمیشہ ودہاں کا سفر کرتے رہے ہیں۔ اس لئے یہ بعید
معلوم ہوتا ہے کہ علماء سے حرمین ظاہری خطا کو تسلیم کر سکیں۔ اور بعض کی تیسری قسم یہ بھی ہے۔ کہ کوئی قول مشہور ہو گیا ہو۔
اور کسی شہر کے حصہ میں اُس پر عمل کیا گیا ہو۔ اور صحابہ و تابعین کی بڑی جماعت نے اُس کی روایت کی ہو۔ اور
تیسری قسم وہ ہے جو صحیح ہوں۔ اُن کی اسناد حسن ہو علماء حدیث نے اُن کی شہادت دی ہو اور ایسے متروک القول
نہ ہوں کہ امت میں سے کسی نے اُس کو اختیار نہ کیا ہو لیکن جو حدیث ضعیف یا موضوع یا منقطع یا مقلوب الاسناد۔ یا
مقلوب المتن یا مجہول لوگوں نے اُس کی روایت کی ہو یا اُس قول کے مخالف ہوں۔ جو بالاتفاق سلف کے
ہر طبقہ میں ثابت ہو گیا ہے۔ پس ایسی حدیثوں کا قائل ہونا ممکن نہیں۔ کتب حدیث کے صحیح ہونے کے معنی یہ
ہیں۔ کہ مؤلف کتاب نے اپنے اوپر اس بات کا التزام کر لیا ہو۔ کہ وہی حدیثیں درج کرونگا جو صحیح یا حسن ہونگی۔
کسی طرح ان میں تغیر و تبدل نہ ہوا ہو۔ اور نہ وہ قبیح یا شاذ ہوں۔ اور ضعیف کا اس طرح پر ذکر کرنا کہ اُس کا
ضعف بیان کر دیا جائے۔ تو کتاب میں موجب اعتراض نہیں ہے۔ اور کتب حدیث کی شہرت کے یہ معنی
ہیں۔ کہ جو حدیثیں اُن میں مندرج ہیں وہ کتابوں کے مدون ہونے سے پہلے اور بعد محدثین کی زبان پر دائر
و سائر ہوں۔ مؤلف سے پہلے ہی آئمہ حدیث نے مختلف طرق سے اُن کی روایت کی ہو اور اپنے مسندوں
و مجموعوں میں اُن کو بیان کیا ہو۔ مؤلف کے بعد اُس کی روایت کرنے اور محفوظ رکھنے کی طرف توجہ کی ہو
اُس کا اشکال دور کر دیا ہو یا حدیث غریب کی شرح کر دی ہو۔ اُس کا اعراب بیان کیا ہو۔ اُس کے طرق بیان
کئے ہوں۔ مسئلہ فقہی اُس سے مستنبط کیا ہو۔ ہر درجہ و مرتبہ میں ہمارے زمانہ تک اُس کے راویوں کے حالات کا
سُراغ لگایا گیا ہو۔ یہاں تک کہ کوئی چیز جو حدیث سے تعلق رکھتی ہے ایسی باقی نہ رہے۔ جس میں پورا غور کر لیا ہو۔
الا ماشاء اللہ۔ نقادان حدیث مصنف سے پیشتر اور اُس کے بعد اُس کے اقوال سے موافقت کرتے رہے

ہوں۔ اُن کی صحت کو ثابت کرتے رہے ہوں مصنف کی رائے کی تصدیق کریں اور اس کی کتاب کی ثنا خوانی کی ہو۔ آئمہ فقہ نے اُن اقوال سے مسائل کو مستنبط کیا ہو۔ اُن پر اعتماد کیا ہو۔ عام لوگوں کو اُن اقوال سے عقیدت ہو۔ اُن کے دل میں اُن کی عظمت ہو ✦

حاصل یہ ہے کہ جب کسی کتاب میں یہ دونو اوصاف جمع ہوں وہ طبقہ اولے کی سمجھی جائینگی۔ ان اوصاف میں جتنا امتیاز ہوگا۔ وتنی ہی فوقیت ہوگی اور اگر دونو اوصاف بالکل مفقود ہونگے وتنی ہی پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگی۔ جو کتاب طبقہ اولے میں اعلےٰ درجہ کی ہوگی وہ تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اس سے ادنلے درجہ کی مستفیض کے مرتبہ تک پہنچتی ہے۔ اور اس کے بعد وہ ہے جو قطعی صحت کے قریب ہو اور قطعی ہونے سے مقصود وہ حد ہے جو علم حدیث میں معتبر ہے کہ مفید عمل ہو جائے۔ اور جو احادیث دوسرے طبقہ کی ہوتی ہیں اُن میں سب سے بلند مستفیض کے قریب ہے اور اُس کے بعد جو قطعی صحت کے قریب ہو۔ اور اُس کے بعد جو مفید ظن ہو۔ وھکذا اینزل الامر ✦

استقرار اور تلاش سے طبقہ اولے کی صرف تین کتابیں ہیں (۱) مُوطا (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ بعد کلام اللہ کے سب کتابوں میں زیادہ صحیح امام مالک کی موطا ہے۔ اہل حدیث کا اتفاق ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے موافقین کی رائے کے موافق موطا کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ اور دیگر محدثین کی رائے میں اُس میں کوئی حدیث مرسل اور منقطع ایسی نہیں ہے کہ دیگر طرق سے اُس کی سند متصل نہ ہوئی ہو۔ اس وجہ سے اُس کی تمام حدیثیں صحیح ہی ہیں۔ امام مالکؒ کے زمانہ میں اکثر موطائیں تصنیف کی گئیں۔ جن میں موطاے مالک کی احادیث کی تخریج کی گئی۔ اور اُس کی منقطع احادیث کا متصل ہونا ثابت کیا گیا۔ مثلاً۔ ابن ابی ذیب۔ ابن عیینہ۔ ثوری۔ معمر وغیرہم کی کتابیں جن کے اساتذہ اور امام مالک کے اساتذہ مشترک تھے۔ امام مالک سے بلا واسطہ ایک ہزار لوگوں سے زیادہ نے موطا کی روایت کی ہے دور دراز ملکوں سے سفر کر کر لوگوں نے موطا کو امام مالک سے اخذ کیا۔ جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر کیا تھا۔ امام مالک کے شاگردوں میں سے بعض ایسے لوگ تھے جن کی فقاہت مشہور و اعلےٰ درجہ کی تھی۔ جیسے امام شافعی اور محمد بن حسن اور ابن وہب اور ابن قاسم اور بعض بڑے متبحر محدثین تھے۔ جیسے یحیٰی بن سعید قطان اور عبدالرحمن بن مہدی اور عبدالرزاق اور بعض اُن کے شاگرد امرا و سلاطین تھے۔ جیسے رشید اور اُن کے دو بیٹے موطا کی شہرت امام مالک ہی کے زمانہ میں تمام اسلامی ممالک میں منتشر ہو گئی تھی۔ اُس کے بعد جتنا زمانہ گذرتا گیا اُسی قدر اُس کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور اُس کی طرف توجہ زیادہ ہوتی گئی۔ شہروں کے فقہا نے اپنے مذاہب کی بنیاد اُسی پر قائم کی۔ بعض مسائل میں اہل عراق نے بھی اسی کو مبنی قرار دیا اور علماء برابر اُس کی حدیثوں کی تخریج کرتے رہے اور اُس کے شواہد و توابع کو بیان کرتے رہے۔ اُس میں سے غریب حدیث کی شرح اور مشکل کا انضباط کرتے تھے اُس کے مسائل میں مباحثہ کرتے تھے۔ اور اُس کے راویوں کی تحقیق اور ان امور میں لوگوں نے یہاں تک غور کیا کہ اگر

بعد کوئی مرتبہ غور کا باقی نہیں رہا ۔ اگر تجھ کو صاف حق کرنا منظور ہے تو کتاب موطا کا امام محمد کی کتاب الآثار اور امام ابویوسف کی
کتاب الامالی سے موازنہ کرو ۔ موطا میں اور ان دونوں کتابوں میں بعد المشرقین نظر آویگا ۔ تم نے کسی محدث یا فقیہ کو سنا ہے
کہ ان دونوں کی طرف توجہ کی ہو ۔

صحیحین پر تمام محدثین نے اتفاق کیا ہے ۔ کہ صحیحین میں جتنی حدیثیں متصل مرفوع ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں ان دونوں
کتابوں کا ثبوت مصنفین تک بالتواتر ہے ۔ اور جو ان کی حالت کو نگاہ عظمت سے نہ دیکھے وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں
کے راستہ کے خلاف پیروی کرنے والا ہے ۔ اگر تم صحیحین کا ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی کتابوں اور خوارزمی وغیرہ کے
مسندوں سے مقابلہ کروگے تو ان میں بعد المشرقین پاؤگے ۔ اور حاکم نے صحیحین کی احادیث پر ان دونوں کی شرط کے موافق
دیگر حدیثوں کا اضافہ کیا ہے جن کو شیخین نے ذکر نہیں کیا تھا بس ان کو متبع کیا ہے ۔ ایک وجہ سے وہ درست ہیں
حاکم نے ایسی حدیثیں دریافت کیں جو شیخین کے اساتذہ سے مروی تھیں ۔ اور صحیحین کی شروط یعنی حدیث کا صحیح اور
متصل ہونا اُن میں پایا جاتا تھا ۔ اس لئے حاکم کا اس قسم کا اضافہ مقبول ہے ۔ لیکن شیخین صرف وہی حدیث بیان کرتے
ہیں ۔ جن میں اُن کے اساتذہ نے خوب غور کر لیا تھا ۔ اور اُس کے بیان کرنے اور صحت پر اُن کا اتفاق ہو گیا تھا ۔ جیسے مسلم
نے اشارہ کیا ہے کہ میں یہاں صرف وہی حدیثیں بیان کرونگا ۔ جن پر سب اساتذہ کا اتفاق ہے اور مستدرک حاکم میں جو احادیث
صحیحین سے جیسا مان کی گئی ہیں وہ سب مستور الحال ہیں ۔ شیخین کے اساتذہ کے زمانہ میں وہ مخفی حالت میں تھیں ۔ اگرچہ ان کے
زمانہ کے بعد ان حدیثوں کی شہرت ہو گئی تھی ۔ اور جو حدیثیں ایسی ہیں کہ محدثین نے اُن کے راویوں میں اختلاف کیا ہے
اُن میں شیخین اپنے اساتذہ کے طریقہ پر سند شوں کے موصول یا منقطع ہونے میں اتنا غور کیا کرتے تھے کہ اصلی حالت کا
بالکل انکشاف ہو جایا کرتا تھا ۔ اور حاکم نے اکثر موقعوں میں اُنہیں قواعد پر اعتماد کیا ہے ۔ جو شیخین کے اصول سے مستنبط
کئے گئے ہیں ۔ جیسے کہ حاکم کا قول ہے ۔ ثقہ راویوں کا زیادہ ہونا باعث قبولیت ہے اور جب حدیث کے موصول و مرسل
ہونے یا موقوف اور مرفوع ہونے وغیرہ میں علماء کا اختلاف ہو تو جو شخص زیادہ حافظ ہوگا اُس کے مقابلہ میں جو حافظ
نہیں ہے اُس کا زیادہ غلبہ ہوگا ۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ حفاظ سے موقوف اور منقطع کے موصول کرنے میں خرابی ہو جایا کرتی
ہے ۔ خاصکر جب حفاظ کو متصل مرفوع کی طرف زیادہ میلان و اہتمام ہوا کرتا ہے ۔ اسی لئے شیخین اکثر اُن احادیث کے
قائل نہیں ہیں جن کے حاکم قائل ہیں ۔ ان تینوں کتابوں کی طرف قاضی عیاض نے کتاب مشارق میں زیادہ توجہ کی ہے
اُن کی مشکلات کا زیادہ انضباط کیا ہے ۔ اُن کی ردّ و بدل کو دور کر دیا ہے ۔

دوسرے طبقہ کی کتابیں موطا اور صحیحین کے درجہ تک نہیں پہنچی ہیں ۔ لیکن اُن کے قریب قریب ہیں ۔ اُن کے مصنف
ثقاہت و عدالت و حفظ میں مشہور و معروف تھے ۔ فنون حدیث میں متبحر تھے ۔ انہوں نے اپنی اس درجہ کی کتابوں میں
اُن امور میں کوتاہی کرنے کو پسند نہیں کیا ۔ جن کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تھا ۔ اس لئے جو لوگ اُن کے بعد ہوئے ہیں اُنہوں
نے اُن کو بہ نظر قبول دیکھا ۔ محدثین فقہا نے اُن کی طرف درجہ بدرجہ توجہ کی ۔ لوگوں میں کتابیں مشہور ہو گئیں لوگوں نے اُن کے
غریب امور کی شرح کی اُن کے راویوں کی تفتیش کی ۔ فقہی مسائل کو مستنبط کیا عام علوم کی بناء انہی احادیث پر ہے اس طبقہ

میں سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی اور نسائی ہیں۔ اور رزین نے تجرید صحاح اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں ان احادیث کا خاص اہتمام کیا ہے۔ غالباً مسند احمد بھی اسی درجہ کی ہے۔ امام احمد نے اُس کو گویا ایک معیار قرار دیا ہے اس سے صحیح وسقیم کی شناخت بھی ہوسکتی ہے اور فرمایا ہے جو حدیث اس میں نہیں ہے اُس کو قبول مت کرو +

تیسرے طبقہ میں وہ مسندیں اور جوامع اور تصنیفات داخل ہیں جو بخاری و مسلم سے پہلے یا اُن کے زمانہ میں یا اُن کے بعد تصنیف کی گئی ہیں۔ اور اُن میں صحیح اور حسن اور ضعیف۔ و معروف اور غریب و شاذ اور منکر و خطا و صواب اور ثابت و مقلوب ہر قسم کی حدیثیں شامل ہیں۔ اور اگرچہ اُن میں جہالت بعض نہیں ہے تاہم اُن کے علما کی چنداں شہرت بھی نہیں ہوئی۔ ان احادیث کا جو اُن کتابوں میں منفرد ہیں۔ فقہار نے کچھ زیادہ استعمال نہیں کیا اور محدثین نے اُن کی صحت وسقم سے زیادہ بحث نہیں کی اور اس میں بعض کتابیں ایسی ہیں کہ کسی اہل لغت نے اُن کی غرابت کو نہیں دور کیا اور کسی فقیہ نے سلف کے مذاہب پر اُن کو منطبق نہیں کیا اور کسی محدث نے اُس کا اشکال دور نہیں کیا۔ اور کسی مؤرخ نے اسماء الرجال کو بیان نہیں کیا۔ میرا کلام اُن آئمہ حدیث میں ہے جو زمانہ سلف میں تھے۔ وہ متاخرین مراد نہیں ہیں جن کی نظر میں زیادہ تعمق ہے۔ انہیں وجوہ سے یہ کتابیں خفا اور گمنامی کی حالت میں باقی رہیں۔ اس طبقہ میں مسند ابو علی اور مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور بیہقی اور طحاوی اور طبرانی کی کتابیں ہیں۔ ان لوگوں کا قصد تھا کہ جو پاویں جمع کردیں۔ یہ غرض نہ تھی کہ خلاصہ کرکے مہذب صورت میں بیان کرکے عمل کرنے کے قابل بنا دیں +

چوتھے طبقہ میں وہ کتابیں ہیں کہ صدیوں کے بعد اُن کے مصنفین نے قصد کیا کہ جو احادیث طبقہ اولے اور طبقہ دوم کی کتابوں میں جمع نہیں ہیں اور وہ ایسے مجموعوں اور مسندوں میں جمع تھیں جن کی شہرت نہ ہوئی تھی۔ ان مصنفین نے ان احادیث کی وقعت کی وہ ایسے لوگوں کے زبان زد تھیں کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں اُن کو جمع نہ کیا تھا۔ جیسے اکثر واعظ مبالغہ آمیز باتیں کیا کرتے ہیں۔ یا وہ حدیثیں کہ اہل ہوا اور ضعیف راویوں سے مروی تھیں یا صحابہ و تابعین کے وہ آثار تھے۔ یا اسرائیلیات کے قبیلہ سے تھیں یا حکما اور واعظوں کے مقولے تھے۔ جن کو راویوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے سہواً یا عمداً خلط ملط کردیا تھا یا قرآن وحدیث کے احتمالات تھے جن کو نیک لوگوں نے کہ جو روایت کے غوامض سے واقف نہیں ہوتے بالمعنی روایت کیا تھا۔ اور ان معانی کو احادیث مرفوعہ کردیا تھا یا بعض معانی کتاب وسنت کے اشارات سے مفہوم ہوتے تھے۔ ایسے معانی کو عمداً مستقل حدیث سمجھ لیا تھا یا چند احادیث میں چند مختلف جملے وارد ہوئے تھے اُن کو ترتیب دیکر ایک حدیث بنا لیا۔ ایسی حدیث کا ظن غالب یہ کتابیں ہیں۔ ابن حبان اور کامل ابن   کی کتاب الضعفاء اور ابو نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی کی اور مسند خوارزمی بھی اسی پایہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اس چوتھے طبقہ میں زیادہ درست وہ کتابیں ہیں جن میں ضعیف و محتمل حدیثیں ہیں اور سب سے بدتر وہ ہیں جن میں موضوع حدیثیں ہیں یا جہالت ونکارت اُن میں زیادہ ہے۔ ابن جوزی کی کتاب الموضوعات اس طبقہ کا ذخیرہ ہے +

پانچویں طبقہ میں وہ کتابیں ہیں کہ فقہا اور صوفیہ اور مورخین وغیرہ کی زبانوں پر اُن کی شہرت ہے اور اُن چاروں طبقوں

میں اُن کی کچھ اصل نہیں معلوم ہوتی - تو اُن میں سے بعض ایسی بھی ہیں کہ جن لوگوں نے مصنوع کر لیا ہے - جو بددین تھے لیکن زبان عربی میں ماہر تھے - انہوں نے ان احادیث کی اسناد بلیغ لفظوں میں بیان کی اس لئے اُن میں جرح نہیں ہو سکتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا وارد ہونا مستبعد نہیں معلوم ہوتا تھا - اُن لوگوں نے اسلام میں ایک سخت مصیبت کو پھیلا دیا - لیکن کبرائے حدیث ایسی حدیثوں کو شواہد حدیث پر پیش کرتے ہیں - اُس وقت اُن کی پردہ دری ہوتی ہے - اور عیب ظاہر ہو جاتا ہے - اور محدثین کا اعتبار طبقہ اولے اور طبقہ دوم کی حدیثوں پر ہے - انہیں سے ہمیشہ ان کو وابستگی رہی ہے اور تیسرے طبقہ کی حدیثوں پر عمل کرنا اور اُن کا قائل ہونا - انہیں متبحر محققین کا کام ہے جو اسماء الرجال کو محفوظ رکھتے ہیں - اور حدیث کی علتوں سے خوب واقف ہیں - اس طبقہ کی حدیثوں سے اکثر شواہد وغیرہ اخذ ہُوا کرتے ہیں - لقد جعل اللہ لکل شیٔ قدرا اور چوتھے طبقہ کی حدیثوں کو توجہ سے جمع کرنا اور اُن سے احکام کا مستنبط کرنا علماء متاخرین بطریق ایک قسم کا تعمق ہو گیا ہے اور سچ یہ ہے گروہ رافضی اور معتزلہ وغیرہ ادنےٰ توجہ سے ان حدیثوں سے اپنے شواہد مذہب کو ملخص کر سکتے ہیں - لیکن علماء حدیث کے معرکوں میں ان کے ذریعہ سے فتح نہیں پا سکتے - واللہ اعلم ٭

باب ۹ - اس بیان میں کہ کلام سے مقصود کیسے سمجھ میں آیا کرتا ہے

معلوم کرو کہ دلی مقصد کو جب متکلم بیان کرتا ہے اور سامع اُس سے مطلب سمجھتا ہے تو اس کے بلحاظ وضوح اور خفا کے کئی درجے ہُوا کرتے ہیں - سب سے اعلےٰ درجہ وضوح کا یہ ہے کہ موضوع لہ معین کے لئے صریح طور پر حکم ثابت کیا گیا ہو - اور اسی کے بتانے اور سمجھانے کو وہ کلام بولا گیا ہو - اور کسی دوسرے معنی کا اُس پر احتمال نہ ہو سکے - اور اس کے قریب اس کا درجہ ہے کہ جس میں ان تین قیدوں میں سے کوئی قید نہ پائی جائے - بلکہ اُس میں حکم کا ثبوت کسی عام عنوان کے لئے ہو - جو جتنے مسمیات اور معانی کو شمولاً یا بدلاً شامل ہو جیسے الناس اور مسلمون اور قوم و رجال اور اسماء اشارہ جب ان کا صلہ عام ہو - یا کوئی موصوف جس کی صفت عام ہو یا وہ لفظ جو لائے جنس سے نفی کیا گیا ہو - اس قسم کا ثبوت کامل اس واسطے نہیں ہُوا کرتا - کہ اکثر عام معنی میں خصوصیت بھی پیدا ہو جایا کرتی ہے یا خاص اس فائدہ پہنچانے کے لئے وہ کلام نہ لایا گیا ہو - بلکہ اُس موقع سے وہ فائدہ لازمی طور پر معلوم ہو گیا ہو - جیسے جاءنی زید الفاضل سے زید کا فضل اور یا زید بن السقیر سے زید کا فقر ضمناً اور لزوماً معلوم ہو جایا کرتا ہے یا اُس لفظ میں کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو مثلاً لفظ مشترک یا وہ لفظ جس کے حقیقی معنی بھی استعمال میں آتے ہوں - اور اُس کے مجازی معنی بھی متعارف ہوں - یا وہ الفاظ جن کا علم مثال اور تقسیم کے لحاظ سے ہُوا کرتا ہے لیکن وہ کسی تعریف جامع اور مانع سے معلوم نہیں ہُوا کرتے مثلاً سفر اُس کی مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ مدینہ سے نکل کر کوئی شخص مکہ کا قصد کرے اور یہ امر معلوم ہے کہ بعض حرکتیں سیر کے واسطے بھی ہُوا کرتی ہیں - اور کبھی ضرورت کے لئے حرکت ہُوا کرتی ہے کہ اُسی روز اپنے مکان کو واپس جایا کرتے ہیں اور کبھی حرکت چلنے کی غرض سے ہوتی ہے - اور دوسرے معنی کا احتمال اس طرح پر ہُوا کرتا ہے کہ ایک لفظ میں دو چیزوں کا احتمال ہو - جیسے اسم اشارہ یا ضمیر جب مختلف قرائن سے مرجع کی وجہ سے اس میں تعارض ہو گیا ہو - یا کسی صلہ کا مصداق دو چیزیں ہو سکتی ہوں - اور اس مرتبہ کے قریب اُس مفہوم کا درجہ ہے کہ بغیر ذریعہ کلام و لفظ کے کسی عبارت سے وہ امر مفہوم ہو سکتا ہو - ایسے طریقے بڑے بڑے تین ہیں (۱) فحوائے کلام یعنی کلام سے ایک وہ امر معلوم ہو جائے جس کا عبارت میں کچھ ذکر نہ کیا گیا ہو - اور اُس امر کا ثبوت اُن معنی سے ہو جائے جن کی وجہ سے وہ حکم ذکر کیا گیا ہے جیسے لا تقل لھما اُف سے والدین کے مارنے

کی صورت بطریق اولےٰ ثابت ہوتی ہے ۔ اور جیسے کہا جائے کہ جو شخص رمضان کو کچھ دن میں کھالے ۔ تو اُس پر قضا واجب ہو جائیگی ۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائل کی غرض یہ ہے کہ جو شخص روزہ توڑ دے ۔ اُس پر قضا واجب ہے ۔ اور صرف کھانے کی صورت اس واسطے ذکر کی گئی کہ یہ صورت ذہن میں جلد آجایا کرتی ہے ۔ (۲) اقتضاء اس سے معنی اس طرح سمجھ میں آیا کرتے ہیں کہ عادتاً یا عقلاً یا شرعاً اُس لفظ کو وہ معنی لازم ہوا کرتے ہیں ۔ جن کے لئے وہ لفظ استعمال کیا گیا ہے مثلاً اعتقت اور بعت کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے اُس شے کا وہ مالک ہو چکا ہو ۔ اور مشی کا مقتضا یہی ہے کہ پاؤں سالم ہوں ۔ اور صلّے کا مقتضا یہ ہے کہ اُس کو طہارۃ حاصل ہو (۳) ایماء مقصود کو ایسی عبارت میں ادا کیا کرتے ہیں ۔ جو مناسب اعتبارات کی وجہ سے مذکور ہوا کرتی ہے ۔ اُس سے بلغاء کا قصد ہوا کرتا ہے ۔ کہ عبارت اُس اعتبار مناسب کے مطابق لائی جائے ۔ جو اصل مقصود پر زائد ہو ۔ اس واسطے اُس کلام سے جو اعتبار اُس کے مناسب ہوگا وہ مفہوم ہوگا مثلاً جب کسی شے کو وصف یا کسی شرط سے مقید کریں ۔ تو اس سے معلوم ہوگا کہ اگر یہ وصف اور شرط نہ پائے جائینگے تو یہ حکم بھی نہ ہوگا لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ وہ موقع ایسا ہو کہ سوال کے متشکل کلام کو ذکر کرنا یا اُس صورت کا ذکر کرنا مبادر الی الذہن ہو مقصود نہ ہو ۔ اور نہ اُس سے یہ غرض ہو کہ حکم کا فائدہ بیان کیا جاوے ۔ اور ایسے ہی استثنا اور بیان غایۃ اور بیان عدد کا حال ہے ۔ اور ایماء کے اعتبار کرنے میں یہ شرط ہے کہ اہل زبان کے عرف میں اُس ایماء کی وجہ سے کلام میں تناقض ہو جایا کرتا ہو ۔ مثلاً جب کہا جائیگا علےٰ عشرۃ الا ثنی اثنا علےٰ واحد اور جو امور ایسے ہیں کہ اُن سے وہی لوگ واقف ہو سکتے ہیں ۔ جو علم معانی میں بخوبی خوض کر سکتے ہیں ۔ اُن کا کچھ لحاظ نہیں ہے اس کے بعد اُن مطالب کا درجہ ہے ۔ جن کی رہبری مضمون کلام سے ہوا کرتی ہے ۔ اس کے بھی تین بڑے حصے ہیں (۱) عموم میں کسی شے کو مندرج کرنا جیسے جبیرۃ یا ذی ناب ہوا کرتا ہے ۔ اور تمام ذی ناب چیزیں حرام ہوا کرتی ہیں ۔ اس کا بیان قیاس اقترانی سے ہوتا ہے ۔ اس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ثواب کے باب میں مجھ پر صرف ایک یہی آیت جامع نازل کی گئی ہے ۔ اب جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کریگا ۔ وہ اُس کی جزا دیکھیگا ۔ اور جو ذرہ برابر بھی بُرائی کریگا ۔ وہ اُس کی جزا دیکھیگا ۔ اور اسی بنا پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضہ نے استدلال کیا تھا خدا کے قول فبھدیھم اقتدہ ۔ اور اس قول خداوندی سے وظن داؤد انما فتنہ فاستغفر ربہ وخر راکعاً واناب عبداللہ ابن عباس رضہ نے فرمایا تھا کہ تمہارے پیغمبر مامور تھے کہ اُن کی پیروی کریں ۔ اور ایک استدلال ملازمت یا منافات کی وجہ سے ہوا کرتا ہے ۔ جیسے کہ اگر وتر واجب نہ ہوتے تو سواری پر اُس کو ادا نہ کر سکتے لیکن اُن کو سواری پر تو ادا کر سکتے ہیں ۔ اس استدلال کی صورت قیاس شرطی کی سی ہوا کرتی ہے ۔ آیت لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا میں بھی ایسا ہی استدلال ہے ۔ اور ایک صورت قیاس کی ہے یعنی کسی علت جامع اور مشترک میں ایک صورت کی دوسری صورت سے مشابہت اور مثال قائم کرنی ۔ جیسے گیہوں کی طرح چنا بھی ربوی ہے ۔ یعنی اُس میں بھی ربو ہوا کرتا ہے ۔ ایسا ہی قیاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے کہ اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو اُس کو ادا کرتا یا نہیں اور اگر کرتا تو اُس کی جانب سے ادا ہوتا یا نہیں ۔ اُس شخص نے کہا ہاں ادا ہو جاتا ۔ تب آپ نے فرمایا کہ پھر باپ کی طرف سے حج کرو ۔ واللہ اعلم ✦

باب ۱۰ اس بیان میں کہ قرآن و حدیث سے احکام شرعیہ کو کیسے سمجھا کرتے ہیں

جن لفظوں سے رضائے الٰہی و اُس کی ناخوشی کا ثبوت ہوا کرتا ہے۔ جیسے لفظ حُب و بغض۔ رحمت لعنت۔ قرب بعد ہیں۔ اور ایسے ہی رضا اور عدم رضا اس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ کسی فعل کی نسبت اُن لوگوں کی جانب کیجائے جو مورد رضا اور عدم رضا ہیں۔ جیسے مومنین اور منافقین اور ملائکہ اور شیاطین اور اہل جنت اور اصحاب جحیم اور اس سے بھی مفہوم ہوا کرتا ہے کہ کسی امر کو طلب کریں یا کسی امر کو منع کریں یا اُس خبر کو بیان کریں جو کسی کام پر مترتب ہوا کرتی ہے۔ یا کسی امر کو اُس چیز سے تشبیہ دیجائے جو ذہن میں محمود یا مذموم خیال کیجاتی ہے۔ اور نیز اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس امر کے کرنے کا اہتمام فرمائیں یا باوجود ہونے دواعی کے اُس سے اجتناب کریں +

رضائے الٰہی اور نارضامندی خداوندی کے درجات کو ممیز کرنا اور وجوب اور استحباب اور حرمت کراہیت کا اندازہ کرنا۔ تو اُس کے لئے بہت صاف صورت یہ ہوا کرتی ہے کہ اُس کے مخالف کا حال بیان کیا جائے۔ جیسے جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کریگا تو قیامت کے روز گنجے سانپ کی شکل اُس کی ہوگی۔ اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ومن لا فلا حرج۔ اور ان درجات کا اندازہ ایسے الفاظ سے بھی ہوتا ہے کہ کہا جائے فلاں چیز واجب ہے یا فلاں ناجائز ہے۔ یا کوئی شئے اسلام یا کفر کے لئے رکن قرار دیجائے۔ یا اُس کی بجا آوری یا ترک پر نہایت شدت کیجائے یا اُس کی نسبت کہا جائے یہ مروت سے نہیں ہے یا مناسب نہیں ہے یا صحابہ و تابعین اس کا کوئی حکم معین کریں۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سجدہ تلاوت کا واجب نہیں ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں۔ یا مقصود حالت دیکھی جائے کہ اُس سے کس طاعت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یا کونسا گناہ کا ذریعہ اس سے رُک جاتا ہو۔ یا اس عمل میں وقار اور حسن ادب کی شان معلوم ہوتی ہے +

کسی فعل کی علت یا رکن یا شرط معلوم کرنا ہو۔ تو ان امور کے لئے بہت صاف طریقہ یہ ہے کہ نص میں وہ وارد ہوا ہو۔ جیسے نشہ والی چیز حرام ہے۔ کل مسکر حرام۔ یا جیسے کوئی شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز نہ ہوگی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بام الکتاب۔ اور بغیر وضو کے تم میں سے کسی کی نماز مقبول نہ ہوگی۔ لا تقبل صلوٰۃ احدکم حتی یتوضأ۔ یا بذریعہ اشارہ اور ایماء کے اُس کا اندازہ کیا جائے۔ جیسے ایک شخص نے کہا تھا کہ رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا ایک بردہ آزاد کر۔ اور نماز کا نام قیام یا رکوع یا سجدہ رکھنا۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ امور نماز کے ارکان ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فانی ادخلتھما طاھرتین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موزہ پہننے کے وقت طہارۃ کا ہونا شرط ہے +

اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک شئے کے ہونے سے کسی شئے کے ہونیکا یا نہ ہوتے سے کسی شئے کا نہ ہونا ثابت کیا جایا کرتا ہے اس سے ذہن میں صاف جم جاتا ہے کہ فلاں شئے علت ہے یا رکن ہے یا شرط ہے۔ جیسے کہ زبان عربی کی مشق کرتے کرتے اور قرائن کے موافق الفاظ عربی کا استعمال کرتے کرتے ایک فارسی نژاد شخص کے ذہن میں زبان عربی کے معانی موضوعہ متمکن

ہوجایا کرتے ہیں ❊

واتما میزانہ نفس تلک المعرفۃ۔ جب ہم شارع کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ نماز میں رکوع کرتے ہیں۔ سجدہ کرتے ہیں اور اپنے بدن سے ناپاکی کو دور کرتے ہیں اور ہر دفعہ ایسا ہی کرتے ہیں تو اصلی مقصود کا ہم کو یقین ہوجاتا ہے۔ اگر تم کو حق معلوم کرنے کی خواہش ہے تو ہر جگہ ذاتی صفات معلوم کرنے کا مدار علیہ یہی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ لکڑیاں جمع کرکے اُن سے ایسی چیز بنانا چاہتے ہیں۔ جو نشست کے قابل ہو۔ اور اُس کا نام تخت رکھتے ہیں۔ تو اس سے ہم کو تخت کے اوصاف ذاتی کا انتزاع آسان ہوتا ہے۔ اس کے بعد کسی مناسبت کے اعتماد پر علت حکم اور مدار علیہ حکم کا خارج کرنا ہے ❊

اُن مقاصد کا معلوم کرنا جن پر احکام کی بنا ہوا کرتی ہے۔ نہایت دقیق علم ہے۔ اس علم میں وہی شخص خوض کیا کرتا ہے جس کا ذہن نہایت لطیف اور اُس کا فہم نہایت درست ہو۔ فقہائے صحابہ نے طاعتوں اور گناہوں کے اصول کو اُن مشہور امور سے اخذ کر لیا تھا جن پر اُس زمانہ کے فرقوں کا اتفاق ہو گیا تھا۔ مشرکین عرب۔ یہود و نصاریٰ سب اُن پر متفق تھے۔ اس لئے صحابہ کو اُن امور کی وجہ اور اُن کے متعلق مباحث اور چھیڑ چھاڑ کی زیادہ ضرورت نہ تھی اور شریعت کے قوانین اور آسانی کے اصول اور استحکام دین کے طریقوں کو اُنہوں نے امر و نہی کے موقع دیکھ دیکھ کر حاصل کر لیا تھا۔ جیسے طبیب کے ہمنشین مدت کی میل جول اور ملاقات سے اُن دواؤں کے فوائد معلوم کر لیتے ہیں جن کے استعمال کا وہ طبیب حکم کیا کرتا ہے صحابہ کو اُن امور کے متعلق اعلےٰ درجہ کی واقفیت تھی یہی واقفیت تھی جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کی نسبت فرمایا تھا جو نفل کو فرض سے ملا کر پڑھتا تھا۔ کہ اسی سے وہ لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ جو تم سے پہلے تھے۔ اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابن خطاب تیری رائے کو خدا نے درست کر دیا ہے۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ بیان کی کہ جمعہ کے روز غسل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین امر میں مجھ کو خدا کے ساتھ موافقت ہوئی ہے۔ اور منہی عنہ بیوع کی نسبت حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلوں میں مختلف بیماریاں پیدا ہو جایا کرتی تھیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ اگر ان امور کو جو اب عورتوں نے نئے نئے ایجاد کر لئے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم معلوم کرتے تو جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں ایسے ہی یہ عورتیں مسجدوں سے روک دی جاتیں۔ معانی شرعیہ کے معلوم کرنے کا صاف طریقہ یہ ہے۔ جو قرآن و حدیث میں مصرح طور پر مذکور ہو جیسے فرمایا خدا نے قصاص میں اے عقلمندو تمہاری زندگی ہے۔ اور فرمایا خدا نے معلوم کیا کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہو۔ اس واسطے توبہ تمہاری قبول کرکے تم کو معاف کر دیا۔ اور فرمایا اب خدا نے تم کو آسانی کر دی اور جان لیا کہ تمہارے اندر ضعف ہے۔ اور فرمایا کہ اگر اس کو نہ کرو گے۔ تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہوگا۔ اور خدا نے فرمایا کہ اگر اُن میں سے کوئی راستہ سے بہک جاوے تو ایک دوسرے کو یاد دلاوے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو معلوم نہیں ہے کہ اُس کا ہاتھ کہاں سوتا رہا ہے اور فرمایا شیطان اُس کی ناک پر شب کو رہا ہے۔ ان کے بعد اُن معانی کا درجہ ہے۔ جو ایما اور اشارہ سے معلوم ہوئے ہوں۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعنت کرنے والوں سے بچو۔ اِن کے بعد اُن کا درجہ ہے جن کو فقیہ صحابی بیان کرے۔ اس کے بعد علت

حکم کے خارج کرنے کا درجہ ہے۔ تخریج اس طرح ہو کہ اس کی تہا ایسے امر مقصود پر ہوتی ہو جس کا ملحوظ ہونا یا اُس کے نظیر کا ملحوظ ہونا ظاہر ہو۔ اور چونکہ مذہبی اموریں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس میں گزاف ہو تو اسواسطے ضرور ہے۔ کہ مقادیر سے بحث کیجائے کہ اُن کی مقادیر کیوں معین نہیں کی گئیں خاص خاص یہی مقادیر کیوں معین ہوئیں اور اس سے بحث ہو کہ حکم عام سے یہ امور کیوں خاص کئے گئے کیا اصلی مقصود اُس عموم کا مفقود تھا۔ یا کوئی مانع موجود تھا۔ کہ تعارض کے وقت اُس کو ترجیح دیدی گئی ✣

باب ۱۸ مختلف حدیثوں میں فیصلے کے بیان میں

کلیہ یہ ہے کہ ہر ایک حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ البتہ اگر تناقض کی وجہ سے سب حدیثوں پر عمل نہ کر سکتے ہوں تو بعض کو ترک کرنا چاہئے۔ اور واقع میں کوئی اختلاف نہیں ہوا کرتا۔ ہماری نظر میں اختلاف معلوم ہوا کرتا ہے ✣

جب دو حدیثیں مختلف ظاہر ہوں تو وہاں دیکھنا چاہئے اگر وہ اس قسم کی ہیں کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل نقل کیا گیا ہے۔ اگر ایک صحابی نے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا تھا۔ اور دوسرے صحابی نے نقل کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا کام کیا تھا۔ تو اُس صورت میں ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہوا۔ اگر ایسی حدیثیں اُن امور کے متعلق ہیں جو بطریق عادت کئے جاتے ہیں۔ تو وہ دونو مباح ہونگی۔ اور ایک میں عبادت کے آثار ہونگے اور دوسری میں کوئی امر عبادت کا نہ ہوگا۔ تو پہلی کو مستحب سمجھنا چاہئے اور دوسری کو جائز۔ اور اگر دونو حدیثوں کو عبادت سے تعلق ہوگا۔ تو وہ دونو امر مندوب یا واجب ہونگے اور ہر ایک کافی ہوجائیگا۔ حفاظ صحابہ نے اکثر سنن میں ایسی ہی تصریح کی ہے۔ مثلاً وتر میں گیارہ رکعتیں بھی وارد ہیں اور نو اور سات بھی۔ اور تہجد میں جہر بھی آیا ہے اور خفا بھی۔ اسی کے موافق رفع یدین میں بھی فیصلہ کرنا چاہئے کہ کانوں تک اٹھائے جائیں یا شانوں تک۔ اور ایسے ہی حضرت عمر اور عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد میں بھی فیصلہ کرنا چاہئے۔ اور ایسے ہی وتر میں اُن کی ایک رکعت منقول ہے یا تین رکعتیں ہیں۔ اور صبح وشام اور تمام اسباب اور وقتوں میں یہی کیفیت ہے ✣

اور اگر حدیثوں سے کسی شے کے امر کا وجوب معلوم ہو چکا ہو تو اُن کی وجہ سے حرج اور تنگی رفع کرنی مقصود ہوا کرتی ہے مثلاً وہ امور جن کا کفارہ سے تعلق ہے یا لڑنے والے کے معاوضہ کا فیصلہ ایک قول کے موافق۔ یا اُن احادیث میں کوئی مخفی علت ہوا کرتی ہے جس سے ایک وقت میں کسی کام کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں اُن کا مستحسن ہونا سمجھا جاتا ہے۔ یا ایک وقت میں کسی شئے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسرے وقت میں اُس میں رخصت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا تفتیش کرنا ضرور ہوا کرتا ہے۔ اور اگر ایک شے میں اصالت کا اثر معلوم ہوتا ہو۔ اور دوسری میں حرج کا لحاظ کیا گیا ہو۔ تو ایک کو عزیمت قرار دینگے اور دوسری کو رخصت۔ اور اگر کوئی دلیل نسخ ظاہر ہو جاوے تو نسخ کے قابل ہونگی۔ اور اگر ایک حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل بیان کیا گیا ہو اور دوسری حدیث سے کسی حدیث قولی کا رفع ثابت ہوتا ہو تو اگر اُس قول سے تحریم یا وجوب کسی امر کا قطعی طور پر معلوم نہ ہوتا ہو یا رفع ہی قطعی نہ ہو تو دونو کا احتمال ہوسکیگا یعنی حکم اول کا بھی اور حکم دوم کا بھی اور اگر قول میں تحریم و وجوب کی قطعیت ہوگی تو اُس وقت میں کہا جائیگا کہ وہ فعل صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ یا دونو فعل اور قول کی حالت

تفتیش کرنے کے بعد نسخ کے قائل ہو جائینگے۔ اور اگر وہ تو حدیثیں قولی دیکھینگے کہ اُن حدیثوں کی کیا حالت ہے اگر ایک حدیث سے
کوئی معنی ظاہر معلوم ہوتے ہوں اور تاویل کرنے سے دوسرے معنی اُس کے ہو سکتے ہوں اور تاویل بعید بھی نہ ہو تو یہ قرار دینگے
کہ اب معنی وہ دوسرے معنی کے لئے بیان ہیں اور اگر تاویل بعید ہوگی تو یہ معنی تاویلی جب ہی لئے جائینگے کہ کوئی قرینہ نہایت قوی
ہو۔ یا کسی فقیہ صحابی سے یہ تاویل منقول ہو مثلاً اُس ساعت کے متعلق جس میں قبولیت دعا کی اُمید ہوا کرتی ہے عبداللہ بن سلام سے
مروی ہے کہ وہ ساعت قبیل مغرب ہوا کرتی ہے اس پر حضرت ابو ہریرہ نے اعتراض کیا کہ یہ نماز کا وقت ہی نہیں ہے۔ اور
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسے وقت میں کوئی مسلمان کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھے تب حضرت عبداللہ ابن سلام نے
فرمایا کہ نماز کا انتظار کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے نماز پڑھنے والا۔ یہ تاویل بعید ہے۔ اگر ایک فقیہ صحابی نے اُس کو نقل نہ کیا ہوتا۔ تو
ایسی تاویلیں قابل تسلیم نہ ہوتیں ✤

لیکن یہ اقوال ذیل کہ تم پر مردار حرام کیا گیا حرمت علیکم المیتة یعنی مردار کا کھانا حرام کیا گیا اور تم پر تمہاری
مائیں حرام کی گئیں یعنی اُن سے نکاح کرنا حرام کیا گیا۔ اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر کا لگنا حق ہے۔
یعنی نظر کا اثر ہوا کرتا ہے۔ اور رسول حق ہے۔ یعنی رسول کی بعثت خدا کی جانب سے بیشک ہوا کرتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت سے خطا اور نسیان دور کردیگئی یعنی جو کام خطا و نسیان سے کیا جاوے اُس کا گناہ نہیں ہوا
کرتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی اور بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوا کرتا۔ اور
اعمال صرف نیتوں ہی سے ثابت ہوا کرتے ہیں۔ ان حدیثوں سے یہ مراد ہے کہ ان امور پر اُن کے وہ اثر مرتب نہیں ہوا کرتے جو
شارع نے قرار دئے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ جب نماز کو کھڑے ہوا کرو۔ تو منہ وغیرہ وضو کیا کرو۔ اذا قمتم الی الصلوٰة
فاغسلوا یعنی اُسی صورت میں کہ تم کو وضو نہ ہوا کرے۔ تو اس قسم کے سب اقوال ظاہر ہیں۔ ان میں کوئی امر تاویلی نہیں ہے
اِس لئے کہ اہل عرب ہر ایک لفظ کو ایسے اپنے مواقع پر استعمال کیا کرتے تھے۔ اور اُن مواقع کے جو امر مناسب ہوتا تھا۔ اُس سے
وہی مراد لیا کرتے تھے۔ یہ اُن کی زبان کا مقتضا تھا۔ اس میں کوئی امر ایسا نہ تھا جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ ظاہری معنی سے
عدول کیا گیا ہے ✤

اور اگر دو حدیثوں میں دو قسم کے فعل مذکور ہوں اور وہ کسی مسئلہ کا جواب یا کسی واقع کے فیصلے کے متعلق ہوں۔ تو
اگر اُن دونو میں کوئی علت دونو کو جدا کرنے والی موجود ہو۔ تو اُسی کے موافق فیصلہ کرینگے۔ مثلاً ایک شخص جوان نے روزہ دار
کے بوسہ کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے اُس کو منع کردیا۔ اور ایک بوڑھے شخص نے دریافت کیا
تو آپ نے اُس کو جائز قرار دیا۔ اور اگر سیاق حدیث سے ضرورت کا ہونا۔ یا سائل کا اصرار یا تکمیل امر کی طرف توجہ کا نہ ہونا
یا کسی ایسے شخص کی حالت کا رد کرنا مقصود ہو جسنے اپنی ذات پر نہایت سختی کی ہو اور دوسری حدیث میں یہ امور سیاق سے
ثابت نہ ہوں تو یہ کہینگے کہ ایک میں عزیمت ہے اور دوسری میں رخصت۔ اور اگر ان احادیث سے حالت ابتلا میں گناہ سے خلاصی کسی
کی معلوم ہوتی ہو۔ یا اُن میں کسی جنایت کیلئے کئی عقوبتیں مذکور ہوں۔ یا اُن میں قسم توڑنے والے کے کفاروں کا ذکر ہو۔ تو وہاں
احتمال ہوگا کہ دونو وجہیں صحیح قرار دیجائیں اور نسخ کا بھی احتمال ہوگا۔ اسی قاعدہ کے موافق استحاضہ والی عورت کا فتویٰ ہے

کہ کبھی اس کو ہر ایک دو نمازوں کے لئے غسل کا حکم دیا گیا اور کبھی ایام معتاد کے موافق حیض کی حالت میں رہنے کا یا ان ایام میں کہ خون کی زیادتی ظاہر ہو۔ یہ تقریر اُس قول کے موافق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو امر کا ایسی عورت کو اختیار دیا ہے اور عادت اور خون کا رنگ دونو اس کے قابل ہیں کہ حیض کا احتمال پیدا کر سکیں۔ اور یہی حکم ایک قول کے موافق روزہ اور اُس شخص کی طرف سے کھانا کھلانے بھیجے جو مر گیا ہو اور اُس کے ذمہ روزہ باقی ہو۔ اور ایسے ہی ایک قول کے موافق ہے جس شخص کو نماز میں شک واقع ہوا ہو۔ تو اس کا شک کس طرح رفع کیا جاوے۔ وہ ٹھیک رکعتوں کی جانچ کر لے یا بالیقین رکعتوں کو اختیار کرے اور یہی حکم نسب کے ثابت کرنے کا ہے اور قیافہ اور قرعہ میں بھی یہی حکم ہے۔ ایک قول کے موافق +

اور اگر احادیث میں نسخ ظاہر ہو تو نسخ کا قائل ہونا چاہئے اور نسخ کا علم کبھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تصریح فرمانے سے ہوا کرتا ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کر دیا تھا لیکن اب مت باز رہو کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونو حدیثوں کا حکم جمع نہ ہو سکتا ہو۔ اور ایک حدیث دوسری حدیث کی بعد وارد ہوئی ہو اور جب شارع نے کوئی حکم مشروع کیا ہو اور اُس کی جگہ دوسرا کوئی اور مشروع کر دیا ہو۔ اور پہلے حکم سے سکوت کیا ہو تو فقہا صحابہ اس سے سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا اور جب مختلف احادیث میں کسی صحابی نے فیصلہ کیا ہو کہ ایک حدیث دوسری کی ناسخ ہے۔ تو اس سے بھی نسخ ظاہر ہو گئی۔ لیکن ایسا ثبوت قطعی نہ ہو گا۔ اور فقہا کا اُن احادیث کو منسوخ کہدینا جو اُن کے عمل مشائخ کے خلاف ہوں قابل قناعت نہیں ہے۔ اور امور منسوخہ میں علما ظاہر کرتے ہیں کہ اصلی حکم میں تبدیلی ہو جایا کرتی ہے حقیقت میں یہ تبدیلی نہیں ہوتی۔ بلکہ علت حکم کے ختم ہونے سے وہ حکم بھی ختم ہو جایا کرتا ہے۔ یا اُس علت میں مفہوم اصلی کا احتمال باقی نہیں رہا کرتا یا علت کے ظاہر ہونے سے کوئی امر مانع پیش آجایا کرتا ہے۔ یا رسول خدا کے وحی میں یا اپنے اجتہاد سے کسی دوسرے حکم کی ترجیح ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔ اس قسم کی ترجیح جب ہی ہوتی ہے کہ پہلا حکم اجتہادی ہو۔ حدیث معراج میں خدا ارشاد فرماتا ہے میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ مايبدل القول لدیّ

اور جب دو حدیثوں کا حکم ایک نہ ہو سکتا ہو۔ اور تاویل کا بھی موقع نہ ہو۔ اور منسوخیت حکم بھی معلوم نہ ہو۔ تو اُن احادیث میں تعارض ہو گا۔ اس صورت میں اگر ایک حدیث کی ترجیح ثابت ہو گی تو راجح کو اختیار کرینگے۔ ورنہ دونو حدیثیں ساقط ہو جائینگی لیکن یہ اخیر صورت محض فرضی ہی ہے۔ ایسی حدیثیں قریب قریب معدوم کے ہیں۔ اور ترجیح کے وجوہ متعدد طور پر ہیں +

کبھی حدیث کی سند میں رجحان کی قوت ہوا کرتی ہے اس طرح کہ اُس حدیث کے راوی زیادہ ہوں۔ یا اُس کے راوی میں فقاہت ہو۔ یا اُس حدیث میں اتصال کی قوت ہو۔ یا اُس میں بصراحت مرفوع ہونا بیان کیا گیا ہو یا راوی سے خود اُس حدیث کا تعلق ہو کہ اُس نے خود فتوے دریافت کیا ہو یا اُس سے خطاب کیا گیا ہو یا اُس فعل کو جو اُس میں مذکور ہو وہ اپنے عمل میں لایا ہو۔ اور اس طرح بھی رجحان ہوتا ہے۔ کہ حدیث کے متن میں کوئی وصف ہو کہ کسی امر کو بتاکید اُس میں بیان کیا ہو یا مصرح طور پر ذکر کیا ہو۔ یا حکم اور علت کی وجہ سے حدیث میں قوت آجایا کرتی ہے۔ کہ وہ حکم احکام شرعی کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہوا کرتا ہے۔ اور اُس علت کو اُن احکام سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ اور خارجی لحاظ سے بھی حدیث میں زور بڑھ جاتا ہے۔ کہ اکثر اہل علم نے اُس کو متمسک بہ قرار دیا ہو +

کسی صحابی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا۔ اور اس طرح منع کیا تھا۔ اور آپ نے یوں فیصلہ کیا تھا اور اس طرح رخصت دی تھی۔ اور اس کے بعد اُس کا یہ قول کہ ہم کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ اور فلاں امر سے ہم کو منع کیا گیا تھا۔ یا صحابی کا یہ کہنا کہ فلاں امر مسنون ہے۔ اور جس نے ایسا کیا اُس نے ابوالقاسم (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کی اور اس کے بعد اُس صحابی کا یہ کہنا کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو اس سے بظاہر اس حکم کا مرفوع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اُس نے علت مدار حکم کے خیال کرنے میں اپنے اجتہاد کو دخل دیا ہو یا اس کا حکم خود متعین کیا ہو کہ یہ امر واجب ہے یا سنت۔ عام ہے یا خاص اور صحابی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے ظاہرا اس سے کسی کام کا چند بار کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر اس فعل کے متعلق کسی دوسرے شخص نے بیان کیا کہ نہیں دوسرا فعل کیا کرتے تھے۔ تو یہ اس کے کچھ منافی نہ ہوگا۔ اور صحابی کا یہ کہنا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ اور میں نے آپ کو منع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسا کیا کرتے تھے۔ تو اس سے اُس حکم کا ثبوت ظاہر طور پر ہے نہ بطریق نص کے ✤

کبھی سوانحوں اور طرق کے اختلاف سے احادیث کے الفاظ اور عبارات میں اختلاف ہوا کرتا ہے۔ پس اگر کوئی حدیث وارد ہو اور ثقات راویوں نے اُس کے الفاظ میں کچھ اختلاف نہ کیا ہو۔ تو یہ الفاظ بظاہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی سمجھے جائینگے اور اُن الفاظ کی تقدیم و تاخیر واو فی کے لحاظ سے استدلال کرنا ممکن ہوگا۔ اور ایسے ہی اصل مقصود پر جن امور کا اضافہ ہوگا۔ اُن کا خیال رکھا جائیگا ✤

اور اگر راویوں نے اختلاف کیا ہو اور تمام راوی فقاہت حفظ۔ کثرت میں ہم مرتبہ ہوں تو پھر یہ امر ظاہر نہ رہیگا۔ کہ یہ الفاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور ایسے ہی احادیث میں صرف اُسی معنی سے استدلال کرسکینگے جس کو بالاتفاق سب نے بیان کیا ہوگا۔ عام راویوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ صرف اصل معنی کا لحاظ کیا کرتے تھے۔ زوائد اور حواشی کا کچھ خیال نہیں کرتے تھے۔ اور اگر ایسی حالت میں راویوں کے درجات مختلف ہونگے تو جو اُن میں ثقہ ہوگا۔ اور اس قصہ اور واقع سے خوب واقف ہوگا اُسی کو اختیار کرینگے۔ اور اگر راوی ثقہ کے قول میں ضبط الفاظ کا اہتمام بھی زیادہ ہوگا۔ جیسے وہ کہے کہ وثب کا لفظ وارد ہوا ہے۔ قام کا اور افاض علے جلدہ الماء آیا ہے۔ نہ اغتسل تو اسکو بھی اختیار کرینگے۔ اور اگر روایت حدیث میں راویوں نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہوگا اور وہ سب رتبہ میں مساوی ہونگے اور کوئی مرجح نہ ہوگا تو تمام خصوصیتیں مختلف فیہا لغو ہونگی ✤

اور حدیث مرسل قابل سند اور حجت جب ہوا کرتی ہے کہ کوئی اور قرینہ اُس میں شامل ہوگیا ہو۔ مثلاً کسی صحابی کی حدیث موقوف سے اُس میں قوت آگئی ہو یا صحابی کی سند ضعیف نے یا کسی دوسرے راوی کی مرسل حدیث سے وہ قوی ہوگئی ہو۔ اور رواۃ دونو کے مختلف ہوں یا اکثر اہل علم کے اقوال یا قیاس صحیح یا نص کے ایما سے اُس کی تائید ہوگئی ہو یا یہ معلوم ہو کہ یہ راوی عادل سے ہی حدیث کو بطریق ارسال بیان کرتا ہے اگر مرسل کی یہ حالت ہے تو قابل حجت ہے اگرچہ مسند سے اس کا درجہ کم ہے۔ ورنہ قابل حجت نہیں ہے ✤

اور جس حدیث کو کوئی قاصر الضبط راوی یا مجہول الحال نقل کرے لیکن وہ متہم نہ ہو۔ تو اگر اُس کے ساتھ کوئی قرینہ بھی ہے۔ مثلاً قیاس کے موافق ہو یا اکثر اہل علم کا اُس پر عمل ہو تو وہ قابلِ قبول ہوگی ورنہ اُس کو قبول نہ کرینگے ❊

اور اگر کوئی ثقہ راوی ایسا امر حدیث میں زائد کردے کہ اور راوی اُس پر سکوت کر سکتے ہوں مثلاً حدیث مرسل کی اسناد بیان کردے یا اسناد میں کسی راوی کو زیادہ کردے۔ یا حدیث کا شانِ نزول بیان کرے۔ یا روایت اور اطناب کلام کا سبب بیان کرے۔ یا کوئی مستقل جملہ ذکر کرے جس سے کلام کے معنی میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی ہو۔ تو ایسی زیادتی مقبول ہے اور اگر اور راوی اُس کی زیادتی پر سکوت نہ کر سکتے ہوں مثلاً کوئی ایسی شے زیادہ کردے جس سے معنی بدلجائیں یا کوئی ایسی بات زیادہ کردے جس کو عادت ذکر کیا ہی کرتے ہیں تو وہ زیادتی مقبول نہ ہوگی ❊

اور جب کوئی صحابی حدیث کو کسی محمل پر حمل کرے تو اس میں اگر اجتہاد کو دخل ہو تو جب تک کوئی دلیل اس کی مخالف قائم نہ ہو وہی عمل ظاہر خیال کیا جائیگا ورنہ قوی ہوگا۔ جیسے کہ اُس کا تعلق اُن قواعد حالیہ یا مقالیہ سے ہو جس کو لغت کا واقف معلوم کر سکتا ہے ❊

اور آثار صحابہ و تابعین میں اگر اختلاف واقع ہو تو مذکورہ بالا وجوہ سے اگر اتفاق پیدا ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ اُس مسئلہ کے دو جواب یا چند خیال کئے جائینگے اُس کے بعد دیکھنا چاہئے کہ کونسا زیادہ بہتر ہے۔ اور مذاہب صحابہ کا ماخذ معلوم کرنا ایک مخفی علم ہے۔ اُس کے معلوم کرنے میں خوب کوشش کرنی چاہئے۔ بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔ واللہ اعلم ❊

باب ۸۲۔ اُن اسباب کے بیان میں کہ صحابہ و تابعین نے فروع میں کیسے اختلاف کیا

معلوم کرنا چاہئے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں احکام فقہ کے جمع نہیں ہوئے تھے۔ اور جیسے فی زمانہ فقہا ہر مسئلہ میں بحثیں کرتے ہیں ایسے مباحث بھی نہ تھے۔ فقہا نہایت کوشش سے ارکان و شروط و آداب دوسرے سے جدا جدا مع دلائل کے بیان کرتے ہیں۔ نئی نئی صورتیں فرض کرتے ہیں۔ اور اُن صور مفروضہ میں گفتگو میں کرتے ہیں۔ جو چیزیں قابل تعریف ہیں اُن کی تعریفیں کرتے ہیں جو قابل حصر ہیں اُن کو حصر کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی اُن کے اور کام ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ آپ کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور اس کا طریقہ سیکھ لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی تشریح نہیں فرماتے تھے۔ کہ یہ امر رکن ہے اور وہ مستحب ہے۔ ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور صحابہ آپ کو جیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے ویسے ہی خود بھی نماز پڑھتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور لوگوں نے بھی ویسے ہی آپ کے موافق اعمال حج ادا کئے۔ اکثر یہ عادت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی ❊

اس کی تفصیل اور تشریح کچھ نہ تھی۔ کہ وضو کے فرائض چھ ہیں یا چار ہیں اور یہ فرض نہیں کیا گیا تھا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی شخص بغیر موالات کے وضو کرے اور اُس وقت وضو کے رہنے یا نہ رہنے کا حکم کیا جائے۔ الّا ماشاء اللہ صحابہ اس قسم کے امور کو بہت کم دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ میں نے صحابہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی قوم کو بہتر نہیں پایا۔ اُنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے

جو کہ قرآن میں مذکور ہیں۔ اُن مسائل میں سے یہ ہے کہ لوگ تجھ سے ماہ حرام میں لڑنے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دے اُس مہینہ میں لڑنا بڑا امر ہے۔ ویسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر۔ اور تجھ سے حیض کا حال دریافت کرتے ہیں ویسئلونک عن المحیض۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ وہی امور دریافت کیا کرتے تھے جو مفید ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول ہے کہ وہ امور مت دریافت کرو۔ جو ابھی تک ہوئے نہ ہوں۔ اس لئے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا ہے کہ خدا اُس شخص پر لعنت کرے جو ایسے امور دریافت کرے۔ جو ابھی تک وقوع میں نہ آئے ہوں قاسم کا قول ہے۔ تم ایسے امور دریافت کرتے ہو جن کو ہم نہ دریافت کیا کرتے تھے۔ اور ایسے امور کی تفتیش کرتے ہو جن کی ہم تفتیش نہ کیا کرتے تھے۔ تم وہ امور دریافت کرتے ہو جن کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں اور اگر ہم انکو جانتے تو اُن کا چھپانا ہم کو جائز نہ تھا۔ عمر بن اسحٰق سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول خدا میں جن سے ملا ہوں۔ اُن کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔ جو مجھ سے پہلے گذر چکے تھے۔ میں نے کسی قوم کو انہیں پایا جن کی روش میں آسانی زیادہ اور سختی کم ہو۔ عبادہ بن نسی کندی سے روایت ہے اُن سے اُس عورت کا حال دریافت کیا گیا جو ایک قوم کے ساتھ مر گئی تھی۔ اور اُس کا کوئی ولی نہ تھا۔ انہوں نے کہا میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں جو تمہاری طرح سختی نہیں کرتے تھے۔ تمہارے مسائل کو وہ دریافت نہیں کیا کرتے تھے۔ (ان تمام آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے) +

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے واقعات کے متعلق لوگ دریافت کیا کرتے تھے آپ اُن کا جواب دیدیا کرتے تھے وہ لوگوں کو کوئی اچھا کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے اُن کی تعریف کرتے تھے۔ اور اگر بُرا کام کرتے ہوئے اُن کو دیکھتے تھے تو اُس کی بُرائی بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور اکثر موقع فتوے اور فیصلہ کرنے کا یا کام کرنے والے کی بُرائی بیان کرنے کا مجلسوں میں ہی ہوا کرتا تھا۔ اور یہی حالت شیخین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ جو مسئلہ اُن کو معلوم نہ ہوتا۔ اور لوگوں سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث دریافت کیا کرتے تھے ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کے حصہ کے متعلق کوئی حکم نہیں سنا ہے لوگوں سے انہوں نے اس کو دریافت کیا۔ نماز ظہر کے بعد انہوں نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے جدہ کے حصہ کے متعلق پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو مغیرہ ابن شعبہؓ نے کہا میں نے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کیا سنا ہے انہوں نے کہا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہارے سوا کوئی اور شخص بھی اس کو جانتا ہے۔ محمد بن سلمہ نے کہا یہ سچ کہتے ہیں۔ تب ابوبکر صدیقؓ نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوا دیا۔ ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غرہ کی کیفیت لوگوں سے دریافت کی اور مغیرہؓ کی خبر پر آپ نے عمل کیا۔ لوگوں سے وبا کے متعلق انہوں دریافت کیا۔ اور عبدالرحمن بن عوف کی خبر کیجانب انہوں نے رجوع کیا۔ ایسے ہی مجوس کے قصہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی خبر پر عمل کیا تھا۔ اور جب عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے سے معقل بن یسار کی خبر مطابق ہوگئی تھی تو ابن مسعودؓ نہایت خوش ہوئے تھے۔ اور ابو موسےٰ حضرت عمرؓ کے دروازہ سے واپس چلے گئے تھے اور حضرت عمرؓ نے اُن سے حدیث دریافت کی تھی اور ابو سعید نے اُس کی تصدیق کی تھی ایسے واقعات بکثرت ہیں اور صحیحین اور سنن میں اُن کی روایت کی گئی ہے +

حاصل یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت شریف تھی۔ ہر ایک صحابی نے توفیق کے موافق آپکی عبادات اور فتاوے اور احکام کو دیکھا انکو خوب محفوظ کر لیا اور سمجھ لیا۔ اور قرائن کی وجہ سے ہر ایک کی وجہ بھی معلوم کر لی۔ اور اُن امارات اور قرائن کے سبب سے جو اُس کو معلوم تھے بعض امور کی نسبت اندازہ کیا کہ جائز ہیں اور بعض کا اندازہ کیا کہ منسوخ ہیں۔ اُن کو استدلال کے طریقوں کی جانب زیادہ توجہ نہ تھی۔ بلکہ اُن کی نظر میں زیادہ پسندیدہ امر یہ تھا۔ کہ اطمینان اور یقین حاصل ہو جاے اُن کی یہی حالت تھی جیسے تم اعراب کی دیکھتے ہو وہ بھی آپس میں تصریح یا اشارہ سے مقصود کلام کو سمجھ جایا کرتے ہیں۔ اُسی سے اُن کو تسکین ہو جاتی ہے اور اُن کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ کیسے اُن کو اطمینان ہو گیا۔ صحابہ اسی حالت پر تھے کہ عہد بزرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ختم ہو گیا اور صحابہ آپ کے بعد اطراف ملک میں پھیل گئے۔ اور ہر شخص ان میں سے ایک ایک حصہ ملک کا مقتدا اور رہبر ہو گیا۔ واقعات زیادہ پیش آنے لگے اور اکثر مسائل دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی رہی۔ ہر شخص نے اپنے محفوظات اور استنباط کی قوت سے اُن کا جواب دیا اور اگر اپنے محفوظات یا استنباط میں کوئی امر جواب کے قابل نہ پایا تو اپنی راے سے اجتہاد کیا اور اُس علت کو معلوم کیا جس کو اپنے مصرح احکام کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدار علیہ قرار دیا تھا۔ اس لیے اُنہوں نے جہاں اس علت کو پایا ہے اُس کا حکم تعیین کر دیا۔ اور اس امر میں نہایت کوشش کی کہ یہ حکم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض کے مطابق ہو جاے۔ اس وجہ سے اختلاف کے چند پہلو ہو گئے اور اس طرح کہ ایک صحابی نے کسی واقعہ کے متعلق کوئی حکم نبوی سُنا تھا اور دوسرے نے اس کو نہیں سُنا تھا۔ اسلئے اس دوسرے کو اپنی راے سے اجتہاد کی ضرورت پڑی۔ اس اجتہاد کے بھی کئی طریقے ہو گئے اولاً ایسا ہوا کہ اس کا اجتہاد اُس حدیث کے موافق ہو گیا۔ جیسے نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ عبد اللہ ابن مسعود سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک عورت کا خاوند مر گیا ہے اور اس نے اُس عورت کا کوئی حصہ مہر مقرر نہیں کیا ہے۔ بتائیے اُس عورت کو کیا ملنا چاہئے۔ اُنہوں نے کہا اُس کے متعلق میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی فتویٰ دیتے ہوئے نہیں دیکھا ہے لیکن لوگ ایک ماہ تک اُن کے پاس آتے جاتے رہے اور اصرار کرتے رہے۔ کہ اس کا حکم بتائیے۔ اُنہوں نے اپنی راے سے اجتہاد کر کے جواب دیا کہ اُس کو بلا کم و کاست اُس کے خاندان کی عورتوں کا مہر دینا چاہئے۔ اُس پر عدت ضروری ہے اور اُس کو ورثہ ملیگا۔ اُس کو سُن کر معقل بن یسار نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک عورت کے مقدمہ میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ اس سے عبد اللہ ابن مسعود ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد وہ کبھی ایسے خوش نہیں ہوئے تھے *

دوسری صورت یہ ہے کہ دو صحابیوں میں بحث و مناظرہ کے بعد ایسی حدیث ظاہر ہو جاے جس کے ہونے کا گمان غالب ہو اور اُس حدیث مسموع کی جانب وہ صحابی رجوع کرے جیسے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا کہ اُس شخص پر روزہ نہیں ہے جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی ہو۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ کے بعض ازواج نے اُن کے مذہب کے خلاف حدیث بیان کی تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مذہب سے رجوع کیا *

تیسری صورت یہ ہے کہ صحابی کو حدیث پہنچے لیکن اُس سے گمان غالب نہ ہو اس لئے وہ صحابی اپنے اجتہاد کو ترک نہ کرے

بلکہ حدیث میں طعنہ کرے جیسے علمائے اصول نے ذکر کیا ہے فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہو کر بیان کیا کہ اُس کو تین طلاقیں خاوند نے دی تھیں۔ اس لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے لئے نفقہ اور مکان قرار نہیں دیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اُس کی شہادت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ میں ایک عورت کے قول سے کتاب الٰہی کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ ہم کو کیا معلوم ہے کہ یہ عورت سچی ہے یا جھوٹی ایسی عورت کو نفقہ اور مکان ملیگا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ سے فرمایا کہ تو خدا سے خوف نہیں کرتی (یعنی اپنے قول میں) ❖

اُس کی دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا مذہب تھا۔ کہ جس جنب کو پانی نہ ملے اُس کے لئے تیمم کافی نہیں ہے۔ جب حضرت عمارؓ نے اُن سے روایت کی کہ ایک بار سفر میں میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا مجھ کو غسل کی ضرورت ہوئی۔ اور پانی نہ ملا۔ اور میں خاک پر لوٹنے لگا۔ رسول خدا سے میں نے اس کو بیان کیا آپ نے فرمایا کہ تم کو ایسا کرنا کافی تھا۔ اور یہ فرماتے ہوئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین پر دونو ہاتھ مار کر اپنے مُنہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور ایک مخفی اعتراض کی وجہ سے جو حدیث میں اُن کو معلوم ہوا۔ اس حدیث کو قابل حجت نہیں قرار دیا۔ لیکن دوسرے طبقہ میں (تابعین کے) بہت سے طریقوں سے اس حدیث کی شہرت ہوگئی۔ اور معترض کا وہم ضعیف ہوگیا اس لئے سب نے اُس کو اختیار کر لیا ❖

چوتھی صورت یہ ہے کہ صحابی کو حدیث پہنچی ہی نہیں۔ جیسے مسلم نے روایت کی ہے کہ عبد اللہ ابن عمرؓ غسل کے وقت عورتوں کو حکم کیا کرتے تھے کہ سر کے بالوں کو کھول لیا کریں۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سُنکر فرمایا ابن عمرؓ سے تعجب ہے۔ عورتوں کو وہ سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں اُن کو سر منڈوانے کا کیوں حکم نہیں دیدیتے۔ یقیناً میں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے تھے۔ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتی تھی۔ کہ سر پر تین بار پانی بہا دیا کرتی تھی ❖

اِس کی دوسری مثال یہ ہے جسکو امام زہری نے روایت کیا ہے کہ ہند کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کو نماز کی رخصت دی ہے۔ اسلئے کہ وہ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے رویا کرتی تھیں ❖

اور ایک نحو اختلاف کی یہ بھی ہے۔ کہ صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی فعل کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو بعض یہ اندازہ کرتے تھے۔ کہ ثواب کے لئے اُس کو کیا ہے اور بعض خیال کرتے تھے کہ اُس کو مباح طور پر کیا ہے۔ جیسے علمائے اصول نے حج کرنے کے بعد مقام ابطح میں قیام کرنے کے متعلق روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا تھا اِس سے حضرت ابوہریرہؓ اور عبد اللہ ابن عمر کا مذہب یہ ہے کہ ثواب کے طور پر آپ نے قیام کیا تھا۔ اِس لئے ابطح میں ٹھہرنا اُنکے نزدیک حج کی سنتوں میں سے ہے۔ اور حضرت عائشہؓ اور عبد اللہ ابن عباس کا مذہب ہے کہ یہ محض اتفاقی امر تھا حج کی سُنتوں میں یہاں ٹھہرنا داخل نہیں ہے۔ اور جمہور کا مذہب ہے کہ طواف میں رمل کرنا سُنت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک امر عارضی کی وجہ سے کہ مشرکین نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ محض اتفاقی طور پر کیا تھا یہ سنت نہیں ہے ❖

اور کبھی وہم کے اختلاف سے صحابہ میں اختلاف ہوگیا ہے مثلاً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا۔ اور بعض صحابہ نے

اُن کو دیکھ خیال کیا کہ آپ نے نیت تمتع کی کی تھی۔ اور بعض نے خیال کیا کہ قِران کی اور بعض نے خیال کیا کہ حج افراد کی نیت
کی تھی ۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے۔ ابوداود نے حدیث نقل کی ہے کہ سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عباس
سے کہا اے ابو العباس مجھ کو تعجب ہے کہ صحابہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کیسے اختلاف کیا ہے جب رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام کے افعال ادا کئے انھوں نے فرمایا میں سب لوگوں سے اس کی حقیقت زیادہ جانتا ہوں رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا تھا۔ اُس میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حج کے لئے باہر نکلے
آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی۔ دو رکعت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اسی مجلس میں حج کے لئے آواز بلند
لبیک کہا لوگوں نے اسکو سُنا اور میں نے اُس کو محفوظ رکھا پھر آپ سوار ہوئے اور جب آپ کی ناقہ نے آپکو
اُٹھایا تب بھی آپ نے لبیک کہا۔ اور اس کو بھی لوگوں نے سنا لوگ متفرق طور پر آتے تھے سب ساتھ نہ تھے کوئی ایک امر
سے واقف تھا اور دوسرے سے ناواقف تھا۔ ان پچھلے لوگوں نے اس حالت میں لبیک کہتے ہوئے سُنکر کہا کہ حضرت نے
لبیک اُس وقت کہا تھا جب ناقہ پر سوار ہو گئے تھے۔ آگے بڑھ کر جب بیابان کی بلندی پر آپ پہنچے تب بھی لبیک کہا اور اُس کو
سُن کر لوگوں نے کہا کہ جب آپ بیابان کی بلندی پر پہنچے تھے تب بھی لبیک کہا تھا۔ اور قسم ہے اللہ کی کہ آنحضرت صلعم نے
لبیک کو اپنی نماز کی جگہ کہا تھا اور جب ناقہ پر آپ سوار ہوئے تھے اُس وقت بھی کہا تھا۔ اور جب بیابان کی بلندی پر چڑھے تھے اس
وقت بھی کہا تھا ۔

اور سہو نسیان سے بھی صحابہ میں اختلاف ہو گیا ہے مثلاً روایت کی گئی ہے عبد اللہ ابن عمر کہا کرتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے رجب میں عمرہ کیا تھا۔ یہ سنکر حضرت عائشہ رض نے گواہوں سے فیصلہ کر دیا ۔

اور کبھی خوب انضباط کے نہ ہونے سے اختلاف ہوا کرتا ہے جیسے عبد اللہ ابن عمر رض نے یا حضرت عمر رض نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
سے روایت کی ہے کہ جب میت کے اہل اس پر روتے ہیں تو میت کو عذاب ہوتا ہے تو حضرت عائشہ رض نے فیصلہ کیا کہ ٹھیک طور پر ان کو
حدیث معلوم نہیں ہے۔ اصلی امر یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودیہ عورت پر گذر ہوا۔ اس عورت کے اہل اُس پر رو رہے تھے
آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس عورت پر رو رہے ہیں اور اس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ اسطرح عبد اللہ ابن عمر نے خیال کیا کہ رونا
عذاب کی علت ہے اور اس سے گمان کر لیا کہ ہر ایک میت کا یہی حکم ہے ۔

کبھی حکم کی علت میں اختلاف ہو جاتا ہے جیسے جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا بعض قائل ہیں کہ قیام ملائکہ کی تعظیم کے لئے ہوتا ہے اسلئے
مومن اور کافر دونوں کے جنازہ کو دیکھ کر اُٹھنا چاہئے اور بعض قائل ہیں کہ موت کے خوف سے کھڑے ہوتے ہیں تب بھی دونوں صورتوں
میں کھڑا ہونا چاہئے۔ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایکبار یہودی کا جنازہ آپ کے سامنے سے گذرا آپ اس کو دیکھ کر
کھڑے ہو گئے آپ کو یہ مکروہ معلوم ہوا۔ کہ کہیں آپ کے سر کے اوپر سے وہ نہ گذرے اس صورت میں قیام جب ہی کرنا چاہئے کہ
کافر کا جنازہ ہو ۔

دو مختلف امور کے جمع کرنے میں بھی صحابہ نے اختلاف کیا ہے مثلاً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سال خیبر میں متعہ کی اجازت دیدی تھی

اس کے بعد سال اوطاس میں اسکی اجازت دی اور سال اوطاس کے بعد منع فرما دیا۔ اس واسطے عبد اللہ ابن عباسؓ نے کہا کہ اجازت ضرورت کی وجہ سے تھی اور ضرورت جب باقی نہ رہی تو منع کر دیا۔ اور اب تک وہی اصلی حکم ممنوع ہونے کا باقی ہے۔ اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ رخصت اباحت تھی اور منع کرنے سے اُسی اباحت کو منسوخ کر دیا۔ اسکی دوسری مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا میں استقبال قبلہ سے منع فرمایا تھا اس لیے ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے اور وہ منسوخ نہیں ہوا۔ اور حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایکسال پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ نے قبلہ کی جانب پیشاب کیا تھا۔ اس واسطے اُن کا مذہب یہ ہے کہ اس سے وہ پہلے ہی منسوخ ہو گئے۔ اور عبد اللہ ابن عمرؓ نے آپ کو دیکھا تھا کہ قبلہ کی جانب پشت و بکر اور شام کیجانب ہو کر قضاء حاجت فرمائی تھی۔ اس سے انہوں نے جماعت کے قول کو رد کیا۔ اور ایک جماعت نے ان دونو قولوں کو جمع کیا ہے امام شعبی وغیرہ کا مذہب ہے کہ بیابان میں استقبال قبلہ استنجا میں منع ہے۔ اور اگر پاخانوں میں استنجا کیا جائے تو اس صورت میں استقبال اور استدبار قبلہ کیطرف استنجا میں جائز ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ وہ قول منع فرمانے کا عام اور محکم ہے اور آپ کا فعل صرف آپ کی ذات کیلئے ہی اس واسطے نہ ناسخ ہو سکتا ہے نہ مخصص ہو سکتا ہے۔

بہرحال ان طریقوں سے صحابہ کے مذاہب میں اختلاف ہو گیا تھا۔ اور ان کے بعد تابعین نے توفیق کے موافق اُن مذاہب کو اختیار کیا ہر شخص نے بقدر استطاعت احادیث رسول خدا اور مذاہب صحابہ کو سنا۔ اور ان کو خوب سمجھ کر مختلف امور کو بقدر وسعت جمع کیا۔ اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی۔ اور انکی نظر میں بعض اقوال ضعیف معلوم ہوئے اگرچہ وہ کبار صحابہ سے ماثور اور مروی تھے جیسے عمر بن مسعودؓ کا مذہب جنب کے تیمم کرنے میں منقول ہوتا چلا آتا تھا جب عمار و عمران بن حصین وغیرہ کی احادیث مشہور ہوئیں تو انکی نظر میں وہ مسلک ضعیف معلوم ہوا۔ اس طرح تابعین میں سے ہر ایک عالم کا اپنے خیال کے موافق ایک خاص مذہب ہو گیا۔ اور ہر شہر میں ایک امام قائم ہو گیا۔ مثلاً مدینہ میں سعید ابن مسیب اور سالم بن عبد اللہ بن عمر ہوئے اور ان کے بعد یہیں مدینہ میں قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبد الرحمن وغیرہ ہو گئے۔ مکہ میں عطا ابن رباح امامت کرتے رہے تھے۔ اور کوفہ میں ابراہیم نخعی اور امام شعبی اور بصرہ میں امام حسن بصری اور یمن میں طاؤس بن کیسان اور شام میں امام مکحول پیدا ہوئے۔ لوگوں نے نہایت شوق اور سرگرمی سے اُن کیجانب رغبت کی اور اُن سے علم حدیث صحابہ کے مذاہب اور اقوال کو اور خود ان علماء کے ذاتی مذاہب اور تحقیقات کو اخذ کیا۔ مسائل میں لوگ ان سے فتوے لیتے رہے اور جو مسائل کا ان میں تذکرہ رہا۔ اور تمام معاملات کے وہ مرجع رہے۔ سعید بن مسیب اور ابراہیم اور ان کے ہم رتبہ لوگوں نے تمام ابواب فقہ کی ترتیب دیدی تھی۔ اور ہر باب کے متعلق اُن کے پاس اصول اور قواعد مقرر تھے جنکو انہوں نے اپنے اسلاف سے حاصل کیا تھا۔ سعید بن مسیب اور ان کے شاگردوں کا یہ مذہب تھا کہ حرمین کے علماء کو فقہ میں نہایت پختگی ہے اور ان کے مذہب کی بنیاد عبد اللہ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور عبد اللہ ابن عباسؓ کے فتوے اور مدینہ کی قاضیوں کے فیصلے ہیں۔ ان سب علوم کو انہوں نے بقدر استطاعت جمع کیا۔ اور اُن میں تفتیش اور نگاہ کی غور سے دیکھا جو مسائل انہوں نے علمائے مدینہ کے اجماعی پائے انکو نہایت پختگی سے اختیار کیا۔ اور اختلافی مسائل میں وہ اختیار کئے جو قوی اور مرجح پائے۔ اُن میں ترجیح یا اسلئے تھی کہ اکثر علماء نے اس طرف میلان کیا تھا۔ یا وہ کسی صحیح قیاس کے موافق تھے یا کتاب و حدیث سے صحیح طور پر مستنبط ہوئے تھے۔ وعلی ہذا۔ اور اگر انہوں نے اپنے محفوظات میں جواب مسئلہ کا نہ پایا تو اس میں خود گفتگو نہ کی بلکہ کتاب و سنت کے ایماء اور اقتضاء کا تتبع کیا۔ اسکی وجہ سے ہر ایک باب میں بکثرت مسائل ان کو حاصل ہو گئے۔

ابراہیم اور ان کے شاگردوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور ان کے شاگردوں کا قول فقہ میں زیادہ قابلِ اعتماد ہے اسلئے علقمہ نے
مسروق سے کہا تھا کہ کوئی فقیہ عبد اللہ بن مسعود سے زیادہ قابلِ وثوق نہیں ہے اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام اوزاعی سے کہا تھا۔
کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابی ہونے کی فضیلت عبد اللہ ابن عمر میں نہ ہوتی تو میں کہدیتا کہ اُن کی نسبت علقمہ میں
فقاہت زیادہ ہے لیکن عبد اللہ تو عبد اللہ ہی ہیں اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کا ماخذ عبد اللہ ابن مسعود کے فتویٰ اور حضرت علی کے
کئے فیصلے اور قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کے فتاویٰ ہیں ... امام ابراہیم نخعی نے ... اہل فقہ کو مدون کیا اور
جیسے اہل مدینہ کے آثار ... مدینہ کے علماء نے تخریجات میں ... ایسے ہی اہل کوفہ کے آثار ... انہوں نے تخریج مسائل کی اسی طرح ہر باب کے
متعلق مسائل فقہ ... مخصوص ہوگئے اس وقت میں حضرت ... حضرت ... اور ان کو حضرت عمر کے فیصلے سب سے
زیادہ محفوظ تھے اور حضرت ابو ہریرہ سے ... احادیث ... ابراہیم فقہاے کوفہ کی زبان تھی جیسے سعید بن مسیب
اور ابراہیم کوئی بات بیان کرتا ... کسی کی جانب ... منسوب نہ کرتے ... ان کا کلام ... سلف میں ... کی طرف منسوب ہی ہوگا
... فقہاے مدینہ اور کوفہ نے اُن دونوں پر اتفاق کیا ... علوم کو حاصل کیا اور خوب سوچ سمجھکر اُن سے
اور مسائل خارج کئے۔ واللہ اعلم ؛

باب ۲۳ فقہاء کے مذاہب مختلف ہونے کے اسباب کا بیان

معلوم کرنا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے تابعین کے زمانہ کے بعد حاملینِ علم کی جماعت کو پیدا کیا ان کے پیدا کرنے سے وہ پیشین گوئی
پوری ہوگئی جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ پچھلی نسلوں میں سے
عادل لوگ اس علم دین کو حاصل کرلینگے انھوں نے تابعین سے وضو غسل نماز حج نکاح بیوع اور تمام کثیر الوقوع احکام کو
اخذ کیا احادیثِ نبوی کی روایت لی مختلف شہروں کے مفتی اور قاضیوں کے فیصلے سُنے مسائل دریافت کرتے رہے اِن
تمام امور میں انھوں نے نہایت ہی کوشش کی۔ آخر کو وہ مسلمانوں کے مقتدا اور تمام امور مذہبی کے مرجع ہوگئے ایا راور فقہا
کلام کے معلوم کرنے میں نہایت درجہ انھوں نے اہتمام کیا۔ ہمیشہ مسئلوں کے جواب دیتے رہے فیصلے کرتے رہے علم کو نقل کیا
اور لوگوں کو اس کی تعلیم دی ؛

اس طبقہ کے علما کا کام ہم رنگ اور یکساں تھا۔ سب کا طرزِ عمل یہ تھا کہ احادیث سے تمسک کرتے تھے خواہ مسند ہوں یا مرسل اقوال
صحابہ اور تابعین سے استدلال کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان صحابہ اور تابعین کی احادیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں انھوں
نے کم درجہ سمجھکر احادیث موقوفہ قرار دیا ہے ؛

ابراہیم نے ایک بار اس حدیث کو نقل کیا جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع محاقلہ (پکنے سے پہلے کھیت کو فروخت کردینا)
اور بیع مزابنہ (تر چھواروں کو جو درختوں پر ہوں خشک چھواروں سے فروخت کردینا) منع فرمایا ہے تب لوگوں نے اُن سے
کہا کہ اس حدیث کے علاوہ تم کو کوئی اور حدیث بھی یاد ہے۔ انھوں نے جواب دیا یاد ہے لیکن مجھ کو یہ پسندیدہ معلوم ہوتا ہے
کہ یوں کہوں کہ عبد اللہ نے ایسا کہا ہے۔ اور علقمہ نے ایسا کہا ہے۔ اور امام شعبی سے ایک حدیث دریافت کی گئی اور لوگوں نے کہا

کہ اسکی سند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو وہ اسنادیں ہی لوگ پسند ہیں جو آپ کے درجہ سے پست ہیں اگر حدیث میں کوئی زیادتی یا کمی ہو تو اس کا نقصان انہیں لوگوں کے ذمہ ہے جو آپ سے پست درجہ میں ہیں۔ یا نص کے کسی حکم سے استنباط کرتے تھے۔ یا اپنی رائے سے اجتہاد کرتے تھے۔ ان تمام امور میں بعد پیدا ہونے والے لوگوں سے بہت عمدگی سے کام کرتے تھے ان کی رائے میں درستی زیادہ تھی ان کا زمانہ بہت پہلے تھا۔ ان کے علمی محفوظات زیادہ تھے۔ اس واسطے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوگیا۔ البتہ اگر ان میں باہم اختلاف ہو۔ اور حدیث ظاہراً ان کے اقوال کے منافی ہو ۰

تو اس طبقہ کا یہ دستور تھا۔ جب کسی مسئلہ میں احادیث مختلف اور متعارض ہوتیں تو صحابہ کے اقوال کی جانب رجوع کیا کرتے تھے اگر صحابہ قائل تھے کہ بعض احادیث منسوخ ہیں یا وہ ظاہر پر محمول نہیں یا اس نسخ وجہ کی تو صحابہ نے کچھ تصریح کی نہ تھی لیکن حدیث پر انہوں نے عمل نہیں کیا تھا اور اس کے مضمون کے وہ قائل نہ ہوئے تھے اس عمل نہ کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں کوئی نہ کوئی علت تھی۔ یا منسوخ یا مأول تھی۔ ان سب صورتوں میں اس طبقہ کے لوگ صحابہ کے قول کا اتباع کیا کرتے تھے امام مالکؒ نے اس حدیث کے متعلق جو کتے کے پانی پینے کے متعلق ہے کہا تھا کہ یہ حدیث وارد تو ہوئی ہے لیکن مجھ کو اس کی حقیقت معلوم نہیں ہے۔ ابن حاجب نے مختصر الاصول میں اس حدیث کو نقل کر کے کہا ہے کہ میں فقہا کو اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھتا ہوں ۰

جب صحابہ اور تابعین کے اقوال مختلف ہوا کرتے ہیں تو اس وقت میں ہر ایک عالم کی نگاہ میں اپنے شہر کے علما اور اپنے ہی اساتذہ کا قول پسندیدہ اور مختار ہوا کرتا ہے اس لئے کہ شخص مذکور ان علما کے اقوال میں صحیح و سقیم اقوال سے زیادہ واقف ہوا کرتا ہے ان اقوال کے مناسب اصول خوب طرح سے اسکے ذہن نشین ہوا کرتے ہیں۔ انکی فضل و بزرگی کی جانب اس کا میلان قلب زیادہ ہوا کرتا ہے اسلئے حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ عبداللہ ابن عمر۔ حضرت عائشہؓ۔ عبداللہ ابن عباس۔ زید ابن ثابتؓ اور ان کے اصحاب مثل سعید ابن مسیب جنکو حضرت عمر اور حضرت ابوہریرہ کے فیصلے سب سے زیادہ محفوظ تھے۔ اور عروہ۔ سالم۔ عطاء ابن یسار۔ قاسم۔ عبیداللہ بن عبداللہ۔ زہری۔ یحیی بن سعید۔ زید ابن اسلم۔ ربیعہ۔ یہ سب علماے مدینہ کی نظر میں سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ انکے ہی علوم اخذ کئے جائیں۔ مدینہ کے فضائل رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیان کر چکے تھے۔ ہر زمانہ میں وہ علماء اور فقہاء کا مرکز رہا تھا اسواسطے امام مالکؒ کبھی اہل مدینہ کے مسلک کو نہیں چھوڑتے تھے۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ اور انکے شاگرد اور حضرت علیؓ۔ شریح۔ شعبی اور ابراھیم کے فتوے علماے کوفہ کی نظر میں اوروں کی نسبت زیادہ اس کے قابل ہیں کہ مختار اور پسندیدہ سمجھے جائیں اسیواسطے تشریک میں جب مسروق نے زید ابن ثابت کے قول کی طرف میلان کیا تو علقمہ نے ان سے کہا کہ تمہاری جماعت میں عبداللہ ابن مسعودؓ سے زیادہ کوئی شخص وثوق کے قابل ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بیشک ان سے زیادہ کوئی قابل وثوق نہیں ہے لیکن میں نے زید ابن ثابت اور علماے مدینہ کو تشریک کرتے ہوئے دیکھا ہے جب کسی شہر کے علما کسی مسئلہ پر اتفاق کریں تو نہایت پختگی سے اس کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی کے متعلق امام مالک نے کہا ہے کہ متفق علیہ احادیث ہمارے پاس اتنی ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں علماے شہر کا اختلاف ہوجاتا ہے تو اس قول کا اتباع کیا جاتا ہے جو سب میں زیادہ قوی و مرجح ہو۔ اس کے قائل زیادہ ہوں یا کسی قوی قیاس کے وہ موافق ہو۔ یا کتاب و سنت سے اسکی تخریج کیگئی ہو اسی کے متعلق امام مالکؒ کا قول ہے ھذا احسن ما سمعت

جو اقوال ہم نے سُنے ہیں اُن سب میں یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔ جو اقوال یہ علما اپنے اساتذہ سے سُنتے تھے۔ اور اُن میں مسئلہ کا جواب معلوم نہ ہوتا تھا۔ تو ایما اور اقتضا سے اُنہیں کے کلام میں سے جواب مسئلہ کا نکال لیا کرتے تھے +

اِس طبقہ میں علما کو تصنیف و تدوین کا الہام ہوا۔ امام مالک اور محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئب نے مدینہ میں تصنیف کرنا شروع کیا۔ اور ابن جریج اور ابن عیینہ نے مکّہ میں اور ثوری نے کوفہ میں اور ربیع بن صبیح نے بصرہ میں اور ان سب نے تصنیف میں وہ شیوہ اختیار کیا۔ جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا۔ جب منصور عباسی نے حج کیا تو امام مالک سے کہا میرا قصد یہ ہے کہ تمہاری مصنفہ کتابیں لکھوا کر سب اسلامی شہروں میں اُن کا ایک ایک نسخہ بھیجدوں اور لوگوں کو حکم کر دوں کہ انہیں کے مسائل پر عمل کریں۔ انکے علاوہ کسی جانب رجوع نہ کریں اُنہوں نے فرمایا اے امیر المومنین ایسا نہ کرو۔ لوگوں میں پہلی ہی سے اقوال مشہور ہو گئے ہیں وہ احادیث کو سُن چکے ہیں۔ روایات کو نقل کر چکے ہیں جو مسائل معلوم ہو گئے ہیں اُن پر انہوں نے عملدرآمد کر لیا ہے۔ لوگوں میں اختلافات ہو گئے ہیں۔ اسواسطے لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ جو انہوں نے اپنے لئے پسند کر لیا ہے اُسی پر رہنے دو۔ اور یہ قصہ بعض نے ہارون رشید کی طرف منسوب کیا ہے۔ اُس نے امام مالک سے مشورہ کیا تھا کہ میں موطا کو کعبہ میں لٹکا دینا چاہتا ہوں تمام لوگوں کو اُسی پر عمل کرنے کی ترغیب دونگا۔ امام مالک نے کہا ایسا نہ کرو۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے فروع مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ بلاد اسلامی میں متفرق ہو گئے احادیث مشہور ہو چکیں۔ ہارون رشید نے کہا وفقک اللہ یا ابا عبد اللہ (سیوطی نے اس حکایت کو نقل کیا ہے) علما نے یہ کو جو حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں تھیں اُن سب علما میں امام مالک سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے انکی حدیث سب سے زیادہ معتبر ہے حضرت عمر کے فیصلے اور عبد اللہ بن عمر اور حضرت عائشہ اور اُن کے اصحاب فقہائے سبعہ وغیرہم کے اقوال پر امام مالک کو سب سے زیادہ اطلاع تھی ایسے ہی علما میں روایت اور فتوی کا علم قائم ہوا ہے جب امام مالک مرجع اور مقتدا ہوئے تو اُنہوں نے حدیث اور فنون کو پھیلایا۔ لوگوں کو اُن سے مکمل فائدے پہنچے۔ اور اُنہیں پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی منطبق ہوئی یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینۃ۔ قریب ہے کہ تحصیل علم کے لئے لوگ سفر کرینگے لیکن مدینہ کے عالم سے کسی کو زیادہ واقف نہ پائینگے۔ ابن عیینہ اور عبد الرزاق نے اس حدیث کا محمل امام مالک ہی کو قرار دیا ہے ایسے دو شخصوں کی شہادت کافی ہے۔ امام مالک کے شاگردوں نے اُن کی روایتوں اور پسندیدہ اقوال کو جمع اور ملخص کیا مہذب طور پر انکو تحریر کر کے اُن پر شرح لکھے اور اُن سے مسائل کا اخراج کیا۔ اُن اقوال کے اصول اور دلائل میں گفتگو کی اور اُن کے شاگرد مالک مغرب اور روئے زمین پر پھیل گئے۔ اور اُن کے ذریعہ سے خدا نے اپنی مخلوق کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اگر امام مالک کے اصول مذہبی معلوم کرنے ہوں تو کتاب موطا میں غور کرو ہمارے قول کی تصدیق ہو جائیگی۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو ابراہیم اور اُن کے ہم عصر علما کی روش کی زیادہ پابندی تھی۔ ابراہیم کے مذہب سے وہ بہت کم علحدگی کرتے تھے۔ الا ما شاء اللہ۔ اور اُن کی مسلک کے موافق مسائل خارج کرنے میں اُنکی عظمت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ تخریج مسائل کے وجوہ دریافت کرنے میں نہایت دقت نظر سے وہ کام لیتے تھے فروعات کی جانب اُنکی نہایت توجہ تھی۔ ہمارے اس قول کی اگر صداقت منظور ہے تو امام محمد کی کتاب الآثار اور جامع عبد الرزاق اور ابوبکر بن ابی شیبہ کی تصنیف سے ابراہیم اور اُن کے معاصرین کے اقوال کو ملخص کر کے امام ابو حنیفہ کے مذہب سے اُن کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ وہ کہیں اُنکی روش سے تجاوز نہیں کرتے

مگر نہایت معدودے چند موقعوں میں اور ان مواقع میں بھی فقہائے کوفہ کے مذہب کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے
شاگردوں میں سب سے زیادہ شہرت امام ابویوسف کی ہوئی۔ ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضات کا منصب اُن
کو حاصل ہوا۔ اُس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب پھیل گیا۔ اور تمام اطراف عراق خراسان۔ ماوراء النہر تک اُس کا قبضہ
ہوگیا۔ اور تمام شاگردوں میں تصنیف کی شایستگی اور اہتمام درس میں امام محمد بن حسن کو فوقیت ہے۔ اُن کی حالت یہ ہوئی
کہ اولاً امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے اُنہوں نے فقہ کی تکمیل کی۔ اُس کے بعد مدینے پہنچکر امام مالک سے موطا کو
پڑھا۔ پھر خود توجہ کرکے اپنے جماعت کے مذہب کو موطا کے ایک ایک مسئلہ پر منطبق کیا۔ اگر موافقت پائی تو اُس کو
ختم کر دیا۔ ورنہ اس میں غوض کیا کہ صحابہ یا تابعین میں سے کسی جماعت کا یہ مسلک ہوا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مسلک
مل گیا تو اُس سے ملحق کر دیا۔ اور اگر کسی ضعیف قیاس یا ضعیف تخریج پر فقہائے عمل کر لیا تھا اور اُس کے مخالف
کوئی صحیح حدیث پائی جاتی تھی۔ اور اکثر علما کا عمل بھی اُس کے مخالف تھا۔ تو اس وقت جس مذہب کو مذاہب
سلف سے مرجح پایا اُس کو متمسک قرار دیا۔ لیکن امام محمد اور امام ابویوسف بھی ابراہیم اور معاصرین ابراہیم کے
طریقے سے کنارہ کش نہیں ہوتے۔ امام ابوحنیفہ کے وہ قدم بقدم ہیں ان تینوں ایمہ میں باہم اختلاف دو طرح پر ہوا۔ اولاً یہ کہ
ابراہیم کے مذہب کے موافق امام ابوحنیفہ نے کسی مسئلہ کو خارج کیا۔ اور اُس تخریج میں صاحبین نے اُن سے مخالفت
کی۔ ثانیاً یہ ابراہیم اور اُن کے ہمعصر علما کے کسی مسئلہ میں مختلف جوابات تھے تو امام ابوحنیفہ نے اُن میں سے
کسی قول کو ترجیح دی۔ اور ان صاحبین نے کسی دوسرے قول کو ترجیح دی۔ اس لئے امام محمد نے اپنی تصنیفات
میں ایمہ ثلثہ کے رایوں کو جمع کر دیا۔ اور اکثر لوگوں کو نفع پہنچایا۔ اصحاب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان تصنیفات کی
طرف کافی توجہ کی۔ اُن کے خلاصے کئے اُن کے دلائل بیان کئے شروح مرتب کیں۔ اُن سے مسائل خارج کئے۔
اُن کے مبانی اور دلائل میں تفتیش کی۔ اور ممالک خراسان۔ ماوراء النہر وغیرہ میں متفرق ہوگئے۔ اور حنفی مذہب اس
کا نام ہوگیا جب مذہب مالکی اور حنفی شائع ہوچکا۔ اُس کے اصول و فروع مرتب ہو چکے تو امام شافعی کا نشو و نما
ہوا۔ اُنہوں نے متقدمین کی روشوں میں جب غوض کیا تو بہت سے امور ایسے پائے۔ جن کی وجہ سے وہ متقدمین کے
طریقوں کا اتباع نہ کر سکے۔ امام شافعی نے ان طریقوں کو کتاب الام کے اوائل میں ذکر کیا ہے منجملہ اُن کے یہ
امر تھا کہ متقدمین حدیث مرسل اور منقطع پر بھی عمل کرتے تھے اس قسم کی احادیث خرابی سے خالی نہ تھیں۔ جب
حدیث کے طرق تمام جمع کئے جاتے تھے۔ تو یہ بات ظاہر ہو جاتی تھی کہ اکثر مرسل حدیثیں محض بے اصل ہیں۔ اور اکثر
مرسل احادیث مسند احادیث کے مخالف تھیں۔ اس وجہ سے امام شافعی نے یہ قرار دیا کہ مرسل احادیث پر عمل جب
ہی کیا جائے کہ اُن کے شروط بھی موجود ہوں۔ کتب اصول میں یہ تمام شروط مذکور ہیں۔ دوسرا امر یہ تھا کہ مختلف احادیث
کے متعلق متقدمین کے زمانہ میں ایسے قواعد منضبط نہ تھے جن سے اُن احادیث میں توفیق اور جمع ہوسکے اس لئے
اُن کے اجتہادی مسائل میں اکثر خرابیاں ہوا کرتی تھیں۔ اس ضرورت کے رفع کرنے کو امام شافعی نے اس قوم کی
حدیثوں کے متعلق اصول کی بنا ڈالی۔ اور اُن سب کو ایک کتاب میں جمع کر دیا۔ اصول فقہ میں سب سے پہلی تصنیف یہی

کتاب ہے اس کی مثال یہ ہے کہ امام شافعی امام محمد صاحب کے پاس گئے اُس وقت وہ علماے مدینہ پر اعتراض کر رہے تھے کہ وہ ایک گواہ کے ساتھ جب قسم ہو تو فیصلہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس سے قرآن پر زیادتی ہوئی جاتی ہے تب امام شافعی نے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک بات ثابت ہو چکی ہے کہ خبر واحد سے کتاب الٰہی پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ امام محمد نے کہا ہاں جائز نہیں ہے۔ امام شافعی نے کہا پھر تم کیسے قائل ہو کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ رسول خدا کا قول کہتے ہو کہ الا لا وصیۃ لوارث۔ ہوشیار ہو کہ وارث کے لئے وصیت درست نہیں ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین (تم پر مقرر کیا گیا کہ موت آنے کے وقت اگر مال چھوڑا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے اُن میں وصیت کرنا چاہیے) اسی قسم کے اور چند اعتراضات امام شافعی نے اُن پر کئے۔ اور امام محمد اُن کا کچھ جواب نہ دے سکے۔

دوسرا ایک امر یہ تھا کہ بعض صحیح صحیح احادیث اُن علما سے تابعین کو نہ پہنچیں تھیں جن پر فتوے کا مدار تھا اس لئے اُن کو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا پڑا۔ عام الفاظ کا انہوں نے لحاظ کیا۔ اور گذشتہ صحابہ کی انہوں نے پیروی کی اُسی کے موافق انہوں نے فتوے دیا۔ لیکن تیسرے طبقہ میں اُن احادیث کی شہرت ہو گئی۔ اور انہوں نے یہ گمان کر کے کہ یہ احادیث اُن کے علماے شہر کے عمل اور متفق علیہ طریقوں کے مخالف ہیں۔ ان احادیث پر عمل نہ کیا اس کی وجہ سے یہ احادیث مورد طعن ہو گئیں اور اس کی وجہ سے وہ قابل السقوط ہو گئیں۔ یا تیسرے طبقہ میں اُن احادیث کی شہرت نہ ہوئی تھی۔ لیکن محدثین نے احادیث کے تمام طرق روایت کو خوب غور سے دیکھا اور اطراف ملک میں سفر کر کے علماے حدیث سے اُن کی تفتیش کی گئی تو اکثر احادیث ایسی ظاہر ہوئی گئیں۔ کہ صحابہ میں سے صرف ایک یا دو شخصوں نے ان کی روایت کی تھی اور ان صحابہ سے بھی صرف ایک دو راویوں نے اُن کی روایت کی تھی وھلم جرا اس لئے اکثر فقہا کی نظر سے مخفی رہیں۔ اور اُن حفاظ حدیث کے وقت اُن کی شہرت ہوئی جنہوں نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تھا بہت سی احادیث مثلاً ایسی تھیں کہ بصرہ کے علما اُن کی روایت کرتے تھے۔ اور باقی حصوں میں اُن کی جانب سے غفلت تھی اُس وقت میں امام شافعی نے اُس کی توضیح کر دی کہ علماے صحابہ اور تابعین ہر مسئلہ میں احادیث کے متلاشی رہے جب کوئی حدیث اُن کو نہ ملی۔ تو انہوں نے کوئی اور استدلال اختیار کیا۔ لیکن اس استدلال کے بعد جب ہی کہ کوئی حدیث ظاہر ہوئی تو انہوں نے اپنے اجتہاد کو ترک کر دیا۔ اور حدیث پر عمل کیا۔ جب اُن کی ایسی حالت تھی۔ تو حدیث پر عمل نہ کرنا حدیث کے لئے موجب تہمت نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں قدح جب ہی ہو سکتا ہے کہ کوئی علت قادحہ بیان کی جاوے۔ مثلاً حدیث قلتین صحیح حدیث ہی مختلف سلاسل روایت سے اُس کا ثبوت ہے۔ اُن سب میں بڑا سلسلہ اُس کا یہ ہے جس کی سند ابو الولید ابن کثیر پر منتہی ہوتی ہے۔ انہوں نے اُس کو محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت کیا ہے اور ابن جعفر نے عبد اللہ یا محمد بن عباد بن جعفر سے بروایت عبید اللہ بن عبد اللہ اور اُن دونوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے اور اس کے بعد طرق روایت متعدد ہو گئے۔ اور یہ دونوں راوی اگرچہ ثقہ ہیں لیکن وہ

مسایل میں مرجع اور معتمد علیہ نہ تھے۔ اس لئے یہ حدیث سعید بن مسیب کے عہد میں اور نہ امام زہری کے زمانہ میں مشہور ہوئی اسی واسطے مالکیہ اور حنفیہ نے اُس پر عمل نہیں کیا لیکن امام شافعی نے اُس پر عمل کیا۔ اور ایسے ہی خیار مجلس کی حدیث صحیح ہے۔ اور اس کے طرق بکثرت ہیں۔ اور ابن عمر اور ابو ہریرہ نے صحابہ میں سے اُس پر عمل کیا تھا لیکن فقہائے سبعہ اور اُن کے معاصرین میں اُس کی شہرت نہیں ہوئی تھی۔ اس طبقہ کے محدثین اس حدیث کے قایل نہ تھے۔ اس وجہ سے امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے اس حدیث میں قدح کی اور امام شافعی نے اُس پر عمل کیا۔ اور ایک امر یہ تھا کہ صحابہ کے سب اقوال امام شافعی کے عہد میں جمع کئے گئے۔ ان اقوال کی کثرت معلوم ہوئی ہے۔ اور ان میں اختلافات پائے گئے۔ اور امام شافعی نے دیکھا کہ اس وجہ سے کہ صحابہ کو حدیث معلوم نہ ہوئی تھی وہ اکثر اقوال صحیح حدیثوں کے خلاف ہیں۔ اور امام شافعی نے سلف کو دیکھا تھا۔ ایسے وقت میں حدیث کی جانب رجوع کیا کرتے ہیں۔ اس واسطے امام شافعی نے اُن پر عمل نہیں کیا۔ جن کے متفق علیہ نہ تھے۔ اور کہا هم رجال ونحن رجال صحابہ بھی آدمی تھے۔ اور ہم بھی آدمی ہیں۔

اور ایک امر یہ تھا کہ امام شافعی نے فقہا کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ اس قیاس میں جن کو شرع نے تجویز کیا ہے ایسی رائیں مخلوط کر دیتی ہیں جن کو شرع کی نظر میں وقعت نہیں ہے حتی۔ وہ نہا اس قیاس اور رائے میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور اس اپنی رائے کو وہ استحسان نام رکھتے ہیں۔ رائے سے مراد یہ ہے کہ کسی موقع پر حرج یا مصلحت کو حکم کی علت قرار دیں۔ اور قیاس کے معنی یہ ہیں کہ حکم منصوص سے کوئی علت نکالی جاوے اور حکم کا مدار علیہ قرار دی جائے۔ اس رائے کو امام شافعی نے نہایت اہتمام سے باطل کیا۔ اور کہا جو استحسان کا مجوز ہے وہ شارع بننا چاہتا ہے (ابن حاجب نے مختصر الاصول میں اس کو نقل کیا ہے) اس کی مثال یہ ہے کہ یتیم کا زمانہ رشد تک پہنچنا ایک مخفی امر ہے۔ اس لئے فقہائے نے اپنی رائے سے پچیس سال زمانہ رشد کے لئے قرار دئیے اور کہا۔ کہ جب یتیم پچیس سال کا ہو جاوے۔ تو اُس کو اس کا مال دیدینا چاہئے۔ اور انہوں نے یہ کہا کہ یہ استحسان ہے حالانکہ مقتضائے قیاس یہ ہے کہ اس عمر میں اُس کو مال دینا نہ چاہئے۔

حاصل یہ ہے کہ جب امام شافعی نے متقدمین کی ایسی حالت دیکھی۔ تو از سر نو فقہ کو مرتب کیا اُس کے اصول و فروع کی ترتیب دی۔ نہایت رزانت سے کتابیں تصنیف کیں۔ تمام فقہا اُن کی خدمت میں جمع ہوئے۔ اُن کتابوں کا اختصار کیا اُن پر شرح لکھیں۔ ان کے دلایل بیان کئے اُن سے مسایل کو خارج کیا۔ اور پھر تمام شہروں میں یہ لوگ پھیل گئے۔ اور مذہب شافعی اس طریقہ کا نام ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

باب چوراسی اہل حدیث اور اصحاب الرای کے بیان میں

معلوم کرنا چاہئے کہ سعید بن مسیب اور ابراہیم اور زہری کے عہد میں اور امام مالک اور سفیان ثوری کے زمانہ میں اور اُن کے بعد بھی ایسے علما تھے کہ وہ مسایل دین میں رای سے خوض کرنے کو بُرا جانتے تھے۔ اور فتوے

دین اور مسئلہ کے استنباط کرنے میں بہت خائف رہتے تھے۔ جب نہایت ہی ضرورت پیش آتی تھی۔ اور کوئی چارہ نہ
ہوتا تھا جب ہی استنباط کیا کرتے تھے۔ اُن کو بڑا اہتمام اس کا یہ تھا کہ حدیث کی روایت کردیں۔ ایک بار عبداللہ
بن مسعود سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا۔ تو اُنھوں نے فرمایا۔ کہ میں ناپسند کرتا ہوں۔ کہ تیرے لئے اُس شئے کو
جائز کردوں جس کو خدا نے حرام کیا ہو۔ یا وہ چیز حرام کردوں جس کو اُس نے حلال کیا ہو۔ معاذ بن جبل نے
کہا ہے۔ اے لوگو۔ بلا کے نازل ہونے سے پہلے اسکی تفتیش کرنے میں جلدی مت کرو۔ مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے
لوگ ہی ہوتے رہیں گے۔ کہ جب اُن سے کوئی امر دریافت کرو۔ تو اُس کو مسلسل بیان کرتے چلے جاویں۔ ایسے
ہی اُن امور میں خاموش رہنے کے لئے جو ابھی تک فعلیت میں نہیں آئے ہیں۔ اس کے قریب قریب ہی حضرت
عمرؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے۔ اور جابر بن زید سے حضرت عبداللہ
بن عمرؓ نے کہا تھا۔ کہ تم بصرہ کے فقہا میں سے ہو۔ اس لئے ہمیشہ فتوے قرآن و حدیث کے ہی موافق دینا۔ اگر
ایسا نہ کروگے۔ تو خود ہی ہلاک ہوگے۔ اور اوروں کو بھی ہلاک کروگے۔ ابو نصر کہتے ہیں کہ جب ابو سلمہ بصرہ میں آئے
تو میں اور حسن بصری اُن کی ملاقات کو گئے۔ اُنھوں نے حسن بصری سے فرمایا حسن بصری تم ہی ہو۔ بصرہ میں تمہاری
ملاقات سے زیادہ کسی سے ملنے کا مجھکو شوق نہ تھا۔ اشتیاق اس واسطے زیادہ تھا کہ مجھکو معلوم ہوا تھا کہ تم
اپنی رائے سے مسئلہ کا جواب دیتے ہو۔ آئندہ بجز قرآن و حدیث کے اپنی رائے سے فتوے نہ دینا۔ ابن المنکدر کا
قول ہے کہ عالم خدا اور بندگان الٰہی میں واسطہ ہوا کرتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے لئے کوئی طریقہ نجات کا پیدا
کرے۔ امام شعبی سے دریافت کیا گیا۔ کہ جب تم سے مسائل دریافت کئے جایا کرتے تھے تو تم کیا کرتے تھے
اُنھوں نے فرمایا۔ تم نے اس کے واقف سے یہ بات دریافت کی۔ جب کسی شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جایا
کرتا تھا تو وہ اپنے ہم رتبہ عالم سے کہتا تھا۔ اس مسئلہ کا جواب دو۔ ایسے ہی یہ شخص دوسرے سے ایسا ہی
کہتا تھا۔ رفتہ رفتہ پہلے ہی عالم کی جانب انتہا ہوجایا کرتی تھی۔ امام شعبی کا قول ہے۔ یہ علماء جو حدیث رسولؐ
خدا کی تم سے بیان کریں اُس پر عمل کرو۔ اور جو کچھ اپنی رائے سے کہیں اُس کو پائخانہ میں پھینک دو (دارمی
نے ان تمام آثار کو نقل کیا ہے) اسی اہتمام حدیث کی وجہ سے حدیث کا مدون کرنا اطراف میں شائع ہوگیا۔
بلاد اسلام میں جابجا کتابیں اور نسخے حدیث میں مرتب ہونے لگے۔ اہل روایت میں سے ایسے علماء کم
تھے۔ جن کی کوئی تصنیف نہ ہو۔ اُس وقت کی ضرورت نے ایسی حالت پیدا کردی تھی۔ اس زمانہ کے بلند پایہ
علماء نے تمام ممالک حجاز۔ شام۔ عراق۔ مصر۔ یمن۔ خراسان میں سفر کیا۔ اور کتابوں اور نسخوں کو متفرق
موقعوں سے فراہم کیا۔ غریب حدیث اور آثار نادرہ کی تلاش میں بہت خوض کیا۔ ان کے اہتمام سے وہ احادیث
اور آثار مجتمع ہوگئیں جو پیشتر جمع نہ ہوسکی تھیں۔ اُن کے لئے وہ سامان مہیا ہوگیا۔ جو پہلے کسی کے لئے مہیا نہ ہوا
تھا۔ اور بکثرت ایک ایک حدیث کے طرق خاصۃً اُن کو معلوم ہوگئے۔ حتے کہ اُن کے پاس ایسی حدیثیں بکثرت
تھیں۔ جو سو سو طریقوں سے مروی تھیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ بعض طریقوں سے اُن امور کا انکشاف ہوگیا۔

جو اور طرق میں نامعلوم تھے۔ ان علمائے نے ہر ایک حدیث کا درجہ معلوم کر لیا۔ کہ کون سی غریب ہے۔ اور کون سی مستفیض ہے۔ اور حدیث کے متابعات اور اُس کے شواہد میں غور کرنیکا۔ اُن کو خوب موقع ملا۔ اور بکثرت صحیح حدیثوں کا اُن کو پتہ مل گیا جو اگلے مصنفوں کے وقت میں ظاہر نہ ہوئیں تھیں۔ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے کہا۔ کہ صحیح احادیث کا علم تم کو ہم سے زیادہ ہے۔ جو حدیث صحیح ہوا کرے۔ وہ ہم کو بتلا دیا کرو۔ تاکہ میں اُسی کو اپنا مذہب قرار دوں۔ خواہ وہ حدیث کوفی ہو۔ یا شامی یا بصری (ابن ہمام نے اس کو نقل کیا ہے)۔ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے یہ اس واسطے کہا۔ کہ بہت سی احادیث ایسی ہی تھیں۔ جن کو صرف ایک ایک شہر کے راوی نقل کیا کرتے تھے۔ مثلاً وہ احادیث جن کی صرف شام یا عراق کے ہی محدثین روایت کیا کرتے تھے۔ بعض ایسی حدیثیں بھی تھیں۔ کہ صرف ایک ہی خاندان کے لوگ اُن کی روایت کرتے تھے۔ جیسے برید کا نسخہ ابوبُردہ کی روایت سے ابوبردہ نے اُس کو ابوموسےٰ سے روایت کیا ہے۔ اور عمرو بن شعیب کا نسخہ اپنے باپ کی روایت سے اور اُن کے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اور بعض صورتیں ایسی تھیں کہ بعض صحابہ قلیل الروایت اور گمنامی کی حالت میں تھے۔ اُن سے بہت کم لوگوں نے حدیثوں کو اخذ کیا۔ اس لئے ایسی حدیثوں سے عام مفتی علمائے خبر دی ہے۔ اُن کے پاس احادیث کا وہی مجموعہ تھا جو ہر شخص کے فقیہ صحابہ اور تابعین سے منقول تھا۔ متقدمین کی حالت ہی یہ تھی کہ صرف اپنے شہر اور اپنے درجے لوگوں کی حدیثوں کو جمع کر سکتے تھے۔ اور نیز اگلے علما اسماء الرجال اور راویوں کے درجہ عدالت کا اندازہ اُن امور سے کر لیا کرتے تھے۔ جو اُن کو حالت کے مشاہدہ اور قراین کے تتبع سے معلوم ہو جایا کرتے تھے لیکن اب اس طبقہ کے علمائے اس فن میں نہایت غور کیا۔ اور اس کو مدون کر کے اور بحث و تفتیش کر کے ایک مستقل فن کر دیا۔ اور احادیث کے صحیح اور غیر صحیح قرار دینے میں باہم مناظرہ کئے گئے۔ اس طرح اس تدوین اور مباحث کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اُن حدیثوں کا فیصلہ ہو گیا۔ جن کا متصل یا منقطع ہونا پہلے مخفی تھا۔ پہلے یہ حالت تھی۔ کہ امام سفیان اور وکیع وغیرہم نہایت اہتمام اور اجتہاد کرتے تھے۔ لیکن صحیح احادیث ایک ہزار سے کم ہی اُن کو بہم پہنچتی تھیں۔ (ابو داؤد سجستانی نے اُس کو اپنے اُس رسالہ میں لکھا ہے۔ جس کو انہوں نے اہل مکہ کو بھیجا تھا) اور اب اُس طبقہ میں محدثین تقریباً چالیس ہزار تک احادیث کی روایت کرتے تھے۔ امام بخاری کی نسبت یہ امر صحیح ہے کہ اُنہوں نے چھ ہزار احادیث سے صحیح بخاری کو مختصر کیا ہے۔ اور ابو داؤد کی نسبت بھی یہ ثابت ہؤا ہے کہ پانچ ہزار احادیث سے اُنہوں نے اپنے سنن کو منتخب کیا ہے۔ اور امام احمدؒ نے اپنی مسند کو احادیث نبوی کے معلوم کرنے کے لئے ایک میزان قرار دیا ہے۔ جو حدیثیں اس مسند میں موجود ہیں اگرچہ اُنکی روایت ایک ہی طریقہ سے ہو اُنکے لئے کوئی نہ کوئی اصل ہے۔ ورنہ اُنکو بے اصل سمجھنا چاہیئے۔

۱ اس طبقہ کے اساطین علما یہ ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی۔ یحییٰ بن سعید قطان۔ یزید بن ہارون عبدالرزاق۔ ابوبکر بن ابی شیبہ۔ مسدد۔ ہناد۔ احمد بن حنبل۔ اسحٰق بن راہویہ۔ فضل بن دُکین۔ علی مدینی اور اُن

کے دیگر ہم رتبہ محدثین۔ طبقات محدثین میں یہ طبقہ طراز اور پہلا نمونہ ہے۔ جب محققین اہل حدیث نے فن روایت اور درجات حدیث خوب مکمل کر لئے۔ تو اُس کے بعد اُن کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی۔ اُنہوں نے جب دیکھا کہ بہت سی احادیث اور آثار فقہائے کے ہر ایک مذہب کے مخالف ہیں اسواسطے متقدمین میں سے خاص کسی امام کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا۔ بلکہ اُنہوں نے احادیث نبوی۔ صحابہ۔ تابعین اور مجتہدین کے آثار کا تتبع کرنا شروع کیا اور اوروں کے لئے اُنہوں نے ایسے قواعد کی بنا ڈالی جن کو اپنے ذہنوں میں اُنہوں نے خوب راسخ کر لیا تھا۔ ان قواعد کو چند تقریروں میں ہم بیان کرتے ہیں۔ ان کا مسلک یہ تھا۔ کہ جب تک کسی مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہو۔ تو کسی دوسری شے کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر قرآن میں حکم مسئلہ کا مختلف الوجوہ ہو۔ تو اُس کا فیصلہ حدیث سے کرنا چاہئے۔ اور جب قرآن میں اُن کو کوئی حکم نہیں ملتا تھا۔ تو رسولؐ خدا کی حدیث پر عمل کرتے تھے۔ خواہ وہ حدیث مستفیض ہوتی۔ جس پر فقہا عملدرآمد کر چکے تھے۔ یا کسی خاص شہر کے علماء یا کسی خاص خاندان کے علماء سے یا کسی خاص طریقہ سے وہ مروی ہوتی۔ خواہ صحابہ اور فقہائے نے اُس پر عمل کیا ہوتا یا نہ عمل کیا ہوتا۔ کسی مسئلہ میں جب اُن کو کوئی حدیث مل جایا کرتی تھی تو اُس کے بعد پھر اُس کے مخالف کسی اثر یا کسی اجتہاد کا اتباع نہیں کیا کرتے تھے۔ اور جب نہایت کوشش اور تتبع احادیث کے بعد بھی اُس مسئلہ میں حدیث نہیں ملتی تھی۔ تو اُس وقت صحابہ یا تابعین میں سے ایک جماعت کا اقتدا کرتے تھے۔ اور اُن کے اقوال پر عمل کر لیا کرتے تھے۔ اس میں اُن کو کسی قوم یا کسی شہر کی خصوصیت اور قید نہ تھی۔ اُن سے قدما کا طریقہ بھی یہی تھا۔ ایسی صورت میں اگر اُس مسئلہ میں جمہور خلفا اور فقہا کا اتفاق تھا۔ تب وہ اطمینان کافی کے قابل ہوتا تھا۔ اور اگر وہ مسئلہ مختلف فیہ ہوتا تھا۔ تو ایسے شخص کے قول کو ترجیح دیتے تھے جو علم۔ ورع۔ ضبط اور اُس کو شہرت کی وجہ سے فوقیت ہوا کرتی تھی۔ اور اگر اُس مسئلہ میں ایک ہی قوت کے دو قول ہوا کرتے تھے۔ تو وہ مسئلہ ذات القولین رہتا تھا۔ اور اگر ان امور کی تنقیح متعذر ہوا کرتی تھی تو اُسوقت کتاب و قرآن کی عام تعبیروں میں اُن کے ایما اور اقتضا میں غور کیا کرتے تھے۔ اور جب دو مسئلوں کی ایک سی حالت ہوتی تھی۔ تو مسئلہ کو نظیر مسئلہ پر حمل کر لیا کرتے تھے۔ اس میں وہ قواعد اصولی کے پابند نہ تھے۔ بلکہ جس طریقہ سے ایک اطمینانی حالت پیدا ہو جایا کرتی تھی اُسی سے فیصلہ کیا کرتے تھے۔ جیسے کہ تواتر کے لئے راویوں کی تعداد اُن کی حالت کیلئے میزان نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے میزان وہ یقین ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے۔ صحابہ کے حالات میں ہم اس معیار کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور ایسے تمام اصول متقدمین کے برتاؤ اور اُن کی تصریحات سے مستنبط تھے۔ میمون ابن مہران سے منقول ہے۔ کہ ابو بکر صدیقؓ کے پاس جب کوئی دعویٰ پیش ہوتا تھا۔ تو وہ قرآن میں اُس کے دعوے کا جواب تلاش کیا کرتے تھے۔ اگر اس میں جواب مل جاتا تو پہلے قرآن سے تلاش کرتے۔ قرآن میں اُس کا جواب نہ ملتا۔ اور اُس کے متعلق کوئی حدیث اُن کو معلوم ہوتی۔ تو ویسا ہی فیصلہ کرتے۔ اور اگر قرآن و حدیث سے وہ حکم مسئلہ کا معلوم نہ کر سکتے۔

تو باہر جاکر مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ ایسا ایسا دعویٰ میرے سامنے پیش ہوا ہے۔ تم میں سے کسی کو معلوم ہوا ہے کہ رسول خدا نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ کیا تھا۔ اُس وقت اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ تمام جماعت بول اُٹھتی تھی۔ کہ آں حضرتؐ نے اس کا یہ فیصلہ کیا تھا۔ تب وہ فرماتے۔ الحمد للہ۔ ہمارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جن میں آں حضرت کے اقوال محفوظ ہیں۔ اور جب کسی طرح حدیث سے بھی حکم مسئلہ کا معلوم نہوتا تب عمدہ لوگوں کو جمع کر کے اُنسے مشورہ لیتے۔ جب کسی امر پر سب کا اتفاق رائے ہو جاتا۔ تو اُس کے موافق فیصلہ کرتے تھے۔

اور قاضی شریح سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اُنکو تحریر کیا تھا کہ قرآن میں سے جو حکم تمکو معلوم ہو تو اُسکے موافق فیصلہ کرنا ایسا نہو کہ لوگ تمکو اس سے باز رکھیں۔ اور اگر ایسا مسئلہ پیش ہو۔ جسکا حکم قرآن میں نہ ملے تو حدیث کو تلاش کر کے اُس کے موافق فیصلہ کرنا۔ اور اگر قرآن اور حدیث میں اس کا حکم نہیں ہے تو اُس قول پر نظر کرنا جس پر لوگوں نے اتفاق کیا ہو اور اس کے موافق فیصلہ کرنا۔ اور اگر قرآن و حدیث میں اُس مسئلہ سے خاموشی ہو۔ اور تم سے اگلے لوگوں نے بھی اُس میں سکوت کیا ہو۔ تو دو امروں میں سے ایک کو اختیار کرنا اگر چاہو تو اجتہاد کرنا اپنی رائے سے۔ اور اگر چاہو۔ تو اجتہاد میں تاخیر کرنا۔ اور میں تمہارے لئے اسی تاخیر کو پسند کرتا ہوں۔ عبداللہ ابن مسعود سے منقول ہے۔ وہ کہتے تھے۔ ہم پر ایسا زمانہ گذرا ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں فتوے نہ دیتے تھے۔ ہم اُس درجہ تک نہ پہنچے تھے۔ اور خدا نے مقدر کیا تھا۔ کہ ہم کو اس درجہ تک پہنچا دیا جس کو تم دیکھتے ہو۔ اس لئے آج سے جس کے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو۔ تو وہ کتاب الٰہی کے موافق اُس کا فیصلہ کرے اگر کتاب الٰہی میں اُس کا جواب نہ ہو۔ تو جیسے رسول خدا نے حکم دیا ہو۔ اس کے موافق حکم دے۔ اور اگر کتاب الٰہی میں اُس کا جواب نہ ہو۔ اور آنحضرتؐ نے بھی اُس کے متعلق کوئی حکم نہ دیا ہو۔ تو جیسا صالحین اُمت نے حکم دیا ہو۔ اُس کے موافق حکم دے۔ اور اپنی طرف سے یہ نہ کہے۔ کہ میں اس میں خوف کرتا ہوں۔ اس کو پسند کرتا ہوں۔ اس لئے کہ امور حرام و حلال صاف صاف ہیں۔ اور حرام و حلال کے بیچ میں مشتبہ امور ہیں اس واسطے مشتبہ کو ترک کر کے یقینی کو اخذ کرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کا قاعدہ تھا۔ کہ جب اُن سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا۔ اور اُس کا حکم قرآن میں ہوتا تھا۔ تو اُسی کے موافق فیصلہ کرتے تھے۔ اگر قرآن میں اُس کا حکم نہ ملتا۔ اور رسول خدا سے اس کا حکم ثابت ہوتا۔ تو وہی بیان کر دیتے۔ ورنہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ نے جو حکم اُس کا دیا ہوتا۔ وہ بیان کرتے۔ اور ان سے بھی کوئی حکم محقق نہوتا تب اپنی رائے سے اُس کا جواب دیتے۔ عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کیا تم کو اس کا خوف نہیں ہے کہ تم کو خدا عذاب دے۔ یا زمین میں تم کو دھسا دے۔ تم کہتے ہو۔ کہ رسولؐ خدا نے ایسا کہا تھا۔ اور فلاں شخص نے ایسا کہا ہے۔ قتادہ سے روایت ہے کہ ابن سیرین نے ایک شخص کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو اُس شخص نے کہا فلاں شخص ایسا ایسا کہتے ہیں تب ابن سیرین نے کہا میں تم سے رسول خدا کی حدیث بیان کرتا ہوں۔ اور تم اُس پر کہتے ہو۔ کہ فلاں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ وزاعی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے

لکھ دیا تھا۔ کہ کتاب الہی میں کسی کو رائے دینے کا حق نہیں ہے۔ ائمہ صرف انہیں امور میں رائے دے سکتے ہیں جن کا حکم قرآن میں نازل نہ ہؤا ہو۔ اور نہ حدیث میں اُس کا حکم دیا ہو۔ جس امر کو آں حضرت نے قرار دیا ہو اُس میں بھی کسی رائے کو دخل نہیں ہے۔ اعمش سے روایت ہے کہ ابراہیم کا قول تھا کہ مقتدی امام کی بائیں جانب کھڑا ہؤا کرے۔ میں نے سمیع زیات سے بروایت عبد اللہ ابن عباس حدیث بیان کی۔ کہ رسول خدا نے مقتدی کو دائیں جانب کھڑا کیا تھا ابراہیم نے اسی کو اختیار کر لیا شعبی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اُن کے پاس آکر ایک مسئلہ دریافت کیا۔ یحییٰ نے جواب دیا۔ کہ عبد اللہ ابن مسعود اسکا یہ جواب دیا کرتے تھے اُسنے کہا آپ نے مجھکو اپنی رائے بتائی شعبی نے کہا تم اس شخص پر تعجب نہیں کرتے ہیں عبد اللہ ابن مسعود کی طرف سے خبر دے رہا ہوں اور یہ کہتا ہے کہ تم مجھکو اپنی رائے بتلاؤ۔ واللہ مجھکو آگ کا گانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس سے کہ میں اپنی رائے ظاہر کروں دارمی نے یہ تمام آثار بیان کئے ہیں ترمذی نے ابو سائب سے روایت کی ہے کہ ہم امام وکیع کے پاس حاضر تھے۔ انہوں نے ایک شخص کے سامنے جو رائے کو دخل دیا کرتا تھا۔ بیان کیا کہ رسول خدا نے اشعار اونٹ کے کوہان پر دائیں جانب سے لوہے کی چیز سے زخمی کرنا کہا ہے۔ اور ابو حنیفہ کہتے ہیں اشعار مثلہ ہے۔ اُس شخص نے کہا۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے ابو سایب کہتے ہیں کہ سنتے ہی میں نے وکیع کو دیکھا کہ اُس شخص پر انہوں نے بہت غصہ کیا اور کہا میں تجھے کہتا ہوں۔ رسول خدا نے ایسا فرمایا ہے۔ اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم کا یہ قول ہے تو اسی قابل ہے کہ قید کر دیا جائے اور جبتک اپنے قول سے باز نہ آئے رہا نہ کیا جائے۔ عبد اللہ بن عباس اور عطا۔ اور مجاہد اور مالک بن انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ ان سب کا یہی قول ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے قول کو اختیار اور رد نہ کر سکیں۔ بجز قول رسول خدا کے ؂

جب علمائے ان قواعد کے لحاظ سے فقہ کو مہد اور مرتب کیا۔ تو اُن مسائل میں سے جن میں قدما نے کلام کیا تھا۔ یا جو موجودہ اُس زمانے میں پیش آئے تھے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس کے متعلق کوئی حدیث مرفوع متصل یا مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا قابل اعتبار بہم نہ پہنچی ہو۔ یا شیخین اور دیگر خلفاء یا قضاۃ اور فقہائے بلاد کے کسی اثر کا پتہ نہ لگا ہو۔ یا عموم وایماء و اقتضاء نے اُس کا سراغ نہ لگایا گیا ہو۔ اس طرح پر علمائے کے لئے خدا نے مذہب پر عمل کرنا آسان کر دیا تھا۔ اس زمانہ کے علماء میں سے نہایت عظیم الشان وسیع الروایت حدیث سے زیادہ واقف فقہ میں سب سے زیادہ غایر النظر امام احمدؒ بن حنبل تھے۔ اور امام احمدؒ کے بعد اسحٰق بن راہویہ اس ڈھنگ پر فقہ کو ترتیب دینے کے لئے بکثرت احادیث اور آثار جمع کرنے کی ضرورت تھی یہانتک کہ امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ فتوے دینے کے لئے ایک لاکھ حدیثیں کافی ہو سکتی ہیں انہوں نے کہا اتنی کافی نہیں ہیں۔ پھر کہا گیا کہ پانچ لاکھ کفایت کر سکتی ہیں انہوں نے جواب دیا مجھکو امید ہے کہ اتنی کفایت کر سکیں۔ غایت المنتہی میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام احمدؒ کی مراد اس قول سے یہی ہے کہ فقاہت کے ساتھ فتوے دینے کے لئے اتنی

حدیثیں کافی ہیں +

اس حالت کے بعد ایک دوسرے زمانہ کی پیدایش ہوئی اُنہوں نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ حدیث کی محنتوں سے اُنہوں نے اور لوگوں کو فارغ کر دیا ہے ۔ فقاہت کا سامان کر چکے ہیں۔ انہیں کے اصول کا تفقہ میں اُنھوں نے لحاظ رکھا ہے۔ اس واسطے ان پچھلے لوگوں نے اور فنون کی جانب اپنا رخ کیا ۔ مثلاً اُن صحیح حدیثوں کو بالکل ممیز کر دیا۔ جو کبرائے حدیث کے نزدیک متفق علیہ صحیح نہیں ۔ مثلاً زید بن ہرون ۔ یحییٰ بن سعید قطان ۔ احمد ۔ اسحق اور اُن کے ہم مرتبہ لوگوں نے اُن کو صحیح مانا تھا ۔ فقہ کے متعلق اُن احادیث کو جمع کیا جن پر بلاد اسلامی کے علماء اور فقہائے اپنے اپنے مذاہب کی بنیاد قایم کی تھی ۔ اور جو حدیث جس درجہ کی مستحق تھی اُس پر وہی حکم لگایا ۔ اور اُن شاذ و نوادر احادیث کو جمع کیا جن کی سابقین نے روایت کی تھی ۔ اور اُن طرق کا انکشاف کیا جن کو قدمائے طرق کے اندازہ سے بیان نہیں تھا۔ ایسی احادیث میں وہ حدیثیں بھی ظاہر ہوئیں جن میں اتصال یا علو اسناد کا وصف تھا ۔ یا اُن کی روایت فقیہ نے فقیہ سے یا حافظ حدیث نے حافظ حدیث سے کی تھی ۔ یا اس کے علاوہ اور مطالب علمی اُن میں مندرج تھے ۔ اس منصب کے محدثین بخاری ۔ مسلم ۔ ابو داؤد ۔ عبد بن حمید ۔ دارمی ۔ ابن ماجہ ۔ ابو یعلیٰ ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ دارقطنی ۔ حاکم ۔ بیہقی ۔ خطیب ۔ دیلمی ۔ ابن عبد البر اور اُن کے ہم پایہ لوگ ہیں ۔ اور میرے نزدیک وسعت علمی میں سب سے زیادہ نافع ۔ صنف سب سے مشہور تر چار شخص ہیں جن کا زمانہ قریب قریب ہے ۔ سب سے اول ابو عبد اللہ بخاری ۔ ان کی غرض یہ تھی کہ تمام ایسی احادیث کا ایک خالص کر دیں جنہیں صحیح مستفیض اور متصل ہونیکے اوصاف ہوں ۔ اور اُن احادیث سے فقہ ۔ سیرت ۔ تفسیر کو مستنبط کریں اس لئے انہوں نے اپنی جامع صحیح کو تصنیف کیا ۔ اور جس شرط سے تصنیف کی تھی ۔ اُسکو پورا کر دیا ۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ایک صالح شخص نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا ۔ آپ نے فرمایا تجھکو کیا ہو گیا ہے کہ محمد بن ادریس کی فقہ میں تو مشغول ہے ۔ اور میری کتاب کو تو نے چھوڑ رکھا ہے ۔ اُس شخص نے رسول خدا سے کہا ۔ یا رسول اللہ آپ کی کتاب کون سی ہے ۔ آپ نے فرمایا صحیح بخاری ۔ اور مجھکو اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صحیح بخاری کو شہرت اور مقبولیت ایسی حاصل ہوئی ہے کہ اُس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتی +

اور دوسرے مصنف مسلم نیشاپوری ہیں ۔ اُنہوں نے بھی یہی قصد کیا کہ متفق علیہ صحیح حدیثوں کو خالص کر دیں جن پر محدثین نے اتفاق کیا ہو ۔ اور وہ متصل مرفوع کے درجہ کی ہوں ۔ اُن سے مذہبی احکام مستنبط ہو سکیں ۔ اور یہ بھی اُنہوں نے قصد کیا کہ احادیث کو قریب الفہم کر دیں ۔ استنباط مسائل میں اُن سے آسانی ہو سکے ۔ اس لئے اُنہوں نے نہایت مکمل ترتیب دی ۔ اور ایک ہی موقع پر ہر ایک حدیث کے تمام طرق کو بیان کر دیا ۔ تاکہ نہایت صراحت کے ساتھ اختلاف متون اور تفرق اسانید کا اظہار ہو جائے ۔ تمام مختلف احادیث کو یکجا کر دیا تاکہ عربی زبان کے واقف کو کوئی موقع عذر کا باقی نہ رہے ۔ اور پھر وہ حدیث سے اعراض کر کے اور طرف متوجہ نہو سکے +

اور تیسرے مصنف ابو داؤد سجستانی ہیں ۔ ان کا قصد یہی تھا کہ ایسی احادیث کو جمع کریں جن سے فقہا استدلال کرتے ہیں ۔ فقہاء میں اُن کا تذکرہ رہتا ہے ۔ اور علمائے بلاد نے احکام کی بنیاد اُن احادیث کو قرار دیا ہے ۔ اس

غرض کے لئے انہوں نے اپنی سنن کو تصنیف کیا۔ اس میں صحیح حسن اور قابل عمل حدیثیں جمع کردیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث جمع نہیں کی ہے جس کے ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہو۔ جو حدیث ضعیف تھی اُس کا ضعف اور جس حدیث میں کوئی خدشہ یا علت کی بات تھی۔ اُس کی وجہ علت صاف بیان کردی علم حدیث میں خوض کرنے والا اس وجہ کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ ہر حدیث میں اُنہوں نے اُس مسئلہ کو بیان کردیا جس کو کسی عالم نے مستنبط کیا تھا۔ اور کسی کا وہ مذہب قرار پایا تھا۔ اس لئے غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ مجتہد کے لئے یہ کتاب کافی ہے +

چوتھے مصنف ابوعیسےٰ ترمذی ہیں۔ اُنہوں نے شیخین امام بخاری اور مسلم کے طریقوں کو پسندیدہ صورت میں کردیا۔ اُنھوں نے صاف بیان کیا تھا یا کہیں ابہام رکھا تھا۔ دونوں کو عمدہ شکل میں کردیا۔ اور اس لئے کہ ہر ایک صاحب مذہب کے مسائل کو مفصل بیان کردیا ہے۔ ابوداؤد کی مقاصد کی بھی تکمیل کردی ہے۔ دونوں طریقوں کی جامعیت کے بعد اُن پر یہ اضافہ کردیا۔ کہ صحابہ اور تابعین اور فقہائے امصار کے مذاہب کو پورا بیان کردیا ہے۔ اس لئے ایک جامع کتاب کو اُنہوں نے ترتیب کردیا ہے۔ اور لطیف شکل میں طرق حدیث کو مختصر کردیا ہے۔ ایک طریقہ کا ذکر کرکے دوسرے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ہر ایک حدیث کی حالت بتادی ہے۔ کہ کون سی صحیح ہے۔ کون سی حسن ہے ضعیف اور منکر کون سی ہے۔ اور ہر ایک حدیث کی وجہ ضعف بیان کردی ہے۔ تاکہ طالب حدیث کو اپنے مقصود میں پوری بصیرت حاصل ہوجائے۔ اور جو احادیث قابل اعتماد ہیں اُن کا پورا اندازہ کرسکے۔ حدیث شایع اور غریب کی تصریح کردی ہے۔ ہر ایک صحابی اور فقیہ کا مذہب نقل کردیا ہے۔ اور جس شخص کے نام معلوم کرنے کی ضرورت تھی اُس کا نام بتادیا۔ اور جس کی کنیت کی ضرورت تھی اُس کی کنیت بتادی ہے۔ اور علماء میں سے کسی کی نسبت کوئی امر مخفی نہیں رکھا ہے۔ اس واسطے علماء کا قول ہے کہ یہ کتاب مجتہد اور مقلد دونوں کو کفایت کرتی ہے +

امام مالک اور سفیان ثوری کے زمانہ اور مابعد میں ان محتاط لوگوں کے مقابلہ میں ایسے علما بھی تھے جن کو مسایل بیان کرنے میں کوئی ناگواری نہ تھی۔ فتوے دینے میں اُن کو کچھ باک نہ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ دین کی بنا فقہ پر ہی ہے۔ اس لئے اسی کی اشاعت ضروری ہے۔ اُن علما کو حدیث کی بیان کرنے اور آں حضرت تک سلسلہ روایت کے پہنچانے میں اندیشہ معلوم ہوتا تھا۔ شعبی کہتے ہیں کہ رسول خدا سے ورے کے لوگ روایت کیلئے مجھکو زیادہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر حدیث میں کوئی کمی بیشی ہوگی تو اُس کے ذمہ دار وہی لوگ رہینگے جو آنحضرتؐ سے ورے ہیں۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں مجھکو یہ کہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کہ عبداللہ نے یہ کہا اور علقمہ کا یہ قول ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود جب کوئی حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ تو اُن کا چہرہ بدل جایا کرتا تھا۔ اُس وقت وہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے ایسا ہی یا اس کی مثل فرمایا ہے۔ اور جب حضرت عمرؓ نے ایک انصار کی ایک جماعت کو کوفہ کی جانب روانہ کیا تو اُن سے فرمایا تم کوفہ کو جاتے ہو۔ وہاں تم ایسے لوگوں سے ملوگے جو قرآن کو رقت سے پڑھتے ہیں۔ وہ تمہارے پاس آکر کہیں گے کہ محمد رسول اللہ کے صحابہ آئے ہیں تب وہ تم سے حدیثیں دریافت کرینگے۔ تم رسول خدا سے احادیث کی روایت بہت کم کرنا۔ شعبی کے پاس جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا۔ تو وہ بہت ہی احتیاط کرتے تھے۔ اور ابراہیم برابر اُس

میں گفتگو کیا کرتے تھے (دارمی نے ان آثار کو بیان کیا ہے)۔

اس وجہ سے حدیث اور فقہ اور مسایل مدون کرنے کی دوسری طرز کی ضرورت پڑی انکے پاس اتنی احادیث و آثار نہ تھے۔ جن سے وہ لوگ فقہ کو اُن اصول کے موافق مستنبط کر سکتے۔ جن کو اہل حدیث نے پسند کیا تھا۔ اور علماے بلاد کے اقوال غور اور بحث میں اُن کو کشادہ دلی نہ تھی۔ اور اپنے اپنے اماموں کے متعلق انہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ اُن کا پایہ تحقیق میں بہت بلند ہے۔ اور سب سے زیادہ اُن کو میلان اپنے اساتذہ کی طرف ہی تھا۔ جیسے علقمہ کا قول ہے کہ کوئی عالم عبد اللہ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور ابو حنیفہ کا قول ہے کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اور اگر صحابیت کی فضیلت نہ ہوتی۔ تو میں کہتا کہ علقمہ ابن عمر سے زیادہ فقیہ ہیں لیکن ان علماء کے دین میں فطانت اور سرعت انتقال ایسا تھا جس سے وہ مسایل کا استخراج بخوبی کرتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کے اقوال سے اُس کو خوب پیوند لگاتے تھے۔ اور جو چیز جس کی پیدایش میں ہؤا کرتی تھی وہی اُس کے لئے آسان ہو جایا کرتی ہے وکل حزب بما لدیھم فرحون اس طرح پر ان علماء نے تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب دی۔ ہر شخص اُس کی کتاب کو محفوظ رکھتا تھا۔ جو اُن کے اصحاب کی زبان اور اقوال علماء کا زیادہ واقف اور ترجیح میں زیادہ درست راے ہؤا کرتا تھا۔ اس لئے وہ ہر مسئلہ میں حکم کی وجہ میں غور کر سکتا تھا۔ جب کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنے اصحاب کے مصرح اقوال میں غور کرتا جو اُس کو محفوظ ہوتے تھے۔ اگر اُن میں جواب مل جاتا تو فبہا۔ ورنہ اُن کے عموم کلام کو دیکھتا۔ اور اس عموم سے حکم مسئلہ کا اخذ کر لیتا۔ یا کسی کلام کے اشارہ ضمنی سے حکم کو مستنبط کر لیتا۔ اکثر بعض کلام میں اشارہ یا اقتضا ہؤا کرتا تھا۔ اُس سے امر مقصود مفہوم ہو جایا کرتا تھا۔ اکثر کسی مصرح مسئلہ کی کوئی نظیر ہؤا کرتی تھی اُس ہی نظیر پر اصل مسئلہ پر حمل کر لیا کرتے تھے۔ کبھی انہوں نے مصرح حکم کی علت میں تخریج یا سبر و حذف غور کیا۔ اور اُسی علت کو غیر مصرح حکم میں ثابت کر دیا اور کبھی اس عالم کے دو قول ہؤا کرتے تھے۔ اگر اُن کو قیاس اقترانی یا قیاس شرطی کے ہم شکل کر لیتے۔ تو جواب مسئلہ کا اُس سے حاصل ہو جاتا۔ اکثر قدما کے کلام میں ایسے امور تھے۔ جو مثال اور تفہیم سے معلوم تھے لیکن اُن کی تعریف جامع اور مانع معلوم نہ تھی۔ اس واسطے ان فقہا نے اہل زبان کی طرف رجوع کیا۔ اور اُس شے کے ذاتیات حاصل کرنے میں کوشش کی۔ اور اُس کی تعریف جامع اور مانع مرتب کر دی اُس میں جو ابہام تھا۔ اُس کو ضبط میں لے آے۔ اور مشکل کو ممیز کر دیا۔ اکثر اُن کے کلام میں چند وجوہ کا احتمال تھا انہوں نے دو احتمالوں میں سے ایک کو متعین کر دیا۔ کبھی دلایل طرز ادا ایسا نہ ہوتا تھا جس سے نتیجہ صاف نہیں نکلتا تھا۔ یہ فقہا اُن دلایل کو خوبی سے بیان کر دیتے ہیں۔ بعض اصحاب التخریج اپنے ایمہ کے فعل اور اُن کے سکوت وغیرہ سے استدلال کیا کرتے تھے۔ ان طرق مذکورہ کا نام تخریج تھا۔ اور اسی کے متعلق کہا کرتے تھے کہ فلاں شخص نے قول کو اس طرح خارج کیا ہے۔ یا فلاں مذہب کے موافق یا فلاں شخص کے قاعدہ کے موافق یا فلاں شخص کے قول کے موافق مسئلہ کا جواب ایسا ہے اور اُن کے تخریج کرنے والوں کو مجتہدین فی المذہب کہا کرتے تھے

اور جس کا یہ قول ہے کہ جس نے مبسوط کو یاد کر لیا۔ وہ مجتہد ہے۔ اس سے وہی اجتہاد مراد ہے جو تخریج سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ ایسے شخص کو روایت کا علم بالکل نہ ہو۔ اور ایک حدیث بھی اُس کو نہ آتی ہو۔ اس طرح ہر ایک مذہب میں تخریج واقع ہوئی۔ اور اس کی کثرت ہو گئی۔ اس کے بعد جس مذہب کے پیرو زمانہ میں مشہور ہو گئے۔ اور قضا اور فتوے اُن پر مفوض ہوا۔ لوگوں میں اُن کی تصانیف مشہور ہو گئیں۔ اُنہوں نے عام طور پر درس دینا شروع کیا۔ وہ مذہب اطراف عالم میں پھیل گیا۔ اور ہمیشہ اُس کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور جس مذہب کے پیرو گمنام ہوئے۔ اور قضاء اور فتوے کی خدمت اُن میں نہ رہی۔ لوگوں نے اُن میں کافی رغبت نہ کی وہ چند روز کے بعد نابود ہو گیا۔

باب ۸۵ پچاسی

اس بیان میں کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور پیچھے لوگوں کا کیا حال تھا

معلوم کرنا چاہئے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خالص ایک مذہب معین پر متفق نہ تھے۔ قوت القلوب میں ابو طالب مکی نے بیان کیا ہے کہ یہ کتابیں اور مجموعی نئی چیزیں ہیں۔ قرن اول اور دوم میں پہلے لوگ اور لوگوں کے اقوال کے قایل نہ تھے۔ کسی مذہب معین کے موافق فتوے دینے کا طریقہ معین نہ تھا۔ خاص کسی شخص کا قول اختیار نہ کیا جایا کرتا۔ ہر ایک قسم کے امر میں اُسی کے قول کو نقل نہیں کیا کرتے تھے۔ اُسی کے مذہب پر فقہ کی بنیاد قائم نہیں ہوتی تھی انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں قرنوں کے بعد کسی قدر تخریج کا طریقہ پیدا ہو گیا تاہم چوتھی صدی کے لوگ مذہب معین کی تقلید پر متفق نہ تھے۔ کسی ایک مذہب کی فقہ کی پابندی نہ تھی کہ اسی کا قول نقل کیا جائے جیسے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ اُس زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے (۱) علما (۲) عامی عوام کی یہ حالت تھی کہ اتفاقی مسایل میں جو مسلمانوں اور جمہور مجتہدین میں مختلف فیہ نہ تھے۔ وہ صرف صاحب شرع کی ہی تقلید کرتے تھے وضو۔ غسل۔ نماز۔ زکوٰۃ کا طریقہ وہ اپنے باپ دادوں یا اپنے شہروں کے علماء سے سیکھ لیا کرتے تھے۔ اُسی روش پر وہ چلتے تھے۔ اور جو کوئی نیا واقعہ پیش آتا۔ تو جو کوئی مفتی مل گیا۔ اُس سے مسئلہ دریافت کر لیا۔ کسی مذہب معین کی تخصیص نہ تھی۔ اور خاص درجہ کے لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اُن میں سے محدثین علم حدیث میں مصروف تھے۔ اُن کے پاس احادیث نبوی اور آثار صحابہ میں ضروری حدیثیں موجود تھیں کہ مسئلہ میں اور کسی چیز کی اُن کو حاجت نہ تھی۔ وہ حدیثیں مستفیض یا صحیح قسم کی جمع تھیں۔ جن پر فقہا عمل کر چکے تھے۔ جو اُن پر عمل نہ کرے۔ وہ قابل عذر نہیں ہے۔ اور نیز اُن کے پاس ایک مجموعہ اُن قولوں کا تھا جو جمہور صحابہ اور تابعین سے ایسے مؤید تھے کہ اُن کی مخالفت نازیبا تھی۔ اگر تعارض نقل یا وجہ ترجیح ظاہر نہ ہونے وغیرہ سے مسئلہ میں اُن کا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا تو گذشتہ فقہا میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔ اور اگر فقہا کے دو قول اُس مسئلہ میں

اُن [illegible] تو اُن میں سے جو زیادہ قابل اعتماد ہوتا اُس کو اختیار کر لیا کرتے تھے۔ خواہ وہ فقیہ اہل مدینہ سے ہو نا یا اُن کو نہ ہے۔ اور ایک فرقہ اُن خاص لوگوں میں اصحاب التخریج کا تھا۔ جس مسئلہ کو وہ صحیح نہ پاتے تھے اُس [illegible] تخریج کرتے تھے۔ وہ مذہب میں اجتہاد کیا کرتے تھے۔ اور یہ لوگ اپنے اصحاب کے مذہب کی طرف منسوب [illegible] تھے۔ یوں کہا جاتا تھا کہ فلاں شخص شافعی ہے اور فلاں حنفی۔ اور اہل حدیث بھی جس مذہب سے زیادہ متفق ہوتے تھے کبھی کبھی اُس مذہب سے منسوب ہوتے تھے۔ جیسے کہ نسائی اور بیہقی امام شافعی کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ بجز مجتہد کے کسی کو قضا اور فتوے کی خدمت نہیں ملتی تھی۔ اور صرف مجتہد ہی کو فقیہ کہتے تھے۔ [illegible] بعد لوگ دائیں بائیں آوارہ ہو گئے۔ اور چند امور اُن میں بالکل نئے پیدا ہو گئے۔ (۱) علم فقہ کے متعلق ان [illegible] اور خلاف پیدا ہو گیا۔ اس کی تفصیل جیسے کہ غزالی نے بیان کی ہے یہ ہے کہ جب خلفائے راشدین مہدیین کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور خلافت اُن لوگوں کو مل گئی جو اس کے قابل اور مستحق نہ تھے۔ اور فتووں اور احکام دین کا مستقل علم اُن کو نہ تھا۔ اس واسطے اُن کو ضرورت ہوئی کہ فقہاء سے مدد لیں اور ہر حال میں اُن کو اپنے ساتھ رکھیں۔ اُس زمانہ میں ایسے علما باقی تھے جن کی روش قدیمی تھی۔ وہ ہمیشہ صاف دین کے پابند تھے۔ اس لئے جب وہ [illegible] خدمت میں طلب لئے جاتے تھے تو اس سے پرہیز کرتے تھے۔ اور خلفا کی صحبت سے اعراض کرتے تھے۔ تب اُس زمانہ کے لوگوں نے دیکھا کہ علما کی بڑی عزت ہے۔ یہ لوگ سلاطین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ان پر لوٹے پڑتے ہیں۔ تو ان لوگوں نے اعزاز اور مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے علم کی طلب میں توجہ کی۔ اور اب فقہا مطلوب ہونے کے بعد طالب ہو گئے۔ اور پہلے جیسے سلاطین کی بے التفاتی کی وجہ سے معزز تھے ویسے ہی اب ذلیل ہو گئے۔ سلاطین کی طرف توجہ کرنے سے الا من وفقہ اللہ اور ان لوگوں سے پہلے لوگ علم کلام میں کتابیں تصنیف کر چکے تھے۔ اس فن میں بہت قیل و قال ہو چکی تھی۔ اعتراضات و جوابات مقابلہ اور جدل کا طریقہ ممہد ہو چکا تھا۔ اب افسروں اور سلاطین کی طبیعتیں فقہ میں مناظرہ کی جانب مائل ہوئیں۔ اور مذہب شافعی اور ابو حنیفہ کے مذاہب کے اولویت ظاہر ہونے کی خواہشیں ان میں پیدا ہو گئیں۔ اس لئے اس علم کلام کی ترتیب ان علماء کے لئے باموقع ہو گئی۔ لوگ علم کلام اور علمی فنون کو چھوڑ خاصۃً امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے خلافی مسایل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور جو اختلافات باہم امام مالک اور سفیان اور احمد بن حنبل وغیرہم کے تھے اُن کا بخوبی اہتمام نہیں کیا۔ اور یہ لوگ سمجھے کہ اس تفتیش سے ہماری غرض شرع کے دقیق مسایل کا مستنبط کرنا اور مذاہب کی علتوں اور وجوہ کا بیان کرنا اور اصول و فنون کی تمہید ہے۔ ان اختلافات میں تصانیف اور استنباط بکثرت ہو گئیں۔ اور رنگ برنگ مجادلوں اور تصانیف کو اُنہوں نے مرتب کیا۔ اور اب تک وہ برابر وہ اسی حالت میں مصروف ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ آیندہ زمانوں میں اُن کے لئے خدا تعالٰے نے کیا مقدر کیا ہے۔ انتہی حاصلہ

[illegible] یہ خرابی لوگوں میں پیدا ہو گئی تھی ایسے ہی یہ خرابی بھی پیدا ہوئی۔ کہ اُن کو تقلید کا پورا اطمینان ہو گیا اور آہستہ آہستہ تقلید اُن کے سینوں میں سرایت کر گئی۔ اور ان کو خبر بھی نہ تھی۔ کہ یہ اثر کیونکر پیدا ہوتا ہے

اس تقلید کی پختگی کا (۱) سبب تو یہ تھا۔ کہ فقہاء میں باہم مزاحمت اور مجادلہ ہونے لگا۔ لوگ فتووں میں
روک ٹوک کرنے لگے۔ جو شخص فتوے دیتا تھا۔ فوراً اُس کے فتوے پر اعتراضات کئے جاتے تھے۔ اُس کا
رد کیا جاتا تھا۔ انجام کار سخن کا سلسلہ متقدمین سے کسی شخص کے مصرح قول پر ختم ہوتا تھا۔ (۲) سبب حکام
اور قضات کا جور و تعدی بھی تقلید کا باعث ہوا۔ اکثر حکام کی طبیعت میں جور ہو گیا تھا۔ اُن میں تدین اور
امانت کی صفت مفقود تھی۔ ان کے فیصلے جب ہی مقبول سمجھے جاتے تھے کہ عام لوگوں کو اُن میں اشتباہ
باقی نہ رہے۔ اور اُس کا قول کسی شخص سابق کے مطابق ہو۔ (۳) سبب سرتاج لوگوں کی جہالت اور
بے علموں سے فتوا لینا تقلید کا باعث ہوا۔ یہ مفتی علم حدیث اور تخریج کے طریقہ سے ناواقف ہوتے تھے۔
جیسے کہ اکثر متاخرین کی ظاہراحات ایسے ہی تم دیکھتے ہو۔ ابن ہمام وغیرہ نے اس پر تنبیہ کی ہے۔
اس زمانہ میں فقیہ اُن لوگوں کا نام تھا جو مجتہد کے پایہ کے نہ تھے۔ (۴) وجہ تقلید کی یہ ہوئی کہ اکثر لوگوں
نے ہر فن میں عمیق باتوں کی جانب زیادہ توجہ لی۔ بعض نے خیال کیا کہ ہم علم اسماء الرجال کی بنیاد مستحکم
کر رہے ہیں جرح او تعدیل کے مرتبوں کو معلوم کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُنھوں نے قدیم اور جدید تاریخ
کی طرف توجہ کی۔ بعضوں نے نادر شاذ خبروں اور غرایب آثار میں تفحص کیا۔ اگرچہ وہ خبریں موضوع کے
درجہ کی تھیں۔ کسی نے اصول فقہ کے متعلق زیادہ گفتگو کی۔ ہر ایک شخص نے اپنے اپنے اصحاب کے
مناظرہ کے اصول مستنبط کئے۔ اور انتہائی درجہ تک اعتراضات کی بھرمار کی۔ اور اُن کے جوابات دے
دے کر گلو خلاصی کی۔ ہر ایک امر کی تعریفات اور تقسیم کا اہتمام کیا۔ کبھی طول کلام کیا۔ کبھی اختصار
کیا۔ بعض نے اس میں یہ روش اختیار کی کہ مسایل کی وہ مستبعد صورتیں فرض کیں۔ جو اس قابل
تھیں کہ کوئی عاقل اُن کے درپے نہ ہوتا۔ مخرجین اور اُن سے ادنےٰ درجہ کے لوگوں کی کلام سے ایسے
عمومات اور ایماءات کی تفتیش کی۔ کہ جن کا سننا عالم بلکہ جاہل کو بھی گوارا اور پسند نہیں ہوا کرتا۔ اس
جدل و مخالفت اور تعمق کا ضرر بلحاظ فتنہ اُس فتنہ اولے کے قریب قریب تھا۔ جب لوگوں نے ملک کے متعلق
فساد اور جھگڑے برپا کئے تھے۔ ہر شخص نے اپنے اپنے ہمراہی کی امداد کی تھی۔ جیسے ان فسادوں کا یہ
انجام ہوا۔ کہ آخر کو گزندہ حکومت قائم ہو گئی۔ اور نہایت کور و تاریک واقعات پیش آئے۔ ایسے ہی
ان اختلافات نے جہالت اور اختلاط اور شکوک و اوہام کو ہر جانب پھیلا دیا۔ اس لئے ان قرنوں کے
بعد صرف خالص تقلید شائع ہو گئی۔ حق و باطل اور مخاصمت اور استنباط میں کچھ تمیز نہ رہی۔ فقیہ اس
زمانہ میں اُس شخص کا نام ہو گیا۔ کہ جو بے احتیاطی سے زیادہ بک بک کرے۔ فقہا کے قوی و ضعیف اقوال
بلا تمیز محفوظ کرے۔ اور منہ زوری سے اُن کو بیان کرتا جائے۔ اور محدث اُس شخص کا نام ہو گیا۔ جو صحیح
و سقیم حدیثیں شمار کرے۔ اور قصہ گویوں کی طرح اُن کو بے سمجھے بوجھے بیان کرتا جائے۔ میں کلیۃً یہ بیان
نہیں کرتا ہوں۔ اس لئے کہ بندگان الٰہی میں ایسی جماعت ہمیشہ ہوا کرتی ہے جن کو کوئی رسوا کرنے والا

مضرت نہیں پہنچا سکتا وھو حجۃ اللہ فی ارضہ اگرچہ اُن کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔ اب جو زمانہ آتا گیا اُس میں فتنہ اور تقلید کی زیادتی ہی ہوتی گئی۔ اور لوگوں کے دلوں سے دم بدم تدین دور ہوتا گیا۔ حتے کہ امور دین میں خوض کرنا اُنھوں نے ترک کر دیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ انا وجدنا اباءنا علےٰ امتہ وانا علی اثارھم مقتدون۔ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک جماعت پر متفق پایا ہے۔ ہم اُنہیں کے نشانوں کے پیرو ہیں۔ والی اللہ المشتکے وھو المستعان وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان ٭

فصل

مناسب مقام یہ ہے۔ کہ اُن مسایل پر لوگوں کو آگاہ کر دیا جاسے جن میں فہموں کو حیرت اور قدموں کو لغزش اور قلموں کو گمرہی ہوا کرتی ہے۔ (۱) مسئلہ یہ ہے۔ کہ امت محمدیہ یا اُن لوگوں نے جو اس امت میں قابل اعتبار ہیں۔ اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان مذاہب اربعہ کی تقلید جو مدون ہو چکے ہیں اور تحریروں میں آچکے ہیں فی زمانناجائز اور درست ہے۔ اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ مالا یخفی خاصۃ اس زمانہ میں جس میں لوگ نہایت ہی قاصرۃ الہمت ہو گئے ہیں اور نفسوں میں خواہشیں جم گئی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی ہی راے پر ناز کرتا ہے۔ پس ابن حزم نے جو تقریر کی ہے۔ کہ تقلید بالکل حرام ہے کسی کو جائز نہیں ہے کہ بجز رسول اللہ کے بلا دلیل کسی شخص کے قول کو اختیار کرے اس لئے کہ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اُنہیں امور کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور خدا کے علاوہ اور مقربین کا اتباع مت کرو۔ واتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اور نیز خدا فرماتا ہے۔ جب مشرکین سے کہا جاتا ہے۔ اُن احکام کی پیروی کرو جو خدا تعالیٰ نے نازل کئے ہیں تو وہ کہتے ہیں۔ نہیں۔ ہم تو اُنہیں چیزوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباؤنا اور خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں کی مدح میں جو تقلید نہیں کرتے فرمایا ہے میرے اُن بندوں کو مژدہ سنا دو جو بات کو سن کر اُس کا اتباع کرتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ اُنہیں کو خدا نے ہدایت کی ہے۔ اور وہی عقل والے ہیں۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھدیھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب اور نیز فرمایا ہے۔ اگر تم کسی بات میں نزاع کرو تو اُس کو خدا اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم کو خدا اور روز قیامت پر ایمان ہے۔ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر۔ خدا تعالےٰ نے منازعت کے وقت بجز قرآن وحدیث کے کسی امر کی طرف رجوع ہونے کو جائز نہیں کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منازعت کے وقت بجز قرآن وحدیث کے

کسی شخص کے قول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ یہ قول قرآن وحدیث کے غیر ہے۔ اور تمام صحابہ اور تمام تابعین اور تمام تبع تابعین کا اتفاق ہے۔ کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے زمانہ یا زمانہ سابق کے کسی شخص کے قول کی طرف توجہ اور قصد نہ کرے۔ اس لئے وہ شخص خوب سمجھ لے۔ جو امام ابو حنیفہ یا مالک یا شافعی یا احمد بن حنبل کے تمام اقوال کی پیروی کرتا ہے۔ اور ان میں سے اپنے پیشوا کے سوا کسی کی بھی پیروی نہ کرے۔ اور جب تک قرآن وحدیث کے احکام کو کسی خاص شخص کے قول کی جانب نہ پھیر لے۔ اُن پر بالکل اعتماد نہ کرے کہ وہ تمام امت کا اول سے آخر تک مخالف ہے۔ یقیناً اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ وہ اپنے ہمراہ تینوں مبارک زمانوں میں سے کسی شخص کو نہ پائیگا۔ اس لئے ایسے شخص نے وہ راستہ اختیار کیا۔ جو مسلمانوں کا نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من هذه المنزلة +

اور نیز ان تمام فقہائے نے غیر سلف کی تقلید سے منع کیا ہے۔ اس واسطے ایسا شخص اُن کے مخالف ہے جن کی وہ تقلید کرتا ہے۔ اور نیز وہ کون شخص ہے۔ جس نے مذکورہ بالا لوگوں یا ان کے علاوہ کسی اور کی تقلید کو حضرت عمر بن خطاب یا حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابن عمر یا عبد اللہ ابن عباس یا حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہم کی تقلید سے اولے قرار دیا ہو۔ پس اگر تقلید جائز ہی ہو تو اوروں کی نسبت یہی حضرات مقتدا اور پیشوا ہونے کے زیادہ قابل ہیں۔ انتہی یہ تقریر ابن حزم کی اُس شخص کے حق میں پوری ہو سکتی ہے جس کو اجتہاد کا کچھ بھی مرتبہ حاصل ہو۔ اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو۔ یا اُس شخص کے حق میں ہو سکتی ہے۔ جس کو خوب صاف معلوم ہو سکے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فلان امر کا حکم فرمایا ہے۔ اور فلان امر کو منع فرمایا ہے۔ اور یہ حکم آنحضرت کا منسوخ نہیں ہے۔ اس کو یہ علم احادیث کے تتبع سے ہوا ہو۔ ہر مسئلہ میں مخالف اور موافق اقوال کی جانچ کی ہو۔ ان اقوال کا کوئی ناسخ اس نے نہ پایا ہو۔ یا اُس نے علماے متاخرین کی ایک جماعت کثیر کو متفق پایا ہو۔ اُس نے اُس کے مخالف کو دیکھا ہو۔ کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس یا استنباط وغیرہ کو پیش کرتا ہو۔ ایسی حالت میں حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں ہو سکتا۔ الا نفاق خفی او حمق جلی اُسی کی طرف شیخ عزالدین ابن عبد السلام نے اشارہ فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ فقہاے مقلدین میں سے بعض کو اپنے امام کا ضعف ماخذ معلوم ہو جایا کرتا ہے۔ اُس کے ضعف کو کوئی چیز دفع نہیں کرتی۔ اس پر بھی وہ اس امام کی تقلید ہی کئے جاتا ہے۔ اور جس شخص کے مذہب پر قرآن و حدیث اور صحیح قیاسات کی شہادت ملتی ہے۔ اُس کو بالکل ترک کر دیتا ہے۔ اُس کو ان ہی امام کے مذہب سے وابستگی رہتی ہے۔ بلکہ ایسے ایسے حیلے کرتا ہے جن سے ظاہر قرآن وحدیث کو دفع کر دے اور بعیدہ باطل تاویلیں اُن میں گڑھتا ہے تاکہ اپنے مقتدا کی حمایت کرے۔ اور نیز وہ شیخ کہتے ہیں۔ کہ لوگ ہمیشہ سے جو عالم اُن کو ملا۔ اُس سے مسئلے دریافت کرتے رہے۔ کسی خاص مذہب کے وہ مقید نہ تھے

کسی سائل پر وہ انکار نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان مذاہب اور متعصب مقلدین کا ظہور ہوا۔ اب ہر شخص اپنے امام کی ایسی پیروی کرنے لگے۔ گویا وہ نبی مرسل ہے۔ اگرچہ اُس کا مذہب دلیلوں سے کیسا ہی دور ہو۔ ایسا شخص حق اور صواب سے بالکل دور ہٹ گیا لا یرضی بہ احد من اولی الالباب امام ابو شامہ کا قول ہے۔ کہ جو شخص فقہ میں مصروف ہو اُس کو یہی مناسب ہے کہ کسی خاص مذہب امام پر نظر کو قاصر نہ کرے۔ ہر ایک مسئلہ میں اسی امر کی صحت پر اعتقاد رکھے جو قرآن وحدیث کی رہبری سے معلوم ہوتا ہو۔ جب کوئی شخص ابتدا ہی سے اہم علوم کو خوب پختہ کر لیگا اُس کو یہ امر سہل ہوگا۔ اور تعصب اور متاخرین کے طرق اختلافات میں غور کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ نہ امور وقت کو ضائع کرتے ہیں۔ اس سے صاف طبیعتیں مکدر ہو جاتی ہیں۔ امام شافعی سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی اور کسی دوسرے کی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ امام شافعی کے صاحب امام مزنی اپنے مختصر کے شروع میں بیان کرتے ہیں۔ کہ اس میں میں نے امام شافعی کے علم اور اُن کے اقوال کے معانی بالاختصار بیان کئے ہیں۔ تاکہ جو شخص اُن کے معلوم کرنے کا قصد کرے۔ اُس کا ذہن ان سے قریب ہو جاوے۔ میں اُس شخص کو یہ بھی بتاتا ہوں۔ کہ امام شافعی نے لوگوں کو اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کر دیا ہے۔ تاکہ آدمی اپنے دین اور احتیاط نفس کے لئے اُن کے قول میں غور کرے۔ یعنی میں اُس شخص کو جو علم شافعی کے حاصل ہونے کا قصد کرے یہ بتاتا ہوں۔ کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور اوروں کی تقلید سے لوگوں کو منع کر دیا ہے۔ انتہی اور نیز ابن حزم کا قول اُس شخص کے حق میں درست ہے جو محض عامی ہے۔ اور وہ کسی معین فقیہ کی یہ سمجھکے تقلید کرتا ہو کہ ایسے شخص سے خطا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کی جو بات ہوتی ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہی ہوتی ہے۔ اور خوب اپنے دل میں جمالے۔ کہ اس کے خلاف دلیل کیسی ہی ظاہر ہو۔ میں اُس کی تقلید کو ترک نہ کرونگا۔ اسی حالت کے متعلق ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ عیسائیوں نے اپنے علما اور رہبانوں کو علاوہ خدا کے رب اپنا قرار دے لیا تھا۔ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ آنحضرت نے اُس کو پڑھکر فرمایا۔ کہ عیسائیوں نے اُن کو معبود قرار نہ دیا تھا۔ بلکہ وہ جس چیز کو حلال کہتے تھے اُسی کو یہ حلال سمجھ لیتے تھے۔ اور جس چیز کو وہ حرام ٹھیراتے تھے یہ بھی اُس کو حرام سمجھ لیتے تھے۔ اور نیز اُس شخص کے حق میں بھی یہ تقریر درست ہے۔ کہ جو حنفی ہو کر شافعی سے فتوے دریافت کرنے کو جایز نہ جانتا ہو۔ اور اس کو تجویز نہ کرتا ہو۔ کہ حنفی مثلاً امام شافعی کا اقتدا کر سکے۔ اس لئے کہ ایسا خیال قرون اولی صحابہ اور تابعین کے اجماع اور اتفاق کے بالکل خلاف ہے +

ابن حزم کا قول اُس شخص کے متعلق نہیں ہوسکتا ہے جو شخص صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کا مطیع ہے۔ اُسی چیز کو وہ حلال سمجھتا ہے۔ جس کو خدا و رسول نے حلال اور حرام کیا ہے۔ لیکن چونکہ

وہ نہیں جان سکتا۔ کہ آنحضرتؐ کا کیا ارشاد ہے۔ وہ آنحضرت کے مختلف اقوال کو جمع نہیں کر سکتا۔ آپ کے کلام سے
کوئی امر مستنبط نہیں کر سکتا۔ اسلئے وہ کسی جیتا عالم کی پیروی کر لیتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا قول درست ہوا
کرتا ہے۔ وہ برملا فتوے دیا کرتا ہے۔ اور طریق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تبع ہے۔ اور اگر اُس کو معلوم ہو جاتا
ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتا تو فوراً اُس کی متابعت ترک کر دیتا ہے۔ اس میں کچھ جھگڑا اور اصرار نہیں کرتا۔ اس
قسم کی حالت کا کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مسلمانوں میں برابر فتوے
دینے اور فتوے لینے کا طریقہ جاری ہے۔ اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ ایک شخص سے ہمیشہ مسئلے پوچھا کرو
یا کبھی اس سے دریافت کر لیا کبھی اُس سے لیکن علامت مذکورہ کا ثابت رہنا چاہئے۔ ہم کسی فقیہ پر ایمان
نہیں لائے ہیں کہ خدا تعالیٰ اُس کو فقہ کی وحی بھیجتا ہے۔ اور خدا نے اس کی اطاعت ہم پر فرض کر دی ہے
اور وہ بالکل معصوم ہے۔ اگر ہم کسی فقیہ کا اتباع کرتے ہیں تو صرف اس واسطے کرتے ہیں۔ کہ وہ قرآن و حدیث سے
واقف ہے۔ اُس کا قول یا قرآن و حدیث کا صریح حکم ہوگا یا کسی طریقہ سے اس نے قرآن و حدیث سے اپنے
قول کو مستنبط کیا ہوگا۔ یا اُس نے قرائن سے معلوم کیا ہوگا کہ فلاں صورت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ فلاں وجہ سے
دیا گیا ہے۔ یا اطمینان قلب اُس کو اُس حکم کی علت معلوم ہوگئی تھی اس واسطے اُس نے منصوص پر غیر منصوص
کو قیاس کر لیا۔ گویا وہ یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے خوب سمجھ لیا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جہاں کہیں یہ علت ہوگی وہاں
فلاں حکم پایا جائیگا اور اس عموم میں وہ شے بھی مندرج ہے جس کو قیاس کہا ہے اس واسطے یہ قول بھی گویا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوگا۔ لیکن اس طریقہ میں امور ظنی شامل ہیں۔ اور اگر یہ احتمال
نہ ہوتا تو کونسا مسلمان کسی مجتہد کی پیروی کیا کرتا اس وقت میں اگر ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
کوئی حدیث بسند صحیح معلوم ہو جاوے جن کی اطاعت ہم پر خدا نے فرض کی ہے۔ اور اس حدیث سے ہم کو
معلوم ہو جاوے کہ امام کا مذہب اُس کے خلاف ہے۔ اور اس کے بعد ہم حدیث کو ترک کرکے اُس مجتہد کی
تخمین کا اتباع کریں۔ تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہو سکتا ہے۔ اور جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے پیش
ہوں گے۔ تو ہمارا کیا عذر ہوگا۔

ان مسایل مشکلہ میں سے ایک امر یہ ہے کہ کلام فقہا میں سے تخریج کرنا اور لفظ حدیث کا تتبع کرنا اُن
دونوں میں سے ہر ایک کے لئے دین میں مضبوط اصل ہے۔ ہر زمانہ کے علمائے محققین دونوں کو اختیار کرتے
رہے ہیں۔ بعض کا زیادہ اہتمام تخریج کی طرف تھا۔ اور لفظ حدیث کے تتبع کا لحاظ وہ کم کرتے تھے۔ اور بعض
لفظ حدیث کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اور تخریج کی جانب اُن کا التفات نظر کم تھا۔ لیکن جیسے فریقین سے
عام لوگوں کا شیوہ ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ ہر ایک امر کا اہتمام پورا پورا نہ کیا جائے۔ حق الامر یہ ہے کہ اصلاح بحث
کرنا چاہئے۔ جس سے ایک کی مطابقت دوسرے سے ہو جائے۔ اور جو ایک میں خرابی ہو وہ دوسرے سے نکل جاوے
امام حسن بصری کا قول ہے۔ بخدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ افراط تفریط کے بیچ میں تمہاری سنت کا درجہ ہے

مفرط اور مفرط کے درمیان۔ اس لئے جو شخص اہل حدیث سے ہو اُس کو مناسب ہے اپنے مختار کردہ اور مذہب کو تابعین میں سے مجتہدوں کی رائے پر پیش کرے۔ اور جو اہل تخریج سے ہو۔ اسکو مناسب ہے کہ احادیث میں سے وہ حدیثیں اختیار کرے جن میں صریح اور صحیح احادیث کی مخالفت سے وہ احتراز کرسکے۔ جس امر میں حدیث یا کوئی اثر وارد ہوئی۔ وہاں اپنی رائے کو بقدر طاقت دخل دینا نہیں چاہئے۔ محدث کو یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ ان قواعد میں زیادہ تعمق کرے جو ارباب حدیث نے مستحکم کئے ہیں۔ لیکن شارع نے اُن کی کچھ تصریح نہیں کی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ محدث کسی حدیث یا صحیح قیاس کو رد کردے۔ جیسے اُن حدیثوں کو رد کردیں جن میں ارسال یا انقطاع کا ادنے شائبہ بھی ہو۔ جیسے ابن حزم نے تحریم معازف کی حدیث کو صرف اس خیال سے رد کردیا کہ بخاری کی روایت میں اُس کے انقطاع کا شائبہ تھا۔ حالانکہ وہ حدیث فی نفسہ متصل اور صحیح ہے۔ ایسے امور کا لحاظ تعارض کے وقت کیا کرتے ہیں۔ اور مثلاً محدثین کا قول ہے۔ کہ فلان شخص فلان شخص کی حدیث کا زیادہ حافظ ہے۔ اس وجہ سے محدثین اسی شخص کی حدیث کو دوسرے کی حدیث پر ترجیح دیا کرتے ہیں۔ گو کہ دوسرے میں ترجیح کی ہزار وجہیں کیوں نہ ہوں۔ اور نیز روایت بالمعنے کے وقت جمہور راویوں کو اُس کا اہتمام ہوتا تھا۔ کہ اصلی معنی ادا ہو جائیں۔ وہ اُن اعتبارات کا کچھ لحاظ نہیں کرتے تھے جن کا کہ اہل عربیت میں سے زیادہ خوض کرنے والے کیا کرتے ہیں۔ اس واسطے اہل تخریج کا مثلاً فا یا واو سے یا کسی کلمہ کی تقدیم و تاخیر وغیرہ سے استدلال کرنا محض تعمق اور زیادتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ دوسرا راوی اکثر اُس قصہ کو جو ایک راوی نے بیان کیا تھا بدل دیا کرتا ہے۔ اور بجائے ایک حرف کے دوسرا حرف لایا کرتا ہے۔ اور حق اور ظاہر یہی ہے کہ راوی جو حدیث بیان کیا کرتا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کلام ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی حدیث یا دلیل ظاہر ہوگی۔ تو اُس کی طرف منتقل ہو جائیں گے ؞

اور صاحب تخریج کو مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسے قول کو خارج کرے جو اُس کے اصحاب کے صرف کلام سے مفہوم نہ ہوتا ہو۔ اور اہل عرف اور علماء لغت اُس سے معلوم نہ کرسکتے ہوں۔ کسی مسئلہ کے ماخذ سے یا کسی مسئلہ کی ایسی نظیر سے خارج کیا ہو جس میں اہل رائ مختلف ہوں۔ اور باہم اُس میں رائیں مختلف ہوں۔ اگر اُس مسئلہ کو اس صاحب تخریج کے اصحاب سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا جاتا۔ تو وہ خود ہی کسی مانع کی وجہ سے نظیر کو نظیر پر حمل کرتے۔ یا اُس کی کوئی ایسی علت بیان کرتے جو اُس علت کے خلاف ہوتی جو اُس نے خارج کی ہے۔ تخریج کا جواز محض اسی لئے ہے۔ کہ اُس نے حقیقت مجتہد کی تقلید ہوا کرتی ہے۔ اور یہ تقلید جب ہی مکمل ہوتی ہے کہ مجتہد کے کلام سے مفہوم بھی ہوتی ہو۔ اور صاحب تخریج کو یہ بھی نازیبا ہے کہ اپنے یا اپنے اصحاب کے مستخرج قاعدہ سے کسی حدیث یا اثر کو جس پر محدثین کا اتفاق ہو۔ رد کردے۔ جیسے کہ حدیث مصرات کو رد کردیا ہے۔ یا ذوی القربیٰ

کا حصہ ساقط کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اس مستخرج قاعدہ کی نسبت اُس حدیث کا لحاظ زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اس معنی کی طرف امام شافعی نے اشارہ کیا ہے کہ میں جب کوئی بات کہوں۔ یا کسی قاعدہ کو قایم کروں۔ اور اس کے بعد میرے قول کے مخالف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث معلوم ہو تو اُس وقت اُن حضرت کا ہی قول معتبر ہے +

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ احکام معلوم کرنے کے لیئے قرآن وحدیث کے تتبع کرنے کے کئی مرتبے اور درجے ہیں۔ سب سے اعلے درجہ یہ ہے کہ اُس کو بالفعل یا بالقوۃ قریبہ اتنے احکام معلوم ہوں جس سے اکثر واقعات کے جواب دینے کی اُس کو قدرت حاصل ہو۔ اُس کا جواب اکثر اس درجہ کا ہو کہ اشکال کی وجہ سے قابل توقف ہو۔ اور ایسے علم کی آمادگی اجتہاد سے ہی ہؤا کرتی ہے۔ ایسی استعداد مختلف طرح پر حاصل ہوتی ہے۔ کبھی اس طرح کہ روایتوں کے جمع کرنے میں خوض کیا جائے۔ روایات شاذہ و نادرہ کا پورا تتبع کیا جاوے۔ امام احمد بن حنبل نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ عاقل ہو لغت کا عالم ہو۔ کلام کے مواقع کو خوب سمجھتا ہو۔ آثار سلف سے اس طرح واقف ہو کہ مختلف اثروں کو جمع کر سکے۔ اور دلایل کو مرتب کر سکے۔ اور علے ہذا اور ایک طریقہ یہ ہے کہ مشائخ فقہ میں سے کسی شیخ کے مذہب پر تخریج کے طریقوں کو نہایت پختہ کر لیا ہو۔ اور اس کے ساتھ احادیث اور آثار کے ایک معقول مجموعہ سے بھی خوب واقف ہو۔ اس طرح پر کہ اتنا معلوم کر سکے کہ اُس کا قول اجماع کے مخالف نہیں ہے۔ یہ طریقہ اصحاب التخریج کا ہے +

اور اس تتبع کا اوسط درجہ یہ ہے۔ کہ اُس کو قرآن وحدیث کا اتنا علم ہو۔ جسکی وجہ سے فقہ کے مجمع علیہا روشن مسایل معلوم کر سکے۔ اُن مسایل کے تفصیلی دلایل سے واقف ہو۔ بعض مسایل اجتہادیہ کو دلایل کے ساتھ نہایت درجہ تک اُس نے معلوم کر لیا ہو۔ بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دے سکے ماسبق تخریجات کی خوب تنقادی کر سکے۔ اُن میں سے کامل اور ناقص کو سمجھ سکے۔ یہ معلوم کر سکے کہ اس کا قول اس قابل نہیں ہے کہ مجتہد کا اجتہاد اُس میں نافذ ہو سکے۔ یا قاضی اُس کا حکم نہ کر سکے۔ اور کوئی مفتی اُس کے موافق فتوے نہ دے سکے۔ اور اُن بعض تخریجات کو ترک کر دے۔ جس کو سابقین نے خارج کیا تھا۔ جب اُس کو اس قسم کی تخریجات کے صحیح نہ ہونے کا علم ہو جاوے۔ اسی وجہ سے وہ علما جو اجتہاد کے مدعی نہ تھے۔ ہمیشہ سے تصنیفات اور ترتیبات کرتے رہے ہیں برابر وہ تخریجات کرتے رہے ہیں۔ اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے رہے ہیں۔ اور مقصود مسایل میں یہی ہے۔ کہ غالب گمان حاصل ہو جائے۔ اور اسی گمان غالب پر تکلیف کا مدار ہے۔ تو امور بالا کچھ مستبعد نہیں ہیں +

اور جو لوگ ادنٰے درجہ کے ہیں۔ اُن کا مذہب کثیر الوقوع امور میں وہ ہے۔ جو وہ اپنے اصحاب

یا اپنے آباد اجداد اور اپنے اہل شہر سے اخذ کرتے ہیں جس مذہب کا وہ اتباع کرتے ہیں۔
اسی کا یہ پیرو ہوتا ہے۔ اور نادر نادر واقعات میں جو شہر کے مفتی فتوے دیں۔ اور معاملات قاضی جو
فیصلہ کردے۔ ہم نے ہر مذہب کے علماء محققین کو قدیماً وحدیثاً اسی وتیرہ پر پایا ہے وھوالذی وصٰی
بہ ایمۃ المذاھب واصحابھم یواقیت وجواہر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ جو شخص میرے قول کی دلیل کو نہ جانے۔ اُس کو مناسب نہیں ہے کہ میرے قول پر فتوے دے کہ
امام صاحب رضی اللہ عنہ فتوے دینے کے وقت فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ نعمان ابن ثابت کی رائے ہے
اور جہاں تک ہم کو قدرت ہوئی۔ اُس میں یہ قول بہت اچھا ہے۔ اور جو شخص اس سے عمدہ کوئی
اور قول پیش کرے۔ تو وہی بہت درست ہے۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سوا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سب کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے۔ حاکم اور بیہقی
نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب کوئی حدیث صحیح مل جائے
تو وہی میرا مذہب ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ جب تم دیکھو کہ میرا قول حدیث کے مخالف ہے
تو حدیث پر ہی عمل کرنا اور میرے کلام کو دیوار پر مارنا۔ امام شافعی نے ایک روز امام مزنی سے فرمایا۔
اے ابراہیم میرے ہر قول میں تم میری تقلید نہ کرنا۔ یہ مذہب ہے۔ اپنے نفس کے لئے خوب بہتری
کا خیال کرلینا۔ اور نیز امام شافعی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے کسی کا قول قابل حجت نہیں ہے۔ اگرچہ لوگ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور نہ قیاس میں حجت
ہے۔ نہ کسی شے میں رضا وتسلیم ہے۔ صرف خدا ورسول کی اطاعت مکمل ہوتی ہے۔ امام احمد بن
حنبل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کی مجال نہیں ہے۔ کہ خدا ورسول کے مقابلہ میں گفتگو
کر سکے۔ امام احمد نے ایک شخص سے کہا کہ ہرگز میری تقلید نہ کرنا۔ اور نہ ہرگز امام مالک اور نہ
اوزاعی اور نہ نخعی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ جہاں سے اوروں نے احکام اخذ کئے ہیں۔ وہیں سے
اخذ کرنا یعنی قرآن وحدیث سے۔ اور کسی شخص کو فتوے دینا مناسب نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ شرعی
فتووں میں علماء کے اقوال سے واقف نہ ہو۔ اور اُن کے مذاہب کو نہ جانتا ہو۔ اگر اُس سے کوئی مسئلہ
دریافت کیا جائے۔ اور وہ واقف ہو کہ جن علماء کا مذہب اختیار کیا جایا کرتا ہے۔ اُنہوں نے اس
پر اتفاق کیا ہے تب تو مضائقہ نہیں ہے۔ اگر وہ کہدے کہ یہ امر جائز ہے۔ اور یہ ناجائز ہے محض
نقل کے طور پر بیان کردینا چاہئے۔ اور اگر کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو تو یہ کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں
ہے کہ فلاں شخص کے قول کے موافق جائز ہے۔ اور فلاں کے ناجائز۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ ایک
قول کو خود اختیار کرکے کسی کے قول کے موافق فتوے دیدے۔ جب تک کہ اس کی دلیل کو بخوبی
نہ سمجھ سکے۔ امام ابو یوسف اور زفر وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ ہمارے

قول کے موافق فتوے دے۔ جب تک کہ یہ نہ سمجھے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے۔ عصام ابن یوسف رحمت اللہ علیہ سے کہا گیا۔ کہ تم امام ابو حنیفہ کی مخالفت بہت کیا کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں اس واسطے اُن کی مخالفت کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو ایسا فہم دیا تھا۔ کہ ہم کو ویسا نہیں دیا ہے۔ اُنہوں نے اپنے فہم سے وہ باتیں معلوم کیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ اور جب تک ہم اُن کے قول کو خوب سمجھ نہ لیں۔ اُن کے قول کے موافق فتوے نہیں دے سکتے۔

امام محمد بن حسن رحمت اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ فتوے دینا کب جائز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب خطا سے اُس کا صواب زیادہ ہو۔ ابوبکر اسکاف بلخی سے روایت ہے۔ کہ اُن سے دریافت کیا گیا۔ ایک شہر میں سب سے زیادہ آپ عالم ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ فتوے نہ دے۔ انہوں نے کہا۔ اگر وہ اہل اجتہاد سے ہے۔ تب تو ممکن نہیں ہے۔ پھر دریافت کیا گیا۔ کہ اہل اجتہاد ہے وہ کیسے ہؤا کرتا ہے۔ کہا جب تمام مسایل کے دلایل سے واقف ہو۔ اور مخالفت کے وقت اپنے تمام ہمسروں سے مناظرہ اور مقابلہ کر سکے۔ کہا گیا ہے۔ کہ اجتہاد کی شرطوں میں سے ادنےٰ شرط یہ ہے۔ کہ کتاب مبسوط حفظ ہو۔ انتہی ✦

بحر الرایق میں ابولیث کی روایت سے ہے۔ کہ ابو نصر سے ایک مسئلہ کے متعلق جو اُن کے سامنے پیش ہؤا تھا۔ سوال کیا گیا۔ کہ خدا تم پر رحمت کرے تم کیا کہتے ہو۔ تمہارے پاس چاروں کتابیں کتاب ابراہیم بن رستم اور خصاف کی روایت سے ادب القاضی اور کتاب المجرد اور ہشام کی روایت نوادر ہیں ہم کو ان کتابوں کے موافق فتوے دینا درست ہے یا نہیں۔ یہ سب کتابیں تمہاری نظر میں پسندیدہ ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ ہمارے اصحاب سے جو صحیح طور پر معلوم ہو گیا ہے۔ وہ پسندیدہ اور قابل رغبت و تسلیم ہے۔ لیکن فتوے دینا بے سمجھے کسی کے لئے میں پسند نہیں کرتا۔ ایسے شخص کو لوگوں کا بار اُٹھانا نہیں چاہئے۔ لیکن جو مسایل ہمارے اصحاب سے مشہور اور صاف ہو گئے ہیں اُن میں مجھ کو اُمید ہے۔ کہ اُن پر میں اعتماد کر سکوں۔ اور نیز بحر الرایق میں ہے۔ کہ اگر کسی شخص نے پچھنے لگائے۔ یا غیبت کی۔ اور یہ گمان کیا۔ کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہوگا۔ یہ سمجھ کر اُس نے کچھ کھا لیا تو اگر اس شخص نے کسی فقیہ سے مسئلہ دریافت نہیں کیا تھا۔ اور نہ اُس کو حدیث معلوم ہوئی تھی تب تو اُس پر کفارہ واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اُس نے محض جہالت سے روزہ توڑ دیا۔ اور جہالت دار الاسلام میں کوئی عذر نہیں ہے۔ اور اگر فقیہ سے دریافت کر کے اُس نے روزہ توڑ دیا۔ تو اُس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ عامی پر عالم کی تقلید واجب ہے۔ جب اُس کے فتوے پر اُس کا اعتماد ہو۔ اس واسطے وہ اپنے فعل میں معذور ہوگا۔ اگرچہ مفتی سے خطا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اور اگر اس شخص نے کسی مفتی سے تو دریافت نہیں کیا۔ لیکن اُس کو حدیث معلوم ہو گئی تھی۔ کہ آنحضرتؐ

نے فرمایا ہے۔ کہ پچھنے لگانے والا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں روزہ کو توڑ ڈالیں۔ افطر الحاجم والمحجوم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ الغیبۃ تفطر الصائم اور اس شخص کو حدیث کے منسوخ ہونے کا یا حدیث کی تاویل کا کچھ علم نہ تھا۔ ان دونوں پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ اس واسطے کہ حدیث کا ظاہری مضمون واجب العمل ہے۔ لیکن امام ابو یوسف کا قول اس کے مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب تک ناسخ منسوخ کا علم نہ ہو۔ عامی کو حدیث پر عمل نہ کرنا چاہیئے +

اگر کسی شخص نے عورت کو چھو لیا۔ یا شہوت سے اُس کا بوسہ لیا یا سرمہ لگایا۔ اور اُس نے یہ سمجھ کر کہ یہ چیزیں روزہ کی مفطر ہیں۔ روزہ کو توڑ دیا۔ تو اُس پر کفارہ ہے۔ ہاں اگر اُس نے کسی فقیہ سے مسئلہ دریافت کیا تھا۔ اور اُس نے روزہ ٹوٹ جانے کا فتوے دیا تھا۔ یا اُس کو کوئی حدیث معلوم ہو گئی تھی۔ تو کفارہ نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص نے زوال سے روزہ کی نیت کی تھی۔ اور پھر روزہ کو اُس نے توڑ دیا۔ تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک کفارہ واجب ہے کذا فی المحیط اس سے معلوم ہؤا۔ کہ عامی کا مذہب وہی ہے۔ جو اُس کا مفتی فتوے دیوے۔ اور نیز محیط میں باب قضاء الفوایت میں ہے کہ اگر کسی عامی کا کوئی مذہب معین نہیں ہے۔ تو جو مفتی فتوے اُس کو دے گا وہی اُس کا مذہب ہوگا۔ علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ پس اگر کسی حنفی نے فتوے دیا تو اُس کے موافق عصر اور مغرب کا وہ اعادہ کریگا اور شافعی کے فتوے کے موافق وہ عصر اور مغرب کی نماز کا اعادہ نہ کریگا۔ اور اُس کی راے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر وہ کسی سے فتوے نہ لے۔ یا اُس کو معلوم ہو جاوے۔ کہ فلان مجتہد کا مذہب صحیح ہے تو یہی اس کو کافی ہوگا۔ اور اعادہ کی ضرورت نہ ہوگی +

ابن صلاح کا قول ہے کہ جو کوئی شافعی المذہب کسی حدیث کو اپنے مذہب کے مخالف پائے تو دیکھنا چاہیئے۔ اگر اس شخص کو اجتہاد مطلق یا خاص اسی باب یا مسئلہ میں اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہے تو وہ مستقل طور پر اُس حدیث پر عمل کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ اجتہاد اُس کو حاصل نہیں ہے۔ اور حدیث کی مخالفت کا بحث و فکر کے بعد جواب شافی اُس کو ملتا نہیں۔ تو اگر اس حدیث پر علاوہ امام شافعی کے کسی امام مستقل نے عمل کیا ہو۔ تو اُس کو بھی اُس حدیث پر عمل کر لینا چاہیئے۔ اپنے امام کے مذہب ترک کرنے میں وہ معذور ہوگا۔ امام نووی نے بھی اُس کو پسند کیا ہے۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا +

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے۔ کہ فقہاء میں اکثر مختلف فیہ صورتیں اور خاصکر وہ مسایل جن میں صحابہ کے اقوال دونوں جانب وارد ہوئے ہیں۔ ایسے ہیں کہ اُن دونوں مسئلوں میں اختلاف

نہیں ہے۔ بلکہ اولویت میں اختلاف ہے۔ مثلاً تشریق اور عیدین کی تکبیرات احرام باندھنے والے کا نکاح۔ حضرت عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن مسعود کی التحیات بسم اللہ اور آمین کو خفاء سے پڑھنا تکبیر اقامت میں دو دو بار اور ایک ایک بار کلموں کا ادا کرنا۔ وعلے ہذا امور بالا میں دو قولوں میں سے ایک کی ترجیح میں کلام ہے۔ ان کی اصل مشروعیت میں سلف کو کچھ اختلاف نہ تھا۔ قرات کے طریقوں میں اختلاف قرات کا بھی یہی حال ہے ایسے اکثر ابواب میں یہی توجیہ کی گئی ہے کہ صحابہ ان میں مختلف تھے۔ اور یقیناً وہ سب راہ راست پر تھے اسی واسطے مسایل اجتہادیہ میں علماء ہمیشہ مفتیوں کے فتووں کو تجویز کرتے رہے ہیں۔ اور قاضیوں کے احکام کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ اور کبھی کبھی اپنے مذہب کے خلاف قول پر بھی وہ عمل کرلیا کرتے تھے۔ ائمہ مذہب کو تم ایسے موقعوں میں دیکھوگے کہ صاف دوسرے قول مخالف کو ظاہر کرکے رد دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ اسی قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ یا یہی قول مختار ہے۔ یا یہ قول ہم کو زیادہ پسند ہے۔ اور کہتے ہیں۔ ہم کو یہی قول معلوم ہوا ہے۔ کتاب مبسوط اور آثار محمد رحمت اللہ علیہ وامام شافعی رحمت اللہ علیہ کے کلام میں ایسا اکثر جگہ ہے۔ ان لوگوں کے بعد ناخلف پیدا ہوگئے۔ انہوں نے فقہاء کے اقوال کو مختصر کر ڈالا اور مخالف پر زیادہ زور دیا۔ اور اپنے اپنے اماموں کے اختیار کردہ اقوال پر ہی جم گئے۔ اور زمانہ سلف سے جو نقل کیا جاتا ہے۔ کہ اپنے اپنے اصحاب کے مذہب کو خوب مضبوطی سے اخذ کرنا چاہئے۔ اور کسی حال میں اُس سے نکلنا نہ چاہئے تو اس قسم کی تقریر فطری امر ہے۔ ہر شخص اُسی بات کو پسند کرتا ہے۔ جو اس کے اصحاب اختیار کیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ لباس اور کھانوں میں بھی اس پسندیدگی کا اثر ہوا کرتا ہے۔ یا دلیل کی قوت سے جو صولت پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس کا باعث ہوتی ہے۔ یا ایسے ہی اسباب اور ہوا کرتے ہیں۔ بعض لوگ اس کا نام تعصب رکھتے ہیں حاشاھم عن ذالک ۔

زمانہ صحابہ اور تابعین اور اُن کے مابعد زمانہ میں بعض لوگ بسم اللہ پڑھتے تھے۔ بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض لوگ اس کو جہر سے پڑھتے۔ بعض اُس میں جہر نہیں کرتے تھے۔ ان میں سے بعض نماز فجر میں دعاے قنوت پڑھتے تھے۔ بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض نکسیر اور پچھنے اور قے کے بعد وضو کیا کرتے تھے۔ بعض وضو نہیں کیا کرتے تھے۔ بعض لوگ آلہ تناسل کے چھونے اور عورتوں کو خواہش نفسانی سے مس کرنے سے وضو کرتے تھے۔ بعض نہیں کرتے تھے بعض لوگ اُن اشیاء کے تناول سے جن کو آگ لگی ہو وضو کیا کرتے تھے۔ بعض وضو نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگ اونٹوں کے گوشت کھانے سے وضو کرتے تھے۔ بعض نہیں کرتے تھے۔ باوجود

ان سب امور کے ہر شخص دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ مثلاً امام ابوحنیفہ اور اُن کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم مدینہ شریف کے مالکی المذہب وغیرہ ایمہ کے پیچھے نماز میں اقتدا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ بسم اللہ کو نہ آہستہ پڑھتے تھے نہ آواز سے۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک بار پچھنے لگا کر نماز پڑھائی۔ اور امام ابویوسف نے اُس کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور نماز کا اعادہ نہیں کیا۔ امام مالک نے اُن کو فتوے دیا تھا۔ کہ پچھنے سے وضو کی ضرورت نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب تھا۔ کہ نکسیر اور پچھنے سے وضو کرنا چاہئے۔ لوگوں نے اُن سے دریافت کیا کہ اگر امام کے بدن سے خون خارج ہو۔ تو آپ اُس کے پیچھے نماز پڑھ لینگے اُنہوں نے کہا کہ میں امام مالک اور سعید بن المسیب کے پیچھے کیسے نماز نہ پڑھونگا۔ روایت ہے۔ کہ امام ابویوسف اور امام محمد عیدین میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے کہ خلیفہ ہارون رشید اپنے دادا کی تکبیر کو پسند کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کے مقبرہ کے قریب صبح کی نماز پڑھی اور اُن کے ادب اور تعظیم کے لئے دعائے قنوت کو نہ پڑھا۔ اور نیز امام شافعی کا قول ہے۔ کہ ہم اکثر اہل عراق کے مذہب کی طرف جھک جاتے ہیں اور امام مالک نے منصور اور ہارون رشید سے وہ بات کہی تھی جس کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اور فتاوے بزازیہ میں امام دوم یعنی امام ابویوسف سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ ایک بار اُنہوں نے حمام میں نہاکر جمعہ کے دن نماز پڑھی اور امامت کی۔ لوگ نماز پڑھکر جب متفرق ہوگئے تو معلوم ہوا۔ کہ حمام کے کنوئیں میں مرا ہوا چوہا تھا۔ یہ معلوم کرکے امام ابویوسف نے کہا کہ ہم اپنے بھائیوں اہل مدینہ کے قول کو اختیار کرلینگے۔ کہ پانی جب قلتین کی مقدار کو پہنچ جاوے۔ تو اس میں ناپاکی نہیں ہوتی اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا انتہی۔ امام خجندی رحمت اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شافعی المذہب ایک سال یا دوسال کی نماز نہیں پڑھی۔ اُس کے بعد وہ حنفی ہوگیا اب وہ نماز قضا امام شافعی کے موافق ادا کرے یا امام ابوحنیفہ کے موافق اُنہوں نے جواب دیا کہ جس مذہب کے موافق قضا کریگا نماز جائز ہوجائیگی لیکن نماز کے جواز پر اس کو اعتقاد بھی ہو + انتہی

جامع الفتاوے میں ہے کہ اگر کسی حنفی نے کہا۔ اگر میں فلان عورت سے نکاح کروں۔ تو اس پر تین مرتبہ طلاق ہے۔ اس کے بعد اُس نے کسی شافعی سے مسئلہ پوچھا اور اس نے جواب دیا کہ اس عورت پر طلاق نہ ہوگی۔ اور یہ قسم باطل ہے۔ تو کوئی مضایقہ نہیں ہے۔ اگر یہ شخص شافعی کا اقتدا کرلے۔ اس لئے کہ اکثر صحابہ اسی جانب ہیں۔ امام محمد نے اپنے امالی میں بیان کیا ہے۔ کہ اگر کسی فقیہ نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ تجھ پر البتہ طلاق ہے۔ اور یہ فقیہ اس طلاق کو البتہ تین مرتبہ خیال کرتا تھا۔ اس کے بعد کسی قاضی نے اس طلاق کے رجعی ہونے کا حکم دیا۔ تو رجعی ہی ہونا باموقع ہوگا۔ ایسے ہی تحریم در بلیں یا اعتاق یا مال وغیرہ لینے کے فیصلوں میں جہاں جہاں فقہا کا اختلاف ہوا کرتا ہے۔ ان موقعوں میں اس فقیہ کو جس

کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہو۔ یہی مناسب ہے کہ اپنی رائے کو ترک کر دے۔ قاضی کے فیصلے کو اختیار کرنا چاہئے
جو قاضی نے اُس پر لازم کر دیا ہو۔ اسی کا پابند رہنا چاہئے۔ جو اُس نے دیا ہو۔ وہی لے لینا چاہئے۔ امام
محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور ایسے ہی ایک شخص ناواقف تھا۔ اور اُس کو کوئی واقعہ پیش آیا۔ اُس
کو فقہاء سے اُس نے دریافت کیا۔ اور فقہاء نے حلال یا حرام ہونے کا فتوے دیا۔ لیکن مسلمانوں کے قاضی
نے ان کے خلاف حکم دیا۔ اور وہ مسئلہ فقہا میں مختلف فیہ تھا۔ تو اُس شخص کو یہی مناسب ہے کہ فقہاء کے
فتوے کو ترک کر کے قاضی کے فیصلے کو اختیار کرے۔ انتہی +

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں نے بعض لوگوں کو پایا۔ اُن کا یہ قول ہے کہ جتنے مسایل ان
بڑے بڑے شروح اور صحیح کتابوں میں مندرج ہیں۔ وہ تمام امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے
اقوال ہیں۔ ایسے لوگ اُن قولوں میں جو تخریج کئے گئے ہیں۔ اور جو حقیقت وہ اصلی قول ہیں۔ کچھ
فرق نہیں کرتے اور اُس کے معنی کچھ نہیں سمجھتے۔ کہ فقہا کہا کرتے ہیں۔ کہ کرخی کی تخریج کے موافق
مسئلہ کا یہ حکم ہے۔ اور طحاوی کی تخریج کے موافق یہ حکم ہے۔ اور نہ یہ فقہاء کے اس قول میں کچھ فرق سمجھتے
ہیں۔ کہ ابوحنیفہ نے ایسا کہا ہے۔ اور ابوحنیفہ کے مذہب یا اُن کے قاعدہ کی بناء پر مسئلہ کا یہ حکم ہے۔ اور
ایسے لوگ اُن اقوال کی طرف بالکل نظر نہیں کرتے۔ جو محققین حنفیہ مثل ابن الہمام اور ابن النجیم نے دہ دردہ
مسئلہ میں اور ایسے ہی تیمم کے لئے پانی کے ایک میل دوری کی شرط میں واشالہما بیان کئے ہیں۔ کہ یہ سب
امور اصحاب حنفیہ کی تخریجات سے ہیں حقیقت میں یہ مذہب نہیں ہے۔ اور بعض لوگوں کا قول ہے
کہ مذہب کی بنیاد ان جھگڑے کی باتوں پر ہے۔ جو مبسوط سرخسی اور ہدایہ اور تبیین وغیرہ میں مذکور ہیں۔
اُن کو یہ معلوم نہیں۔ کہ اول اول ان باتوں کو فقہاء میں معتزلہ نے ظاہر کیا تھا۔ اس پر مذہب مبنی نہ تھا
بعد کو متاخرین نے بھی ذہنوں کے مانجھنے اور تیز کرنے کے لئے اچھا سمجھ لیا۔ یا کسی اور وجہ کے لئے اُن کو
پسند کر لیا۔ واللہ اعلم +

ایسے ایسے شکوک اور شبہات اکثر اُن تمہیدات سے حل ہو جاتے ہیں۔ جو اس باب میں بیان کی
گئیں۔ اور نیز مسایل مشکلہ سے ایک یہ امر ہے کہ بعض علما کا یہ قول ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی
رحمہما اللہ کی مخالفت کی بنیاد ان اصول پر ہے۔ جو بزدوی وغیرہ میں مذکور ہیں۔ حالانکہ حق بات یہ ہے۔ کہ
یہ اصول اکثر اُن کے اقوال سے خارج کر لئے گئے ہیں۔ میرے نزدیک یہ مسئلہ کہ خاص مبیّن ہوا کرتا ہے
پھر اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہوا کرتی الخاص مبین لایلحقہ البیان اور آیت پر زیادتی
نسخ ہوتی ہے وان الزیادۃ نسخ اور یہ کہ خاص کی طرح عام بھی قطعی ہوا کرتا ہے ان العام قطعی
کالخاص اور راویوں کی کثرت کوئی ترجیح کا باعث نہیں ہوتی ولا ترجیح بکثرۃ الرواۃ۔ اور جو
راوی فقیہ نہ ہو۔ اور رائے قائم کرنے کا موقع ہو تو ایسے شخص کی روایت واجب العمل نہیں ہے۔ اور یہ کہ

شرط اور وصف کے مفہوم کا کچھ لحاظ نہیں ہؤا کرتا ہے لا عبرة بمفهوم الشرط والوصف اور امر سے وجوب ثابت ہؤا کرتا ہے موجب الامر هو الوجوب البتة اور ایسے ہی اور اصول تمام ایمہ کے کلام سے مستخرج اور ماخوذ ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور صاحبینؒ نقل روایت صحیح ثابت نہیں ہیں۔ اُن اصول کا محفوظ رکھنا اور متقدمین نے جو جو امور مستنبط کئے ہیں۔ اور اُن پر جو جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اُن کے جواب دینا ان اصول کے مخالف اصول اور اُن پر اعتراضات وارده کے جواب دینے سے زیادہ مستحق نہیں تھے۔ مثلاً ان علمائے قاعدہ بنایا ہے کہ الخاص مبین لا یلحقه البیان اس قاعدہ کو متقدمین کی تقریر سے پیدا کیا ہے۔ جو قول الہیٰ واسجدوا وارکعوا میں کی ہے کہ یہاں رکوع وسجود مبین ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کہ کسی کی نماز پوری نہوگی جب تک کہ وہ اپنی پشت کو رکوع وسجدہ میں ٹھیک نہ کرے گا لا تجزی صلوة الرجل حتی یقیم ظهره فی الرکوع والسجود میں متقدمین فرضیت اطمینان کے قایل نہیں ہوئے ہیں۔ اور حدیث کو آیت کے بیان اُنھوں نے قرار نہیں دیا ہے۔ اس لئے اُن پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ قولہ تعالےٰ وامسحوا برؤسکم میں بھی لفظ مسح خاص ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر مسح کرنے کو پھر اُنھوں نے بیان کیوں قرار دیا۔ اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ الزانیه والزانی فاجلدوا اور نیز قولہ تعالیٰ السارق والسارقة فاقطعوا اور قولہ تعالیٰ حتے تنکح زوجاً غیرہ وغیرہ میں جو بیانات بعد کو لاحق ہوئے ہیں۔ ان کے جوابات میں بہت تکلفات کئے گئے ہیں کما هو المذکور فی کتبهم اور ایسے ہی قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ العام قطعی کالخاص اس کو اُنھوں نے متقدمین کے تقریر سے اس طرح اخذ کیا ہے کہ اُنھوں نے حدیث لا صلوة الا بفاتحه الکتاب کو آیت فاقرؤا ما تیسر من القران کا مخصص قرار نہیں دیا ہے اور ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول لیس فیما دون خمسة اواق صدقة کو حدیث فیما سقت العیون العشر کا مخصوص قرار نہیں دیا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قسم دوم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہین بالتفصیل اُنکے اسرار کے بیان مین

اس جگہ ہمکو تھوڑی سی اُن احادیث کا ذکر کرنا منظور ہے جنکا اہل حدیث اور علما مین زیادہ چرچا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے اُنکی روایت کی ہے علاوہ انکے اگر کوئی حدیث بیان کی ہے تو اُسکو بالتبع ذکر کیا ہے اسلیے ہمنے ہر حدیث کی نسبت اُسکے راوی کی طرف نہین کی ہے اور اکثر حدیث کے حاصل معنی یا اُسکے ایک ٹکڑے کو بیان کر دیا ہے اسواسطے کہ ان کتابون مین سے حدیث کا تلاش کر لینا چندان دشوار نہین ہے

اُن احادیث کا ذکر جو ایمان کے باب مین وارد ہوئی ہین

چونکہ سرور کائنات صلعم کی رسالت تمام روے زمین کے واسطے عام تھی تاکہ تمام ادیان پر آپکے دین کو غلبہ ہو اس غلبہ سے خواہ کسی معزز کی عزت یا کسی ذلیل کی عزت اسلیے آپکے دین مین کئی طرح کے لوگ داخل ہوے لہذا انہین باہم تمیز کی ضرورت ہوئی کہ کون مسلمان ہے اور کون نہین ہے اور مسلمانون مین سے بھی اُس ہدایت سے جو خدا تعالی کے پاس سے آئی ہے کسکو رہبری ہوئی اور کسکے دلمین اسکی خوبی نے سرایت نہین کیا اسواسطے شارع نے ایمان کی دو قسمین کین ایک تو وہ جسپر دنیاوی احکام کا دارمدار ہے اور اُسی وجہ سے جان و مال کی حفاظت ہو سکتی ہے اس ایمان کو شارع نے چند امور مین جنسے بظاہر فرمانبرداری ثابت ہوتی ہے منضبط کیا ہے اور وہ یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجکو حکم ہے کہ لوگون سے جہاد کرون جبتک وہ اس بات کی گواہی نہ دین کہ خدا تعالی کے سوا کوئی پوجا کے قابل نہین ہے اور محمد صلعم خدا کا فرستادہ ہے اور نماز کے پابند ہون اور زکوۃ دیں اور جب یہ باتین انہون نے کرلین تو بیہان تو اپنی جان و مال انہون نے مجھسے بچا لیے بجز حقوق اسلام کے اور پھر انکا حساب کتاب خدا کے متعلق ہے امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و یقیموا الصلوۃ و یوتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذالک عصموا منی دمائہم و اموالہم الا بحق الاسلام و حسابہم علی اللہ۔ اور فرمایا ہے جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارا ہی قبلہ اسکا قبلہ ہو اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھاوے وہ مسلمان ہے اور

خدا اور اسکا رسول اسکا ذمہ دار ہے پس تم لوگ خدا تعالے کے معاہدہ مین خلل نہ دینا من صلی صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ - اور فرمایا ہے کہ اصول ایمان تین ہین - جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے اس سے کچھہ مداخلت نکرنا کسی گناہ وسے اسکو کافر مت بنا اور کیسا ہی کچھہ کرے اسکو اسلام سے خارج مت جان اخیر حدیث تک ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب و لا تخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث -

ایمان کی دوسری وہ قسم ہے کہ جسپر نجات اخروی اور فوز بالدرجات کا مدار ہے اور اسمین تمام عقائد حقہ اور اعمال صالحہ اور انکا ملکہ داخل ہے - اس ایمان مین کمی اور بیشی ہوسکتی ہے اور شارع کا دستور ہے کہ ان اعمال کو ایمان کے ساتھہ تعبیر فرماتا ہے تاکہ ان اعمال کے جزو ایمان ہونے پر تنبیہ بلیغ ہو جاے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو امانت دار نہین ہے وہ بے ایمان ہے اور جسکو عہد کا پاس نہین ہے وہ بے دین ہے لا ایمان لمن لا امانۃ لہ و لا دین لمن لا عہد لہ اور فرمایا ہے مسلمان وہ شخص ہے کہ جس کے ہاتھہ اور زبان سے مسلمانون کو ایذا نہ پہونچے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ الحدیث - اس ایمان کی بہت سی شاخین ہین اور اسکا حال درخت کا سا ہے کہ درخت کے اندر پھول اور پھل اور شاخین اور پتے اور اسکا تنہ سب داخل ہین اور اسکو درخت کہتے ہین مگر جب اسکے پھل پھول توڑ لیے جائین اور پتے کھسوٹ ڈالے جائین اور شاخین کاٹ ڈالی جائین تو اس درخت کو درخت ہی کہتے ہین مگر وہ درخت خراب کہلاتا ہے اور جب اس درخت کو جڑ سے کاٹ ڈالین تو درخت کا نام اسوقت اس سے جاتا رہتا ہے یہی معنی ہین اللہ جل جلالہ کے اس کلام کے کہ ایمان والے وہی لوگ ہین کہ جب کوئی خدا کا ذکر کرے تو انکے دلونمین خوف طاری ہو جاے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُہُمْ - اور چونکہ یہ سب اعمال ایک قسم کے نہ تھے اسواسطے شارع نے اسکے دو حصے کیے - ایک تو ارکان یہ تو وہ ہین جو سب اعمال مین زیادہ تر معتمد علیہ اور مہتم بالشان ہین جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اسلام کی بنا پانچ چیز پر ہے ایک تو اس بات کی کہ سواے خدا تعالے کے کی پوجا کے قابل کوئی نہین اور محمد اسکے بندے اور رسول ہین گواہی دینا اور نماز کی پابندی اور اداے زکوۃ اور حج اور صیام رمضان بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و الحج و صوم رمضان - دوسرے انکے علاوہ سب شعبے جنکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے - ایمان کے کچھہ اوپر ستر شعبے ہین جنمین سے سب سے بڑھکر کلمۂ لا الہ الا اللہ اور سب سے ادنی جس چیز سے لوگون کو تکلیف ہو اسکے راستہ کا صاف کر دینا ہے اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے الایمان بضع و سبعون شعبۃ و افضلہا قول لا الہ الا اللہ و ادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق و الحیاء شعبۃ من الایمان —

ایمان کے پہلی قسم کے مقابل کا نام کفر ہے اور دوسری قسم کے مقابل مین دو صورتین ہین اگر تصدیق قلبی

نہین ہے بلکہ صرف تلوار کے ڈر سے احکام شرعیہ کی فرمانبرداری کرتا ہے تب تو وہ خالص نفاق ہے اور اس
قسم کا منافق اور کافر آخرت کے اندر دونون برابر ہین بلکہ منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے مین ہے اور اگر تصدیق
قلبی ہے مگر اسکے ساتھ عمل نہین ہے تو وہ فاسق ہے یا عمل بھی کرتا ہے مگر اسکا دل اسمین نہین لگتا تو یہ اور قسم کا
منافق ہے بعض سلف نے اس نفاق کا نام نفاق فی العمل رکھا ہے اور اسکا منشا یہ ہوتا ہے کہ طبیعت یا رسم
یا بدعقیدگی کا حجاب اسکے قلب پر چھا جاتا ہے اور پھر مال و جاہ و اولاد و کنبے کی محبت مین ہمہ تن مصروف رہتا ہے
اس باعث سے اسکے قلب مین جزا و سزا کے مستبعد سمجھنے اور معاصی پر جرأت کرنے کی ایک نامعلوم حالت
پیدا ہو جاتی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کے سخت سخت حکم اسکو ناگوار گذرتے ہین اور کبھی بعض
کفار کی محبت اعلاے کلمۃ اللہ سے اسکو مانع ہو جاتی ہے ۔

ان دو معنی سے علاوہ ایمان کے دو معنی اور بھی آتے ہین ایک تو ضروری التصدیق چیزون کی دل سے تصدیق کرنا
جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جواب مین ارشاد فرمایا ہے ایمان اسکا
نام ہے کہ تو خدا تعالی اور اسکے فرشتون پر یقین رکھے الایمان ان تؤمن باللہ وملائکتہ الحدیث ۔ دوسرے
ایک دل کی تسلی اور اندرونی کیفیت کا نام ہے جو مقربین کو حاصل ہوا کرتی ہے جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے وضو ایمان کا جزو ہے الطہور شطر الایمان اور فرمایا ہے جب کوئی بندہ زنا کا مرتکب
ہوتا ہے تو ایمان اسکے قلب سے نکلکر سائبان کیطرح اسکے سر پر آ جاتا ہے اور جب وہ اسکو ترک کر دیتا ہے
تو پھر واپس آ جاتا ہے اذا زنی العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذلک العمل
رجع الیہ الایمان اور حضرت معاذ رض فرماتے ہین آؤ کچھ دیر ہم اہل یقین بنجاوین تعالَ نؤمن ساعۃً
پس ثابت ہوا کہ ایمان کا لفظ شرع مین چار معنی کے اندر مستعمل ہوتا ہے اب ایمان کے باب مین جو احادیث
متعارضہ وارد ہوئی ہین اگر ہر حدیث اپنے اپنے محل پر محمول کیجاوے تو تمام شکوک اور شبہے مندفع ہو سکتے ہین
اسلام کے لفظ سے ایمان کے پہلے معنی بہ نسبت ایمان کے لفظ کے زیادہ تر قریب الفہم ہوتے ہین ولہذا
جل جلالہ نے فرمایا ہے کہدو کہ تم ایمان نہین لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے قل لم تؤمنوا ولکن قولوا
اسلمنا ۔ اور ایک مرتبہ (حضرت سعد رض نے کسی شخص کی نسبت کہا تھا کہ مین اسکو ایماندار جانتا ہون) تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ مسلمان کہو او مسلماً ۔

ایمان کے چوتھے معنے پر بہ نسبت ایمان کے احسان کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے ۔

چونکہ نفاق فی العمل اور اسکا مقابل یعنے اخلاص ایک اندرونی چیز ہے لہذا شارع کو اسکے علامات بیان
کرنے پڑے اور آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا چار خصلتین ایسی ہین کہ جسمین وہ سب پائی جائین وہ تو پکا منافق
ہے اور جسمین ان مین سے ایک خصلت پائی جاوے اسمین نفاق کی ایک خصلت پائی جاتی ہے جبتک اسکو
ترک نہ کردے جب اسکے پاس کوئی امانت رکھے تو خیانت کرلے اور جب کہین کا ذکر کرے تو جھوٹ بولے اور

کسی سے عہد کرے تو پورا نکرے اور کسی سے لڑے تو گالیان بکے اربع من کن فیہ کان منافقا خالصۃ
ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا ائتمن خان واذا حدث
کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر۔ اور فرمایا ہے کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسمین ہونگی اُنکے
سبب سے اُسکو حلاوت ایمانی حاصل ہوتی رہیگی جس شخص کو خدا اور اُسکے رسول کی محبت سب سے زیادہ
اور جو شخص خالصۃً للہ کسی سے محبت کرتا ہو اور جو شخص کفر سے نکل آنے کے بعد کفر کی طرف اُسکو عاد کرنا
اسقدر ناگوار ہو جسقدر آگ مین ڈالا جانا ناگوار ہوتا ہے ثلث من کن فیہ وجد بہن حلاوۃ الایمان
من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما ومن احب عبدا لا یحبہ الا للہ ومن یکرہ ان یعود
فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یلقی فی النار۔ اور فرمایا ہے کہ جب تم کسی شخص کو بالالتزام
مسجد کیطرف آتا جاتا دیکھا کرو تو اُسکے ایمان کے گواہ رہو اذا رایتم العبد یلازم المسجد فاشہدوا لہ
بالایمان۔ اور ایسے ہی آپنے فرمایا ہے کہ علیؑ کی محبت ایمان اور اُنسے بغض نفاق کی دلیل ہے
حب علی آیۃ الایمان وبغض علی آیۃ النفاق اور اسمین نکتہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
خداتعالی کے معاملہ مین بہت سختی سے پیش آیا کرتے تھے یہ اُنکی سختی وہی شخص گوارا کرسکتا ہے جسکے طبعی
قوی ضعیف ہوگئے ہون اور اُسکی عقل کو خواہش نفسانی پر غلبہ ہو اور فرمایا ہے انصار کی محبت ایمان کی
دلیل ہے حب الانصار آیۃ الایمان اور اسمین نکتہ یہ ہے کہ عرب کے قبائل معدی اور یمنی مین ہمیشہ نزاع درپیش
رہتا تھا اسلام نے اگر اس نزاع کو معدوم کرکے انھین یکجا کردیا اب جسنے دل سے اعلاے کلمۃ اللہ کا عزم بالجزم
کرلیا اُسکا دل تو ان جھگڑون سے پاک ہوگیا اور جسنے یہ ارادہ نہین کیا اُسکے دل مین وہی نزاع بدستور قائم رہا۔
ایک حدیث مین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بیان فرمایا ہے کہ اسلام کی بنا پانچ چیزون پر ہے
اور ضمام بن ثعلبہ و راس اعرابی کی حدیث مین جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی کہ مجکو
ایسا عمل بتلا دیجیے جو میرے واسطے دخول جنت کا موجب ہو جاوے۔ بیان فرمایا کہ یہ پانچ چیزین اسلام کی ہیتون
مین جسنے انکو کرلیا پھر چاہے اُسنے کچھ اور عبادت نہ کی ہو عذاب کے پھندے سے اپنی گردن کو اُسنے رہا کرلیا اور جنت کا
مستحق ہوگیا ان ہذہ الاشیاء الخمسۃ ارکان الاسلام وان من فعلہا ولم یفعل غیرہا من الطاعات
قد خلص رقبتہ من عذاب استوجب الجنۃ ایسے ہی یہ بیان کیا ہے کہ نماز کا ادنی درجہ کیا ہے اور وضو کا ادنی
درجہ کیا ہے۔

تمام عبادات مین خاص کرکے ان پانچ چیزون کو اسواسطے رکن قرار دیا ہے کہ انسان کی تمام عبادات
مین سے انھین پانچ کی زیادہ شہرت تھی اور تمام ملتون نے عبادتون سے زیادہ تر التزام اور اہتمام انھین
پانچ کا کیا ہے تمام یہود اور نصاری اور مجوس اور بقیہ عرب کو انھین کا اہتمام ہے البتہ ہر ایک کا طریقہ ادا کرنیکا
جداگانہ ہے علاوہ برین یہ پانچ عبادتین اور عبادتون کے بدلہ کافی ہوسکتی ہین انکے سوا کوئی اور ایسی عبادت

نہین ہے جو انکے بدلہ کافی ہوسکے اسواسطے کہ تمام نیکیون کا اصل الاصول توحید الٰہی اور تصدیق نبی اور احکام الٰہی کا مان لینا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام روے زمین کے لیے عام تھی اور فوجین کی فوجین لوگون کی دین الٰہی مین داخل ہوتی چلی جاتی تھین اسلیئے لامحالہ ایک ظاہری شناخت کی حاجت پڑی جس سے مخالفین اور موافقین مین باہم تمیز کرسکین اور اسلامی احکام کا اُسپر دارمدار ہو اور لوگون سے اُسکی بازپرس کیجاے اور اگر ایسا نہوتا تو اس تمیز کے لیے مدتون تک میل جول کی ضرورت ہوتی اور اُسکے بعد بھی صرف ظنی تفریق ہوسکتی تھی جسکی بنا قرائن پر ہوتی دوسرے یہ کہ ایک شخص کو مسلمان کا حکم دینے مین سب کی راے مختلف ہوتی اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت مین اسلام کے احکام جاری کرنے مین کسقدر دقت واقع ہوتی۔ اب دلی اعتقاد اور تصدیق کے معلوم کرنے مین تو اس سے زیادہ کچھ نہین ہوسکتا ہے کہ ایک شخص اپنے اختیار اور خوشی سے ایک بات کا اقرار کرلے اور یہ بات ہم بیان ہی کرچکے ہین کہ انسانی سعادت اور اُخروی نجات کا مدار چار خصلتون پر ہے اور نماز اور اُسکے ساتھ طہارت ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے اُن چار مین سے دو یعنی فرمانبرداری اور تقدس کی صورت نمایان ہوجاتی ہے اور ان اوصاف کا اُسکے کرنیوالے مین گمان کرسکتے ہین اور زکوۃ کا بشرائطہا اُسکے مستحقین کو دینا ایسا ہے کہ اُسکے اداکرنیوالے مین اُن اخلاق چہارگانہ مین سے دو اوصاف یعنی سخاوت اور عدل کا گمان غالب ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ طبعی حجابون کے اُٹھانے کے لیے ایک ایسی عبادت کی حاجت ہے جس سے نفس کے اوپر ایک قسم کا دباو رہے اور اس باب مین روزہ سے زیادہ کوئی چیز مفید نہین اور یہ بھی بیان کرچکے ہین کہ تمام شرائع کا اصل الاصول شعائر الٰہی کی تعظیم ہے اور چار چیزین شعائر الٰہی ہین از انجملہ کعبہ بھی ہے اسی کی تعظیم کا نام حج ہے اور سابقاً جو ہم بیان کرچکے ہین اُس سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ یہ عبادات خمسہ اور عبادتون کے بدلے کافی ہوسکتی ہین انکے سوا کوئی عبادت ایسی نہین ہے جو انکے بدلے کافی ہوسکے۔

شرع کے اعتبار سے گناہ دو طرح کے ہوتے ہین صغائر اور کبائر۔ کبائر گناہ اسوقت صادر ہوتے ہین جب قواے بہیمیہ یا سبعیہ یا شیطانیہ کا پورے طور پر غلبہ ہوجاتا ہے اور اُسمین حق کا راستہ مسدود ہوجاتا ہے اور شعائر الٰہی کی حرمت کا ہتک لازم آجاتا ہے یا تدابیر الٰہی کی جنمین بندون کی مصلحت ہوتی ہے مخالفت یا بندون کا اُسمین ضرر عظیم پایا جاتا ہے اور یا اُسمین شرع کی نافرمانی ہوتی ہے اور اُسکا کرنیوالا شرع کو پس پشت ڈالدیتا ہے کیونکہ شرع نے اُسکے کرنے سے سخت نہی کی ہے اور اُسکے کرنیوالے کو بہت شدت سے تہدید کی ہے اور اُسکا کرنا ایسا بیان کیا ہے جیسا اُس دین سے خارج ہونا اور جو گناہ اس درجہ کے تو نہین ہین مگر انکے دواعی اور اسباب مین ہو اور شارع نے لازمی طورپر اُنسے منع بھی کیا ہے مگر اسقدر بشدت نہین کی ہے جسقدر کبائر مین کی ہے۔ ایسے گناہون کو صغائر کہتے ہین اصل بات یہ ہے کہ کبائر گناہ محدود نہین ہین کہ گنتی مین ہون بلکہ اُنکی تعریف یہی ہے کہ یا تو قرآن اور حدیث صحیح مین اُسکے کرنیوالے پر وعید مستقل ہو یا شرع مین اُس گناہ پر حد مقرر ہو یا شارع نے اُسکا نام کبیرہ بیان فرمایا ہے

اور انکے مرتکب ہونے کو خروج عن الدین بیان کیا ہو یا جس چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ بیان فرمایا ہو کوئی
اور شئے بھی فساد اور خرابی مین اُس سے بھی زیادہ یا اُسکے برابر ہو یہ گناہ سب کبائر ہین اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ زنا کرتے وقت زانی مین ایمان نہین رہتا لا یزنی حین یزنی وہو مومن الحدیث
اُسکے یہی معنی ہین کہ یہ افعال اُسوقت صادر ہوتے ہین کہ جب قواے بہیمیہ یا سبعیہ کا پورے طور پر غلبہ ہوتا ہے اور
سب طرف سے چھا جاتے ہین اور قوت ملکیہ کالمعدوم اور ایمان بمنزلہ زائل کے ہوجاتا ہے اس سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گناہون کا کبیرہ ہونا بیان فرمادیا اور فرمایا ہے اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہے
اس امت کا کوئی ہو چاہے یہودی ہو یا نصرانی ہو جسکو میری خبر پہونچ گئی ہے اور خدا کے ہان سے جو احکام مین لیکر آیا ہون
اُسپر وہ ایمان نہین لایا جہنمی ہوے بغیر نہین رہ سکتا والذی نفس محمد بیدہ لا یسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی
ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار۔ مین کہتا ہون یعنی جس شخص
کو دعوت اسلام پہونچ چکی اور باانہمہ وہ اپنے کفر پر جما رہا حتے کہ اُسی پر مرگیا تو وہ بلاشبہہ دوزخ مین جائیگا کیونکہ اُسنے
خدا تعالے کی اُس تدبیر کی جو بندون کی مصلحت کے لیے اُسنے مقرر کی تھی مخالفت کی اور اپنے آپ کو خدا تعالے اور
ملائکہ مقربین کی لعنت کا مورد بنالیا اور نجات کی طرف پہونچانیوالے رستہ کو چھوڑ دیا اور فرمایا ہے تم مین سے کوئی
شخص اُسی وقت ایماندار ہوسکتا ہے کہ اپنی اولاد اور باپ اور تمام لوگون سے میری محبت اُسکو زیادہ ہو ورنہ نہین
لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جبتک کسی
شخص کی خواہش اُن احکام کی کہ جنکو مین لیکر آیا ہون تابع نہوجاے اُسوقت تک وہ ایماندار نہین ہوسکتا لا یومن
احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ مین یہ کہتا ہون ایمان کا کمال یہی ہے کہ عقل کو طبیعت پر غلبہ
حاصل ہو کہ اُسکے نزدیک بادی الامر مین مقتضی عقل کو مقتضی طبعی پر ترجیح ہو اور یہی محبت رسول صلعم کا حال ہے
اور کاملین مین تو مین قسمیہ کہتا ہون کہ اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت کے حضور مین کسی نے عرض کی کہ مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات ارشاد فرمادیجے کہ پھر مجھے
کبھی آپ کے بعد یا یہ کہا کہ کسی اور سے اُسکے دریافت کرنیکی حاجت نرہے تو آپ نے اُسکے جواب مین فرمایا کہ
کہ خدا پر مین ایمان لایا اور پھر اُسپر جما رہو قیل یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولا لا اسأل عنہ احدا بعدک
وفی روایۃ غیرک۔ قال قل آمنت باللہ ثم استقم۔ مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھون کے
سامنے اسلام اور فرمانبرداری کے حالات کا نقشہ کھڑا کرے اور جو کام اُسکے موافق ہون وہ تو کیا کرے اور جتنے کام
اُسکے خلاف ہون اُن سے دستبردار ہوجاے اور یہ ایک دستور العمل ہے جسکی وجہ سے انسان کو اگرچہ بالتفصیل
علم بالشرائع نہین ہوتا مگر اجمالا اُسکو ایک علم حاصل ہوجاتا ہے جو اُسکے لیے موجب بصیرت اور سبقت کا ہوجاتا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی ایسا شخص نہین ہے جو سچے دل سے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان
محمدا عبدہ ورسولہ کہے مگر خدا تعالے دوزخ کی آگ پر اُسکو حرام کردیگا ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا

رسول اللہ صدقا من علیہ لاحرمہ اللہ علی النار - اور فرمایا ہے اگرچہ وہ چوری کرے اور اگرچہ زنا کرے وان زنی وان سرق اور ایک حدیث مین فرمایا ہے وہ کچھ کرے علی ما کان من عمل - مین کہتا ہون اُس سے مراد ہے کہ اُس سخت آگ پر جو ہمیشہ کیواسطے ہے اور کافرون کے لیے مقرر کی گئی ہے کلمہ گو کو خدا تعالے حرام کردیگا اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہوا ہو اواسطورسے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا اسمین نکتہ یہ ہے کہ گناہون کے درجہ مین بہت بڑا فرق ہے اگرچہ کہنے کو سب گناہ کہلاتے ہین اب اگر کبائر کو کفر کے اعتبار سے دیکھا جاے تو اُسکے سامنے اُنکی کچھ ہستی نہین معلوم ہوتی اور نہ اُنکا کچھ معتد بہ اثر معلوم ہوتا ہے اور نہ دخول نار کے واسطے وہ ایسے سبب ہوسکتے ہین جو اُنکو سبب کہا جاے یہی حال کبائر کے اعتبار سے صغائر کا ہے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین اسی فرق کو نہایت استحکام کے ساتھ بیان فرمایا ہے جسطرح صحت اور مرض مین فرق ہے جسطرح اگر اعراض خارجیہ مثلاً زکام یا تعب بدنی کو سوء مزاج کے ساتھ جو جوہر بدن مین متمکن ہوجاے جیسے جذام یا سل یا استسقا قیاس کرین تو اول کو مقابل دوسرے کے صحت کا اطلاق کرسکتے ہین اور زکام یا تعب بدنی والے کو بہ نسبت ان امراض والے کے کہہ سکتے ہین کہ یہ مریض نہین ہے اور اُسکو کوئی بیماری نہین ہے - بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصیبت کے سامنے دوسری مصیبت کا خیال بھی نہین رہتا مثلاً ایک شخص کے کانٹا لگ جاے اور پھر اُسکے بعد اُسکا گھر اور مال کوئی لوٹ کرلیجاے تو وہ بیان کرتے وقت یہ کہدیتا ہے کہ پہلے مجھپر بالکل کوئی مصیبت نہ تھی -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابلیس پانی کے اوپر اپنا تخت بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو لوگون کے فتنہ مین ڈالنے کو روانہ کردیتا ہے ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ یفتنون الناس الحدیث جاننا چاہیے کہ خدا تعالے نے شیاطین کو پیدا کیا ہے اور اُنکی جبلت مین یہ بات رکھی ہے کہ لوگون کو اغوا کرین جسطرح کوئی کیڑا ہوتا ہے اور جو اُسکے مزاج کا مقتضی ہوتا ہے اُسکے موافق وہ کام کرتا رہتا ہے جسطرح پائخانہ کا کیڑا اپنے مقتضی طبع سے غلیظ مین لوٹا پوٹا کرتا ہے اور اُن شیاطین کا ایک سردار ہے جو اپنا تخت پانی کی سطح پر بچھاتا ہے اور اپنے ماتحت کو اُس کام کی تکمیل کے لیے جسکے وہ درپے ہین بلاتا ہے اور پوری پوری تشقاوت اور گمراہی کا مستحق ہوتا ہے -

ہر نوع اور صنف مین خدا تعالے کا یہی قاعدہ جاری ہے اور اسمین کچھ مجاز نہین ہے اور میرے نزدیک یہ بات ایسی محقق ہوگئی ہے جیسے کوئی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خدا کا شکر ہے جسنے اُسکی بات وسوسہ ہی تک رہنے دی الحمد للہ الذی ردامرہ الی الوسوسۃ - اور فرمایا ہے شیطان اس بات سے کہ جزیرہ عرب مین مسلمان اُسکی پرستش کرین مایوس ہوگیا مگر اُنمین باہم بری باتون کی رغبت دلانے کی اُسکو امید ہے ان الشیطان قد ایس من ان یعبدہ المسلمون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینہم (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بعض صحابہ نے عرض کی کہ ہمارے دلمین بعض باتین ایسی آتی ہین جنکو زبان سے کہنے پر ہمکو جرات نہین ہوتی) تو آپ نے فرمایا یہ صریح ایمان ہے - ذالک صریح الایمان -

جاننا چاہیے کہ جسقدر کسی شخص مین وسوسہ کے قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے اسیقدر اسکے دلمین وسوسہ کی تاثیر ہوتی ہے اور سب سے بری تاثیر وسوسۂ شیطانی کی یہ ہے کہ انسان کو کافر بنادے اور دین سے اسکو خارج کردے اور جب خدا تعالے اس تاثیر سے بندے کو محفوظ کرلیتا ہے تو ان وسوسون کی تاثیر دوسری صورتین بدل جاتی ہین جیسے مقالات اور تدبیر منزل مین بگاڑ ڈالنا اور گھر یا شہر والونمین فساد برپا کرنا پھر جب خدا تعالے اس سے بھی کسی کو محفوظ کرلیتا ہے تو پھر وسوسہ کا کچھ اثر نہین ہوتا اور دل ہی دلمین پیدا ہوکر جاتا رہتا ہے اور چونکہ اسکا اثر اس شخص کے قلب مین ضعیف ہوتا ہے اسلیے یہ وسوسہ کسی کام پر اسکو آمادہ نہین کرسکتا اس وسوسہ سے اس شخص کو کچھ مضرت نہین پہونچتی بلکہ جب اس وسوسہ کے ساتھ اس شخص کو قباحت کا بھی علم ہوتا ہے تو یہ اسکی صریح ایمان کی دلیل ہوجاتا ہے۔

البتہ نفوس قدسیہ مین ان باتون کا کھٹکا بھی نہین ہوتا جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدا تعالے نے (اُس جن پر جو میرے ساتھ رہتا ہے) میری اعانت کی ہے اور وہ مسلمان ہوگیا ہے بجز بھلائی کے مجھے وہ کچھ نہین تعلیم کرتا الا ان اللہ اعانني عليه فاسلم فلا يامرني الا بخير - اور ان تاثیرات کا حال آفتاب کی شعاع کا سا ہے کہ لوہے اور قلعی دار چیزون مین جو اسکا اثر ہوتا ہے دوسری چیز مین وہ اثر نہین ہوتا علے حسب مراتب۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دل کے اندر شیطان بھی اپنا اثر کرتا ہے اور فرشتہ بھی ان للشيطان لمة وللملك لمة الحديث - اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ملائکہ کے قلب کے اندر کا تو یہ اثر ہوتا ہے کہ انس الہی اور اعمال صالح کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور شیاطین کی تاثیر کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بجائے اُنس کے وحشت اور اضطراب اور اعمال صالح کی رغبت کے بدلہ افعال قبیحہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

اور حدیث شریف مین آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جس کسی کے دل مین اس قسم کا وسوسہ پیدا ہو تو اسکو اُسوقت یہ کہدینا چاہیے کہ مجکو خدا اور رسول کا یقین ہے من وجد ذلك شيئا فليقل آمنت بالله ورسوله اور آپ نے فرمایا ہے اسکو چاہیے کہ خدا کی پناہ مانگے اور اپنی جانب چپ کو تھوک دے فليستعذ بالله وليتفل عن يساره - اسمین یہی نکتہ ہے کہ اس کہنے مین خدا تعالے کی طرف التجا اور توجہ اور اسکی یاد اور شیاطین کی تقبیح اور ذلت پائی جاتی ہے اور جب نفس کے اندر اسکی ذلت سما جائیگی تو پھر انکی طرف نفس کی توجہ اور اسکا تنبع ہٹ جائیگا اور انکا اثر قبول کرنے سے یہ بات اسکو مانع ہوگی جیساکہ اللہ پاک فرماتا ہے تحقیق جو لوگ ہمسے ڈرتے ہین جب انپر شیطان کا گذر ہوتا ہے تو چونک جاتے ہین اور جھٹ انکو توجہ آجاتی ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت آدمؑ اور موسیٰؑ نے اپنے رب کے سامنے جھگڑا کیا احتج آدم وموسى عند ربهما مین کہتا ہون رب کے سامنے جھگڑا کرنے کے یہ معنی ہین کہ حضرت موسیٰؑ کی روح حظيرة القدس کی طرف منجذب ہوگئی اور وہان حضرت آدم علیہ السلام سے اسنے ملاقات کی اور اسمین بھید آمیز یہ تھا کہ اللہ جل جلالہ حضرت آدم علیہ السلام کی معرفت موسیٰ علیہ السلام کو ایک علم کا انکشاف کرو یا جسطرح کوئی شخص حالت خواب مین

کسی فرشتہ یا کسی بزرگ کو دیکھتا ہے اور اُس سے کچھ بات کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے جسکے کہ ایک بات جو پہلے سے اُسکو معلوم نہین ہوتی اُس شخص کے ذریعہ سے اُسکو معلوم ہو جاتی ہے اور یہان ایک علم تھا جسکی موسی علیہ السلام کو خبر نہ تھی اُس علم کا خدا یتعالی نے اس واقعہ مین موسی علیہ السلام پر انکشاف کر دیا اسواسطے کہ اس قصے مین دو نحو سے بہین ایک نو خاص آدم علیہ السلام کے ذات کے متعلق وہ تو یہ ہے کہ جبتک انھون نے وہ درخت نہین کھایا تھا نہ اُنکو پیاس لگتی تھی نہ دھوپ نہ بھوکے رہتی تھی نہ ننگے اور فرشتون کی طرح رہتے تھے اور جب انھون نے درخت کو کھایا تو بہیمیت کا غلبہ ہوا اور ملکیت اُسکے نیچے پست ہو گئی پس لامحالہ درخت کا کھانا گناہ شمار کیا لیا اور اُس سے استغفار ضروری ہوا اور دوسری نحو بیر کلی کے متعلق ہے جسکا خدا یتعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے قبل ارادہ کر لیا تھا اور پہلے ہی سے فرشتون کو اُسکی وحی ہو چکی تھی اور وہ یہ ہے کہ اللہ پاک کو حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے یہ منظور تھا کہ نوع انسانی زمین مین خلیفہ ہو کر رہے اور پھر اُن سے گناہ صادر ہون اور وہ اپنے گناہون سے مغفرت چاہین اور اُنکی مغفرت کیجاے اور اُنکو احکام کے ساتھ مکلف کیا جاے اور اُنمین رسولون کی بعثت ہوا اور پھر ثواب اور عذاب و مراتب کمال او رگمراہی یہ سب چیزین وقوع مین آوین اور یہ سب سے علیحدہ ایک بڑی خلقت ہے اور اُس درخت کا کھانا ارادہ الہی اور اُسکی حکمت کے موافق تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا یتعالی تمکو فنا کرکے اور لوگ گناہ کرنیوالے پیدا کرتا کہ گناہ کرکے اُس سے مغفرت مانگا کرین اور وہ اُنکے گناہ معاف فرمایا کرے۔

اول بہیمیت کا غلبہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام پر یہی ہوا ہے کہ علم ثانی کی تو اُنکو کچھ خبر نہوئی اور اول نے چارون طرف سے اُنکا احاطہ کر لیا اور دل ہی دل مین اُنپر سخت عتاب کیا گیا پھر اُس سے اُنکو خلاصی ہوئی اور علم ثانی کی ایک جھلک اُنپر پڑی اور جب خطیرۃ القدس تک وہ پہونچگئے تو سب حال صاف صاف اُنپر روشن ہو گیا۔

جو گمان حضرت آدمؑ کو تھا حضرت موسیؑ بھی اُسی گمان مین تھے حتی کہ اللہ جل جلالہ نے علم ثانی کا اُنپر انکشاف فرمایا اور ہم بیان کر چکے ہین کہ جسطرح خواب کی تعبیر ہوتی ہے وقائع خارجیہ کی بھی تعبیر ہوا کرتی ہے اور امر و نہی مین ظن و تخمین کو دخل نہین ہوتا بلکہ اُنکے لیے استعداد ہوا کرتی ہے کہ جب وہ پائی جاتی ہے تو اس امر یا نہی کے موجب ہوتی ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اُسکے مان باپ اُسکو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا لیتے ہین جسطرح حیوان کے صحیح سالم ناک کان کا درست بچہ پیدا ہوتا ہے کہین سے تم اُسکا ناک کان کٹا ہوا دیکھتے ہو کل مولود یولد علی الفطرۃ ثم ابواہ یہودانہ وینصرانہ ویمجسانہ کما تنتج البھیمۃ جمعاء ہل تحسون فیھا من جدعاء۔ جاننا چاہیے کہ خداے تعالے نے اپنا یہ قاعدہ جاری کر رکھا ہے کہ نباتات حیوانات اور اُنکے سوا ہر چیز کے نوع کو خاص خاص شکل پر پیدا کیا ہے مثلاً انسان کی نوع کو اس خاص شکل مین بنایا ہے کہ اُسکا پوست کھلا ہوا ہے اور قد سیدھا اور ناخن پھیلے ہوے ہین اور ہنستا بولتا ان باتون سے تمام مخلوقات مین سے وہ تمیز ہو جاتا ہے کہین شاذ و نادر جگہ اسکے خلاف ہو جاتا ہے مثلاً بجاے ناک کے کسی کے سونڈ پیدا ہو جاے یا اُسکے

گھوڑے پیدا ہوجاوے اسی طرح سے خدا تعالے نے یہ قاعدہ بھی جاری کر رکھا ہے کہ ہر نوع کو تھوڑا تھوڑا سا علم اور اک
محدود جو اسی کے واسطے خاص مگر اسکے تمام افراد مین عام ہی دے رکھا ہے۔ مثلاً شہد کی مکھی ہے اُسکو بھی ادراک
دے رکھا ہے کہ جو اسکے مطلب کے درخت ہین انکو معلوم کرلیا کرے اور اپنے چھتے بنایا کرے اور اُنمین شہد جمع کیا کرے
اب مکھی کا کوئی فرد ایسا نہین نظر پڑتا جسمین یہ ادراک نہو اور کبوتر کو بھی ادراک دے رکھا ہے کہ اوپر سے کسطرح
یکا یک گر پڑتا ہے اور آشیانہ بناتا ہے اور اپنے بچہ کو چگاتا ہے اسی طرح انسان کو اللہ پاک نے بہ نسبت اورونکے
زیادہ تر علم اور ادراک کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور پوری پوری عقل دی ہے اور اپنے پیدا کرنیوالے کی شناخت
اور اُسکی عبادت اُسکے دل مین رکھی ہے اور اسی طرح دنیا کے اندر جو اُسکی بہبودی کے سامان ہین اُنکا ادراک
اُسکو دیا ہے اسکا ہی نام فطرت ہے۔ اگر انسان کو اس فطرت سے کوئی مانع پیش نہ آوے تو اُسی حالت
پر انسان بڑی عمر تک رہ سکتا ہے مگر بسا اوقات اُسکو عوارض پیش آجاتے ہین جیسے مان باپ کا اُسکو گمراہ
کر دینا اُسکی وجہ سے اُسکا علم بعینہ جہل ہوجاتا ہے جسطرح راہب لوگ طرح طرح کی ریاضتین کرکے عورتون کی خواہش
اور کھانے کی خواہش اپنی آپ سے بالکل کھودیتے ہین باوجودیکہ فطرت انسانی مین یہ چیزین داخل ہین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جب وہ اپنے آبا کی پشت مین تھے اُسوقت مین اُنکو اسلیے پیدا کیا ہے خلقھم لھا
وھم فی اصلاب آبائھم اور فرمایا ہے وہ اپنے آبا سے ہین ھم من آبائھم اور فرمایا ہے جو کچھ وہ کرنیوالے تھے
خدا کو اُسکا پورا علم ہے اللہ اعلم بما کانوا عاملین اور آپ نے اپنے ایک بڑے خواب مین بیان فرمایا ہے
بنی آدم کی اولاد کے ارواح حضرت ابراہیمؑ کے پاس ہوتی ہین نسم ذریۃ بنی آدم تکون عند ابراھیم علیہ السلام
مین کہتا ہون اکثر تو بچے کی پیدایش فطرت ہی ہوتی ہے جیسا کہ بیان کیا گیا مگر کبھی کوئی بچہ اس حالت پر پیدا
کیا جاتا ہے کہ بلا کسی عمل کے وہ لعنت الٰہی کا مستوجب ہوتا ہے جسطرح وہ بچہ کہ جسکو خضر علیہ السلام نے مارڈالا
اُسکی فطرت مین کفر داخل تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے آبا سے ہین یہ احکام
دنیا کے متعلق ہے۔ شرائع مین توقف اسوجہ سے نہین ہوا کرتا کہ وہ معلوم نہین ہوتے بلکہ کسی
واضح سوقع سے احکام منضبط نہین ہوا کرتے یا اُنکے بیان کرنیکی ضرورت نہین ہوتی یا اُنمین اشکال ہوا کرتا ہے جسکو مخاطب نہین سمجھ سکتے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُسکے ہاتھ مین میزان ہے وہ اُسکو جھکا دیتا ہے اور اُٹھا
دیتا ہے بیدہ المیزان یخفض ویرفع مین کہتا ہون یہ تدبیر کی طرف اشارہ ہے اسواسطے کہ اُسکا بنا اس بات پر ہے
کہ جو موافق مصلحت کے ہے اُسکو اختیار فرماتا ہے اسی لیے حال مین ہے کل یوم ھو فی شان اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب لوگون کے دل خدا تعالیٰ کی دو انگشت مین ہین ان قلوب بنی آدم فی اصبعین
من اصابع الرحمان۔ اور فرمایا ہے قلب کا حال ایک پر کا سا ہے جو جنگل میدان مین ہے اور اس میدان
مین اُسکو ہوا اوٹ پوٹ کرتی رہتی ہے مثل قلب کریشۃ بارض فلاۃ یقلبھا الریاح ظھرا لبطن مین کہتا ہون
بندون کے افعال اختیاری ہین مگر اس اختیار مین اُنکا کچھ اختیار نہین ہے اور اسکا حال اس شخص کا سا ہے

جو ایک پتھر کو پھینکنے کا قصد کرے اگر یہ پھینکنے والا قادر اور حکیم بھی ہوتا تو اس پتھر کے اندر یہ بات پیدا کر سکتا تھا کہ وہ پتھر خود بخود حرکت کرتا اسپر کوئی شخص یہ شبہہ نہین کر سکتا کہ جب افعال بھی خدا تعالی ہی کے پیدا کیے ہوے ہین اور اختیار بھی اسنے ہی پیدا کیا تو پھر جزا سزا کس بات پر دیجاتی ہے - اسواسطے کہ جزا و سزا فی الحقیقت بعض افعال الہی کے بعض پر مرتب ہونے کا نام ہے باین معنی کہ خدا تعالی بندے کے اندر ایک حالت پیدا کرتا ہے پھر اسکی حکمت کا مقتضی یہ ہوتا ہے کہ اسمین ایک دوسری حالت راحت یا تکلیف کی پیدا کیجاے جسطرح پانی کے اندر حرارت پیدا کرکے حکمت کا مقتضی ہوتا ہے کہ اسکو ہوا کا جامہ پہنایا جاے ۔

اور جزا و سزا کے اندر جو بندے کا اختیار اور کسب شرط کیا گیا ہے وہ بالذات شرط نہین کیا گیا بلکہ صرف اسوجہ سے کہ جو اعمال کسب و اختیار سے نہین صادر ہوتے تھے یعنی نفس ناطقہ کے کسب اور اسکے اختیار او قصد کی طرف انکی نسبت نہین ہوتی نفس ناطقہ کے اندر انکا کچھ رنگ اور اثر نہین پیدا ہوتا اور حکمت الہی کا مقتضی یہ نہین ہوتا کہ جن اعمال سے نفس ناطقہ نے کچھ اثر نہین قبول کیا انپر بھی بندے کو جزا و سزا دیجاے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو یہ اختیار غیر مستقل ہے جسکی وجہ سے عمل کا اثر آسکتا ہے اور یہ کسب جسکی وجہ سے خاص یہی بندہ حالت ثانیہ کے پیدا ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے جزا و سزا کی ترطیب کے لیے کافی ہے - یہ ایک نفیس تحقیق ہے جو صحابہ اور تابعین کے کلام سے مستنبط ہوتی ہے **فاحفظہ**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالی نے خلقت کو اولاً تاریکی کی حالت مین پیدا کیا اور پھر اپنا نور انکی اولاد پر ڈالا انمین سے جس کسی کو وہ نور کچھ پہونچ گیا اسکو تو ہدایت ہوگئی اور جسپر اس نور کا پرتو نہین پڑا وہ گمراہ رہا اسی وجہ سے مین کہتا ہون علم الہی پر قلم خشک ہو چکا **ان اللہ خلق فی ظلمۃ فالقی علیہم من نورہ فمن اصابہ من ذلک النور اھتدی ومن اخطاہ ضل فلذلک اقول جف القلم علی علم اللہ** اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالی نے پیدا کرنے سے پہلے انکا اندازہ کیا تو وہ سب کے سب فی حد ذاتہم کمال سے بالکل عاری تھے اسواسطے مناسب ہوا کہ انکی طرف رسول بھیجے جائین اور انپر کتابین نازل کیجائین بعضون کو تو اس سے رہبری ہوگئی اور بعض گمراہ کے گمراہ رہے خدا تعالے نے ایک ہی مرتبہ یہ سب اندازہ کر لیا مگر جو انکی ذاتی حالت ہے اسکو اس حالت پر جو بعثت رسل کے بعد پیدا ہوئی تقدم ہے چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین حکایۃ عن رب تعالے بیان فرمایا ہے تم سب کے سب بھوکے ہو سواے اسکے جسکو مین کھانا کھلاؤن اور تم سب کے سب گمراہ ہو مگر جسکو مین ہدایت کردون **کلکم جائع الا من اطعمتہ وکلکم ضال الا من ہدیتہ** مین کہتا ہون یہ بھی ایک ایسے ہی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جیسے آدم علیہ السلام کی ذریت نکالنے کا واقعہ ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب خدا تعالے کسی خاص زمین مین کسی بندے کے مرنے کا حکم دیتا ہے تو اسکو وہان جانے کی ضرورت پیدا کر دیتا ہے **اذا قضی اللہ لعبد ان یموت بارض جعل لہ الیہا حاجۃ** - اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض حوادث کا وقوع اسلیے ہوتا ہے کہ اسباب کا سلسلہ منقطع نہو جاے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے - آسمانون اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل تمام خلائق کے

مقادیر لکھ رکھی ہین اور اُسکا عرش پانی پر تھا کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنۃ
وکان عرشہ علی الماء مین کہتا ہون سبسے اول خدا تعالے نے لوح و قلم کو پیدا کیا پھر جتنی چیزون کا موجود ہونا اُسنے
چاہا عرش کے قوی مین سے ایک قوت مین جو ہماری قوتون مین سے خیال کی قوت کے مشابہ ہے اور جو معبر عنہ بالذکر ہے
اُسکو پیدا کیا جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔
اسکو کوئی شخص یہ نگمان کرے کہ یہ بیان حدیث کے مخالف ہے اسواسطے کہ جو لوگ حدیث سے واقفیت رکھتے ہین
اُنکے نزدیک لوح اور قلم کی صورت جیسا کہ عوام الناس جانتے ہین اُنکے نزدیک کوئی سند بہ حدیث اُسکے بیان مین نہین
وارد ہوئی اور وہ جو روایتین بیان کرتے ہین وہ اہل کتاب کی تراشی ہوئی ہین احادیث محمدی صلعم اُنکو نہ سمجھنا چاہیے
اور اہل حدیث مین سے متاخرین جو ان باتون کے قائل ہوے ہین اُنکا کلام تکلف سے خالی نہین ہے اور متقدمین سے اس
باب مین کچھ منقول نہین ہے۔ الحاصل تمام کائنات کا سلسلہ اُسوقت بین وہان پایا جاتا ہے جسکی کتابت کے ساتھ
بیان کیا ہے یہان کتابت کا اطلاق ایسا ہی ہے جسطرح سیاست مدنیہ مین اُسکا اطلاق تعیین اور ایجاب پر آیا کرتا ہے
اُسی معنی مین یہان بھی مستعمل ہے اسیطرح خدا تعالی کے اس کلام مین ہے کہ لکھے گئے تمھارے اوپر روزے کتب علیکم
الصیام اور اس کلام مین جب تم مین سے کسی کو موت آنے لگے تو تمھارے اوپر یہ بات لکھی گئی کتب علیکم اذا حضر
احدکم الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے نے اپنے بندے پر زنا کا ایک حصہ لکھدیا ہے ان اللہ
کتب علی عبدہ حظہ من الزنا الحدیث۔ اور صحابی کا یہ کہنا کہ مین فلان لڑائی مین لکھا گیا حالانکہ وہان مجاہدون
کے لیے کوئی دفتر نہ تھا جیسا کہ کعب بن مالک نے بیان کیا ہے اور اسی طرح عرب کے اشعار مین بہت کثرت سے
آیا ہے۔ پچاس ہزار سال کا ذکر کرنا یا تو اسیقدر مدت کی تعیین ہے یا اُس سے طول مدت مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر اپنا داہنا ہاتھ اُنکی پشت پر پھیرا۔
ان اللہ خلق آدم ثم مسح ظہرہ بیمینہ الحدیث۔ مین کہتا ہون جب خدا تعالے نے حضرت آدم کو ابو البشر بنایا
تو اُنکے وجود مین تمام اُنکی اولاد کی حقیقت داخل کردی پھر خدا تعالی نے اُنکو کسی وقت مین تمام اُن ذریات کا
علم بہر مقتضاے ارادہ الہی اُنکا وجود مشتمل تمثال عطا فرمایا اور اُن سب کا ایک صورت مثالیہ مین اُنکو مشاہدہ کرادیا
اور اُنکی سعادت اور شقاوت کو نور اور ظلمت کی صورت مین ظاہر کردیا اور اُنکی جبلت مین تکلیف کی قابلیت
کو سوال و جواب اور اپنی جانون پر لازم کر لینے کی صورتمین دکھادیا پس اُنسے جو کچھ مواخذہ کیا جاتا ہے اُنکی اصلی استعداد
اُسکا منشا ہے اُسکی نسبت اگرچہ ظاہری صورت انسانی کی طرف کردیجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے چالیس روز تک تمھاری خلقت مان کے پیٹ مین جمع ہوتی رہتی ہے ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ
اربعین یوما الحدیث۔ مین کہتا ہون ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تغیر دفعتًا نہین ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ
ہوتا رہتا ہے اور ہر وقت کی حالت اپنی حالت سابقہ اور لاحقہ کے مغائر ہوتی ہے اور جبتک صورت منوی سے
اُسکو پورا پورا تغیر نہین ہوتا اُسوقت تک اُسکا نام نطفہ رہتا ہے اور جب اُسمین خفیف سا انجماد ہو جاتا ہے تو

تو اسکا نام علقہ ہوجاتا ہے اور جب پورا پورا اسکو انجماد ہوجاتا ہے تو اسکو مضغہ کہتے ہین اگرچہ اسمین ملائم ہڈیان بھی ہوجاتی ہین اور جسطرح ایک خاص وقت مین زمین مین کھجور کی گٹھلی کو داب دین اور ایک تدبیر خاص اسمین صرف کیجاے تو جو شخص اس خرما کے نوع اور اس مین اور اس پانی اور اسوقت کی خاصیت جانتا ہے وہ جان جاتا ہے کہ یہ خوب اُگیگی اور اسکے حال سے اور بعض بعض باتین اسکو معلوم ہوجاتی ہین اسی طرح خدا تعالی اس بچہ کا حال جو اسکی سرشت کا تقاضا ہے بعض فرشتون پر کھول دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم مین سے کوئی ایسا نہین ہے جسکا ٹھکانا دوزخ اور جنت مین لکھا ہوا نہو ما منکم من احد الا وقد کتب له مقعده من النار ومقعده من الجنة۔ مین کہتا ہون یہ لوگون کے اصناف کے متعلق ہے اور کوئی صنف ایسی نہوگی جسمین کمال اور نقصان اور عذاب و ثواب نہوگا اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ ٹھکانا دوزخ یا جنت مین ہے اور اللہ پاک کا یہ کلام کہ جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشت سے انکی اولاد کو نکالا واذ اخذ ربك من بني آدم من ظهورهم الخ اس حدیث کے کہ حضرت آدمؑ کی پشت پر ہاتھ پھیرکے انکی اولاد کو نکالا ثم مسح ظهره بيمينه واستخرج منه ذريته مخالف نہین ہے اسواسطے کہ حضرت آدمؑ کی پشت سے انکی اولاد کو نکالا اور انکی اولاد کی پشت سے اولاد کی اولاد کو نکالا اسیطرح قیامت تک جس ترتیب سے وہ موجود ہونگی انکی پشتون سے اولاد کو نکال نکال کر انسے عہد لیتے رہے قرآن مین اسکا قصہ پورا مذکور نہین تھا حدیث شریف نے اسکا تتمہ بیان کردیا اور اللہ پاک فرماتا ہے پس جسنے دیا اور ڈرتا رہا اور اچھی بات کی اسنے تصدیق کی فاما من اعطى واتقى وصدق بالحسنى۔ یعنی ہمارے علم مین جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہے تو خارج مین ہم آہستہ آہستہ اسکو ان اعمال کی طرف اب پہونچادینگے اس توجیہ سے حدیث اسکے اوپر منطبق ہوگئی اور اللہ پاک فرماتا ہے قسم ہے جان کی اور جو اسکو ٹھیک کیا اور پھر اسکی نافرمانی اور پرہیزگاری اسکو بتلادی مین کہتا ہون الہام سے یہان نفس کے اندر فجور کی صورت کا پیدا کردینا ہے جسطرح ابن مسعودؓ کی حدیث مین گذرچکا اسواسطے کہ الہام اصل مین ایک صورت علمیہ کے پیدا کرنے کا نام ہے جو علم کا منشا ہوتی ہے اور مجازاً اس سے ایک صورت اجمالیہ جو مبدء آثار ہوتی ہے اگرچہ اسکی وجہ سے عالم نہین کہہ سکتے مراد ہوتی ہے واللہ اعلم۔

اُن احادیث کا بیان جو کتاب و سنت سے دلیل پکڑنیکی باب مین وارد ہوئی ہین

جسقدر تحریف کے راستے ہین آنحضرت صلی اللہ وسلم نے ان سب سے اپنی امت کو ڈرایا اور انسے سخت نہی فرمائی ہے اور اسکے متعلق اپنی امت سے عہد و پیمان لیلئے ہین۔ سب سے بڑا سبب تہاون کا یہ ہے کہ لوگ سنت پر عمل چھوڑ دین اسلیے باب مین آپ فرماتے ہین مجھسے قبل خدا تعالی نے کوئی نبی کسی امت مین ایسا نہین بھیجا کہ اسکی امت مین سے کچھ لوگ اسکے حواری اور دوست اسکی سنت پر عمل کرنیوالے اور اسکے حکم کے فرمانبردار پیدا نکیے ہون پھر انکے بعد نااہل لوگ پیدا ہوجاتے ہین جو وہ کہتے ہین کرتے نہین ہین اور جن باتون کا حکم انکو نہین ہوتا وہ کرتے ہین جو ہاتھ سے انکے ساتھ جہاد کرے وہ ایماندار ہے اور جو انسے زبان سے جہاد کرے وہ بھی ایماندار ہے اور جو قلب سے کرے وہ بھی ایماندار ہے اور اسکے بعد

رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے ما من نبی بعثہ اللہ فی امۃ قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون واصحاب
یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہم خلوف یقولون مالا یفعلون ویفعلون
مالا یومرون فمن جاہدہم بیدہ فہو مومن ومن جاہدہم بلسانہ فہو مومن ومن جاہدہم بقلبہ فہو مومن ولیس
وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مین تم مین سے کسی کو اپنے تخت پر
تکیہ لگائے ہوئے ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ جس بات کا مین نے حکم دیا ہے یا اُس سے نہی کی ہے وہ امر ہو یا نہی ہو اسکو معلوم ہو
اور وہ کہے مین ان باتون کو نہین جانتا جو قرآن مین موجود ہین ہم لوگ تو اُسکا اتباع کرتے ہین لا الفین احدکم
متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدناہ فی کتاب اللہ
اتبعناہ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل بالسنۃ پر خاص کر جبکہ لوگ مختلف ہون بہت ترغیب دی ہے -
اور منجملہ اسباب تہاون کے تشدد بھی ہے جسکی نسبت آپنے فرمایا ہے کہ اپنی جانون پر سختی مت کرو پھر خدا تعالے بھی تمہارے
اوپر سختی کریگا لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم - اور ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے عبادات شاقہ کا
قصد کیا تو آپ نے اُنکو اُس ارادہ سے باز رکھا اور اسی طرح کچھ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو کسیقدر
کم سمجھا اور خود اعمال شاقہ کا قصد کیا تو آپ نے اُنکو منع فرمایا - اور منجملہ اُنکے ایک ہر چیز کے زیادہ تحقیق اور اُسمین بہت سا
تعمق کرنا ہے اُسکی نسبت آپ نے فرمایا ہے لوگون کا کیا حال ہو گیا ہے کہ ایک بات کو مین تو کر لیتا ہون اور وہ اُس سے
پرہیز کرتے ہین خدا کی قسم ہے کہ مین اُن سب سے زیادہ خدا سے ڈرنیوالا اور اُسکا پہچاننے والا ہون ما بال اقوام یتنزہون
عن الشئ افعلہ انی لاعلمہم باللہ واشدہم خشیۃ لہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہدایت پر ہونے کے بعد
جو قوم گمراہ ہوئی ہے اُسکی وجہ اُنکا نفاق باہمی اختلاف اور جھگڑا ہوا ہے ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنی دنیا کی باتون سے تم خوب واقف ہو انتم اعلم باموردنیاکم اور بعض صحابہ نے
یہود سے کچھ باتون کے سیکھنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسطرح یہود و نصاری مذبذب ہو رہے ہین
کیا تم بھی اسیطرح اپنے دین مین مذبذب ہونا چاہتے ہو مین تمہارے پاس روشن اور صاف دین لیکر آیا ہون اور اگر
حضرت موسیؑ زندہ ہوتے تو سوا میری تابعداری کے اُنکو چارہ نہوتا امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاری
لقد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی - اور جو شخص اسلام کے اندر جاہلیت کے
برتاؤ کو پسند کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ابغض الناس مین داخل کیا ہے -
از انجملہ ایک استحسان ہے اُسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے اس دین مین جو کوئی ایسی
بات ایجاد کرے جو اُسمین نہین ہے وہ رد ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد - اور ملائکہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مثال اُس شخص کی سی بیان کی ہے کہ اُسنے ایک مکان بنایا اور اُسمین کھانا تیار کیا اور ایک شخص کو
لوگون کے بلانے کے لیے بھیجا مثل رجل بنی دارا وجعل فیہا مادبۃ وبعث داعیا الحدیث - مین کہتا ہون اُسمین
لوگون کے مکلف کرنے کی طرف اشارہ ہے پورے طور پر سمجھا دینے کے لیے ایک محسوس چیز کے ساتھ اُسکو تشبیہ دی ہے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرا حال اُس شخص کا سا ہے کہ اُسنے آگ کو روشن کیا مثلی کمثل رجل استوقد نارا الحدیث - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری اور اُس چیز کی مثال جسکو خدا تعالے نے مجھے دیکر بھیجا ہے اُس شخص کی سی مثال ہے کہ وہ شخص ایک قوم کے پاس آوے اور اُنسے کہے میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر کو دیکھا ہے انما مثلی ومثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل رجل اتی قوما فقال یا قوم انی رایت الجیش بعینی الحدیث - یہ حدیث اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ بعض اعمال قبل از بعثت بھی بذاتہ مستوجب عذاب ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجکو جو خدا تعالے نے ہدایت اور علم کے ساتھ بھیجا ہے اُسکی ایسی مثال ہے جیسے بہت زور کا پانی زمین پر برستا ہے مثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا الحدیث - یہ اصل میں اُس ہدایت کا جو اہل علم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی خواہ صراحۃً روایت کے ذریعہ سے یا دلالۃً باینطور کہ انھوں نے مسائل کا استنباط کرکے لوگون کو مطلع کیا یا انھون نے شرع کا اتباع کیا اور لوگون نے آنکی اقتدا سے رہبری حاصل کی اور جہلاء کے اُس ہدایت کے قبول نہ کرنے کا بیان ہے - اور ایک مرتبہ جب آپ نے بہت ہی تاکید سے لوگون کو نصیحت کی تو اسمین یہ بھی فرمایا تو تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کے طریقے کو اپنے اوپر لازم کر لینا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین - مین کہتا ہون دین کا انتظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت پر موقوف ہے اور سیاست بشری کا انتظام اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ خلیفہ جس بات کا تدابیر ملکی یا جہاد کے متعلق اپنے اجتہاد سے حکم دے لوگ اُسکے حکم کو مانین مگر یہ شرط ہے کہ اُسکا یہ حکم خلاف نص یا بدعت کے قبیلہ سے نہو -

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ تو خدا تعالے کا راستہ ہے پھر اس خط کے ادھر اُدھر اور خط کھینچے اور فرمایا یہ بھی راستے ہین انمین سے ہر راستہ پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگون کو اُسکی جانب بُلاتا ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ ہٰذا صِرَاطِی مُسْتَقِیمًا فَاتَّبِعُوہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیلِہٖ - ترجمہ تحقیق یہ میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر تم چلو اور راستوں پر مت چلو ورنہ خدا کے راستہ سے بچھڑ جاؤگے — خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا ثم قال ہذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ وقال ہذہ سبل علی کل سبیل منہا شیطان یدعو الیہ مین کہتا ہون فرقہ ناجیہ وہی ہے جو تمام عقائد اور اعمال کے اندر کتاب اور سنت اور جمہور صحابہ اور تابعین کے قول پر عمل کرتے ہین اگرچہ تابعین مین اُن باتون کے اندر جنمین کوئی نص مشہور نہین ہے اور نہ صحابہ نے اُس پر اتفاق کیا ہے مختلف ہین اور اپنے اپنے قول پر بعض بعض امور سے استدلال کرتے ہین یا کہین مجمل کی تفسیر کر دیتے ہین - اور جو فرقہ عقیدہ سلف کے خلاف کوئی عقیدہ یا اُنکے عمل کے خلاف کوئی عمل نکالے وہ غیر ناجیہ ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ امت گمراہی پر اتفاق نکریگی لا یجتمع امتی علی الضلالۃ اور فرمایا ہے ہر صدی کے بعد خدا تعالے اس امت مین ایک ایسے شخص کو پیدا کرتا رہیگا جو اس امت کے دین کو نیا کرتا رہیگا یبعث اللہ لہذا الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا - اس حدیث کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ایک حدیث مین تفسیر فرمادی ہے اور فرمایا ہے ہر خلف کے عادل لوگ اس علم کا بار اٹھائینگے اور اُسکے آمیزش

کرنے والون کی تحریف چھوٹون کی سنتان بنی جاہلونکی تاویل کو دور کرینگے یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین ۔ جاننا چاہیے کہ جب لوگون نے دین مین اختلاف اور ملک مین فساد پھیلایا تو اسکے سبب سے جود الہی کے دروازہ کو حرکت ہوئی اور خدا تعالے نے دین کی کجی کے درست کرنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کیا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم سے وفات پائی تو بعینہ یہ عنایت الہی امت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور ہدایت کے محفوظ رکھنے کی طرف متوجہ ہوئی اور انکو الہامات اور تقریبات کا فیضان شروع ہو گیا کیونکہ حظیرۃ القدس نے اس ہدایت کے قیامت تک انمین برقرار رکھنے کا ارادہ کرلیا ہے اسلیے لامحالہ ایسے لوگون کا پیدا کرنا ضروری ہوا جو دین الہی کے پابند ہون اور وہ سب کے سب کسی گمراہی کی بات پر اتفاق نہ کرسکین ورنہ ان کے اندر محفوظ رہ سکے لیکن ان باتون کے ساتھ چونکہ استعدادین مختلف ہوتی ہین اسلیے کسیقدر ردوبدل بھی لوگون کی وجہ سے ہوجانا ممکن ہے اسواسطے مستعد لوگون مین جو بیدار ہوتے ہین علم کی رغبت پیدا کیجاتی ہے وہ تحریف غالین جس سے دین مین سختی مراد ہے اور جھوٹون کی تبدیلی جس سے مذہب کا خلط ملط کرنا مراد ہے اور جاہلون کی تاویل جس سے سستی مراد ہے دور کرینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے جس شخص کی بہتری چاہتا ہے اسکو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین اور فرمایا ہے علما لوگ انبیاء کے وارث ہین ان العلماء ورثۃ الانبیاء اور فرمایا ہے عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی مجکو تم مین سے کسی ادنی شخص پر فضیلت ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم اور اسی قسم کی اور حدیثین فرمائی ہین ۔

معلوم کرو کہ جب کسی شخص پر عنایت الہی کا ورود ہوتا ہے اور خدا تعالے اسکو تدبیر الہی کا اہل بناتا ہے تو یہ بات لابدی ہے کہ اس شخص پر خدا تعالی کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور فرشتون کو اسکے ساتھ محبت کرنے اور اسکی تعظیم کرنے کا حکم ہوتا ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ حضرت جبریل عم کو اسکے ساتھ محبت کرنے کا حکم ہوتا ہے اور زمین پر بھی وہ بندہ مقبول ہوجاتا ہے اور جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہی عنایت خاصہ اس دین کی حفاظت کی حیثیت سے علماء اور رواۃ اور پیروی کرنیوالون کی طرف متوجہ ہوئی اور انمین بیشمار فوائد اور برکات پیدا کردیے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خوش رکھے اللہ تعالے اس بندے کو جو میری بات کو سنے اور یاد رکھے اور محفوظ کرلے اور پھر جیسا سنا تھا ویسا ہی بیان کردے نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظہا ووعاہا واداہا کما سمعہا مین کہتا ہون اس فضیلت کا سبب یہ ہوا کہ ایسا شخص اس قابل معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت نبویہ کو خلق کیطرف پہونچا دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قصدا مجھپر جھوٹ بولے اسکو اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنانا چاہیے من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ مین دجال اور کذاب پیدا ہونگے یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون ۔ مین کہتا ہون اخیر زمانون تک دین کے پہونچنے کا ذریعہ روایت تہا ہے ۔ اور جب روایت ہی کے اندر فساد داخل ہوجاے تو اسکا کچھ علاج نہین ہوسکتا اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کا بولنا سخت گناہ ہوا اور روایت کے اندر بڑی احتیاط کرنی ضروری ہوئی تاکہ کذب لازم

نہ لازم آوے اور فرمایا ہے بنی اسرائیل سے روایت کرو اور کچھ مضائقہ نہیں ہے حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج اور فرمایا ہے
اُنکی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو لا تصدقوہم ولا تکذبوہم مین کہتا ہون اگر اعتبار کرنیکے لائق ہو تو اہل کتاب سے روایت کا
کرنا درست ہے جہان احکام دینی مین اختلاط کا اندیشہ نہو ورنہ درست نہین ہے۔

ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ بہت سے بنی اسرائیل کے قصے جو کتب تفاسیر اور اخبار مین مذکور ہین اکثر وہ علماے
اہل کتاب سے منقول ہین اس قابل نہین ہین کہ کسی حکم شرعی یا اعتقاد کی بناء انکو قرار دیا جاوے۔ فتدبر۔

اور فرمایا ہے جس علم سے خدا تعالی کی رضامندی مطلوب ہوتی ہو اور پھر اُسکو کوئی شخص متاع دنیا کے حاصل
کرنے کی غرض سے پڑھے تو قیامت کے روز جنت کی خوشبو بھی اُس تک نہ پہونچیگی من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ
لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ۔ مین کہتا ہون دنیا کے لیے علم دین کا سیکھنا
حرام ہے جسکی نوعیں یہی معلوم ہوتی ہو بدو وجہ اول تو یہ کہ ایسا شخص غالباً غرض دنیوی کیواسطے دین کے اندر ایک ضعیف سی
تاویل ایسے تحریف کرسکتا ہے لہذا اس رستہ کا بند ہی کردینا ضرور ہوا دوسرے یہ کہ اسمین قرآن و حدیث کی بیحرمتی اور اُنکی
ہتک ہے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کسی شخص سے کوئی علمی بات جسکو وہ جانتا ہو دریافت کیجاے
پھر وہ چھپائے تو قیامت کے روز اسکے آگ کی لگام دیجائیگی مین کہتا ہون جب بیان کرنے کی حاجت ہو تو اسوقت مسئلہ
کا بیان نکرنا اور چھپا لینا حرام ہے اسواسطے کہ اصل تہاون اور احکام دینی کے نسیان کا سبب یہی ہے اور اعمال کی جزاء
سزا کچھ کچھ اعمال کے مناسب ہوا کرتی ہے چونکہ یہان پر گناہ مسئلہ کا چھپا لینا اور بیان نکرنا تھا اسواسطے منہ مین لگام
دینے سے اُسکو سزا دیگئی جو بات نکرنے اور رک جانے کے مناسب ہے۔

اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علم تین ہین آیۃ محکمہ یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ اور جو اسکے سوا ہے وہ زیادہ ہے
العلم ثلثۃ آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوی ذلک فہو فضل مین کہتا ہون یہ انحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جسقدر لوگون پر سیکھنا واجب بالکفایہ ہے اُسکی حد بیان فرمائی ہے اب ایک تو قرآن کا لفظاً سیکھنا واجب ہے
اور آیات محکمات کے اندر الفاظ غریبہ کی شرح اور اسباب نزول اور جو اسمین بسبب دقت طلب ہے اُسکی توجیہ و ناسخ و منسوخ
کی معرفت ضروری ہے باقی رہا متشابہ اُسکا حکم یا توقف ہے یا محکم کی طرف اُسکا رجوع کرلینا ہے اور سنت قائمہ وہ ہے
جو عبادات یا معاملات مین شرائع و سنن ہون جنپر علم فقہ مشتمل ہے اور قائمہ کی یہ تعریف ہے کہ جو منسوخ نہوئی ہو اور نہ متروک ہو
اور نہ اُسکا کوئی راوی جھوٹ کیا ہو اور جمہور صحابہ اور تابعین کا اُسپر عملدرامد رہا ہو اُنمین سے سب سے بڑھکر وہ ہے کہ جسپر فقہاء
مدینہ اور کوفہ کا اتفاق ہو اور اسکی پہچان یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کا اُسپر اتفاق ہو اور اسکے بعد وہ ہے کہ اُسمین جمہور صحابہ کے
دو قول یا تین قول ہون اور ہر قول پر اہل علم کے ایک گروہ نے عمل کیا ہو اور اُسکی یہ شناخت ہے کہ موطا اور جامع
عبد الرزاق وغیرہ مین اُنکی روایات پائی جاتی ہون اور اسکے سوا جو کچھ ہے وہ بعض فقہاء کا استنباط ہے اور بعض کا عمل
نہین ہے اور فریضہ عادلہ ورثہ کے حصون کا معلوم کرنا ہے اور ابواب قضاء جو مسلمانون کے اندر انصاف سے قطع منازعت
کرنے کے متعلق ہین وہ بھی اسی کے ساتھ ملحق ہین۔ یہ تین چیزین ایسی ہین کہ شہر کا ان چیزون کے واقف سے خالی ہونا

حرام ہے کیونکہ انپر دین کا مدار ہے اور جو انکے سوا ہین وہ فضل اور زیادتی کے قبیلہ سے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے مغالطات یعنی اُن باتون سے جو لوگون کے امتحان لینے کے لیے تراش لیجاوین اور جواب دینے والیکو اُسمین
غلطی واقع ہو منع فرمایا ہے اور اُسکی کئی وجہ ہین ایک تو یہ کہ ایسی باتون مین مسئول عنہ کو ایذا پہونچانا اور ذلیل کرنا
منظور ہوتا ہے اور اپنا عجب اور بڑائی مقصود ہوا کرتی ہے دوسرے یہ کہ اُسمین فتح باب تعمق پایا جاتا ہے اور بہتری اینمین
جو صحابہ کیا کرتے تھے کہ جو ظاہر سنت مین موجود ہے اُسپر توقف کرنا چاہیے یا جو بمنزلہ ظاہر کے ہے ایماء یا اقتضاء یا فحواء
کلام کے قبیلہ سے اور بہت امعان مناسب نہین ہے اور یہ بھی مناسب نہین ہے کہ جب تک کہ حادثہ وقوع مین نہ آوے
اور اجتہاد کرنے کی حاجت نہو خواہ مخواہ اُسمین اجتہاد کر رکھنے مین غلطی کا ظن غالب ہوتا ہے۔

اور حدیث شریف مین آیا ہے جو شخص اپنی عقل سے قرآن مین کوئی بات کہے اُسکو اپنی جگہ جہنم مین بنانی چاہیے
من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ مین کہتا ہون جو شخص اُس زبان سے جسمین قرآن نازل ہوا ہے
واقف نہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ اور تابعین کے ذریعہ سے اُسکو الفاظ عربیہ کی شرح اور اسباب نزول
اور ناسخ اور منسوخ کا پتہ نہو اُس شخص کو تفسیر کا لکھنا حرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن کے اندر
جھگڑا کرنا کفر ہے المراء فی القرآن کفر مین کہتا ہون قرآن کے اندر مجادلہ حرام ہے اور اُسکی یہ صورت ہے کہ کوئی
شخص ایک حکم کو جو قرآن کے اندر منصوص ہے کسی شبہ سے جو اُسکے دلمین واقع ہوا ہے رد کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے تمسے پہلے لوگ تو اسیواسطے تباہ ہوگئے کہ انھون نے خدا کی کتاب کو بعض کو بعض سے لڑایا انما ہلک من کان
قبلکم بہذا ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض مین کہتا ہون قرآن کے ساتھ تدافع کرنا حرام ہے اور اُسکی شکل یہ ہے
کہ ایک شخص اپنے اثبات مذہب کی غرض سے استدلال کرے اور دوسرا شخص اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے
لیے اور دوسرے مذہب کے ابطال یا بعض ائمہ کے بعض پر تائید کرنے کی غرض سے دوسری آیت پیش کرے اور اُسکا پورا پورا
قصد اس بات کا نہو کہ حق ظاہر ہو جاوے اور حدیث مین بھی تدافع کرنے کا بھی یہی حال ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے آیات قرآنی مین سے ہر آیت کے لیے ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ہر حد پر اطلاع کا جدا ذریعہ ہے لکل آیۃ
منہا ظہر وبطن ولکل حد مطلع مین کہتا ہون زیادہ تر قرآن کے اندر صفات الٰہی اور اُسکے آیات اور احکام اور قصص
اور کفار سے احتجاج اور جنت و نار کے ساتھ موعظت کا ذکر ہے قرآن کا ظاہر تو یہ ہے کہ جسکے لیے سوق کلام ہے
اُسکا پورا پورا علم حاصل ہو جانا اور اُسکا باطن آیات صفات مین نعمہائے الٰہی مین فکر اور مراقبہ کرنا اور آیات احکام کے
اندر اُسکے ایماء اور اشارہ اور فحوا سے اور اقتضا سے اور مسائل کا استنباط کرنا جسطرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آیہ
وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا سے اس بات کا استنباط کیا ہے کہ مدت حمل کی کبھی چھ ماہ بھی ہوتی ہے اقوال آخر
جو لیے کاملین اور قصص کے اندر اُسکا باطن یہ ہے کہ ثواب اور مدح یا عذاب اور ذم کا مدار کن کن باتون پر ہے اور
موعظت کے اندر رقت قلب اور خوف و رجا کا ظاہر ہونا اور اسی قسم کی اور باتین اور حد کے اوپر اطلاع کا ذریعہ
جس سے وہ حد معلوم ہو سکتی ہے جیسے زبان اور آثار سے واقف ہونا اور ذہن کی صفائی اور سمجھ کی پختگی اللہ پاک

اللہ پاک فرماتا ہے آیاتٌ محکماتٌ ہنّ امّ الکتاب و اُخر متشابہات ۔ مین کہتا ہون ظاہر محکم کے معنی یہ ہین کہ جسمین ایک
وجہ کے سوا دوسری وجہ کا احتمال نہو جیسے حُرِّمت علیکم اُمّہاتکم و بناتکم و اخواتکم اور متشابہ وہ ہے جسمین کئی وجہ کا
احتمال ہو جیسے لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا کچھ لوگون نے تو اس آیت کو اس بات پر
محمول کیا ہے کہ جبتک کسی پر ظلم یا زمین مین کچھ فساد نہو شراب کا پینا درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس آیت سے وہ لوگ
مراد ہین جنہون نے حرام ہونے سے پیشتر شراب پی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عمل تو نیت کے ساتھ ہین انما الاعمال
بالنیات ۔ مین کہتا ہون اصل تو نیت کے معنی قصد اور ارادہ کے ہین مگر یہان اسکی علت غائیہ مراد ہے جسکا آدمی
کے دلمین اول تصور آتا ہے اور پھر وہ ایک فعل کا منشا ہوتی ہے جیسے خدا تعالے سے ثواب پانا اسکی رضامندی کا
طالب ہونا اور یہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ نفس کی تہذیب اور اسکی کجی کے دور کرنے مین اعمال کا کچھ اثر نہین ہوتا جبتک
انکے صادر ہونیکا باعث کسی ایسی شے کا تصور نہو جسکا مآل تہذیب ہوتی ہے اور عادت یا لوگون کی موافقت یا ریا
وسمعہ یا جبلت کا تقاضا اسکا باعث نہو جسطرح ایک شجاع آدمی سے قتال کا صادر ہونا جو بغیر قتال کیے نہین رہ سکتا
اگر وہ وقت کفار کے ساتھ مجاہدہ کا نہوتا تو وہ اپنی شجاعت کو مسلمانون کے قتال مین صرف کرتا جسکی نسبت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے دریافت کیا تھا کہ ایک مرد دکھاوے کی غرض سے قتال کرتا ہے اور ایک بہادری سے
ان دونون مین سے خدا تعالے کے لیے کون قتال کرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلیے لڑتا ہے کہ خدا
کی بات سب سے اونچی رہے تو اسکا لڑنا خدا تعالے کے لیے ہے من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فہو فی سبیل اللہ
اور اسمین بھید یہ ہے کہ دل کا ارادہ تو عمل کی روح ہے اور عمل اسکی صورت اور شبیہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونون کے درمیان مشتبہات ہین پس جو شخص شبہات سے بچ گیا
اسنے اپنا دین اور اپنی عزت کو بچا لیا الحلال بین والحرام بین وبینہما مشتبہات فمن اتقی الشبہات فقد استبرأ
لدینہ وعرضہ مین کہتا ہون ایک مسئلہ کے اندر کبھی وجوہ مختلف ہوجاتی ہین تو اسوقت مین احتیاط اور اس سے
بچنا سنت ہے تعارض کی ایک شکل تو یہ ہے کہ صراحۃً اسکے اندر روایات مختلف ہون جیسے ذکر کے چھو لینے سے وضو
ٹوٹتا ہے یا نہین بعض نے اسکو ثابت کیا ہے اور بعض نے اسکی نفی کی ہے اور ہر ایک حدیث سے شہادت پیش کرتا ہے
یا محرم کے لیے نکاح سے کہ بعض نے تو تجویز کیا ہے اور بعض نے منع کیا ہے اور روایتین مختلف ہین اور ایک شکل یہ ہے
کہ وہان جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اسکے معنی کچھ غیر منضبط ہین یعنی فقط تقسیم یا مثال سے اسکے معنی معلوم ہوتے ہین
مگر ایک جامع اور مانع تعریف سے اسکے معنی معلوم نہین ہین تو وہان تین مادے پیدا ہوجاتے ہین ایک تو وہ
مادہ کہ جہان اس لفظ کا یقیناً اطلاق ہوسکتا ہے اور ایک وہ کہ جہان یقیناً اطلاق نہین ہوسکتا اور ایک وہ کہ
وہان اسکے اطلاق کا صحیح ہونا یا نہونا کچھ معلوم نہین ہوتا اور ایک شکل یہ ہے کہ ایک جگہ حکم کا مدار ایک علت پر ہے جسمین
ایک مقصود کا یقینی گمان ہوتا ہے اور ایک نوع اسکی ایسی پائی جاتی ہے کہ وہان علت تو ہے مگر وہ مقصود وہان
نہین پایا جاتا جیسے ایک لونڈی کو ایسے شخص سے خریدا کہ اسمین جماع کی قابلیت نہین ہے تو وہان استبرا کرنا چاہیے

پانچوین پیچ صورت اور اس قسم کی جسقدر صورتین ہین سب کے اندر احتیاط بہت ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانچ طرح سے قرآن نازل ہوا ہے حرام اور حلال اور محکم اور متشابہ اور امثال نزل القرآن علی خمسة اوجہ حلال و حرام و محکم و متشابہ و امثال۔ مین کہتا ہون یہ پانچون وجہ کتاب کی قسمین ہین اگرچہ یہ تقسیمات مختلف مینا لہذا انمین تمانع حقیقی اور تضاد نہین ہے اسی لیے یہ حکم کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام ہوتا ہے اور دین کے اصل مین سے یہ بات ہے کہ جو آیات قرآنی یا احادیث نبوی متشابہات کے قبیلہ سے ہین انمین عقل کو دخل نہ دیا جاے اور اسی قسم کے اور بہت سے امور ہین کہ وہان معلوم نہین ہو سکتا کہ کلام کے معنی حقیقی مراد ہین یا کوئی معنی مجازی جو حقیقت کے قریب ہین وہ مراد ہین اور یہ وہان ہے کہ جہان امت کا اجماع نہین پایا جاتا اور اس سے شبہہ مرتفع نہین ہوا

واللہ اعلم

اُن احادیث کا بیان جو طہارت کے باب مین وارد ہوئی ہین

معلوم کرو کہ طہارت کی تین قسمین ہین ایک تو حدث سے طہارت دوسرے بدن یا کپڑے یا جگہ کے ساتھ جو نجاست متعلق ہو اس سے طہارت تیسرے بدن کی جو چیزین پیدا ہو جاتی ہین انسے طہارت جیسے موے زیر ناف یا ناخن یا میل کچیل طہارت عن الاحداث کا مدار اصول بتر پر ہے جن لوگون کے دلونمین انوار ملکیہ کا ظہور ہو گیا ہے وہ ناپاکی اور طہارت کی روح کو خوب تمیز کر سکتے ہین انکے نفوس کو خود بخود اس حالت سے جسکا نام حدث ہے نفرت اور اس حالت سے جسکا نام طہارت ہے سرور اور ایک قسم کا انشراح محسوس ہونے لگتا ہے اور طہارت کی صورتون اور انکی موجبات کے تعیین ملل سابقہ یعنے یہود و نصاریٰ و مجوس اور بقایا ملت اسماعیلیہ کے دستور سے خوب معلوم ہو سکتی ہے انکے نزدیک ناپاکی اور ایسے ہی اس سے طہارت دو طرح کی ہوا کرتی تھی جیسا کہ سابقاً ہم بیان کر چکے ہین اور عرب کا قدیمی دستور تھا کہ جنابت سے وہ غسل کیا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دونون قسم کے حدث کے مقابل مین دو قسم کی طہارت کو مقرر فرمایا طہارت کبریٰ یعنی غسل کو تو حدث اکبر یعنی جنابت کے لیے اسواسطے کہ جنابت قلیل الوقوع اور کثیر التلوث ہے تاکہ نفس کو ایسی ناپاکی مین واقع ہونے سے ایک عمل شاق (یعنی غسل) سے جسکا آدمی کو بہت کم اتفاق ہوتا ہے تنبیہ ہو جاے اور طہارت صغریٰ یعنی وضو کو حدث اصغر کے لیے مقرر فرمایا اسواسطے کہ وہ اکثر الوقوع اور قلیل التلوث ہے اور اسمین نفس کو فی الجملہ تنبیہ ہو جاتی کافی ہے۔

فی الحقیقت وہ امور کہ جنمین حدث یعنی ناپاکی کے معنی پائے جاتے ہین بہت کچھ ہین جن لوگون کا ذوق سلیم ہوتا ہے وہ اسکو معلوم کر سکتے ہین مگر وہ حدث کہ جس سے تمام دنیا کو مخاطب کر سکین چند خارجی امور کے اندر منضبط ہے جنکا ظاہر مین نفس کے اوپر اثر پڑتا ہے تاکہ ظاہر مین لوگون سے اسکی بازپرس ہو سکے اسواسطے اگر پیٹ کے اندر ہی اندر کچھ حرکت ہوتی رہے اسپر حدث کا مدار نہین رکھا گیا بلکہ جب سبیلین یعنی پیشاب پاخانہ کے راستے سے کوئی چیز نکلے اسپر حدث کا مدار رکھا گیا کیونکہ پہلی صورت کا کچھ اندازہ نہین ہو سکتا اور اگر معدے کے اندر ہی اندر کچھ حرکت ہو تو خارج مین وضو کر لینے سے کچھ اسکا انقطاع نہین ہو سکتا اور دوسری صورت

یعنی سبیلین سے کسی چیز کا باہر نکلنا یہ ایک محسوس چیز ہے اور یہ بھی ہے کہ نفس کے انقباض کے لیے یہاں ایک ظاہری صورت
اور اسکا قائم مقام یعنی نجاست بدن کا آلودہ ہونا پایا جاتا ہے اور نیز نفس کے اندر وضو کا اثر اسیوقت پیدا ہو سکتا ہے
کہ جب نفس کو اور کاموں سے فراغت ہو اور فراغت اسیوقت ہو سکتی ہے کہ جب بدن سے کوئی چیز باہر کی جانب
خروج کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس کلام میں کہ جسوقت اخبثان یعنی پیشاب پایخانہ کی تم میں سے
کسی شخص کو حاجت معلوم ہوتی ہو تو وہ ایسے وقت میں نماز کو کھڑا نہو جاے لا یصلی احدکم و ہو یدافعہ الاخبثان
تنبیہ فرمادی ہے کہ صرف نفس کے مشغول ہونیمیں بھی حدث کے ایک معنی پائے جاتے ہیں۔

جن امور مین طہارت کے معنی پائے جاتے ہیں وہ بہت سے امور ہیں جیسے خوشبو لگانا اور اسیطرح سے وہ اذکار جو
پاکی کو یاد دلاتے ہیں جیسے اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول
اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ اور پاکیزہ مکان میں جانا اور اسی قسم کی باتیں
بہت سی ہیں مگر تمام خلقت کو ایسی چیز کے ساتھ مکلف اور مخاطب کرسکتے ہیں جو ایک منضبط اور معین چیز ہو اور
ہر وقت اور ہر جگہ اسکا کرنا اسکے واسطے دشوار نہو اور بظاہر بھی اسکا کچھ اثر معلوم ہوتا ہو اور لوگوں میں اس قسم کا
کچھ پہلے سے بھی دستور رہا ہو۔

وضو کے اندر اصل اطراف بدن کا دھونا ہے اسلیے شارع نے منہ اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا مقرر کیا
کیونکہ اس سے کم کا نفس پر کچھ اثر محسوس نہیں ہو سکتا اور پیروں کا ٹخنوں تک دھونا مقرر کیا اسواسطے کہ اس سے کم عضو
ناتمام ہے اور سر کے واسطے صرف مسح کرلینا مقرر کیا کیونکہ اسکا دھونا خالی از دقت نہیں ہے اور غسل کے اندر تمام
بدن کا دھونا ہی اصل ہے اور وضو کا اصل موجب وہی ہے جو بول و براز کے راستے سے خارج ہو اور باقی موجبات
وضو کو اسپر قیاس کرلیا ہے اور اصل غسل کا موجب جماع اور حیض ہیں اور یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے وجود باجود سے پہلے عرب بھی انکو غسل کا موجب مانتے رہے ہیں۔

طہارت کی دونوں اخیر قسمیں ارتفاقات سے ماخوذ ہیں کیونکہ یہ دونوں طبیعت انسانی کا مقتضاے اصلی ہیں
کوئی قوم اور کوئی ملت اس سے خالی نہیں ہو سکتی اسکے اندر شارع نے اسی درمیانی حالت کا اعتبار کیا جو خالص عرب کے
اندر دستور تھا جسطرح اور باقی ارتفاقات درست کرنے میں انھیں کا اعتبار کیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا صرف یہی کام تھا کہ آداب متعین کردیے اور جہاں کہیں اشکال تھا اسکو صاف کردیا اور جہاں ابہام تھا اسکو
دور کردیا۔

وضو کی فضیلت کے بیان میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وضو نصف ایمان ہے الطہور شطر الایمان۔ میں کہتا ہوں یہاں
ایمان سے ایک ہیئت نفسانیہ مراد ہے جو نور طہارت اور خشوع سے مرکب ہے اور بہ نسبت ایمان کے احسان کا لفظ
اس ہیئت نفسانیہ پر زیادہ صاف دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وضو اسکا ایک جزء ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہین جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے کیا تو اسکے بدن سے تمام اُسکی خطائین نکل کر ناخنون کے نیچے سے ہو کر باہر ہو جاتی ہین من توضا فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ۔ مین کہتا ہون خصوصا پاکیزگی کا خاص نفس کے اندر اثر پڑتا ہے وہ پاکیزگی تو نفس کو مقدس کرکے ملحق بالملائکہ کر دیتی ہے اور بہت سے حالات دنستیاء ور لوازم بشریہ کو محو کر دیتی ہے جو خاصیت اس پاکیزگی کی ہے وہی وضو کی خاصیت ہے جو اصل طہارت کا نقشہ اور مظنہ اور اسکا عنوان ہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میری امت کو جب پکارا جائیگا تو وضو کے آثار سے انکے دست و پا اور چہرہ روشن ہوگا اسلیے تم مین جو کوئی اپنی روشنی بڑھا سکے وہ بڑھا لے ان امتی یوم القیامۃ غرا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل۔ اور فرمایا ہے جہانتک وضو کا پانی پہونچیگا وہین تک مومن کو جنت کا زیور پہنایا جائیگا تبلغ الحلیۃ من المومن حیث یبلغ الوضوء۔ مین کہتا ہون جسطرح اصلی طہارت کی صورت اعضاء پنجگانہ مین پانی کا استعمال کرنا ہے اسی طرح ان اعضاء مین زیور اور روشنی کا ہونا نفس کے تنعم اور عیش کی صورت مثالیہ ہے جسطرح بزدلی کی صورت مثالیہ و بلاور شجاعت کی صورت مثالیہ شیر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وضو کی وہی مداومت کر سکتا ہے جو ایمان والا ہے لا یحافظ علی الوضوء الا مومن مین کہتا ہون جب ہمیشہ باوضو رہنا ایک دشوار کام ہے تو اسکو وہی شخص کر سکتا ہے جسکو طہارت کے امر مین بصیرت حاصل ہو گئی ہے اور اسکے نفع عظیم کا اسکو یقین ہے لہذا اُسکی مداومت ایمان کی دلیل ہوئی۔

وضو کرنے کی ترکیب

وضو کرنے کی صورت جسطرح حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن زید وغیرہم رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالتواتر ثابت ہے اور امت کا اسپر اتفاق ہے یہ ہے کہ اول پانی کے برتن مین ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوے اور کلی کرے اور ناک مین پانی ڈالے اور پھر اسکو صاف کرے اور پھر منہ اور پھر پہنچے کو کہنیون تک دھووے اور پھر سر کا مسح کرے بعد ازان پیرون کو ٹخنون تک دھووے۔ جو اہل ہوا ظاہر آیت سے استدلال کرکے پیرون کے دھونے سے انکار کرتے ہین انکا قول قابل اعتبار نہین ہے میرے نزدیک جو شخص ایسی بات کہے اور وہ شخص جو جنگ بدر یا جنگ احد سے جو کالشمس فی رابعۃ النہار ثابت ہے منکر ہو دونون برابر ہین ہان اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ احتیاطاً پیرون پر مسح بھی کر لینا چاہیے اور انکو دھو لینا بھی چاہیے یا یہ کہ ادنی فرض کا مسح کرنا ہے اگرچہ دھونا بھی ایسی چیز ہے کہ جسکے تارک پر سخت ملامت کرنی چاہیے تو یہ بات البتہ ایسی ہے کہ علماء اسکے اندر جبتک انکشاف حق نہو توقف کر سکتے ہین اور مین نے کسی صحیح روایت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی تصریح نہین پائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مضمضہ و ناک مین پانی ڈالنے اور ترتیب کے وضو کیا ہے پس وضو کے اندر ترتیب نہایت ضروری امر ہے اور مضمضہ اور استنشاق یعنی ناک مین پانی ڈالنا یہ دونون خصائل فطرت سے مستقل دو طہارتین ہین وضو کے ساتھ انکو ملا دیا ہے کہ اسکے ساتھ ساتھ انکا بھی

ایک وقت معین ہے علاوہ برین یہ دونون اُس قبیلہ سے ہین جہان بہ تکلف پانی پہونچ سکتا ہے اور وضوء کے اندر ایسی جگہون مین پانی پہونچانے کا اہتمام کیا گیا ہے اور اُن دونون کا ساتھ ساتھ ہونا بہ نسبت جدا جدا ہونے کے زیادہ تر اصح ہے۔

آداب وضوء کا حاصل کرنا کئی باتون مین منحصر ہے ایک تو تعہد مغابن یعنی جن جن جگہ مین بہ تکلف پانی پہونچتا ہے اُمین اچھی طرح سے پانی کا پہونچانا جیسے مضمضہ و استنشاق اور دست و پا کی انگلیون مین اور داڑھی مین خلال کرنا اور انگوٹھے کو حرکت دینا اور ایک پاک کرنے مین کوشش کرنا یعنی تین تین مرتبہ دھونا اور اسباغ یعنی خوب اور ہر ایک عضو کا دھونا جو فی الحقیقت روشنی کا قیامت کے دن بڑھاتا ہے اور ایک صفائی یعنی بدن کا ملنا اور سر کے ساتھ کانون کا بھی مسح کرنا اور وضو پر وضو کرنا اور ایک مورمہ کے اندر جو انکی عادت جاری تھی اسکے موافق اسمین تاو کرنا یعنی داہنے عضو سے شروع کرنا اسواسطے کہ داہنے عضو کو بائین پر اولویت اور فوقیت ہے لہذا جو چیزین دونون جانب مین استعمال کیجاتی ہین اُمین تو داہنے عضو کو مقدم رکھنا اور جو ایک جانب مین مستعمل ہوسکتی ہین بشرطیکہ وہ محاسن اور طیبات کے قبیلہ سے ہون اُنکے ساتھ داہنی طرف کو خاص کرنا مناسب ہے اور ایک دل کی کیفیت کو زبانی الفاظ سے جو صراحتًا مقصود پر دلالت کرتے ہین قابو مین رکھنا اور ذکر لسانی کا قلبی کے ساتھ ساتھ پایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے خدا کا ذکر نہین کیا اسکا وضو نہین ہوا لا وضوء لمن لم یذکر اللہ۔ مین کہتا ہون وقفین حدیث کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق نہین ہے اور اگر صحیح بھی سمجھی جاے تو یہ اُن مواضع مین سے ہے کہ جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے کے طریقے مین اختلاف واقع ہوا ہے اسواسطے کہ اہل اسلام ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی نقل کرتے رہے اور لوگون کو وضو کا طریقہ سکھاتے رہے ہین اور بسم اللہ کا ذکر بھی نہین کرتے تھے ہمیشہ کہ اہل حدیث کا زمانہ ظاہر ہوا۔ اور اس حدیث مین اس بات کی نص ہے کہ بسم اللہ یا تو وضو کا رکن ہے یا اُسکی شرط ہے اور دونون صورتون مین یہ توفیق ہوسکتی ہے کہ اس حدیث مین جو ذکر کا لفظ آیا ہے اُس سے ذکر قلبی مراد ہے کیونکہ بدون نیت کے اعمال مقبول نہین ہوا کرتے اسلیے بیان وضو سے صرف طاہری معنی مراد نہین ہین بلکہ وضو سے نفس کی تکمیل ہونا مراد ہے ہان یہ بات ضروری ہے کہ تسمیہ یعنی بسم اللہ کہنا منجملہ ادب کے ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو مہتم بالشان کام خدا کے نام سے شروع نہ کیا جاوے اسمین برکت نہین ہوتی کل امر ذی بال لم یبدأ باسم اللہ فھو ابتر۔ اور بہت سے مواضع پر قیاس کرنے سے اُسکا آداب مین داخل ہونا ثابت ہوسکتا ہے اور ایک معنی یہ بھی ہوسکتے ہین کہ اُسکا وضو کامل نہین ہوتا مگر اس قسم کی تاویلین میرے پسند نہین ہین کیونکہ یہ ایک بعید تاویل ہے جسکا حاصل اصل لفظ کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُسکو کیا معلوم ہے کہ رات کو اُسکا ہاتھ کہان پڑا رہا ہے فانہ لا یدری این باتت یدہ۔ مین کہتا ہون اُس سے مراد یہ ہے کہ ہاتھون کو دھوئے ہوے بہت دیر ہوجانے اور بہت دیر تک بوجہ نیند کے اُنسے بیخبر رہنے مین ظن غالب ہوتا ہے کہ ضرور کسی قسم کی نجاست یا میل کچیل کا اثر اُن تک پہونچا ہو جسکی وجہ سے پانی مین اُنکا ڈال دینا اُسکا ناپاک یا مکدر کردینا یا بے تمیزی مین داخل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز مین جو پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے اُسکی علت

بھی یہی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اسواسطے کہ شیطان آدمی کے نتھنوں پر رات کو رہتا ہے فان الشیطان
یبیت علی خیشومہ۔ مین کہتا ہون نتھنون مین مواد غلیظہ اور بلغم کا جمع ہوجانا ذہن کی بلادت اور فکر مین نقصان کا
باعث ہے اور ایسے وقت مین شیطان کو وسوسہ ڈالنے اور تدبیر فاسد کا رستہ اُس شخص کو رکنے کا خوب موقع ہوتا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم مین سے کوئی ایسا شخص نہین جو وضو کرے اور پورا پورا کرے اور پھر
اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھے آخر تک اور ایک روایت مین ہے۔ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین
اور اُسکے لیے جنت کے آٹھون دروازے کھل نہ جائین اور وہ جس مین سے چاہے چلا جاوے۔ ما منکم من احد یتوضأ
فیبلغ الوضوء ثم یقول اشہد الخ وفی روایۃ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین الا فتحت لہ
ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایہا شاء۔ مین کہتا ہون طہارت کی روح اُسیوقت حاصل ہوتی ہے کہ جب عالم
غیب کی طرف نفس کی توجہ پائی جاوے اور پورے طور پر اس عالم کیطرف اُسکی خواہش ہو اسواسطے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکے لیے ایک ذکر کو مقرر فرمایا اور جو اصلی طہارت کا فائدہ تھا وہ اُسپر مرتب فرمایا۔ اور
ایک شخص نے پورے طور پر بالاستیعاب پانی کا استعمال نہین کیا تھا تو اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خرابی ہے ایڑیون کو آگ کی طرف ویل للاعقاب من النار۔ مین کہتا ہون اُسمین نکتہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالی
ان اعضا کا دھونا واجب کیا ہے تو دھونے کے معنی پایا جانا ضروری ہے اور جب ایک شخص نے ایک عضو کا کچھ
حصہ دھولیا اور پورے اُس عضو کو نہین دھویا تو عرف مین یہ نہیں کہہ سکتے ہین کہ اسنے عضو کو دھو لیا اور دوسرے آپ کے
اس فرمانے مین باب تہاون کا بند کر دینا ہے اور ایڑیون سے آگ کا تعلق اسواسطے ہوا کہ برابر ایک جگہ کو ناپاک رکھنا
اور اسپر اصرار کرنا ایسی خصلت ہے جسکا انجام دوزخ کی آگ ہے اور طہارت ایسی چیز ہے جو باعث نجات اور باعث
تکفیر خطیات ہے اور جب ایک عضو کے اندر طہارت کے معنی نہ پائے گئے اور اُس عضو مین حکم الہی کی تعمیل نہوئی تو
بلاشبہہ یہ اس بات کا سبب ہوسکتا ہے کہ نفس کا اس خصلت کی وجہ سے ملال ظاہر ہو جو اُسکے نفس کے اندر فساد اور
خرابی پیدا کرنیوالی ہے اور اُس عضو کی طرف سے یہ خصلت اُسکو حاصل ہوئی ہے واللہ اعلم۔

موجبات وضو کے بیان مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص حدث کی حالت مین ہے جبتک وہ وضو نہ کرلے اُسکی نماز مقبول
نہین ہے لا تقبل صلوۃ من احدث حتی یتوضأ۔ اور فرمایا ہے بغیر وضو کے نماز مقبول نہیں ہوتی لا تقبل صلوۃ
بغیر طہور۔ اور فرمایا ہے نماز کی کنجی وضو ہے مفتاح الصلوۃ الطہور۔ مین کہتا ہون ان سب احادیث مین
اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ نماز کے لیے وضو شرط ہے اور وضو تو خود ایک مستقل عبادت ہے نماز کے ساتھ ساتھ
اُسکو بھی مقرر کر دیا ہے کیونکہ اُن دونون مین سے ہر ایک کا فائدہ دوسرے پر موقوف ہے علاوہ برین اسمین نماز کی
تعظیم پائی جاتی ہے جو شعائر الہی مین داخل ہے ہماری شریعت مین موجبات وضو تین طرح کے ہین ایک تو اُس قسم کے ہین

کہ جن پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے اور روایتین اسمین متفق ہین اور اسپر برابر عمل جاری ہے وہ تو یہ چیزین ہین بول اور
براز اور ریح اور مذی اور گہری نیند اور اسکے قریب قریب چیزین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے سرین کا
بندھن آنکھین ہین وکاء السہ العینان۔ اور فرمایا ہے پس جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اسکے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہین
فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی کو خوب گہری نیند آجاتی ہے
تو ضرور اسکے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہین اور ریح وغیرہ کے نکلنے کا گمان غالب ہوتا ہے۔ اور ہین اسکا ایک سبب اور بھی
بتاتا ہون وہ یہ ہے کہ جو بات حدث کے سبب سے ہوتی ہے وہ نفس کے اندر سونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے
یعنی ملادت اور مذی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے آلہ کو دھولے اور وضو کرلے یغسل ذکرہ
ویتوضأ۔ مین کہتا ہون ملاعبت کرنے سے جو مذی باہر نکلتی ہے اسمین بھی شہوت کا پورا کرنا ہے مگر شہوت
جماع کے پورا کرنے سے اسکا درجہ کم ہے اسلیے اسکی طہارت بھی طہارت کبری یعنی غسل سے کم درجہ کی ہونی چاہیے
جس کسی کو ریح کے نکلنے کا شک ہو اسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ شخص مسجد سے باہر نجاوے
جبتک آواز سننے یا بدبو نہ معلوم کرے لا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا۔ مین کہتا ہون اس سے
مراد یہ ہے کہ جبتک اسکو ریح نکلنے کا یقین نہو جاوے۔ جب وضو کے ٹوٹنے کا مدار اسبلین سے کوئی چیز خارج ہونے پر ہوا
تو یہ بات لابدی ہے کہ فی الحقیقت کسی چیز کے خارج ہونے اور فقط شبہ خروج مین کہ اسمین فی الواقع خروج نہین ہے
تمیز کیجاوے اور مقصود یہ ہے کہ زیادہ تعمق اور ہر بات مین فکر اور تردد نہ کیا جاوے۔ اور دوسری قسم موجبات وضو کی
قسم کے ہین جنکے موجبات وضو ہونے مین فقہاء صحابہ اور تابعین کا اختلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسمین
روایات مختلف مروی ہین جیسے مس ذکر سے وضو کا واجب ہونا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو
شخص اپنے آلہ تناسل کو چھولے اسکو وضو کرنا چاہیے من مس ذکرہ فلیتوضأ۔ حضرت ابن عمر اور سالم اور عروہ وغیرہم
کا یہی قول ہے اور حضرت علی اور ابن مسعود اور فقہاء کوفہ نے اسکا رد کیا ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے وہ تو اسکے بدن کی ایک بوٹی ہے ہل ہو الا بضعۃ منہ۔ اور دونون مین ایک کا منسوخ ہونا یقینی نہین ہے
اور عورت کو چھو لینا جیسا کہ حضرت عمر اور ابن عمر اور ابن مسعود اور ابراہیم رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے اسواسطے کہ اللہ پاک
فرماتا ہے یا عورتون کو تمنے چھوا ہو۔ او لامستم النساء۔ اور کوئی حدیث اسکی شاہد نہین ہے بلکہ حضرت عایشہ رضی کی
حدیث اسکے خلاف دلالت کرتی ہے مگر اسمین شبہہ ہے اسواسطے کہ اسکی اسناد منقطع ہے اور میرے نزدیک اس قسم کی
وجہ یعنی حدیث کی اسناد کا منقطع ہونا وہان معتبر ہو سکتا ہے کہ جہان ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیجاوے
اور جہان ایک ہی حدیث ہے اور دوسری کوئی حدیث اسکے معارض نہین تو اس انقطاع اسناد کا کچھ لحاظ نہ کیا
جاویگا واللہ اعلم۔ اور حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما چونکہ جنابت مین تیمم تجویز نہین کرتے ہین اسواسطے
انکے نزدیک تو آیت خواہ مخواہ لمس پر محمول ہوگی مگر عمران اور عمار اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے نزدیک جنابت مین
تیمم درست ہے اور اسپر اجماع منعقد ہو گیا ہے اور ابن عمر احتیاط پر عمل کرتے تھے اور ابراہیم حضرت ابن مسعود کی پیروی

کرتے تھے حتی کہ امام ابوحنیفہ رح پر اُس دلیل کا حال ظاہر ہوگیا جس سے حضرت ابن مسعودؓ نے تمسک کیا تھا اسلیے اُنکے قول کو
انھون نے ترک کردیا باوجودیکہ ابراہیمؒ کے وہ بہت پیرو ہین الحاصل ان دونون چیزون یعنی مس ذکر اور لمس مین صحابہ اور
تابعین رضی اللہ عنہم کے بعد فقہاء کے تین طبقے ہوگئے ایک طبقہ نے تو ظاہر پر عمل کیا اور ایک نے بالکل ہی اُسکو ترک کردیا اور
ایک نے شہوت اور عدم شہوت کا فرق کیا اور ابراہیم کے نزدیک بہتے ہوے خون کے نکلنے اور قے کثیر سے وضو لازم آتا ہے
اور جس کے نزدیک نماز مین قہقہہ لگانے سے وضو لازم آتا ہے اور کسی کے نزدیک نہین لازم آتا اور ان سب کے بارہ مین احادیث
وارد ہوئی ہین مگر علماے حدیث نے انکی صحت پر اتفاق نہین کیا مگر اصح قول یہی ہے کہ جو احتیاط کریگا اُسکا دین
اور عزت محفوظ رہیگی ورنہ خالص شرع مین اُس سے کچھ گرفت نہین ہے اور اسمین شبہہ نہین ہے کہ عورت کو ہاتھ لگانے
شہوت کو ہیجان ہوتا ہے اور اسمین ایک شہوت کا جو شہوت جماع سے کمتر ہے پورا کرنا ہے اور عضو تناسل کا چھونا بھی
ایک بیہودہ فعل ہے لہذا استنجا کے وقت داہنے ہاتھ سے ذکر کے چھونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے
اور جب ذکر کو ہاتھ مین بھر لے تو وہ لامحالہ ایک شیطانی کام ہے اور بہتا ہوا خون اور قے ایسی بھی بدن کو آلودہ کرنیوالی
اور نفس کو پلید کرنیوالی چیز ہے اور اسی طرح نماز مین قہقہہ لگانا ایک قسم کا جرم ہے جسکا کفارہ ہونا چاہیئے اگر ان
چیزون سے شارع وضو کا حکم دے تو کچھ عجب نہین ہے اور نہ یہ تعجب ہے کہ حکم نہ دے اور نہ یہ تعجب ہے کہ وضو کی رغبت دے
بدون اس بات کے کہ وضو واجب ہو اور تیسری قسم موجبات وضو کی وہ ہے کہ جہان حدیث کے لفظ سے واجب
ہونیکا شبہہ ہوتا ہے جیسے اور فقہاء صحابہ اور تابعین کا اُسکے خلاف پر اجماع ہے آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے
وضو کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابوطلحہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کا عمل اُسکے
خلاف ہے اور حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اور اُس وضو کرنے کا سبب یہ تھا کہ یہ اُن ارتفاقات
کاملہ مین سے ہے جو ملائکہ سے علمین نہین آتا اسواسطے آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے مین ملائکہ کے ساتھ مشابہت منقطع
ہوجاتی ہے علاوہ برین آگ سے پکی ہوئی چیز نار جہنم کو یاد دلاتی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا ضرورت
داغ لگوانے سے منع فرمایا ہے اسیواسطے آدمی کو اپنا دل اُسمین نہ مشغول کرنا چاہیے۔

لیکن اونٹ کے گوشت سے وضو لازم آتا ہے یا نہین اسمین دقت ہے فقہاء صحابہ اور تابعین مین سے کوئی
اُسکا قائل نہین ہوا اور اُسکے منسوخ ہونیکا بھی حکم نہین دے سکتے لہذا جس کسی کو تخریج نے مجبور کیا ہے وہ تو اسکا
قائل نہین ہے اور احمد اور اسحاق اُسکے قائل ہین اور میرے نزدیک آدمی کو اُسمین احتیاط کرنی بہت ضروری ہے واللہ اعلم
جس کسی کے نزدیک اونٹ کے گوشت سے وضو لازم آتا ہے تو اُسمین بھید یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت توریت کے اندر
حرام کیا گیا تھا اور تمام انبیاء بنی اسرائیل اُسکی حرمت پر متفق رہے اور ہمارے واسطے خدا تعالے نے اُسکو حلال کردیا
تو اُسکے ساتھ دو وجہ سے وضو بھی مقرر فرمایا ایک تو یہ کہ یہ وضو اس بات کا کہ پہلے لوگون پر اسکا کھانا حرام تھا اور ہمارے
واسطے حلال کردیا گیا شکریہ ہوجاوے دوسرے یہ کہ اُسکے حلال ہونے مین بعد اسکے کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل پر حرام رہا اس
بات کا احتمال تھا کہ لوگون کے دلون مین اُسکے حلال ہونے سے ایک طرح کا کھٹکا گذرے اُسکے علاج کے لیے وضو کو مقرر فرمایا

کیونکہ اُسکی حرمت سے اُس حلت کی طرف جسکے استعمال سے وضو لازم آتا دے انتقال کرنا کسیقدر سہل اور باعث تسکین
خاطر ہے اور میرے نزدیک تو شروع اسلام مین نہ تھا اور بعد کو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

موزون پر مسح کا بیان

چونکہ وضو کا اُن اعضاء ظاہرہ کے دھونے پر مدار تھا جو جلد جلد گرد و غبار مین آلودہ ہوتے رہتے ہین اور پیر
چونکہ موزون کے پہننے سے اعضاء باطنہ مین داخل ہو جاتے ہین اور عرب مین موزون کے پہننے کا بہت دستور تھا
اور ہر نماز کے وقت اُنکے اُتارنے مین ایک قسم کی دقت تھی اسواسطے فی الجملہ اُنکے پہننے کی حالت مین اُنکا دھونا
ساقط کر دیا گیا اور چونکہ تیسیر مین یہ بات داخل ہے کہ جہان آسانی اور ڈھیل ہے وہان کوئی ایسی چیز جسکی وجہ سے نفس کو
عبادت مطلوبہ کے ترک کرنے مین مطلق العنانی نہو جائے مقرر کر دیجائے لہذا شارع نے اس بات کے حاصل کرنیکے لیے
تین باتین اسکے ساتھ مقرر کر دین ایک تو مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات اور مسافر کے لیے تین دن رات
مقرر فرمائے اسلیے کہ ایک دن رات کی ایسی مدت ہے کہ اسکا انتظام اور التزام ہو سکتا ہے بہت سی چیزون کو جسکا
التزام کرنا چاہتے ہین اس مدت کے ساتھ اُنکا التزام رکھتے ہین اور تین دن رات کی مدت بھی ایسی ہی ہے یہ دونون
مدتین مسافر اور مقیم پر اُنکے دفع حرج اور تکلیف کے موافق تقسیم کر دیگئین اور دوسری اسمین شارع نے یہ شرط لگا دی کہ موزون
کو طہارت کی حالت مین پہنا ہو تا کہ پہننے والے کے دلمین اسیوقت کی طہارت کا نقشہ بندھا رہے اسلیے کہ موزون کی
حالت مین گرد و غبار کا اثر کم ہوتا ہے اس طہارت کو وہ اُس طہارت پر قیاس کر لیتا ہے اور اس قسم کے قیاسات کا
نفس کے تنبیہ مین پورا پورا اثر ہوتا ہے اور تیسرے یہ حکم دیا کہ موزے کے اوپر مسح کیا کرین تا کہ پیرون کا دھونا یاد آجائے
اور یہ اُسکے لیے بطور نمونہ کے ہو جائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اگر دین مین عقل کو دخل ہوتا تو موزے کے
تلے مسح کرنا اوپر کے مسح کرنے سے زیادہ مناسب تھا۔ مین کہتا ہون جبکہ مسح پیرون کے دھونے کا ایک نمونہ ہے اور اس
کے سوا اور کچھ مقصود نہین ہے اور نیچے کی جانب مسح کرنے مین زمین پر چلتے وقت موزون کے ملوث ہونے کا
گمان غالب ہے تو عقل کا مقتضی یہی ہے کہ اوپر کی جانب مسح کیا جائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسرار شرعی سے
بڑے واقف تھے جیسا کہ اُنکے کلام اور اُنکے خطبون سے معلوم ہوتا ہے مگر اُنکو مقصود یہ تھا کہ دین مین لوگ رائے کو
دخل نہ دین ایسا نہو کہ عوام الناس اپنا دین بگاڑ لین۔

غسل کرنے کا بیان

غسل کرنے کی ترکیب جیسی کہ حضرت عائشہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے اور امت کا اُسپر اتفاق ہے
وہ یہ ہے کہ اول پانی کے برتن مین ہاتھ ڈالنے سے قبل اُنکو دھولے بعد ازان اپنے بدن اور شرمگاہ سے نجاست کو
دھو ڈالے پھر جسطرح نماز کے لیے وضو کرتے ہین اُسطرح سے وضو کرے اور سر کے بالون مین خوب پانی پہونچا دے اور پھر

تمام بدن پر پانی ڈالے فقط ایک بات مین اختلاف ہے کہ پیرون کو بعد کو دھووے یا پہلے دھولے اور بعضون نے فرق کیا ہے کہ اگر اُس جگہ غسل کا پانی اکٹھا ہوتا ہے تو پیر بعد کو دھووے ورنہ پہلے دھولے غسل کے اندر پہلے ہاتھ دھونے کی وجہ تو وہی ہے جو ہم وضو مین بیان کر چکے اور بدن سے نجاست کا دھونا اسواسطے ہے کہ اگر اُسکو پہلے نہ دھو لیا اور تمام بدن کے ساتھ اس نجاست پر بھی پانی بہایا تو پانی کے بہنے سے وہ نجاست بدن پر پھیل کر اور زیادہ ہو جاویگی اور پھر اُسکے دھونے میں دقت بھی ہوگی اور پانی بھی زیادہ خرچ ہوگا اور نیز یہ غسل مخصوص طہارت حدث کے لیے ہے حالانکہ وہ اسی لیے موضوع ہے۔ اور وضو اسلیے کیا جاتا ہے کہ طہارت کبری کا طہارت صغری پر مشتمل ہونا بہت مناسب ہے تاکہ دو قسم کی طہارت کرنے سے نفس کو اور زیادہ تنبیہ ہو جاوے - اور نیز اول وضو کر لینے سے ان مواضع مین پانی خوب پہونچ جاتا ہے جنمین بتکلف پانی پہونچتا ہے کیونکہ سر پر اور پانی ڈالنے سے پھر اطراف پر اچھی طرح بے تکلف ہی پانی پہونچتا ہے اور پیرون کے بعد مین دھونے کی وجہ یہ ہے کہ بلا فائدہ ایک عضو کا بار بار دھونا لازم نہ آوے مگر وضو کی صورت پورا کرنے کے لیے تو پیرون کو بھی پہلے دھو لینا مناسب معلوم ہوتا ہے - پھر غسل کے مستحبات ہین جنسے غسل کامل ہوتا ہے یعنے تمام بدن کا تین مرتبہ دھونا اور بدن کا ملنا اور بھنا اور یعنی جہانتک پانی پہونچتا ہے اُمین خوب پانی پہونچانا اور پردہ کا خوب اہتمام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالی بڑی حیا اور بڑا پردہ والا ہے ان اللہ حیی ستیر - اسکی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا یہ قول ہے کہ وہ حیا کو اور پردہ کو پسند کرتا ہے یحب الحیاء والستر - اور لوگون سے تو پردہ کرنا واجب ہی ہے اور تنہائی مین بھی اسکو اسطرح ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص بوجہ معتاد اُسکے پاس سے گذر جاوے تو اُسکا ستر نہ دیکھے مستحب ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مشک مین بسی ہوئی ایک صافی لیکر اُس سے صاف کر لے یعنی حیض کے اثر کو پونچھ ڈال خذی فرصۃ من مسک فتطہری بہا - مین کہتا ہون یہ حکم آپنے کئی وجہ سے دیا ایک تو اسمین پاکی زیادہ پائی جاتی ہے اسلیے کہ خوشبو بھی بذاتہ طہارت کا کام دیتی ہے اور ہمیشہ خوشبو کا حکم اسواسطے نہین دیا کہ اسمین لوگون پر دقت ہے اور ایک اس خوشبو کیوجہ سے ایک طرح کی بدبو جو حیض مین ہوتی ہے وہ زائل ہو جاتی ہے اور ایک یہ کہ حیض کا گذرنا اور طہر کا شروع ہونا اولاد کے لیے کوشش کرنے کا وقت ہے اور خوشبو ایسی چیز ہے جو اس قوت کو ابھارتی ہے غسل کے لیے پانی کی مقدار ایک صاع سے پانچ مد تک اور وضو کے لیے ایک مد مقرر فرمائی ہے کیونکہ درمیانی بدن کے لیے یہ ایک کافی مقدار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ہر بال کے نیچے جنابت ہے اسلیے بالون کو دھو اور بدن کا میل اُتارو تحت کل شعرۃ جنابۃ فاغسلوا الشعر وانقوا البشرۃ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جنابت کی حالت مین ایک بال کی جگہ بھی بغیر دھولے چھوڑ دیگا تو اُس جگہ کے ساتھ ایسا کیا جائیگا من ترک موضع شعرۃ من الجنابۃ لم یغسلہا فعل بہا کذا وکذا مین کہتا ہون اسکی وجہ وہی ہے جو ہمنے وضو کی استیعاب کے اندر بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ایک بال کی جگہ کے دھونے مین غسل کے معنی کو ثابت کرنا ہے اور جنابت پر باقی رہنا اور اُس پر اصرار کرنا خلل نار کا سبب ہے اور جس عضو سے نفس کے اندر یہ اثر پیدا ہوگا اسی عضو کی طرف سے نفس کو

تکلیف اور المِ ظاہر ہوگا۔

موجبات غسل کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب عورت کے چاران ہاتھ پاؤن کے بیچ مین مٹھ گیا اور پھر اُس سے جماع کیا تو غسل واجب ہوگا اگرچہ اُسکو انزال نہوا اذا جلس بین شعبھا الاربع ثم جھدھا فقد وجب الغسل وان لم ینزل مین کہتا ہون اس بات مین روایتین مختلف ہین کہ اکسال یعنی جماع بدون انزال کو قضاء شہوت کے معنی مین اس جماع پر جو انزال کے ساتھ ہو محمول کرتے ہین یا نہین صحیح روایت جسپر جمہور فقہاء کا اتفاق ہے یہ ہے کہ جماع کرنے سے دونون مرد وعورت پر غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہو اس بات مین بھی اختلاف ہے کہ اس حدیث مین اور اُس حدیث مین کہ پانی تو پانی ہی سے لازم آتا ہے یعنی غسل انزال سے لازم آتا ہے انما الماء من الماء تطبیق کیونکر ہوسکتی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ حدیث انما الماء من الماء احتلام کے متعلق ہے مگر اسمین کچھ کلام ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہین کہ انما الماء من الماء کا حکم شروع اسلام مین تھا پھر یہ حکم نہین رہا اور حضرت عثمان اور علی و طلحہ اور زبیر اور ابی بن کعب اور ابوایوب رضی اللہ عنہم سے اُس شخص کے باب مین جو اپنے بیوی سے صحبت کرے اور اُسکو انزال نہو مروی ہے کہ انکا قول یہ ہے کہ اپنے ذکر کو دھو ڈالے اور جسطرح نماز کے لیے وضو کرتے ہین اسطرح وضو کرلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ مرفوع ہے اور میرے نزدیک یہ بھی بعید نہین ہے کہ اس سے مباشرت فاحشہ مراد ہو اسلیے کہ مباشرت فاحشہ پر جماع کا اطلاق آجاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ایک شخص کو اپنے کپڑے پر تری معلوم ہو اور اُسکو احتلام کا ہونا یاد نہو تو اُسکو کیا حکم ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسکو غسل کرنا چاہیے اور اُس شخص کا حکم دریافت کیا گیا کہ اُسکو احتلام کا ہونا یاد ہو مگر کپڑے پر تری معلوم نہو تو آپنے فرمایا اُسپر غسل نہین ہے۔ مین کہتا ہون حکم کا مدار تری کے اوپر رکھا خواب کے اوپر نہ رکھا اسواسطے کہ خواب کبھی خیال ہوتا ہے اور اُسکا کچھ اثر نہین ہوتا اور کبھی خواب قضاء شہوت ہوتی ہے اور وہ بغیر تری کے نہین ہوتی پس غسل کا مدار تری پر ہو سکتا ہے علاوہ برین تری تو ایک ظاہر چیز ہے جسکی تعیین اور انضباط ہوسکتا ہے اور خواب کو اکثر آدمی بھول جایا کرتا ہے۔

اور اسمین شبہ نہین ہے کہ طہر اور حیض کی مدت کی زیادتی اور کمی کا مدار مزاج اور غذا وغیرہ کے اختلاف پر مبنی ہے اور اُسکی کمی وبیشی اسطور پر منضبط نہین ہوسکتی کہ کسی مین اُسکے خلاف پایا ہی نہ جاوے لہذا اصح یہی ہے کہ عورتون کی عادتون پر اُسکا مدار کیا جاوے جسکو وہ یہ سمجھین کہ یہ حیض ہے وہ حیض ہے اور جسکو استحاضہ سمجھین وہ استحاضہ ہے اور صحابہ اور تابعین مین جو اسکے اندر اختلاف واقع ہوا ہے اُسکا سبب ہر ایک کا استقراء اور اندازہ ہے اور ایک مرتبہ حمنہ بنت جحش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کا مسئلہ دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو گدی کے رکھنے اور اُسکے اوپر پٹی کے چڑھالینے کا حکم دیا اور دو باتون مین سے ایک بات کا اُنکو اختیار دیا اخیر حدیث تک

استنفقت حمنة فى الاستحاضة فامرها بالكرسف والتلجم وخيرها بين امرين - الخ مین کہتا ہون اصل اس باب مین
یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ استحاضہ صحت کے خلاف ایک امر ہے اور اسمین نماز کا ترک کرنا ایک
مدت دراز تک مطلق العنانی کا باعث ہو سکتا ہے تو آپ نے چاہا کہ جو ان لوگون مین مشہور ہے اسی پر اسکو محمول کرنا
چاہیے تو آپکو دو باتین معلوم ہوئین ایک تو یہ بات آنسے معلوم ہوئی کہ یہ کوئی رگ ہے یعنی کوئی بیماری ہے جسکا
دشواری سے معلوم ہو سکتا ہے اور اسکا حال نکسیر کا سا ہے تو جسطرح حالت صحت مین اسکو ہر ماہ کے اندر حیض اور
طہر ہوا کرتا ہے اسی پر آپ نے اسکو بھی قائم رکھا مگر اسوقت مین حیض کے استحاضہ سے تمیز ضروری ہے تو اسمین یا تو رنگ سے
تمیز ہو سکتی ہے جبکا رنگ گہرا ہو مثلاً سیاہ وہ حیض ہے اور یا ان ایام سے کہ جو عورت کا معمول تھے تمیز ہو سکتی ہے اور
دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ حیض فاسد ہے پس اسکا حیض ہونا اس بات کا مقتضی ہوا کہ اسکو ہر نماز کے لیے
غسل کا حکم دیا جاے اور اگر ہر نماز کے لیے غسل کرنیمین دشواری ہو تو دو نمازون کے لیے ایک غسل تو ضرور کرے اور چونکہ
وہ فاسد حیض ہے اسواسطے نماز کی اس سے ممانعت نہ کی گئی - اور گدی کے رکھنے اور اسپر لنگوٹی باندھ لینے مین حکمت یہ ہے
کہ وہ خون ایسا ہی تصور کیا جاے کہ جیسے اپنی جگہ ٹھہرا ہوا ہے اور باہر نہین آتا ہے اور تاکہ اسکے کپڑے اور بدن
اس سے آلودہ نہو جمہور فقہانے پہلی بات پر فتویٰ دیا ہے جس صورتمین کچھ دشواری نہو -

اس بات کا بیان کہ بے وضو کو اور جنب کو کس چیز کا کرنا جائز ہے اور کس چیز سے اسکو ممانعت ہے

چونکہ شعائر الٰہی کی تعظیم ضروری ہے اور منجملہ شعائر کے نماز اور کعبہ اور قرآن بھی ہین اور بڑی تعظیم ایک یہ ہے
کہ بدون طہارت کاملہ اور بدون ایک نئے کام کے جس سے نفس کو تنبیہ ہو جاے آدمی ان چیزون کے پاس جاے
اسلیے یہ امر ضروری ہو گیا کہ جبتک آدمی پورے طور سے پاک نہو ان چیزون سے علیحدہ رہے مگر قرآن کی تلاوت
کے لیے وضو شرط نہین کیا گیا اسواسطے کہ اگر ہر وقت قرآن کے پڑھنے کے ساتھ وضو کا ہونا شرط کر دیا جاتا تو قرآن کے
یاد کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے مین بڑی مشکل پڑتی اور اس دروازہ کا کھول دینا اور اسمین رغبت
دلانا اور جو شخص قرآن کا یاد کرنا چاہے اسکے لیے آسانی کا کرنا بہت ضروری تھا مگر جنابت کے اندر زیادہ تاکید
ضروری ہوئی اور جنابت کی حالت مین قرآن کا پڑھنا بھی ناجائز قرار دیا گیا اور جنب اور حائض کو مسجد کے
اندر جانا بھی جائز نہوا کیونکہ مسجد نماز اور ذکر الٰہی کرنے کی جگہ ہے اور شعائر اسلام سے ہے اور وہ کعبہ کا ایک نمونہ ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے مین طہارت شرط نہین کی گئی کیونکہ ہر شے کی تعظیم اسکے مناسب ہوتی ہے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بشر تھے اور لوازم بشریت مانند حدث اور جنابت وغیرہ کے اورون کی طرح آپ پر بھی
طاری ہوتے تھے اسلیے آپکے پاس بیٹھنے مین طہارت کا شرط کرنا قلب موضوع مین داخل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے جس مکان مین تصویر ہوتی ہے اسمین فرشتے نہین آتے اور نہ جسمین کتا ہو اور نہ جسمین جنب ہو لایدخل
الملائکة بیتا فیه صورة ولا کلب ولا جنب - مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ ملائکہ کو ان چیزون سے نفرت ہے

اور فرشتون کے اندر جو صفات پائی جاتی ہین یعنی تقدس اور بت پرستون سے نفرت یہ باتین اُنکی صفات کی ضد ہین۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے بارہ مین کہ جسکو رات مین نہانے کی ضرورت ہو جائز فرمایا ہے کہ وضو کر اور اپنے
ذکر کو دھو پھر سو جا مین کہتا ہون چونکہ جنابت کی حالت فرشتون کے شان کے منافی ہے تو مسلمان کو مناسب ہے کہ
ناپاکی کے ساتھ اپنی ضروریات مین مثل سونے اور کھانے کے مشغول نہووے اور اگر غسل نہ کرسکے تو وضو ہی کرلے کیونکہ
وہ بھی غسل کی طرح ایک قسم کی طہارت ہے فرق یہی ہے کہ شارع نے اُن دونون کا محل جدا جدا کر دیا ہے۔

تیمم کا بیان

چونکہ خدا تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ بندون پر جو چیز دشوار ہوتی ہے وہ اُسپر سہل فرمادیتا ہے اور تیسیر کی سب سے
بہتر صورت یہ ہے کہ جس چیز کے کرنے مین دقت ہے اُسکو ساقط کرکے اُسکا بدل مقرر کر دیا جاوے تاکہ اُنکے دل ٹھکانے سے
رہین اور جس چیز کا وہ غایت درجہ التزام کر رہے تھے دفعتاً اُسکے ترک کر دینے سے اُنکے دل متردد اور پریشان نہون اور
ترک طہارت کے عادی نہو جائین اسواسطے خدا تعالےٰ نے مرض اور سفر کی حالت مین وضو اور غسل کو ساقط فرماکر
اُسکی جگہ تیمم کو مقرر فرمایا اور جب ایسا ہوا تو ملاء اعلیٰ مین تیمم کے وضو اور غسل کی جگہ قائم مقام کرنے کا حکم سنادیا گیا اور
منجملہ طہارات کے تیمم بھی بوجہ مشابہت کے ایک قسم کی طہارت ٹھہر گیا یہ حکم بھی منجملہ اُن بڑے بڑے امور کے ہے جنکی وجہ سے
ملت مصطفویہ تمام ملل سابقہ مین ممتاز ہے جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے جب ہمکو پانی نہ ملے تو اُسکے
عوض (یعنی زمین کی خاک) ہمارے لیے باعث طہارت بنادی ہے جعلت تربتہا لنا طہورا اذا لم نجد الماء۔ مین
کہتا ہون اسکے واسطے زمین اسلیے خاص کی گئی کہ زمین کہین ناپید نہین ہوتی تو ایسی ہی چیز اس قابل ہے جس سے
لوگون کی دقت رفع ہوسکتی ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض چیزین بجاے پانی کے مٹی سے ہی پاک ہو جاتی ہین جیسے
تلوار یا موزہ وغیرہ اور نیز اُسکے استعمال کرنے مین خاکساری اور ذلت پائی جاتی ہے جیسے مُنہ پر خاک ڈال لی اور ذلت کی
شان طلب عفو کے مناسب ہے اور غسل اور وضو کے تیمم مین کچھ فرق نہ کیا گیا اور غسل کے تیمم مین تمام بدن پر خاک ملنا
نہین مقرر کیا گیا کیونکہ جس چیز کا مقصود بظاہر عقل مین نہ آوے اُسکو بالخاصیت موثر سمجھنا مناسب ہے تاثیر نہ بالمقدار اور
اُنکا اطمینان خاطر اسی تیمم سے ایسے موقع پر ہوسکتا ہے اور دوسرے تمام بدن کا خاک مین بھر لینا بھی دقت سے خالی نہین ہے
اسکے مقرر کرنے سے پورا حرج رفع نہو سکتا تھا۔ اسقدر سردی بھی کہ جسمین وضو کرنے سے مضرت کا یقین ہو مرض کے
حکم مین ہے عمرو بن عاص نے جو حدیث روایت کی ہے وہ اسپر دلیل ہے اور سفر مین اصل مین تیمم کی قید نہین بلکہ وہ
پانی کے نہ ملنے کی ایک صورت ہے کہ سفر سے پانی کا نہ ملنا بظاہر سمجھ مین آسکتا ہے تیمم کے اندر پیرون پر ہاتھ پھیرنے کا
حکم نہین دیا گیا اسواسطے کہ پیر تو خود ہی گرد وغبار مین بھر جاتے ہین اور حکم ایسی چیز کا دیا جاتا ہے جو پہلے سے نہ پائی جاتی ہو
تاکہ نفس کو اسکے کرنے سے تنبیہ پائی جاوے۔

اب تیمم کرنے کی ترکیب منجملہ اُن چیزون کے ہے کہ جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرنے کا طریقہ مختلف

واقع ہوا ہے۔ طریقہ محدثین کے مکمل ہونے سے قبل فقہاء تابعین وغیرہم کا قول یہ ہے کہ تیمم دو مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنیکا
نام ہے ایک مرتبہ منھ کے لیے اور ایک مرتبہ ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک اب باقی رہیں احادیث جو اس باب میں آئی ہیں
سو اُن سب میں اصح حدیث وہ ہے جو عمار نے روایت کی ہے کہ تجکو اسقدر کافی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے
پھر اُنمین پھونک مار کر دونوں ہاتھ منھ پر اور ہاتھوں پر پھیر لے انما کان یکفیک ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ
فیہما ثم تمسح بہما وجہک وکفیک۔ اور حدیث ابن عمر سے مروی ہے کہ تیمم دو ضربے میں ایک ضربہ منھ کے لیے اور
ایک ضربہ ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین۔ اور دونوں طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل مروی ہے اور دونوں حدیثوں میں تطبیق کی وجہ ظاہر ہے انما یکفیک
کا لفظ اُسکی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی ادنی درجہ تیمم کا ایک ضربہ ہے اور دو ضربے سنت کا مرتبہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے فعل کی یہ بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ آپ نے حضرت عمار کو یہ بات تعلیم فرمائی ہو کہ تیمم کے اندر زمین پر ہاتھ
مارنے سے جو ہاتھوں کو لگ جاوے اُسکا بدن پر ملنا مقرر کیا گیا ہے یہ مقصود نہیں ہے کہ خاک میں بدن کو بھر لیا جاوے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اُس سے مقدار اعضاء یا عدد ضربے کا بیان کرنا نہو اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عمار سے فرمایا ہے وہ بھی اسی معنی پر محمول ہو سکتا ہے اور بہ نسبت تمرغ یعنی بدن کے خاک میں بھر لینے کے آپکو
حصر کرنا مقصود ہو۔ اور ایسے مسئلہ میں انسان کو اُس قول پر عمل کرنا چاہیے جسکی وجہ سے یقینی طور سے بری الذمہ ہو جاوے۔

حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے نزدیک جنابت سے تیمم درست نہیں ہوتا اور وہ آیہ اولامستم النساء
کو لمس پر محمول کرتے ہیں اور اُنکے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو جاتا رہتا ہے مگر عمران اور عمار کی حدیثیں
اسکے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔

اور میں نے کسی حدیث صحیح میں اس بات کی تصریح نہیں دیکھی کہ ہر وقت کی نماز فرض کے لیے جدا تیمم کرنے کی
ضرورت ہے اور نہ یہ کہ علام آبق کو تیمم درست نہیں ہے اور اسی قسم کی باتیں اور یہ فقط تخریجات کے قبیلہ سے ہیں
اگر کوئی شخص زخمی ہو تو اُسکے واسطے آنحضرت صلی اللہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اسکو اسقدر کافی ہے کہ تیمم کرے اور
اپنے زخم پر پٹی باندھ لے اور اُسپر ہاتھ پھیرے اور باقی بدن کو دھو ڈالے انما کان یکفیہ ان یتیمم ویعصب علی جرحہ
خرقۃ ثم یمسح علیہا ویغسل سائر جسدہ۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ تیمم جسطرح تمام بدن کا بدل ہے اُسی طرح ایک
عضو کا بدل ہے اسواسطے کہ اُسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی موثر بالخاصیت شئے کا حال ہوتا ہے اور اُسمیں مسح کرنے کا حکم ہے
اور اُسکی وجہ موزوں کے مسح میں ہم بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ستھری مٹی مسلمان کے لیے
وضو کا پانی ہے اگر دس برس تک اُسکو پانی نہ ملے ان الصعید الطیب وضوء المسلم ولو لم یجد الماء عشر سنین
میں کہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمانے سے تردد اور وہم کے دروازہ کا بند کرنا ہے ایسی باتوں میں بعضے
وہمی لوگ فکر اور تردد کیا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رخصت کو نہیں مانتے۔

پاخانہ میں جانے کے آداب کا بیان

یہ آداب کئی باتوں میں منحصر ہیں ایک تو قبلہ کی تعظیم جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم جائے ضرور کے لیے آؤ تو قبلہ کو منہ مت کرو اور نہ پیٹھ کرو حدیث اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروہا اور اسمیں ایک حکمت اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ دل کے اندر خدا تعالی کی عظمت کا ہونا چونکہ ایک باطنی امر ہے اسواسطے ظاہر میں بھی کوئی قرینہ جو تعظیم قلبی کا قائم مقام ہو پایا جانا ضروری ہے شرائع متقدمہ میں تو عبادتخانوں کے اندر جو خدا کی عبادت کے لیے بنائے جاتے تھے اور وہ شعائر الہی و شعائر دین میں سے ہوتے تھے جانا اسکا ظاہری نشان تھا اور یہاں ہماری شریعت نے قبلہ کیطرف کھڑے ہوئے اور تکبیر کو اسکا قرینہ اور علامت مقرر فرمایا پس جبکہ قبلہ کی طرف منہ کرنا تعظیم قلبی اور یاد الہی میں جمع خاطر ہونے کا قائم مقام ٹھہرا اور قائم مقام ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ ہیئت خدا تعالی کی یاد دلاتی ہے اسواسطے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم سے اس بات کا استنباط فرمایا کہ یہ ہیئت تعظیم الہی کے لیے مخصوص ہے اور جو ہیئت نماز کی ہیئت کے بالکل منافی اور اسکی ضد ہے (یعنی پاخانہ کی ہیئت) اسمیں قبلہ کو منہ نہ کیا جاوے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض بعض لوگوں نے قبلہ کو پیٹھ مبارک یا پشت مبارک کیے ہوئے دیکھا ہے اور دونوں میں تطبیق یا تطبیق کی گئی ہے کہ میدان میں تو پاخانہ کرنے کی حالت میں قبلہ کو رو یا پشت کرنا منع ہے اور مکانوں میں منع نہیں ہے اور بعضوں نے یہ تطبیق کی ہے کہ یہاں نہی کراہیت کے لیے ہے اور یہی تطبیق بظاہر مناسب معلوم ہوتی ہے۔

منجملہ آداب کے ایک پورے طور پر صفائی کا کرنا ہے اسواسطے تین پتھروں سے کم یعنی تین دفعہ سے کم استنجا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ ظن غالب جبتک تین دفعہ نجاست صاف نہ کیجاوے نجاست دور نہیں ہوتی اور پتھر سے استنجا کرنے کے ساتھ پانی سے بھی استنجا مستحب ہے۔ اور ایک ایسی جگہ جائے ضرور کو جانے سے احتراز کرنا چاہیے کہ جسمیں لوگوں کو تکلیف نہو جیسے سایہ کی جگہ ہے اور وہاں لوگ آرام پاتے ہیں یا لوگوں کا گذر راستہ ہے یا انکی باتیں کرنے کی جگہ ہے یا رکا ہوا پانی ہے ایسی جگہ پاخانہ کو بیٹھنا خلاف ادب ہے اور ہڈی سے استنجا کرنا بھی اسمیں داخل ہے کیونکہ وہ جنات کی غذا ہے اور ایسے ہی جتنی لوگوں کے انتفاع کی چیزیں ہیں انکا بھی حکم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ لعنت کرنیوالوں سے ڈرو اتقوا اللاعنین اس بات کو سمجھا دیا کہ اسکے اندر حکمت لوگوں کی لعنت ملامت اور انکی ایذا پہونچنے سے بچنا ہے یا اسمیں لوگوں کو تکلیف نہیں پہونچتی مگر خود اپنی ذات کو ضرر پہونچنے کا احتمال ہے جیسے سوراخوں میں پیشاب کرنا کیونکہ اکثر وہ سانپ وغیرہ کا سوراخ ہوتا ہے اور وہ اسمیں سے نکلکر کاٹ کھاتا ہے اور منجملہ آداب کے ایک محاسن عادات کو عمل میں لانا ہے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے استنجا نکرے اور پیشاب کے مقام کو داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے اور گوبر سے استنجا نکرے اور استنجا کرنیمیں عدد طاق کو اختیار کرے۔ از انجملہ ایک پردہ کا اہتمام ہے کہ لوگوں سے دور ہوکر استنجا کو جاوے تاکہ کسی قسم کی آواز کو لوگ نہ سنیں اور بدبو کا اثر ان تک نہ پہونچے اور اسکا ستر نہ دیکھیں اور جبتک زمین کے قریب نہو جاوے بدن نہ کھولے اور جہاں درخت وغیرہ اکٹھے کھڑے ہوں جنکے پیچھے اسکا بدن لوگ نہ دیکھ سکیں وہاں پاخانہ کے لیے بیٹھے اگر کچھ چیز پردہ کی نہو تو ریت کی ایک ڈھیری لگالے اور اسکی طرف پشت کرکے بیٹھ جاوے کیونکہ شیطان انسانوں کے استنجا کرنے کی جگہ شیطنت کرتا رہتا ہے اسواسطے کہ شیطان کی جبلت میں

افکار فاسدہ اور افعال ناشایستہ داخل ہین - ازانجملہ کپڑے اور بدن کا نجاست سے بچانا ہے چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جب تم مین سے کوئی شخص پیشاب کرنا چاہے تو پیشاب کے لیے جگہ تلاش کرلے اذا اراد احدکم ان یبول فلیرتد لبولہ
ازانجملہ وسواس کا دور کرنا ہے چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پس کوئی شخص تم مین سے اپنے نہانے کی جگہ پیشاب
نکرے کیونکہ اکثر وسوسے اسی سے ہوتے ہین فلا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ اور حضرت عمرؓ سے
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اسواسطے مکروہ ہے کہ اول تو اُس سے چھینٹین بدن و کپڑون پر
آتے ہین دوسرے بے تہذیبی ہے اور عادات حسنہ سے بالکل خلاف ہے اور ستر کے کھلنے کا بھی اُسمین احتمال قوی ہے
اور فرمایا ہے پاخانے شیاطین وغیرہ کے موجود رہنے کی جگہ ہین اسلیے جب کوئی پاخانہ مین آیا کرے وہ یہ کہہ لیا کرے
اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ان الحشوش محتضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اعوذ باللہ من الخبث
والخبائث - اور جب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے باہر آیا کرتے تو یہ کہتے تھے غفرانک مین کہتا ہون پاخانہ
جانے وقت اعوذ باللہ من الخبث والخبائث پڑھنا مستحب ہے کیونکہ اُس جگہ شیاطین مجتمع رہتے ہین اسلیے نجاست
اُنکو بھاتی ہے اور پاخانہ سے نکلتے وقت غفرانک کہنا مستحب ہے کیونکہ پاخانہ مین ذکر الٰہی ترک ہوجاتا ہے اور شیاطین
مخالطت کا وقت ہوتا ہے اُس سے مغفرت مانگنی مناسب ہے اور ایک مرتبہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبرون مین
عذاب ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان دونو مین ایک تو پیشاب کرتے ہی کھڑا ہوجاتا اور استبرا نکرتا تھا اما احدھما
فکان لا یستبری من البول الحدیث - مین کہتا ہون استبرا واجب ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ پیشاب کرکے کچھ دیر
رُکا رہے اور زور کرکے ذرا ذرا پیشاب نکالدے یہانتک کہ اُسکو اس بات کا یقین ہوجاسے کہ اب کوئی قطرہ پیشاب کا
اُسکے بدن مین باقی نہین رہا - اور اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نجاست سے احتیاط نکرنا اور ناپاکی مین رہنا
اور ایسے کام کرنا جس سے لوگومین بگاڑ پڑے عذاب قبر کے باعث ہوتے ہین - اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شاخ کو
بیچ مین سے چیرکر ہر ایک قبر مین اُسکو گاڑ دینا یہ اُن مردون کے حق مین شفاعت مفیدہ تھا کیونکہ اُنکے ایسے گناہ نہ تھے کہ جنکی
وجہ سے شفاعت مطلقہ ناممکن تھی -

خصال فطرت اور اُنکے متعلق اور باتون کا بیان

حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دس باتین فطرت مین داخل ہین مونچھون کا ترشوانا اور داڑھی کا
بڑھانا اور مسواک کرنا اور ناک مین پانی چڑھانا اور ناخن ترشوانا اور جہان جہان میل اکٹھا ہوجاتا ہے ان مواضع کا
دھونا اور بغل کے بال اکھاڑنے اور موے زیرناف کا مونڈنا اور انتقاص الماء یعنی پانی سے استنجا کرنا - راوی کہتا ہے
دسوین بات مجھے بھول گئی مگر شاید وہ مضمضہ ہو عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک
والاستنشاق بالماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء یعنی الاستنجاء
قال الراوی ونسیت العاشرۃ الا ان تکون المضمضۃ - مین کہتا ہون یہ طہارتین حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

منقول ہین اور تمام امم حنیفہ مین بابر جاری ہین اور انکے دلون کو بھاگئی ہین اور یہ باتین انکی صمیم اعتقاد مین داخل
ہوگئی ہین انھین پر انکی زندگی ہے اور انھین پر انکی موت ہے قرنًا بعد قرن لہذا انکا نام فطرت رکھا گیا ہے اور ملت
حنیفہ کے یہ شعائر ہین اور ملت کے لیے شعائر ہونے بھی ضروری ہین تاکہ انسے اس امت کی شناخت ہو سکے اور لوگون سے
ان باتون پر مواخذہ کر سکین تاکہ انکی نافرمانی اور فرمانبرداری بتظاہر معلوم ہو جاے اور شعائر بھی اس قسم کی چیزین بنائی جاتی ہین
کہ جو کثرت سے پائی جائین اور بار بار وقوع مین آتی ہین اور ظاہر ہین معلوم ہو سکین اور انمین بہت سے فوائد ہین کہ
لوگونکے ذہن ان فوائد کو پورے طور پر مانتے ہین یہان پر اجمالًا ان فوائد کا بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہین کہ آدمی کے
بدن سے جو بعض مواضع مین بال نکلتے ہین تو انکا قلب پر وہی اثر پڑتا ہے جو اعداث سے پیدا ہوتا ہے یعنی انقباض
قلب ورملالت وغیرہ اور اسیطرح سر اور داڑھی کے بالون کا پراگندہ اور خراب خستہ ہونا اس باب مین انسان کو اطبا
کے کلام پر نظر کرنی چاہیے کہ انھون نے بیٹھا اور خارش اور اسی قسم کے امراض جلدیہ کے متعلق بیان کیا ہو کہ ایسے لوگون کے
قلب کے اندر ملال اور حزن رہتا ہے اور اسکا نشاط جاتا رہتا ہے- اور داڑھی ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑے چھوٹے کی
تمیز ہو سکتی ہے اور مردون کے لیے ایک قسم کا جمال اور انکی شکل کی پوری آرایش ہے اسواسطے اسکا بڑھانا ضروری
امر ہے اور اسکا ترشوانا مجوس کا طریقہ ہے اور اسمین خلق الہی کی تغیر بھی پائی جاتی ہے اور اسکی وجہ سے بڑے بڑے
سردار اور خاندانی لوگ رذیل لوگونمین شامل ہو جاتے ہین اور جسکی مونچھین بڑی بڑی ہوتی ہین جب وہ کچھ کھاتا
یا پیتا ہے اسمین بھر جاتی ہین اور میل کچیل مین آلودہ رہتی ہین اور یہ مجوس کا طریقہ ہے جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے مشرکون کی مخالفت کرتے رہو مونچھین تو ترشوا اور ڈاڑھیان بڑھاؤ خالفوا المشرکین قصوا الشوارب
واعفوا اللحی اور مضمضہ کرنے اور ناک مین پانی پہونچانے اور مسواک کرنے سے بدبو اور میل وغیرہ دور ہو جاتا ہے
اور ختنہ کی کھال ایک زائد عضو ہوتا ہے اسمین میل اکٹھا ہو جاتا ہے اور پیشاب کے قطرے اسمین رک جاتے ہین علاوہ برین
جماع مین خوب لذت نہین آتی اور توریت مین لکھا ہے کہ ختنہ خدا تعالے کے ابراہیم اور انکی اولاد پر نشانی ہے
اسکے یہ معنی ہین کہ بادشاہون کا قاعدہ ہے کہ جن غلامون کا آزاد کرنا انکو منظور نہین ہوتا یا جو انکی خاص خاص گھوڑے
وغیرہ ہوتے ہین انکے اوپر کچھ علامت کر دیتے ہین تاکہ اورون سے وہ متمیز ہو جائین اسی طرح سے ختنہ خدا تعالی کی
طرف سے بندون پر علامت ہے اور شعائر ایسے ہین کہ انمین تغیر اور شبہہ ہونا بہت مشکل ہے اور انتقاض الماء سے
پانی سے استنجا کرنا مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رسولون کے طریقے مین سے چار باتین ہین حیا
اور ایک روایت مین ختنہ کرنا آیا ہے اور خوشبو لگانا اور مسواک کرنا اور نکاح کرنا اربع من سنن المرسلین الحیاء و
یروی الختان والتعطر والسواک والنکاح- میرے نزدیک یہ سب باتین طہارت کے قبیلہ سے ہین حیا تو بیغیرتی اور
بیہودگی اور فواحش کے ترک کرنے کا نام ہے اور ان باتون سے نفس مین پلیدی اور تکدر پیدا ہو جاتا ہے اور خوشبو لگانے سے
نفس کے اندر سرور اور فرحت پیدا ہوتی ہے اور طہارت پر اس سے بہت بڑی تنبیہ ہوتی ہے اور نکاح سے عورتون کی
طرف سے نفس کو طہارت حاصل ہو جاتی ہے اور عورتون کے وسوسے جو نفس کو اس شہوت کے پورا کرنے کی طرف

برانگیختہ کرتے ہین دلسے جاتے رہتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر مین اپنی امت پر دشوار نہ جانتا تو انکو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا لولا ان اشق علی اُمتی لامرتہم بالمسواک عند کل صلوٰۃ۔ مین کہتا ہون اس سے یہ مراد ہے کہ اگر حرج کا ڈر نہوتا تو مسواک کو وضو کی طرح نماز کے لیے شرط کر دیتا اور اسی طور کی بہت سی حادیث اس باب مین وارد ہوئی ہین جنسے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کو حدود شرعیہ مین دخل ہے اور حدود شرعیہ کا مدار مقاصد پر ہے اور امت سے حرج کا رفع کرنا منجملہ اُن اصول کے ہے جنپر شرائع کی بنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے کی کیفیت راوی بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے وقت اُغ اُغ کی آواز آیا کرتی تھی جیسے قے کرنیمین آواز آیا کرتی ہے مین کہتا ہون آدمی کو چاہیے کہ خوب اچھی طرح مُنھہ کے اندر مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم خوب نکالے اور خوب طرح مسواک کرنے سے قلاع جاتا رہتا ہے اور آواز صاف ہوجاتی ہے اور مُنھہ خوشبودار ہوجاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر ہفتہ مین ایک روز نہالیا کرے اور اسمین اپنا بدن اور سر دھوڈالا کرے حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوما یغسل فیہ جسدہ وراسہ۔ مین کہتا ہون ہر ہفتہ مین ایک مرتبہ غسل کرنا خود ایک مستقل سنت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میل کچیل سے پاک رہنے کے لیے مقرر فرمایا ہے اور تاکہ نفس کو صفت طہارت پر تنبیہ ہوتی رہا کرے اور جمعہ کی نماز کے ساتھ ساتھ اُسکو اسواسطے مقرر کر دیا گیا ہے تاکہ ہر ایک دوسرے سے مکمل ہوجاوے علاوہ بریں جمعہ نماز کی اسمین عظمت پائی جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزون سے غسل فرمایا کرتے تھے ایک تو جنابت سے اور ایک جمعہ کے روز اور ایک پچھنے لگوانے کے بعد اور مُردے کے نہلانے کے بعد۔ مین کہتا ہون کہ پچھنے لگوانے مین تو یہ وجہ ہے کہ اسمین خون اکثر بدن کو لگ جایا کرتا ہے اور خون کے ایک ایک نقطہ کا جدا جدا دھونا دشوار ہوتا ہے دوسرے یہ کہ سینگیون سے خون کا جوش تا خون کو ہر طرف سے کھینچ لاتا ہے اور اُس خاص عضو سے خون کے کم ہونے کا نفع ہوتا ہے اور غسل کر لینے سے خون کو ایک قسم کا انجماد ہوجاتا ہے اور اطراف سے اُسکا انجذاب موقوف ہوجاتا ہے اور غسل میت سے نہانے کی وجہ یہ ہے کہ اسمین نہلانے والے کے بدن پر چھینٹین بہت سی پڑ جایا کرتی ہین اور مین ایک شخص کے پاس جان کندنی کے وقت بیٹھا تو جو ملائکہ ارواح کے قبض کرنے کے لیے متعین ہین حاضرین کی روح پر بھی ایک عجیب قسم کی تکلیف اُنسے پہونچتے ہوئے معلوم ہوئی اس سے مین سمجھ گیا کہ حالت کا بدل دینا جس سے نفس کو ایک دوسری حالت پر جو پہلی کے مخالف ہے تنبیہ ہوجاوے بہت ضروری ہے (اور غسل سے یہ تنبیہ ہوسکتی ہے) ایک شخص اسلام لایا تو اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور بیر کے پتون سے نہانے کا حکم دیا اور دوسرے کسی شخص سے فرمایا کفر کی علامت اپنی آپسے دور کردے مین کہتا ہون اسمین بھید یہ ہے کہ اُسکو ظاہر مین ایک چیز باہر آجانا متمثل ہوجاوے۔ واللہ اعلم۔

پانیون کے احکام کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم مین سے کوئی شخص ایسا نکرے کہ رکے ہوے پانی مین جو بہتا نہین ہے

پیشاب کرے اور پھر اسمین غسل کرے لایبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیہ میں کہتا ہون اسمین دونون باتون سے نہی ہے یعنی پانی مین پیشاب کرنے سے بھی اور پھر اسمین غسل کرنے سے بھی جیسے حدیث شریف مین آیا ہے دو شخص پاخانہ کے لیے اپنا ستر کھولکر باتین کرتے ہوے جاتے ہین کیونکہ خدا تعالی اس سے ناخوش ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فقط پانی مین پیشاب کرنیکی نہی ثابت ہے یا پانی مین غسل کرنے کی نہی ہے آن دونون سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے اور اسمین حکمت یہ ہے کہ اس سے مرایک دونون باتون سے خالی نہین ہے یا تو اسمین ستو پانی کا خراب ہونا لازم آتا ہے اور یا وہ پانی کے متغیر ہونے کا سبب ہو جاتا ہے جب کوئی شخص پیشاب کرتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ بھی ایسا ہی کرنے لگتا ہے وہ بھی جملہ ان چھوٹی باتون کے ہے جنکی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعنت کرنیوالے سے ڈرو مگر جبکہ وہ پانی جاری کیا ہوا یا خود جاری ہو تو اسکا حکم جدا ہے اور بہتر وہ بات بھی یہی ہے کہ ان باتون سے پرہیز کرے ۔

اور آب مستعمل کہ جسکو کوئی تو وہ طہارت مین لگتا تھا کہ ناپاک تھی اور وہ مجرد اس سے ترک سا ہو گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اسی حال پر رکھا کہ جیسا اُسکے نزدیک تھا اور اسکی طہارت مین شک نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب پانی قلتین تک پہونچ جاتا ہے تو وہ پاک ہے اور ناپاکی کو نہین اٹھاتا ہے اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا ۔ میں کہتا ہون کہ اس سے معنوی ناپاکی مراد ہے کہ جسکو شرع ناپاک کہتی ہے عرف اور عادت کے اعتبار ناپاکی مراد نہین ہے اور جبکہ نجاست کیوجہ سے پانی کے کسی بات مین فرق آجائے اور کمیت او کیفیت کے اعتبار سے نجاست کا اسپر غلبہ ہو جائے تو وہ اس سے خارج ہے ۔ اور قلتین کو کثیر اور قلیل پانی کے اندر حد فاصل ایک ضروری امر کیوجہ سے کیا ہے کہ اسکے بغیر چارہ ہی نہین ہے اور تخمینا یا اٹکل سے یہ حد مقرر نہین کی گئی ہے اور تمام مقادیر شرعیکا حال ایسا ہی ہے کسی کے اندر تخمینے اور اٹکل کو دخل نہین دیا گیا اور وہ ضروری امر یہ ہے کہ پانی کے رہنے کی دو جگہ ہین ایک تو معدن اور ایک برتن معدن تو کنوئیں اور چشمے ہین اور جھیل بھی انھین مین شامل ہے اور برتن مشک اور گھڑا اور طشت اور مخضب وغیرہ اور معدن تو ایسی چیز ہے کہ اسکے ناپاک ہونے سے بڑا ضرر ہو جاتا ہے اور اسکے پانی کھینچنے مین بڑی دقت اٹھانی پڑتی ہے اور برتن تو روز مرہ بھری جایا کرتے ہین اور انکا پانی اوندیلنے مین کچھ دقت نہین ہو سکتی علاوہ برین معادن کے لیے ڈھکن نہین ہوتا اور اس پانی کو جانورون کے گوبر اور درندون کے منھ ڈالنے سے نہین محفوظ رہ سکتے ہین اور برتنون کے محفوظ رکھنے اور ڈھکے رہنے مین کچھ زیادہ دقت نہین ہے بجز ان جانورون کے جو گھرون مین پھرتے رہتے ہین اور نیز معادن مین پانی کثرت سے ہوتا ہے بہت سی نجاست کا بھی اسمین پتہ نہین لگتا اور اسکا کچھ اثر نہین ہوتا بخلاف برتنون کے اسواسطے یہ بات ضروری ہوئی کہ معدن کا حکم اور ہو اور ظروف کا اور حکم ہو اور معادن مین ان چیزون کی معافی دیجاے کہ ظروف مین جنسے معافی نہین ہے اور معدن اور ظروف مین سوائے قلتین کے کوئی چیز حد فاصل نہین ہو سکتی ہے اسواسطے کہ کنوان اور چشمہ قلتین سے تو کسیطرح کم ہو ہی نہین سکتا اور جو پانی قلتین سے کم ہو اسکو نہ حوض کہتے ہین نہ تالاب کہتے ہین بلکہ اسکو گڑھا کہتے ہین اور اگر دو قلہ پانی ہموار زمین مین

تو غالبًا پانچ بالشت چوڑی اور سات بالشت لانبی جگہ مین آتا ہے اور وہ حوض کا ادنی درجہ ہے اور عرب مین سب سے
بڑا برتن پانی کے رکھنے کا قلہ ہوتا ہے اور انمین پاس سے بڑا کوئی برتن نہین معلوم ہوتا اور قلے بھی سب برابر نہین ہوتے بعض بڑے قلہ کے برابر
تین بعض ہوا کے بعض آدھا اور تہائی کے لیکن ایک قلہ دو کے برابر نہین ہوتا پس قلتین یعنی دو قلہ کی مقدار ایسی ہے کہ کوئی برتن اس قدر کو
نہین پہنچتا اور کوئی معدن اس سے کم نہین ہوتا اسواسطے آب قلیل اور آب کثیر کے اندر قلتین کی مقدار حد فاصل قرار پائی اور جو قلتین کا قائل تھا
جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آب کثیر کا اندازہ قلتین سے قریب قریب اسے کیا ہے یا جنگل کے کنوؤں مین وہ کی مینڈکی کے برابر بھی ست کا
معاملہ کا حصہ دیا ہے یہان سے انسان کو معلوم کرنا چاہیے کہ حدود شرعیہ ایسی ایسی ضروری صورتوں مین قائم کی گئی ہیں
کہ انکے اندر لوگون کو چارہ ہی نہین ہو سکتا اور انکے سوا کسی کی عقل مین آ ہی نہین سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانی پاک کرنیوالا ہے کوئی چیز اسکو ناپاک نہین کرسکتی الماء طهور لا ينجسه
شيء۔ اور فرمایا ہے پانی ناپاک نہین ہوتا الماء لا يجنب۔ اور فرمایا مومن ناپاک نہین ہوتا المومن لا ينجس۔ و
اسی قسم کی خبر احاد مروی ہین کہ بدن ناپاک نہین ہوتا اور زمین ناپاک نہین ہوتی ان البدن لا يجنب والارض لا تنجس
مین کہتا ہون ان سب سے نجاست خاص کی نفی مراد ہے جو اس کے لیے ورنہ ایسا مفہوم ہوتی ہے۔ پانی سے ناپاک
نہونے سے تو یہ مراد ہے کہ معادن نجاست کے پڑنے سے جب نجاست اسمین سے نکالکر پھینکدیا جاوے اور پانی کی کوئی
صفت بھی نہ بدلے ... تو نا پاک نہین رہتے اور بدن کو ایسے ہی ناپاکی لگ جاوے جب غسل کر لو پاک کا
پاک ہوجاتا ہے ناپاک نہین رہ سکتا اور زمین بھی ایسی ہی ناپاک ہو جیسے کے بعد اور دھوپ کے پڑنے اور خلقت کے
اسپر چلنے پھرنے سے صاف ستھری ہوجاتی ہے نجاست کا نام بھی نہین رہتا اور بیر بضاعہ مین کوئی گمان کرسکتا ہے
کہ اسمین نجاستین پڑی رہا کرتی تھین کسی طرح یہ گمان نہین ہو سکتا اسواسطے کہ ایسی چیز سے بنی آدم کو ذاتی اجتناب
ہوتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح اسکا پانی پی سکتے تھے بلکہ جسطرح ہمارے زمانہ مین کنوؤن کے اندر جاتی ہین
پڑجاتی ہین اور قصدًا کوئی انکو نہین ڈالتا اسیطرح اسمین بھی نجاستین پڑجاتی تھیں اور پھر نکالکر پھینکدیا کرتے تھے
پھر جب اسلام آیا تو انھون نے طہارت شرعیہ کا جو انکی طہارت سے علاوہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو
آپنے فرمایا پانی پاک کرنیوالی چیز ہے کوئی چیز اسکو ناپاک نہین کردیتی یعنی اسکا ناپاک ہونا وہی ہے جو تم بھی جانتے ہو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین یہ کوئی تاویل یا صرف عن الظاہر نہین ہے بلکہ عرب کا کلام اسیطرح ہوتا ہے
دیکھو خدا تعالے فرماتا ہے کہدے میرے پاس جو وحی کیا گیا ہے اسمین کھانیوالے کے لیے کوئی کھانے کی چیز مین حرام
نہین پاتا۔ مگر اخیر آیت تک قل لا اجد فيما اوحي الي محرما على طاعم يطعمه الا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جن چیزون مین
تم جھگڑتے رہتے ہو انمین مین کوئی حرام چیز نہین پاتا مگر الخ اور جب کوئی شخص کسی طبیب سے کسی چیز کے استعمال کرنے کو
دریافت کرے اور وہ کہے کہ اسکا استعمال جائز نہین ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسکی مراد صحت بدنی کے
اعتبار سے اسکے استعمال کا ناجائز ہونا ہے اور جب فقیہ سے کسی امر کی بابت دریافت کیا جاوے اور وہ اسکا ناجائز ہونا
بیان کرے تو اسکی مراد عدم جواز سے عدم جواز شرعی کا ہونا معلوم ہوجاتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے حرمت عليكم امهاتكم

تو اس سے حرمت نکاح مراد ہے اور فرماتا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ اس سے حرمت اکل مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے بدون ولی کے نکاح نہین ہوتا لا نکاح الا بولی۔ تو اس سے مراد یہی ہے کہ شرع مین جائز نہین ہوتا یہ مراد نہین ہے کہ
دنیا مین کوئی نکاح ولی کے بغیر نہین ہوا کرتا اور اس قسم کی بہت سی آیات اور احادیث ہین اور وہ ماول نہین ہین۔
جب پانی کے اوپر سے پانی کا اطلاق جاتا رہے اور اسمین کوئی قید لگجاوے اسوجہ سے دھونا اسے بادی الراے مین
شرع منع کرتی ہے البتہ ناپاکی کے اس سے دور ہوجانے کا احتمال ہے بلکہ ظن غالب یہی ہے کہ نجاست اس سے رفع ہوسکتی ہے
پھر لوگون نے بہت سے فروع کنوئین کے اندر جاندار چیز کے مرجانے اور دہ در دہ اور آب جاری کے متعلق نکال لیے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ان مسائل مین احادیث مروی نہین ہین اور صحابہ اور تابعین سے جو بعض آثار مروی ہین جیسے ابن زبیر
سے زنگی کے بارے مین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چوہے کے بارے مین اور نخعی اور شعبی سے بلی کے قریب قریب جانور مین
سو یہ آثار نہ تو محدثین نے انکی صحت کی گواہی دی ہے اور نہ قرون اولی کے جمہور کا اسپر اتفاق ہے اگر وہ آثار صحیح بھی ہون
تو ممکن ہے کہ یہ حکم دلون کی تطییب اور پانی کی نظافت کے لیے ہوا ہو وجوب شرعی کے اعتبار سے نہو جیسا کہ کتب مالکیہ مین
مذکور ہے اور اگر یہ احتمال صحیح نہین ہے تو بہت دقت پڑتی ہے۔ الحاصل اس باب مین کوئی معتدبہ اور واجب العمل حدیث
نہین ہے اور بلاشبہ قلتین کی حدیث ان سب سے زیادہ تر ثابت ہے اور یہ بات محال ہے کہ خدا تعالی نے ان مسائل مین
اپنے بندون کے لیے ان تدابیر کے اوپر جو انکے واسطے لازم ہین کچھ بڑھایا ہو اور باوجود ان چیزون کے کثرت وقوع اور
عموم بلوے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی صاف صاف تصریح نہ فرمائی ہو اور صحابہ اور تابعین کو اس سے استفادہ
نہوا ہو اور خبر واحد بھی اسمین مروی نہو۔ واللہ اعلم۔

نجاستون کے پاک کرنیکے بیان مین

نجاست اس چیز کا نام ہے جسکو سلیم الطبع لوگ ناپاک سمجھین اور اس سے پرہیز کرین اور اگر انکے کپڑے کو لگجائے تو انکو کپڑا
دھونا پڑے جیسے پیشاب۔ پاخانہ۔ اور خون۔ نجاستون کا پاک کرنا انکی دستور سے مستنبط اور ماخوذ ہے اور گوبر ناپاک ہے
حضرت ابن مسعود رض کی حدیث اسپر دلیل ہے اور ماکول اللحم کا پیشاب بلاشبہہ نجس ہے۔ طبائع سلیمہ اسکو نجس جانتے ہین
بعض بیماریون کے لیے مفید ہونے کی وجہ سے اسکے پینے کی اجازت دیگئی ہے اور اسکی طہارت یا خفت نجاست کا دفع
حرج کی غرض سے حکم دیا گیا ہے شارع نے شراب کو بھی نجاسات ہی مین داخل کیا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ناپاک
شیطان کا فعل ہے رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ۔ اسلیے کہ خدا تعالے نے شراب کو بہت تاکید کے ساتھ حرام کیا ہے
اسواسطے حکمت الہیہ کا مقتضی یہ ہوا کہ اسکو پیشاب اور پاخانہ کے برابر کردیا جاے تاکہ لوگون کے سامنے اسکی برائی متمثل
ہوجائے اور اس سے خودبخود انکے دلون کو اسکی طرف سے کشیدگی ہوجاے۔ حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
جب تم مین سے کسی کے برتن مین کتا پانی پیجائے تو اسکو سات مرتبہ دھونا چاہیے اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ
ان سات دفعہ مین سے اول دفعہ مٹی سے دھووے اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات وفی روایۃ

اولیہن بالتراب - مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتّے کے جھوٹے کو بھی نجاسات مین شامل کیا اور نجاستون
سے بھی اسکو شدید النجاست کا حکم دیا کیونکہ کتا ایک ملعون چیز ہے فرشتوں کو اُس سے نفرت ہے اور اُسکا بلا وجہ گھر مین رکھنا
اور اُسکے ساتھ مخالطت کرنا ہر روز اُسکے اعمال مین سے بقدر ایک قیراط کے اجر کم کرتا ہے اور اُسمین بھید یہ ہے کہ وہ اپنی
جبلت ہی مین شیطان کے مشابہ ہوتا ہے کیونکہ اُسکی عادت مین شیطنت اور غصہ اور نجاسات مین متلطخ ہونا اور لوگون کو
ستانا داخل ہے اور شیطان کیطرف سے بھی اُسکو کچھ تعلیم ہوتی رہتی ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو
دیکھا کہ کتّون سے خلط ملط رکھتے ہین اور کچھ اُنکو پروا نہین ہوتی اور بالکل نہی کر دینے کا بھی موقع نہ تھا کیونکہ کھیتی اور
مویشی اور نگہبانی اور شکار کے واسطے اُسکی ضرورت ہے اسواسطے آپ نے اُس سے بچنے کی یہ تدبیر کی کہ پوری پوری پاکی
کی اُسکے اندر آپنے شرط کی اور ایسا حکم دیا کہ جسقدر اُنکو اُسمین دقت بھی پیش آکرے تاکہ اسقدر پاک کرنا روک ٹوک مین
کفارہ کے برابر ہو جاوے اور بعض جاہلین علم کو یہ آگاہی ہوئی ہے کہ سات دفعہ دھونا اصل مین کوئی حکم نہین ہے بلکہ اُس سے
تاکید مقصود ہے اور بعض نے ظاہر حدیث کا لحاظ کیا ہے مگر احتیاط ہی افضل چیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اُسکے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو ہریقوا علی بولہ سجلا من ماء - مین کہتا ہون زمین پر خوب سا پانی
ڈالنے سے پیشاب کی ناپاکی دور ہو جاتی ہے اور یہ اُس دستور سے ماخوذ ہے جسپر تمام لوگ متفق ہین کہ بہت سا مینہ پڑنے
سے زمین ستھری ہو جاتی ہے اور بہت سا پانی پڑنے سے بدبو کا اثر بھی جاتا رہتا ہے اور پیشاب پراگندہ ہو کر کالعدم
ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم عورتون مین سے جب کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگجاوے
تو اُسکو چاہیے کہ خشکی سے اُس خون کو رگڑ دے پھر اُسکو چاہیے کہ پانی سے بار بار اُسکو دھووے پھر اس کپڑے سے اُسکو نماز
پڑھ لینی چاہیے اذا اصاب ثوب احدکن الدم من الحیضۃ فلتقرصہ ثم لتنضحہ بماء ثم لتصل فیہ - مین کہتا ہون خود
نجاست اور اُسکے اثر کے جاتے رہنے سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے اور ان تمام خصوصیات سے فی الحقیقت اُسکے
زوال کی ایک صورت کا بیان کرنا مقصود ہے جو زوال کے لیے کافی ہو جاتی ہے اور اُسپر آگاہ کرنا مقصود ہے طہارت
کیواسطے یہ شرط نہین ہے - اب باقی رہی منی سو بظاہر وہ بھی نجس چیز ہے کیونکہ نجاست کی تعریف جو ہم بیان کر چکے ہین
اسمین بھی پائی جاتی ہے اور کھرچ دینے سے خشک منی سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ گاڑھی ہونے کیوجہ سے
کھرچنے کے قابل بھی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لڑکی کے پیشاب سے تو کپڑے کو دھونا چاہیے اور لڑکے
کے پیشاب سے دھار دیا جاوے یغسل من البول الجاریۃ ویرش من بول الغلام - مین کہتا ہون ایام جاہلیت مین
بھی دستور تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کو برقرار رکھا اور اُسکی کئی وجہ ہین اول تو لڑکے کا پیشاب منتشر
ہو جاتا ہے اور اُسکا ازالہ کسی قدر دقت سے ہوتا ہے اور لڑکی کا پیشاب ایک ہی جگہ رہتا ہے اور بسہولت زائل ہو سکتا ہے
دوسرے یہ کہ لڑکی کا پیشاب لڑکے کے پیشاب سے گاڑھا اور بدبودار زیادہ ہوتا ہے تیسرے لڑکون سے لوگون کو رغبت
ہوتی ہے اور لڑکیون سے نہین ہوتی اور اہل مدینہ اور ابراہیم نخعی نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور امام محمدؒ نے اسمین
ذومعنی بات کہی ہے لوگون نے جو مشہور کر رکھا ہے اُس سے دھوکے مین پڑنا نچاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

فرمایا ہے چمڑا جب پکا لیا گیا تو پاک ہو گیا اذا دبغ الاہاب فقد طہر۔ مین کہتا ہون حیوانات کے پکے ہوے چمڑون کا
استعمال کرنا تمام فرقون کے نزدیک مسلم اور جاری ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ پکا لینے کیوجہ سے چمڑے کی بدبو اور اسکا گلنا [جاتا رہتا ہے]
جاتا رہتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم مین سے نجاست کے اوپر کسی کا جوتہ پڑ جاوے تو مٹی
اسکے لیے پاک کرنیوالی ہے اذا وطی احدکم بنعلہ الاذی فان التراب لطہو۔ مین کہتا ہون جوتہ اور موزہ اگر نجاست
جسمدار ہو تو رگڑ دینے سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ وہ سخت چیزین ہین نجاست کا اُنمین نفوذ نہین ہوتا ظاہر یہی ہے
کہ چاہے وہ نجاست اُنکے اوپر خشک ہو جاوے یا تر رہے مٹی سے رگڑنے سے وہ پاک ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بلی کے لیے فرمایا ہے کہ وہ گھر گھر پھرنیوالی اور پھرنیوالیون سے ہے انہا من الطوافین والطوافات۔ مین کہتا ہون
اسکے معنی ایک قول کے موافق یہ ہین کہ اگرچہ وہ نجاست مین منہ ڈالدیتی ہے اور چوہون کا شکار کرتی ہے مگر اس بات کی
ضرورت ہے کہ اسکے جھوٹے کی پاکی کا حکم دیا جاوے کیونکہ حرج کا دفعہ کرنا اصول شرعیہ مین سے ہے اور ایک قول کے موافق
اس سے ہر جاندار چیز پر رحم کرنے کی رغبت دلانا آپکو مقصود ہے اور سائلین و سائلات کے ساتھ آپ نے اسکو تشبیہ
دی ہے۔ واللہ اعلم

اُن احادیث کا ذکر جو نماز کے باب مین وارد ہوئی ہین

معلوم کرو کہ نماز تمام عبادتون مین بڑی عظیم الشان اور سب سے زیادہ یقینی اور لوگونمین مشہور اور سب عبادتون سے زیادہ
نفس کے اندر موثر اور نافع عبادت ہے اور یہی وجہ ہے کہ شارع نے اسکی فضیلت بیان کرنے اور اسکے اوقات کی تعیین
اور اسکے شروط اور ارکان اور آداب اور رخصتون اور نوافل کے بیان کرنے کا سب عبادتون سے زیادہ اہتمام کیا ہے
اور دین کا اسکو ایک عظیم الشان شعار گردانا ہے اور تمام یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور بقایا ملت ابراہیمیہ اسکو
مانتے رہی ہین اور اسکے جواہر کا اُنپر اتفاق ہے اور جو باتین انہون نے تحریف کرکے اپنی طرف سے بنا رکھی تھین جیسے یہودی
مثلاً موزے اور جوتے کے ساتھ نماز کو مکروہ جانتے تھے اور اسیطرح کی باتین نکال رکھی تھین اسلیے اُن باتون کا لوگون سے
ترک کرانا نہایت لازم ہوا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ مسلمان کا طریقہ اُنکے طریقے کے خلاف ہو اسیطرح مجوسیون نے اپنا
دین بگاڑ رکھا تھا اور سورج کو پوجنا اختیار کیا تھا اسلیے ملت اسلام کو اُنکی ملت سے نہایت تمیز کی ضرورت ہوئی اور
مسلمانون کو اس بات سے بھی منع کر دیا گیا کہ اُنکی نمازون کے وقت نماز پڑھین۔
چونکہ نماز کے احکام کثرت سے ہین اور اسکے اصول کہ جنپر نماز کی بنا ہے بہت ہین اسواسطے کتاب الصلوۃ کے شروع مین
ہمنے اصول کا ذکر نہین کیا جسطرح اور کتابونمین ہمنے ذکر کیا ہے بلکہ ہر فصل کے اصول کو اس فصل کے اندر ہی بیان کر دیا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سات برس کی عمر کے ہو جاوین اور
جب وہ دس دس برس کے ہو جاوین تو نماز کے لیے اُنکو مارا کرو اور اُنکو جدا جدا سلایا کرو مروا اولادکم بالصلوۃ وہم
ابناء سبع سنین واضربوہم علیہا وہم ابناء عشر سنین وفرقوا بینہم فی المضاجع۔ مین کہتا ہون بچے کے بلوغ کی

دو قسمیں ہیں ایک تو اُس حد کو پہونچنا کہ وہ اُسمیں ادراک کے صحیح یا سالم ہونے کے ساتھ تمتع ہو سکے اور
یہ صرف عقل سے ہوتا ہے اور عقل کا ظاہر ہونا سات سال کی عمر سے معلوم ہو جایا کرتا ہے سات برس کی عمر میں
لڑکا یقیناً ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جایا کرتا ہے اور عقل کے پورے ہونے کی علامت دس برس
سال ہیں دس برس کا لڑکا اگر اُسکا مزاج درست ہو تو پورا ہوشیار ہوتا ہے اور اپنے نفع و نقصان کو خوب پہچاننے لگتا ہے
تجارت اور دیگر معاملات میں اُسکی ہوشیاری ظاہر ہوتی ہے دوسرا درجہ بلوغ کا چند امور کے لیے ملحوظ ہوتا ہے اسمین
دیکھا جاتا ہے کہ وہ جہاد اور سزاؤں کے قابل ہوا یا نہیں بلوغ کے ایسے درجے سے وہ اُن آدمیوں میں شامل ہو جاتا ہے
جو تکالیف برداشت کرتے ہیں اور انتظامات تمدن و مذہب میں اُن لوگوں کی حالت لحاظ کے قابل ہوتی ہے اور
جو لوگ زبردستی راہ راست چلنے پر مجبور کیے جاتے ہیں بلوغ کے اس درجے میں پوری عقل اور پختہ پر اعتماد کیا جاتا ہے
اور اسکا اندازہ اکثر لوگوں میں پندرہ سال ہے اس بلوغ کی علامتیں یہ ہیں کہ اُسکو احتلام ہونے لگے اور زیر ناف بال
نکل آویں۔ نماز میں دو لحاظ کیے گئے ہیں اول یہ کہ نماز بندہ اور خدا تعالیٰ میں ایک ذریعہ ہو جاوے اور بندے کو
ایک نہایت پست تر حالت میں گرنے سے باز رکھے اس لحاظ سے بلوغ کے پہلے درجہ کے وقت نماز کا حکم دیا گیا ہے
اور اس لحاظ سے کہ نماز اسلام کے شعائر میں سے ہو اور اُسپر مواخذہ کیا جاوے اور لوگ اُسپر مجبور کیے جائیں خواہ اُنکی
خود مرضی ہو یا نہو جیسے اور امور کا حکم ویسی ہی نماز کا بھی ہے اور چونکہ دس سال کی عمر بلوغ کے دونوں حدوں کے بیچ میں
ایک برزخ کی حالت تھی اسمین بلوغ کی دونوں جہتیں جمع تھیں اسلیے دونوں حالتوں سے اُسکو حصہ دیا گیا اور
علیحدہ علیحدہ سونے کا حکم اسواسطے دیا گیا کہ یہ زمانہ آغاز جوانی کا ہوتا ہے کچھ بعید نہیں ہے کہ یکجا سونے سے خلاف فطرت
خواہشیں پیدا ہوں اسلیے ضرور ہوا کہ واقع ہونے سے پہلے خرابی کا ذریعہ بند کر دیا جاوے۔

نماز کی فضیلت کا بیان

خدا تعالےٰ فرماتا ہے بیشک نیکیاں بُرائیوں کو دور کر دیتی ہیں ان الحسنات یذھبن السیئات اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے لیے فرمایا ہے جسنے پہلے ایک گناہ کیا تھا اور پھر اُسنے جماعت میں شامل ہو کر نماز
پڑھی کہ یقیناً خدا تعالےٰ نے تیرے گناہ کو بخشدیا فان اللہ قد غفر لک ذنبک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو اور اُسمیں روزانہ وہ پانچ مرتبہ نہایا کرے تو کیا اُسکے بدن پر میل
باقی رہ سکتا ہے لوگوں نے کہا نہیں باقی رہ سکتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی حال نماز پنجگانہ کا ہے اُسسے بھی
خدا تعالیٰ خطاؤں کو بالکل دور کر دیتا ہے لو ان نہرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ہل یبقی من درنہ شیٔ
قالوا لا قال فذلک مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بہا الخطایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک اگر کبائر سے پرہیز کیا جاے تو یہ اپنے درمیان کے گناہوں کو
دور کر دیتے ہیں الصلوٰۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینہن اذا اجتنب الکبائر

مین کہتا ہون نماز مین دونون باتین موجود ہین تزکیۂ نفس اور اخبات اور اُسکی وجہ سے نفس کو پاک ہوکر عالم ملکوت تک رسائی ہوجاتی ہے اور نفس کی خاصیت مین یہ بات داخل ہے کہ جب وہ ایک صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو دوسری صفت جو اُس صفت کی ضد ہوتی ہے اُس سے جدا ہوجاتی ہے اور وہ اُس سے ہٹ جاتا ہے اور وہ صفت اُس سے ایسی معدوم ہوجاتی ہے کہ کبھی اُسکا نام بھی اُسمین نہ تھا اب جس شخص نے نمازون کو پورے پورے طور پر ادا کیا اور عمدہ طور پر وضو کیا اور وقت پر اُنکو پڑھا اور رکوع اور سجود اور خشوع اور اُسکے اذکار و اشکال کو کامل طور پر ادا کیا اور اُن صورتون سے معانی اور اُن اشباح سے ارواح کا اُسنے ارادہ کیا تو ضرور ہے کہ وہ شخص رحمت الٰہی کے عظیم الشان دریا مین پہونچ جاتا ہے اور خدا تعالےٰ اُسکے گناہ محو فرما دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بندے مین اور اُسکے کافر ہونے مین نماز چھوڑنے کی دیر ہوتی ہے بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ۔ مین کہتا ہون نماز اسلام کا بہت بڑا شعار ہے اور اسلام کی ایسی علامات مین سے ہے کہ جسکے جاتے رہنے سے اگر اسلام کے جاتے رہنے کا حکم کر دیا جاے تو بجا ہے کیونکہ اسلام مین اور نماز مین بہت ہی ملابست اور موانست ہے اور نیز اسلام کے معنی کو کہ خدا کے حکم کے سامنے سر جھکا دینے کا نام ہے نماز ہی خوب ادا کرتی ہے اور جسکو نماز سے حصہ ملا ہو محروم رہا تو وہ اسلام سے کیا پھل پا بجز اسلام کے نام کے جسکا کچھ عند اللہ اعتبار نہین ہے۔

نماز کی اوقات کا بیان

کیونکہ نماز کا فائدہ یعنی دریاے شہود مین غوطہ زنی کرنا اور ملائکہ کے ساتھ مجانست پیدا کر لینا بدون نماز پر مداومت اور اُسکے التزام اور کثرت کرنے کے نہین حاصل ہوتا اور نماز کی کثرت سے ہی انتقال طبع لوگون کے اوپر سے ہٹ سکتے ہین اور یہ بات ناممکن ہے کہ اُنکو ایسا حکم دیا جاے کہ اُنکو تدابیر ضروریہ ترک کرنا اور احکام طبیعیہ سے بالکل خارج ہوجانا پڑے اسواسطے حکمت الٰہی کا مقتضیٰ ہوا کہ اُنکو زمانے کے ہر ایک حصہ کے بعد نماز کی پابندی اور اُسکی مداومت کا حکم دیا جاے تاکہ نماز سے قبل اُسکا انتظار کرنا اور اُسکے لیے تیار رہنا اور نماز پڑھ لینے کے بعد اُسکے نور کا اثر اور اُسکے رنگ کا بقیہ بھی بمنزلہ نماز ہی کے ہوجاے اور غفلت کے اوقات مین بھی خدا تعالےٰ کا ذکر مد نظر رہا کرے اور اُسکی طاعت مین دل معلق رہے اسمین مسلمان کا حال اُس گھوڑے کا سا رہتا ہے جسکی اگاڑی پچھاڑی بندھی ہوتی ہے وہ دو ایک دفعہ کودتا ہے اور پھر وہ سے پس ہوکر رہجاتا ہے اور نماز کی پابندی سے غفلت اور گناہون کی سیاہی دلون کے اندر نہین جمتی حقیقتاً مداومت کے ناممکن ہونے کی صورت مین اسیطرح کی مداومت ہوسکتی ہے اب آخرکار چونکہ نمازون کے لیے اوقات کے تعیین ضروری ہوئی اور کوئی وقت نماز کے لیے زیادہ تر چار وقتون سے نہ تھا جنمین روحانیت کا عالم مین ظہور اور ملائکہ کا نزول اور بندون کے اعمال خدا تعالیٰ کے روبرو پیش ہوتے ہین اور اُنکی دعائین قبول ہوتی ہین اور گویا یہ امر تمام اُن لوگون نے جو ملاء اعلیٰ سے فیضان حاصل کرتے ہین مان لیا ہے مگر یہ بات ظاہر ہے کہ تمام لوگون کو آدھی رات مین نماز پڑھنے کے ساتھ مکلف کرنا ممکن نہین ہے اسواسطے فی الحقیقت نماز کے وقت تین ہین صبح اور شام اور شب کی تاریکی چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے قائم کر نماز کو سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک اور قرآن پڑھنا فجر کا بیشک فجر کے وقت

قرآن پڑھنا ورد ہے اقم الصلوة لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا
الی غسق اللیل اسواسطے فرمایا ہے کہ شام کی نماز کا حکم شب کی تاریکی سے ملجاتی ہے کیونکہ انمین کوئی فصل پایا نہین جاتا
اسیوجہ سے عند الضرورت ظہر اور عصر مغرب اور عشا کو ساتھ پڑھ لینا درست ہے پس یہ ایک اصل ہے - اور مناسب بھی
نہ تھا کہ ہر دو نماز مین بہت سا فصل رکھا جاتا اسواسطے کہ اس صورتمین انتظار اور التزام کے معنی مین فرق آجاتا اور
جو حالت نفس کو پہلی نماز سے حاصل ہوئی تھی دوسری نماز تک نسیا منسیا ہوجایا کرتی اور یہ بھی مناسب تھا کہ ہر دو نماز مین
بہت تھوڑا سا فصل رکھا جاتا ورنہ انکو معاش کے حاصل کرنے کی فرصت نہوا کرتی اور ایسی ظاہر اور محسوس انکے واسطے
حد کا مقرر کرنا ضروری تھا جسکو خاص و عام سب معلوم کرلیا کرین اور وہ کہ اُسی جز کو کہ خاص و عام اوقات کا اندازہ
کرنےمین اُسکا استعمال کیا کرتے ہین کسیقدر زیادہ کردیا ہے اور بہت نہین بڑھایا ہے دن کا چوتھائی حصہ اس قابل
ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تین ساعت ہوا اور رات اور دن کا بارہ اجزا کی طرف منقسم ہونا تمام اقالیم کے نزدیک جنمین
یہ تجربہ ملک ہے متفق علیہ ہے اور اہل زراعت اور تجارت و اہل صنعت وغیرہم کا اکثر یہی دستور ہے کہ صبح سے
دوپہر تک اپنی اپنی مشاغل مین مصروف رہتے ہین کیونکہ انکے کسب معاش کا اکثر یہی وقت ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے
اور بنایا ہمنے دن کو روزگار وجعلنا النہار معاشا اور فرماتا ہے تاکہ تم اسکے فضل سے طالب ہو لتبتغوا من فضلہ -
اور بہت سے اشتغال اس قسم کے ہوا کرتے ہین کہ انکے کرنے کے لیے ایک مدت طویل کی حاجت ہوتی ہے ورنہ کے دن کا
ایسے وقت مین نماز کے لیے تیار ہونا اور باقی کامون سے یکسو ہوجانا موجب حرج عظیم کا ہوتا ہے اسیواسطے شارع نے
دن چڑھے کی نماز کو انکے اوپر فرض نہین کیا مگر اسکی طرف رغبت پوری پوری دلائی ہے لیکن یہ بات ضروری ہوئی
کہ شام کی نماز کے دو حصے ہوجاوین اور انکے درمیان مین قریب دن کے ایک ربع کا فصل ہو اور وہ ظہر اور عصر کی نماز ہے
اور اسیطرح رات کی نماز کے دو ٹکڑے ہوجائین اور اسی کے قریب وقت کا ان دونومین بھی فصل ہے اور وہ مغرب اور
عشا کی نماز ہے اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ بلا ضرورت کہ جسکے بغیر چارہ ہی نہو ایک وقت کے دونون حصون کو جمع
کیا جاوے ورنہ وہ مصلحت کہ تعیین اوقات مین جسکا لحاظ کیا گیا ہے فوت ہوجاتی ہے اور یہ دوسری اصل ہے اور تمام
اقالیم صالحہ کے باشندے اور جنکا مزاج حالت اعتدال پر ہے جو شرائع سے مقصود بالذات ہین ہمیشہ انکا یہ دستور ہے
کہ اپنے حوائج مین جبسے صبح کی روشنی ہوتی اور جبتک شب کی تاریکی آتی ہے اپنے حواس و فکر کو مصروف رکھتے ہین
اور نماز کے ادا کرنے کے لیے مناسب وقت یا تو وہ ہے کہ جسوقت آدمی کا نفس اشتغال معاشیہ کے اثر اور انکے رنگ سے
خالی ہو جنسے آدمی خدا تعالے کو بھول جایا کرتا ہے ایسے وقت مین عبادت کو چونکہ خالی دل ملجاتا ہے تو اسمین جگہ
کرلیتی ہے اور نفس کے اندر اسکا پورا اثر پیدا ہوجاتا ہے چنانچہ تبارک و تعالی فرماتا ہے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر
کان مشہودا - اور یا وہ وقت مناسب ہے کہ جب آدمی سونے کے قریب ہوتا ہے تاکہ جو کچھ کدورتین انکے قلب مین
دن کے اشتغال سے پیدا ہوگئی ہین انکے لیے اسوقت کی نماز کفارہ اور صیقل کے واسطے بمنزلہ صیقل کے ہوجاوے چنانچہ
حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسنے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا شب کے نصف اول مین قیام کرنیکا

اور جس شخص نے عشا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھی تو وہ رات بھر قیام کرنے کے برابر ہوا من صلی العشاء فی جماعۃ کان
کقیام نصف اللیل الاول و من صلی العشاء و الفجر فی جماعۃ کان کقیام لیلۃ اور ایک وہ وقت ہے کہ جب وہ کاروبار مین
مشغول ہوتے ہین جیسے دن چڑھے کا وقت ہے تاکہ ایسے وقت مین نماز پڑھنے سے دنیا کے اندر انہماک مین کمی ہوجاوے
اور اُسکے واسطے تریاق کا کام دیوے مگر اسمین یہ بات ہے کہ تمام لوگون کو اس سے مکلف نہین کرسکتے کیونکہ اسوقت مین یا تو
ان سب کو اپنے کاروبار چھوڑنے پڑینگے یا نماز چھوڑنی پڑیگی اور یہ بھی ایک اصل ہے اور نیز تعیین اوقات کے اندر اس سے
بہتر کوئی بات نہین ہے کہ جو انبیاء سابقین سے ماثور ہے اس طریقہ کو اختیار کیا جاوے اسواسطے کہ اس طریقہ کا اختیار کرنا ادائے
طاعت پر نفس کے لئے خود ایک بڑا ادمتنبہ و ہوشیار کرنیوالا ہوگا اور اسکی وجہ سے لوگ ایک دوسرے پر عبادتِ الٰہی مین ترقی
چاہینگے اور جو انمین سے صالح ہونگے لوگونمین انکا ذکر جمیل جاری ہوگا جسکی بسبت حضرت جبرئیل نے فرمایا ہے یہ آپسے پیشتر گذرے ہوئے
انبیاء کا وقت ہے ہذا وقت الانبیاء من قبلک۔

الحاصل اوقات کے مقرر کرنے مین بڑے بڑے اسرار عمیقہ ہین۔ اسواسطے حضرت جبرئیل علیہ السلام آدمی کی صورت مین
تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز کے اوقات آپکو سکھلائے اور ہمنے جو کچھ بیان کیا ہے
اُس سے جمع بین الصلوتین کے جواز کی وجہ فی الجملہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد اور نماز چاشت کے واجب ہونا اور ایسے ہی
اور انبیاء پر واجب ہونے کی وجہ جیسا کہ علمانے بیان کیا ہے اور لوگون کے لیے اُسکا نفل ہونا اور نمازون کے اُنکی اوقات
پر ادا کرنے کی تاکید کا سبب معلوم ہولیا واللہ اعلم۔ اور اگر لوگون کو یہ حکم دیا جاتا کہ تمام لوگ ایک ہی ساعت کے اندر نماز
پڑھین اور اُس سے آگے پیچھے نہ پڑھ سکین تو اسمین حرج عظیم تھا اسواسطے اوقات کے اندر کسیقدر توسیع اور گنجایش بھی کردی گئی
اور چونکہ وہی قرائن جو عرب کے نزدیک ظاہر تھے اور ادنی و اعلیٰ اُنکو معلوم کرسکتے تھے اس قابل تھے کہ انکے موافق احکام
مقرر کیے جائین اسواسطے اوقات کے اول اور انکے اواخر کے لیے حدین جو منضبط او محسوس ہین مقرر کی گئین۔ اور ان
اسباب کے مجتمع ہونے کی وجہ نمازون کے اوقات چار قسم کے ہوگئے ایک تو اختیار کا وقت یہ تو وہ وقت ہے کہ اسمین بلاکراہت
نماز ہوجاتی ہے اور زیادہ معتبر اسمین دو حدیثین ہین ایک تو وہ حدیث کہ جسمین حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دو روز تک نماز پڑھانے کا بیان ہے اور ایک بریدہ کی حدیث جسمین یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز کے اوقات دریافت کرنیوالے کو یہ جواب دیا کہ دو روز تک آپنے نماز پڑھکر اُسکو دکھادیا اور ان دونومین سے جو مفسر ہے
دوسری حدیث پر جو مبہم ہے اُسکا حکم ناطق ہوگا اور جو حدیث خلاف ہوگی اُسمین بریدہ کی حدیث پر عمل کیا جائیگا کیونکہ وہ
مدنی ہین اور متاخر ہین اور پہلے مکی ہین اور اُنسے متقدم ہین اور متاخر کا ہی اعتبار ہوتا ہے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ مغرب کا
اخیر وقت شفق کے غائب ہونے سے قبل ہے اور یہ بھی کچھ بعید نہین ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے روز تھوڑی ہی
سی دیر کرکے مغرب کی نماز پڑھی ہو کیونکہ اُسکا وقت کم ہوتا ہے اور راوی نے خواہ چوک سے یا اپنے ظن سے یہ کہدیا ہو کہ دونون
مغرب کی نماز ایک ہی وقت میں پڑھی یا غایت قلت کے بیان کرنے کی غرض سے اُسنے یہ کہا ہو واللہ اعلم اور بہت سی
احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ عصر کا اخیر وقت اُسوقت تک ہے کہ جبتک سورج مین تغیر آجائے اور اسی پر فقہا کا

اتفاق ہے پھر شاید مثلین اخیر وقت مختار یا مستحب کا بیان ہو یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اول شرع کی نظر اس بات پر پڑی ہو کہ
عصر کی شفق نکالنے سے مقصود یہ ہے کہ ہر دو نمازوں میں بقدر ربع دن کے فصل ہو اسلیے اوسکا اخیر وقت مثلین تک مقرر
فرمایا ہو پھر اپنے حوائج اور اشغال پر نظر ڈالنے سے اسوقت کا بڑھا دینا ضروری ہوا اور نیز اس حد کے معلوم کرنے میں ایک قسم کی
غور اور سایہ اصلی کے یاد رکھنے اور رصد کی ضرورت ہے اور لوگوں کو ایسی باتوں میں ان چیزوں کا حکم دینا مناسب تھا جو
محسوس و ظاہر ہوں اسلیے حضرت ایزدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس بات کا القا فرمایا ہو کہ آفتاب کے
جسم یا اسکی روشنی کے تغیر کو وقت کی انتہا گردانا جاوے واللہ اعلم اور ایک وقت استحباب کا ہے یہ وہ وقت ہے کہ
اسمیں نماز کا پڑھنا اولی ہوتا ہے اور وہ وقت سب نمازوں کے لیے اول کا وقت ہے بجز عشا کی نماز کے کہ اسکا افضل مستحب
وقت دیر لگا کے پڑھنا ہے اسکی وجہ وہی طبعی ترتیب ہے جسکو ہم بیان کر چکے جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ اگر میں اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا تو انکو حکم دیتا کہ عشا کو دیر سے پڑھا کریں لولا ان اشق علی امتی لامرتہم ان
یوخروا العشاء - علاوہ بریں عشا کی نماز کو دیر لگا کے پڑھنے سے باطن کا ان اشغال سے جو خدا کی یاد سے غافل کرتے ہیں خوب
تصفیہ ہوتا ہے اور آدمی کو پھر عشا کی نماز کے بعد قصے کہانیاں کہنے کی فرصت نہیں ہوتی مگر اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر دیر سے
نماز پڑھی جایا کرے تو جماعت میں کمی ہوتی چلی جاوے اور لوگوں کو نماز سے بے رغبتی ہونے لگے اور بات الٹی ہو جاوے
اسیوجہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب لوگ کثرت سے آجاتے تب تو تعجیل کیا کرتے اور جو کم ہوتے
تو دیر کرکے نماز پڑھا کرتے - اور موسم گرما میں ظہر کی نماز میں بھی عشا کی طرح تاخیر مستحب ہے جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کا اوبھان ہے اذا اشتد الحر
فابردوا بالظہر فان شدۃ الحر من فیح جہنم میں کہتا ہوں اس سے یہ مقصود ہے کہ جو جنت اور جہنم کا خدا تعالے کے یہاں
خزانہ ہے اس خزانہ سے اس عالم میں کیفیات مناسبہ و منافرہ کا فیضان ہوتا رہتا ہے اور کاسنی وغیرہ کے متعلق جو
حدیث آئی ہے اسکی بھی یہی تاویل ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فجر کی نماز اجالا کرکے پڑھا کرو اسلیے کہ اسکا
اجر بڑا ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر - میں کہتا ہوں یہ ان لوگوں سے خطاب ہے جنکو اسفار کے وقت لوگوں کا انتظار
کرنے سے تقلیل جماعت کا خوف تھا یا بڑی بڑی مسجدوں کے نماز پڑھنے والوں کو یہ حکم ہے جنمیں ضعیف لوگ و بچے وغیرہ
اکٹھے ہو جاتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھاوے پس اسکو تخفیف
کرنی چاہیے کیونکہ اسمیں ضعیف بھی ہوتے ہیں اخیر حدیث تک ایکم صلی بالناس فلیخفف فان فیہم الضعیف الحدیث
یا یہ معنی ہیں کہ صبح کی نماز اتنی لانبی پڑھا کرو کہ اسفار کے وقت ختم ہوا کرے اور ابو برزہ کی حدیث اسپر قرینہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اسوقت سلام پھیرا کرتے تھے کہ جب آدمی اپنے پاس کے بیٹھے ہوے کو پہچاننے لگتا تھا اور
ساٹھ آیت سے سو آیت تک پڑھا کرتے تھے کان ینفتل فی صلوۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ و یقرا بالستین
الی المائۃ - اب اسفار کی حدیث میں اور غلس کی حدیث میں کچھ منافات نہیں رہی - اور ایک ان چار اوقات میں سے
ضرورت کا وقت ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ بلا عذر شرعی اسوقت تک نماز میں دیر کرنا ممنوع ہوتا ہے چنانچہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کو صبح کی نماز کی سورج کے نکلنے سے پہلے ایک رکعت ملگئی اسکو صبح کی نماز ملگئی اور جسکو آفتاب
کے غروب سے پہلے عصر کی ایک رکعت ملگئی اسکو عصر کی نماز ملگئی۔ من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان یطلع الشمس فقد ادرک الصبح
ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ نماز منافق کی
نماز ہے بیٹھا انتظار کرتا رہتا ہے یہانتک کہ جب آفتاب زرد ہو جاتا ہے۔ الحدیث تلک الصلوۃ المنافق یرقب حتی اذا
اصفرت الحدیث۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے جو ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب اور عشا کی نماز کے جمع کرنے کی حدیث روایت
کی ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے اور عذر شرعی یہ ہیں جیسے سفر یا بیماری یا مینہ۔ اور عشا کی نماز کو ضرورت کے وقت طلوع
فجر تک موخر کرنا جائز ہے واللہ اعلم اور آن چار میں ایک قضا سے نماز کا وقت ہے اس وقت کا وہی وقت ہے کہ جب اسکے
نماز یاد آجاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی وقت کی نماز کو بھول جاوے یا اسکے وقت سو جاوے
توجب اسکو نماز یاد آوے اسی وقت پڑھ لے من نسی صلوۃ او نام عنہا فلیصلہا اذا ذکرہا۔ میں کہتا ہوں ساری بات
اسمیں یہ ہے کہ اسکے چھوڑنے سے نفس کو طلق العنانی نہو جاوے اور جو کچھ نماز کا فائدہ اور اسکا اثر اسکے ہاتھ سے نکل گیا ہے اسکو
وہ پھر ملجائے۔ علمانے نماز کی خود فوت کرنے کو بھی فوت ہو جانے کے ساتھ ملحق کر دیا ہے اس نظر سے کہ جب خود اس نے نماز کو
فوت کیا ہے تو اسکے پورا کرنے کی حاجت اور بھی زیادہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو جب ایسے حاکم
مقرر ہوں جو نماز کو بیجان کرینگے یعنی اغیر وقت پڑھا کرینگے یہ وصیت فرمائی تو نماز کے وقت پر نماز پڑھا کرنا پھر اگر انکے ساتھ
بھی تجکو نماز ملجاوے تو انکے ساتھ پڑھ لیا کرنا اسلیے کہ وہ تیرے لیے نفل ہو جاویگی۔ میں کہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
کے اندر دو باتوں کا لحاظ کیا ایک تو اسکے بندے اور اسکے خالق میں وسیلہ ہونے کا اور دوسرے اس بات کا کہ وہ اسلام کے شعائر
میں سے ہے اور اسکے تارک پر ملامت کیجاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے برابر میری امت خیریت سے
رہیگی اسوقت تک کہ وہ مغرب کی نماز کو ستاروں کے چمکنے تک دیر کرکے نہ پڑھینگے لا تزال امتی بخیر مالم یوخروا المغرب
الی ان یشتبک النجوم میں کہتا ہوں اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدود شرعیہ کے اندر سستی کرنا دین کے اندر
تحریف اور بگاڑ کا سبب ہو جایا کرتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے سب نمازوں کا دھیان رکھو اور درمیان کی نماز کا حافظوا
علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔ درمیان کی نماز سے نماز عصر مراد ہے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسنے
دونوں ٹھنڈک کیوقت یعنی صبح وشام کی نماز پڑھی جنت میں داخل ہو گیا من صلی البردین دخل الجنۃ۔ اور فرمایا ہے
جسنے عصر کی نماز ترک کردی اسکا عمل ضائع ہو گیا من ترک صلوۃ العصر حبط عملہ۔ اور فرمایا ہے جس شخص کی عصر کی نماز
جاتی رہی تو گویا اسکی اولاد اور مال غارت ہو گیا الذی تفوتہ صلوۃ العصر فکانما وتر اہلہ ومالہ۔ اور فرمایا ہے منافقین
کے اوپر کوئی نماز فجر اور عشا کی نماز سے زیادہ گران نہیں ہوتی اور جو کچھ ان نمازوں کے اندر ہے انکو اگر معلوم ہوتا تو اسکے لیے
آیا کرتے چاہے گھسٹتے کیوں نہوتے لیس صلوۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہما لاتوہما
ولو حبوا۔ میں کہتا ہوں ان تین نمازوں کا زیادہ تر اہتمام اور انکے متعلق ترہیب و ترغیب اسواسطے کی گئی ہیں کہ
ان نمازوں میں سستی اور کاہلی کا مظنہ ہے اسواسطے کہ فجر اور عشا کا وقت تو لوگوں کے سونے کا وقت ہوتا ہے پھر اپنے بستر

اور گناہ سے کوغنودگی اور نیند کی حالتمین خدا تعالی کے لیے وہی شخص کھڑا ہو جائیگا جسکے دلمین خدا تعالی کا یقین اور اُسکا خوف ہے اور عصر کی نماز کا وقت وہ ہے جو انکی دکانون کے چلنے اور خرید و فروخت کرنیکا وقت ہے اور کسان لوگ جب تھک کر چور ہو جاتے ہین تو اسیوقت اپنے گھرونمین آکر پڑتے ہین اور یہ وقت انکی آرام کرنے کا ہوتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایسا نہو کہ تمھاری مغرب کی نماز کے نام مین گنوارون کی بات تمھارے اوپر چل جاوے اور ایک حدیث مین عشا کی نماز کے نام پر آیا ہے لا یغلبنکم الاعراب علی اسم صلوتکم المغرب وفی حدیث آخر علی اسم صلوۃ العشا - مین کہتا ہون کتاب و سنت مین جو ایک چیز کا ایک نام آیا ہے اُسکا دوسرا قسم کا نام رکھ لینا جسکے باعث سے پہلے نام کے متروک ہونے کا خوف ہو ممنوع ہے اسواسطے کہ اس سے دین مین التباس اور کتاب آسمانی کا اثر دشوار ہونا لازم آتا ہے -

اذان کا بیان

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جماعت ایک ضروری اور مقصود چیز ہے اور ایک وقت اور ایک جگہ مین لوگون کا اجتماع بدون اعلام اور آگاہ ہونے کے دشوار ہے تو انھون نے باہم گفتگو کی کہ ایسی چیز کیا ہو جس سے لوگون کو خبر ہو جایا کرے تو کسی نے آگ روشن کرنے کا ذکر کیا تو مجوس کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو منظور نفرمایا کسی نے نرسنگہ بجانے کو کہا تو آپنے یہود کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے اُسکو نامنظور کیا اور کسی نے ناقوس کے لیے کہا تو آپنے نصاری کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے اُسکو نامنظور فرمایا یہ گفتگو کرکے بلا کسی بات کی تعیین کے لوگ اپنے اپنے گھرون کو آگئے اس عرصہ مین حضرت عبد اللہ بن زید نے خواب مین اذان اور اقامت کو دیکھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خواب کو بیان کیا تو آپنے فرمایا سچی خواب ہے اس قصہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ کا مدار مصلحتون پر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اجتہاد کو بھی انمین دخل ہے اور آسانی تو ایک اصل اصیل ہے ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شعائر دین مین ان لوگون کی مخالفت بھی شارع کو منظور ہے جو گمراہی مین حد سے گذر گئے ہین اور نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور بھی بذریعہ خواب یا الہام کے خدا تعالے کی مراد پر مطلع ہو سکتا ہے مگر لوگ اس حکم کے ساتھ مکلف نہین ہو سکتے یا وہ حکم یقینی نہین ہو سکتا جبتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو برقرار نہ رکھا ہو - اور حکمت الہیہ کا مقتضی یہ ہوا کہ اذان کے اندر صرف اعلام اور تنبیہ نہ پائی جاوے بلکہ وہ شعائر اسلام مین سے ایک شعائر ٹھہرایا جاوے - ان لوگون کے سرون پر اُسکے لفظ پکارے جاوین جو مساجد سے علحدہ ہین اور اس نشان مذہب کی عزت کیجاوے اور اُسکا قبول کر لینا لوگون کے دین الہی کے تابع ہو جانے کی پہچان ہو اسلیے یہ بات ضروری ہوئی کہ ذکر الہی اور شہادتین سے اُسکی ترکیب ہو اور نماز کا بلاوا بھی اُسمین پایا جاوے تاکہ جو چیز اُس سے منظور ہے وہ اُس سے صراحتًا سمجھ مین آ جاوے اور اذان کے کئی طریقے مروی ہین مگر سب سے زیادہ صحیح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین

اذان دو دو مرتبہ ایک ایک کلمہ کے کہنے سے ہوتی تھی اور اقامت ایک ایک مرتبہ کے کہنے سے مگر قد قامت الصلوٰۃ
کو موذن دو دو مرتبہ کہا کرتے تھے اُسکے بعد ابی محذورہ کا طریقہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اذان اور اقامت
اسطرح تعلیم فرمائی کہ اذان میں تو اُنیس کلمے اور اقامت میں سترہ کلمے اور میرے نزدیک تو اُسکا حال قرآن کی قرأتون
کا سا ہے کہ سب شافی اور کافی ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پھر اگر صبح کی نماز کا وقت ہے تو
تجھے یہ بھی کہنا چاہیے الصلوٰۃ خیر من النوم - مین کہتا ہون چونکہ یہ سونے اور غفلت کا وقت ہوتا ہے اسلیے زیادہ
تنبیہ کی حاجت ہے لہذا اس لفظ کا بڑھا دینا مناسب ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اذان کہے
تو وہی اقامت بھی کہے من اذن فھو یقیم - مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص نے اذان شروع کی تو
اُسکے بھائی مسلمانون پر ضروری ہوا کہ اُسے جو شافع کا حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ اُسکے لیے مباح ہین کسی کی ملک
نہین ہین اُسمین اُس سے مزاحمت نکرین جسطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی ہوچکے پر
اپنی منگنی نکرے لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ - اذان کے فضائل اسلیے سمجھو کہ ایک تو وہ اسلام کا شعار ہے
اور اسکی وجہ سے کسی ملک کو دار الاسلام ہونیکا حکم ہوتا ہے لہذا حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ اگر آپ
اذان سن لیا کرتے تب تو کچھ نکرتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنتے تو اُس شہر کو غارت کر دیتے ایک یہ کہ وہ نبوت کے
شعبون مین سے ایک شعبہ ہے کیونکہ اسمین اسلام کے بڑے عظیم الشان رکن پر اور اُس عبادت پر جو سب کی اصل ہے
لوگون کی ترغیب ہوتی ہے اور جسقدر خدا تعالی کی رضامندی اور شیطان لعین کو سوزش اُس نیکی مین ہوتی ہے
جو اورون کی طرف متعدی ہو اور اسمین خدا کی بات اونچی رہے کسی چیز مین نہین ہوتی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے شیطان کے
اوپر ایک فقیہ کا دباو بہ نسبت ہزار عابد کے زیادہ ہوتا ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب نماز کے لیے لوگون کی پکار ہوتی ہے تو شیطان وہان سے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے
اور اُسکا گوز نکل جاتا ہے اذا نودی للصلوٰۃ ادبر الشیطان لہ ضراط اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
موذن لوگ سب لوگون سے زیادہ لانبی لانبی گردنون والے ہونگے المؤذنون اطول الناس اعناقا - اور فرمایا ہے
جہانتک موذن کی آواز پہونچتی ہے اُسی قدر اُسکے لیے بخشش ہوگی اور جن و انسان اُسکی گواہی دینگے المؤذن
یغفر لہ مدی صوتہ ویشھد لہ الجن والانس مین کہتا ہون جزا و سزا کا معاملہ معانی کی صورتون کے ساتھ تناسب اور ارواح
کے اشباح کے ساتھ تعلق پر مبنی ہے اسلیے یہ بات ضروری ہوئی کہ موذن کی اورون کے اوپر اُسکی گردن اور آواز کے
اعتبار سے علو شان کا ظہور ہو اور جسطرح اُسکی خدا تعالی کی طرف کو پکار لوگون مین پھیل جاتی تھی اسیطرح خدا تعالی کی
رحمت اُسکے اوپر پھیل جاوے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے طلب ثواب کی غرض سے سات
سال تک اذان دی تو آگ سے اُسکے لیے رہائی لکھدی گئی من اذن سبع سنین محتسبا کتبت لہ براءۃ من النار
اور یہ اسواسطے کہ اس سے اُسکے دل کے اندر تصدیق کا ہونا ظاہر ہوگیا خدا تعالی کی سات سال تک وہی شخص اذان
دیسکتا ہے جسنے اپنے آپکو خدا کے حوالے کر دیا ہو دوسرے یہ کہ اتنے عرصہ تک اذان دیتے دیتے اُسنے اپنے آپ کو اس قابل

بنا لیکر جنت الٰہی سر چھپا جاے۔ خدا تعالیٰ اُس چرواہے کے لیے جو پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چراتا تھا فرماتا ہے میرے اس بندے کو تو دیکھو اذان کہتا ہے اور نماز کی پابندی کرتا ہے مجھسے ڈرتا ہے مین نے اسکو بخش دیا اور مَینے اسکو جنت مین داخل کردیا انظروا الی عبدی ہذا یؤذن و یقیم الصلوٰۃ یخاف منی قد غفرت لہ و ادخلتہ الجنۃ۔ اللہ پاک کا یہ فرمانا کہ مجھسے ڈرتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اعمال کا اعتبار انکے دواعی پر ہوتا ہے جو اُن اعمال پر اُبھارتے ہین اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اعمال انتاج ہونے مین اور انکی [illegible] رواج آنکی دواعی ہوا کرتی ہین پس خدا تعالیٰ سے اُسکا خوف کرنا اور اُسکا اخلاص مغفرت کا سبب ہوگیا اور چونکہ اذان شعائر دینیہ مین سے ایک شعار ہے اور اس شناخت کے لیے بنائی گئی ہے کہ لوگون کا ابتدا الیکا قبول کرلینا اُس سے پہچان لیا کرین اسواسطے اذان کے جواب دینے کا لوگون کو حکم دیا گیا تاکہ انسے جو مقصود ہے جواب دینے مین بھی اسکی نفع ہو جاوے پس جب موذن اللہ اکبر کہے سننے والا بھی جواب مین یہی کہے اور جب شہادتین کو ادا کرے یہ بھی ادا کرے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہے تو جواب دینے والا ان الفاظ کے ساتھ اُسکا جواب دے جس سے عمل کی قوت دینے اور گناہ سے باز رکھنے کی نسبت خاص خدا کی طرف پائی جاے بلا شرکت غیرے یعنی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہے تاکہ عبادت کرتے وقت عجب کے پیدا ہونے کا احتمال جاتا رہے جو شخص خلوص قلبی سے ایسا کریگا جنت مین داخل ہوجائیگا کیونکہ یہ اسکا فعل ظاہری دلی تابعداری اور اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حوالے کر دینے کا عنوان اور اسکی صورت ہے اور پھر اُسکے بعد یہ حکم دیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دعا کرے یعنی اللہم رب ہذہ الدعوۃ اخیر تک پڑھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا قبول کرلینا اور آپ کی محبت اُس سے ظاہر ہو جاوے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذان اور اقامت کے درمیان مین دعا رد نہین ہوتی لا یرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ۔ میرے نزدیک اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رحمت الٰہیہ کا اُسوقت مین شمول ہوتا ہے اور بندے کیطرف سے انقیاد اور تابعداری کے معنی پائے جاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بلال تو رات سے اذان دیدیا کرتا ہے اسواسطے تم لوگ اپنے کھاتے پیتے رہا کرو جبتک کہ ابن ام مکتوم اذان نہ دے ان بلالا ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن مکتوم۔ مین کہتا ہون امام کے لیے مستحب ہے کہ اگر اسکو ضرورت معلوم ہو تو دو موذن مقرر کردے جنکی علحدہ علحدہ کو لوگ پہچانتے ہون اور لوگون کو جتلا دے کہ فلان موذن تو کچھ رات سے اذان دیدیتا ہے تم لوگ اپنے کھاتے پیتے رہا کرو جبتک دوسرا موذن اذان نہ کہدیا کرے اسمین یہ ہوگا کہ پہلی اذان سے جو شخص اُٹھ بیٹھا ہے اور سحری کھا چکا ہے وہ تو آگے کو کچھ اور منگریگا اور جو سو رہا ہے وہ نماز کے لیے اُٹھ بیٹھے گا اور اگر سحری اُسنے نہین کھائی تھی تو اُسکو جلدی سے کھا لیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب نماز کی اقامت ہوجاے تو تم نماز کے لیے بھاگ کر مت آؤ بلکہ اپنی چال سے آؤ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تأتوہا تسعون و أتوہا تمشون۔ مین کہتا ہون اسمین اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ عبادت کے اندر تعمق اور تکلف نکرنا چاہیے۔

مساجد کا بیان

مسجد کے بنانے کی فضیلت اور اسکا التزام اور مسجد مین نماز کا انتظار کرنا ان سب باتون کا مدار اسی پر ہے کہ

کہ وہ شعائر اسلام مین سے ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تمکو مسجد نظر پڑ جاوے یا کسی کو اذان کہتے ہوے
سنو تو پھر کسی کو مت قتل کرو اذا رایتم مسجدا او سمعتم موذنا فلا تقتلوا احدا - اور مسجد کی فضیلت یہ ہے کہ وہ نماز کی جگہ ہے
عابدون کے اعتکاف کرنے کا گھر ہے اور خدا کی رحمت اُسمین اُترتی رہتی ہے اور منسوبہ کعبہ کے ساتھ اُسکو مشابہت ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنے گھر سے پاک ہوکر نماز فریضہ کے لیے نکلا تو اُسکا اجر ایسا ہے جیسے حج کرنیوالے
جو حالت احرام مین ہون اور جو شخص چاشت کی نماز کے لیے نکلا مگر خاص اسی لیے کھڑا ہوا ہے تو اُسکا ثواب عمرہ کرنیوالے
ثواب کے برابر ہے من خرج من بیتہ متطہرا الی صلوۃ مکتوبۃ فاجرہ کاجر الحاج المحرم ومن خرج الی تسبیح الضحی لا ینصبہ الا
ایاہ فاجرہ کاجر المعتمر - اور فرمایا ہے جنت کے باغون مین جب تمہارا گذر ہوا کرے تو اُسمین چرا کرو کسی نے عرض کیا اور جنت کے
باغ کیا ہین آپ نے فرمایا مساجد اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قیل وما ریاض الجنۃ قال المساجد - اور نماز کے اوقات مین
اپنے کاروبار اور اہل وعیال کے سامنے مسجد کیطرف دل کا لگنا صرف نماز کی خاطر اُس شخص کے اخلاص اور اپنے پروردگار
کے سامنے دلی انقیاد اور تابعداری کی دلیل ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب ایک شخص نے
وضو کیا اور اچھے طور پر کیا پھر مسجد کو صرف نماز کی خاطر چلا تو اُسکا جو قدم پڑتا جاتا ہے اُسکی وجہ سے اُسکا ایک درجہ بلند اور
ایک گناہ کم ہوتا چلا جاتا ہے پھر جب اُسنے نماز پڑھی تو جبتک وہ اپنی نماز مین رہتا ہے برابر فرشتے اُسکے لیے دعا مانگتے
رہتے ہین کہ خدایا اسپر فضل کر خدایا اسپر رحم کر اور تم مین سے جبتک کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے نماز ہی مین رہتا ہے اذا
توضاء فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا یخرجہ الا الصلوۃ لم یخط خطوۃ الا رفعت لہ بہا درجۃ وحط عنہ بہا خطیئۃ
فاذا صلی لم تزل الملائکۃ تصلی علیہ ما دام فی مصلاہ اللہم صل علیہ اللہم ارحمہ لا یزال احدکم فی صلوۃ ما انتظر الصلوۃ -
اور مسجد کا بنانا اعلاء کلمۃ اللہ مین تائید کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کو مسجد کو جاتا ہے یا رات کو
خدا تعالے اُسکے لیے جنت کی مہمانی ہر صبح کے جانے اور رات کے جانے پر تیار کرتا ہے من غدا الی المسجد او راح اعد اللہ لہ نزلہ
من الجنۃ کلما غدا او راح مین کہتا ہون اس سے معلوم ہوا کہ ہر صبح اور رات کے جانے مین ہمیشہ کی ملکیہ کے لیے تابعداری پائی
جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص خدا تعالے کے لیے مسجد بناویگا خدا تعالے اُسکے لیے جنت مین ایک
گھر بناویگا من بنی للہ مسجدا بنی اللہ بیتا فی الجنۃ اسکی وجہ میرے نزدیک یہی ہے کہ اعمال کی جزا اُنکی صورت پر ہوتی ہے
اور وضو کے جاتے رہنے سے نماز کے انتظار کا ثواب اسواسطے نہین رہتا کہ جب اُسکا وضو نہین رہا تو نماز کے لیے اُسکی تیاری
نہین باقی رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور مسجد حرام کو ثواب کے زیادہ ہونے مین فضیلت حاصل ہونے کی کئی
وجہ ہین ایک تو ان مواضع مین خاص خاص فرشتے مقرر ہین جو وہان کے باشندون پر گھرے رہتے ہین اور جو وہان آتا ہے
اُنکے لیے دعا کرتے رہتے ہین دوسرے ان مواضع کی آبادی شعائر الہی کی تعظیم اور اعلاء کلمۃ اللہ مین داخل ہے تیسرے ان
مواضع مین جانے سے ائمہ دین کا حال یاد آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے بجز تین مسجدون کے کہین کو کجاوے نہ
کسے جاوین مسجد حرام اور مسجد اقصی اور میری یہ مسجد مین کہتا ہون اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ اپنے زعم مین جن مقامات کو
واجب التعظیم جانتے تھے اُن مقامات کی زیارت کرنے اور برکت کے لیے سفر کیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ انہین کسعد دین کی

تحریف اور اسکا بگاڑ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فساد کے مٹانے کے لیے یہ فرمایا تاکہ جو چیزیں شعائر الٰہی نہیں ہیں
وہ شعائر میں داخل نہ کیجائیں اور عبادت غیراللہ کا یہ ذریعہ نہ بنجاے اور میرے نزدیک حق یہ بات ہے کہ اولیاء اللہ میں سے
کسی کی قبر یا اسکی عبادت کرنے کی جگہ اور کوہ طور سب اسی کے اندر داخل ہو ہمیں برابر ہیں - واللہ اعلم

مسجد کے آداب کے کئی طور ہیں ایک تو نفس مسجد کی عظمت کا لحاظ کرنا اور اپنے نفس کو زبردستی اس بات پر مجبور کرنا
کہ اور خیالات اس سے دور ہوں اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد مطلق العنانی کے طور پر نہ رہنا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آوے تو اسکو بیٹھنے سے قبل دو رکعت پڑھ لینی چاہیے اذا دخل احدکم
المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس اور ایک مسجد کو ان چیزوں سے جنسے لوگ نفرت کرتے ہیں اور انکو ناپاک جانتے ہیں
نظافت اور پاکی کا خیال رکھنا چاہیے جسکی نسبت راوی کہتا ہے کہ حکم دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے بنانے اور
اسکے پاک صاف اور معطر رکھنے کا امر ببناء المسجد وان تنظف وتطیب - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
میری امت کے اجر میرے سامنے پیش کیے گئے یہانتک کہ کوڑے کا اجر جسکو کوئی شخص مسجد سے نکال دیتا ہے عرضت علی اجور
امتی حتی القذاۃ یخرجہا الرجل من المسجد - اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسجد میں تھوکنا ایک خطا ہے اور اسکا
کفارہ یہ ہے کہ اسپر خاک ڈالدے البزاق فی المسجد خطیئۃ وکفارتہا دفنہا - اور ایک یہ ہے کہ ایسی بات کوئی نکرے
جس سے عبادت کرنیوالوں کا دل اچاٹ ہوجاوے اور بازار کا سا شور وغل نکرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اسکا ترکش روک لے امسک بنصالہا اور فرمایا ہے جو کسی شخص کو مسجد کے اندر اپنی گم شدہ چیز کے لیے آواز دیتا ہو اسکو
یہ کہنا چاہیے کہ خدا تعالے اسکو تیرے پاس لوٹا کر نہ لاوے اسواسطے کہ مسجدیں اسلیے نہیں بنائی گئی ہیں من سمع رجلا
ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردہا اللہ الیک فان المساجد لم تبن لہذا - اور فرمایا ہے جب تم کسی شخص کو مسجد میں
خرید یا فروخت کرتا دیکھو تو کہدو کہ خدا تعالے تیری تجارت میں نفع نہ دے اذا رأیتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا
لا اربح اللہ تجارتک - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کے اندر شعر خوانی اور قصہ خوانی اور حدود کے قائم
کرنے سے منع فرمایا ہے میں کہتا ہوں کہ مسجد کے اندر گم شدہ چیز کے لیے آواز دینا اسواسطے منع کیا گیا کہ وہ ایک قسم کا
شور اور نمازیوں اور ان لوگوں کا جو اعتکاف کے اندر ہیں دل اچاٹ کرنیوالا ہے اسلیے اسکے منع کرنے کے واسطے
یہ بددعا کرنا مناسب ہوا جسمیں شور کرنیوالے کی ذلت سمجھی جاتی ہے اور بددعا میں اسکے مطلوب کے مخالف امر ذکر کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی علت
بیان فرمائی کہ مسجدیں اسواسطے نہیں بنائی گئیں ہیں یعنی وہ تو نماز کے لیے اور خدا کی یاد کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں
اور مسجد کے اندر خرید فروخت کرنے سے اسواسطے منع فرمایا تاکہ مسجد کو لوگ بازار نہ بنالیں اور اسمیں خرید و فروخت کیا کریں
اور اسکی عظمت اور عزت ذہنوں سے نکلجاے اور نمازیوں اور معتکفوں کا دل ہٹ جاوے اور اشعار سے منع کرنے کی بھی
وجہ یہی ہے جو ہمنے بیان کی علاوہ بریں اشعار کے پڑھنے میں ذکر الٰہی سے اعراض اور نیز اوروں کو اعراض کی ترغیب
پائی جاتی ہے اور قصہ گوئی اور حدود کے قائم کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اسمیں شور وغل اور رونے پیٹنے کا اور نمازیوں کے
دل ہٹنے کا احتمال ہے مگر وہ اشعار کہ جنمیں ذکر الٰہی یا حضور نبوی کی نعت وغیرہ اور کفار کا جلانا پایا جاوے اس سے مستثنیٰ ہیں

اسواسطے کہ وہ غرض شرعی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو یہ دعا دی ہے کہ خدایا روح القدس سے اسکی تائید کر اللھم ایدہ بروح القدس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی حائض اور جنب کے واسطے مین مسجد کو حلال نہین کرتا انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب مین کہتا ہون اسکی وجہ مسجد کی تعظیم ہے اسواسطے کہ بڑی تعظیم ایک چیز کی یہ ہے کہ بغیر طہارت کے آدمی اسکے پاس جا سکے مگر بے وضو کے مسجد مین آنے سے ممانعت کرنے مین حرج عظیم تھا اور جنب اور حائض کی ممانعت کرنے سے کچھ دقت نہین ہے دوسرے یہ کہ جنب اور حائض کو نماز سے بہت بُعد ہے اور مسجد نماز ہی کے لیے موضوع ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اس بدبودار درخت کو کھاوے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آوے کیونکہ جس چیز سے لوگون کو تکلیف ہوتی ہے فرشتون کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے من اکل ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس مین کہتا ہون وہ بدبودار درخت پیاز یا لہسن ہے اور ہر بدبودار چیز کا حکم یہی ہے اور فرشتون کی تکلیف پانے کے معنی یہ ہین کہ انکو وہ چیز بُری معلوم ہوتی ہے اور اس سے نفرت کرتے ہین کیونکہ وہ پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ اور خوشبودار چیزون کو پسند کرتے ہین اور انکی اضداد چیزون سے انکو نفرت ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم مین سے جب کوئی شخص مسجد مین آوے تو اسکو یہ کہنا چاہیے اللھم افتح لی ابواب رحمتک پھر جب مسجد سے باہر آوے تو کہے اللھم انی اسئلک من فضلک مین کہتا ہون جانیوالے کے لیے طلب رحمت کی تخصیص اور باہر آنیوالے کے لیے طلب فضل کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مین رحمت نفسانی اور اخروی نعمتین مراد ہوا کرتی ہین جیسے ولایت اور نبوت چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وَرَحْمَةُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ترجمہ۔ اور تیرے رب کی رحمت اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہین بہتر ہے اور فضل سے دنیاوی نعمتین مراد ہوتی ہین جیسے فرمایا ہے فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ ترجمہ۔ پھر جب نماز ہو چکے تو پھیل جاؤ زمین مین اور خدا کے فضل کے طالب ہو۔ اور جو شخص مسجد مین جاتا ہے اسکی غرض قرب الہی کا حاصل ہونا ہوتا ہے اور مسجد سے نکلکر پھر روزی تلاش کرنیکا وقت ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس ترجمہ۔ تم مین سے جب کوئی شخص مسجد مین جاوے تو بیٹھنے سے پہلے اسکو دو رکعت پڑھ لینی چاہیئین مین کہتا ہون یہ اسواسطے مقرر کیا گیا کہ جو مکان نماز کے لیے وضع کیا گیا ہے اسکے اندر جاتے ہی نماز نہ پڑھنا باعث حسرت ہے دوسرے اسمین ایک امر محسوس سے نماز کیطرف رغبت ٹھیک ٹھیک ہو جاتی ہے اور اسمین مسجد کی تعظیم بھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ والحمام ترجمہ۔ بجز مقبرہ اور حمام کے تمام زمین سجدہ گاہ ہے اور سات جگہ مین نماز پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کوڑی۔ مقبرہ۔ مذبح۔ رستہ۔ حمام۔ اونٹونکے بیٹھنے کی جگہ۔ اور بابل کی زمین مین نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اسپر خدا تعالی کی لعنت ہو چکی ہے۔ مین کہتا ہون کوڑی اور مذبح مین نماز سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ نجاست کے مقام ہین اور نماز کے لیے نظافت اور طہارت مناسب ہے اور مقبرہ کے اندر نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ لوگ وہان نماز پڑھتے پڑھتے اولیاء اور علماء کی قبرون کی بتون کیطرح

پرستش شروع نکردین اور یہ شرک جلی کی صورت ہے یا ان مواضع مین نماز پڑھنے کو زیادہ تر قربت الٰہی کا سبب سمجھنے لگین
اور یہ شرک خفی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اسکے فرمانے سے یہی ہے لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا
قبور انبیائہم مساجد۔ یہود و نصاری پر خدا کی لعنت ہو جو انھون نے اپنے انبیا کی قبرون کو سجدہ گاہ بنالیا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے غروب و طلوع اور استوا کے وقت جو نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے وہ بھی اسی
کی نظیر ہے اسواسطے کہ کفار ان اوقات مین آفتاب کو سجدہ کیا کرتے تھے اور حمام مین نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ
وہان لوگون کے ستر کھلتے ہین اور لوگ آتے جاتے رہتے ہین ان باتون سے نمازی کا دل بٹ جائیگا اور حضور قلب سے
وہ اپنی التجا نہ کرسکیگا اور جہان اونٹ باندھے جاتے ہین ان مواضع مین نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ اونٹ
ایک عظیم الجثہ جانور ہے اور جسکو پکڑ لیتا ہے پھر چھوڑتا نہین اور پھر اُسکی عادت بھی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ لوگون کو
ستاتا ہے یہ باتین ایسی ہین کہ وہان کھڑا ہوکر نمازی کا دل نماز مین نہ لگیگا بخلاف اُن مواضع کے جہان بکریان بندھی
ہوتی ہین اور بیچ سڑک مین نماز سے اسواسطے ممانعت کی گئی کہ اول تو راہ چلنے والون سے اُسکا دل بٹے گا اور رستہ بھی
لوگون پر تنگ ہوگا دوسرے درندے وغیرہ اُدھر کو ہوکر نکلتے ہین جیساکہ وہان اُترنے سے نہی صریح وارد ہے اور بیت اللہ
کی چھت پر نماز پڑھنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بلاضرورت بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسمین ایکطرح کی
بیحرمتی ہے اور اسکا بھی یقین نہین کہ ایسے وقت مین استقبال القبلہ کے معنی پائے جاتے ہون۔ اور جس مین یہ
خسف وغیرہ یا پتھر برسانے سے خدا کی لعنت ہوچکی ہے اُسمین نماز پڑھنے سے ان چیزون کا ہلکا سمجھنا پایا جاتا ہے
دوسرے جو مقام غضب کے ہین اُنسے خدا تعالے کا خوف اور ہیبت کرکے دور رہنا چاہیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے ولا تدخلوہ الا باکین۔ اور وہان جب جاؤ روتے ہوے جاؤ۔

نمازی کے کپڑون کا بیان

معلوم کرو کہ کپڑون کا پہننا ایسی چیز ہے کہ اسکی وجہ سے انسان کو تمام بہائم سے امتیاز حاصل ہے اور کپڑے کا
پہننا انسان کے لیے بہترین حالات مین سے ہے اور اسمین ایک قسم کی طہارت بھی پائی جاتی ہے اور نمازکی بھی اسمین
تعظیم ہے اور رب العالمین کے روبرو عرض کرنے کے آداب مین شامل ہے اور وہ خود ایک واجب چیز ہے مگر نماز کے اندر
اُسکو شرط کردیا گیا ہے اسواسطے کہ نماز کے معنی کی تکمیل اُسپر موقوف ہے اور شارع نے اُسکی دو حدین قرار دی ہین ایک
وہ حد ہے کہ اُسکے بغیر چارہ نہین اور نماز صحیح نہین ہوسکتی اور ایک استحباب کی حد ہے پہلی حد مرد کے لیے پیشاب اور
پاخانہ کا مقام ہے اور ان دونون مین بھی پیشاب کا مقام بہت ہی زیادہ ضروری ہے اور دونون رانین بھی
انھین کے ساتھ ملحق ہین اور عورت کے لیے اُسکا تمام بدن ستر ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لا تقبل صلوۃ حائض الا بخمار۔ حائض یعنی بالغ عورت کی نماز بدون اوڑھنی کے قبول نہین ہوتی اور رانکو دونون مقامون
کے ساتھ اسواسطے ملحق کردیا ہے کہ وہ بھی دونون محل شہوت ہین اور ایسے ہی تمام بدن عورت کا محل شہوت ہے

اسوجہ سے وہ بھی اُنھین کے ساتھ ملحق ہے اور لباس مستحب کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ منہ شی وقال اذا کان واسعا فخالف بین طرفیہ - تم مین سے کوئی شخص ایک کپڑے مین اسوقت کہ اُسکے کاندھے پر وہ کپڑا بالکل نہو نماز نہ پڑھے اور فرمایا ہے اگر کپڑے مین گنجایش ہو تو اُسکے دونون طرف ادھر اُدھر ڈال لے اور اسمین نکتہ یہ ہے کہ تمام عرب اور عجم اور تمام وہ لوگ جنکا مزاج ٹھیک ٹھیک انسانیت پر ہے علی اختلاف الاوضاع سب کا پورا لباس اور پوری ہیئت کی درستی اسی مین ہوتی ہے کہ اُنکے پشت اور کاندھے کپڑے سے ڈھک جائین خواہ اُنکے لباس کی کچھ ہی وضع کیون نہو قبا ہو یا قمیص ہو یا حلہ ہو یا کچھ ہو اور ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنے کی نسبت دریافت کیا تو انھون نے اُسکے جواب مین فرمایا کیا سب کے لیے دو کپڑے ہوا کرتے ہین پھر حضرت عمرؓ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب اللہ گنجایش دے تو گنجایش دینا چاہیے مین کہتا ہون بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حد اول کی نسبت دریافت کیا گیا تھا اور حضرت عمرؓ کا قول حد ثانی کا بیان ہے اور ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حد ثانی کا ہی سوال کیا گیا ہو مگر آپ نے اس بنا پر کہ دو کپڑون کا حکم دینے مین اگرچہ استحباب کے لیے ہی وہ شرط ہون ایک قسم کا حرج ہے دو کپڑون کا حکم نہین دیا اور یہ بھی تھا کہ جس شخص کو دو کپڑے میسر ہوتے اپنے زعم مین نماز کے مکمل ہونے کا اُسکو خیال رہتا اور اسواسطے اُسکی نماز غیر مکمل ہوتی اور جب حضرت عمرؓ نے یہ بات معلوم کر لی کہ احکام کے مقرر کرنے کا وقت تو گذر گیا ہے اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ نماز کے اندر لباس کی تکمیل مستحب ہے اسواسطے اُسکے موافق یہ جواب دیدیا واللہ اعلم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کی نسبت جسکا نماز پڑھنے مین سر پیچھے کی جانب کو بندھا ہوا تھا فرمایا انما مثل ہذا مثل الذی یصلی وہو مکتوف اس شخص کا حال ایسا ہے جیسے شانے بندھے ہوئے ہون مین کہتا ہون اس سے آپ نے یہ بات بتلادی کہ صورت اور لباس اور شکل کا بگاڑ لینا کراہت کا موجب ہوتا ہے - مین کہتا ہون نمازی کیواسطے ضروری ہے کہ جو چیز اُسکے نماز مین خلل ڈالے اور اُس سے دل بٹتا ہو تو اُس چیز کی خوبصورتی سے یا الفت کے اڑانے کیوجہ سے اُسکو اپنے سے علیحدہ کر دے تاکہ جو نماز سے مقصود ہے وہ پورے طور پر حاصل ہو سکے اور یہودی لوگ اپنے جوتون اور موزون مین نماز پڑھنے کو برا جانتے تھے اسلیے کہ اسمین ایک قسم کی ترک تعظیم ہے کیونکہ بڑے لوگون کے پاس جاتے وقت جوتون کو اُتار لیا کرتے ہین چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی - اپنے جوتے اُتار دے تو پاکیزہ میدان طوی مین ہے اور جوتے اور موزے کے اندر ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ لباس کی تکمیل اُسپر موقوف ہے اسلیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کی وجہ سے قیاس اول کو ترک کر کے اور دوسرے قیاس کو ہمیشہ کے لیے جاری رکھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خالفوا الیہود فانہم لا یصلون فی نعالہم و خفافہم - یہود کی مخالفت کرو اسلیے کہ وہ اپنے جوتون اور موزون کے ساتھ نماز نہین پڑھتے ہین - پس صحیح یہ ہے کہ جوتہ پہنکر نماز پڑھنا اور ننگے پیرون نماز پڑھنا برابر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر سدل کرنے سے منع فرمایا ہے اور سدل کے معنی مین اختلاف ہے بعض تو کہتے ہین اسکی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے اوپر ایک کپڑا اسطرح اوڑھ لے کہ ہاتھ بھی اُسکے اندر ہی رہین اور عنقریب آتا ہے کہ اشتمال الصماء یعنی

یعنی بدن پر اسطرح کپڑا لپیٹ لینا کہ ہاتھ اندر رہین بدترین لباسون کا ہے کیونکہ ہاتھون کا چھوٹا ہوا رکھنا عادت انسانی اور اسکی طبیعت مین داخل ہے اور یہ ہیئت بالکل اُسکے خلاف ہے دوسرے اسکے اندر ستر کے کھلنے کا ہر وقت اندیشہ ہے کیونکہ بسا اوقات آدمی کو ہاتھ کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس سے ضرور ستر کھل جائیگا۔ اور بعض کے نزدیک سدل کے معنی یہ ہین کہ دینے اوپر کوئی کپڑا ڈال لے اور اُسکے دونون جانب چھٹے رہین ایسے بھی وضع اور شکل مین نقصان ہوتا ہے اور ہیئت کے پورا اور مکمل ہونے سے ہماری یہ مراد ہے کہ جسکو عرف اور عادت مین یہ کہہ سکین کہ جو چیز لباس وغیرہ مین ہونی چاہیے آئین وہ سب موجود ہے کسی کی کمی نہین ہے اور ہر ایک لباس کی وضع جدا گانہ ہے مگر سب لباسونین تلاش کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پورا لباس ہر ایک وقت کے لیے ضرور ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عرب کے دستور پر جو اس زمانہ مین اُنکے لباس کا دستور تھا حکم دیا ہے۔

قبلہ کا بیان

جب حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ مین تشریف لائے تو چھ یا سات مہینے تک بیت المقدس کیطرف نماز ادا کرتے رہے پھر کعبہ کی طرف منھ کرنے کا حکم ہوا اور یہ حکم ہمیشہ کے لیے مقرر ہو گیا۔ مین کہتا ہون اسکے اندر یہ بھید ہے کہ خدا تعالے کے شعائر اور اُسکے گھرون کی لوگون پر چونکہ تعظیم کرنی واجب تھی خاصکر اُس عبادت مین جو سب عبادتون اور سب ارکان اسلام کے اصل اور شعائر دین مین سب سے زیادہ نامی شعار ہے اور خدا تعالے کی رضامندی کے طالب ہونے کے لیے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی ایسی چیز کی طرف نماز مین توجہ کرنا جسکو خدا تعالے کے ساتھ ایک طرح کی خصوصیت ہے باعث اجتماع خاطر اور خشوع کی حالت پر رغبت پیدا ہونے کا سبب ہے اور اقرب بحضور قلب ہے کیونکہ اسکی صورت ایسی ہے جیسے بادشاہ کے روبرو کھڑا ہو کر اپنی عرض معروض کرتا ہے اسواسطے حکمت الہیہ کا مقتضی یہ ہوا کہ تمام شرائع کے اندر نماز مین قبلہ رخ کھڑا ہونا شرط کیا جائے خواہ کوئی قبلہ ہو اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام اور جو اُنکے دین کے لوگ تھے کعبہ کیطرف منھ کیا کرتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُنکی اولاد کا قبلہ بیت المقدس تھا یہ اصل تمام شرائع کے اندر مسلم ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور اوس وخزرج اور یہود کے جو اُنکے حلیف تھے آپنے تالیف قلوب چاہی اور اُنھین لوگون نے آپ کی مدد کی اور وہی اول اہل اسلام ٹھہرے منجملہ اُنکو نفع پہنچا اور مضر اور اُنکے قریب کے لوگ بڑے دشمن تھے اور تمام دنیا سے زیادہ اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد تھا اسواسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کیطرف رخ کرنیکا حکم دیا اسواسطے کہ عبادات مین اصل یہ ہے کہ جس ملت مین رسول بھیجا گیا ہے اور جن لوگون نے اُسکی معاونت کی ہے اور جنکو خدا تعالی نے لوگون کے لیے گواہ مقرر کیا ہے اُنکے اوضاع اور طریقون کا لحاظ کیا جاوے اور وہ لوگ اُسوقت مین اوس وخزرج ہی تھے اور یہود کے علوم کو وہ بہت ہی مانتے تھے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے آیہ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ کی تفسیر مین اسکو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ انصار کا گروہ تو بت پرست تھا اور جن لوگون کے وہ ساتھی تھے یعنی یہود کے وہ اہل کتاب تھے تو یہ لوگ یہودیون کو

اپنے اوپر فضیلت سمجھتے تھے اور بہت سے کاموں میں اُنکا اقتدا کرتے تھے اخیر حدیث تک اور نیز شرائع کے اصول سے یہ بات ہے
کہ ملت حنفیہ کے موافق وہی بجز اُن باتوں کے جو لوگوں نے اپنی طرف سے تحریفات اور تعمقات کر کے گھٹا بڑھا لی ہیں اگر ایک ملت
باقی اور ملت حنفیہ کے موافق ہوتی ہے تو لوگوں کے قلب اُس سے اکھڑتے نہیں ہیں اور ایسے وقت یہود اُنکے اوپر اتمام حجت
پورے پورے طور پر ہو سکتی ہے اور یہود برابر آسمانی کتب کا بیان کرتے رہتے ہیں اور اُسپر عمل کرتے تھے پھر خدا تعالے نے
اپنی آیات کو محکم اور منضبط کیا اور اُنکی نسبت جو چیز زیادہ تر مصلحت کے موافق تھی اور قواعد تشریع کے اعتبار سے
زیادہ تر پائدار تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لوازمات کے اندر الفاظ وحی اُس سے مطلع کر دیا اسی کی وجہ سے آپکو اس بات کی
تمنا پیدا ہو گئی کہ کعبہ کیطرف منہ کرنیکا حکم ہو جاوے اور آپ اسی آرزو میں تھے کہ حضرت جبرئیل یہ حکم لائے ہوں آسمان کیطرف
منہ کر کے ادھر اُدھر دیکھا کرتے تھے اور پھر دوبارہ ذات پاک نے قرآن کے اندر نازل فرما کر اُس سے مطلع کر دیا اور وجہ اُسکی یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن لوگوں میں مبعوث ہوئے جو ملت اسماعیلیہ پر چلتے تھے اور خدا تعالے کے علم میں یہ امر پہلے
سے ہی مقدر تھا کہ وہی لوگ اُس دین کے حامی اور مددگار ہونگے اور رسول کے بعد لوگوں پر خدا تعالے کے گواہ وہی لوگ
ہونگے اور اُسکی امت کے خلیفہ وہی بنینگے اور یہودیوں سے قدر قلیل ہی ایمان لائینگے۔ اور پھر انکے نزدیک کعبہ شعائر
الٰہی میں سے ایک شعار ہے اُنکے ادنی اور اعلی کے دلمیں یہ بات سما رہی ہے اور کعبہ کی طرف منہ کرنا اُنکا طریقہ برابر
چلا آتا ہے پھر اُس سے منہ پھیرنے کی کیا وجہ اور چونکہ قبلہ کو رخ کرنا نماز کی صرف تکمیل کے لیے شرط ہے اور ایسی شرط نہیں ہے
کہ نماز کا اصل نفع بدون اُس شرط کے حاصل ہونا غیر ممکن ہو اسواسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق جو تاریک
رات میں اٹکل سے کسی جانب کو کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے اور فی الحقیقت اُسکا منہ قبلہ کو نہو اللہ پاک کا یہ فرمان پڑھ دیا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ
جسطرف تم متوجہ ہو خدا کی ذات وہیں ہے جس سے آپنے اس بات کیطرف اشارہ کر دیا کہ ضرورت کیوقت اسطرح اُنکی نماز جائز ہو جاتی ہے

سُترہ کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَو یَعلَمُ المارّ بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان اَن یَقِفَ اربعینَ خیرًا لہ
مِن اَن یَمُرَّ بین یدیہ - نماز پڑھتے ہوئے کے سامنے ہو کر جو شخص گذرتا ہے اگر اُسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ اُسپر کیا وبال لازم
آتا ہے تو چالیس تک یعنی چالیس سال تک اُسکو کھڑا رہنا اُسکے سامنے ہو کر گذرنے سے بہتر معلوم ہو - میں کہتا ہوں اسمیں
یہ بھید ہے کہ نماز شعائر الٰہی میں سے ہے اور اُسکی تعظیم واجب ہے۔ اور چونکہ نماز سے اُس حالت کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے جو
غلام کو اپنے مولی کے سامنے سکون اور خاموشی کے ساتھ خدمت کے لیے کھڑے ہوتے وقت ہوا کرتی ہے اسواسطے نماز کی ایک
تعظیم یہ بھی مقرر کی گئی کہ کوئی گذرنیوالا نمازی کے سامنے ہو کر نہ گذرے کیونکہ آقا اور اُسکے غلاموں کے درمیان جو وسطہ ہے
اُسکے سامنے کھڑے ہوئے ہیں گذرنا سخت بے ادبی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان احدکم اذا قام
فی الصلوۃ فانما یناجی ربہ بینہ وبین القبلۃ الحدیث - جب تم میں سے نماز کے لیے کوئی کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے
عرض معروض کیا کرتا ہے اور اُسکا رب اُسکے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے - اور اُسکے ساتھ ایک بات یہ بھی ہے کہ نمازی

سامنے گذرنے سے اُسکا دل اکثر بٹ جاتا ہے اسیواسطے نمازی کو اُسکے ہٹا دینے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے فلیقاتلہ فانہ شیطان۔ تو اسکو مار دینا چاہیے۔ مین کہتا ہون اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ سجدہ اور تشہد ملکے نماز کی صحت کیلیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سامنے سے وہ جگہ عورت اور گدھے اور کتے سے خالی ہو کیونکہ وہ شیطان ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تقطع الصلوۃ المراۃ والحمار والکلب الاسود عورت اور گدھا اور سیاہ کتا نماز کو تباہ کردیتے ہین اور اسمین یہ بھید ہے کہ نماز سے مناجات اور رب العالمین کے روبرو کھڑا ہونا منظور ہوتا ہے اور عورت کے پاس ہوکر گذر جانا اور عورت کے ساتھ صحبت اور اختلاط ایسی چیزین ہین جو اس حالت کے بالکل حالت پیدا کرنے کے اکثر باعث ہوتی ہین اور کتے کو شیطان ہونے کیوجہ ہم بیان کرچکے ہین خاصکر سیاہ کتا کیونکہ اسکا مزاج لوا اور کتون سے بھی خراب ہوتا ہے اور گدھا بھی بمنزلہ شیطان کے ہی ہے کیونکہ بسا اوقات لوگون کے سامنے اپنے مادہ سے وہ مشغول ہوجاتا ہے اور کبھی خود ہی اُسکے آلہ کو حرکت ہوتی رہتی ہے لہٰذا نماز کے اندر اُسکا دیکھنا غالباً اس حالت کے اندر مخل ہوگا جو نماز سے مقصود ہوتی ہے مگر حفاظ صحابہ وفقہا صحابہ نے جنمین سے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو سعیدؓ وغیرہم بھی ہین اس حدیث پر عمل نہین کیا ہے اور انھون نے اس حدیث کو منسوخ سمجھا ہے اگرچہ اُنکی نسبت جسے جو انھون نے استدلال قائم کیا ہے اُسمین کچھ کلام ہے اور یہ اُن مواضع مین سے ایک ہے جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کرنیکے دو مختلف طریقے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل موخرۃ الرحل فلیصل ولا یبال بمن وراء ذلک۔ تم مین سے جب کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پشتے کے برابر کوئی چیز رکھلے تو پھر وہ نماز پڑھے اور اُس سے پرے جو کوئی گذرے اُسکی کچھ پروا نہ کرے۔ مین کہتا ہون چونکہ مطلقاً گذرنے سے ممانعت کرنیمین حرج عظیم تھا اسواسطے آپنے سترہ کے کھڑا کرنیکا حکم دیا تاکہ ظاہر مین نماز کی زمین اور زمین سے علیحدہ ہوجاکے اور پاس سے گذرنا بھی ایسا سمجھا جاوے جیسے دور سے گذرنا۔

اُن اُمور کا بیان جو نماز کے اندر ضروری ہین

معلوم کرو کہ نماز کے اندر تین چیزین اصل ہین۔ دل سے خدا کے سامنے پست ہوجانا۔ اور زبان سے اُسکا ذکر کرنا۔ اور بدن سے غایت درجہ خداتعالیٰ کی تعظیم کرنا۔ یہ تین چیزین ایسی ہین کہ تمام اُمتون کا اس بات پر کہ یہ چیزین نماز کے اندر ہوتی ہین اتفاق کرلیا ہے اگرچہ انکے ماسوا اور باتوںمین اُنکے اندر باہم اختلافات ہین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعذار کے وقت جہان کہین معافی دی ہے انکے سوا مین دی ہے اور انکے اندر کہین معافی نہین دی۔ اور وتر کے اندر آپنے فرمایا ہے وان لم تستطع فاوم ایماء۔ اور اگر تجکو طاقت نہو تو اشارہ کرلے اشارہ۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ نماز کی انکے واسطے دو حدین مقرر کیجائین ایک تو وہ حد کہ اُسکے اندر کمی سے نماز سے عہدہ برائی نہو سکے اور ایک وہ حد کہ جس سے نماز کامل اور پوری پوری مفید ہوسکے حد اول مین تو وہ باتین ہین کہ اگر اُنمین سے کوئی باقی رہجاوے تو نماز کا اعادہ کرنا واجب ہو اور وہ باتین کہ اُنکے ترک کرنے سے نماز مین نقص لازم آتا ہے

اور اعادہ واجب نہیں ہوتا اور وہ باتیں کہ اُنکے ترک کرنے سے تارک سخت ملامت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ نماز کے اندر نقص پیدا
ہونیکا یقین نہیں ہوتا اور تینوں مراتب کے اندر فرق بہت مشکل ہے اور اُسکے اوپر کوئی نص صریح یا اجماع نہیں ہے مگر کہیں اُسکے علم
یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے اندر بہت بڑا اختلاف ہو پڑا اور اصل اسمین اُسی شخص کے متعلق جسنے بُرے طور پر نماز پڑھی تھی تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا ارجع فصل فانک لم تصل یعنی لوٹ جا اور نماز پڑھ کیونکہ تو نے
نماز نہیں پڑھی دو مرتبہ ایسا ہوا یا تین مرتبہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اذا قمت الی الصلوٰۃ فاسبغ
الوضوء ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرأ بما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تستوی
قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم افعل
ذلک فی صلوٰتک کلہا جب تو نماز کے لیے اُٹھے تو پورا پورا وضو کر پھر قبلہ رو کھڑا ہو تکبیر کہہ پھر جسقدر تجھے میسر ہو قرآن پڑھ
پھر رکوع کر اتنا کہ اطمینان سے رکوع ہو جاوے پھر اپنا سر اوپر کو اُٹھا اتنا کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جاوے پھر اطمینان کے ساتھ
سجدہ کر پھر سجدہ سے اُٹھکر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جا پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدہ سے اُٹھکر اطمینان سے بیٹھ جا
اور تمام اپنی نماز میں اسطرح کر۔ اور ترمذی کی روایت میں اسکے ساتھ یہ بھی ہے فاذا فعلت ذلک فقد تمت صلوٰتک
وان انتقصت منہا انتقصت من صلوٰتک۔ پس تو نے جب یہ کیا تب تو تیری نماز پوری ہوئی اور اگر اس سے کچھ
گھٹایا تو اپنی نماز میں سے تو نے گھٹا دیا۔ ترمذی نے بیان کیا ہے یہ نسبت پہلی روایت کے جسمیں یہ زیادتی نہیں ہے
اس روایت میں اُنکے لیے آسانی ہے کیونکہ اس روایت کے موافق ان باتوں میں سے کسی بات کی کمی کرنے سے اگرچہ نماز
ناقص ہوئی مگر ہو تو گئی یہ نہیں کہ بالکل نماز نہیں ہوئی۔

اور ایک حد اول میں وہ چیزیں داخل ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رُکنیت کے لفظ سے بیان فرمایا ہے
جیسے آپنے فرمایا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ بغیر فاتحۃ الکتاب کے نماز نہیں ہوتی اور فرمایا ہے لا تجزئ
صلوٰۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود۔ جبتک رکوع و سجود میں آدمی کی پشت سیدھی نہو تبتک آدمی کی
نماز پوری نہیں ہوتی۔ اور ایک وہ باتیں داخل ہیں کہ جنکے ساتھ شارع نے نماز کو تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اس سے ان چیزوں کے
نماز کا رکن ہونے پر تنبیہ بلیغ پائی جاتی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام رمضان اور فرمایا ہے
فلیرکع رکعتین اور اللہ پاک فرماتا ہے وارکعوا مع الراکعین۔ اور فرماتا ہے وادبار السجود اور فرماتا ہے وقوموا
للہ قانتین۔ اور ہر ایک وہ باتیں جنکو اسطور سے بیان کیا ہے کہ اُنکا ضروری ہونا مفہوم ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم۔ اور آپ نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ۔ اور تشہد کے بارہ میں
آپ نے فرمایا ہے اذا فعلت ذلک تمت صلوٰتک اور اسی طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں اور ایک وہ امور اسمیں
داخل ہیں کہ نماز کے اندر اُنکے ضروری ہونے میں مسلمانوں کا اختلاف نہیں ہے اور برابر وہ امور جاری رہے
اور ترک کرنیوالے پر ملامت ہوتی رہی۔ الحاصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اندر جو بالتواتر ثابت ہے اور امت کو
برابر پہونچتا رہا ہے وہ یہ ہے کہ طہارت کرے اور ستر عورت کرے اسکے بعد کھڑا ہو اور منہ قبلہ کیطرف کرے اور خالص لیے

خدا تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوکر زبان سے اللہ اکبر کہے اور سورہ فاتحہ پڑھکر بجز فرض کے تیسری اور چوتھی رکعت مین کوئی سورت اور
اسکے ساتھ پڑھے پھر رکوع کرے اور اسقدر جھک جاوے کہ انگلیون کی پوردن سے گھٹنون کو چھو سکے اور اطمینان سے رکوع کرے پھر
رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ کھڑا ہو جاوے پھر اعضاے ہشتگانہ کے ساتھ اطمینان سے سجدہ کرے یعنی دونون ہاتھ اور دونون پاؤن
اور دونون گھٹنے اور منہ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جاوے پھر اسی طرح دوبارہ سجدہ کرے یہ سب ایک رکعت ہوئی پھر ہر دو
رکعت کے بعد بیٹھکر التحیات پڑھا کرے اور پھر جب اخیر رکعت ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر التحیات کے بعد درود پڑھے اور
اسکے بعد کوئی دعا جو اسکو پسند ہو پڑھے اسکے بعد جو اسکے قریب فرشتے یا آدمی ہین انکے اوپر سلام کہے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز یہی ہے بلا مدد کسی نماز فرض کے اندر یہ بات ثابت نہین کہ ان امور مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی امر نماز مین
ترک کیا ہو اور تمام صحابہ اور تابعین اور انکے بعد جتنے ائمہ مسلمین گذرے ہین سب اسی طرح نماز پڑھتے تھے اور برابر سب یہ لوگ
انھین افعال کا نام نماز اور اسکو ضروریات دین مین سے کہتے چلے آئے ہین البتہ فقہاء کا چند امور مین اس بات کے اندر اختلاف
ہوگیا ہے کہ وہ آیا نماز کے ارکان ہین کہ بدون انکے نماز کا کچھ اعتبار نہین یا نماز کے واجبات ہین جنکے ترک کرنے سے نماز مین
نقصان آجاتا ہے یا اسکے اجزا مین سے ہین جنکے ترک کرنے سے تارک ملامت کا مستحق ہوتا ہے اور سجدہ سہو سے اسکا نقصان
پورا ہوجاتا ہے اور اصل اسکی یہ ہے کہ دل کے اندر خدا تعالیٰ کے لیے خضوع کا ہونا اور اسکی طرف توجہ کا بطور تعظیم و محبت
اور خوف کے ہونا ایک پوشیدہ امر ہے خارج مین اسکے واسطے کوئی امر ہونا چاہیے جس سے اسکا انضباط ہوسکے اسلیے دو
چیزون کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو منضبط کیا ایک تو یہ کہ اپنا منھ اور بدن قبلہ کیطرف کرکے کھڑا ہووے اور
دوسرے یہ کہ زبان سے اللہ اکبر کہے اسواسطے کہ انسان کی جبلت مین یہ بات داخل ہے کہ جب اسکے دلمین کوئی بات جمتی ہے
تو اسکی زبان اور تمام اعضا اسی کے موافق حرکت کرتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی جسد
ابن آدم مضغة - الحدیث - آدمی کے بدن مین ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہوتا ہے
اخیر تک - اسلیے زبان اور باقی اعضا کا فعل دل کی حالت پر قرینہ قویہ اور اسکا قائم مقام ہوتا ہے ایسی ہی چیز سے
دلی حالت کا انضباط ہوسکتا ہے اور چونکہ جناب باریتعالی جہت وغیرہ سے پاک ہے اسواسطے اسکے گھر کیطرف اور
اسکی طرف جو اسکا بڑا اشعار ہے توجہ کرنا خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنیکا قائم مقام ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے مقبلا الی اللہ بوجهه وقلبه در حالیکہ اپنے منھ اور دل سے خدا کیطرف متوجہ ہو - اور چونکہ اللہ اکبر کا
لفظ دلی انقیاد اور دلی تعظیم پر بہت صاف صاف دلالت کرتا ہے اسواسطے توجہ قلبی کے قائم مقام کرنے کے لیے کوئی
لفظ اس سے زیادہ تر مناسب نہ تھا اور اسکے اندر اور وجوہ بھی پائے جاتے ہین از انجملہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تعظیم کی جہت سے
اسکی طرف منھ کرنا واجب ہے مگر نماز کے ساتھ ساتھ اسکو اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ نماز سے اسکی تکمیل ہوجاوے اور
نماز کی اس سے - از انجملہ یہ ہے کہ قبلہ کو منھ کرنا دین حنیفی کی بڑی مشہور پہچان ہے جسکی وجہ سے آدمی اورون سے متمیز
ہوسکتا ہے اسلیے ضروری ہوا کہ ایسی چیز اسلام کے اندر داخل ہونے کی علامت مقرر کیجاوے اسوجہ سے ایک بڑے
نامی اور عظیم الشان عبادت کے ساتھ اسکو مقرر کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی صلوتنا واستقبل

قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ - جو شخص ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منھ
کرے اور ہمارے ذبیحہ کو کھاوے تو وہ مسلمان ہے جسکا خدا اور اُسکا رسول ضامن ہے از انجملہ یہ کہ کھڑا ہونا جب ہی تعظیم سمجھا جاتا ہے
جب سامنے کو منھ کرکے کھڑا ہو - از انجملہ یہ ہے کہ ہر حالت کے لیے جو اور حالتوں سے احکام کے اندر جدا حالت ہو ایک ابتدا اور
ایک انتہا ہوا کرتی ہے اُسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم - نماز کی تحریم اللہ اکبر
کہنا ہے اور اُس سے باہر آنا سلام پھیرنا ہے جسمانی تعظیم کے اندر اصل مین باتین ہین ایک تو سامنے کھڑا ہونا اور ایک رکوع
اور ایک سجدہ اور عمدہ تعظیم وہ ہے جو سب کی جامع ہو اور خضوع کے لیے نفس کی تنبیہ مناسب طور پر اسیطرح ہو سکتی ہے
کہ تعظیم کی ادنی حالت سے اعلی حالت کیطرف بتدریج انتقال کیا جاوے اور اعلی درجے کی تعظیم سجدہ کرنا ہے بلکہ یہ معلوم
ہوتا ہے کہ مقصود بالذات سجدہ ہے اور باقی قیام اور رکوع اُسکے لیے واسطہ ہین اسواسطے ضروری ہوا کہ اُسکو کما حقہ
ادا کیا جاوے اور اُسکی صورت یہی ہے کہ دو مرتبہ اُسکو ادا کرین - اور ایک کراہی تھا اُسکے اندر بھی وقت کا مقرر کرنا ضروری
اسلیے کہ وقت کی تعیین سے لوگون کے دل اُس چیز کو خوب مان لیتے ہین اور دلوان کو جمعیت رہتی ہے اور پھر جھگڑا بھی
نہین رہتا کہ ہر شخص اپنی راے کے موافق چلے خواہ اُسمین بہتری ہو یا قباحت ہو اور اسی واسطے اگر کیا ہے تو انحینہ نافلہ کو
کیا ہے جسے علی العموم لوگ مخاطب نہین ہین بلکہ جو سبقت چاہے وہ اُسی کے لیے ہین علاوہ بریں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے بدون تعیین اوقات کے اُنکو بھی نہین چھوڑا ہے اگرچہ وہ تعیین بطور استحباب ہے اور جب تعیین اوقات
ضروری ٹھہری تو فاتحہ سے بڑھکر کوئی چیز اسکے لیے مناسب نہین ہے کیونکہ وہ ایک جامع دعا ہے خدا تعالے نے بندون کی
طرف سے گویا اُنکو اس بات کی تعلیم کرنے کے لیے نازل فرمایا ہے کہ ہماری حمد و ثنا اسطرح کیا کرتے ہین اور اسطرح خاص ہمسے
استعانت اور خاص ہمارے لیے عبادت کا اقرار کیا کرتے ہین اور اسیطرح وہ سیدھی راہ جو ہر قسم کی بہتری کا جامع ہو مانگا
کرتے ہین اور اُن لوگون کے طریقے سے جنپر ہمارا غصہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہین پناہ مانگتے ہین اور بہتر دعا وہی ہوتی ہے جو
جامع ہوتی ہے - اور چونکہ دین کے اندر قرآن کی تعظیم اور اُسکی تلاوت واجب ہے اور اس سے بڑھکر کوئی تعظیم کی صورت
نہین کہ جو اسلام کا رکن اعظم اور عبادات مین اصل اور شعائر دین مین بڑا نامی شعار ہے اُسکے اندر قرآن کو معین کیا جاے
اور اُسکی تلاوت خود ایک مستقل عبادت تھی جس سے نماز کی تکمیل اور اُسکا اتمام متصور تھا اسوجہ سے قرآن کی کسی سورت کا
پڑھنا اُسکے واسطے ضروری کیا گیا اسلیے کہ سورت ایک پورا کلام ہے جسکی بلاغت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
منکرین نبوت کو عاجز کر دیا دوسرے یہ کہ ہر سورت اپنی ابتدا اور انتہا کیوجہ سے ایک جدا کلام ہوتا ہے اور ہر سورت کا اسلوب
جدا جدا ہے اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ سورت کے ایک ٹکڑے کو بھی نماز مین پڑھا ہے اسلیے تین چھوٹی
آیات یا ایک بڑی آیت کو بھی اُسی کے حکم مین داخل کیا ہے - اور چونکہ کھڑا ہونا بھی قسم قسم کا ہے اور سب لوگ ایک طرح سے
کھڑے نہین ہوتے کوئی نیچے کو سر ڈالکر کھڑا ہوتا ہے کوئی جھک کر کھڑا ہوتا ہے اور عرف مین سب یہ کھڑے ہونے مین داخل ہے
اسواسطے شارع کو جو انحنا یعنی جھکنا مقصود ہے اُسکو قیام سے متمیز ہونے کی حاجت ہے لہذا رکوع کے ساتھ اُسکو متمیز کر دیا
جو اسقدر جھکنے کا نام ہے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون تک پہونچ جائین اور چونکہ رکوع و سجدہ اسوقت مین تعظیم پر

دلالت کر سکتے ہین کہ کچھ دیر آدمی اُس حالت پر ٹھہرا رہے اور پروردگار عالم کے روبرو اپنے آپکو پست کر لے اور اُسکا دائمی حالت کے اندر اس تعظیم سے خبردار ہو جاوے اسواسطے اُسکو ایک رکن لازم قرار دیا گیا۔ اور چونکہ سجدہ کرنا اور پیٹ کے بل لیٹ جانا اور جو شئین اسکے قریب قریب مین سب کے اندر سر کا زمین پر رکھنا پایا جاتا ہے مگر تعظیم صرف سجدہ کے اندر ہی پائی جاتی ہے اسواسطے کوئی ما بہ الفرق مقرر کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ اُمرت ان اسجد علی سبعة آخر الحدیث۔ مجکو سات اعضا سے سجدہ کرنیکا حکم ہے۔ اخیر تک اور چونکہ جب آدمی سجدہ کرنا چاہتا ہے تو سجدہ تک پہونچنے کیلیے اُسکو جھکنا ضرور ہوتا ہے اور وہ جھکنا رکوع نہین ہوتا بلکہ صرف سجدہ مین پہونچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اسلیے ضرورت ہوئی کہ رکوع اور سجدے مین ایک تیسرا فعل جو ان دونون سے جدا ہے اُنکے بیچ مین لایا جاوے تاکہ رکوع سجدے سے اور سجدہ رکوع سے علیحدہ ہو کر ہر ایک مستقل عبادت ٹھہرے اور ہر ایک کے لیے نفس کا ارادہ جدا ہووے تاکہ نفس کو ہر ایک کے اثر معلوم کرنے مین تنبیہ بھی جداگانہ پائی جاوے اور وہ تیسرا فعل قومہ ہے اور دو سجدے بھی اسمین اُسیوقت متمیز ہو سکتے ہین کہ جب ایک تیسرا فعل اُنکے درمیان مین حائل ہو جاوے اسلیے دو سجدون کے درمیان مین جلسہ مقرر کیا گیا اور چونکہ قومہ اور جلسہ بدون اطمینان کے ایک طرح کا کھیل ہے اور آدمی کے ہلکاپن پر دلالت کرتا ہے جو شان عبادت کے بالکل خلاف ہے لہذا اُن دونون کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور چونکہ نماز سے طہارت کو زائل کرکے باہر آنا یا اور کوئی اس قسم کا فعل کر کے نماز سے باہر آنا جو نماز کا فاسد اور باطل کرنیوالا ہو ایک قبیح اور متنکر اور تعظیم کے منافی تھا اور ایسے فعل کا ہونا بھی ضرور تھا جس سے نماز کا اتمام ہو جاوے اور جو افعال نماز کے اندر حرام تھے وہ حلال ہو جائین اور اگر وہ کوئی خاص فعل مقرر نہ کیا جاتا تو ہر شخص اپنی اپنی خواہش پر چلنے لگتا لہذا ضرور ہوا کہ ایسے ہی کلام سے نماز سے باہر آیا کرین جو لوگون کے کلام مین بہترین کلام ہو یعنی سلام اور یہ بات واجب کر دیجاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وتحلیلہا التسلیم اور اُس سے باہر آنا سلام پھیرنا ہے۔ اور صحابہؓ نے اس بات کو پسند کیا تھا کہ سلام سے قبل یہ پڑھا کرتے تھے السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرئیل السلام علی فلان۔ خدا کے اوپر اُسکے بندون سے پہلے سلام جبرئیلؑ کے اوپر سلام فلان کے اوپر سلام۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات کے ساتھ اُسکو بدل دیا اور اس بدلنے کیوجہ بھی آپنے اسطور بیان فرمائی لاتقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ہو السلام۔ یہ مت کہو کہ خدا کے اوپر سلام کیونکہ خدا تعالی کا تو نام ہی سلام ہے یعنی سلامتی کی دعا اُس شخص کے لیے مناسب ہے کہ باعتبار ذات کے عدم اور اُسکے لواحق سے وہ سالم نہو پھر اسواسطے آپنے سلام کو مقرر کیا تاکہ نبی کی یاد دلسے نہ بھلائین اور اُسکی رسالت کا اقرار کرتے رہین اور کچھ اُسکا حق بھی ادا ہو جاوے پھر اس قول مین السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ہم پر سلام اور خدا کے نیک بندون پر سلام کی تعمیم کر دی اور آپنے فرمایا ہے جب بندے کی یہ زبان سے نکلا تو ہر نیک بندے کو جو آسمان و زمین مین ہے یہ پہونچ جائیگا پھر تشہد کا حکم دیا کیونکہ وہ اعظم الاذکار ہے اور فرمایا کہ پھر جو اُسکو پسند ہو وہ دعا کرے۔ یہ اسواسطے کہ نماز سے فارغ ہونے کا وقت دعا کرنے کا وقت ہے کیونکہ نماز پڑھنے کیوجہ سے رحمت الہی اُسپر چھا جاتی ہے اور ایسی حالت مین دعا مستجاب ہوا کرتی ہے۔ اور دعا کے آداب مین سے پہلے جناب باری کی حمد و ثنا کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

توسل کرتا ہے تاکہ مستحق اجر ہو جائے پھر اسی پر تعین ہو گیا اور تشہد نماز کے لیے رکن ٹھہر گیا کیونکہ اگر ایسا نہ پایا جائے تو [illegible]
آدمی جب فارغ ہوا کرے جس طرح کسی کام سے اعراض کرنے والا تمام کر چکتا ہے یا اسکے تمام کرنے سے اسکو ندامت ہوتی ہے [illegible]
مقام کے متعلق بہت سے وجوہ ہیں [illegible] کا [illegible]
ہمارے کلام میں ذکر کرینگا اور جو قواعد سابق سے بیان کیے ہیں [illegible]
مناسب تھی وہ ایسے ہوا کوئی [illegible]
حاصل کرنیوالے [illegible] اور بہت سے لوگوں
پر بہت گراں ہوتی [illegible]
دو رکعت نماز کا [illegible] اسواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کل [illegible]
اور یہاں ایک بڑا بھاری بھید ہے وہ یہ ہے کہ تمام [illegible]
جاری ہے کہ ہر فرد کے دو [illegible] اللہ پاک فرماتا ہے والشفع والوتر
اور [illegible] احتیاج ہو جاتا
اور [illegible] اور تخم کی دو طرح ہوتی ہیں اور جب وہ
[illegible] دونوں اکٹھا [illegible] ایک عدد کی
[illegible] حظیرة القدس
اندر منتقل ہوا [illegible] اور یہ حظیرة القدس [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] میں اسکا انعکاس ہوا پس
اصل نماز ایک رکعت ہے [illegible] مقرر [illegible] اور وہ دو رکعتیں باہم بمنزلہ ایک چیز کے
کر دی گئی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے فرض اللہ الصلوة حین فرضها رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت
صلوة السفر وزید فی صلوة الحضر وفی روایة الا المغرب فانها کانت ثلثا۔ اللہ پاک نے جب نماز کو مقرر فرمایا تھا
حضر و سفر میں دو دو رکعت مقرر فرمایا ہے پھر سفر کی نماز بدستور رہی اور حضر کی بڑھا دی گئی اور ایک روایت مین یہ بھی ہے
کہ بجز مغرب کے کہ وہ تین ہی رکعت تھیں مین کہتا ہوں عدد رکعات کے اندر اصل یہ ہے کہ فرض جو کسی صورت مین ساقط ہی
نہوسکے وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہ اسواسطے کہ حکمت الہیہ اس بات کی مقتضی ہوئی کہ دن و رات مین کوئی عدد مبارک متوسط
درجہ کا مقرر ہونا چاہیے کہ نہ تو وہ بہت ہو جو تمام مکلفین پر اسکا ادا کرنا دشوار ہو جائے اور نہ بہت کم ہو کہ جسکے سبب سے نماز کا فائدہ
حاصل نہوسکے اور سابق میں یہ بات تمکو معلوم ہی ہو چکی ہے کہ تمام اعداد مین سے گیارہ کا عدد وتر حقیقی کے ساتھ زیادہ تر مشابہت
رکھتا ہے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور اسلام کو استحکام ہو گیا اور بہت سے لوگ اسکے خادم ہو گئے اور عبادات کا
شوق لوگوں کے دلوں مین پیدا ہو گیا تو چھ رکعتین اور بڑھا دی گئیں اور سفر کی نماز بدستور باقی رہی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ زیادتی
اگر کسی چیز کی کیجائے تو اصل شے کے برابر یا اس سے زیادہ ہونا اسکا بالکل غیر مناسب ہے اسلیے یہ مناسب ہے کہ اول عدد پر اسکا نصف
بڑھا دیا جائے مگر گیارہ کا نصف پورا عدد نہیں ہوتا اسلیے یا تو پانچ کی زیادتی کیجاتی یا چھ کی مگر گیارہ پر پانچ زیادہ کرنے سے

پورا عدد طاق نہین ہوتا بلکہ جفت ہوتا ہے اسلیے چھ کی زیادتی لامحالہ کرنی ضرور ہوئی۔ اب باقی رہا اوقات کے اوپر اس طرح سے عدد کا تقسیم کرنا تو اسکا انبیاء سابقین کے آثار پر مدار رکھا گیا جیسا کہ اخبار مین مذکور ہے اور نیز مغرب چونکہ سب نماز دن کے آخر کی نماز ہے اسلیے کہ بہتیرے لوگ راتون کو دنون سے پہلے شمار کیا کرتے ہین اسواسطے مناسب کہ وہ ایک عدد جسنے پورے عدد کو طاق بنادیا ہے وہ اسی مین پایا جاوے اور مغرب کے وقت مین چونکہ گنجایش کم ہوتی ہے اسواسطے مغرب کے اندر بڑھانا مناسب نہ تھا اور فجر کا وقت سونے کا اور کسل کا وقت ہے اسلیے عدد رکعات مین اسکے اندر زیادتی نہین کی گئی بلکہ جس سے ہوسکے اسکے لیے طول قراءت مستحب کردیا گیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا۔ اور فجر کو قرآن کا پڑھنا بلاشبہہ فجر کا قرآن پڑھنا روبرو ہوتا ہے۔

نماز کے اذکار اور اسکی ہیئات مستحبہ کا بیان

معلوم کرو کہ نماز کی اُس حد کو جس سے نماز پورے پورے طور پر اور کامل ادا ہوتی ہے اُس حد پر جو نماز کے اندر ضروری ہے دو وجہ سے زیادتی ہے بالکیف اور بالکم۔ بالکیفیت سے ہماری مراد اذکار اور ہیئات ہین اور اپنے نفس کو اس بات پر مجبور کرنا کہ حضور قلب کے ساتھ بایطور رہے کہ گویا وہ خدا تعالے کو دیکھ رہا ہے نماز پڑھے اور وسوسون کو پاس نہ آنے دے اور جو مکروہ ہین ان سے احتراز کرے اور اسی قسم کی اور باتین ان سب سے نماز کو بالکیفیت اور نماز پر زیادتی ہوتی ہے اور بالکمیت زیادتی کی صورت یہ ہے کہ نماز کے ساتھ نوافل اور زیادہ کردے اور انشاء اللہ تعالے بعد کو ہم نوافل کا ذکر کرینگے اور اصل اذکار کے اندر فی الجملہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث ہے اور استفتاح یعنی قرآن پڑھنے سے قبل کچھ دعا پڑھنے مین حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عایشہ صدیقہ رض اور جبیر بن مطعم اور ابن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم کی احادیث اصل ہین اور باقی مواضع مین حضرت عایشہ صدیقہ اور ابن مسعود اور ابو ہریرہ اور ثوبان اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہین اور انکے سوا اور لوگون سے بھی جنکا ہم مفصلاً ذکر کرینگے احادیث مروی ہین اور نماز کی ہیئت کے اندر اصل ابی حمید ساعدی رض کی حدیث ہے جسکو انھون نے دس اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو روایت کیا اور انھون نے اسکو تسلیم کیا اور حضرت عایشہ صدیقہ رض اور وایل بن حجر رض سے بھی فی الجملہ اسمین روایت ہے اور ابن عمر رض سے رفع یدین کی حدیث ہے اور انکے سوا اور لوگون سے بھی حدیثین مروی ہین جنکا عنقریب ہم ذکر کرتے ہین۔ ہیئات مستحبہ کا دارمدار چند باتون پر ہے اور ہے ایک تو خضوع کے معنی کا متحقق ہونا اور تمام بدن کا جناب باری کے سامنے سکوڑ لینا اور نفس کو ایسی حالت پر متنبہ کرنا جو ادنی لوگون کو بادشاہون کے حضور مین عرض معروض کرتے وقت دہشت اور ہیبت کی حالت طاری ہوتی ہے مثلاً دونون قدمون کا برابر رکھنا اور دست بستہ کھڑا ہونا اور نظر کو پست کرنا اور ادھر ادھر نہ دیکھنا اور ایک خدا تعالی کے ذکر اور یاسوا اسکے اختیار کرلینے کی حالت کو اپنے ہاتھ انگلیون سے دل مین آتے وقت اور زبان سے کہتے وقت اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا تاکہ ایک دوسرے کے لیے معاون ہوجاوے۔ اور ایک ان ہیئتون کا عمل مین لانا جو وقار اور عادات حسنہ پر دلالت کرتی ہین اور ذی عقل لوگ انکو پسند کرتے ہین اور غیر ذوی العقول

کیطرف اُن ہیئتون کو منسوب کئے ہین اختیار کرنا جیسے مرغ کیطرح ٹھونگ مارنا اور کتے کیطرح بیٹھنا اور لومڑی کی طرح زمین پر لیٹ جانا اور اونٹ کیطرح بیٹھنا اور درندون کیطرح ہاتھ زمین پر بچھا دینا اور ایسی ہی وہ ہیئتین جو تحیر لوگون یا اُن لوگون کی ہوتی ہین جنپر عذاب نازل ہوا ہے اُنسے بھی احتراز کرنا مثلاً کمر پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہونا۔ اور ایک یہ کہ عبادت اطمینان اور سکون اور آسانی کے ساتھ ادا کیجاوے جیسے دونون سجدون کے بعد جلسۂ استراحت یا قعدہ اولی مین داہنے پیر کا کھڑا کرنا اور بائین کا لٹا لینا کیونکہ کھڑے ہونے کے لیے اسمین آسانی ہے اور قعدہ ثانیہ کے اندر تورک کے بیٹھنا اسواسطے کہ آرام اسمین زیادہ ہے۔ اذکار کا مدار بھی چند باتون پر ہے ایک اُس خضوع پر تنبیہ کے لیے جو اعضا کا فعل ہو متنوع ہے نفس کو متنبہ کرنیکے لیے پیدا کرنا جیسے رکوع اور سجود کے اذکار اور ایک واز سے خدا کا ذکر کرنا تاکہ لوگون کو امام کا ایک رکن سے دوسرے رکن کیطرف منتقل ہونا معلوم ہو جاوے جیسے ہر دفعہ جھکتے اور اُٹھتے اللہ اکبر کہنا اور ایک یہ کہ نماز کی کوئی حالت حمد الہی کے ذکر سے خالی نرہے جیسے تکبیرات اور قومہ اور جلسہ کے اذکار ہین۔

پس جب آدمی اللہ اکبر کہے دونون ہاتھ اوپر کو اُٹھا دے تاکہ معلوم ہو کہ خدا تعالے کے ماسوا سے وہ دست بردار ہو کر حضر مناجات مین آگیا اور کانون تک خواہ مونڈھون تک اُنکو اُٹھاوے اور ہر ایک سنت ہے اُسکے بعد داہنے ہاتھ کو بائین پر رکھے اور دونون قدم برابر برابر رکھے اور سجدہ کی جگہ پر تعظیماً اپنی نگاہ جھکائے رکھے تاکہ اجتماع خاطر کے ساتھ اجتماع اعضا کا بھی پایا جاوے اُسکے بعد دعاے استفتاح پڑھے تاکہ حضور قلب پیدا ہو اور مناجات کیطرف اُسکا میلان ہو اور کئی طرح سے یہ دعا صحیح صحیح وارد ہوئی ہے از انجملہ یہ ہے اللھم باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب اللھم نقنی من الخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس اللھم اغسل خطایای بالماء والثلج والبرد۔ مین کہتا ہون برف اور اولے سے دھونے سے مراد گناہون کا دور کرنا اور اُسکے ساتھ اطمینان اور تسکین کا پیدا کرنا مراد ہے اور عرب کہا کرتے بردقلبہ یعنی اُسکا دل مطمئن ہو گیا اور اتاہ الثلج یعنے اُسکو یقین آگیا۔ اور از انجملہ یہ ہے وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین اور ایک روایت مین وانا من المسلمین ہے از انجملہ یہ ہے سبحنک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک اللہ اکبر کبیرا تین دفعہ والحمد للہ کثیرا تین دفعہ وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا تین دفعہ۔ اُسکے بعد شیطان سے پناہ مانگے اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم پھر جب تو قرآن پڑھے تو خدا کے ساتھ شیطان رجیم سے پناہ مانگ مین کہتا ہون بھید اسمین یہ ہے کہ شیطان جو آدمی کو ضرر پہونچاتا ہے سب سے زیادہ اُسکا یہ ضرر پہونچاتا ہے کہ کتاب الہی کے اندر خدا تعالے کی مرضی کے خلاف تاویلات کرنیکے وسوسے ڈالتا ہے یا اُس کتاب کے اندر اُسکو فکر نہین کرنے دیتا اور تعوذ کئی طرح سے مروی ہے از انجملہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور از انجملہ استعیذ باللہ من الشیطان الرجیم اور از انجملہ اعوذ باللہ من الشیطان من نفخہ ونفثہ وہمزہ۔ اُسکے بعد آہستہ سے بسم اللہ پڑھے کیونکہ خدا تعالے نے بندون کیواسطے قرآن پڑھنے سے پہلے اپنے نام سے برکت حاصل

کرنیکو مقرر فرمایا ہے علاوہ برین بسم اللہ کے پڑھ لینے مین احتیاط بھی ہے کیونکہ اسکے جزو فاتحہ ہونے مین مختلف روایتین
آئی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح اس بات مین مروی ہے کہ آپ نماز کو یعنی قراءت کو الحمد للہ رب العالمین
شروع کیا کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آواز سے نہ پڑھتے تھے میرے نزدیک اگر آپنے بعض اوقات مین اس لیے
بسم اللہ کو بالجہر پڑھا ہو کہ لوگ نماز کی سنت کو معلوم کرلین تو کچھ بعید نہین ہے اور ظاہر تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یہ اذکار اپنے خاص خاص صحابہ کو تعلیم فرمایا کرتے تھے اور یہ اذکار ایسے نہوتے تھے جسکا تمام لوگون سے مطالبہ کیا جاتا ہو
اُنکے ترک سے تارک پر ملامت کیجاتی مالک رحمہ اللہ کے قول کی میرے نزدیک یہی تاویل ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے
اس قول سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے انھون نے بیان کیا ہے کہ تکبیر اور قرأت کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسیقدر سکوت
کیا کرتے تھے تو مین نے عرض کیا میرے مان باپ آپ پر فدا ہون قرأت اور تکبیر کے اندر جو آپ سکوت کرتے ہین اُسمین
آپ کیا پڑھا کرتے ہین - اسکے بعد سورہ فاتحہ اور قرآن کی ایک اور کوئی سورت ترتیل کے ساتھ پڑھے یعنی جہان مد کا موقع
ہے وہان مد ادا کرے اور جہان آیت تمام ہو وہان ٹھہر جاوے ظہر اور عصر کی نماز مین قرآن آہستہ پڑھے اور فجر کی
نماز مین اور مغرب وعشا کی دو پہلی رکعت مین امام قرآن کو آواز سے پڑھے اور مقتدی پر واجب ہے کہ چپکا
رہے اور قرآن کو سُنتا رہے پھر اگر امام جہر سے پڑھتا ہے تو جب وہ سکوت کیا کرے اُسوقت وہ پڑھ لیا کرے
اور اگر آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے اگر مقتدی پڑھے تو سورہ فاتحہ کو پڑھ لے مگر اسطرح سے پڑھے کہ
امام اُسکے پڑھنے سے اپنا پڑھنا نہ بھول جاوے اور میرے نزدیک سب سے بہتر یہ قول ہے اور تمام احادیث کی تطبیق اسکے
موافق ہوسکتی ہے اور آمین بعینہ وہی ہے جسکی تصریح کردیگئی ہے کہ امام کے ساتھ آواز سے قرآن پڑھنا امام کی
تشویش کا باعث ہوگا اور اُسکی وجہ سے قرآن کے اندر تدبر نہوسکیگا اور قرآن کی تعظیم کے خلاف ہے اور شارع نے
یہ حکم نہین دیا کہ آہستہ پڑھین اسواسطے کہ جب تمام لوگ صحیح صحیح حروف ادا کرنے کی کوشش کرینگے تو سب کی
آوازون سے ایک آواز پیدا ہوگی جو امام کے لیے موجب تشویش خاطر ہوگی اور اُسکو قرآن پڑھنا مشکل پڑ جائیگا اسلیے
تشویش پیدا کرنے سے آپنے نہی فرمادی اور جو چیز منہی عنہ کیطرف مودی ہو اُسکا آپنے حکم نہین دیا اور اُنکو اختیار
دیدیا کہ جس سے ہوسکے وہ کرے اور امت کے حق مین یہ بڑی رحمت ہے ظہر اور عصر کی نمازمین قرآن کے آہستہ پڑھنے مین
یہ بھید ہے کہ دن مین بازارون اور گھرون کے اندر شور وشغب رہتا ہے اور ان دو وقتون کے سوا اور اوقات مین
آوازون کو سکون ہوجاتا ہے اور لوگون کو نصیحت اور تذکر بالجہر پڑھنے مین زیادہ تر ممکن ہے - اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ
جسوقت امام آمین کہے تم بھی آمین کہو کیونکہ جسکی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ملجاتی ہے اُسکے سب اگلے گناہ معاف
ہوجاتے ہین - مین کہتا ہون جہان کہین خدا تعالے کا ذکر ہوتا ہے وہان فرشتے مشتاق ہوکر موجود ہوتے ہین
اور جب وہ لوگ دعائین کرتے ہین وہ آمین کہتے جاتے ہین کیونکہ ملاء اعلی سے اُنکے اوپر اس بات کا القا ہوجاتا ہے
اور آمین امام کا اقتدا ظاہر ہوتا ہے اور پیروی کا طریقہ قائم ہوتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکوت بھی

دو ہی ہین ایک تو تکبیر اور قرأت کے اندر سکوت تا کہ اس عرصہ مین تمام لوگ تکبیر تحریمہ کرلین اور ایک سکتہ فاتحہ اور دوسری
سورہ کے درمیان مین سکوت کرنا اسکی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بلا تشویش اور بلا ترک انصات سکوت مقتدیون کو
قرآن کا سمجھنا آسان ہو - مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب سنن نے جو حدیث روایت کی ہے اس
سے مراد وہ سکوت جو مقتدیون کے پڑھنے کی غرض سے امام کو کرنا چاہیے نہین ثابت ہوتا ہے بلکہ جنکے نزدیک امام کو آہستہ سے
آمین کہنی چاہیے انکے نزدیک بظاہر سکوت اسی آمین کہنے کے لیے تھا اور جو آواز سے آمین کہنے کے قائل ہین اُنکے نزدیک
یہ سکوت فاتحہ اور آمین کے درمیان مین ایک سکتہ لطیفہ تھا تا کہ غیر قرآن کا قرآن کے ساتھ اشتباہ لازم نہ آوے
یا یہ سکتہ اسلیے تھا کہ دم ٹھکانے سے آجاوے اور علی سبیل التنزل ہم کہتے ہین کہ قرن اول کا اسکو نہ سمجھنا اس بات
کی دلیل ہے کہ وہ سنت مستقرہ نہین ہے اور نہ ان سنن مین سے ہے کہ جمہور نے اسپر عمل کیا ہو واللہ اعلم فجر کی نماز کے اندر
ساٹھ آیت سے سو آیت تک پڑھنا اولی ہے تا کہ جماعت کی کمی طول قرأت سے تدارک ہو جائے دوسرے یہ کہ ہنوز شغل
معاشیہ کی کدورت کا اسکے دل مین استحکام نہین ہوا ہوتا ہے پس ایسے وقت مین قرآن کے اندر تفکر اور تدبر کرنے کو بہت غنیمت جانے
اور عشا کی نماز مین سبح اسم ربک الاعلی اور واللیل اذا یغشی اور اسکے قریب قریب تین پڑھنی چاہیے اور حضرت معاذ
کا قصہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگون کے نفرت دلانے سے ناراض ہونا مشہور ہی ہے اور بعض روایات کے
موافق تو ظہر کی نماز فجر پر اور عصر کی عشا پر محمول ہے اور بعض کے موافق ظہر کی عشا پر اور عصر کی مغرب پر محمول ہے
مغرب کی نماز مین قصار مفصل کا پڑھنا چاہیے کیونکہ وقت مین گنجائش کم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خاص خاص اوقات مین خاص خاص مصلحتون کے لحاظ سے نماز مین کبھی طول قرأت اور کبھی تخفیف کیا کرتے تھے
اور لوگون کو تخفیف کرنیکا آپ نے اسواسطے حکم دیا ہے کہ انمین کوئی ضعیف بھی ہوتا ہے اور کوئی مریض ہوتا ہے
اور کسی کو کچھ ضروری کام ہوتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات کے لیے بعض سورتون کو اور
بعض کے لیے بعض کو پسند فرمایا ہے اور اسمین حکمتین ہین مگر ان نمازون مین انھین سورتون کا پڑھنا کچھ واجب یا سنن
موکدہ کے قبیلہ سے نہین ہے جو ایسا کرے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ کچھ حرج نہین ہے - مثلاً عید الضحی اور عید الفطر مین
آپ سورہ ق اور اقتربت پڑھا کرتے تھے کیونکہ انکا اسلوب بہت ہی عجیب ہے اور باوجود نہایت اختصار کے جامع
مقاصد قرآنی پر یہ سورتین مشتمل ہین اور لوگون کے اجتماع کیوقت ایسے ہی چیز کی ضرورت ہے یا کبھی تخفیف کے قصد سے
سبح اسم اور ہل اتٰک پڑھا کرتے تھے اور دوسرے انکا اسلوب بہت ہی نادر ہے اور جمعہ کی نماز مین سورہ جمعہ اور
منافقون پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان سورتون مین ایک طرح کی مناسبت اور تحذیر پائی جاتی ہے اور جمعہ کے اندر منافقین اور
ہر قسم کے لوگ اکٹھے ہوا ہی کرتے ہین جو اور روزون مین نہین ہوتے اور جمعہ کے روز نماز فجر مین الم تنزیل اور ہل اتی
پڑھا کرتے تھے تا کہ قیامت اور اسکے واقعات لوگون کو یاد آجائین اور چار پائے جمعہ کے روز قیامت کے انتظار مین کان
لگائے رکھتے ہین اسیطرح بنی آدم کو بھی مناسب ہے کہ اس دن سے ڈرتے رہین - اور جب قرآن پڑھنے والا سبح اسم ربک الاعلی
پڑھے تو اسکو کہنا چاہیے سبحان ربی الاعلی اور جو شخص الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھے تو اسکو کہنا چاہیے بلی وانا

علی ذلک من الشاہدین اور جو شخص الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی پڑھے اسکو کہنا چاہیے بلی اور جو شخص پڑھے
فبای حدیث بعدہ یومنون اسکو کہنا چاہیے امنا باللہ اور ظاہر ہے کہ یہی ادب و مسارعت الی الخیر بالحال سے ہے
پھر جب رکوع مین جانا چاہیے تو اپنے دونون ہاتھ مونڈھون تک خواہ کانون تک اٹھاوے اور اسیطرح اسوقت جب
رکوع سے سر اٹھاکر کھڑا ہووے رفع یدین کرے اور سجدہ مین ایسا نکرے۔ میرے نزدیک اسمین بھید یہ ہے کہ رفع یدین
ایک تعظیمی فعل ہے جس سے نفس کو ان اشغال کے چھوڑنے پر جو نماز کے منافی ہین اور حضیر مناجات مین داخل ہونے پر
تنبیہ ہوجاتی ہے اسواسطے تعظیمات ثلثہ مین سے ہر فعل کی ابتدا رفع یدین سے مقرر کی گئی تاکہ از سر نو ہر دفعہ نفس کو
اس فعل کے ثمرہ یعنی تعظیم پر تنبہ ہوتا رہے اور یہ ان ہیأت کے قبیلہ سے ہے کہ کبھی تو آپنے اسکو کیا ہے اور کبھی
ترک کیا ہے مگر دونون سنت ہین اور ہر ایک کو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی ایک ایک جماعت نے
اختیار کیا ہے۔

رفع یدین کا مسئلہ منجملہ ان مسائل کے ہے جنمین اہل مدینہ اور کوفہ کا اختلاف ہے اور ہر ایک کے قول کے لیے دلیل ہے
اور ایسے مسائل مین میرے نزدیک حق یہ ہے کہ سب سنت ہین جیسے وتر کے اندر ایک رکعت پڑھنا یا تین رکعت پڑھنا
اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے جو رفع یدین نہین کرتا اچھا ہے کیونکہ رفع یدین پر جو حدیثین
دلالت کرتی ہین وہ زیادہ بھی ہین اور ثابت بھی خوب ہین مگر ایسی صورتون مین مناسب نہین ہے کہ تمام شہر والون کا
فتنہ اور شور اپنے اوپر لیوے چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ صدیقہؓ سے فرمایا ہے لولا حدثان قومک
بالکفر لنقضت الکعبۃ الحدیث تیری قوم نومسلم نہوتی تو مین کعبہ کو منہدم کرکے حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد کے
موافق بناتا اور کچھ بعید نہین ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے خیال کیا ہو کہ اخیر سنت متقررہ پر رفع یدین کا ترک کرنا ہے
اس خیال سے کہ نماز کا مدار اعضا کے سکون پر ہے اور انکو یہ بات معلوم نہوئی ہو کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے اور
اسیوجہ سے نماز کی ابتدا اس سے کی گئی ہے یا انھون نے یہ سمجھا ہو کہ رفع یدین ایسا فعل ہے جس سے کسی چیز کا ترک معلوم
ہوتا ہے اسواسطے اثناء نماز مین اسکا ہونا نامناسب ہے اور یہ بات انکے سمجھ مین نہ آئی ہو کہ نماز کے اندر جتنے افعال مقصود
بالذات ہین ان سب کے شروع مین بار بار نفس کو ماسوا کے ترک پر متنبہ کرنا منظور ہے واللہ اعلم اور سجدہ مین جاتے وقت
رفع یدین کے نکرنے کی وجہ یہ ہے کہ قومہ اسیواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ رکوع اور سجدہ مین فارق ہوجاوے تو قومہ کے وقت رفع یدین کرنا
فی الحقیقت وہ رفع یدین سجدے کیلیے ہے پھر دوبارہ اسکا کرنا لاحاصل ہے ہر مرتبہ جھکتے اور سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنی
چاہیے تاکہ نفس ہر مرتبہ متنبہ ہوتا رہے اور تاکہ جماعت کے لوگ تکبیر کو سنکر امام کا ایک حالت سے دوسری حالت کیطرف
منتقل ہونا معلوم کرتے رہین۔

رکوع کے ہیأت مین سے یہ بات ہے کہ اپنے دونون ہاتھ کی ہتیلیان گھٹنون پر رکھے اور انگلیان نیچے کیجانب
کو رکھے جسطرح کسی چیز کو ہاتھ مین پکڑتے ہین اور ہاتھون کی کہنیان بدن سے دور رکھے اور اپنے بدن کو برابر رکھے کہ
کہ اسکا سر نہ تو اٹھا ہوا رہے اور نہ نیچے کو جھکا رہے اور رکوع کے اذکار مین یہ بھی آیا ہے سبحنک اللھم ربنا وبحمدک

اللهم اغفرلی اور اسمین خدایتعالی کے اس حکم کی تعمیل پائی جاتی ہے فسبح بحمد ربک واستغفره تو خدا کی تعریف سے تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ ۔ اور از انجملہ یہ ہے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح ۔ اور از انجملہ یہ ہے سبحان ربی العظیم تین مرتبہ اور از انجملہ یہ ہے اللهم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی ۔ اور قومہ کے بیان میں یہ ہے کہ … منتظر ہو کر سیدھا کھڑا ہو یہانتک کہ سب اپنے ٹھکانے پر آجاویں اور دونوں ہاتھ اٹھاوے اور اسکے اذکار یہ ہیں سمع اللہ لمن حمدہ اور از انجملہ اللهم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه اور ایک روایت میں اسکے بعد یہ بھی ہے ملأ السموات وملأ الارض وملأ ما شئت من شیء بعد اور ایک روایت میں اسکے بعد یہ ہے اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اور از انجملہ یہ ہے اللهم طهرنی بالثلج والبرد والماء البارد اللهم طهرنی من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض من الدنس ۔

صبح کی قنوت کے باب میں احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مختلف ہیں مگر میرے نزدیک قنوت بھی سنت اور اسکا ترک بھی سنت ہے اور میرے نزدیک یہ بات اچھی ہے کہ امام اگر … قنوت پڑھے یا قنوت کے چند کلمات آہستہ سے پڑھ لیا کرے ورنہ نہ پڑھا کرے اسواسطے کہ احادیث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ … رعل اور ذکوان پر بددعا کی گئی ہے پھر ترک کر دیگئی اور اس سے اگرچہ مطلقا قنوت کا … معلوم نہیں ہوتا مگر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قنوت سنت مستقرہ نہیں … یعنی ایسی چیز نہیں ہے جو ہمیشہ کی ہے چنانچہ ابو مالک اشجعی نے جب اپنے باپ سے جو آنحضرت کے صحابی ہیں … قنوت کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا ای بنی محدث ۔ بیٹا یہ نئی چیز ہے یعنی پہلے اسپر ہمیشگی نہ تھی بلکہ بعد کو ہوئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے خلفا کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو قبل از رکوع یا بعد از رکوع مسلمانوں کیلیے دعا اور کافروں پر بددعا کیا کرتے تھے اور اسکو کبھی ترک نہیں کیا یعنی کہ ایسا نہیں ہوا کہ کوئی حادثہ پیش آیا ہو اور ایسا نہ کیا ہو ۔ اور سجدہ کے کرنے کی یہ صورت ہے کہ زمین پر ہاتھ رکھنے سے پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے اور کتے کیطرح اپنے بازو زمین پر نہ بچھاوے اور کہنیوں کو بدن سے ہٹائے رکھے کہ اسکے بغلوں کی سفیدی نظر آسکے اور پیروں کی انگلیوں کا پوروں قبلہ کیطرف کو رکھے ۔ سجدہ کے اذکار یہ ہیں سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ یا سبحانک اللهم ربنا وبحمدک اللهم اغفرلی یا یہ اللهم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجهی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره فتبارک الله احسن الخالقین یا یہ سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح یا یہ اللهم اغفرلی ذنبی کله دقه وجله واوله وآخره وعلانیته وسره یا یہ اللهم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے فاعنی علی نفسک بکثرة السجود کثرت سجود سے اپنے نفس پر

میری مدد کر اسکی یہ وجہ ہے کہ سجدہ غایت درجہ کا تعظیمی فعل ہے اور ایمان والے کے حق میں معراج ہے اور سجدہ کا
وہ وقت ہے کہ مالک کو اسوقت بندے کی ہیئت سے غلامی کا مرتبہ ہوجاتا ہے اور جس شخص نے اپنے آپکو رحمت الٰہی کے
نزدیک مستحق بنا لیا تو اسنے گویا خدا تعالیٰ کی مدد کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے امتی یوم القیمۃ
غر من السجود محجلون من الوضوء۔ قیامت کے دن سجدے کے سبب سے میری امت کے سجدہ اور وضو کے سبب سے
انکے دست و پا روشن ہونگے میں کہتا ہوں عالم مثال کا بننا ارواح اور اشباح کی مناسبت پر ہے جیسے عالم مثال
میں روزہ داروں کو کھانا کھانے اور جماع سے روکنے کی مثال فرجوں اور منھوں پر مہر لگانے سے ظاہر ہوئی ہے
اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھنے کی یہ ہیئت ہے کہ داہنے پیر کو کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھالے اور دونوں ہتھیلیاں
دونوں گھٹنوں کے اوپر رکھ لے اور اسکے اذکار میں سے یہ ہے اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی
اور قعدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ داہنے پیر کو کھڑا کرے اور بائیں کو بچھالے اور قعدہ اخیرہ کے اندر ایک روایت میں
یہ بھی آیا ہے کہ داہنے کو کھڑا رکھے اور بائیں کو باہر نکالکر سرین لگا کے بیٹھ جاے اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر
رکھ لے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ بائیں ہاتھ سے گھٹنے کو پکڑے اور ترپن ٥٣ کی صورت بناکر انگشت شہادت سے اشارہ
کرے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کن انگلی اور اسکے برابر کی انگلی کو سکوڑ کر درمیان کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ
بنالے اسمیں یہ بھید ہے کہ انگلی کے اٹھانے میں توحید کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے جسکی وجہ سے قول وفعل میں
مطابقت ہوجاتی ہے اور توحید کے معنی آنکھوں کے سامنے متمثل ہوجاتے ہیں اور جو شخص اس بات کا قائل ہے
کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک انگشت شہادت سے اشارہ نکرنا چاہیے وہ شخص خطا پر ہے اور اسکے قول پر
کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلالت کرتی ابن ہمام نے اسکو بیان کیا ہے البتہ امام محمد رح نے اپنی کتاب مبسوط میں
اسکے متعلق نہیں ذکر کیا مگر موطا میں اسکو بیان کیا ہے اور مجکو بعض ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے جنکو اتنی بات
کی بھی تمیز نہیں کہ ظاہر المذہب میں اسکا بیان نہیں ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ وہ اشارہ نہیں ہے تشہد کے اندر کئی وجہیں آئی ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح حضرت ابن مسعود کا تشہد ہے
بعد ازاں حضرت ابن عباس اور عمر کا تشہد ہے مگر وہ سب قرآن کی قراءتوں کی طرح شافی اور کافی ہیں اور صلوۃ کے
کلمات میں سے سب سے زیادہ ترصیح یہ کلمے ہیں اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی
آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک
حمید مجید اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ
کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اور تشہد کے بعد مختلف دعائیں مروی ہیں ازانجملہ اللھم انی
ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت
الغفور الرحیم۔ اور ازانجملہ اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت
اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت۔ اور نماز کے بعد کے بعض وظیفے یہ ہیں استغفر اللہ
تین مرتبہ اور اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

له الملک وله الحمد وهو علی کل شی قدیر- اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد
منک الجد لا اله الا الله ولا نعبد الا ایاه وله النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین
له الدین ولو کره الکافرون- اللهم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذ بک من ارذل
العمر واعوذ بک من فتنة الدنیا وعذاب القبر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ
اللہ اکبر اور بعض روایات مین ہر ایک کا تینتیس مرتبہ پڑھنا آیا ہے اور اُسکے بعد سو کے پورا کرنے کو ایک دفعہ
لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اخیر تک اور ایک روایت مین ہر ایک کا پچیس پچیس مرتبہ پڑھنا آیا ہے تین تو وہ
اور چوتھا لا الہ الا اللہ اخیر تک اور ایک روایت مین ہر نماز کے بعد سبحان اللہ دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ
اور اللہ اکبر دس مرتبہ منقول ہے اور ایک روایت مین ہر ایک کا سو مرتبہ پڑھنا منقول ہے اور تمام وظائف کا
حال قرآن کی قرات کا ما ہے اُنمین سے جس کسی کو کوئی شخص پڑھیگا اُسکے واسطے جسقدر ثواب کا وعدہ
کیا گیا ہے ملیگا اور بہتر یہ ہے کہ نوافل سے پہلے ان وظیفون کو پڑھ لیا کرے کیونکہ بعض وظائف کا قبل از نوافل
پڑھنا نص حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قال قبل ان ینصرف
ویثنی رجلیہ من صلوة المغرب والصبح لا الہ الا اللہ الخ جو کوئی نماز مغرب اور صبح کے بعد اور نشست
بدلنے اور پھر جانے سے پہلے کہے لا الہ الا اللہ اخیر تک- اور جسطرح راوی نے بیان کیا ہے کان اذا سلم من
صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ نماز سے سلام پھیرا کرتے تھے
تو باواز بلند لا الہ الا اللہ الخ پڑھا کرتے تھے حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز کا ختم ہونا اللہ اکبر کی آواز سے معلوم ہو جاتا تھا اور بعض حدیثون سے یہ بات بظاہر ثابت ہوتی ہے
جیسے آپنے فرمایا ہے دبر کل صلوة ہر نماز کے پیچھے اور حضرت عائشہ رض نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تھے تو صرف بقدر اللهم انت السلام کے پڑھنے کے بیٹھا کرتے تھے اسکی توجیہ کئی
طرح ممکن ہے ایک تو یہ کہ نماز کی ہیئت پر صرف اسیقدر بیٹھے رہا کرتے تھے مگر جب داہنے یا بائین یا مقتدیون کیطرف کو
مُنھ کرکے بیٹھتے تھے تو اور وظیفے پڑھتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ گذرے کہ وظیفے بھی نماز مین داخل ہین- اور ایک
کہ کبھی کبھی سوائے ان کلمات کے اوراذکار کو ترک کر دیتے تھے تاکہ لوگون کو انکا فرض نہونا معلوم ہو جاوے - اور
کان کا مقتضی یہ ہے کہ آپ اکثر ایسا کیا کرتے تھے اُس سے نہ تو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ ہمیشہ کرنا اس
فعل کا ثابت ہوتا ہے۔

نوافل کے لیے یہ بہتر ہے کہ اپنے گھر مین پڑھا کرے اور سارا بھید اسمین یہ ہے کہ فرائض ونوافل مین کسی ایسی
چیز سے جو ان دونون کی جنس سے نہین ہے فصل ہو جاوے اور پھر وہ فصل بھی قابل اعتبار ہو جو بظاہر معلوم ہو سکے
چنانچہ حضرت عمر رض نے اُس شخص سے جو بعد نماز فرض کے نفل پڑھنا چاہتا تھا یہ فرمایا کہ بیٹھ جا اہل کتاب اسی سبب سے
ہلاک ہوگئے کہ انکی نماز ومین فرق نہ تھا ورنہ ہرگز ہلاک نہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصاب اللہ بک

یا ابن الخطاب - اے ابن خطاب تجکو خدایتعالے خطا سے بچاتا رہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اجعلوا من صلوتکم فی بیوتکم آنکو یعنی نوافل کو اپنے گھرونمیں پڑھا کرو - واللہ اعلم -

سجدۂ سہو اور سجدۂ تلاوت اور ان چیزونکا بیان جنکا کرنا نمازمین ناجائز ہے

معلوم کرو کہ نماز کا بنی اعضاء کے خشوع اور قلب کے حضور اور بجز ذکر الہی کے اور چیزون سے زبان کے روکنے اور قرآن پاک کے پڑھنے پر ہے لہذا جو ہیئت خشوع کی ہیئت کے خلاف ہے یا جو کلمہ ذکر الہی کے جنس سے نہیں ہے وہ نماز کے منافی ہے کہ بغیر اسکے ترک کرنے اور اس سے باز رہنے کے نماز پوری نہیں ہوتی مگر یہ چیزین متفاوت ہین اور بعض ان میں سے نقصان نماز کو بالکل فاسد نہیں کرتا اور اس بات کی تمیز کہ کس چیز سے نماز بالکلیہ باطل ہو جاتی ہے اور کس چیز سے اسمین فی الجملہ نقصان آجاتا ہے نص شرعی سے ہو سکتی ہے اور فقہا کے درمیان اسمین بہت کچھ کلام ہین اور احادیث صحیحہ کی انکے کلام پر تطبیق مشکل ہے اور اس باب مین حدیث کے ساتھ مذاہب میں سے وہ مذہب زیادہ تر موافق ہے جسمین گنجایش زیادہ ہے اور یہ بات ضرور ہے کہ فعل کثیر جس سے مجلس بدل جاوے اور قول کثیر جو بہت زیادہ ہو بلاشبہہ نماز کے نقصان کا موجب ہے - قول کثیر کے متعلق یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ہذہ الصلوۃ لا یصلح فیہا شئی من کلام الناس انما ہی التسبیح والتکبیر وقراۃ القرآن اس نماز مین لوگون کی بول چال میں سے کچھ درست نہیں ہے وہ تو تسبیح اور تکبیر اور قراۃ قرآن کا نام ہے - دوسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے سلام کا جواب نہ دیے کیوجہ یہ فرمائی ان فی الصلوۃ لشغلا - کہ بلاشبہ نماز مین دل بٹتا ہے اور ایک شخص اپنے سجدہ کی جگہ سے مٹی کو صاف کرتا تھا تو آپنے اس سے فرمایا ان کنت فاعلا فواحدۃ - اگر تجکو کرنا ہے تو ایک مرتبہ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضر سے منع فرمایا ہے اور وہ کمر پر ہاتھ رکھنا ہے کیونکہ وہ دوزخیون کی راحت ہے یعنی یہ متحیر اور مدہوش اور ان لوگون کی ہیئت ہے جنپر خدا یتعالے کا عذاب نازل ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر ادھر دیکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اچکنا ہے کہ بندہ کی نماز مین سے شیطان اچک لیتا ہے یعنی اس سے نماز مین نقص پیدا ہوتا ہے اور نماز کامل نہیں ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا تثاءب احدکم فی الصلوۃ فلیکظم ما استطاع فان الشیطان فی فیہ - نماز کے اندر جب تم مین سے کسی کو جماہی آئے پس جہانتک ممکن ہو ضبط کرے اسلیے کہ شیطان اسکے منہ مین گھس جاتا ہے - مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ جماہی لینے سے اکثر مکھی وغیرہ اسکے منہ مین چلی جاتی ہے اسوجہ سے اسکا دل بٹجاتا ہے اور جس چیز کے وہ درپے ہے یہ اس سے مانع ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا قام احدکم الی الصلوۃ فلا یمسح الحصی فان الرحمۃ تواجہہ جب تم مین سے کوئی نماز کو کھڑا ہو تو سنگریزون کو صاف نکرے اسلیے کہ رحمت اسکے روبرو ہوتی ہے اور فرمایا ہے لا یزال اللہ مقبلا علی العبد وہو فی صلوتہ ما لم یلتفت فاذا التفت اعرض عنہ جبتک کہ بندہ نماز مین نہ ادھر ادھر

خدا یتعالی برابر اُسکی طرف متوجہ رہتا ہے جبتک وہ ادھر ادھر نہ دیکھے پھر جب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو خدا یتعالی اُسکی طرف متوجہ نہین رہتا ہے یعنی خداوند تعالی کی توجہ اُس سے ہٹ جاتی ہے اور اسیطرح وہ حدیث ہے جو نماز کے اندر بندہ کو خدا یتعالی کے جواب دینے کے بارے مین وارد ہوئی ہے ۔ مین کہتا ہون کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا یتعالی کی بخشش تمام خلق پر فائز وعام ہے اور تفاوت صرف مخلوقات کی استعداد مین یا کسی کے اعتبار سے ہے اسلیے جب کوئی بندہ خدا یتعالی کی جانب متوجہ ہوتا ہے اُسکے لیے اُسکی بخشش کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب بندہ اُس سے اعراض کرتا ہے تو اُس سے صرف محروم ہی نہین رہتا بلکہ اپنے اعراض کیوجہ سے عذاب الہی کا مستحق ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **العطاس والنعاس والتثاوب فی الصلوۃ والحیض والقیء والرعاف من الشیطان** ۔ اور جماہی نماز کے اندر وحیض دونے اور نکسیر شیطان کیطرف سے ہے ۔ مین کہتا ہون اس سے یہ مراد ہے کہ یہ چیزین نماز کے معنی اور اُسکے منشا کے منافی ہین ۔ اب وہ افعال کثیر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر بہت سی چیزین جو لوگون کے سکھلانے کی غرض سے کی ہین یا جو فعل نماز کے اندر لوگون کو کرتے دیکھے ہین اور آپنے اُنسے منع نہین کیا ہے وہ سب افعال یا جو اُنسے کم ہین اُنسے نماز نہیں باطل ہوتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ تلاش سے یہ معلوم ہوا کہ تھوڑا سا کلام جیسے الغنک بلعنۃ اللہ تین مرتبہ تک اور یرحمک اللہ اور ما شانکم تنظرون الے اور تھوڑا سا گرفت کرنا اور تھوڑا ہاتھ سے کوئی کام کرنا جیسے بچے کو کندھے سے اُتار لینا یا اُسپر اُٹھا لینا یا پاؤن کا دبانا اور جیسے دروازہ کا کھولنا اور مشی تھوڑا چلنا جیسے یہ پرسے اُس جگہ ہٹ آنا کہ جو وہان سے منبر کے نیچے سجدہ ہو سکے اور امام کی جگہ سے صف مین آجاوے اور وہ جنازہ جو اُسکے سامنے ہے اُسکی طرف بڑھ جاوے تا کہ کھل جاوے اور رونا خدا کے خوف سے اور ایسا اشارہ کرنا جو اُس سے کچھ سمجھا جاوے اور سانپ بچھو کا مار ڈالنا اور داہنے بائین اسطرح دیکھنا جو گردن نہ پھر سکے انمین سے کسی چیز سے نماز باطل نہین ہوتی اور اُسکے بدن یا کپڑے کو ناپاکی کا لگجانا جو اُسکے فعل سے نہین ہے، یا اُسکو ناپاکی لگنے کا علم بھی نہیں تو اس سے بھی نماز فاسد نہین ہوتی ۔ واللہ عالم بحقیقۃ الحال

جب انسان سے نماز مین کوئی قصور ہو جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کمی کے پورا کرنے کو دو سجدے کرنے کا حکم دیا ہے اُسکو قضا کے ساتھ بھی مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی مناسبت ہے مگر وہ مواضع جنمین نص حدیث سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہ چار ہی ہین ایک تو وہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **اذا شک احدکم فی صلوتہ ولم یدرکم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین** الخ تم مین سے جب کسیکو اپنی نماز مین شک ہوا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ رکعت پڑھی ہین تین یا چار پس جسمین شک ہوا ہے اُسکو الگ کرے اور جسقدر پر یقین ہے اُسپر نماز کی بنا کر کے پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کر لے کیونکہ اگر اُسنے پانچ پڑھی ہین تب تو ان دو سجدون سے اُسکا شفع پورا ہو جاویگا اور اگر پوری چار پڑھین تو یہ دونون سجدے شیطان کی سرزنش کے لیے زیادتی حسنات کا موجب ہونگی اور سجدۂ سہو اور سجدے کے اندر شک کرنا بھی اسی قبیلہ سے ہے ۔ دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھین اور سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے ۔ نماز کے اندر کسی رکن کا بڑھجانا بھی ایسا ہی ہے

جیسے رکعت کا پڑھنا (تیسرے) یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ چار کی جگہ دو رکعت پڑھکر سلام پھیر دیا تو بعض صحابہ نے آپ سے اسکی بابت عرض کیا تو جو رکعتیں رہگئی تھیں وہ بھی پڑھیں اور دو سجدے کر لیے اور ایک روایت میں یہی آیا ہے کہ جب آپکی ایک رکعت باقی رہی تھی کہ آپ نے سہواً سلام پھیر دیا پھر اسکی بابت کسی نے عرض کیا تو بھی آپنے ایسا ہی کیا جس فعل کے قصداً کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے نماز کے اندر اسکا سہواً کرنا اسی پر محمول ہے (چوتھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دو رکعت کے بعد بجائے بیٹھنے کے کھڑے ہو گئے پھر آپ جب نماز پوری کر چکے تو سلام پھیرنے سے پہلے آپ نے دو سجدے کر لیے۔ قعدہ کے اندر تشہد کا نہ پڑھنا بھی اسی پر محمول ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قایما فلیجلس و ان استوی قایما فلا یجلس ولیسجد سجدتی السهو۔ یعنی اگر دو رکعتوں کے اندر کھڑا ہو جاوے تو اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اسکو یاد آجاوے تب تو اسکو بیٹھ جانا چاہیے سیدھا کھڑا ہو جاوے تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کر لے۔ میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ جب وہ کھڑا ہو گیا تو قعدہ فوت ہو گیا پھر اگر وہ لوٹ آئے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اسکی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر سیدھا ہونے کی قریب ہو گیا ہے مگر ہنوز سیدھا نہیں ہوا ہے تو اسکو بیٹھ جانا چاہیے بخلاف عام فقہا کے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے جو قرآن کی وہ آیت پڑھے جسمیں سجدہ کرنے کا حکم ہے یا سجدہ کرنیوالے کے ثواب اور اسکے منکر کے عذاب کا بیان ہے یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے کلام کی تعظیم اور مسارعت الی الخیر کے قصد سے سجدہ تلاوت کرے اور جن مواضع میں ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنے کا حکم ہے وہ انسے علیحدہ ہیں کیونکہ کلام خدا تعالے کے لیے سجدہ کرنے میں ہے جن آیات میں نص سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہ چودہ یا پندرہ آیتیں ہیں عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ بیان کیا کہ یہ سجدہ واجب نہیں ہیں مستحب ہیں تو کسی نے سامعین میں سے انکار نہیں کیا بلکہ سب نے اس کہنے کو مانا اور حدیث شریف میں یہ جو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کے اندر سجدہ کیا اور وہاں جسقدر مسلمان اور مشرک اور جن حاضر تھے سب نے سجدہ کیا میرے نزدیک اسکی یہ توجیہ ہے کہ اس خاص وقت میں حق اسقدر ظاہر اور روشن ہو گیا تھا کہ کسی کو بجز نیازمندی اور تابعداری کچھ چارہ نہ رہا پھر جب لوگ اپنی اپنی حالت پر آئے تو جو کافر تھے وہ کافر اور جو مسلمان تھے وہ مسلمان رہے بجز ایک بوڑھے قریشی کے کہ اسکے دل پر ایسی مضبوط مہر لگی ہوئی تھی کہ وہ اس رحمت عامہ سے محروم رہا اور اسکے دلمیں اسکا اثر نہوا اور بجائے سجدہ کرنے کے تھوڑی سی مٹی زمین پر سے اٹھا کر پیشانی کو لگالی اسکی سزا بہت جلد اسکو یہ ملی کہ جنگ بدر میں مارا گیا۔ سجدہ تلاوت کے اذکار میں سے یہ ہے سجد وجهی للذی خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته اور ادعیہ سجدہ یہ ہے اللهم اکتب لی بها عندک اجرا وضع بها عنی وزرا واجعلها لی عندک ذخرا وتقبلها منی کما تقبلتها من عبدک داود۔

نوافل کا بیان

جس حکمت کا شرائع کے اندر لحاظ کیا گیا ہے ہم اسکا یہ مقتضی ہے کہ لوگون کو ضروری چیزین اور زیادہ چیزین جنسے طاعت الٰہی کا پورا پورا فائدہ انکو حاصل ہو سکے بیان کر دیجاوین تاکہ ہر شخص اپنا اپنا حصہ اُس سے حاصل کر سکے پھر انمین سے جو شخص کاروبار دنیوی مین مصروف رہتا ہے وہ تو صرف اُن ضروری باتون کو اپنے ذمہ لازم کرے اور جو شخص دنیاوی کاروبار سے فارغ ہے اور اسکو تہذیب نفس اور حصول قرب کا مقصد زیادہ کرنا ہے وہ کامل طور پر اُن عبادات کے ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اسی بنا پر نہایت ضروری ہوئی توجہ اس امر کی طرف ہوئی کہ انکے لیے نوافل نماز اور انکی اوقات مناسبہ اور آداب کے ساتھ مقرر ہون اور اوقات بیان کیجاوے اور لوگون کو اسپر ابھارا جاوے اور ترغیب دلائی جاوے اور انکے فوائد بیان کیے جاوین اور اجمالا اُسی نماز نفل کی بھی ترغیب دیجاوے جسکے لیے کوئی وقت مقرر نہین ہے مگر جبکہ کوئی مانع موجود ہو جیسے وہ اوقات جنمین نماز کا پڑھنا منع ہے۔ اُن نوافل مین سے ایک تو وہ نوافل ہین جو فرائض کے ساتھ پڑھی جاتی ہین اور اصل یہ ہے کہ اشتغال بتوبہ چونکہ لوگون کو خدا کی یاد سے بھلاتے ہین اور اذکار کے اندر تدبیر اور فکر اور عبادات کا ثمرہ حاصل کرنے سے مانع ہوتے ہین کیونکہ انسے ہیئت بہیمیہ کا جماو اور ہیئت ملکیہ مین ایک قسم کا دباو و قساوت پیدا ہوتی ہے لہذا ایسی بات کی ضرورت ہوئی کہ اُس کدورت کے صاف کرنیکی غرض سے قبل از فرائض اُسکا استعمال کیا کرین تاکہ فرائض کے اندر ایسے وقت مین شروع پایا جاوے کہ تمام شغلون سے قلب خالی ہو اور سب سے خاطر جمع ہو اور بسا اوقات آدمی اسطرح نماز پڑھتا ہے کہ نماز کا فائدہ اُسکو پوری طرحسے نہین حاصل ہوتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین اُسکی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔

کم من مصل لیس لہ من صلوتہ الا نصفھا ثلثھا ربعھا۔ بہت سے نمازیون کو انکی نماز سے صرف نصف تہائی چوتھائی ثواب ملتا ہے لہذا ضروری ہوا کہ فرائض کے بعد اس مقصود کے پورا کرنے کے لیے کچھ نماز اور مقرر کیجاوے اُن نوافل مین سے زیادہ ضروری شب و روز مین سے دس یا بارہ رکعت ہین جو تمام اوقات پر منقسم ہین اور یہ اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بنی لہ بیت فی الجنۃ۔ اُسکے لیے جنت مین گھر بنایا جاویگا مین کہتا ہون اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُس شخص نے اپنی جان کو رحمت کے ایک بہت بڑے حصہ کا مستحق بنالیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیھا۔ یعنی صبح کی دو رکعت دین اور دنیا کی تمام چیزون سے بہتر ہین۔ مین کہتا ہون بہتر ہونے کا سبب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور اسکی نعمتین رنج اور مصیبت کی کدورتون سے خالی نہین رہ سکتی ہین اور اُن رکعتون کا ثواب ایسا باقی ہے جسمین نام کو بھی کدورت نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی الفجر فی جماعۃ ثم قعد یذکر اللہ حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت لہ کاجر حجۃ وعمرۃ جسنے جماعت سے صبح کی نماز پڑھی پھر طلوع آفتاب تک یاد الٰہی کرتا رہا پھر دو رکعت پڑھین اسکو مثل حج اور عمرہ کے ثواب ملیگا مین کہتا ہون یہ وہ ثواب ہے جو ہر دن کے لیے آپنے مسنون فرمایا ہے اور اعتکاف کے فوائد ہم پہلے بیان کر چکے اور قبل از ظہر چار رکعت کے

با یقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفتح لھن ابواب السماء ۔ آنکے لیے آسمانون کے دروازے کھولے جاتے ہین
اور فرمایا ہے انہا ساعۃ تفتح فیہا ابواب السماء فاحب ان یصعد لی فیہا عمل صالح ۔ وہ یہ (بعد زوال) ایسی
گھڑی ہے کہ اُسوقت آسمانون کے دروازے کھول دیے جاتے ہین اسلیے مین چاہتا ہون کہ اسمین میرا کوئی عمل صالح
آسمانون پر صعود کرے اور فرمایا ہے ما من شیء الا یسبح فی تلک الساعۃ ۔ کوئی ایسی چیز نہین ہے جو اس گھڑی تسبیح
نکرتی ہو ۔ مین کہتا ہون پہلے ہم اس بات کو بیان کر چکے ہین کہ جناب باریتعالی کے لیے جسکی ذات اوقات کے قید سے
برتر ہے خاص خاص اوقات مین اسکی تجلیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور بعض اوقات مین تمام عالم کے اندر
روحانیت پھیل جاتی ہے ۔ اسلیے اس ہی فصل کو دیکھنا چاہیے ۔ اور جمعہ کے بعد اگر مسجد مین پڑھے تو چار رکعتین
اور مکان پر پڑھے تو دو رکعتین اسلیے مسنون کی گئی ہین تاکہ ایسے وقت مین کہ لوگون کا مجمع عظیم ہے اور وہی
جمعہ کا وقت اور وہی جگہ ہے جمعہ کی نماز کے مثل کوئی اور نماز نہ پائی جاوے کیونکہ اس سے عوام کو جماعت سے
اعراض کرنیکا گمان اور اسیطرح کے اوہام پیدا ہوتے ہین لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نماز
کسی نماز کے ساتھ نہ ملائی جاے جبتک کہ کلام نکرلے یا باہر آجاے اور قبل از عصر چار رکعتین اور بعد از مغرب چھ
رکعتین بھی مروی ہین اور فجر کی نماز کے بعد سنتین مقرر نہین کی گئین کیونکہ اسمین نماز کی جگہ اشراق کی نماز تک
بیٹھنا مسنون کرنے سے وہ مقصود حاصل ہوگیا اور نیز اسکے بعد نماز پڑھنے سے مجوس کے ساتھ مشابہت کا دروازہ
مفتوح ہوتا ہے اور ایسی مشابہت کے پیدا ہونے کے سبب سے بعد عصر بھی سنتین نہین مقرر کی گئین اور از انجملہ شب کی
نوافل ہین جاننا چاہیے کہ شب کا اخیر وقت ایسا ہے کہ تمام اشغال مشوشہ سے قلب کو صفائی اور دلجمعی ہوتی ہے
اور غل شور سے سکون ہوتا ہے اور آدمی سوتے ہوتے ہین اور ریا وسمعہ سے بُعد ہوتا ہے اور افضل ترین عبادت
کے لیے وہ ہی اوقات ہین جنمین قلب کو فراغ ہو اور متوجہ الی اللہ ہو جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
صلوا باللیل والناس نیام ۔ اور رات کو نماز پڑھا کرو کہ آدمی سوتے ہوتے ہین اور اللہ پاک بھی قرآن مین
ارشاد فرماتا ہے ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطاء واقوم قیلا ان لک فی النہار سبحا طویلا ۔ البتہ رات کے
زیادہ گرانی ہوتی ہے اور تو دن کے وقت تسبیح زیادہ کرتا ہے اور بھی یہ وقت وہ ہے کہ رحمت الہیہ نازل ہوتی ہے اور بھی اسوقت مین
اللہ پاک کو بندہ کے ساتھ زیادہ قربت ہوتی ہے جیساکہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین اور بھی اسوقت کے جاگنے مین
قوت بہیمیہ کے ضعیف کرنے کے لیے ایسی عجیب خاصیت ہے کہ یہ بمنزلہ تریاق کے ہے اور اسلیے لوگون کا قاعدہ ہے
کہ جب وہ درندے جانورون کو تابع مسخر کرنا چاہتے ہین اور انکو شکاری بناتے ہین تو انکو بھوکا رکھنے اور نیند کے باز
رکھنے کے ذریعہ سے وہ اس بات کو حاصل کرسکتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ہذا السہر جہد
وثقل ۔ الحدیث ۔ یعنی اس جاگنے مین مشقت اور گرانی ہے اسلیے تہجد کی نماز کیطرف شارع کو بہت اہتمام ہوا
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے فضائل لوگون کو بتائے اور اسکے آداب اور وظائف منضبط کیے آنحضرت صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یعقد الشیطان علی قافیۃ رأس احدکم اذا ہو نام ثلث عقد ۔ تم مین سے جب کوئی

آدمی سوتا ہے تو شیطان اسکے سر کے قافیہ مین تین گرہ لگا دیتا ہے اخیر حدیث تک مین کہتا ہون شیطان اسکے دل مین نیند کی رغبت
ڈالدیتا ہے اور اسکے دلمین یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے اور اسکا یہ وسوسہ بہت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے
جبتک کوئی ایسی تدبیر نہ کیجاوے کہ جس سے نیند دفع ہو سکے اور خدا کیطرف توجہ کا دروازہ اسپر کھل جاوے وہ وسوسہ دلسے
نہین نکلتا اسلیے یہ بات مسنون کی گئی کہ جسوقت آدمی کی سوتے سے آنکھ کھلے اور اپنی آنکھین ملتا ہوا اٹھے تو خدا کا نام لے
پھر وضو اور مسواک کرکے چھوٹی چھوٹی دو رکعت پڑھے بعد ازان اذکار اور آداب سے جتنا چاہے پڑھتا رہے۔ اور مین نے
ان تین عقود کا تجربہ کیا ہے اور انکا لگانا اور پھر انکی تاثیر کا مشاہدہ کیا مگر مجکو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ شیطان کیطرف سے
ہے اور اسوقت مجکو یہ حدیث بھی یاد آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رب کاسیتہ فی الدنیا عاریتہ
فی الآخرۃ۔ بہت سی دنیا مین لباس پہننے والیان آخرت مین ننگی ہونگی یعنی دنیا مین جو طرح طرح کے لباس پہنتی ہین آخرت
مین اسکے بدلے ننگی ہونگی کیونکہ فضائل نفسانیہ سے وہ باطن مین ننگی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن۔ الحدیث۔ آجکی رات مین آسمان سے کیا کیا خزانے اتارے گئے۔ مین کہتا ہون اس
بات پر صاف دلیل ہے کہ معانی صورتون مین متمثل ہین اور اپنے وجود حسی سے پیشتر انکا زمین پر نزول ہوتا رہتا ہے۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر الحدیث
جب شب کا اخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کیجانب نزول فرماتا ہے۔ علماء کا قول ہے
کہ آوازون کے سکون کی وجہ سے جو حضور قلب کے مانع ہوتی ہین اور اشغال مشوشہ سے دل کے صاف ہونے اور ریا کا
احتمال نہونے کے سبب سے نفس کو رحمت الٰہیہ کے نزول کی جو قابلیت حاصل ہوتی ہے اس حدیث مین اسی کی جانب اشارہ ہے
اور میرے نزدیک اسکے ساتھ ایک اور چیز کیطرف بھی اشارہ ہے جو قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے جسکو نزول سے تعبیر کر سکتے ہین
جسکا اس سے پہلے ہم کچھ بیان کرچکے ہین انھین دو اسرار کیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقرب
مایکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر۔ سب سے زیادہ اللہ پاک اور اسکے بندہ مین جو قربت ہوتی ہے وہ شب کے
اخیر مین ہوتی ہے اور فرمایا ہے ان فی اللیل لساعۃ لا یوافقھا عبد مسلم یسئل اللہ فیھا خیرا الا اعطاہ۔ البتہ شب مین
ایک ایسی گھڑی ہے کہ کوئی عبد مسلم اپنی بھلائی کی دعا نہین کرتا مگر اللہ پاک اسکو عطا فرماتا ہے اور نیز فرمایا ہے علیکم
بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وھو قربۃ لکم الی ربکم مکفرۃ السیئات منھاۃ عن الاثم۔ التزام کرو شب کے
اٹھنے کا اسلیے کہ یہ دستور ہے تم سے پہلے صالحین کا اور وہ تمھارے رب کی جانب قربت کا موجب اور تمھاری برائیون کا
دور کرنیوالا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔ اور گناہون کے دور کرنے اور گناہ سے باز رکھنے وغیرہ کے اسرار ہم بیان کرچکے
ہین وہان انکو دیکھنا چاہیے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اوی الی فراشہ طاھرا یذکر اللہ حتی
یدرکہ النعاس لم ینقلب ساعۃ من اللیل یسئل اللہ شیئا من خیر الدنیا والآخرۃ الا اعطاہ۔ جس شخص نے
طہارت کے ساتھ اپنے بستر پر خدا کی یاد کے ساتھ سہارا پکڑا اور اسی حالت پر اسکی آنکھ لگ گئی تو کسی وقت رات کو
کروٹ بدلتے خدا تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی کسی بھلائی کا وہ سوال نہین کرتا مگر خدا تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے

مین کہتا ہون جو شخص احسان کی حالت پر جو تشبہ بالملکوت اور خدا تعالے کی کبریائی پر تنبہ کو جامع ہے سوجاتا ہے تو تمام
رات اُسی حالت پر رہتا ہے اور اُسکا نفس خدا تعالے کیطرف مقربین کے زمرہ مین متوجہ رہتا ہے۔ اور تہجد کے وقت
یہ مسنون ہے کہ جب آدمی سونے سے فارغ ہو کر اُٹھے تو وضو کرنے سے پہلے خدا تعالے کی یاد کرے اور وہ دعا کئی طرح سے
آئی ہے از انجملہ یہ دعا ہے اللهم لک الحمد انت قیم السموات والارض ومن فیهن ولک الحمد انت نور السموات
والارض ومن فیهن ولک الحمد انت ملک السموات والارض ومن فیهن ولک الحمد وانت الحق ووعدک
الحق ولقاءک وقولک حق والجنة حق والنار حق والنبیون حق ومحمد حق والساعة حق اللهم لک اسلمت وبک
آمنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لی ما قدمت وما اخرت
وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به منی انت المقدم وانت الموخر لا اله الا انت ولا اله غیرک۔
اور از انجملہ یہ ہے کہ اللہ اکبر دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ کہے اور سبحان اللہ وبحمدہ دس مرتبہ اور استغفر اللہ
دس مرتبہ اور لا الہ الا اللہ دس مرتبہ بعد ازان یہ پڑھے۔ اللهم انی اعوذ بک من ضیق الدنیا وضیق یوم القیمة
دس مرتبہ۔ اور از انجملہ لا اله الا انت سبحنک اللهم وبحمدک استغفرک لذنبی واسئلک رحمتک اللهم زدنی علما
ولا تزغ قلبی بعد اذ هدیتنی وهب لی من لدنک رحمة انک انت الوهاب۔ اور از انجملہ یہ کہ یہ آیات پڑھے
ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار لآیات لاولی الالباب۔ اخیر سورہ تک بعد ازان
مسواک کرے اور وضو کرکے مع وتر کے گیارہ رکعتین پڑھے اور نماز تہجد کے آداب اور اذکار پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے مسنون کیے ہین التزام کرے اور دو دو رکعت پر سلام پھیرے اور ہاتھ اُٹھا کر یا رب یا رب کہتا رہے اور
جہانتک ہو سکے دعا مین مبالغہ کرے اور آپکی دعاؤن مین یہ دعا بھی داخل تھی اللهم اجعل لی فی قلبی نورا
وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نورا
واجعل لی نورا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقون سے تہجد کی نماز پڑھی ہے اور سب طریقے سنت
مین اور اصل یہ ہے کہ شب کی نماز وتر ہے اُسکو تم بین عشاء سے صبح تک پڑھ لیا کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُسکو طاق اس غرض سے فرمایا ہے کہ یہ طاق عدد مبارک ہے چنانچہ آپ فرماتے ہین ان اللہ یحب الوتر فاوتروا
یا اهل القرآن۔ خدا تعالے طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے اسلیے اے اہل قرآن تم نماز طاق پڑھا کرو مگر چونکہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب کے اُٹھنے مین مشقت ہوتی ہے اور اسکی برداشت وہی کر سکتا ہے جسکو خدا تعالے نے
توفیق دی ہو اسلیے قیام لیل کو تمام امت پر لازم نہین کیا اور شروع شب مین وتر کے پڑھنے کی اجازت دی
مگر اُسکے ساتھ ہی تاخیر سے پڑھنے کی رغبت دلاتے رہے چنانچہ آپنے فرمایا ہے من خاف ان لا یقوم آخر اللیل
فلیوتر اوله ومن طمع ان یوتر آخره فان صلوة اللیل مشهودة وذلک افضل۔ جس شخص کو اخیر شب مین
نہ اُٹھنے کا اندیشہ ہو تو وہ اول شب مین وتر پڑھ لے اور جسکو اخیر شب مین پڑھنے کا لالچ ہو تو وہ آخر مین وتر پڑھے
کیونکہ شب کی نماز مین حضوری ہوتی ہے اور وہ افضل ہے اور حق یہ ہے کہ وتر سنت ہین مگر سب سنتون سے زیادہ

ہوگئہ مین حضرت علی اور حضرت ابن عمر اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اسکو بیان کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو یہ فرمایا ہے امدکم بصلوۃ ہی خیر لکم من حمر النعم - خدا تعالے نے تمھارے لیے ایک ایسی نماز بڑھادی جو سرخ اونٹون سے
بہتر ہے تو اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالے نے اُنپر اسیقدر نماز فرض کی ہے جو اُنسے ادا ہو سکے کیونکہ شروع
شروع مین شب و روز مین گیارہ رکعتین فرض کین بعد ازان حضر کے اندر بچہ اور بڑھادین بعد ازان جو لوگ محسنین کے
زمرہ مین ہین اُنکے لیے وتر بڑھادیگئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے کہ جو لوگ حسان کے درجے کی
قابلیت رکھتے ہین اُنکو اس سے زیادہ مقدار کی حاجت ہے اسلیے اصل نماز کے برابر گیارہ رکعت اُنکے لیے اور زیادہ کردیگئین
چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی سے فرمایا ہے تیرے اور تیرے ساتھیون کے لیے یہ نہین ہین -

اور بعض وظائف وترسے وہ کلمات ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سکھلائے
قنوت وتر مین یہ کہتے تھے اللھم اہدنی فیمن ہدیت و عافنی فیمن عافیت و تولنی فیمن تولیت و بارک لی فیما
اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت
تبارکت ربنا وتعالیت - اور از انجملہ یہ ہے و بعد زمان یہ پڑھے اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک اعوذ بمعافاتک
من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک - و بعض وظائف سے جو بعد سلام
پھیرنے کے پڑھے یہ ہین سبحان الملک القدوس دو مرتبہ آہستہ آہستہ تیسری مرتبہ باواز بلند اور جب آپ تین رکعت پڑھتے تھے
تو اول رکعت مین سورہ سبح اسم ربک الاعلی اللذی دوسری مین سورہ قل یا ایہا الکافرون تیسری مین قل ہو اللہ احد و قل اعوذ
برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے - اور از انجملہ قیام رمضان شریف کے مہینہ مین اور اُسکے شروع ہونے مین
یہ بھید ہے کہ مقصود شارع کا رمضان سے یہ ہے کہ امت محمدیہ کو بسبب ان اوصاف حمیدہ کے ملائک کے ساتھ مناسبت ہو جاوے
اور اُنکے ساتھ اسکو تشبیہ ہو جاوے اسی لیے آپ نے مسلمانون کے دو درجے کیے ایک درجہ عوام کہ انہین فقط یہی کافی ہے
کہ رمضان کے روزے رکھیں اور فرائض پر اکتفا کرین دوسرے درجہ محسنین اور وہ درجہ اس سے عبارت ہے کہ روزہ رمضان شریف
کا اور اُسکی راتون مین قیام اور تنزیہ زبان باوجود اعتکاف کے اور عشرہ اخیرہ مین کمر بند کا خوب استحکام سے باندھنا اور
چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ تمام امت اس درجہ علیا کے حاصل کرنے کی طاقت نہین رکھتی اور یہ بھی ضرور تھا
کہ ہر شخص بقدر اپنی طاقت کے اعمال کو کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما زال بکم الذی رایت من صنیعکم
حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ جس چیز کو تم ہمیشہ کرتے ہو مین اسکو دیکھتا رہتا ہون اور تمھارے
ہمیشہ کرنے کی وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تمپر فرض نہو جاوے اور اگر فرض ہو جاوے تو قائم نہ رہوگے اُسپر معلوم کرو کہ عبادات
کی توقیت بندون پر ایسی چیز سے ہوا کرتی ہے جس سے اُنکے دل مطمئن رہین اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف ہوا کہ
ایسا نہو یہ لوگ ان عبادات کے عادی ہو جائین اور انسے اُنکا دل مطمئن ہو جاوے اور جسوقت ان امور مین انسے کسی قسم
کی کوتاہی ہو تو بوجہ اس کوتاہی کے احکام الہی کے اندر انکو کوتاہی جانین یا وہ عبادت شعار دین مین سے ہو کر انپر فرض
ہو جاوے اور اسکے متعلق قرآن نازل ہو جاوے اور پھر پچھلے لوگ اُسکی برداشت نکر سکین -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ) جس کسی نے ایمان کے
ساتھ بطلب قصد ثواب کے رمضان کے اندر قیام کیا اُسکے سب پہلے گناہ بخشے گئے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ اس وجہ سے کہ اُس
کرنے سے اُسنے اپنی جان کو برکات الہیکا جو ظہور ملکیت اور گناہون کے محو ہو جانے کا باعث ہین مورد بنا لیا۔
صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے قیام رمضان مین تین چیزین اور زیادہ کی ہین ایک تو مساجد مین اُسکے لیے جمع ہونا
کیونکہ اسمین خاص و عام کے لیے آسانی ہے دوسرا اول شب مین اُسکا پڑھنا مگر اُسکے ساتھ یہ بھی کہتے ہین کہ اخیر شب مین
نماز پڑھنے سے حضوری ہوتی ہے اور وہ افضل ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی آسانی پر جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے ہین
متنبہ کیا ہے تیسرا بیس رکعت کے ساتھ اُسکی تعداد مقرر کرنا اور اُسکی وجہ یہ ہوئی کہ انھون نے اس بات کا خیال کیا کہ
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سال کے اندر اُن لوگون کے لیے جو محسنین کے زمرہ مین ہین گیارہ رکعت مقرر کی ہین
پس فیصلہ کر دیا کہ رمضان کے اندر جب مسلمان تشبہ بالملکوت کے دریا مین اپنی جان کے ڈالنے کا قصد کرتا ہے تو اُسکا
گیارہ رکعت کے دو چند سے بہر صورت کم نہ ہونا چاہیے۔ اور از انجملہ چاشت کی نماز ہے اور اسمین یہ شرط ہے کہ حکمت الہیکا
مقتضی ہوا کہ دن کے چار حصون مین سے کوئی حصہ نماز سے جو یاد الہی پر آدمی کو متنبہ کرتی ہے خالی نہو کیونکہ ربع تین
ساعت کا نام ہے اور تمام عرب و عجم مین دن کے حصون کے لیے جو مقدار مستعمل ہے اُس مقدار کی کم از کم تین ساعت
ہوتی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل چاشت کے نماز ضحیٰ کی سنت رہی ہے اور نیز دن کے پہلے حصہ مین
آدمی اپنی روزی اور معاش کی تلاش مین مصروف رہا کرتے ہین اسلیے ایسے وقت مین ایک نماز مسنون کی گئی
تاکہ اُس غفلت کے سم کے لیے جو اُس وقت مین نفس پر طاری ہوئے ہین بمنزلہ تریاق کے ہو جاے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے بازار مین جانے والے کے لیے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اخیر تک مسنون کیا ہے۔ چاشت کی نماز کے
لیے تین درجے ہین کم درجہ اُسکا دو رکعتین ہین اور اسمین یہ نکتہ ہے کہ آدمی کے ہر عضو پر جو صدقہ واجب ہے یہ نماز
اُسکا بدلہ ہو جاتی ہے اور اُسکی یہ وجہ ہے کہ ہر جوڑ کا اُسکی صحت پر جو اُسکے مناسب ہے باقی رکھنا خدا تعالی کی نعمت ہے
جسکے شکریہ مین حسنات کا ادا کرنا اور اُسکی حمد کرنا واجب ہے اور نماز اعمال صالحہ سے بڑھکر ہے جسکے ادا کرنے مین تمام اعضا
ظاہری اور قواے باطنی مین مصروف ہوتے ہین اور دوسرا درجہ اُسکا چار رکعت ہین اور اُسکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالے فرمایا ہے اے ابن آدم میرے لیے شروع دن مین چار رکعت پڑھ اخیر دن تک مین تیرا
کافی ہونگا۔ مین کہتا ہون اُس سے یہ مراد ہے کہ تہذیب نفس کے لیے یہ ایک کافی مقدار ہے اگرچہ اخیر دن تک ایسا کوئی
اور کام نکرے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ چار رکعت سے زیادہ پڑھے مثلاً آٹھ رکعت یا بارہ رکعت اور چاشت کا کامل
وہ ہے کہ جب دن چڑھ جاوے اور اُونٹون کے بچے گرمی کے سبب بیٹھ جاوین اور ریت پر نہ چل سکین۔ اور از انجملہ
استخارہ کی نماز ہے اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ اُنکو جب کوئی حاجت مثل سفر یا نکاح یا بیع وغیرہ کی پیش آیا کرتی
تو وہ تیر ڈالا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اس حرکت سے منع فرمایا کیونکہ وہ ایک بے بنیاد اور بے اصل
اور صرف ایک اتفاقی چیز تھی اور نیز اُسکے اندر خدا تعالی پر افترا پایا جاتا تھا کیونکہ وہ لوگ اُس وقت کہا کرتے تھے ہمارے

پروردگار کا ہمکو حکم ہوگیا یا ہمارے پروردگار نے اس سے منع کردیا اور بجائے اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کو
مقرر فرمادیا کیونکہ جب آدمی خدا تعالیٰ سے کسی چیز کے علم کا فیضان چاہتا ہے اور اسکی مرضی کا اس امر میں انکشاف چاہتا
اور ویسے اسکے دروازہ پر نیازمندی سے قیام کرتا ہے تو فوراً حکمت الٰہیہ کا اسکے دل پر فیضان ہوتا ہے اور نیز استخارہ کا بہت
بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان اسوقت اپنے نفس کی مراد سے فنا ہوجاتا ہے اور اسکے قواے بہیمیہ ملکیہ کے تابع ہوجاتے ہیں اور
اپنی ذات کو خدا تعالیٰ کے حوالے کردیتا ہے اسکی وجہ سے اسکا حال بمنزلہ حال ملائکہ کے ہوجاتا ہے وہ بھی اسیطرح الہام کے
منتظر رہتے ہیں اور الہام ہوجانے کے بعد ارادہ اپنے سے وہ ہمت اس کام پر متوجہ ہوجاتے ہیں انکے نفسانی
ارادہ کو کچھ دخل نہیں ہوتا اور میرے نزدیک یہ امر یعنی کثرت سے استخارہ کرنا انسان کی ملکیت کے واسطے کرنے کے لیے
تریاق مجرب ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کی دعا اور اسکے آداب منضبط کردیے ہیں دعا یہ ہے
اللہم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم
وانت علام الغیوب اللہم ان کنت تعلم ان ہذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او قال عاجل امری
واٰجلہ فاقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان ہذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبۃ امری او
قال فی عاجل امری واٰجلہ فاصرفہ عنی واصرفنی عنہ واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ اور اپنی حاجت کا
ذکر کرے۔

اور ازانجملہ صلوۃ حاجت ہے اور اصل اسمین یہ ہے کہ مخلوق سے مدد چاہنے اور انسے اپنی حاجت کے طلب کرنے میں
اس بات کا خطرہ تھا کہ یہ شخص غیر خدا تعالیٰ سے مدد کو تجویز کرتا ہے پس یہ صورت توحید استعانت کی منافی تھی فلہذا اسکے
لیے ایک نماز اور دعا مسنون کی گئی تاکہ اسسے یہ شر دور ہو۔

پھر مسنون ہوئی انکو یہ کہ دو رکعت پڑھیں خدا کی ثنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں پھر کہیں لا الہ الا اللہ
الحلیم الکریم سبحان اللہ رب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین اسالک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک و
الغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ہی لک رضا الا قضیتہا
یا ارحم الراحمین۔ اور ازانجملہ صلوۃ توبہ ہے اور اسمین اصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کیطرف رجوع کرنا خاصکر گناہ کرنیکے بعد
اور قلب کے اندر اس گناہ کے زنگ جمنے سے پہلے اس گناہ کا باعث ہوتا ہے۔ اور ازانجملہ صلوۃ وضو ہے اور اسکے
متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے انی سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنۃ
جنت میں میں نے اپنے سامنے تیری جوتیوں کی آواز سنی ہے۔ میں کہتا ہوں اسمین یہ بھید ہے کہ طہارت پر التزام
کرنا اور اسکے بعد نماز پڑھنا احسان کے درجے کے لیے کافی مقدار ہے جو بڑے بانصیب ہوسکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا ہے بما سبقتنی الی الجنۃ۔ کس چیز کی وجہ سے جنت میں تو مجھسے سبقت لیگیا۔
اور ازانجملہ صلوۃ تسبیح ہے اسکا بھید یہ ہے کہ یہ ایک ایسی نماز ہے کہ جسمین خدا کی یاد کا ایک بڑا حصہ پایا جاتا ہے بمنزلہ
اس کامل نماز کے ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے محسنین کے لیے اذکار کے ساتھ مقرر فرمائی ہے جو شخص اس سے

یہ نماز اسکے لیے کافی ہو جاتی ہے اسلیے اسکی فضیلت مین وہ خصلتین ارشاد فرمائی ہین - اور ازانجملہ صلوۃ الآیات ہے
جیسے کسوف اور خسوف اور تاریکی کی پڑھی جاتی ہے اسمین اصل یہ ہے کہ جب آیات الٰہی مین سے کسی آیت کا ظہور ہوتا ہے
اور لوگون کے نفوس اسکے سبب سے خدا تعالی کیطرف متوجہ اور ملتجی ہو جاتے ہین اور اسوقت انکو دنیا سے ایک قسم کی علیحدگی
ہو جاتی ہے لہذا ایمان والے کے لیے یہ وقت بہت غنیمت ہے اسکو ایسے وقت مین دعا اور نماز اور تمام اعمال صالحہ مین
کوشش کرنی چاہیے اور نیز یہ ایسا وقت ہے کہ عالم مثال مین حوادث کے پیدا کرنے کیطرف علم الٰہی متوجہ ہو جاتا ہے
اور یہی وجہ ہے کہ اہل معرفت کو خود بخود انکے دلونمین اسوقت بیچینی ایک طرحکی معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اسی لیے ایسے وقت مین گھبرا جاتے تھے اور نیز ان اوقات مین زمین پر روحانیت کا نزول ہوتا ہے لہذا صاحب
احسان کے لیے ان اوقات مین خدا کے ساتھ قربت حاصل کرنا بہت مناسب ہے چنانچہ نعمان بن بشیر کی حدیث مین
کسوف کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاذا تجلی اللہ لشیء من خلقہ خشع لہ - پھر جب اللہ تعالی نے
اپنی مخلوق مین سے کسی چیز پر تجلی ہوتی ہے تو وہ چیز اسکے سامنے جھک جاتی ہے اور نیز کفار لوگ چاند سورج کو سجدہ کرتے ہین
لہذا مسلمان ایماندار کو لازم ہے کہ جب کوئی ایسی دلیل ظاہر ہو کہ جس سے ان چیزون کا عبادت کے لیے مستحق ہونا ثابت ہو
تو خدا کی طرف نیازمندی سے التجا کرے اور اسکو سجدہ کرے چنانچہ اللہ پاک اسکو ارشاد فرماتا ہے لاتسجدوا للشمس و
لا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن - آفتاب کو سجدہ نکرو اور نہ قمر کو اور جس خدا نے انکو پیدا کیا ہے اسکو ہی سجدہ کرو یہ
سجدہ کرنا دین کے لیے شعار اور منکرین کے لیے جواب ساکت کرنیوالا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے
کہ انہون نے دو قیام اور دو رکوع ان دونون کو سجدہ پر قیاس کرکے کیے ہین کیونکہ ایسے وقت مین رکوع اور قیام بھی خضوع
اندر مثل سجدہ کے ہین لہذا انکی بھی تکرار مناسب ہوئی اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ اپنی اس نماز کو جماعت سے پڑھا
اور اس بات کی منادی کرنے کا حکم دیا کہ الصلوۃ جامعۃ اور آواز سے قرآن پڑھا - جسنے اتباع کیا وہ درجہ احسان پر پہونچا
اور جسنے وہ نماز پڑھی جو شرع مین معتبر ہے سو اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کیا - فاذا رایتم ذلک
فادعوا اللہ وکبروا وصلوا وتصدقوا - پھر جب تم اسکو دیکھو تو اسکو یاد کرو اور اسکی بڑائی کرو اور اسکے لیے نماز پڑھو اور
اسکے لیے صدقہ کرو - اور ازانجملہ صلوۃ استسقا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ مختلف طرق سے اپنی امت
کے لیے باران کی طلب کی ہے مگر وہ طریقہ جو اپنی امت کے لیے مسنون کیا ہے یہ ہے کہ آپ لوگون کو لیکر عیدگاہ کیطرف
نہایت نیازمندی اور تواضع اور تضرع کے ساتھ گئے اور جماعت سے دو رکعت نماز بالجہر پڑھی بعد ازان خطبہ پڑھا
اور خطبہ مین قبلہ کیطرف رخ کرکے ہاتھ اٹھاکر دعا مانگنی شروع کی اور اپنی چادر مبارک کو پھیرا اور یہ اسلیے کہ ایک ہی
جگہ ایک ہی چیز کی آرزو مین نہایت اہتمام اور گناہون کی مغفرت طلب کرنے اور اعمال صالحہ کے ساتھ مسلمانون کے
اجتماع کو دعا کے قبول ہونیمین نہایت کامل اثر ہے اور نماز بندہ کے لیے سب عبادات سے قربت الٰہی کی موجب ہے اور
ہاتھون کو اٹھانا نہایت تضرع اور نیازمندی کی صورت ہے جس سے نفس کو خشوع اور فرمانبرداری پر تنبیہ ہوتا ہے اور چادر کا
لوٹنا انکے احوال کے متغیر ہونیکی نقل ہے جسطرح مستغیث آدمی بادشاہون کے حضور مین عمل مین لاتے ہین اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استسقا میں یہ دعا مانگا کرتے ہیں اللھم اسق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت اور ایک یہ دعا ہے اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل اور انجملہ صلوٰۃ العیدین ہے اور اُسکی نماز کا بیان عنقریب آتا ہے اور نوافل کے قبیلے سے کسی خوشی کے حاصل ہونے یا کسی تکلیف کے دور ہونے یا ان دونوں میں سے کسی کے معلوم ہونے کے وقت سجدہ شکر کا کرنا ہے کیونکہ شکر تو دل کا فعل ہے اور ظاہر میں اُسکے کوئی عنوان ضرور ہونا چاہیے تاکہ ہر ایک کو دوسرے سے قوت حاصل ہو جاوے۔ علاوہ برین نعمتوں کے حاصل ہونے سے ایک طرحکا تکبر پیدا ہوتا ہے اُسکا علاج یہ ہے کہ منعم کے سامنے اپنے آپکو ذلیل اور خاکسار بنا دے۔ یہ وہ نمازین ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگون کیلیے جنکین درجۂ احسان اور سعادت الی الخیر کے قابلیت فرائض نماز ہے جسکا کرنا تمام خاص و عام پر لازمی ہے زیادہ کر کے مسنون فرمایا ہے۔

نماز ایسی چیز ہے جو لوگون کی بھلائی اور بہبودی کے لیے وضع کی گئی ہے نسبتے جہانتک اُسکی کثرت ہو سکے کرنی چاہیے مگر پانچ وقتونمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اُن پانچ مین سے تین وقت ایسے ہین جنمین بہ نسبت ان دو وقت کے نماز پڑھنے سے تاکید اکید منع فرمایا ہے اور وہ تین وقت یہ ہین ایک تو جب آفتاب برامد ہوا اور بکل کر اونچا ہو۔ دوسرے خاص وقت دوپہر کے جبتک ڈھلے اور ایک جب آفتاب قریب الغروب ہو غروب تک کیونکہ یہ اوقات مجوس کی نماز کے ہین اور مجوس وہ فرقہ ہے کہ انھون نے اپنا دین ضائع کر دیا خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر آفتاب پرستی کرتے ہین اور اُنکے اوپر شیطان کا تصرف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا انھا تطلع حین تطلع بین قرنی الشیطان جب آفتاب برامد ہوتا ہے تو درمیان دونون سینگون شیطان کے برامد ہوتا ہے اُس سے یہی مراد ہے کہ اسوقت مین کافر لوگ اُسکو سجدہ کرتے ہین لہذا ضروری ہوا کہ اُس ہیاۃ کے اندر جو سب عبادتونمین بڑی عبادت ہے وقت کے اعتبار سے بھی ملت اسلام اور ملت کفر مین بھی تمیز اور فرق کیا جاوے اور دوسرے دو وقت وہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی تشرق الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب الشمس بعد نماز صبح کے کوئی نماز نہین ہے جبتک آفتاب برامد نہوا اور نہ عصر کے بعد جبتک آفتاب غروب نہو۔ مین کہتا ہون کہ ان دو وقتونمین نماز پڑھنے سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انمین نماز پڑھنے سے اُن تین اوقات مین نماز پڑھنے کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ان دو وقتونمین نماز پڑھی کیونکہ آپکو اس قباحت کے پیدا ہونیکا خوف نہ تھا اور ایک روایت مین جمعہ کے دن کا دوپہر اُنسے مستثنی کیا گیا ہے اور نیز اس حدیث سے مسجد حرام کے اندر ان تین اوقات مین نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے یا بنی عبد مناف من ولی منکم من امر الناس شیئا فلا یمنعن احدا طاف بھذا البیت وصلی ای ساعۃ شاء من لیل او نھار اے بنی عبد مناف۔ تم مین سے جو کوئی شخص لوگون کے امور مین سے کسی امر کا حاکم ہو تو وہ اس گھر کے کسی طواف کرنیوالے کو بعد نماز پڑھنے والیکو کسی وقت نہ روکے عام ہے کہ رات مین ہو یا دن مین اور اس تقدیر پر اسمین یہ بھید ہے کہ جمعہ کا وقت شعار دین کے ظاہر ہونیکا وقت ہے اور مسجد حرام شعار دین کے ظاہر ہونیکی جگہ ہے

اس سبب سے وہ دونون نماز کے مانع کے معارض ہین۔

اعمال کے اندر میانہ روی کا بیان

معلوم کرو کہ عبادت کے اندر بڑی بیماری نفس کا ملال ہے ہوجاتا ہے تو خشوع کی صورت پر اسکو تنبیہ نہین ہوتی
اور پھر وہ مشقت عبادت کے معنی سے خالی ہوجاتی ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کی
حرص ہوتی ہے اور حرص کو کمی ہوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ جب کسی عمل صالح کا لوگون سے رواج جاتا رہتا ہے اور
اسکے کرنے مین لوگ سستی کرنے لگتے ہین تو اسکے کرنیوالے کا اجر چند در چند ہوجاتا ہے کیونکہ ایسی حالت مین اس
عمل کو آدمی اسی وقت کر سکتا ہے کہ جب اسکے نفس کو سخت تنبیہ اور اسکے دلمین ایک مستحکم ارادہ پایا جاوے اسلیے
شارع نے طاعت کی مقدار مقرر کی ہے جسطرح مریض کے حق مین دوا کی طرح ایک خاص اندازہ مقرر ہوتی ہے جسمین
کمی بیشی نہین کیجاتی اور نیز مقصود منفعت احسان کا اسطرح پر حاصل کرنا ہے کہ اسمین تدابیر ضروریہ کا ترک یا حقوق
مین سے کسی حق کا تلف نہ لازم آوے چنانچہ حضرت سلمان رض نے ایکمرتبہ کسی سے یہ فرمایا کہ تیری آنکھون کا بھی تجھ پر
حق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تصدیق فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اما انا اصوم
وافطر واقوم وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ مین روزہ بھی رکھتا ہون اور افطار بھی
کرتا ہون اور قیام بھی کرتا ہون اور سوتا بھی ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون پس جس کسی نے میری سنت
سے اعراض کیا تو وہ مجھسے نہین ہے اور نیز مقصود عبادات سے نفس کا راستی پر لانا اور اسکی کجی کا دور کرنا ہے
یہ مطلوب نہین ہے کہ تمام اقسام کی عبادات کو وہ عملمین لائین کیونکہ تمام خلق کے اعتبار سے یہ بات دشوار معلوم
ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے استقیموا ولن تحصوا واتوا من الاعمال بما تطیقون
راستی سے چلو اور کبھی نہ گھیر سکوگے تم اور بجالاؤ اعمال کو جسقدر طاعت رکھتے ہو تم اور استقامت ایک ایسی چیز
ہوسکتی ہے جسکی وجہ سے نفس کو ملکیہ کے لذات سے لذت پانے اور بہیمیہ کے خصائص سے رنجیدہ ہونے پر تنبیہ ہو
اور بہیمیہ ملکیہ کے تابع ہوگا اور اگر یہ پیدا ہوا اور جب کسی نے اسکے کرنے کی کثرت کی تو نفس اسکا عادی ہوجاتا ہے
اور نیز عبادت کے ثمرہ پر اسکو تنبیہ نہین ہوتا اور نیز شرع کا مقصود اعظم ہے کہ دین کے اندر تعمق اور تکلف کا
دروازہ مسدود ہوجاوے تاکہ وہ ایک عمل کو اپنے ذمہ پر ضروری نکرلین پھر انکے بعد کچھ وہ لوگ پیدا ہون
اور انکو اس بات کا ظن پیدا ہو کہ یہ اعمال عبادات سماویہ سے ہین اور ہمارے اوپر فرض ہین بعد ازان اور
لوگ پیدا ہون اور انکو ان اعمال کے فرض ہونے کا یقین ہی ہوجاوے اور پہلے تو انکے فرض ہونیکا احتمال ہی تھا
اپنین لوگون کو انکی فرضیت پر اطمینان ہی ہوجاوے اور اس سے دین کی تحریف لازم آتی ہے اللہ پاک
فرماتا ہے ورہبانیۃ ابتدعوہا۔ الآیہ۔ اور رہبانیت جو انھون نے اپنی طرف سے ایجاد کی ہے اور نیز جس شخص کے
دلمین یہ گمان پیدا ہوگیا اگرچہ زبان سے اسکے خلاف کہتا ہے کہ بدون ان عبادات شاقہ کے خدا تعالے

کی رضامندی نہین ہوئی اور اگر اُنمین میری کوتاہی کی تو میرے اور میرے نفس کی تہذیب مین ایک حجاب عظیم حائل ہوجائیگا
اور مین خداتعالے کا خطاوار ہونگا تو اُس شخص سے اُسکے ظن و اعتقاد کے موافق مواخذہ کیا جائیگا اور اُس کوتاہی کی
اُس سے بازپرس ہوگی اور اُسمین کوتاہی کرنے سے اُسکے علوم اُسکے حق مین مضر اور موجب ظلمت بنجائینگے اور اُس سستی کی وجہ سے
اُسکے اور اعمال بھی مقبول نہونگے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ
دین آسان ہے اور کوئی شخص دین مین سختی کریگا تو دین اُسکو ہرادیگا - تعمق یعنی کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی امت پر ایسا حکم کردیا کہ وہ عملوں مین اعتدال ملحوظ رکھا کرین اسلئے کہ اتنی زیادتی نکرین جسمین ملال پیدا ہو اور امر دینی مشتبہ ہوجاوے
یا تدبیر نافع نہیگا ہوجاوین ان امور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف یا اشارتاً بیان فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے احب الاعمال الی اللہ ادومہا وان قل خدا کو وہ اعمال زیادہ پسند ہین جو ہمیشہ کیے جاوین اگرچہ انکی مقدار قلیل ہی ہو
مین کہتا ہون ان اعمال کا زیادہ محبوب ہونا اسلیے ہے کہ ہمیشہ کام کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اُس کام کی دلمین خواہش
اور رغبت ہے اور نیز طاعت کا اثر نفس جب ہی قبول کرتا ہے جب اسلیے فائدے سے مستفیض ہوتا ہے کہ جب عرصہ تک طبیعت
کے ساتھ اُسکو ہمیشہ کرتا ہے اور ایسے وقت ملجا بن نفس مین اُن اعمال کے لیے ذمت اور تحلیہ ہوتی قسم کا تخالف ہوتا ہے
ہوتا ہے اور اُسکے سبب سے ملاء اعلی کے علوم نفس مین منقش ہوجاتے ہین اور اُسکا اندازہ معلوم نہین ہے کہ نفس کے لیے کتنی
ذمت درکار ہے اسواسطے اُسکے حاصل ہونیکا طریقہ یہی ہے کہ وہ کام ہمیشہ اور بکثرت کیا جاوے لقمان علیہ السلام کے
قول کے یہی معنی ہین وعود نفسک کثرت الاستغفار فان للہ ساعة لا یرد فیہا سائلا - نفس مین زیادہ استغفار کی
عادت ڈال اسلیے خدا کے پاس بعض ایسے وقت ہوتے ہین جسمین وہ سائل کی درخواست کو رد نہین کرتا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول ہے خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا - یعنی وہ اعمال اختیار کرو جنکو تم کرسکتے ہو اسلیے
خدا جب ہی رنجیدہ ہوتا ہے جب تم رنجیدہ ہو یعنی خدا کسی عمل پر ثواب اُسوقت نہین دیتا ہے جبتک لوگ اُسکے کرنے سے
ناخوش ہوتے ہین خدا پر ملال کا اطلاق مشاکلةً کردیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے ان احدکم اذا صلی وہو
ناعس لا یدری لعلہ یستغفر فیسب نفسہ - یعنی تم مین سے بعض لوگ سونے کی حالت مین نماز پڑھتے ہین اور انکو نہین معلوم
ہوتا کہ استغفار کیوقت اپنے نفس پر بددعا کرتے ہین - مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ شدت ملال سے ایسے وقت تمام
طاعت وغیر طاعت مین تمیز نہین ہوسکتی پھر حقیقت طاعت سے نفس کو کیونکر تنبیہ حاصل ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول ہے فسددوا یعنی میانہ روی کا طریقہ اختیار کرو جسکی نگرانی ہوسکے اور اُسکو ہمیشہ عملمین لاسکین وقاربوا یعنی
یہ خیال مت کرو کہ تم اسقدر خدا سے دور ہو کہ بغیر اعمال شاقہ کے اُس تک نہین پہونچ سکتے وابشروا - یعنی امداد اور سرور دل
حاصل کرتے رہو واستعینوا بالغدوة والروحة وشیئا من الدلجة - یعنی صبح و شام اور اخیر شب کے ایک حصہ سے مدد حاصل کرو
کہ ان اوقات مین رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے اور دل نفسانی تکدرون سے خوب صاف ہوتا ہے اسکے متعلق ہم پہلے ایک فصل
بیان کی ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من نام عن حزبہ او عن شیئ منہ فقرأہ فیما بین صلوة الفجر وصلوة الظہر
کتب لہ کانہ قرأہ من اللیل جو شخص اپنے وظیفہ یا اُسکے حصہ کو نہ پڑھے اور سو رہا ہے پھر اُسکو مابین صبح اور ظہر کے درمیان پڑھے

پڑھے تو اسکے لیے اسکا ثواب ایسا لکھا جاتا ہے کہ گویا اسکو رات کے پہلے حصہ مین پڑھا تھا یا مین کہتا ہون کہ قضا کے باب مین دو اصل ہین اول یہ کہ طاعت کے ترک کرنے مین نفس کو بے پروائی نہو اور وہ اسکے ترک کرنیکا عادی نہو جاسے اگر ایسا کیا تو نفس پر ترک کرنیکے بعد اسکی بجا آوری مشکل ہوگی۔ دوسرے یہ کہ نفس اسکو ادا کرکے ذمہ داری سے باہر آجاسے یہ امر دلین نہ سکے کہ اسنے خدا کے حق مین کوتاہی کی ہے اور خدا تعالے علم اور بے علمی کی حالت مین اس سے مواخذہ کریگا۔

معذور لوگون کی نماز کا بیان

شریعت مقرر کرنے کی تکمیل کے لیے یہ امر ضروری تھا کہ عذر پیش آنے کے وقت لوگون کے لیے رخصتین بیان کیجا دین تاکہ مکلفین اپنے مقدور کے موافق طاعت بجا آوری کرسکین انھین رخصتون کا اندازہ شارع کے بیان پر موقوف رکھا جاوسے تاکہ شارع اسمین اعتدال کا لحاظ کرسکے لوگون پر اسکا موقوف ہونا نہین چاہیے اسلیے وہ اسمین کبھی افراط کرینگے کبھی تفریط اسلیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتون اور عذرون کے پیمانہ مقرر کرنے کی توجہ فرمائی رخصتون کے اصول سے یہ امر ہے کہ طاعت کی اصلی حالت اسی طرح دیکھی جاسے جسکا حکمت حکم دیتی ہو ہر حال مین اس حالت کو مضبوطی سے اختیار کیا جاسے اور ان حدود اور قواعد کا لحاظ کرنا چاہیے جنکو شارع نے مقرر فرمایا ہے تاکہ اصلی نیکی کا اختیار کرنا آسان ہوسکے اور ضرورت کے موافق ان حدود مین سے بعض ساقط اور بعض کو بعض سے مبدل کرسکین۔ عذرون مین سے ایک سفر ہے۔ سفر کرنے مین جو حرج ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہین ہے اسلیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین چند طرح سے رخصتین مقرر فرمائی ہین ایک قصر کی اجازت فرمائی۔ رکعتون کی اصلی تعداد یعنی گیارہ کو باقی رکھا اور جو اسسے زیادہ تھین انکو ساقط کردیا لہذا اطمینان اور اقامت کو اسکے لیے مشروط گردانا گیارہ رکعتون مین چونکہ عزیمت کا احتمال تھا اسلیے مناسب تھا کہ صرف مروت سے انکا اندازہ کیا جاسے اور رخصت دینے مین زیادہ تنگی کیجاسے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ آیت مین خوف کی شرط صرف بیان فائدہ کے لیے ہے اور اسکا کوئی اصلی مفہوم نہین ہے اور فرمایا کہ یہ خداوند تعالے کا صدقہ ہے اسنے تمپر اسکو خیرات کیا ہے اسکے صدقہ کو قبول کرو۔ اسکے صدقہ کی یہ حالت ہے کہ بامروت لوگ اسمین تنگی نہین کیا کرتے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ پوری رکعت پڑھنے کو کسیقدر تجویز فرمایا ہے لیکن ہمیشہ آپنے نماز بالقصر ہی پڑھی لہذا نماز مین قصر کرنا سنت موکدہ ہوگیا ہے اور اس روایت مین جس سے پوری نماز کا جواز معلوم ہوتا ہے اور اس روایت مین کہ سفر مین دو رکعت پوری ہین بلا قصر کوئی اختلاف نہین ہے۔ اسلیے کہ ممکن ہے کہ اصلی واجب دو رکعتین ہون اور اسکے ساتھ پورا پڑھنے سے اولی پر کفایت ہوجاوے جیسے مریض اور غلام اگر جمعہ کی نماز پڑھین تو انکے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہوجاتی ہے یا جیسے کسی شخص پر زکوۃ مین بنت مخاض واجب ہو وہ اپنا تمام مال خیرات کردے اسی لیے قصر وہانتک ہوتا ہے کہ جبتک مکلف کو مسافر کہہ سکین جب اس سے یہ نام بالکل زائل ہوجائیگا تب قصر موقوف ہوگا قصر مین کوئی اور حرج پیدا ہوگیا اور پوری نماز نہ ادا کرسکا تو اسکا لحاظ نہ کیا جاسے صرف مسافرت کا لحاظ ہوگا اسلیے کہ ابتدا ہی سے مسافر کے لیے دو رکعت قرار دیگئی ہین عبد اللہ بن عمر کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مین دو ہی رکعت نماز مقرر فرمائی تھی اور یہ دو رکعتین فی نفسہ پوری ہین یعنی تعری

اور معلوم کرو کہ سفر اور اقامت اور زنا اور سرقہ اور تمام وہ امور جنپر شارع نے احکام کا دار مدار کیا ہے ایسے ہین کہ اہل عرف اپنے محاورات مین اُنکا استعمال کرتے ہین اور اُنکے معنی سمجھتے ہین مگر اُنکی تعریف جامع و مانع جب ہی معلوم ہو سکتی ہے کہ اُنمین ایک قسم کا اجتہاد اور تامل کیا جاوے اور اجتہاد کا طریقہ معلوم کرنا بھی دشوار امر ہے ہم نمونہ کے طور پر سفر کے اندر کچھ بیان کرتے ہین دیکھو کہ سفر ایسی چیز ہے جو تقسیم سے بھی معلوم ہو سکتا ہے اور مثال سے بھی معلوم ہو سکتا ہے تمام اہل زبان جانتے ہین کہ مکہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ سے خیبر کو جانا آنا ایسا سفر ہے اور صحابہ اور اُنکے کلام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مکہ سے جدہ کو یا طائف یا عسفان اور تمام اُن مواضع کو جو وہانسے چار برید یعنی سولہ فرسنگ (یعنی اڑتالیس میل) کے فاصلے پر واقع ہین سفر ہے اور یہ بھی جانتے ہین کہ انمین سے ایک کا نام دوسرے پر نہین بولا جاتا اور یہ بھی جانتے ہین کہ وطن سے نکلنے کی قسمین ہین ایک تو اپنی زراعت و باغات کیطرف آمد و رفت کرنا اور ایک بغیر تعیین مقصد اور سفر کے چلنا پھرنا اور اجتہاد کرنیکا یہہ طریقہ ہے کہ جن مثالون پر عرفا اور شرعا ایک کا نام اطلاق کیا جاتا ہے اُنکی تلاش کیجاوے اور جن معانی مین بعض کو بعض سے تمیز ہو سکتی ہے اُنکی جانچ کیجاوے اور انمین سے جو عام ہے اُسکو جنس کی جگہ اور جو خاص ہے اُسکو فصل کی جگہ رکھا جاے اس سے ہمکو یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنے مکان سے باہر جانا سفر کا ایک جزو ذاتی ہے اسواسطے کہ اگر ایک شخص اپنے محل اقامت ہی مین چکر لگاتا رہے اُسکو مسافر نہ کہینگے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خاص مقام کو جانا بھی سفر کا جزو ذاتی ہے ورنہ وہ پھرنا جو آدمی کا پھرنا سمجھا جاتا ہے اُسکو سفر نہ کہینگے اور نیز یہ کہ وہ مقام اسقدر دور ہو کہ اسی روز یا اُس دن کی اول شب مین آدمی وہان سے اپنے محل اقامت کو واپس نہ آسکے ورنہ وہ آنا جانا ایسا سمجھا جاییگا جیسے اپنی کھیتی باڑی سے آنا جانا۔ اور اُسکے لوازم سے یہ ہے کہ وہ پورے ایکدن کا راستہ ہو اور سالم کا قول یہی ہے مگر سولہ فرسنگ کی مسافت تو یقینا سفر سمجھی جاتی ہے اور اُس سے کم مسافت کو سفر کا حکم ہونیمین تردد ہے اور سفر کا اطلاق شہر پناہ یا گانون کے سوانے یا مکانات سے باہر آنے اور ایسی جگہ کے جانے کا ارادہ کرنے سے جو وہان سے سولہ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے صحیح ہوتا ہے اور ایک کافی اور معتدبہ مدت تک اس شہر یا گانون مین اقامت کا ارادہ کرنے سے سفر کا نام زائل ہو جاتا ہے ازانجملہ ظہر و عصر اور مغرب و عشا کا جمع کرنا۔ اصل اسمین یہی ہے کہ جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے کہ اصل اوقات نماز کے تین ہین فجر اور ظہر اور مغرب اور ظہر سے عصر اور مغرب سے عشاء اسلیے نکالی گئی ہے کہ دو نمازون کے اندر زیادہ مدت کا فصل نہ پایا جاوے اور غفلت کی حالت پر لوگ نہ سویا کرین اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے لیے تقدیم و تاخیر کا جمع کرنا شروع کیا مگر آپنے اُسپر مواظبت نہین فرمائی اور نہ اُسکا حکم دیا جسطرح قصر کا حکم دیا ہے اور ازانجملہ سنتون کا ترک چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بجز فجر کی سنتون اور وتر کے اور نہ پڑھتے تھے اور ازانجملہ سواری پر بیٹھکر جدھر سواری چلے اشارون سے ادھر کو ہی نماز پڑھنا ہے مگر یہ صرف نوافل و سنت فجر اور وتر ہی کے لیے ہے نہ فرائض مین۔ اور منجملہ اعذار کے ایک خوف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف طریقون سے نماز خوف ادا کی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اپنی قوم کی دو صفین بنائین اور اُنکے ساتھ نماز پڑھے جب آپ نے سجدہ کیا تو آپکے ساتھ انمین سے ایک صف نے دو سجدے پورے کر لیے اور ایک صف نگہبانی پر رہی پھر جب صف اولی کھڑی ہوئی تو جو نگہبانی پر تھے

انھون نے سجدہ کیا اور نماز مین شریک ہو گئے اور جنھون نے اول نگہبانی کی تھی انھون نے دوسری رکعت مین آپکے ساتھ سجدہ کیا
اور دوسری صف نگہبان ہی جب آپ بیٹھے تو جو صف نگہبان تھی اُسنے سجدہ کیا اور آپنے دونون صفون کے ساتھ التحیات
پڑھکر سلام پھیر دیا مگر یہ طریقہ اُسوقت کے مناسب ہے کہ جبکہ دشمن قبلہ کیطرف ہو یا اسطرح سے دونون رکعتون کے تقسیم کرنے
کا اُنکو مشکل ہوا ور سب لوگ اس طریقے سے واقف ہون اور ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک ٹکڑی آپکے سامنے کھڑی ہو گئی اور ایک
ٹکڑی کے ساتھ آپنے ایک رکعت پڑھی پھر جب آپ دوسری رکعت پڑھنے کو کھڑے ہوے تو اس ٹکڑی نے آپسے جدا ہوکر
اپنی نماز تمام کی اور دوسری ٹکڑی کی جگہ دشمن کے مقابلہ پر کھڑی ہوئی اور جو وہان کھڑی تھی اُسنے آنکر آپکا اقتدا کیا اور
آپنے اُسکے ساتھ دوسری رکعت پڑھی پھر جب آپنے التحیات کو نشست کی تو وہ مقتدی کھڑے ہو گئے اور اپنی دوسری رکعت
پوری کرکے آپسے ملگئے اور آپنے اُنکے ساتھ سلام پھیر دیا اور یہ صورت اُسوقت کے مناسب ہے کہ دشمن قبلہ کیطرف نہو اور
دو رکعتون کی تقسیم کرنے سے اُنکا دل پراگندہ نہو اور از انجملہ یہ ہے کہ آپنے اُنمین سے ایک ٹکڑی کے ساتھ نماز پڑھی اور
ایک ٹکڑی دشمن کے مقابل کھڑی رہی اور اُس ٹکڑی کے ساتھ آپنے ایک رکعت نماز پڑھی پھر یہ ٹکڑی پہلی ٹکڑی کی جگہ
جنھون نے نماز نہ پڑھی تھی جا پہونچی اور وہ نماز کے لیے انکی جگہ آ پہونچی انکے ساتھ بھی آپنے باقی ایک رکعت پڑھی پھر دونون نے
اپنی اپنی نماز پوری کر لی اور از انجملہ یہ ہے کہ ہر ایک جس صورت سے ممکن ہو سوار یا پیدل قبلہ کیطرف یا غیر قبلہ کیطرف نماز پڑھے حضرت
ابن عمرؓ نے اس طریقہ کی روایت کی ہے مگر یہ طریقہ اُسوقت مناسب ہے کہ جب سخت خوف ہو یا بالمواجل ہی ہو الحاصل ہر طریقہ
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے درست ہے مگر انسان کو چاہیے کہ جو اُس سے بسہولت ہو سکے اور اُسوقت کی مصلحت
مناسب ہو اُس طریقہ کو عمل مین لاوے۔ منجملہ اعذار کے ایک مرض ہے اُسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے **صل قائما فان لم یستطع فقاعدا فان لم یستطع فعلی جنب**۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اور اگر یہ بھی نہو سکے تو بیٹھکر
اور اگر یہ بھی ممکن نہو تو کروٹ سے لیٹ کر اور نفل نماز کے باب مین آپنے فرمایا ہے **من صلی قائما فھو افضل ومن صلی قاعدا
فلہ نصف اجر القائم**۔ جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے اور جو بیٹھکر پڑھے تو اُسکو قائم سے نصف اجر ہے۔
مین کہتا ہون چونکہ نماز اس قابل ہے کہ اُسکی کثرت کیجاے اور اصل نماز کھڑے ہو کر بھی ادا ہو سکتی ہے اور بیٹھکر بھی جیسے کہ
ہم بیان کر چکے ہین اور صرف شارع نے قیام کو واجب کر دیا ہے اور جو پیروی حاصل نہو سکے تو یہ بھی نہو کہ بالکل ترک
ہو جاے اسلیے رحمت اسی کا مقتضی ہوا کہ نماز نفل بیٹھکر اُنکے لیے جائز کر دیجاے اور ان دونون درجون مین جسقدر فرق ہے
حدیث شریف مین بیان کر دیا گیا ہے **صلوۃ الطالب** اور **صلوۃ المطر** اور **صلوۃ الوحل** کا بیان حدیث شریف مین ہے
اور صحابہ مین سے کسی نے ضوابط اور حدود کے اندر کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جس سے آدمی مجبور ہو کبھی حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے اجازت نہین مانگی مگر آپنے اُنکو اجازت عطا فرمائی بشرطیکہ اُس اجازت کے مانگنے مین انکا تساہل و سستی کا لگاؤ
نہوا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد **فاذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم** کلمہ جامعہ ہے۔ جب مین تمکو کسی امر کے
بجا لانے کا حکم دون تو جہانتک تم مین بس ہو اُسکی بجا آوری کرو۔ واللہ اعلم

جماعت کا بیان

معلوم کرو کہ رسوم کی خرابی دور کرنے مین اس سے بہتر کوئی چیز نہین ہے کہ ایک عبادت کو عام رسم مقرر کیا جاوے اور ہر ایک شخص ادا اور بے خبر کے سامنے اسکو ادا کیا جاوے اور تمام شہری اور دیہاتی اسمین برابر ہوون اور باہم انمین اس عبادت کے ذریعہ سے فخر اور عزت جتانے کا موقع ہو تاکہ وہ عبادت انکی تدابیر ضروریہ مین سے ہو جاوے جسکی وجہ سے پھر وہ اس عبادت کو چھوڑ نسکین اور نہ اسمین تاخیر کرسکین تاکہ عبادت الٰہی کی اسمین تائید ہو اور حق کی طرف لوگون کو بلائین اور جس چیز سے انکو ضرر کا خوف تھا وہی حق کی طرف انکو کھینچکر لاوے اور تمام عبادات مین سے کوئی عبادت نماز سے زیادہ عظیم الشان اور عظیم البرہان نہین ہے اسلیئے انمین اسکی اشاعت اور لوگون کو اجتماع اور موافقت اسپر لازم ہے اور نیز ملت اسلام کے اندر کئی قسم کے لوگ پائے جاتے ہین - ایک علما جنکا اقتدا کیا جاتا ہے اور دوسرے وہ لوگ کہ انکو احسان کا درجہ حاصل کرنیمین رغبت کے ساتھ دعوت اسلام کی حاجت ہے اور تیسرے وہ لوگ جو ضعیف البنیہ ہین کہ اگر انکو سب کے سامنے عبادت کے ادا کرنیکا حکم نہ دیا جائے تو بلاشبہ عبادت کے اندر انسے کاہلی ہونے لگے اسلیئے کوئی چیز ان سب کے حق مین اس سے زیادہ نافع اور زیادہ تر مصلحت کے موافق نہین ہے کہ ان سب کو خلق کے روبرو عبادت الٰہی کرنیکا حکم دیا جاے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون انکی بجا آوری کرتا ہے اور کون نہین کرتا ہے اور کون رغبت سے بجا لاتا ہے اور کون بے رغبتی سے اور جو عالم ہے اسکا اقتدا کیا جاوے اور جاہل کو تعلیم دیجاوے اور خدا تعالیٰ کی بندگی انکے حق مین جرخ کے مثال ہو جائے جو انکار کے قابل بات ہے اس سے انکار کیا جاوے اور جو بات قابل کرنے کے ہو وہ بتائی جاوے اور کھرا او کھوٹا معلوم ہوتا ہے اور نیز خدا کی طرف رغبت اور امید اور خوف کے ساتھ مسلمانون کے اجتماع کو جبکہ وہ اپنی جانون کو خدا کے حوالے کردین برکات کے نازل ہونے اور رحمت الٰہی کے جھکنے مین ایک عجیب خاصیت ہے جسکو ہم استسقا اور حج مین بیان کرچکے ہین اور نیز اس امت کے قائم کرنے سے خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اسی کا بول بالا رہے اور روی زمین پر کوئی دین اسلام پر غالب نہ رہے اور یہ بات اسیوقت متصور ہو سکتی ہے کہ انمین دستور مقرر کیا جاے تاکہ تمام خواص وعوام اور شہری و دیہاتی اور چھوٹے بڑے اس عبادت کے لیے جو دین کا بڑا شعار اور عبادات مین سے بڑی نامی عبادت ہے جمع ہوون اس سبب سے عنایت شرعی جمعہ اور جماعات کے مقرر کرنے اور انمین رغبت دلانے اور انکے ترک سے سخت ممانعت کرنے کیطرف متوجہ ہوئی اور اشاعت دو قسم کی ہے ایک تو کسی قوم کے اندر اشاعت اور ایک تمام شہر کے اندر اشاعت - قوم کے اندر تو اشاعت بسہولت ہر نماز مین ہو سکتی ہے لیکن شہر کے اندر کچھ زمانہ پیچھے ہو سکتی ہے مثلاً ہفتہ مین قوم کے اندر اشاعت کے لیے اعتبار سے جماعت مقرر کی گئی اور اسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صلوٰۃ الجماعۃ تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ اور ایک روایت مین بخمس وعشرین درجۃ آیا ہے جماعت کی نماز کو اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت ہے اور ایک روایت مین پچیس درجہ آیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو ان بات کی تصریح فرمادی ہے یا اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ ان باتون سے نماز کو ترجیح ہوتی ہے کہ جب کسی نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا پھر صرف نماز کی خاطر مسجد کیطرف چلا تو اسکا یہ چلنا

نماز کے حکم مین ہے اور آسکے قدم آسکے گناہون کو دور کرنیوالے ہین اور یہ کہ مسلمانون کی دعا پیچھے سے انکو گھیر لیتی ہے
اور یہ کہ نمازون کے انتظار مین اعتکاف اور رباط کے معنی پائے جاتے ہین اور اسی قسم کے اشارے حدیثون مین پائے جاتے ہین
پھر آپنے دونون عددون مین (ستائیس اور پچیس) ایک عدد کے ساتھ فضیلت کے درجات کی تعیین کی ہے اسکا ماخذ
ایک بڑے نکتہ پر ہے جو آپکے سامنے متمثل ہوا ہے اور ہم پہلے اسکو بیان کر چکے ہین تم اسکو دیکھ لینا چاہیے اور اس مین حجت
کے اندر جسکے باطل ادر گرد ہو کر نہین نکلتا نیز بوجہ من الوجوہ لسبط جسے تخمین و اٹکل کو دخل نہین ہے اور نیز جماعت کے باب مین
آپنے فرمایا ہے کہ کسی گاؤن یا جنگل مین تین آدمی ایسے نہین رہتے کہ جنمین نماز قائم نہین ہوتی پر شیطان انپر غالب ہوتا ہے
میرے نزدیک اس حدیث مین اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ جماعت کے ترک سے دین مین اندیشہ سستی کا دروازہ کھلتا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **والذی نفسی بیدہ لقد ہممت ان امر بحطب یحتطب الخ**۔ اس ذات کی
قسم جسکے قبضہ مین میری جان ہے مینے اس بات کا مصمم قصد کر لیا ہے کہ مین لکڑیون کے جمع کرنے کا حکم دون کہ وہ
اکٹھی کر دیجاوین۔ آخر تک۔ مین کہتا ہون جماعت سنت مؤکدہ ہے اور چونکہ دین کا شعار ہے اسلیے اسکے ترک کرنے سے
ملامت متوجہ ہو جاتی ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہان کے بعض لوگونمین تاخیر اور دیر دیکھی اور آپنے معلوم کیا
کہ اسکا سبب ضعف اسلام ہے اسلیے سخت وعید انپر متوجہ کی اور انکے دلون کو خوف دلایا پھر چونکہ جماعت کے حاضر ہونے مین
ضعیف اور مریض اور ذی حاجت لوگون کیلیے ایک قسم کی دقت تھی لہذا حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا کہ انکو اسوجہ سے
جماعت کے ترک کرنے کی اجازت دیجاوے تاکہ افراط و تفریط مین اعتدال ہو جاوے۔ اقسام حرج مین ایک یہ صورت
بھی ہے کہ شب کا وقت ہو اور مینھہ برستا ہو یا پالا پڑتا ہو تو ایسے وقت مین موذن کو یہ کہنا مستحب ہے کہ اے لوگون جہان ہو
تم اپنی اپنی جگہ پر نماز پڑھو **الا صلوا فی الرحال**۔ اور اسی قبیلہ سے وہ حاجت ہے کہ جسکے رکنا دشوار ہو مثلاً شب کا کھانا جب
موجود ہو کیونکہ بسا اوقات تو دل پڑا رہتا ہے اور کبھی کھانا ہی ہاتھ سے ضائع ہو جاتا ہے اور جیسے پیشاب یا پاخانہ کی حاجت
کا ہونا کیونکہ نفس جب اسمین مشغول ہیگا تو اسکو نماز کا کچھ فائدہ حاصل نہو گا اور **لا صلوۃ بحضرۃ طعام** کی حدیث
اور اس حدیث مین کہ **لا تؤخر الصلوۃ بحضرۃ طعام**۔ اور انکے علاوہ اور احادیث مین کچھ اختلاف نہین ہے کیونکہ
ہر حدیث کا ایک صورت خاص یا معنی خاص پر قائم کرنا ممکن ہے کیونکہ پہلی حدیث مین باب تعمق کے انسداد کیلیے
کھانے کے تیار ہونے سے نفی وجوب مراد ہے اور جو شخص تعمق کی قباحت سے امن مین ہے اسکیلیے عدم تاخیر نماز کا
حکم ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے روزہ دار کے لیے افطار اور عدم افطار کا حکم دو وقتون کے ساتھ متعلق ہے یا یہ
معنی ہین کہ اگر نمازی کو کھانے کا شوق یا اسکے ضائع ہونے کا خوف ہے تب تو نماز تاخیر کرنی چاہیے
اور اگر یہ بات نہین ہے تو تاخیر نکرنی چاہیے اور علت کے حال سے یہ بات سمجھ مین آتی ہے۔ اور
منجملہ یہ ہے کہ کسی فتنہ کا خوف ہو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے **اذا استاذنت امراۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعھا**۔ تم مین سے جب
کسی کی بیوی مسجد مین آنے کی اجازت چاہے تو نہ روکنا چاہیے۔ اسمین اور جمہور صحابہ نے عورتون کے مسجد مین آنے سے

منع کیا ہے اختلاف نہیں ہے کیونکہ جو غیرت تکبر اور غرور کی وجہ سے پیدا ہو اور فتنہ کے خوف سے نہو وہ منہی عنہ ہے
اور وہ غیرت جائز ہے جو بخوف فتنہ ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الغیرت غیرتان۔ الحدیث۔ غیرتیں
دو ہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے ان النساء احدثن۔ الحدیث۔ اور از انجملہ خوف و مرض ہیں اور انکا
اقسام ہیچ میں ہونا ظاہر ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک نابینا سے فرمایا تسمع الندا بالصلوۃ قال
نعم قال فاجب۔ تو اذان سنتا ہے اسنے عرض کیا ہاں آپنے فرمایا اسکی تعمیل کر۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ اسکا سوال عزیمت
میں تھا پس آپ نے اسکو رخصت نہ دی پھر اس بات کے بیان کرنے کی حاجت ہوئی کہ امامت کے قابل کون شخص ہے۔ اجتماع
کی کیا صورت ہے اور امام کو اس بات کی وصیت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ مختصر نماز پڑھا کرے اور مقتدیوں کو اس بات کے
حکم دینے کی کہ پورے طور سے اسکا اتباع کریں اور حضرت معاذ کا قصہ نماز کے طویل کرنے میں مشہور ہی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نہایت تاکید کے طور پر ان امور کو بیان فرمایا چنانچہ آپنے فرمایا یؤم القوم اقرأہم لکتاب۔ الحدیث یعنی
امامت قوم کی وہ شخص کرے جو ان سب سے زیادہ قرآن کو اچھا پڑھتا ہو اور اگر قرأت میں برابر ہیں تو جو شخص سنت کا زیادہ
واقف ہو پھر اگر علم سنت میں بھی برابر ہیں تو وہ شخص جو ہجرت میں مقدم ہو پھر اگر ہجرت میں بھی برابر ہیں تو جو عمر میں
زیادہ ہو اور کوئی شخص دوسرے کی سلطنت میں اسکا امام نبنے اقرأ کے مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے علم کی ایک معین حد کر دی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور شروع شرع صحابہ کے اندر قرآن کا علم تھا کیونکہ
وہ تمام علوم کی اصل ہے اور نیز وہ شعائر الٰہی میں سے ایک شعار ہے لہذا اس شخص کا مقدم کرنا ضروری ہوا اور اسکی
تعظیم واجب ہوئی تاکہ اسوجہ سے لوگوں کے دلمیں قرآن کے سیکھنے کی حرص پیدا ہو اور بعض نے جو یہ گمان کیا ہے کہ اسکے
مقدم کرنے کی صرف یہ وجہ ہے کہ نماز پڑھنے والیکو قرآن پڑھنے کی ضرورت ہے مگر اصل یہ ہے کہ اسمیں لوگوں کا شوق اور حرص
ابھرتا ہے اور باہم حرص کرنے کے سبب سے کمالات حاصل ہوتے ہیں اور نماز میں قرأت کا ضروری ہونا خود نماز کے
اعتبار حرص کے ساتھ مخصوص ہونیکا سبب ہے۔ فلیتدبر۔

بعد ازاں سنت کا علم ہے کیونکہ سنت کا درجہ کتاب کے بعد ہے اور اسی سے دین کا قیام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی امت کے لیے یہی ورثہ چھوڑا ہے اور بعد ازاں ہجرت کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امر
ہجرت کو عظیم الشان جانا ہے اور لوگوں کو اسکی رغبت دلائی ہے اور اسکو معظم امور میں سے سمجھا ہے امامت کے اندر مہاجر کو
مقدم رکھنا اسی ترغیب اور تادیب کا تتمہ ہے اسکے بعد عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا کیونکہ تمام ملتوں میں بڑوں کی تعظیم
اور توقیر کرنیکا دستور جاری ہے علاوہ بریں کبیر السن آدمی کا تجربہ اور حلم اور لوگوں سے زیادہ ہوتا ہے اور صاحب سلطنت کا
اسکی سلطنت میں کسی کو امام بننے سے جو آپنے منع فرمایا ہے اسکا یہ سبب ہے کہ یہ بات اس صاحب سلطنت پر شاق گذریگی
اور اسکی سلطنت میں اس بات سے نقصان پیدا ہوگا تو صاحب سلطنت کو سلطنت کے باقی رکھنے کے لحاظ سے اس
امر کا حکم فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا صلی احدکم ایہا الناس فلیخفف الحدیث۔ جب تم میں سے
جو کوئی لوگوں کا امام بنے تو اسمیں اختصار کرے کیونکہ انمیں مریض و ضعیف اور بوڑھا بھی ہوتا ہے اور جب تم میں سے

کوئی اکیلا نماز پڑھے تو نماز مین جتنا چاہے طول کرے - مین کہتا ہون کہ دعوت الی الحق کا فائدہ بدون آسانی کے پورے طور سے
نہین حاصل ہو سکتا اور یہ لوگون کو نفرت دلانا دین کی مراد کے خلاف ہے اور جس چیز سے تمام دنیا کو مخاطب کیا جاے
اسمین تخفیف ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے ان منکم منفرین - بعض تم مین سے
بھگانے والے ہین اس بات کی تصریح فرمادی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما جعل الامام لیوتم بہ -
الحدیث - امام تو اقتدا کرنے کے لیے بنایا گیا ہے پس تم اُس پر مت جھگڑو پس جب رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب سمع اللہ
لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھکر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھکر نماز
پڑھو اور ایک روایت مین یہ بھی ہے اسکے بعد جب وہ ولا الضالین کہے تم آمین کہو - مین کہتا ہون جماعت کی ابتدا
حضرت معاذ کی اجتہاد عقلی سے ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی راے کو برقرار رکھا اور اُسکو درست بتایا
اور اُنھون نے یہ اجتہاد اسلیے کیا کہ جماعت کے سبب سے اُن سب کی نماز ایک نماز ہو جاتی ہے اور بغیر جماعت کے مسجد مین
جمع ہونے سے اگرچہ اتفاق فی المکان ہو جاتا ہے مگر نماز سب کی جدا جدا رہتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
یہ فرمایا ہے کہ جب وہ بیٹھکر نماز پڑھے تو سب بیٹھکر نماز پڑھو یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
اخیر عمر مین بیٹھکر اور لوگون نے کھڑے ہوکر آپکے پیچھے نماز پڑھی اور اسکے منسوخ ہونیمین یہ بھید ہے کہ امام کا بیٹھا رہنا اور
لوگون کا اُسکے پیچھے کھڑا ہونا عجمیون کے فعل کے ساتھ مشابہ ہے کہ وہ اپنے بادشاہون کی تعظیم حد سے زیادہ کرتے ہین
جیساکہ حدیث کی بعض روایتون مین اسکی تصریح پائی جاتی ہے - مگر جبکہ اسلام کی بنیاد پایۂ استحکام کو پہونچی اور بہت سے
احکام مین عجمیون کے ساتھ مخالفت ظاہر ہوگئی تو اس قیاس پر ایک دوسرے قیاس کو ترجیح دیگئی کہ قیام نماز کا رکن ہے
جو بلا عذر شرعی متروک نہین ہو سکتا اور اس صورتمین مقتدی کسی صورت سے معذور نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیلنی منکم اولی الاحلام والنہی - الحدیث - تم مین سے جو لوگ فہیم اور دانا ہین وہ میرے پاس
رہا کرین پھر جو اُنکے قریب بیٹھے اسکو آپنے تین مرتبہ ارشاد فرمایا بازارون کی طرح شور وشغب سے اجتناب کرو - مین
کہتا ہون یہ آپنے اسلیے فرمایا تاکہ اُنکے دلونمین بڑون کی عظمت پیدا ہو اور رتبہ شناسی کی عادت اختیار کرنے کی اُنکو
حرص پیدا ہو اور تاکہ عقلاء کو اپنے کم درجے کے لوگون کا مقدم ہونا ناگوار نگذرے اور شور وغل سے جو منع فرمایا ہے
اس سے اُنکا ادب دینا منظور ہے اور تاکہ وہ قرآن کے اندر فکر اور غور کرسکین اور اُن لوگون کے ساتھ جو بادشاہ کے
روبرو التجا کرتے ہین مشابہت پیدا کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا تصفون کما تصف الملائکۃ
عند ربہا - جیطرح ملائکہ اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھے ہوے برابر کھڑے ہوتے ہین تم اسطرح کیون نہین
کھڑے ہوتے - مین کہتا ہون کہ ہر فرشتہ کے لیے ایک درجہ مقرر ہے اور استعدادون کے اندر ترتیب عقلی کے موافق
اُنکو پیدا کیا ہے اسلیے اُنمین فرجہ نہین نکلتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی لاری الشیطان
یدخل من خلل الصف کانہا الحذف - مین شیطان کو دیکھتا ہون کہ صفون کے فرجہ سے نکلتا ہے گویا کہ بھیڑ کا
سیاہ بچہ - مین کہتا ہون کہ مینے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقونمین مل مل کے بیٹھنے سے دلجمعی خوب ہوتی ہے

اور ذکر کی حلاوت معلوم ہوتی ہے اور خطرات بند ہو جاتے ہین اور اس بات کے ترک کرنے سے یہ سب باتین کم ہو جاتی ہین اور
ان باتون مین سے جسقدر کسی بات مین کمی ہوتی ہے اسیقدر وہان شیطان کو دخل ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسیوجہ سے صف کے اندر شیطان کو داخل ہوتے دیکھا ہے اور اس خاص صورت مین دیکھنے کیوجہ یہ ہے کہ عادت کے اعتبار سے
بھیڑ کا بچہ اکثر ایسی تنگ جگہون مین گھستا پھرتا ہے اور پھر اسکو سیاہی کی صفت کے ساتھ دیکھنا جو ایک شے کی بدطینتی پر
دلالت کرتی ہے اسیوجہ سے شیطان اس صورت مین آپکے سامنے متمثل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوہکم۔ یا تو اپنی صفون کو برابر کرو ورنہ خدا تعالی تمھارے منھ پھیر دیگا۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اما یخشی الذی یرفع رأسہ قبل الامام ان یحول اللہ رأسہ راس حمار۔
امام سے پہلے جو شخص اپنا سر اٹھا لیتا ہے کیا اسکو اس بات کا خوف نہین ہے کہ خدا تعالے اسکا سر گدھے کا سا کر دے
مین کہتا ہون کہ آپکا یہ حکم انکے لیے تسویہ اور اقتدا مین تھا لیکن انھون نے اسمین تفریط کی آپنے تہدید فرمائی جب
اسپر بھی باز نہ آئے تب آپ نے تغلیظ کے ساتھ تہدید فرمائی اور انکو خوف دلایا اس بات کا اگر اب مخالفت پر اصرار
کرینگے اور اسپر بھی باز نہ آئینگے تو خدا کی لعنت مین مبتلا ہونگے کیونکہ مخالفت احکامات الہیہ کے مستوجب لعنت کے
ہوتی ہے اور خدا تعالی کی لعنت جب کسی کو محیط ہوتی ہے تو بلا شبہہ اسکا اثر احد الامرین مین سے ایک ضرور ہوتا ہے،
مسخ یا واقع ہونا خلاف کا اس قوم مین اور نکتہ حمار کی تشبیہ مین یہ ہے کہ یہ جانور اپنی حماقت اور بلادت مین ضرب المثل ہے
لہذا ایسے عاصی نافرمان نے جب امام سے سر اٹھانے مین سبقت کی تو اسپر بھی بہیمیت اور حماقت کا غلبہ ہو کر آ جانا لگیا اور تخصیص
سر کی اسلیے ہوئی کہ سر ہی نے خداوند تعالے کی تابعداری مین سوء ادبی کی تھی اسلیے جس عضو سے یہ قصور ہوا اسی عضو
کو یہ سزا دیگئی جسطرح منھ کے داغ دینے کی سزا یا ظاہر مین انھون نے آگے پیچھے ہو کر یہ اختلاف کیا تھا اسلیے اختلاف معنوی
اور باہم مخالفت سے یہ سزا دیگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا
ولا تعدوہ شیئا الخ۔ جبکہ ہم سجدہ مین ہون اور تم نماز کے لیے آؤ تو تم سجدہ مین شریک ہو جاؤ اور اسکو معتد بہا مت سمجھو
اور جسکو رکوع ملگیا اسکو نماز ملگئی۔ مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ رکوع قیام کے قریب قریب ہے اور رکوع مین ملجانا گویا
قیام مین ملجانا ہے اور نیز سجدہ نماز مین اصل الاصول ہے اور قیام و رکوع اسکے لیے بمنزلہ تمہید اور واسطہ کے ہین اور نیز آپ نے
فرمایا ہے اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معہم فانہا لکما نافلۃ۔ جبکہ تم دونون نے اپنی قیامگاہ پر
نماز پڑھلی ہو پھر آؤ تم اس مسجد مین جسمین جماعت ہو رہی ہے تو انکے ساتھ نماز پڑھو کیونکہ وہ تمھارے لیے نفل ہے۔
مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ تارک صلوۃ کو اس عذر کا موقع نہ رہے کہ مینے اپنے مکان پر نماز پڑھلی ہے پس اسکے لیے
انکار کرنا درست نہوا اور دوسری یہ ہے کہ مسلمانون کی بات مین افتراق نہ پڑے اگرچہ وہ افتراق ظاہری ہی کیون نہو۔

جمعہ کا بیان

اصل بات یہ ہے کہ ہر روز نمازکی باسطرح پر اشاعت کہ تمام شہر کے لوگ ایک جگہ انکے لیے جمع ہون یہ امر متعذر ہے اسلیے

ضروری ہوا کہ اُنکے لیے ایک عید مقرر کیجاوے کہ اُس عید کا دوران نہ تو بہت جلد جلد ہو جسکی وجہ سے اُنکے اوپر دشوار ہو جاوے
اور نہ بہت مدت مین ہو کہ جسکے سبب سے مقصود ہاتھ سے نکلجاوے اور ہفتہ ایسی مقدار ہے کہ تمام عرب و عجم اور اکثر ملتون مین
اُسکا استعمال کیا جاتا ہے اور اُسمین اس بات کی قابلیت ہے کہ اُسکو عید بنایا جاوے اسلیے اُسی کو نماز کا وقت معین کیا گیا
اب اس بات مین اختلاف ہوا کہ ان دنون مین سے کونسا دن ایسی عبادت کے لیے مخصوص کیا جاوے یہودیون نے ہفتہ کے دن کو
اور نصاری نے اتوار کو اپنی اپنی رائے کے موافق ان دنون کو اور دنون پر ترجیح دیکر پسند کیا اور اس امت کو اللہ پاک نے
علم عظیم کے ساتھ خاص کیا کہ شروع شروع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلونمین اُسکا القا فرمایا جسکی وجہ سے
اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لیجانے سے پیشتر خود بخود جمعہ کے دن کو قائم کیا بعد ازان آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر اُسکا انکشاف فرمایا اسطرح پر کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپکے پاس ایک آئینہ لیکر جسکے اندر ایک سیاہ نقطہ تھا
تشریف لائے اور اس مثال سے جو مراد تھی وہ آپکو بتلائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو معلوم کرلیا اور اس علم کا
حاصل یہ ہے کہ اداے طاعت کے لیے بہترین اوقات مین سے وہ وقت ہے کہ جسوقت خدا تعالے کو بندون کے
ساتھ قربت ہوتی ہے اور اسوقت مین اُنکی دعائین مستجاب ہوتی ہین کیونکہ ایسے وقت مین طاعت کے قبول
ہونیمین بہت سرعت ہوتی ہے اور خاص دن کے اندر اُسکا اثر ہوتا ہے اور ایک عبادت بہت سی عبادتون کا نفع
بخشتی ہے دوسرا یہ کہ اللہ پاک کو اپنے بندون کے ساتھ تقرب کا ایک وقت مقرر ہے جو ہفتون کی گردشون سے اُسکی بھی
گردش ہوتی رہتی ہے اسوقت مین جنت الکثیب مین اپنے بندون کے لیے تجلی فرماتا ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ وہ
وقت جمعہ ہی کا دن ہوتا ہے کیونکہ اسمین اور بہت سے عظیم الشان امور واقع ہوتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعۃ- الحدیث- بہترین دنون کا جسمین آفتاب کا طلوع ہوتا ہے دن جمعہ
ہی کا ہے- اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت مین داخل کیے گئے اور اسی روز اُس سے
باہر کیے گئے اور جمعہ ہی کے دن قیامت برپا ہوگی اور تمام بہائم جمعہ کے دن گھبرائے ہوے ہوتے ہین یعنی پریشان اور متعجب
ہوتے ہین جسطرح کسی سخت مہیب آواز سے ڈرگئے ہین اور اسکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ اس دن ملاء سافل سے اُنکے دلون پر اس
گھبراہٹ کا اثر پیدا ہوجاتا ہے اور ملاء سافل مین ملاء اعلی سے جب اُنکے نفوس مین حکم الہی کے نازل ہونے سے یہ گھبراہٹ
پیدا ہوتی ہے یہ اثر پیدا ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسلسلۃ علی صفوان حتی اذا فزع
عن قلوبہم الحدیث- یعنی جسطرح سخت پتھر پر لوہے کی زنجیر ماری جاتی ہے تو اُس سے آواز پیدا ہوتی ہے یہانتک کہ اُنکے
دلون سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو کہتے ہین تمھارے رب نے کیا حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نعمت کا
حسب الحکم جناب باری تعالی کے ذکر بھی کیا ہے اور فرمایا ہے ہم ایسے آخر مین پیدا ہونیوالے اور قیامت کے دن سابق
رہنے والے ہین یعنی جنت مین داخل ہونے یا حسنات کے پیش ہونیمین بجز اتنی بات کے کہ اُنکو ہمسے پیشتر کتاب دیگئی ہے
اور ہمین اُنکے بعد کو عطا ہوئی ہے تو صرف اسکے لحاظ سے وہ ہمسے مقدم ہین پھر ایک دن ہے جو اُنکے لیے مقرر کیا گیا ہے
انھون نے اس دن مین اختلاف کیا تو خدا تعالی نے اپنی مرضی کے موافق ہمکو بتادیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد

اس وقت کے کہنے سے دن کا ایک فرد منتشر مراد ہے جو ہمارے لیے وہ جمعہ کے پائے جانے سے پایا جاتا ہے اور اُنکے حق مین اتوار اور ہفتہ کے دن سے الحاصل وہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ اللہ پاک نے خاص اسی امت کو عطا کی ہے اور شرع کے اندر جو چیز اصل ہونی چاہیے یہود و نصاری بھی اس سے محروم نہین اور آسمانی شریعتون کا یہی حال ہوتا ہے کوئی قانون شرعی اسمین باقی نہین رہتا ہے اگرچہ بعض کو بعض سے زیادہ فضیلت سے امتیاز ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گھڑی کا نہایت اہتمام فرمایا ہے اور اسکا بڑا مرتبہ بیان فرمایا ہے اور فرمایا ہے لا یوافقہا مسلم یسئل اللہ فیہا خیراً الا اعطاہ ایاہ۔ اس گھڑی مین کوئی مسلمان بندہ خدا تعالے سے بہتری کا سوال نہین کرتا ہے مگر اللہ پاک اسکو عطا فرماتا ہے اب اس گھڑی کی تعین مین روایات مختلفہ آئی ہین بعض تو کہتے ہین یہ گھڑی اُس وقت ہوتی ہے کہ جب امام بیٹھے یہانتک نماز سے فارغ کیونکہ اس گھڑی مین آسمانون کے دروازے کھول دیے جاتے ہین اور اہل ایمان واسطے اطاعت خدا تعالے کیطرف متوجہ ہوتے ہین پس اسوقت مین آسمان و زمین کی برکات مجتمع ہو جاتی ہین بعض کے نزدیک وہ گھڑی عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے کیونکہ وہ وقت احکام الہیہ کے نازل ہونے کا ہے اور بعض کتب الہیہ مین اس بات کا بیان ہے کہ حضرت آدم بھی اسی گھڑی مین پیدا کیے گئے ہین اور میرے نزدیک یہ سب تخمین ہے تعین نہین ہے۔ پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ لوگون کے لیے جمعہ کا وقت واجب ہونا بیان کیا جاوے اور اُنکو اسکی تاکید کیجاوے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لینتہین اقوام عن ودعہم الجمعات الحدیث۔ یا تو لوگ جمعون کے ترک سے باز رہین ورنہ خدا تعالے اُنکے دلون پر مہر لگا دیگا پھر وہ بیخبر ہو جاوینگے۔ مین کہتا ہون کہ اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جمعہ کا ترک کرنا دین کے اندر باب تہاون کھول دیتا ہے اور یہ شیطان کے غالب ہونے کا سبب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تجب الجمعۃ علی کل مسلم الا امراۃ او صبی او مملوک۔ بجز عورت اور بچے اور غلام کے ہر ایک مسلمان پر جمعہ واجب ہے اور فرمایا ہے الجمعۃ علی من سمع الندا۔ جسکے کان مین اذان کی آواز پہونچے اُسپر جمعہ واجب ہے۔ مین کہتا ہون اسمین افراط و تفریط کے اندر اعتدال رعایت معذورین اور اُن لوگون کے لیے جنکو نماز جمعہ تک پہونچنا دشوار ہے یا اُنکے وہان جانے مین فتنہ کا خوف ہے اُنکے لیے تخفیف ہے۔ اور نیز اس بات کی ضرورت پڑی کہ انکے لیے نہانے اور مسواک کرنے اور خوشبو لگانے اور کپڑون کے پہننے سے پاکیزگی کو مستحب کیا جاوے کیونکہ یہ اشیا طہارت کا تتمہ ہین انکے سبب سے نفس کو پاکیزگی کی صفت اور زیادہ تنبیہ ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک عند کل صلوۃ۔ اگر مین امت پر گران نہ سمجھتا تو وقت ہر نماز کے مسواک کا حکم دیتا اور نیز لوگون کے واسطے نہانے اور خوشبو لگانے کے لیے کوئی بات ضرور ہونی چاہیے کیونکہ بنی آدم کی عمدہ عادات مین سے یہ باتین ہین اور چونکہ ہر دن ان چیزون کا التزام دشوار تھا اسلیے جمعہ کا دن اس بات کے لیے مقرر کیا گیا کیونکہ جمعہ کا دن مقرر کرنے سے جمعہ کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے اور نماز بھی کامل ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوما یغسل فیہ راسہ وجسدہ۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر ہفتہ مین ایک دن غسل کیا کرے اور غسل مین اپنا سر اور بدن دھویا کرے اور نیز وہ لوگ اپنا کام و کاج خود کرتے تھے اور جب جمع ہوتے تھے تو اُنمین سے بعضون کے ہی بدبو نکلتی تھی اسلیے اُنکو نہانے کا حکم دیا گیا تاکہ تنفر کا سبب رفع ہو اور اُنکا باہم جمع ہو کر بیٹھنے

دل چاہے حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہؓ نے اسکو بیان فرمایا ہے اور نیز اس بات کی ضرورت ہوئی کہ انکو خاموش رہنے اور امام سے قریب ہونے اور لغویات کے ترک کرنے اور سویرے آنے کا حکم دیا جاوے تاکہ وعظ و نصیحت کے سننے اور اسمین تدبر کرنیکا انکو پورا پورا موقع ملے اور نیز اس بات کا حکم دیا جاوے کہ جمعہ کی نماز کو پیادہ پا آدین اور سواری مین نہ آدین کیونکہ تواضع اور خاکساری سے وہ قریب ہے، دوسرے یہ کہ جمعہ کے اندر تنگدست اور غنی سب طرح کے لوگ جمع ہوتے ہین اس سبب سے یہ احتمال ہے کہ جس شخص کے پاس سواری نہین ہے اسکو وہان آنے سے حجاب آوے لہذا اس دروازے کا بند کر دینا مناسب ہوا اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ خطبہ سے پہلے کچھ نماز کا پڑھنا مستحب کیا جاوے جسکی وجہ نماز پنجگانہ کی سنتون مین ہم بیان کر چکے اگر کوئی شخص امام کے خطبہ پڑھتے مین مسجد مین آیا تو اسکو چاہیے کہ دو رکعت ہلکی چھوٹی پڑھ لے کیونکہ اسمین بقدر امکان سنت کی بھی رعایت ہے اور خطبہ کا بھی ادب ہے، اس مسئلہ مین تیرے شہر کے لوگ جو شور کرتے ہین انکے دھوکے مین نہ آنا کیونکہ اسکے حق مین حدیث صحیح وارد ہے جسکا اتباع واجب ہے۔ اور نیز اس بات کی ضرورت ہوئی کہ انکو لوگون کے اوپر ہو کر گذرنے اور دو شخصون کو علیحدہ کرنے اور کسی کو اپنی جگہ پر اس غرض سے اٹھا دینا کہ کوئی اور وہان نہ بیٹھ جاوے منع کیا جاوے کیونکہ جاہل لوگ اس قسم کی حرکت اکثر کیا کرتے ہین اور ایسے امور سے باہم فساد پیدا ہوتا ہے اور عداوت کا تخم ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو تمام آداب کے ساتھ پورے طور پر ادا کرنیوالے کا ثواب بیان فرمایا کہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک سب گناہ معاف ہو جاتے ہین اسکا سبب یہ ہے کہ انوار الٰہی اور مومنین کی دعا اور انکی صحبت برکات اور وعظ اور ذکر الٰہی وغیرہ کی برکت کے دریا مین غرق ہونے کے لیے یہ نماز کافی مقدار ہوتی ہے اور پھر آپ نے اس نماز مین سویرے آنے کے درجات اور اسکے اوپر جو ثواب مترتب ہوتا ہے اونٹ اور گاے اور دنبہ اور مرغی کے ساتھ مثال دیکر اسکا بیان فرمایا اور جمعہ کے وجوب کے وقت خطبہ کے لیے کھڑے ہونے تک یہ ساعتین تھوڑی اوقات ہین اور معلوم کرنا چاہیے کہ جس نماز مین تمام ادنیٰ و اعلیٰ لوگ جمع ہوتے ہین وہ ایک ہی شفع (دو رکعت) کی مقرر کی گئی ہے تاکہ انپر گران نگذرے علاوہ برین انمین ضعفاء اور مریض اور صاحب حاجت سب طرح کے لوگ ہوتے ہین اور ایسی نمازون مین قرآن پاک جہراً پڑھنا مقرر کیا گیا تاکہ انکو قرآن کے اندر تدبر کا موقع حاصل ہو اور اسمین قرآن کی عظمت بھی پائی جاتی ہے اور ایسی نمازون مین خطبہ بھی مقرر کیا گیا تاکہ جو لوگ ناواقف ہین وہ واقف ہو جاوین اور جو لوگ باوجود واقفیت کے غافل ہین انکے لیے یاددہانی ہو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے اندر دو خطبون اور انکے درمیان مین جلسہ کرنے کو مسنون فرمایا تاکہ مطلوب پورا پورا حاصل ہو جاوے اور خطیب کو آرام بھی ملجاوے اور نیز اسکا اور سامعین کا نشاط ازسرنو تازہ ہو جاوے اور خطبہ کا پڑھنا اسطرح پر مسنون ہے کہ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور آپ پر درود بھیجے اور توحید و رسالت کی شہادت ادا کرے اور بیچ مین کلمۂ فصل (اما بعد) لا کر لوگون کو پند و نصیحت و تقویٰ کا حکم کرے اور انکو دنیا و آخرت کے عذاب الٰہی سے ڈراوے اور کچھ قرآن پاک پڑھے اور کچھ مسلمانون کے حق مین دعاء خیر کرے اسکا سبب یہ ہے کہ اس طرح نصیحت کے ساتھ خدا تعالیٰ و رسول و قرآن پاک کی عظمت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ خطبہ دین کا شعار ہے اذان کیطرح یہ چیزین اسمین بھی ضروری ہونی چاہیین اور حدیث شریف مین آیا ہے کل خطبۃ لیس فیہا تشہد فہی کالید الجذماء جس خطبہ مین

کلمۂ شہادت نہو وہ مثل دست بریدہ کے ہے۔ معتنا یہ بات بدون الفاظ کے امت کو برابر پہونچتی چلی آئی ہے کہ جمعہ کے اندر
جماعت اور ایک قسم کی شہرت شرط ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے خلفاء راشدینؓ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالی
ان سب کی یہی عادت تھی کہ جمعہ شہروں ہی مین کرتے تھے اور اہل قریٰ سے کچھ تعرض نکرتے تھے اور انکے عہد مین قریہ کے اندر
جمعہ نہوتا تھا اس بات سے لوگ قرناً بعد قرنٍ سمجھے ہیں کہ جمعہ کیلیے جماعت اور شہرت شرط ہے میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے
کہ جمعہ کی حقیقت شہر مین دین کی اشاعت ہے لہذا شہریت اور جماعت کا اعتبار ضروری ہوا اور صحیح تر قول میرے نزدیک
یہ ہے کہ کم از کم جسپر قریہ کا اطلاق آتا ہو جمعہ کے لیے کافی ہے کیونکہ مختلف طریقوں سے جو بعض بعض کی تائید کرتے ہین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ پانچ قسم کے لوگون پر جمعہ واجب نہیں ہے اور اہل دیہ کو بھی آپنے انھین مین
شمار کیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجمعة علی خمسین رجلا پچاس لوگون پر واجب ہے مین کہتا ہون کہ پچاس
آدمیون سے قریہ بنجاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے الجمعة واجبة علی کل قریة ہر گاؤن والون پر جمعہ واجب ہے اور کم سے کم
جسکو جماعت کہہ سکیں میرے نزدیک جمعہ کی صحت کےلیے کافی ہیں اور حدیث انفضاض اسپر دال ہے اور بظاہر وہ کو
متفرق ہو کر پھر واپس نہیں آئے واللہ اعلم جب ایک جماعت ایسے لوگ موجود ہون تو جمعہ واجب ہو جاتا ہے اور انکے ساتھ
نہونے سے عاصی نہوگا اور چالیس آدمیون کی تعداد شرط نہیں ہے اور نیز اس حکم کا دینا ضروری تھا کہ نماز کے قائم کرنیکے لیے
حاکم کا ہونا مناسب ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اربع الا الامام یعنے سواے امام کے یہ چار ہون اور
امام کا ہونا شرط نہیں ہے۔ واللہ اعلم

عید الضحی اور عید الفطر کا بیان

اصل انمین یہ ہے کہ ہر ایک قوم کے لیے ایک دن مخصوص ہوتا ہے کہ اسمین اپنا تجمل کرتے ہین اور زیب و زینت کے
ساتھ اپنے شہرون سے نکلتے ہین اور یہ ایسی رسم ہے کہ اس سے کوئی خالی نہیں عرب اور عجم مین اور جبکہ آپ مدینے مین
تشریف لائے تو انکے لیے دو دن ایسے تھے کہ انمین وہ لہو و لعب کرتے تھے آپنے فرمایا کہ یہ کیسے دن ہین انھون نے
عرض کی کہ ہم زمانہ جاہلیت مین ان دو دن مین کھیل کود کیا کرتے تھے تب آپنے فرمایا کہ اللہ پاک نے بجاے ان دو
دن کے دو اور دن اس سے بہتر بدلے مین دیے ہے وہ یوم الضحی اور یوم الفطر ہین اور یون مشہور ہے کہ وہ دو دن یوم نیروز اور
یوم مہرجان تھا اور انکی تبدیل کرنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ لوگونمین کوئی دن خوشی کا نہیں ہوتا مگر مقصود اس سے اظہار
شعار دین یا ائمہ مذہب کے موافقت یا کوئی اسی قسم کی اور بات ہوتی ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا
خیال ہوا کہ اگر انکو آپنے اسی حالت پر چھوڑ دیا تو ایسا نہو کہ جاہلیت کی رسم باقی رہجائے یا پچھلون کے طریقہ کی ترویج انمین
پائی جاوے پس اسی لیے آپنے بجاے ان دونون کے ایام عیدین کو مقرر فرمایا اور انمین ملت حنفیہ کے شعایر کی عظمت بھی
اور ساتھ تجمل کے انمین ذکر خدا اور ابواب بندگی کو ملایا یہ اسلیے کہ اجتماع مسلمانون کا صرف لعب نہو اور تاکہ انکا باہم اکٹھا
ہونا خدا کے کلمہ کے بلند ہونے سے خالی نہو اور ان دو نمین سے ایک تو وہ دن ہے کہ جب وہ اپنے روزون سے فارغ ہوتے ہین

اور ایک طرح کی زکوٰۃ ادا کرتے ہین اسلیے اسدن دو قسم کی خوشیان جمع ہوجاتی ہین طبعی اور عقلی طبعی خوشی تو انکو اسلیے حاصل
ہوتی ہے کہ روزہ کی عبادت شاقہ سے فارغ ہوجاتے ہین اور محتاجون کو صدقہ ملجاتا ہے اور فرحت عقلی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے
عبادت مفروضہ کے ادا کرنے کی انکو توفیق عطا فرمائی اور انکے اہل وعیال کو دوسرے سال تک باقی رکھنے کا انپر انعام کیا اور
دوسرا وہ دن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کیا اور خدا تعالیٰ نے انکی
جان کے بدلے مین جنت کا دنبہ عنایت کیا اسلیے کہ اسمین ملت ابراہیمی کے ائمہ کے حالات کی یاد دہانی اور جان ومال
کی خدا تعالےٰ کے فرمانبرداری مین خرچ کرنے اور انکے غایت درجہ کے صبر کرنے کے ساتھ لوگون کو عبرت دلانا ہے اور نیز
اسمین حاجیون کے ساتھ تشبہ ہے اور انکی عظمت ہے اور جس کام مین وہ مشغول ہین اسکی طرف ترغیب لانا ہے لہذا تکبیر
کا کہنا مسنون کیا گیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ولتکبروا اللہ علیٰ ما ہدٰکم - اور خدا تعالےٰ نے جو انکو ہدایت فرمائی ہے اسکے
بدلے اسکی بڑائی بیان کرو - یعنی تمکو جو روزون کے ادا کرنے کی توفیق دی ہے اسکے شکر مین ایسا کرو اسلیے قربانی اور تکبیر
باآواز کہنا ایام منیٰ مین مسنون کیا گیا اور جو شخص قربانی کا ارادہ کرے اسکے لیے سر کا نہ منڈوانا (یعنی حجامت نکروانا)
مستحب کیا گیا اور نماز اور خطبہ مقرر کیا گیا تاکہ انکا کوئی اجتماع ذکر الٰہی و شعار دین کی عظمت سے خالی نہو - اور اسکے
ساتھ شارع نے منجملہ مقاصد شرعیہ کے ایک اور مقصد کو بھی شامل کیا اور وہ یہ ہے کہ ہر ملت کے لیے ایکدن ایسا ضرور
ہونا چاہیے جسمین اس ملت کے لوگ اپنے اظہار شوکت اور مجمع کی کثرت ظاہر کرنے کی غرض سے باہر نکلکر جمع ہون اسلیے
سب کا جانا عید کے لیے مستحب ہوا حتیٰ کہ بچے اور عورتین پردہ نشین اور بے نماز عورتون کا نکلنا بھی مستحب کیا گیا ہے
لیکن حائضہ عورتین عیدگاہ سے علیحدہ ہوکر ایک طرف کو بیٹھ جاوین مگر دعا مین شریک ہوجاوین لہذا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم آنے اور جانے کا راستہ بدل دیتے تھے تاکہ دونون طرف کے لوگون کو مسلمانون کی شوکت وعظمت
ظاہر ہوجاوے اور چونکہ اصل عید سے زینت مقصود ہے لہذا اچھا لباس پہننا اور دف کا بجانا اور ایک راستہ سے عیدگاہ
کو جانا اور دوسرے سے پھرنا مستحب کیا گیا عیدین کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ بغیر اذان واقامت کے نماز شروع کرے
اور بالجہر قرآن پڑھے اگر تخفیف کا موقع ہو تو سورہ سبح اسم ربک الاعلی الذی اور سورہ ہل اتٰک پڑھے اور اگر طوالت
کے ساتھ پڑھنا ہو تو سورہ ق اور سورہ - اقتربت الساعۃ پڑھے اور پہلی رکعت مین قراۃ سے پہلے سات تکبیرین اور
دوسری مین بھی قراۃ سے پہلے پانچ تکبیرین کہے اور اہل کوفہ کے نزدیک مثل نماز جنازہ کے قراۃ سے پہلے پہلی رکعت
مین چار تکبیرین اور دوسری مین بھی قرات کے بعد چار تکبیرین کہے مگر دونون طور سے سنت ہے اتنا ضرور ہے کہ جسپر
اہل حرمین کا عمل ہے اسکو ترجیح ہے نماز کے بعد پھر خطبہ پڑھے اور خدا تعالےٰ سے خوف کرنے کا لوگون کو حکم دے اور
وعظ ونصیحت کو بیان کرے مگر عید الفطر کے لیے یہ بات خاص ہے کہ جبتک چند چھوارے نکھالے نماز کو نہ جاوے
اور انکو طاق کھانا چاہیے اور نماز سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کردے تاکہ ایسے روز مساکین کی حاجت دفع ہوجاوے
اور دلجمعی سے نماز کو جاوین اور چونکہ ماہ صیام کے گذرنے پر اطلاع دینا منظور ہے اور ان باتون کے کرنے مین روزہ
کے خلاف باتین پائی جاتی ہین اور عید الضحیٰ مین یہ بات خاص ہے کہ نماز سے واپس آنے کے بعد کچھ کھاوے اور قربانی

مین سے کھانے اسمین قربانی کی عظمت اور اُسکی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور اُسکا متبرک ہونا ثابت ہوتا ہے اور قربانی
کیواسطے کے کیونکہ قربانی کا کرنا حاجیون کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے عبادت مقرر لیا گیا ہے اور نمازکے لینے
اجتماع سے یہ مشابہت اُنکو حاصل ہوسکتی ہے اور قربانی کے لیے بھیڑ کا سال بھر کا بچہ یا بکری کا چھ مہینے کا بچہ ہر گھر والے کے لیے
ہونا چاہیے اور قربانی کو ہدی پر قیاس کرکے گائے اور اونٹ کو سات قربانیون کیطرف کافی سمجھا ہے اور چونکہ قربانی خداتعالے
کے لیے مال خرچ کرنے کے قبیلہ سے ہے چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی
منکم اُنکے گوشت وخون خدا کے پاس ہرگز نہین پہونچے مگر تمھاری پرہیزگاری پہونچتی ہے اسلیے قربانی کا موٹا کرنا اور اچھا
جانور پسند کرکے قربانی کرنا مستحب ہوا کیونکہ اس سے خداتعالی کی طرف رغبت صحیح طور سے معلوم ہوتی ہے اسواسطے چار قسم
کے جانورون کی قربانی نکرنی چاہیے ایک تو لنگڑا جانور جسکا لنگڑا پن کھلا ہوا ہو اور دوسرا وہ جانور جسکی آنکھ صاف پھوٹی ہو
اور تیسرے وہ جانور جسمین کوئی کھلی ہوئی بیماری ہو چوتھے ایسا دبلا کہ اسکی ہڈیون کا مغز بھی تحلیل ہوگیا ہو اور جسکا کان یا سینگ
کٹا ہو تو اُسکی بھی قربانی کرنا منع ہے اور آنکھ و کان کا دیکھ لینا مستحب ہے اور جس جانور کا سامنے سے کان کٹا ہوا ہو اُسکی بھی
قربانی منع ہے اور جسکا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہو اُسکی بھی نہین درست ہے اور نہ اُس جانور کی کہ جسکا کان چرا ہوا ہو- اور
جسکے کان مین سوراخ ہو اُسکی بھی قربانی درست نہین و نیز قوی سینگ دار دنبہ کی قربانی کرنا جسکی آنکھین اور پیٹ اور سینہ
اور پاؤن سیاہ ہون مسنون ہے کیونکہ یہ سب باتین اُسکی جوانی بھرنے کی علامتین ہین اور جو وظیفہ قربانی کرتے ہوئے پڑھا جاتا
یہ ہے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض الخ اللہم منک والیک ولک من اللہ واللہ اکبر-

جنازون کا بیان

معلوم کرو کہ مریض کو دیکھنے جانا اور تعویذون مبارک سے اُسکا تمسک کرنا اور مرتے وقت اُسکے ساتھ نرمی کی باتین
کرنا اور کفن ودفن میت کا اور اُسکے ساتھ نیکی کرنا اور اُسپر رونا- اُسکے پس ماندون کی دلجمعی کرنا اور قبور کی زیارت کرنا یہ ایسے
امور ہین کہ تمام عرب کے لوگ ان پر قائم ہین اور اپنے ہان انکو برتتے ہین اور اہل عجم بھی ایسا ہی کرتے ہین اور یہ ایسی رسوم ہین کہ
کوئی ذی شعور اس سے خالی نہین اور یہ غیر مناسب ہے کہ یہ رسوم اُنسے چھڑا دیجاتین پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی
تب آپنے اُنکی عادات و رسوم کا جنکو وہ کرتے تھے ملاحظہ فرمایا اور اُنکی اصلاح فرمائی اور جو نقصان تھے اُنکو دور کیا اور
مصلحت مین دنیا و آخرت کے اعتبار سے تو خاص اُس مریض ہی کا لحاظ ہوتا ہے یا اُسکے اہل وعیال کا ہوتا ہے انمین دونون
اعتبار و نمین سے ایک اعتبار ہے یا ملت کا ہوتا ہے پس دنیا کے اعتبار سے مریض اس بات کا حاجتمند ہوتا ہے کہ اُسکی تکلیف و
مصیبت مین اُسکو تسلی دین اور اُسکے درد و دکھ مین شریک ہون اور اُسکے ساتھ پیار و محبت کی باتین کرین اور جس بات سے
وہ عاجز ہے اسمین اُسکی اعانت کیجاے اور یہ امر بغیر اس بات کے ممکن نہین کہ اُسکے بھائی بند اور اُسکے شہر کے دوست و آشنا
اور اور لوگون کو اُسکے ہان آنا سنت لازمہ گردانا جاے اور آخرت مین اُسکو اس بات کی حاجت ہے کہ بیماری مین وہ صبر کرے اور بیماری کی
تکلیفین اُسکے سامنے مثل دوا تلخ کے معلوم ہون جسکا ذائقہ ناگوار ہوتا ہے لیکن اُسمین نفع کی امید ہوتی ہے تاکہ بیماری اُسکے

حق مین جب دنیا اور بُعد الٰہی کا سبب نہو بلکہ اُسکی جان کے اجزا تحلیل ہونیکے ساتھہ وہ بیماری اُسکے گناہون کی کمی کا باعث ہو
اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ اسکو اُس تکلیف کی حالت مین صبر کے فوائد اور تکالیف کے اجر پر آگاہ کیا جاوے اور جب
آدمی کا دم نکلنے لگتا ہے تو یہ دن اُسکے حق مین دنیا کا اخیر اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے لہذا یہ بات ضروری ہے کہ اُسکو یاد الٰہی اور
توجہ الی اللہ پر ترغیب دلائی جاوے تاکہ اُسکی جان ایمان کے جامہ مین اس جہان سے مفارقت کرے اور آخرت مین اُسکا ثمرہ اُسکو
حاصل ہو اور انسان بشرطیکہ اُسکا مزاج صحیح ہو جسطرح اُسکی سرشت مین مال اور اولاد کی محبت داخل ہوتی ہے اسیطرح یہ بات بھی
اُسکو عزیز ہوتی ہے کہ حالت زندگی اور نیز مرنے کے بعد بھلائی سے لوگ اُسکو یاد کرین اور اُسکا کوئی عیب اُنپر ظاہر نہونے پاوے
حتی کہ ہر گروہ کے بڑے بڑے ہوشمند اور صحیح العقل اس بات کو پسند کرتے ہین کہ کوئی بلند عمارت مال کثیر صرف کرکے تیار کیجاوے
جس سے اُنکا ذکر باقی رہے اور صرف اس غرض سے کہ لوگ اُنکو بہادر وں کے زمرہ مین شمار کرین جان جوکھون کی جگہ گھس پڑتے ہین
اور کبھی آدمی سے کوئی اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ میری قبر بلند بنائی جاوے تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ فلان شخص اپنی زندگی مین
بھی صاحب نصیب تھا اور بعد وفات بھی حتی کہ اُنکے عقلا کا یہ قول ہے کہ جسکا ذکر لوگون مین موجود ہے وہ مردہ نہین ہے اور
چونکہ یہ ایسا امر تھا کہ اسی پر اُنکی پیدایش اور اسی پر اُنکی موت ہوتی ہے لہذا اُنکے اس خیال کی تصدیق اور اُنکے وعدون کا
پورا کرنا مرنے کے بعد اُنکے حق مین ایک قسم کا احسان ہوا اور نیز جب آدمی کی روح بدن کو چھوڑتی ہے اُسکی حس مشترک وغیرہ
کو حس اور ادراک باقی رہتا ہے اور جو خیالات اور علوم زندگی مین اُسکے ساتھ تھے مرنے کے بعد بھی اُسکے ہمراہ رہتے ہین اور
پھر عالم بالا سے اُسپر اور علوم کا ترشح ہوتا ہے جنکی وجہ سے میت کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے اور خدا کے نیک بندون
کی ہمتین جب عالم قدس تک پہونچتی ہین اور اُس میت کے لیے وہ گڑگڑا کے دعا کرتی ہین یا میت کے لیے بہت کچھ صدقہ
دیتے ہین تو حکم الٰہی سے میت کے حق مین وہ نافع پڑتا ہے اور اُس عالم سے جب اُسپر فیضان ہوتا ہے تو اُسکے ساتھہ ہوکر
اُس میت کی درستی حالت کا سبب ہوجاتا ہے اور میت کے گھر والون کو اُسکے موت سے سخت غم اور رنج ہوتا ہے لہذا
دنیا کے اعتبار سے اُنکے حق مین بھلائی یہ ہے کہ لوگ اُسکی تعزیت کے لیے آئین تاکہ اُنکا رنج کچھ کم ہو اور میت کے دفن
کرانے مین شریک ہوکر اُنکی مدد کرین اور اُنکو ایک دن رات کھانا دین اور آخرت کے لحاظ سے اُنکے لیے بہتری یہ ہے
کہ اُنکو اجر عظیم کی ترغیب دلائی جاوے تاکہ بہمہ تن اُسکی پریشانی مین وہ مصروف نہون اور خدا کیطرف اُنکی توجہ ہو اور
چلانے اور کپڑے پھاڑنے اور تمام اُن چیزون سے جو غم اور مصیبت کو یاد دلاتی ہین اور اُنکا غم اور پریشانی بڑھاتی ہین
منع کرین کیونکہ اسوقت مین وہ لوگ بمنزلہ مریض کے ہوجاتے ہین اُنکے مرض کا علاج کرنا چاہیے نہ یہ کہ اُنکا مرض اور
بڑھایا جاوے اہل جاہلیت نے کچھ رسمین اپنی جانب سے ایجاد کرلی تھین جنسے شرک لازم آتا تھا اسلیے مصلحت شرعی کا
یہ مقتضی ہوا کہ اس دروازہ کو بند کیا جاوے۔

جب تمکو یہ سب باتین معلوم ہوگئین تو اب ہم ان احادیث کی شرح کرنی چاہتے ہین جو اس باب مین وارد ہوئی ہین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الا حط اللہ بہ سیئاتہ کما تحط
الشجرۃ ورقہا۔ کوئی مسلمان بندہ ایسا نہین کہ جسکو کوئی مرض اور کسیطرح سے کوئی تکلیف پہنچے مگر خدا تعالیٰ اُسکے

سبب ہے اُسکے گناہ کم کردیتا ہے جیسے درخت سے اُسکے پتے گرجاتے ہین - مین کہتا ہون گناہون کے دور ہونے کے اسباب کا
ذکر پہلے ہوچکا ہے منجملہ اُن اسباب کے ایک سبب حجاب نفسانی کا کمزور ہوجانا اور بہیمیت ہمیشہ جو اخلاق رذیلہ کے محل ہے تحلیل ہوجا
ت ہے اور مصیبت کے سبب سے انسان کا دل دنیا سے متنفر ہوجاتا ہے اور اُسکو زندگی سے ایک قسم کی بیزاری پیدا ہوجاتی ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل المومن کمثل الخامۃ ومثل المنافق کمثل الارزۃ - الحدیث - مثال مومن کی مثل اُس پودہ
کے ہے کہ شروع شروع زمین سے اُگتا ہے اور منافق کا حال مثل درخت صنوبر کے ہے - مین کہتا ہون اُسمین بھید یہ ہے کہ
انسان کے نفس مین دو قوتین ہین ایک قوت بہیمی دوسری ملکی اور آدمی کا یہ خاصہ ہے کہ کبھی تو اُسکو قوت بہیمی دبجاتی ہے
اور ملکی ظاہر ہوجاتی ہے تو اُسوقت مین وہ انسان ملائکہ کے زمرہ مین داخل ہوجاتا ہے اور کبھی قوت ملکی دبجاتی ہے اور
قوت بہیمی کا ظہور ہوجاتا ہے تو اُسوقت مین وہ انسان مثل بہائم کے خدا تعالے کے نزدیک بیقدر ہوجاتا ہے اور جب آدمی قوت
بہیمی کے قبضہ سے نکلکر قوت ملکی کی عملداری مین داخل ہوتا ہے تو اُسکے حالات مختلف ہونے مین اُن حالات مین باہم ان
دونون قوتون کا مقابلہ رہتا ہے کبھی قوت بہیمی ملکی پر غلبہ کرتی ہے کبھی ملکی بہیمی پر - دنیا مین جزا و سزا دئیے جانے کے یہی واقع
ہونے ہین اور دنیا کے اندر جزا و سزا کی حقیقت ہم پہلے بیان کرچکے ہین اُسکو دیکھنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے اذا مرض العبد او سافر کتب له مثل ما کان یعمل صحیحا مقیما - جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اُسکے لیے اُن نیک
اعمال کا اجر لکھا جاتا ہے جو حالت صحت و اقامت مین وہ کرتا تھا - مین کہتا ہون جب آدمی کسی کام کرنے پر ہمت باندھتا ہے
اور بجز مانع عارضی کے کوئی اُسکو اُس کام سے روکنے والا نہین ہوتا تو جو کام قلب کا ہے وہ اُس سے ادا ہوجاتا ہے اور تقوی کا
دارمدار قلب ہی پر ہے اور باقی اعمال تقوی کا عنوان اور اُسکی دلیل ہین کہ قدرت کیوقت اُنکا کرنا ضرور ہوتا ہے اور مجبوری کی
کیوقت متروک کردیے جاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشہدا خمسۃ او سبعۃ - شہید پانچ لوگ ہین
یا یہ فرمایا ہے کہ سات شخص ہین - مین کہتا ہون کہ وہ سخت مصیبت جو بندہ کیطرف سے نہین ہوتی گناہون کے دور کرنے
اور اُس شخص پر رحمت الہی کے نازل کرنےمین شہادت کا کام دیتی ہے اور فرمایا ہے ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل
فی خرفۃ الجنۃ حتی یرجع - کوئی مسلمان جب اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کو جاتا ہے جبتک واپس آتا ہے برابر جنت کے
پھل چُنتا رہتا ہے - مین کہتا ہون شہر والونمین میل جول جب ہی رہ سکتا ہے کہ جب باہم ایک دوسرے کی حاجت کے وقت
مدد کرین اور اللہ تعالے کو وہ چیز پسند ہے جسمین اُنکے شہر کی بھلائی ہو اور باہم میل جول پیدا کرنے کے لیے عیادت کرنا
کامل سبب ہے قیامت کے دن اللہ پاک فرمائیگا یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی الخ اے آدمی مین بیمار ہوا تو تونے میری
عیادت بھی نکی مین کہتا ہون اس تجلی کا حال بہ نسبت روح اعظم کے جسکا تنزل الملائکۃ والروح فیہا کے اندر بیان ہے
اُس صورت کا سا حال ہے جو انسان کو خواب مین بہ نسبت اس انسان کے ظاہر ہوتی ہے پس جسطرح انسان کا اپنے رب
اور اُسکے حکم اور اُسکی رضامندی کے ساتھ اعتقاد اُسکی خواب مین خدا تعالے کی امثال سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی لیے
مومن کامل کا یہ درجہ ہوتا ہے کہ وہ اُسکو نہایت عمدہ صورت مین دیکھتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
دیکھا ہے اور جس شخص نے خدا تعالے کو اپنے دروازہ کی دہلیز مین اپنے پانچہ لگاتے ہوے دیکھا تو اُس خواب کی تعبیر یہ ہے

کہ اس ولایت میں اُسنے خدا تعالی کا کوئی قصور کیا ہے اسیطرح خدا تعالی کا حق اور اسکا حکم اور اُسکی رضامندی اور اُسکی تدبیر
اور افراد انکے لیے اُسکی قیومیت اور اُسکا اُنکے لیے سبب وجود ہونا یا اپنے رب کی نسبت انکے اعتقاد کا درجہ بشرطیکہ انکا مزاج
صحیح ہو اور اُنکے نفوس اسی پر ہون اور جسطرح صورت نوعیہ سے افراد انسان پر اُن نفوس کا فیضان ہوا ہے یہ سب چیزین
آخرت مین مختلف صورتون کے ساتھ متمثل ہو کر ظاہر ہونگے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو بیان کیا ہے اور یہ سب
تجلیات روح اعظم کی تجلیات ہین جو افراد انسان کے مجامع اور اُنکی کثرت کا مبدء اور اُنکی دنیاوی اور اخروی ترقی کا منتہا
ہے اس سے میری یہ مراد ہے کہ وہان پر خدا تعالے کے لیے باعتبار اُسکی قیومیت اور اُسکے حکم کی ایک شان کلی ہے جسکو
آخرت مین اپنے دلون کی بینائی سے ہمیشہ مشاہدہ کرتے رہینگے اور کبھی جب کسی صورت مناسبہ مین اس شان کا ظہور
ہوگا تو آنکھون سے اُسکا معاینہ کرینگے الحاصل اسی لیے یہ تجلی خدا تعالے کے حق اور اُسکے حکم سے صورت نوعیہ کے فیضان کے
موافق افراد انسانی مین ظاہر ہوتی ہے جیسے باہم انکا مانوس ہونا اور کمال انسانی کا جو اُسکے نوع کے ساتھ خاص ہے
حاصل کرنا اور مصلحت مناسبہ کا اپنے اندر قائم کرنا اسلیے جو چیز بندون کے حالات مین سے ہے اس علاقہ کی وجہ سے
اپنی طرف اُسکا منسوب کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ جو منتر پورے اور کامل مین جنکے اندر
ذکر الہی اور اُس سے استعانت پایا جاتا ہے اُنکو لوگ پڑھا کرین جب کوئی ضرورت پیش آوے اس سے آپکو یہ منظور ہے کہ اُن کلمات
طیبات کے پڑھنے سے رحمت الہی اُنپر چھا جاے اور اُنکے مصائب دور ہو جائین اور نیز ایام جاہلیت مین لوگ جو اپنے
ٹھاکرون سے مدد چاہا کرتے تھے اس بات سے آپکو انکا روکنا مقصود تھا اور اُسکے بدلے مین اُنکے لیے عمدہ عوض مقرر
کر دیا وہ رقیے بہت ہین منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ پڑھنے والا اپنا داہنا ہاتھ مریض پر پھیرتا جاے اور یہ پڑھتا جاوے
اذہب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما - اور از انجملہ یہ ہے
بسم اللہ ارقیک من کل شیء یوذیک من شر کل نفس بالنفس کی جگہ عین حاسد کہے اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک
اور از انجملہ یہ ہے کہ سات مرتبہ اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک - پڑھے اور از انجملہ یہ ہے کہ قل اعوذ
برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھکر دم کرے اور جس جگہ مریض کے بدن پر تکلیف ہے اُسپر ہاتھ پھیرتا جاوے
اور تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر پڑھے اور از انجملہ یہ ہے کہ پڑھے
بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار - اور از انجملہ یہ ہے کہ پڑھے ربنا اللہ الذی
فی السماء تقدس اسمک امرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض اغفر لنا حوبنا وخطایانا
انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک وشفاء من شفاءک علی ہذا الوجع - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لا یتمنین احدکم الموت - الحدیث - تم مین سے کوئی موت کی آرزو نکرے - مین کہتا ہون بارگاہ الہی مین
منجملہ آداب کے انسان کے لیے ایک ادب یہ ہے کہ خدا تعالے نے اُسکو جو نعمت عنایت فرمائی ہے اس بات کی جرأت
نکرے کہ اُسکا جاتا رہنا چاہے اور زندگی خدا تعالی کی بڑی نعمت ہے کیونکہ نیکی کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اسلیے کہ
جب انسان مرجاتا ہے اُسکے اکثر اعمال منقطع ہو جاتے ہین اور بجز طبعی ترقی کے کچھ ترقی نہین کر سکتا اور نیز موشگا

آرزو کرنا نہایت بیباکی ہے اور بے اطمینانی کی دلیل ہے اور یہ دونون بدترین اخلاق مین سے ہین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ ۔ جو کوئی خدا سے
ملنا چاہتا ہے خدا اُس سے ملنا چاہتا ہے اور جس شخص کو خدا سے ملنا ناگوار معلوم ہوتا ہے خدا تعالی کو اُسکا ملنا ناگوار
ہوتا ہے ۔ مین کہتا ہون کہ خدا تعالے سے ملنے کے یہ معنی ہین کہ ایمان بالغیب سے ایمان بالمشاہدہ کیطرف اُسکا انتقال
ہوجاتا ہے اور اُسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ بہیمیہ کا موٹا پردہ اُس سے دور ہو کر ملکیہ کا نور اُسپر ظاہر ہوجاتا ہے
اور عالم قدس سے اُسپر یقین کا ترشح ہوجاتا ہے اور جن چیزون کا ذکر اُسنے صرف زبان سے سنا تھا سب وہ چیزین اُسکو
مشاہد ہوجاتی ہین اور مومن بندہ جو ہمیشہ بہیمیہ سے مدافعت کرتا اور ملکیہ کا ساتھ دیتا رہتا ہے اس حالت کا اسیطرح
مشتاق ہوتا ہے جسطرح ہر عنصر اپنے مکان طبعی کا مشتاق ہوتا ہے جسطرح ہر حریص اُن چیزون کیطرف جنسے اُسکے حس کو
لذت حاصل ہوتی ہے مشتاق ہوتا ہے ۔ اگرچہ باعتبار نظام بدنی کے اُسکو موت اور اُسکے اسباب سے تکلیف اور
رنج ہوتا ہے اور جو بندہ نافرمان ہے ہمیشہ اُسکی کوشش بہیمیہ کے فربہ کرنے مین رہتی ہے اور دنیا کی زندگی اُسکو پیاری
معلوم ہوتی ہے اور اُسی کی طرف اُسکے دلکو لگاؤ ہوتا ہے اور حدیث شریف مین خدا تعالی کی محبت اور اُسکی کراہت
کا جو ذکر ہے وہ بطور مشاکلہ کے وارد ہوا ہے مگر مراد اُس سے آرام یا تکلیف کی چیزون کا موجود ومہیا کرنا اور اُسکی لعات مین
ہوتا ہے اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ دونون چیزین باہم مشتبہ ہوگئین تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے محبت کے حالات مین سے زیادہ تر ظاہر حال کا جسکا عالم بالا سے فیضان ہوتا ہے اور جسکو دوسرے حال سے اشتباہ نہین
یعنی ملائکہ کے ظاہر ہونے کی حالت بیان فرماکر اُسکی مراد پر مطلع کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن بربہ ۔ اپنے رب سے حسن ظن کیے بغیر ہم مین سے کوئی نہ مرے ۔ معلوم کرو کہ کوئی عمل صالح
اُن ضروریات کے ادا کرنے کے بعد جن سے نفس کی کمی دور ہوتی ہے اور وہ راحت پاتا ہے یعنی فرائض کی بجاآوری اور
کبائر سے اجتناب کرنا انسان کے حق مین اس سے زیادہ نافع کوئی عمل نہین ہے کہ خدا تعالی سے اُسکو بھلائی کی امید ہو
کیونکہ خدا تعالی سے بہتری کی امید رکھنا نزول رحمت الہی کے سبب ہونے مین بمنزلہ نہایت مضبوط ارادہ اور کمال
رغبت سے دعا کرنے کے ہے اور خوف الہی تو ایک تلوار ہے جسکے ذریعہ سے دشمنان خدا سے کہ قوت شہوانیہ اور قوت
سبعیہ ور وساوس شیطانیہ کے بڑے بڑے مستحکم برجون مین مقابلہ کیا جاتا ہے اور جسطرح کوئی شخص لڑائی کی مہارت نہین رکھتا
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ تلوار چلاتا ہے تو وہ تلوار اُسی کے لگتی ہے اسیطرح جو آدمی اپنے نفس کے مہذب کرنے کا
کمال نہین رکھتا بسا اوقات وہ خوف الہی کو بےموقع استعمال کرتا ہے اور وہ اپنے تمام اعمال صالحہ کو عجب وریا اور
اسی طرح کے بہت سے عیوب وآفات سے خودبخود متہم کرلیتا ہے یہانتک کہ اپنے گمان مین خدا کے ہان اپنے اعمال
کو رائگان سمجھنے لگتا ہے اور اُس سے جو کچھ گناہ صغیرہ اور بلا قصد خطائین ہوجاتی ہین اُنکا وقوع اُسکے نزدیک یقینی
ہوتا ہے اور جب وہ مرجاتا ہے تو اُسکے گمان مین وہ گناہ اُسکو کاٹتے رہتے ہین اور اُن خیالی صورتون کے سبب سے
قوۃ مثالیہ کا فیضان ہوجاتا ہے جسکے سبب سے وہ ایک قسم کے عذاب مین مبتلا ہوجاتا ہے اور ان شکوک کا مدخیال

کیونکہ ایسے شخص کو اپنے اعمال صالحہ سے معتد بہ نفع نہیں پہونچتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایتاً عن اللہ تعالے
فرمایا ہے انا عند ظن عبدی بی- یعنی مین اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہون جو اسکو میرے ساتھ ہے اور چونکہ انسان اپنی مرضی
و ضعف کی حالت مین خوف کی تلوار کو اسکے موقع پر بسا اوقات نہین استعمال کرتا یا اسکو استعمال کرنے کی تمیز نہین رہتی
لہذا اسکے حق مین یہ مسنون کیا گیا کہ بہ نسبت خوف کے اسکو امید زیادہ رکھنا چاہیے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اکثروا
ذکر ہاذم اللذات یعنی جو چیز لذتون کے کھونے والی ہے اسکا ذکر اکثر کیا کرو- مین کہتا ہون حجاب نفسانی کے دور کرنے
اور طبیعت کو لذات دنیا سے باز رکھنے مین ذکر موت سے زیادہ کوئی چیز نافع نہین ہے موت کے یاد کرنے سے دنیا سے بےرغبتی
اور خدا تعالی سے ملنے کی صورت آنکھون کے سامنے رہتی ہے اور اسکا عجیب اثر ہوتا ہے اسکا بیان ہم تھوڑا سا پہلے کر چکے
ہین اسکو بات دلمین لینا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة
جسکا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا وہ جنت مین گیا- مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ایسے وقت مین جو اسکی جان پر
بن رہی ہے خدا تعالی کی یاد کو اپنے دلسے اسنے نہین بھولنے دیا یہ اسکے ایمان کی صحت اور اسکے دلمین ایمان کی محبت کے
سرایت کرجانے کی دلیل ہے اور نیز اسکا مرتے وقت یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ احسان کی صفت کے ساتھ اسکا دل
رنگا ہوا ہے پس جو شخص ایسی حالت پر مرگیا لامحالہ جنت اسکے لیے واجب ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ- اپنے مردون کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو اور فرمایا ہے اقرؤا علی موتاکم یٰس
اپنے مرنے والون پر یٰس پڑھا کرو- مین کہتا ہون مرنے والے کے حق مین باعتبار اسکی آخرت کی درستی کے یہ بہت بڑا احسان ہے
اور لا الہ الا اللہ کو اسلیے خاص کیا ہے کہ وہ افضل الذکر اور توحید اور نفی شرک پر مشتمل ہے اور تمام ارکان اسلام مین اسکو
فضیلت ہے اور سورہ یٰس کے مخصوص کرنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اور اسکا بیان عنقریب آتا ہے اور
دوسرے یہ کہ وہ نصیحت کے لیے بہت کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم تصیبہ مصیبة الخ
کوئی مسلمان ایسا نہین کہ اسپر کوئی مصیبت پڑے اور خدا تعالے کے حکم کے موافق وہ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اجرنی
فی مصیبتی واخلفنی خیرا منہا پڑھے مگر خدا تعالے اسکے بدلے مین اس سے بہتر عطا فرماتا ہے- مین کہتا ہون اس حکم
مین یہ رمز ہے کہ اس شخص کو اسکے پڑھنے سے مصیبت کا ثواب اور خدا تعالی کا اس سے بہتر عطا فرمانے پر قادر ہونا یاد آجاے
اور اسکا رنج کم ہوجاے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا حضرتم المیت فقولوا خیرا- مردہ کے پاس جب
تم جاؤ تو کلمہ خیر اسکے حق مین کہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے اللہم اغفر لابی سلمة وارفع درجتہ- الخ
مین کہتا ہون ایام جاہلیت مین یہ دستور تھا کہ اپنے اوپر بد دعا کیا کرتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وہ گھڑی قبولیت
کی ہوتی تھی اور انکو وہ بد دعا لگ جاتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کے لیے عورتون سے ارشاد فرمایا
اغسلنہا وترا الخ یعنی اسکو طاق طاق نہلاؤ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ- پانی اور بیری کے پتون سے اور اخیر
مرتبہ مین کافور لگاؤ- اور فرمایا کہ اسکے داہنے اعضا سے شروع کرو- مین کہتا ہون کہ مردہ کے نہلانے مین اصل یہ ہے
کہ زندہ کے غسل پر قیاس کیا جاے کیونکہ وہ خود اپنی زندگی مین بھی ایسے ہی غسل کرتا تھا اور نہلانے والے بھی خود ایسے ہی

شما تے ہین اسلیے میت کی تعظیم کے لیے اس سے بہتر کوئی او رصورت نہلانے کی نہین سمجھا در بیری کے پتے اور کئی مرتبہ بدن کا دھونے کا
اسلیے حکم دیا کہ مرض کے اندر اکثر اوقات بدن پر میل ہوجاتا ہے اور بدبو پیدا ہوجاتی ہے اور اخیر مرتبہ مین کافور لگانے کا اسلیے
حکم دیا کہ جس چیز کو کافور لگایا کرتے ہین وہ چیز جلد نہین بگڑتی ہے اور بعض یہ کہتے ہین کہ کافور لگانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے
کہ کوئی موذی جانور اُسکے قریب نہین آتا اور داہنے اعضا سے شروع کرنے کا اسلیے حکم دیا تاکہ مردون کا غسل بمنزلہ زندون کے
غسل کے ہو اور تاکہ ان اعضاء کی عزت معلوم ہوا ور شہید کے اندر جو غسل نہ دینے اور اسکے کپڑون اور خون کے ساتھ دفن کرنے
کی سنت جاری ہے اُسکا سبب یہ ہے کہ لوگون کو اُسکا شہید ہونا معلوم ہو اور تاکہ بظاہر اُسکے بقاء عمل کی صورت متمثل
ہوجاوے اور دوسرے یہ کہ نفوس بشریہ جب اپنے ابدان کو چھوڑتے ہین تو انکو حس اور انہی باتون کا علم باقی رہتا ہے بلکہ بعض
اُن چیزون کا بھی ادراک ہوجاتا ہے جو اُنکے ساتھ کیجاتی ہین پس جب ایسے عمل کا اثر بدستور چھوڑ دیا جاے تو ضرور اُنکو اسکے
سبب سے اپنا عمل یاد رہتا ہے اور انکے سامنے وہ عمل متمثل ہوجاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے جرحہم
تدمی اللون لون دم والریح ریح مسک - اُنکے زخمون سے خون جاری ہونگے رنگ تو خون کا سا اور خوشبو مشک کی سی
اس سے یہی مراد ہے اور محرم کے باب میں بھی حدیث صحیح وارد ہے کفنوہ فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیب ولا تخمروا راسہ
فانہ یبعث یوم القیامۃ ملبیا - یعنی اُسکو دونون کپڑون مین لپیٹ دو اور اُسکے خوشبو مت لگاؤ اور اُسکے سر کو مت
ڈھکو اسلیے کہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتا ہوا اُٹھیگا اسمین اُسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اسی نکتہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا المیت یبعث فی ثیابہ اللذی یموت فیہا - یعنی جن کپڑون مین وہ مرتا ہے
اُنھین مین وہ مردہ اُٹھتا ہے اور اصل کفن پہنانے مین کپڑا اوڑھکر سونے والے کے ساتھ مشابہت کا ہونا ہے - مرد کا
پورا کفن تہبند اور کرتا اور چادر لپیٹنے کی یا صرف حلہ یعنی دو کپڑے ہین اور عورت کے لیے انسے کچھ زیادہ ہین کیونکہ اسکے لیے
زیادہ ستر مناسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سلبا سریعا -
زیادہ قیمتی کفن مت دو کیونکہ وہ بہت جلد اُس سے جدا ہوجائیگا اس سے افراط و تفریط مین اعتدال مراد ہے تاکہ جاہلیت کی
عادت کو قیمتی کفن دینے مین اختیار نکرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسرعوا بالجنازۃ - الحدیث - جنازہ
کے لیجانے مین جلدی کرو - مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ دیر کرنے مین مردہ کے بدن کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے دوسرے
قرابت والون کو اُسکے دیکھنے سے بیقراری ہوتی ہے کیونکہ جب وہ میت کو دیکھتے ہین تو اضطراب زیادہ ہوجاتا ہے اور جب
اُنکی نگاہ سے غائب ہوجاتا ہے تو اُنکو خیال نہین رہتا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون سبب کی طرف ایک ہی
کلمہ سے اشارہ فرمایا ہے لا ینبغی بجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہرانی اہلہ - یہ بات مناسب نہین ہے کہ کسی مسلمان کی نعش
اُسکے گھر والون کے روبرو روکی جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے فان کانت صالحۃ الخ کہ اگر وہ جنازہ
نیک ہے - مین کہتا ہون ہمارے نزدیک یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے اور بعض نفوس جب اپنے بدن کو چھوڑتے ہین تو
اُنکے بدن کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے اُنکو اُسکی حس ہوتی ہے اور روحانی کلام کے ساتھ کلام کرتے ہین یہ اُنکے نفوس پر
مترشح ہونے سے سمجھا جاتا ہے اُنکا کلام معمولی نہین ہوتا جو کانون سے سنا جاے چنانچہ آپنے فرمایا ہے الا الانسان

یعنی بجز انسان کے اسکی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع جنازۃ مسلم ایمانا و
احتسابا الخ۔ یعنی جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ مسلمان کے جنازہ کا پیچھا کرے اور اسکی نماز پڑھے اور دفن سے بھی فارغ ہو کر
واپس آجاوے تو وہ دو قیراط کے برابر ثواب لیکر آتا ہے۔ مین کہتا ہون جنازہ کے ساتھ جانے کا اسلیے حکم دیا گیا کہ اسمین میت کی عزت
اور اسکے پسماندون کے دل شکنی کی تسلی ہے اور تاکہ اس ذریعہ سے مومنین صالحین کا ایک گروہ اسکے لیے دعا کرنے
اور دفن کرنے میں معاونت کے لیے شریک ہو جاوے لہذا آپ نے دفن کے وقت تک کھڑا رہنے کی رغبت دلائی ہے اور
جبتک جنازہ تیار کرنہ رکھا جاوے لوگون کو بیٹھنے سے منع کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الموت فزع
فاذا رایتم الجنازۃ فقوموا۔ کہ البتہ موت پریشانی کی چیز ہے پس جب تم کسی کے جنازہ کو دیکھو کھڑے ہو جایا کرو مین
کہتا ہون چونکہ ان لوگون کے دور کرنیوالی کا ذکر اور عزیز و آشنا کے انتقال سے نصیحت پکڑنا منظور تھا اور یہ ایک باطنی امر تھا
کہ اسکے کرنیوالے اور نہ کرنیوالے مین تمیز نہو سکتی تھی اسلیے شارع نے اسکے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تاکہ اس مطلوب کا
انضباط ہو جاوے۔ مگر آپ نے اسکو لوگون پر واجب نہین کیا اور نہ وہ سنت قائم ہے اور بعض کے نزدیک یہ حدیث
منسوخ ہے اور اگر منسوخ ہے تو اسکے منسوخ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اہل جاہلیت ایسے امور کیا کرتے تھے جو کھڑے ہونیکے
مشابہ تھے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ یہ کھڑا ہونا تعجیل نہ کیا جاوے کہ جسکے سبب سے ممنوعات کا دروازہ
مفتوح ہو جاوے اور جنازہ کی نماز اسلیے مقرر کی گئی کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کے لیے شریک ہونا اسپر
رحمت الہی نازل ہونے مین بڑا کامل اثر رکھتا ہے اور نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ امام اسطرح پر کھڑا ہو کہ جنازہ اسکے
اور قبلہ کے مابین ہو اور امام کے پیچھے قوم صف باندھکر کھڑی ہو اور امام چار تکبیرین کہے اور میت کے لیے دعا کرے
اسکے بعد سلام پھیر دے یہ طریقہ ایسا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین قائم رہا اور تمام صحابہؓ اور تابعینؒ کا اتفاق رہا
اگرچہ احادیث اس باب مین طریقون مختلفہ کے ساتھ وارد ہوئی ہین اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بھی اس نماز مین سنت ہے
کیونکہ وہ سب دعاؤن سے بہتر اور سب سے زیادہ تر جامعیت رکھتی ہے خدا تعالی نے اپنی کتاب محکم مین بندون کو اسکی
تعلیم فرمائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میت پر جو دعا ماثور ہے یہ ہے اللهم اغفر لحينا وميتنا وشاهدنا
وغائبنا وصغيرنا وكبيرنا وذكرنا وانثانا اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان
اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده اور اللهم ان فلان بن فلان في ذمتك وحبل جوارك فقه من فتنة القبر
وعذاب النار وانت اهل الوفاء والحق اللهم اغفر له وارحمه انك انت الغفور الرحيم اور اللهم اغفر له وارحمه وعافه
واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض
من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه
من عذاب القبر ومن عذاب النار۔ اور ایک روایت مین وقه فتنة القبر وعذاب النار آیا ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان هذه القبور مملوة ظلمة على اهلها وان الله ينورها لهم بصلوتي۔ یہ قبرین اہل قبور

تاریکی سے بھری ہوئی ہین اور میری دعا سے اللہ پاک اُنکی قبرون کو نورانی کر دیتا ہے اور فرمایا ہے مامن مسلم یموت
فیقوم جنازتہ اربعون رجلا لایشرکون باللہ شیئا الا شفعہم اللہ فیہ۔ وفی روایۃ یصلی علیہ امۃ من المسلمین
یبلغون مائۃ۔ کوئی مسلمان ایسا نہین ہے کہ اُسکے جنازہ پر چالیس لوگ کھڑے ہون جو خدا تعالے کے ساتھ کسی کو شریک
نہین کرتے مگر اللہ تعالی اُس میت کے حق مین اُنکی سفارش قبول فرماتا ہے اور ایک روایت مین یہ آیا ہے کہ سو مسلمانوں
کا گروہ اُسپر نماز پڑھے۔ مین کہتا ہون چونکہ اُن لوگون کی دعاؤن کا پورا پورا اثر ہوتا ہے کہ جنکی خدا تعالی کے ہان
عزت ہے وہ دعا پردون کو پھاڑ کر اُس شخص کو نزول رحمت الہی کے قابل بنا دیتی ہے جسطرح استسقا مین اسلیے ضروری
ہوا کہ دو امرون مین ایک کیطرف رغبت دلائی جاوے یا تو نفس اور رجہ کا ہونا چاہیے کہ وہ تنہا بمنزلہ ایک گروہ شمار
کیا جاوے یا ایک بڑی جماعت ہونا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اثنیتم علیہ خیرا وجبت
لہ الجنۃ الحدیث تمنے اُسکی بھلائی بیان کی اُسکے لیے جنت واجب ہوگئی۔ مین کہتا ہون جب خدا تعالی کو کسی بندہ
سے محبت ہوتی ہے ملاء اعلی کو بھی اُسکے ساتھ محبت ہوتی ہے پھر ملاء سافل مین اُسکی قبولیت نازل ہو کر نیک بندون
دل مین اُسکی محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اسی طرح جب خدا تعالی کو کسی بندہ سے نفرت ہوتی ہے تو ان سب کو اُس سے
نفرت ہوتی ہے پس جس بندہ کے لیے صلحا کا ایک گروہ اپنے خاص دلسے بلا ریا و بغیر اتفاق عادت کے اُسکی نیکی
کی گواہی دے تو وہ اُس شخص کے ناجی ہونے کی دلیل ہے اور جب کسی کو وہ دل سے برا جانین تو اُس شخص کے ہلاک
ہونے کی علامت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے تم خدا کے گواہ ہو زمین مین اُسکے یہ معنی ہین
کہ تم مورد الہام اور ترجمان غیب ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا
الی ما قدموا۔ مردون کو برا مت کہو کیونکہ جو وہ کر گئے تھے اُسکو وہ پہونچ گئے۔ مین کہتا ہون چونکہ مردون کو برا کہنا زندون
کی رنجیدگی اور اذیت کا سبب ہے اور یہ لغو کام ہے اور نیز بہت سے لوگون کا حال بجز خدا تعالی کے کوئی نہین جانتا
اسلیے مُردون کے برا کہنے سے نہی کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب کو اہل جاہلیت کے ایک مردہ کو
برا کہنے اور حضرت عباسؓ کے اُسکے سبب سے رنجیدہ ہونے کے قصہ مین اسکا بیان کیا ہے اب رہی یہ بات کہ جنازہ کے
آگے چلنا چاہیے یا پیچھے اور اُسکو چار آدمی اُٹھاوین یا دو اور اُسکو پیرون کی طرف سے اُتارین یا قبلہ کیطرف سے
اُسمین قول مختار یہ ہے کہ ان سب باتون مین گنجایش ہے اور ہر ایک حدیث صحیح یا اثر صحابہ وارد ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللحد لنا والشق لغیرنا۔ یعنی ہملوگون کے لیے قبر ہے اور غیر ملکون کے لیے شق ہے مین
کہتا ہون اُسکی یہ وجہ ہے کہ لحد میت کی عزت کے مناسب ہے اور بلا ضرورت اُسکے اوپر مٹی ڈالنا اُسکے ساتھ ایک
قسم کے بے ادبی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کے لیے بھیجا کہ کوئی تصویر
مٹائے بغیر اور کوئی اونچی قبر برابر کیے بغیر نہ چھوڑین اور قبر کو پختہ کرنا اور اُسپر گنبد وغیرہ بنانا اور اُسپر بیٹھنے سے منع فرمایا
اور فرمایا کہ قبرون کیطرف نماز مت پڑھو کیونکہ اس ذریعہ سے قبرون کی پرستش کرنی یا حد سے زیادہ تعظیم کرنے کا اور
اُسکے سبب سے دین مین تحریف ہونے کا احتمال ہے جیسا اہل کتاب نے کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد - یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انھون نے اپنے انبیا کی
قبرون کو سجدہ گاہ بنالیا اور قبرون پر بیٹھنے سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو بعض کے نزدیک اس سے
زیارت کرنیوالونکا قبرون پر ٹھہرنا مراد ہے اور بعض کے نزدیک قبرون پر پیر رکھنا مراد ہے اور اس تقدیر پر یہ حکم آپ نے
میت کی عزت کے لحاظ سے دیا ہے پس حق یہ ہے کہ نہ تو مُردہ کی اسقدر تعظیم کرے جو شرک کے قریب ہوجاے اور نہ یہ چاہیے
کہ اسکی اہانت اور اسکے ساتھ عداوت کرے اور چونکہ میت پر رونا اور اسکے لیے غم کرنا ایک طبعی امر تھا جو انسے چھوٹ نہین سکتا
اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی زیادتی نہین کی کہ انکو رونے سے بالکل منع کیا جاتا اور یہ ہونا بھی نہین چاہیے
کیونکہ رونا اور غم کرنا ہمجنس ہونے کے سبب سے رقت پیدا کرتا ہے اور وہ ایک عمدہ صفت ہے کیونکہ لوگون کا باہم مالوف
ومانوس ہونا اسپر موقوف ہے اور نیز مزاج انسانی کا بشرطیکہ وہ سالم ہو یہ مقتضی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء - خدا تعالیٰ اپنے انھین بندون پر رحم فرماتا ہے جو رحم دل ہین - اور فرمایا ہے
ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بہذا واشار الی لسانہ او یرحم - خدا تعالیٰ
آنکھون آنسوؤن اور دل کے غمگین ہونے سے نہین عذاب دیتا اور زبان کیطرف اشارہ فرماکے ارشاد کیا کہ اسکے سبب سے
عذاب دیتا ہے اور فرمایا ہے لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاہلیۃ - جو شخص رخسارے پیٹے
اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتین اختیار کرے وہ ہم مین سے نہین ہے اسمین بھید یہ ہے کہ ان باتون سے غم بڑھتا ہے اور جسوقت جسکا کوئی
مرجاتا ہے وہ بمنزلہ مریض کے قابل علاج کے ہوتا ہے تاکہ اسکا مرض کم ہو اور یہ مناسب نہین ہے کہ اُسکی بیماری بڑھانے مین
کوشش کیجاے اور نیز جب اسپر مصیبت پڑچکی تو وہ اُس سے فارغ ہوگیا اب اسکو قصداً اُس مصیبت مین نہ پڑنا چاہیے
اور نیز اس بیقراری کے بڑھنے مین احتمال ہے کہ خدا تعالےٰ کے حکم پر راضی نہونے کا سبب ہو اور نیز اہل جاہلیت لوگون کو
اپنا ماتمی ہونا ظاہر کرنیکے لیے رویا کرتے تھے اور یہ خبیث اور نہایت مضر عادت ہے اسلیے آپ نے انکو اس سے منع کیا اور
آپ نے نوحہ کرنیوالی عورت کے باب مین فرمایا ہے تقام یوم القیمۃ وعلیہا سربال من قطران ودرع من جرب
مین کہتا ہون یہ اسلیے ہوا کہ اسکے گناہ نے اسکو گھیر لیا تو اسی صورت مین اُسکو سزا دیگئی کہ تمام اسکا بدن بدبو بھرا ہوا ہے اور
کھڑی اسلیے کیجائیگی تاکہ لوگون کو اسکا حال معلوم ہو یا اسواسطے کہ نوحہ اسنے کھڑے ہوکر کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے اربع فی امتی من امر الجاہلیۃ لا یترکونہن الخ چار باتین میری امت مین جاہلیت کی ایسی ہین کہ انکو
نہ چھوڑینگے - مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتون سے ان لوگون کا نہ چھوٹنا اسوجہ سے معلوم ہوگیا کہ یہ
باتین طبیعہ بشریہ کے حد سے بڑھ جانے سے پیدا ہوتی ہین جسطرح حد سے زیادہ شہوت کا ہوجانا کیونکہ نفوس کے اندر ایک
قسم کی غیرت وعار ہے جو انساب مین ظاہر ہوتی ہے اور مُردون کے ساتھ جو انکو محبت ہے وہ آدمی کو رونے پیٹنے پر آمادہ
کرتی ہے اور ایک اٹکل ہے جسکے سبب سے خواہ مخواہ ستارون سے بارش چاہتے ہین لہذا کسی قسم کے لوگ ہون اہل عرب ہون یا
اہل عجم سب کا یہ دستور ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتون کے باب مین جو جنازہ کے ساتھ جاتی تھین فرمایا ہے
ارجعن مأزورات غیر ماجورات - گنہگار ہوکر نہ ماجور ہوکر لوٹ جاؤ - مین کہتا ہون انکو اسلیے منع کیا گیا کہ انکے جانے سے

تو اور رونے پیٹنے اور صبر کے نکرنے اور شر کے کھلنے کا احتمال ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یموت لمسلم ثلثة من الولد فیلج النار۔ ایسا نہین ہوتا کہ کسی مسلمان کے تین بچے مرجاوین اور پھر وہ دوزخ مین جاوے۔ مین کہتا ہون کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے طلب ثواب کر کے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا ہے اسکے علاوہ اور کئی وجہ ہین جنکا ہم ذکر کر چکے ہین انکو وہان دیکھنا چاہیے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ۔ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تسلی کرتا ہے تو اسکو بھی مثل اسکے ثواب ملتا ہے۔ مین کہتا ہون اسکے دو سبب ہین ایک تو یہ کہ مصیبت زدہ کو رقت ہوتی ہے ایسی ہی اس تسلی دینے والے کو اور دوسرے یہ کہ عالم مثال کا مدار معانی مناسبہ کے ظاہر ہونے پر ہے پس مصیبت زدہ کے تسلی کرنیمین مصیبت کی صورت معلوم ہوتی ہے لہذا مثل اسی کے جزا پاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاہم ما یشغلہم۔ جعفر کے کنبہ کو کھانا تیار کر دیو کہ انکو ایسا حادثہ پیش آیا ہے جسکے وہ کام نہین کر سکتے۔ مین کہتا ہون کہ اہل مصیبت کو کھانا کھلانا ہمدردی کا باعث اور بھوک مرنے سے انکی حفاظت ہے اور بھی آپنے فرمایا ہے نہیتکم عن زیارة القبور فزوروہا۔ مین نے تمکو زیارت کرنے سے منع کر دیا تھا مگر اب انکی زیارت کیا کرو۔ مین کہتا ہون آپ نے انکو قبرون کی زیارت سے اسلیے منع فرمایا تھا کہ اسکے سبب سے قبر پرستی کا دروازہ مفتوح ہوتا تھا پھر جب اصول اسلام کو استحکام ہو گیا اور عبادت غیر اللہ ہونے پر انکے دلون کو اطمینان ہو گیا اسلیے بعد کو انکے لیے زیارت کرنے کی اجازت دیدی اور اس اجازت دینے کی علت بھی بیان فرما دی کہ اسکا ثمرہ فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قبرون کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے اور دنیا کے تغیرات سے عبرت حاصل ہونیکا سبب ہے۔

جب قبر کی زیارت کے لیے جاوے تو اہل قبور کے حق مین یہ دعا کرنی آئی ہے السلام علیکم یا اہل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیة۔ اور ایک روایت مین ہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا ونحن بالاثر۔ واللہ اعلم

ان احادیث کا بیان جو زکوة کے باب مین آئی ہین

معلوم کرنا چاہیے زکاة مین جن امور کی رعایت کی گئی ہے انمین سے زیادہ مہتم بالشان دو مصلحتین ہین ایک مصلحت کا انجام نفس کا شایستہ کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ نفوس کے اندر بخل پایا جاتا ہے اور بخل بدترین اخلاق مین سے ہے اور آخرت کے اندر نہایت ضرر پہونچانیوالی صفت ہے اور بخیل جب مرجاتا ہے تو اسکا قلب مال کی محبت مین الجھا رہتا ہے اور اسوجہ سے وہ عذاب مین مبتلا رہتا ہے اور جب انسان زکوة کا عادی ہوجاتا ہے اور بخل کی صفت کو اپنے دل سے دور کر دیتا ہے آخرت مین اس سے اسکو بہت نفع پہونچتا ہے اور آخرت کے اندر خدا تعالی کی فرمانبرداری کے بعد سب اخلاق مین زیادہ تر نافع دل کی سخاوت ہے جسطرح فرمانبرداری سے نفس کے اندر خدا تعالی کی کبریائی کی اطلاع پانے کی صفت حاصل ہونے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح سخاوت کیوجہ سے دنیاوی اخلاق رذیلہ سے پاک ہونے کی قابلیت حاصل ہوجاتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ سخاوت فی الحقیقت ملکیہ کے بہیمیہ پر غالب ہونے اور اسکے

ملکیہ کے رنگ میں رنگ جانے اور اُسکا حکم قبول کر لینے کا نام ہے اور ان اوصاف پر نفس کو ان باتون سے تنبیہ ہوتی ہے
کہ اپنی ضرورت کیوقت مال کو خدا کے لیے خرچ کرے اور جو اُسپر ظلم کرے اُسکو معاف کرے اور حوادث کی سختیون پر صبر
کرے بایطور کہ آخرت پر یقین رکھنے کیوجہ سے دنیا کی تکلیف اُسکو سہل معلوم ہو اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان سب باتون کا حکم فرمایا اور جو ان سب مین زیادہ دشوار امر تھا یعنی مال کا صرف کرنا اُسکو چند حدود کے اندر منضبط
فرمایا۔ اور نیز قرآن کے اندر بہت سے مقامات مین نماز وایمان کے ساتھ اُسکا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ اللہ پاک نے دوزخیون
کے حال کی حکایت مین فرمایا ہے لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین
یعنی ہم نماز پڑھنے والونمین سے نہ تھے اور نہ مسکینون کو کھانا کھلاتے تھے اور بکنے والون کے ساتھ بکا کرتے تھے اور نیز
جب کسی مسکین کو سخت حاجت پیش آتی ہے اور تدبیر الٰہی کا مقتضی ہوتا ہے کہ اُسکی یہ تکلیف اسطرح دور کیجاے کہ
کسی شخص کے دل کے اندر اُسپر کچھ مال صرف کرنیکا الہام ہو تو یون ہی ہو کر رہتا ہے یعنی کسی شخص کا دل الہام کے لیے کشادہ
ہو جاتا ہے اور اُسکے سبب سے ایک روحانی انکشاف ہوتا ہے اور وہ رحمت الٰہی کے نازل ہونے کا سبب اور اُسکے نفس
کی تہذیب مین نہایت نافع ہوتا ہے اور احکام شریعہ کے اندر جو لوگون کی طرف بالاجمال الہام متوجہ ہوتا ہے الہام کے
فوائد مین الہام تفصیلی سے وہ کم درجہ کا ہوتا ہے اور نیز مزاج سلیم کی سرشت مین اپنے ہمجنس کے ساتھ ہمدردی داخل
ہوتی ہے اور یہ ایسی خصلت ہے جسپر بہت سے اخلاق جنکا انجام لوگون کے ساتھ خوش معاملگی ہونا موقوف ہوتے ہین
جس شخص مین ہمدردی نہین ہوتی اُسکے اندر نہایت نقصان ہوتا ہے جسکی اصلاح اُسپر واجب ہے اور نیز صدقات گناہون کے
دور ہونے اور برکات کے زیادہ ہونے کا اسباب ہوتے ہین چنانچہ سابقًا ہم بیان کر چکے ہین۔

اور دوسری مصلحت شہر کے حق مین ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر کے اندر لامحالہ ہر قسم کے لوگ ناتوان اور حاجتمند وغیرہ ہوتے ہین
اور یہ حوادث آج ایک پر اور کل دوسرے پر ہوتے رہتے ہین۔ پس اگر فقرا اور اہل حاجت کا طریقہ انمین نہ پایا جاے تو
ضرور وہ لوگ ہلاک ہو جاوین اور بھوکے مرجاوین اور نیز شہر کے انتظام کے لیے ایسے مال کا ہونا ضروری ہے جسکے اندر اُسکے
محافظین اور مدبرین اور حکام کی معاش کا مدار ہو اور چونکہ وہ لوگ اُس شہر کے کارکن اور اُسکے حق مین نفع پہونچاتے ہین
اور اُسکے سبب سے کچھ اور روزگار نہین کر سکتے لہذا ضروری ہوا کہ اُنکی معاش اُس شہر سے حاصل کیجاے اور خاص خاص لوگ
اُنکے خرچ کے بسہولت متکفل نہین ہو سکتے یا تحمل ہی نہین کر سکتے اسلیے ضروری ہوا کہ رعایا کے مال مین سے کچھ حصہ لینا مقرر کیا جاے
چونکہ اس سے زیادہ سہل تر مصلحت کے موافق کوئی طریقہ نہ تھا کہ ایک مصلحت کو دوسری مصلحت کے شامل کر دیا جاوے
لہذا شارع نے ایک کو دوسرے مین داخل کر دیا۔ پھر اس بات کی ضرورت پڑی کہ ہر طرح کے مال کے لیے زکات کی مقدار مقرر
کیجاوے اسلیے کہ اگر مقدار مقرر نہوتی تو جو کمی سے دینا چاہتا تو وہ کمی سے دیسکتا تھا اور جو زیادتی سے لینا چاہتا وہ زیادتی
سے لے سکتا تھا اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ اُسکی مقدار زیادہ نہ مقرر کیجاے کہ اُسکے دینے سے اُنکو بار نہ گذرے اور
اُسکے بخل کی اصلاح نہو اور نہ اسقدر زیادہ مقرر کیجاے کہ اُسکا ادا کرنا اُنپر گران نہو اور نیز اُسکے ادا کرنے کی ایک مدت
مقرر کیجاے جسمین سب لوگون سے زکوۃ وصول کر سکین اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ وہ مدت بہت کم نہو کہ جلد جلد

انکو زکوٰۃ دینی پڑے اور اسکا ادا کرنا انکو دشوار ہو اور نہ وہ مدت اسقدر دراز ہو کہ اسمین ادا کرنے سے انکا بخل کچھ کم نہو اور
محتاج لوگ اور محافظین بعد انتظار شدید کے تمتع اٹھا سکیں اور مصلحت کے مناسب اس سے زیادہ کوئی مناسب صورت نہین ہے
کہ زکوٰۃ کے لینے مین وہ قانون مقرر کیا جاوے کہ بادشاہ عادل اپنی رعایا سے انھین قانون کو برتتے رہے ہین اور لوگ انسے عادی
ہو رہے ہین کیونکہ جس چیز کے عجم و عرب عادی ہین اور وہ نہایت ضروری چیز کی ہوگئی ہے جسکے سبب سے وہ تنگدل نہین ہوتے
اور لوگون نے اسکو ایسا مان لیا ہے کہ اپنے اسکا بار نہین ہے اسیسے لوگون کو مکلف کرنا تمہاری شان کے مناسب اور انکے قبول
کرنے کے قریب ہے اور جن ابواب کے ملوک عادلہ عادی ہین اگرچہ وہ گران نہین ہے اور سب کی عقل نے انکو تسلیم کیا ہے وہ چار باب ہین
اول تو یہ کہ اموال نامیہ مین سے زکوٰۃ لیجاوے کیونکہ ان اموال کی محافظت کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ انکا رہنا اور بیرون شہر کی
آمدورفت پر ہے اور نیز انمین سے زکوٰۃ لینا انکو بھی آسان ہے اسلیے کہ ہر وقت اس مال کا بڑھنا انکو معلوم ہوتا رہتا ہے
تو اس سے زکوٰۃ کا دینا انکو آسان ہے اور جو مال بڑھتے رہتے ہین انکی تین قسمین ہین ایک تو مویشی جو جنگل مین چرتے ہین
اور انکی نسلین بڑھتی رہتی ہین دوسری زراعت تیسری تجارت دوسرے زکوٰۃ ان لوگون سے جو متمول اور صاحب خزانہ ہین
لیجاوے اسلیے کہ انکو اس بات کی بڑی حاجت ہے کہ چورون اور شمارون سے اپنے مالون کی حفاظت کرین اور انکو اور اخراجات
لاحق ہوتے رہتے ہین اسلیے انپر بھی بار نہین ہے کہ انکے اخراجات کے ساتھ زکوٰۃ داخل کیجاوے اور تیسرے زکوٰۃ ان اموال
سے لیجاوے جبکہ وہ مال بلا مشقت و محنت حاصل ہوتا ہے مثل دفینون کے مانند [illegible] اور جو [illegible] دشمنون سے ہاتھ لگتے ہین
تو ایسے مال بمنزلہ مفت کے انکو حاصل ہوتے ہین تو ایسے لوگون کو اسمین سے زکوٰۃ کا دینا آسان ہے چوتھے یہ ضرور ہے کہ زمینون
پر ٹکس مقرر کیا جاوے اسلیے کہ پیشہ ور لوگ مخلوق مین عام اور بکثرت ہوتے ہین اور جب ہر ایک سے تھوڑا تھوڑا وصول
کیا جاویگا تو انکو اسکا ادا کرنا آسان ہوگا اور فی نفسہ وہ مال کثیر ہوگا اور چونکہ دور کے شہرون سے قافلون کا جاری رہنا
اور کھیتون کا کٹنا اور پھلوں کا توڑا جانا سزاوار ہوا کرتا ہے اور زکوٰۃ کی قسمون مین ہر ایک قسم سب مین بڑی ہے
اسلیے ان چیزون کے لیے ایک سال کی مدت مقرر کی گئی اور نیز ایک سال مین ہر ایک قسم کی فصلین شامل ہوتی ہین
جنکے طبائع مختلف ہین اور نیز پورے ایک سال مین مال کے بڑھنے کا بھی احتمال ہوتا ہے اسلیے ایک سال کی مدت
اس قسم کے اندازون کے لیے مناسب ہے اور نیز مصلحت کے اعتبار سے زیادہ آسان اور موافق صورت یہ ہے کہ جس قسم کا مال ہو
اسی قسم مین سے زکوٰۃ لیجائے اسلیے اونٹون کے دانگ مین سے اونٹنی لیجاتی ہے اور گایون کے گلہ اور بکریون کے ریوڑ مین سے
گاے اور بکری لیجاتی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مثال اور تقسیم اور تلاش سے اس قسم کے اموال معلوم کیے جائین تاکہ انکے
ذریعہ سے جامع اور مانع انکی تعریفین ہوسکین اکثر شہرون مین مویشی اونٹ گاے اور بکریان ہوتی ہین اور انعام کے
لفظ مین وہ سب آجاتی ہین اور گھوڑون کے گلے اکثر جگہ نہین ہوا کرتے اور انکی نسلین بعض بعض ملکون مین مثل
ترکستان کے اور کہین زیادہ نہین ہوا کرتی ہین اور کھیتیان اناجون اور پھلون کو کہتے ہین جو جو کہ سال بھر
باقی رہ سکین اور جو سال بھر تک نہ رہین تو انکا نام ترکاریان ہین اور تجارت اسکا نام ہے کہ کوئی چیز اس ارادہ سے
خرید کیجاوے کہ اسمین نفع ہو اسلیے کہ جو شخص ہبہ یا ورثہ سے کسی چیز کا مالک ہوجاوے اور اتفاقاً وہ اسکو فروخت کرے

اور انہین نفع ہو جاوے اسکو تاجر نہین کہا کرتے اور خزانے سونے چاندی کی ایک مقدار کثیر کو کہتے ہین جو مدت دراز تک
محفوظ حالت مین ہے دس درہم یا بیس درم کو اگرچہ وہ برسون تک باقی رہین خزانہ نہین کہہ سکتے ایسے ہی علاوہ سونے
چاندی کے اور سرمایون کا نام بھی خزانہ نہین ہے گو وہ کتنے ہی ہون اور جو چیز صبح و شام آتی جاتی رہے اور مصرف مین صرف
ہو اسکو خزانہ نہین کہتے یہ تمام مقدمات باب زکوة مین مسلم قاعدون کے مرتبہ مین قرار دیے گئے ہین پھر رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد فرمایا کہ ان اشیاء مین سے جنمین شبہ اور ابہام تھا اسکو ان تعریفون کے ساتھ منضبط فرماوین
جو عرب مین مشہور تھین اور ہر باب مین اہل عرب نے اسکا استعمال کیا تھا۔

سخاوت کی فضیلت اور بخل کی برائی کا بیان

اب اس بات کی حاجت ہوئی کہ امور مذکورہ بالا کے بعد خرچ کرنے کے فضائل اور انکی طرف ترغیب بیان کیجاوے
تاکہ دلی رغبت اور دلی سخاوت سے وہ خدا کی راہ مین خرچ کرین اور زکوة کی روح یہی ہے اور جس اصلاح سے نفس کی
تہذیب حاصل ہوتی ہے اسکا مدار اسی سخاوت اور رغبت پر ہے اور نیز اس بات کی حاجت ہوئی کہ بخل کی برائیان
اور دنیا سے بے رغبتی کا حال بیان کیا جاے اسواسطے کہ زکوة نہ دینے والے کے لیے اصل نقصان کا منشا دنیا مین
بھی ٹوٹے کے حالت مین ہے اور آخرت مین بھی دنیا مین تو یہ خدا تعالی کا ایک فرشتہ اسکے لیے خرچ کرنیوالے کے
حق مین یہ دعا کرتا رہتا ہے اللهم اعط منفقا خلفا۔ اے اللہ خرچ کرنیوالے کو اسکے بدلہ مین اور دے اور جو شخص
کنجوس ہوتا ہے اسکے لیے دوسرا فرشتہ یہ بددعا کرتا رہتا ہے اللهم اعط ممسكا تلفًا۔ خدایا کنجوس کو کھودے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقوا الشح فان الشح اهلك من قبلكم۔ الحديث۔ بخل سے بچو کیونکہ
تمسے پہلے لوگون کو بخل نے تباہ کر دیا اور فرمایا ہے ان الصدقة لتطفی غضب الرب يقينًا۔ صدقہ پروردگار
کے غضب کو فرو کرتا ہے اور فرمایا ہے ان الصدقة تطفی الخطيئة كما تطفی الماء النار۔ صدقہ گناہ کو اسطرح
بجھا دیتا ہے جسطرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور فرمایا ہے فان الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها الحديث
پس خدا تعالی اسکو اپنے داہنے ہاتھ مین قبول فرماتا ہے اور پھر دینے والے کے لیے اسکی پرورش فرماتا رہتا ہے
مین کہتا ہون اس سب کا بھید یہ ہے کہ ملاء اعلی مین جو بنی آدم کی اصلاح حال کے لیے دعا کرتے رہتے ہین اور جو شخص
شہر کے یا صرف اپنی ہی ذات کی اصلاح مین کوشش رکھتا ہے اسکے لیے رحمت ہوتی رہتی ہے خدا کی راہ مین خرچ کرنے
سے وہ دعا اور رحمت اس خرچ کرنیوالے کیطرف جھک پڑتی ہے اور اسکی وجہ سے ملاء سافل اور بنی آدم کے قلوب
مین اس بات کا القا ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ سلوک کرین اور وہ رحمت اسکے گناہون کے دور ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہے
اور خدا تعالی کے اس صدقہ کو قبول فرمانے کے معنی یہ ہین کہ عالم مثال مین اس عمل کی صورت اس شخص کے
نام سے پیدا ہو جاتی ہے اور پھر ملاء اعلی کی دعاؤن اور خدا تعالی کی رحمت سے اس صورت کو نشو و نما ہوتا رہتا ہے
آخرت مین زکوة نہ دینے والے کے لیے یہ نقصان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من صاحب ذہب

ولا فضة لا یودی منہا حقہا الا اذا کان یوم القیمۃ صفحت لہ صفائح - الحدیث - کوئی سونے والا اور
چاندی والا جو اسمین سے حق نہین نکالتا ہے اس سے نہین چھوٹ سکتا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسکے لیے تختے بنائے
جاوینگے - اخر حدیث تک اور فرمایا ہے مثل لہ شجاعا اقرع اسکا مال اسکے لیے اقرع سانپ بنجاویگا - اور اونٹ اور گائے
اور بکری مین بھی اسی کے قریب قریب آیا ہے فرمایا ہے مین کہتا ہون زکوۃ نہ دینے والون کے لیے اس قسم کی سزا
ہونے کے دو باعث ہین ایک تو اصلی سبب ہے دوسرا اسکے لیے بمنزلہ تاکید کے ہے وہ سبب یہ ہے کہ جسطرح ایک صورت
ذہنیہ دوسری کو کشش کر لیتی ہے جسطرح خیالات کے سلسلہ مین ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہوتا چلا جاتا ہے
یا جسطرح ذہن کے اندر ایسی ایک صورت کا پایا جانا کہ جسکا تصور دوسری صورت کے تصور پر موقوف ہے اس
موقوف علیہ کے تصور کو مستلزم ہوتا ہے مثلا باپ ہونا اور بیٹا ہونا جیسے منی کے ظروف کا منی سے بھر جانا اور پھر
قواے فکریہ کے اندر اسکے بخارات کا چڑھنا نفس اس بات کی حرکت پیدا کرتا ہے کہ خواب مین عورتون کی صورتون کا
مشاہدہ کرے - یا جیسے دماغ کے اندر تاریک بخارات کے بھر جانے سے نفس کے اندر ان چیزون کی صورتین پیدا کر دیتا ہے
جو لوگون کو ایذا دینے والی اور ہولناک ہوتی ہین مثلا ہاتھی کی صورت - اسیطرح جب نفس پر قوت مثالیہ کا فیضان ہوتا ہے
تو فی نفسہ ادراکات کا مقتضی ہوتا ہے کہ بخل کی صورت اسکے سامنے مال کی صورت مین ظاہر ہو اور پھر اس مال سے
اسکے نہ دینے اور اسکی نگرانی مین بہت رنج اور تکلیف اٹھانے کی صورت ظاہر ہو اور اسکے قواے فکریہ پوری طور پر
اس خیال سے بھر جاوین اور جسطرح ان چیزون سے تکلیف پہونچانے کا طریقہ خدا تعالے نے جاری کیا ہے اسی
طریقہ سے اسکو تکلیف پہونچے مثلا سونے اور چاندی سے تکلیف پہونچنے کی صورت یہ ہے کہ اس سے داغ لگایا جاوے
اور اونٹ سے تکلیف پہونچنے کی یہ صورت ہے کہ وہ اسکو پیرون کے تلے دابے اور کاٹے اور علی ہذا القیاس اور چونکہ
ملاء اعلی کو اس بات کا علم ہے اور بندون پر زکوۃ دینا انمین مقرر ہو گیا ہے اور نفوس بشریہ کا ان چیزون سے ایذا
پانا ملاء اعلی کو معلوم ہے اس سبب سے میدان حشر مین اس صورت کا فیضان ہوتا ہے اور سانپ کی صورت اور
چیزون کی صورت کے ظاہر ہونے مین یہ فرق ہے کہ سانپ کی صورت اس شخص کے لیے ظاہر ہوگی جسپر اجمالا مال کی محبت
کا غلبہ ہے اسلیے یا تو خود مال ہی اسی ایک چیز کی صورت مین ظاہر ہو جاویگا یا اسکے دل کو مال کی محبت کے طوق کے گھیر
لینا اور دل کا اس سے اذیت پانا نہایت زہریلے سانپ کے ڈسنے کی صورت مین ظاہر ہوگا اور دوسری صورت
اس شخص کے لیے ظاہر ہوگی جسکو سونے چاندی کی صورت سے محبت ہے اور اسکی حفاظت مین اپنی جان کھوتا ہے
اور اسکے قواے فکریہ دینار و درہم کی صورت سے بھرے ہوے ہین وہ صورتین اسکے لیے بڑی بڑی صورتون مین ظاہر
ہوکر موجب اسکے عذاب کا ہونگی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے السخی قریب من اللہ - یعنی
سخی آدمی خدا تعالی کے نزدیک ہے جنت کے نزدیک ہے لوگون کے نزدیک ہے آگ سے بعید ہے اور بخیل
خدا تعالی سے بعید ہے جنت سے بعید ہے لوگون سے بعید ہے - آگ سے نزدیک ہے اور جاہل سخی خدا تعالی کو
عابد بخیل سے پیارا ہے مین کہتا ہون خدا تعالی سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص خدا تعالی کی معرفت اور حجاب

نفس ان کے دور ہوجانے کی قابلیت رکھتا ہے اور جنت سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص صفات رذیلہ کو جو قوت ملکی کے
بالکل منافی ہیں چھوڑ کر اس بات کی قابلیت رکھتا ہے کہ اسکی قوت بہیمی جو ان صفات کا محل تھی قوت ملکی کے رنگ میں
رنگ جاوے اور لوگوں سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ اس سے وہ محبت کرتے ہیں اور کوئی اسکو نہیں چھیڑتا کیونکہ اکثر برائی
جو ہوتی ہے بخل اور حرص بری مٹی ہوا کرتے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **ان الشح اہلک**
من کان قبلکم حملہم علی ان سفکوا دماءہم واستحلوا محارمہم - حرص نے تمسے پہلے لوگوں کو ہلاک کردیا اسی
نے انکو اس بات پر آمادہ کیا کہ باہم خونریزی کریں اور اپنے محارم کو حلال سمجھیں - اور حدیث آئی ہے سخی خدا تعالی کو وہ بخیل
سے اسواسطے پسند ہے کہ جب دلی سخاوت سے کوئی چیز دیجاوے تو اسکا اثر بنسبت اسکے زیادہ ہوتا ہے کہ دباؤ سے اور
مجبور کرکے کچھ دیا جاوے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **مثل البخیل والمتصدق کمثل رجلین علیہما
جنتان - الحدیث** - بخیل و سخی کا حال ان دو شخصوں کا سا ہے کہ انپر لوہے کی دو ڈھالیں ہوں اخیر حدیث
میں کہتا ہوں اس حدیث میں سخاوت اور بخل کی حقیقت اور اسکی روح کیطرف اشارہ ہے اسلیے کہ جب انسان
کو خرچ کرنے کے اسباب لاحق ہوجاتے ہیں اور وہ خرچ کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص اگر سخی ہوا اور دیدیا ہے تو اسکے دل میں
ایک روحانی مسرت اور بالیدگی اور اسکو ایک قسم کا غلبہ پیدا ہوتا ہے اور اسوقت اسکی آنکھوں کے سامنے حقیر
اور ذلیل معلوم ہونے لگتا ہے اور اسکو اسکا چھوڑنا آسان ہوتا ہے بلکہ اسکے چھوڑنے سے اسکو ایک قسم کی راحت
معلوم ہوتی ہے اور نفس کو صفات رذیلہ بہیمیہ کے ساتھ جو کچھ تعلقات ہوتے ہیں اور وہ صفات اسکے اندر
منقش ہوجاتے ہیں ان صفات کے چھوڑنے میں اس خصلت کو بہت دخل ہوتا ہے اور وہ آدمی بخیل ہوتا ہے
تو خرچ کرنے کے مواقع میں مال کی محبت میں اسکا دل مستغرق ہوجاتا ہے اور اسکی آنکھوں کے سامنے مال کی محبت
متمثل ہوجاتی ہے اور اسکی محبت اسکے قلب کو دبالیتی ہے جسکے سبب سے وہ رہائی نہیں پاسکتا اور صفات ذمیمہ کے
نفس کے اندر جم جانے اور انکے اندر بیٹھ جانے کا یہ خصلت بخل نہایت قوی سبب ہے اس تحقیق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے اس قول کے معلوم کرلینے چاہئیں **لا یدخل الجنة خب ولا بخیل ولا منان** - یعنی جنت میں نہ داخل ہوگا چالاک
اور نہ بخیل اور نہ احسان جتلانے والا اور نیز اس قول کے **لا یجتمع الشح والایمان فی قلب ابدا** - کسی بندہ کے دلمیں
ایمان اور بخل نہ جمع ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **للجنة ابواب ثمانیة الخ** جنت کے آٹھ دروازے ہیں
میں کہتا ہوں کہ جنت واقع میں ان امور سے راحت پانے کا نام ہے جنکا عالم بالا سے نفس پر ترشح ہوتا رہتا ہے
مثل رضامندی اور موافقت اور تسلی وغیرہ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے **ففی رحمة اللہ ہم فیہا خالدون** یعنی خدا کی
رحمت میں ہوکر اسمیں ہمیشہ رہینگے اور اسکے خلاف میں فرماتا ہے **اولئک علیہم لعنة اللہ والملائکة والناس
اجمعین خالدین فیہا** - وہی لوگ ہیں جنپر خدا تعالے اور ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہے اور ہمیشہ وہ اسمیں رہینگے
اور بہیمی تاریکیوں سے اسی خلق کے رستہ سے نفس باہر آسکتا ہے جسکے اعتبار سے ملکیہ کا غالب ہونا اور بہیمیہ کا مغلوب ہونا
نفس کی سرشت میں داخل ہے اب بعض نفوس کے اندر خشوع اور طہارت کی صفت کے اعتبار سے ملکیہ کو غلبہ ہوتا ہے

اور اسکی خاصیت یہ ہے کہ اُس شخص کو نماز مین پورا حظ حاصل ہوتا ہے اور کسی نفس مین سماحت کی صفت سے تو وہ ملکیہ
کو غلبہ ہوتا ہے اور اسکی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اُس شخص کو صدقات کے دینے اور خطاؤن سے درگذر کرنے اور مسلمانون کے
ساتھ تواضع کرنے مین باوجود اپنی عزت کے اسکو نہایت شوق ہوتا ہے یا شجاعت کی صفت کی اعتبار سے ملکیہ کو غلبہ
ہوتا ہے پس جبکہ بندون کی اصلاح کے متعلق تدبیر الٰہی کا نفوس مین القا ہوتا ہے تو اول اس القا کو شجاعت کی صفت
قبول کرتی ہے اور وہ شخص جہاد سے پورا حصہ لیتا ہے یا اسکا نفس ان لوگون کے نفوس مین سے ہوتا ہے جنکے قوی بہیمیہ
اور ملکیہ مین باہم کشاکشی رہتی ہے اور پھر اسکے دل مین یا تو اس بات کا الہام پیدا ہوتا ہے یا اسکو اپنے نفس پر اس بات کا
تجربہ حاصل ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے اور اعتکاف کرنے سے قوت بہیمیہ پست ہو جاتی ہے اور اس ترکیب سے اسکی
تاریکیون سے نفس کو نجات حاصل ہوتی ہے اس سبب سے وہ شخص ان باتون کو نہایت شوق سے سنکر دل سے انکے عمل مین
لانے کی کوشش کرتا ہے اور پھر باب الریان سے اسکو بلایا جاتا ہے یہ وہی دروازے ہین جنکی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس حدیث مین تصریح فرمائی ہے اور معافی علما سے رحمین کا دروازہ اور مصیبت زدہ اور فقرا کا دروازہ
اور انصاف کا دروازہ بھی انھین مین سے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات شخصون کے اندر جنکو خدا تعالے
اپنے سایہ مین داخل کریگا امام عادل کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اسکی خاصیت یہ ہے کہ اُس شخص کو لوگون کے اندر باہم محبت
پیدا کرنے مین بڑی کوشش رہتی ہے اور توکل کرنے اور بدشگونی پر عمل نکرنے کا دروازہ بھی انھین مین سے ہے اور ان ابواب
مین سے ہر باب کے متعلق بہت سی احادیث مشہورہ وارد ہوئی ہین الحاصل نفس کے رحمت الٰہی مین داخل ہونے کے
یہ بڑے بڑے عالیشان دروازے ہین اور حکمت الٰہی کا مقتضی ہے جنت کے بھی جسکو خدا تعالے نے بندون کے لیے
پیدا کیا ہے ان دروازون کے مقابل مین آٹھ دروازے ہون اور جو لوگ بڑے بڑے کاملین اور سابقین مین سے ہین وہ
دو دو اور تین تین اور چار چار دروازون مین سے احسان کی چہار دیواری مین آمد و رفت رکھتے ہین لہذا قیامت کے
روز بھی وہ جنت کے کئی کئی دروازون سے بلائے جائینگے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے اسکا وعدہ
کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی راہ مین کسی چیز کا جوڑا خرچ کریگا
جنت کے دروازون سے بلایا جائیگا اسکے یہ معنی ہین کہ اسکے بعض دروازون سے بلایا جائیگا۔ زیادتی اہتمام کے
لحاظ سے اسکو ذکر کے اندر خاص کیا ہے۔

زکوۃ کی مقدار کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ ولیس فیما دون
خمسۃ اواق من الورق صدقۃ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ۔ پانچ وسق سے کم چھوارون
مین صدقہ نہین ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی مین صدقہ ہے اور نہ پانچ اونٹون سے کم مین صدقہ ہے۔ مین کہتا ہون
غلہ اور چھوارہ مین پانچ وسق کی مقدار آپ نے اسواسطے مقرر فرمائی ہے کہ یہ مقدار چھوٹے سے چھوٹے کنبے کو ایک سال تک

کافی ہو سکتی ہے اسواسطے کہ کم سے کم گھر مین ایک خاوند اور ایک بیوی اور ایک خدمتگار یا انکا ایک بچہ ہوتا ہے اور جو اسکے
قریب قریب ہو وہ بھی اس قدر سے ہے اور اکثر ایک آدمی کی خوراک ایک رطل یا ایک مد کی ہوتی ہے پس اس حساب سے اگر
ہر شخص نہین ہے اسقدر کھاوے تو ایک سال کے لیے یہ مقدار کافی ہو سکتی ہے اور کچھ انکے وقت بیوقت یا نان خورش کے لیے
باقی رہ سکتا ہے اور چاندی کی مقدار پانچ اوقیہ اسواسطے مقرر کی کہ یہ مقدار بھی چھوٹے سے چھوٹے کنبہ کو بشرطیکہ اگر تمام
غلہ کا نرخ قریب قریب ہو ویسے ایک سال کے لیے کافی ہو سکتی ہے اور معتدل ملکون مین تلاش کرنے سے لوگون کی
عادات کا گرانی اور ارزانی مین یہ حال معلوم ہو سکتا ہے اور اونٹ کی تعداد پانچ مقرر کی گئی اور ان پانچ کی زکوۃ
ایک بکری واجب کی گئی اگرچہ فی الحقیقت جس جنس کا مال ہو اسی قسم کا مال زکوۃ مین لینا چاہیے اور نیز زکوۃ کی تعداد
ایک مقدار کثیر مقرر کرنی چاہیے اسکی وجہ یہ ہے کہ اونٹ سب مواشی مین عظیم الجثہ اور بڑا نفع پہونچانیوالا جانور ہے
چاہے اسکو ذبح کرکے کھاو چاہو سوار ہو جاو چاہے دودھ پیو چاہے اس سے بچے لو اور اسکے بال اور کھال سب کام مین آتی ہے
اور بعض لوگ صرف تھوڑی سی اونٹنیان پال لیتے تھے اور دانگ کا کام انسے لیلیا کرتے تھے اور اس زمانہ مین ایک
اونٹ دس اور کوئی آٹھ اور کوئی بارہ بکریون کے برابر سمجھا جاتا تھا جیسا کہ بہت سی احادیث مین وارد ہوا ہے لہذا
پانچ اونٹ بکریون کی ادنی نصاب کے برابر سمجھے گئے اور ایک بکری انکی زکوۃ مقرر کی گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے لیس علی المسلم صدقۃ فی عبدہ ولا فرسہ مسلمان پر اسکے غلام اور گھوڑے مین صدقہ نہیں ہے
مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ غلامون کو پیداوار بڑھانے کی غرض سے جمع کرنے کا دستور نہین ہے اور اسیطرح اکثر
ملکون مین گھوڑون کے اندر قابل اعتبار بڑھاو نہین ہوتا جسکا مویشی کے بڑھاو کے لحاظ سے اعتبار کیا جاے
لہذا اونٹ اور گھوڑا اموال نامیہ مین داخل نہین ہے مگر جبکہ تجارت کی غرض سے انکو پالا جاے حضرت ابوبکر
صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی بن ابیطالب و حضرت ابن مسعود اور حضرت عمرو بن حزم وغیرہم
رضی اللہ عنہم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے بلکہ تمام مسلمانون مین یہ بات متواتر ہے کہ پانچ اونٹ کی زکوۃ
چوبیس تک ایک بکری ہے اور پچیس اونٹ کی پینتیس ۳۵ تک بنت مخاض (وہ بچہ جو ایک برس سے نکلکر دوسرے برس مین
پاؤن رکھے) ہے اور چھتیس سے پینتالیس تک بنت لبون (وہ بچہ جو تیسرے برس مین ہو) ہے اور چھیالیس سے ساٹھ تک
حقہ (وہ بچہ جو چوتھے برس مین ہو) اور اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ ہے (وہ بچہ جو پانچوین برس مین شروع ہو
اور چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون ہین اور اکیانوے سے ایکسو بیس تک دو حقے ہین اور ایکسو بیس سے
آگے ہر چالیس اونٹون پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ ہے۔ مین کہتا ہون کہ اصل اسمین یہ ہے
کہ جب اونٹون کی مالکون پر انہیں کا تقسیم کرنا چاہا تو چھوٹی اونٹنی کو چھوٹے دانگ کے لیے اور بڑی کو بڑے
نصاب کے اعتبار سے مقرر کیا اور دانگ کا اطلاق انکے عرف مین بیس سے زیادہ پر ہوتا ہے اسلیے پچیس
انکا منضبط کیا پھر ہر دانے پر عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا جسمین عرب کی رغبت بہت زیادہ ہوتی ہے اور
پھر پیچھے مین اونٹ و دو کو مقرر کیا اور صحابہؓ کی روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بکریون کی زکوۃ چالیس

ایکسو بیس تک مین ایک بکری ہے اور اسسے آگے دوسو تک دو بکریان ہین اسکے بعد تین سو تک تین بکریان بعد ازان
ہر سیکڑے پر ایک بکری ہے مین کہتا ہون کہ بکریون کا گلہ تھوڑا بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے اسکے گلون مین بہت
فرق ہوتا ہے کیونکہ بکریون کا پالنا آسان ہے اور ہر شخص اپنی گنجایش کے موافق پال سکتا ہے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
چھوٹے گلہ کا اندازہ چالیس بکریون کے ساتھ کیا اور بڑے کا اس مقدار سے جسقدر ہو اور پھر ہر سیکڑے پر حساب کی آسانی
کے لیے ایک بکری کو مقرر کیا اور حضرت معاذ سے گاے بیل کی زکوۃ مین حدیث صحیح مروی ہے کہ ہر تیس مین ایک
سال کا بچھڑا یا بچھیا ہے اور ہر چالیس مین دو برس کا بچھڑا یا بچھیا ہے اور یہ اسلیے ہے کہ گاے بیل کی جنس اونٹ اور
بکری کے درمیان مین ہے اسلیے اسمین دونون کی مشابہت کا لحاظ کیا گیا اور احادیث سے یہ بھی بات ثابت ہوئی ہے
کہ چاندی کی زکوۃ چالیسوان حصہ ہے پھر صرف اگر ایکسو نوے درم چاندی ہے تو اسپر کچھ بھی زکوۃ نہین کیونکہ سونا چاندی
جملہ اموال مین نفیس مال ہے جسکے اندر مقدار کثیر صرف کرنے سے لوگون کو ضرر پہونچنے کا احتمال ہے اسلیے سب قسمون کے
اموال سے اسکی زکوۃ کا کم ہونا مناسب ہوا اور سونا بھی چاندی پر قیاس کیا گیا ہے اور اس زمانہ ایک اشرفی دس
درہم کو سمجھائی جاتی تھی اسلیے سونے کے نصاب بیس مثقال ۴۰ ماشہ مقرر کی گئی اور جن کھیتون نے بارش و چشمون
کے پانی سے پرورش پائی ہے یا وہ عشری ہے اسپر دسوان حصہ واجب ہے اور جن کھیتون کو ہاتھ سے پانی دیا جاتا ہے
اسپر بیسوان حصہ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ جسمین محنت کم ہوتی ہے اور پیداوار زیادہ ہوتا ہے اسپر لگان زیادہ ہونا چاہیے
اور جسمین محنت زیادہ ہے اور پیداوار کم ہے اسکے لگان مین تخفیف مناسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انگور اور چھوارون کے تخمینہ کرنے مین فرمایا ہے دعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فدعوا الربع۔ یعنی ثلث کو
چھوڑ دو اور اگر ثلث کو نہ چھوڑو تو ربع چھوڑ دو۔ مین کہتا ہون اہل زراعت کے حرج دور کرنے کے سبب سے آپنے
تخمینہ کو مقرر فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ کچھ کچا کچھ پکا کھانا چاہتے ہین اور نیز صدقہ وصول کرنیوالون کو بھی اسوجہ سے
دقت جاتی رہتی ہے کیونکہ وہ نہایت دقت سے پھلون کی حفاظت کرسکتے ہین اور چونکہ تخمینہ مین کمی و بیشی کا احتمال
ہوتا ہے اور زکوۃ مین تخفیف مناسب ہے اور جو چیز تجارت کی غرض سے جمع کیجاوے بجز قیمت کے اسکا اندازہ نہین
ممکن ہے اسلیے نقد کے زکوۃ پر اسکا قیاس کرنا ضروری ہوا۔ اور دفینہ کے اندر خمس (پانچوان حصہ) ہے اسلیے کہ
کہ اسکو ایک طرح سے مال غنیمت سے مشابہت ہے اور ایک طرف سے مفت مین داخل ہے اسلیے اسکی زکوۃ پانچوان حصہ
مقرر کی گئی۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ہر غلام اور حر اور مرد اور عورت چھوٹے و بڑے پر
جبکہ مسلمان ہون ایک صاع چھوارے یا ایک صاع جو مقرر فرمائے اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ
کہ ایک صاع اقط (وہ خاص قسم کا کھانا ہوتا ہے) یا ایک صاع منقی دیجاے۔ اور ایک صاع اسلیے
مقرر فرمایا ہے کہ غالبا یہ ایک کنبہ کو کافی ہوجاتا ہے اور فقیر کی حاجت پورے طور پر رفع ہوجاتی ہے
اور غالبا کوئی شخص ایک صاع کے دینے سے ضرر بھی نہین پاتا۔ اور بعض روایات مین جو کے ایک صاع کو
گیہون کے نصف صاع پر قیاس کیا ہے کیونکہ اسوقت مین بہ نسبت جو کے گیہون کی گرانی تھی اور امرا

بیکار ان سے بچے اور اسکے تئیں وہ باتیں کہتے جو بالکل لغو ہوتی ہیں اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دائرہ کو بالکل بند کر دیا اور اس
بات کا فیصلہ کر دیا تاکہ صدقات کے منافع انہیں کیطرف عائد ہوتے ہیں اور پھر یہ اندیشہ ہے لیکن بعض فقراء کو وہ کیا ہے تاکہ جنکی
حصول میں بہت سی رحمت اور برکت اور بھلائی کا پہونچانا اور برائی سے بچانا ہے اور چونکہ سوال کرنے میں ایک بڑی ذلت کا سامنا ہوتا ہے اور سوال کرنیوالا اپنے تئیں
اور اسی سبب سے نفاق آجاتا ہے اسلیے آنحضرت صلعم نے بلا ضرورت سوال کرنے سے منع فرمایا ہے جسکی وجہ آدمی مجبور ہو سوال کرنے سے خدا کی ممانعت فرمائی ہے اور نیز جب
لوگوں میں سوال کی عادت پڑجاوے اور انکو سوال کرنے میں کچھ غیرت باقی نہ رہے اور بھیک سے مال جمع کرنے لگیں تو اسکے سبب ضروری پیشوں کا متروک ہونا
لازم آتا ہے یا ان پیشوں کی قلت اور مالداروں پر بلا وجہ دقت لازم آتی ہے لہذا حکمت شرعیہ کا مقتضی ہوا کہ سوال سے غیرت کرنیکی صورت
انکے سامنے ظاہر کیجائے تاکہ لوگ بلا ضرورت شدید سوال کرنیکا ارادہ نکریں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من سأل الناس ليثري ماله كان خموشا في وجهه
او رضفا یا کلمۃ من جہنم جو شخص اپنا مال بڑھانیکی غرض سے لوگوں سے سوال کریگا تو اسکا منہ چھلا ہوا ہوگا یا انگارا ہوگا جہنم سے کہ کھائیگا اسکو
میں کہتا ہوں اسمیں یہ رمز ہے کہ لوگوں سے سوال کرنے میں جو اسکو تکلیف رہتی ہے تو وہ اسی صورت میں ظاہر ہوگی جسکے ناخن سے لینے سے ظاہر میں تکلیف
پہونچا کرتی ہے جیسے آگ کا انگارہ یا اسکے کھانے سے تکلیف پہونچتی ہے جیسے پتھر بریاں کیا ہوا اسمیں اور لوگوں کے سامنے ذلیل و پشیمان ہونا ایسی ہی صورتمیں
ظاہر ہوگا جو اسکے بہت مناسب ہے یعنی منہ پر خراش ہونا اور جس شخص کو کوئی ایسی آفت عظیم پہونچے جسکے سبب سے اسکا تمام مال برباد ہوگیا ہو اسکے
حق میں آیا ہے کہ اگر وہ شخص سوال کرے اور اسقدر مال جمع کرے کہ اسمیں اسکی معاش حاصل ہوتی ہے تو اسکے لیے جائز ہے اس غنا کا اندازہ جسکے ہوتے
سوال کرنا منع ہے ایک حدیث میں پچاس درہم ہے ایک حدیث میں آیا ہے اور ایک حدیث میں اسکا اندازہ اتنے کھانے کے ساتھ آیا ہے جو صبح و شام کے لیے
کافی ہو سکتا اور ہمارے نزدیک ان احادیث میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ لوگوں کے درجے مختلف ہیں اور ہر کسی کے لیے جدا پیشہ ہوتا ہے جسکے بغیر اسکا رہنا
ناممکن ہے۔ اسکا بیان ہمارے واسطے ہے جو ان علوم میں مستعمل ہوتا ہے جنکے اندر سیاست مدن سے بحث کیجاتی ہے اور اسی سے وہ امکان اور نہیں
علم تہذیب النفس میں بیان لایا جاتا ہے جو شخص ہاتھ کا پیشہ کرتا ہے جبتک اسکے پاس اسکے پیشہ کے آلات نہوں تو اس پیشہ سے معذور رہے
اسیطرح جو شخص کھیتی کرتا ہے کھیتی کے آلات نہونے سے معذور ہے اور تاجر کے پاس جبتک سرمایہ تجارت نہو معذور رہے اور جو شخص جہاد میں رہتا ہے
اور صبح و شام اسکا مندو آتا جاتا رہتا ہے یعنی مال غنیمت جیسے آنحضرت صلعم کے صحابہ تھے تو اسکے لیے اس مقدار کا اندازہ ایک اوقیہ
یا پچاس درہم ہے اور جو شخص بار برداری کرتا ہے یا جنگل سے لکڑیاں فراہم کرکے فروخت کیا کرتا ہے یا اور اسی قسم کے پیشے کرتا
تو اس شخص کے حق میں ایسی مقدار کا اندازہ یہ ہے کہ اسکا ایک وقت کا کھانا مل سکے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا لا تلحفوا في المسألة
یعنی سوال میں لجاجت مت کرو کیونکہ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوتا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھسے کچھ طلب کرے اور اسکا سوال مجھسے کچھ دلوا دے
مگر میرا دل خوش نہو اور پھر جو چیز میں نے دی ہے اسکے لیے برکت کیجاوے میں کہتا ہوں اسکا راز یہ ہے کہ جو نفوس ملحق بملاء اعلی ہیں انمیں
کراہت اور رضامندی کی صورت بمنزلہ دعا مستجاب کے ہوتی ہے اور آپنے فرمایا ہے ان هذا المال خضر حلوة الحديث
البتہ یہ مال سبز اور شیریں ہے جو شخص مال کو خوشی سے لیتا ہے اسمیں اسکے لیے برکت دیجاتی ہے اور جو دل کی حرص سے لیتا ہے اسمیں برکت
نہیں دیجاتی اور اسکا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جو کھائے چلا جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کسی چیز کے اندر برکت ہونیکی کئی قسمیں ہیں
اول قسم یہ ہے کہ دل اسپر مطمئن ہو اور اسکی طرف سے دلکو بیقراری نہو مثلاً دو شخص ہیں کہ انمیں سے ہر ایک کے پاس بیس بیس درہم ہیں
مگر انمیں سے ایک شخص کو اپنے تنگدست ہونیکا خوف لگا رہتا ہے اور دوسرے کو اس بات کا خیال بھی نہیں ہے بلکہ اسکو امید ہی ہے

اس قسم کے بعد برکت کی وہ قسم ہے کہ اس چیز سے انتفاع زیادہ حاصل ہو جیسے کہ دو شخصون کے پاس برابر برابر مال ہے اُنمین سے ایک نے اپنے مال کو ضروریات مین صرف کیا اور اسکے دل مین مال کے اچھی جگہ صرف کرنے کا الہام پیدا ہوا اور دوسرے نے اُمین مال کو ضائع کردیا اور میانہ روی سے کام نہ لیا۔ نفس کی ہیئت اس برکت کو اسطرح لیجاتی ہے جسطرح دعا کیطرف لیجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یستعفف یعفہ اللہ الخ۔ جو کوئی شخص سوال کرنے سے بچیگا خدا تعالیٰ اُسکو محفوظ رکھیگا۔ مین کہتا ہون اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کیفیات نفسانیہ کے حاصل کرنیکو ہمت کے مجتمع ہونے اور ارادہ کے مضبوط ہونے مین کامل دخل ہے۔

ان امور کا بیان جو زکوۃ سے متعلق ہین

اب اس بات کی ضرورت تھی کہ لوگون کو اس بات کی نصیحت کیجاے کہ صدقہ تحصیل کرنیوالے کو خوشی سے صدقہ ادا کیا کرین لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اتاکم المصدق فلیصدر عنکم وہو عنکم راض یعنی جب تمہارے پاس صدقہ تحصیل کرنیوالا اوے پس چاہیے کہ خوش ہو کر تمسے رخصت ہو اور اسمین حکمت ہے کہ انکے نفس کی اصلاح ہو جاے اور آپنے یہی چاہا کہ لوگونکو ظلم کے حیلہ سے زکوۃ کے اندر عذر کا موقع نرہے چنانچہ آپنے فرمایا ہے فان عدلوا فلانفسہم وان ظلموا فعلیہا۔ پس اگر وہ انصاف کرینگے تو اپنے لیے اور اگر ظلم کرینگے تو اپنے لیے۔ اور اس حدیث میں اور آنحضرت صلعم کے اس قول مین فمن سئل فوقہا فلا یعط۔ یعنی جس شخص سے اس سے زیادہ مانگا جاوے تو نہ دے اختلاف نہین ہے اسلیے کہ ظلم کرنے کی دو صورتین ہین ایک تو اس صورتمین کہ جسکا نص نے اسکا حکم ظاہر کردیا اس مقام کے متعلق دوسری حدیث ہے یعنی اس سے معمول معین سے زیادہ نہ دینا چاہیے اور ایک وہ صورت ہے جسمین اجتہاد کی گنجائش ہے اور اُنکلین اسکتی ہین ان مواضع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے دروازہ کو بند کیا ہے اور صدقہ لینے کے لیے اس بات کی نصیحت کرنی ضروری تھی کہ صدقہ کے لینے مین زیادتی نکرے اور انکے نفیس نفیس مال کو چھوڑ دے اور مال غنیمت مین خیانت نکرے تاکہ نقصان اور بہت سے مقاصد اُسکی وجہ سے حاصل ہو سکین اسواسطے آنحضرت صلعم نے جو فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ لایاخذ منہ شیئا الا جاء بہ یوم القیامۃ یحملہ علی رقبتہ ان بعیرا لہ رغاء پس قسم اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اسمین سے وہ کچھ نہ لیگا مگر قیامت کے دن اپنی گردن پر لائیگا اگر وہ اونٹ ہے تو بلبلاتا ہوگا۔ اسکا مرتبہ ہمارے کلام سابق دیکھنے سے جو بعض زکوۃ کے متعلق ہمنے بیان کیا ہے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور نیز اس بات کی ضرورت تھی کہ مال والون کے فریب و حیلہ کا دروازہ بند کیا جاوے اور اسکے متعلق یہ حکم ہوا کہ جو مال متفرق ہے وہ جمع نہ کیا جاوے اور جو مال مجتمع ہے وہ صدقہ کے ڈر سے جمع نکیا جاوے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لان یتصدق المرء فی حیوتہ بدرہم خیر لہ من ان یتصدق بمائۃ عند موتہ۔ زندگی کی حالت مین آدمی کو ایک درہم کا صدقہ کرنا مرتے وقت سو درہم کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور نیز آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مثلہ کمثل الذی یہدی اذا شبع۔ یعنی ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ بعد سیر ہو نیکے شکم کے صدقہ دے۔ میں کہتا ہون کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایسی چیز کا خرچ کرنا جسکی اسکو حاجت نہین ہے اور نہ حاجت ہونیکی توقع ہے پوری سخاوت پر مبنی نہین ہے پھر آنحضرت صلعم نے ان خصلتون کی تعلیم کا قصد کیا جسسے بخل کا ازالہ یا نفس کی تہذیب یا باہم الفت و محبت ہوتی ہے اور انکو بھی صدقات کے قبیلہ سے گردانا تاکہ صدقات کے ساتھ بھی ان کے ساتھ ان اخلاق کا شریک ہونا معلوم ہو جاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعدل بین اثنین صدقۃ الحدیث۔ دو شخصون کے بیچ انصاف کرنا وہ صدقہ ہے اور کسی شخص کی اپنی سواری پر سوار کرنے مین مدد کرنا صدقہ ہے اور اچھی بات زبان سے کہنا صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے جانیکے لیے ڈالتا ہے اور ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ

انسان صدقہ ہے اور ہر تسبیح سبحان اللہ صدقہ ہے اور ہر قسم کی نیکی صدقہ ہے ایما مسلم کسا مسلما ثوبا علی عری الحدیث جو کوئی مسلمان کسی ننگے
بدن مسلمان کو کپڑا پہنا دے تو وہ بھی صدقہ ہے اخیر حدیث تک - مین کہتا ہون کئی مرتبہ اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ
طبیعت مثالیہ کا مقتضی ہے کہ معانی کا ظہور ان صور مین ہو جو انکے قریب ترین اور کھانا کھلانے مین کھانے کی مشابہت
پائی جاتی ہے خوابون کے دیکھنے اور واقعات کے پیش ہونے اور معانی کے جسمون کی صورتون مین اس بات کی حقیقت
تمکو ظاہر ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی وبا کو جو ایک سیاہ عورت کی صورت مین دیکھا اسکی
وجہ بھی معلوم ہو سکتی ہے -

پھر بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنے اہل وعیال اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر غیرون کو صدقہ دیا کرتے تھے اور اسکے اندر
ان لوگون کی رعایت کا جنکی رعایت ضروری ہے لحاظ نہ پایا جاتا تھا اور یہ بات تدبیر و قریب لوگون کے ساتھ الفت
پیدا ہونے کے بالکل خلاف تھی - لہذا اس سے منع کرنے کی حاجت ہوئی اور آپ نے فرمایا دینار انفقتہ فی سبیل اللہ
و دینار انفقتہ فی رقبۃ - الحدیث ایک تو وہ اشرفی ہے جسکو تو خدا کی راہ مین خرچ کرے اور ایک وہ ہے کہ
جس کسی کی جان چھوڑانے مین دے اور ایک وہ دینار ہے جسکو مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جسکو تو اپنے
کنبہ پر خرچ کرے ان سب مین ثواب کے لحاظ سے وہ دینار بڑھکر ہے جو اپنے کنبہ پر خرچ کرے اور اس حدیث خیر الصدقۃ
ما کان عن ظہر غنی وابدء بمن تعول بہتر وہ صدقہ ہے جو غناء کے ساتھ ہو اور اپنے اہل وعیال سے اسکا دینا شروع
اور اس حدیث مین کسی نے آپ سے عرض کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے تو آپنے فرمایا جہد المقل وابدء بمن تعول
یعنی تنگدست کا صدقہ کہ لیئے تکلیف گوارا کرنا اور اپنے عیال سے دینا شروع کرے منافات نہین ہے کیونکہ ہر ایک
حدیث کی توجیہ جدا جدا ہے اسلیئے کہ یا تو غناء سے اصطلاحی غناء مراد نہین ہے بلکہ نفس کی غنا مراد ہے یا کنبہ کے لیے
رزق کا کافی ہونا مراد ہے یا ہم کہتے ہین غناء کا صدقہ اسلیے بہتر ہے کہ اسکی وجہ سے غنی کے مال مین برکت بہت ہوتی ہے
اور تنگدست کا صدقہ باینمعنی افضل ہے کہ وہ بخل کو خوب دور کرتا ہے اور قوانین شرعیہ کے زیادہ تر مناسب ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخازن المسلم الامین - الحدیث - خزانچی مسلمان امانت دار جو لوگون کو
مالک کے حکم دینے کے بعد پورے پورے طور پر خوش ہو کر دیتا ہے وہ بھی بمنزلہ صدقہ کرنے والون کے ہے - مین کہتا ہون
بسا اوقات کسی ایسی چیز کا نافذ کرنا جو اسپر واجب ہے اور اسکا کرنا جو اسکے اختیار مین نہین ہے اس شخص کی سخاوت
کی پہچان ہوتا ہے کیونکہ دیتے وقت اسکے دل کا خوش ہونا اور تسلی کا حاصل ہونا دل کی سخاوت کے ساتھ ہوتا ہے
لہذا اصلی متصدق کے بعد یہ شخص بھی متصدق ہے صدقہ دینے والا شمار کیا گیا اور ان حدیثون مین اختلاف نہین ہے
اذا انفقت المرءۃ عن کسب زوجہا من غیر امرہ فلہا نصف الاجر - یعنی جو عورت اپنے خاوند کی کمائی
مین سے بغیر اسکی اجازت کے اللہ کے نام پر دے تو اسکے لیے آدھا ثواب ملیگا اور آپ نے حجۃ الوداع مین فرمایا ہے
لا تنفق امراۃ من بیت زوجہا الا باذنہ الخ - کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بلا اسکی اجازت کچھ خرچ
نکرے پھر کسی نے عرض کیا کھانے کی قسم سے بھی کچھ خرچ نکرے آپنے فرمایا وہ تو ہمارے مالون مین سب سے افضل ہین

حال ہے۔ اور اس حدیث مین کہ ایک عورت نے آپ سے عرض کیا کہ ہماری اولاد اور ہمارے مان باپ اور ہمارے
خاوندون پر ہمارا بوجھ ہوتا ہے اُنکے مالون مین سے ہمکو کسقدر حلال ہے تو آپ نے فرمایا تر چیزین کہ تم اُنکو کہا سکتی ہو
اور دیسکتی ہو۔ منافات نہونے کی یہ وجہ ہے کہ اُس حدیث بالا مین یہ بات ہے کہ اسمین خاوند کی مطلقاً اجازت ہو
یا دلالۃً ہو اور کسی خاص شے کی صراحتاً اجازت نہو اور خاوند صدقہ نہ دیتا ہو پس چونکہ عورت نے اسمین صدقہ
نکالا ہے اسلیے تسلیم کیا جائیگا اور خاوند کے مال مین اسقدر تصرف درست ہے جتنا لوگون مین دستور ہے
اور خاوند کے مال کی اصلاح ہے جیسے تر چیزین کہ اگر وہ ضرورت سے زیادہ ہون اور کسی کو نہ دیجاوین تو خراب
ہوکر ضائع ہو جاوینگی اور انکے سوا اور چیزون مین درست نہین ہے اگرچہ غلہ کی قسم سے ہو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تعد فی صدقتک فان العائد فی صدقتہ کالعائد فی قیئہ۔ اپنے صدقہ کو واپس
مت لے کیونکہ صدقہ واپس لینے والا ایسا ہے جیسے اپنی قے کرکے نگل جانے والا۔ مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے
کہ صدقہ کرنے والا جب اُس چیز کو خریدنا چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ رعایت سے ملتی ہے یا خود ہی وہ رعایت سے
لینا چاہتا ہے اور جسقدر رعایت کی گئی ہے اُسیقدر اُسکے صدقہ کا ثواب گھٹ جاتا ہے کیونکہ صدقہ کی
روح دل کے تعلق کا اُس مال سے ٹوٹ جانا ہے اور جب اُسکے دل مین اس بات کا خیال ہو کہ وہ چیز اُسکو رعایت سے
ملجاوے تو اُسکو اُس چیز سے پوری بے تعلقی ہوئی اور نیز شارع کو عمل کی صورت کا کامل ہونا مطلوب ہے اور
اُسکے واپس لینے مین اُس صورت مین نقصان ہے جس ملک سے ہجرت کیجاوے پھر اُس زمین مین موت کے
مکروہ ہونے کی یہی وجہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اُن احادیث کا بیان جو روزہ کے باب مین وارد ہوئی ہین

چونکہ قوت بہیمی کا قوی ہونا قوت ملکی کے احکام ظاہر ہونے کا مانع ہے لہذا اُسکا مغلوب کرنا ضروری ہوا،
اور چونکہ اُسکی قوت کی شدت کا سبب کھانا اور پینا اور لذاید شہویہ مین منہمک ہونا ہے اور اس انہماک کا
وہ اثر ہوتا ہے جو بلا روک ٹوک کھانے پینے کا بھی نہین ہوتا لہذا اُسکے مغلوب کرنے کیلیے ان اسباب کا کم کرنا
ضروری ہوا لہذا سب وہ لوگ جو احکام قوت ملکی کا ظاہر ہونا چاہتے ہین باوجود اختلاف مذاہب اور بعد
ملکون کے ان اسباب کی تقلیل پر اتفاق کرتے ہین۔ اور نیز بہیمیہ کا ملکیہ کے اسطرح پر تابع کرنا مقصود ہے کہ
اُسکے حکم کے موافق چلے اور اُسکے رنگ مین رنگ جاوے اور نیز یہ مقصود ہے کہ قوت ملکیہ قوت بہیمیہ کے اخلاق
دنیہ قبول کرنے سے محفوظ رہے اور وہ اُسکے نقوش رذیلہ قبول نکرنے پائے جسطرح نگینہ کے نقوش موم کے اندر
منتقش ہو جاتے ہین اور اسکا بجز اسکے کوئی طریقہ نہین ہے کہ قوت ملکی ایک بات کا ارادہ کرے اور بہیمیہ کے اندر
اُسکا القا کرکے اُسکے سامنے پیش کرے اور وہ اُسکے حکم کو مان لے اور اُسکے سامنے سرکشی اور زیادتی نکرے اور
پھر اس بات کا ارادہ کرے اور اسیطرح پھر قوت بہیمی اُسکی تابعداری کرے اور پھر بار بار یہی امر پیش ہوتی کہ

اس تابعداری کی اُسکو عادت پڑ جاوے اور وہ امور جنکی قوت ملکی مین خواہش پیدا ہوتی ہے اور قوت بہیمی اُنکے کرنے پر مجبور کیجاتی ہے اس قسم کے ہوتے ہین کہ جنکے واقع ہونے سے قوت ملکی کو سرور اور بہیمی کو انقباض پیدا ہوتا ہے جسطرح ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ پیدا کرنا اور خدا تعالیٰ کی کبریائی پر معرفت حاصل کرنا یہ امور قوت ملکی کے خواص مین سے ہین۔ اور بہیمی کو انسے نہایت درجہ کا بُعد ہے یا کسی ایسے امر کا ترک کرنا جسکی قوت بہیمی مین خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس ترک مین اُسکو تلذذ حاصل ہوتا ہے اور قوت بہیمی کے ہیجان کی حالت مین اُس امر کا شوق پیدا ہوتا ہے اور یہ بات روزہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور چونکہ ان امور کا التزام تمام لوگون سے باوجود تدابیر ضروریہ اور مال و اہل کے ساتھ مشغول ہونے کے ممکن نہ تھا اسلیے یہ امر ضروری ہوا کہ کچھ زمانے کے بعد ہر مرتبہ ایک مقدار معین کا التزام کیا جاوے جس سے قوت ملکی کا ظہور اور اپنی خواہشون کے پورا ہونے سے اُسکا سرور معلوم ہو جاوے اور اُس سے پیشتر جو کمی ہوئی ہے وہ دور ہو جاوے اور اسکا حال اُس گھوڑے کا سا جسکی پچھاڑی کھونٹے سے بندھی ہوئی ہے اور وہ دو چار مرتبہ ادھر اُدھر لاتین پھینک کر اپنی حالت اصلی پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ مداومت حقیقی کے بعد اسکی مداومت کا درجہ ہے بعد ازان یہ امر ضروری ہوا کہ اُسکی ایک مقدار مقرر کیجاوے تاکہ کوئی شخص اُسمین افراط و تفریط نکر سکے ورنہ تفریط کرنے والے کو ممکن تھا کہ اُس عبادت کو اسقدر عمل مین لاتا جو اُسکے لیے کافی و نافع نہوتی یا افراط کرنے والے کو ممکن تھا کہ اُسکو اتنا عمل مین لاتا جس سے اُسکے ارکان مین کاہلی پیدا ہو کر اُسکو اُسکا نشاط جاتا رہتا اور اپنے نفس کو ہلاک کر کرکے داخل قبر ہوتا اور روزہ ایک تریاق ہے جو سموم نفسانیہ کے دور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مگر اُسکے اندر لطیفہ نفسانیہ کے مقام اور اُسکے جائے ظہور کو بھی ایک قسم کی شکایت اور صدمہ پہونچا رہتا ہے لہذا بقدر ضرورت اُسکا معین کرنا لازم ہوا۔ پھر خورد و نوش کے کم کرنے کی دو صورتین ہین۔ ایک تو یہ کہ کھانے پینے مین کمی کرے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ عادت سے زیادہ خورد و نوش مین دیر کرے اور شرع کے اندر دوسری قسم کی تقلیل کا اعتبار ہے۔ کیونکہ اُسکے سبب سے ایک قسم کا ضعف اور خفت پیدا ہوتی ہے اور بھوک اور پیاس کی کیفیت انسان کو اُسوقت معلوم ہو جاتی ہے اور قوت بہیمی کو اُسوقت اُسکی وجہ سے ایک قسم کی پریشانی اور خوف پیدا ہو جاتا ہے اور ان امور کا طاری ہونا اُسکو محسوس ہوتا ہے اور تقلیل کی پہلی قسم مین برابر ضعف پیدا ہوتا رہتا ہے اور نفس کو اُس ضعف کی پرواہ نہین ہوتی حتیٰ کہ آدمی اُس سے بالکل تھک کر رہجاتا ہے اور نیز تقلیل کی پہلی قسم کا عام حاکم کے تحت مین بلا دقت داخل ہونا ممکن نہین ہے کیونکہ لوگون کے درجے مختلف ہین کسی کی خوراک ایک رطل اور کسی کی دو رطل ہوتی ہے۔

کھانے مین جتنی مدت کا فصل ہوتا ہے اُسپر تمام عرب و عجم اور تمام صحیح المزاج لوگون کا اتفاق ہے کہ شب و روز مین دو وقت یعنی صبح و شام کھاتے ہین یا صرف ایک ہی مرتبہ۔ اور بھوک کی کیفیت رات تک کھانا نہ کھانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور نیز یہ بھی غیر ممکن تھا کہ مکلفین کو ایک مقدار تقلیل کا اختیار عطا کیا جاتا

اور نہ یہ کہا جاتا کہ تم میں سے ہر ایک اتنا کھا لیا کرے کہ جس سے قوت بہیمیہ مغلوب رہے کیونکہ یہ مقصود شرعی کے خلاف ہے
اور یہ قول ایسا ہے کہ جس شخص نے بھیڑیے کو بکریوں کا چوپان بنایا تو اس نے ظلم کیا اور ایسی صورت احسانیہ کا درجہ حاصل ہونیکو
ممکن ہے پھر یہ بات ضروری ہے کہ یہ مدت فصل کی اسقدر نہو کہ جس سے جان کی ہلاکت ہو اور اسکا استیصال مقصود ہو مثلاً
تین شبانہ روز کیونکہ یہ بھی مقصود شرعی کے خلاف ہے اور تمام مکلفین اسپر عمل بھی نہیں کر سکتے اور نیز یہ بھی ضرور تھا
کہ بار بار انکو بھوکا رہنے کا حکم دیا جاوے تاکہ وہ اس بات کے عادی ہو جاویں اور انمیں تابعداری کا مادہ پیدا
ہو جاوے ورنہ ایک مرتبہ بھوکا رہنے میں کچھ قابل اعتبار فائدہ نہیں ہے اگرچہ کیسے ہی سخت درجہ کی بھوک ہو
اور یہ بات بھی ضروری تھی کہ اسکا مغلوب ہونا جو حالات کی طرف [illegible] نہیں ہے اور بھوک کی مقدار کا انضباط اُن
مقداروں سے کیا جاوے جو انمیں مستعمل ہوتی ہیں اور کسی عاقل اور ہوشیار اور شرع کی نظر میں وہ مقادیر پوشیدہ
نہیں ہیں اور نیز ایسے امر سے انضباط کیا جاوے جس کو خود یا اسکی نظیر کو لوگوں کا گروہ عظیم استعمال کرتا ہو تاکہ اسکی
شہرت اور تسلیم کر لینے کے سبب سے انکی دشواری جاتی رہے ان امور کے لحاظ کرنے سے یہ بات ضروری ہوئی ایک
مہینے تک ہر دن برابر کھانے اور پینے اور جماع سے نفس کو باز رکھنے کے ساتھ روزے کا انضباط کیا جاوے کیونکہ ایک
دن سے کم مقدار کا مقرر کرنا ایسا ہے جیسے دوپہر کے کھانے کو کچھ دیر کرکے کھانا اور اگر شب میں ان امور کے
ترک کرنے کا انکو حکم دیا جاتا تو وہ اسکے عادی ہیں اسکی وجہ سے انکو کچھ پرواہ ہوتی اور ہفتہ دو ہفتہ ایسی قلیل
مقدار ہے جسکا نفس پر چنداں اثر نہیں ہوتا - اور دو مہینے کی مقدار ایسی ہے کہ اسمیں [illegible] اور نفس
تھک کر بیٹھ جاتا ہے اور ہمنے بیشمار اس بات کا مشاہدہ کیا ہے - اور ان امور کے [illegible]
طلوع فجر سے غروب آفتاب تک دن کا انضباط کیا جاوے کیونکہ عرب اسی کو دن [illegible] کے
دن اسی حساب سے انکو روزہ رکھنے کا دستور ہے - اور مہینے کا انضباط چاند سے چاند تک [illegible] کیونکہ
عرب کے نزدیک چاند سے چاند تک مہینہ ہوتا ہے اور شمسی مہینوں سے وہ حساب نہیں کرتے [illegible]
اور تمام لوگوں عرب و عجم کے اصلاح کی ضرورت ہوئی لہذا انکو اس امر کی ضرورت ہوئی [illegible] مہینہ کا [illegible]
دیا جاوے تاکہ ہر شخص اپنے لیے ایک مہینہ کو جسمیں اسکو روزے رکھنے آسان ہوں [illegible] اسلیے کہ اس
عذر کرنے اور بچکر نکلنے کا موقع ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دروازہ [illegible] اسلام کے ایک
عظیم الشان عبادت کا گمنام کر دینا ہے اور نیز مسلمانوں کے بڑے بڑے عظیم الشان گروہوں کا ایک زمانہ میں
ایک چیز پر اجتماع کرنا اور ایک کا دوسرے کو دیکھنا انکے لیے اس عبادت کے آسان ہونے اور اسکے عمل پر ہمت کے
پیدا ہونے کا سبب ہے اور نیز انکا یہ اجتماع قوت ملکیہ کے برکات کے نازل ہونے کا ہر خاص و عام پر سبب ہے اور جو
اُنمیں سے کاملین ہیں انسے کم درجہ لوگوں پر انکے انوار کا پرتو پڑنے اور پھر انکی دعا کے شامل ہو جانے کا موجب ہے
اور جب کسی مہینے کا مقرر کرنا ضروری ہوا تو اس مہینے سے کوئی مہینہ زیادہ مناسب نہیں ہے جسمیں قرآن کا نزول
اور ملت محمدی کی تکمیل ہوئی ہے اور شب قدر کے پائے جانے کا بھی اس مہینے میں قوی احتمال ہے چنانچہ عنقریب

اسکا ذکر آتا ہے۔ پھر اس مرتبہ کا بھی بیان کرنا ضروری ہوا جو ہر غافل و ہوشیار اور ہر جائع و مشغول کیلیے لابدی ہے اور جسمین کوتاہی کرنے سے اصل حکم مین کوتاہی لازم آتی ہے اور کمال کے مرتبہ کا بھی بیان کرنا ضروری تھا جسمین اور سابقین کا دستور اور ورد ہے اول مرتبہ رمضان کا روزہ رکھنا اور نماز پنجگانہ پر کفایت کرنا ہے جیسا آپ نے فرمایا ہے من صلی العشاء والصبح فی جماعة کان کما قام اللیل یعنی جیسے عشا اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا اسنے تمام شب عبادت کی اور دوسرا مرتبہ پہلے مرتبہ پر کمیت اور کیفیت مین بڑھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ رمضان کی راتون مین تمام شب عبادت کرنا اور زبان اور تمام اعضا کا گناہون سے پاک رکھنا اور شوال کے مہینے مین چھ روزہ اور ہر مہینے مین تین روزہ اور عاشورہ اور عرفہ کا روزہ رکھنا اور رمضان کے اخیر عشرہ مین اعتکاف کا کرنا۔ یہ مقدمات جو ہم نے بیان کیے ہین روزہ کے باب مین اصول کے قائم مقام ہین جب یہ مقدمات ثابت ہو گئے تو اب ہم ان احادیث کی شرح کرنا چاہتے ہین جو روزہ کے باب مین وارد ہوئی ہین۔

روزہ کی فضیلت کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنة اور ایک روایت مین ابواب الرحمة آیا ہے وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین جب رمضان آتا ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہین اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہین اور شیاطین زنجیرون سے باندھے جاتے ہین۔ مین کہتا ہون کہ یہ فضیلت رمضان کے مہینہ مین صرف مسلمانون کے واسطے ہے کیونکہ کفار رمضان کے مہینے مین بہ نسبت اور مہینون کے زیادہ اندھے اور گمراہ ہو جاتے ہین کیونکہ شعائر الہی کی ہتک کرتے ہین اور بھی زیادہ بڑھ جاتے ہین مگر مسلمان جب روزہ رکھتے ہین اور شب کو عبادتین کرتے ہین اور جو انمین سے کاملین ہین وہ نور الہی کے دریا مین غوطہ لگاتے ہین اور انکی دعا سب مسلمانون کو احاطہ کر لیتی ہے اور انکے انوار کا ادنی درجے کے لوگون پر پرتو پڑتا ہے اور انکی تمام گروہ پر چھا جاتی ہے اور ہر شخص اپنی اپنی قابلیت کے موافق عبادات سے قربت حاصل کرتا ہے اور معاصی سے اجتناب کرتا ہے تو یہ بات صادق ہو جاتی ہے کہ انکے لیے جنت کے دروازے مفتوح کر دیے گئے اور جہنم کے دروازے بند کر دیے گئے کیونکہ فی الحقیقت جنت خدا تعالی کی رحمت اور جہنم خدا تعالی کی پھٹکار کا نام ہے اسلیے کہ تمام روے زمین کے لوگون کا ایک صفت پر متفق ہو جانا اسکے موافق خدا تعالے کے جود کو متوجہ کر لیتا ہے جیسا کہ استسقا اور حج مین ہمنے بیان کیا ہے اور یہ بات صادق ہو جاتی ہے کہ شیاطین مقید کیے گئے اور بجاے انکے ملائکہ منتشر کر دیے گئے اسلیے کہ شیطان کا اثر اسی شخص مین ہوتا ہے جس نفس مین اسکا اثر قبول کرنے کی قابلیت ہے اور قوت بہیمی کے غلبہ سے یہ قابلیت ہوتی ہے اور وہ روزہ کے سبب سے مغلوب ہو جاتی ہے اور ملائکہ ان لوگون کے پاس آتے ہین جنمین انکے اثر قبول کرنے کی لیاقت ہے اور وہ لیاقت قوت ملکی کے ظہور سے ہوتی ہے اور روزہ کے سبب سے قوت ملکی کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اور نیز رمضان مین اس بات

ہونے کا قوی احتمال ہے جسمین تمام امور حکمی کی تقسیم ہوتی ہے پس لامحالہ ایسے وقت مین انوار مثالیہ و ملکیہ کا انتشار ہوجاتا ہے
اور انکے اضداد کا انقباض ہوجاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **من صام شہر رمضان ایمانا**
واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ - یعنی جو شخص ایمان اور طلب ثواب کے ارادہ سے رمضان کے روزے رکھتا ہے
اسکے تمام پہلے گناہ بخشے جاتے ہین - مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے مین قوت ملکی کے
غالب ہونے اور قوت بہیمی کے مغلوب ہونے کا قوی احتمال ہے - اور خدا تعالی کی رضامندی اور اسکے دریاء
رحمت مین غرق ہوجانے کے لیے یہ کافی مقدار ہے لہذا یہ بات ضروری ہے کہ اسکے سبب سے نفس ایک حال سے
دوسرے حال کیطرف متوجہ ہوجاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **من قام لیلۃ القدر ایمانا**
واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ - جس شخص نے ایمان کے سبب اور طلب ثواب کے قصد سے شب قدر مین عبادت کی اسکے گناہ پہلے
بخشے گئے اسکا سبب میرے نزدیک یہ ہے کہ روحانیت کے انتشار اور عالم مثال کے غلبہ کے ظاہر ہونیکے وقت جب کوئی عبادت پائی جاتی ہے تو اس کے
اندر اس عبادت کا وہ اثر ہوتا ہے جو غیر اوقات مین کئی مرتبہ اس عبادت کے کرنے سے نہین ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے **کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف** - انسان کا ہر عمل
بڑھتا ہے نیکی کا ثواب دس مثل سے سات سو مثل تک بڑھتا ہے - اور اللہ پاک فرماتا ہے **الا الصوم فانہ لی**
وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی - بجز روزے کے کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور مین ہی اسکی جزا دونگا روزہ دار
میرے ہی خاطر اپنی خواہش اور کھانے کو ترک کر دیتا ہے - مین کہتا ہون کہ نیکی کے بڑھجانے کا سبب یہ ہے کہ انسان جب
مرجاتا ہے اور قوت بہیمی کی مدد منقطع ہوجاتی ہے اور جو حالتین اسکے مناسب تھین وہ اس سے روگردانی کرلیتا ہے
تو قوت ملکی کا ظہور ہوتا ہے اور اسکے انوار طبعی روشن ہوجاتے ہین - اور اعمال کی جزا و سزا ملنے کا یہی سبب ہے -
پس اگر نیک عمل ہوتا ہے تو تھوڑا سا عمل بھی قوت ملکیہ کے ظہور اور اس عمل کے اسکے مناسب ہونے کے سبب سے اس وقت
بہت ہوجاتا ہے - اور روزہ کے مستثنا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا نامہ اعمال مین لکھا جانا اسطرح ہوتا ہے کہ ہر عمل کی
صورت عالم مثال کے ایک مقام پر جو اس شخص کے لیے خاص ہے اسطرح متصور ہوتی ہے کہ اسکے سبب سے اسکے عمل کی جزا
کی صورت جب وہ شخص جسمانی حجابات سے علیحدہ ہوجاتا ہے ظاہر ہوجاتی ہے اور بسا اوقات ہمنے اس امر کا مشاہدہ کیا ہے
اور نیز اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ بسا اوقات اس امر کے جزا کے ظاہر کرنے مین جو شہوات نفسانیہ کے ساتھ مجاہدہ کے
قبیلہ سے ہے ملائکہ کو جو اعمال کے جزا لکھنے پر مامور ہین توقف ہوتا ہے اسلیے کہ اسکے ظاہر کرنیمین اس خلق کی مقدار
معلوم کرنے کو دخل ہے جو نفس کو اس عمل پر آمادہ کرتی ہے - اور وہ ملائکہ اسکے مرتبے سے ناواقف ہین اور انکو اسکا
علم وجدانی نہین ہے یہی وجہ ہے جو کفارات اور درجات کے لکھنے مین باہم نزاع کرتے ہین
چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے خدا تعالی انکی طرف وحی کرتا ہے کہ اس عمل کو بعینہ
لکھ لو اور اسکی جزا میرے سپرد کردو اور اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ میرا بندہ صائم اپنی خواہش اور
کھانے کو میری خاطر ترک کرتا ہے اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ ان کفارات سے جنکے عمل مین لانے سے

نفس بہیمی کو تکلیف ہوتی ہے اور اس حدیث کے لیے ایک بطن اور ہے جسکی طرف اسرار الصوم مین اشارہ کیا ہے انکو وہان دیکھنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے للصوم فرحتان فرحة عند فطرہ و فرحة عند لقاء ربہ روزہ کے لیے دو خوشیان ہین ایک تو افطار کے وقت اور ایک جسوقت خدا تعالے سے ملیگا۔ پہلی خوشی تو طبعی ہے کہ روزہ افطار نے سے نفس کو جس چیز کی خواہش تھی ملجاتی ہے اور دوسری روحانی فرحت ہے اسواسطے کہ روزہ کیوجہ سے روزہ دار حجاب جسمانی سے علیحدہ ہونے اور عالم بالا سے علم الیقین کا فیضان پہنچنے کے بعد تقدس کے آثار ظاہر ہونے کے قابل ہوجاتا ہے جسطرح نماز کے سبب سے تجلی کے آثار نمایان ہو جاتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ولا تغلبوا علی صلوة قبل الطلوع وقبل الغروب - تا کہ طلوع و غروب کے پہلے کسی نماز پر تم مغلوب نہ کیے جاؤ۔ اور اس مقام پر اور بہت سے اسرار ہین جنکے ظاہر کرنے کی اس کتاب مین گنجایش نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک - البتہ روزہ دار کی منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے - میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ عبادت کے پسندیدہ ہونے سے اسکا اثر بھی پسندیدہ ہوجاتا ہے اور عالم مثال میں بجاے عبادت کے وہ اثر متمثل ہوجاتا ہے اسلیے آپنے اسکے سبب سے ملائکہ کو خوشی پیدا ہونے اور اللہ پاک کی رضامندی کو ایک پلہ مین اور بنی آدم کو مشک کے سونگھنے سے جو سرور حاصل ہوتا ہے اسکو ایک پلہ مین رکھا تاکہ یہ رمز غیبی انکے لیے ظاہر ہو جاوے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الصیام جنة روزے ڈھال ہین - میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ روزہ شیطان اور نفس کے شر سے بچالیتا ہے اور انسان کو ان دونوں کے اثر سے دور کر دیتا ہے اور ان دونوں کو انسان سے کینہ ہوجاتا ہے لہذا مناسب ہوا کہ کامل طور پر اسکو ڈھال بنایا جاوے اور اسکی یہ صورت ہے کہ آدمی اپنی زبان کو اقوال اور افعال شہوانی سے محفوظ رکھے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ روزہ دار بری بات زبان سے نہ نکالے اور قوی سبعیہ کے افعال سے محفوظ رکھے چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ شور وشغب نکرے اور اقوال کی طرف اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اگر اسکو کوئی برا کہے اور افعال کیطرف اشارہ کیا ہے کہ یا اس سے کوئی لڑے فلیقل انی صائم تو اس سے یہ کہدینا چاہیئے کہ مین روزہ دار ہون - بعض کے نزدیک تو اسکو زبان ہی سے یہ کہدینا چاہیے اور بعض کہتے ہین دل مین یہ کہہ لے اور بعض کے نزدیک نفل کے روزے اور فرض کے روزے مین فرق ہے مگر ہر ایک مین گنجایش کا موقع ہے -

روزے کے احکام کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ - الخ مت روزہ رکھو جبتک کہ چاند دیکھ لو اور نہ بغیر دیکھے ہوے افطار کرو - پھر اگر ابر ہو جائے تو اسکا اندازہ کرلو اور ایک روایت مین آیا ہے کہ تیس روزے پورے کرلو - مین کہتا ہوں کہ چونکہ روزے کا مدار قمری مہینے

ساتھ رویت ہلال کے اعتبار سے منضبط تھا اور وہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے لہذا اشتباہ کی
صورت میں اس اصل کی طرف رجوع کرنا ہوا اور نیز احکام کی منشا ان امور پر ہے کہ جنکو بے پڑھے لوگ بھی جانتے ہیں
تعمق اور محاسبات نجومیہ پر ان کا مبنی نہیں ہے بلکہ شریعت تو ان چیزوں کے مٹانے کے لیے آئی ہے چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب** - ہم بے پڑھی امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب
کرتے ہیں - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **شہرا عید لا ینقصان رمضان وذو الحجۃ** - عید کے دونوں
مہینے کم نہیں ہوتے وہ رمضان اور ذو الحجہ ہیں بعض لوگ اسکے یہ معنی لیتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوتا جو یہ دونوں مہینے انتیس انتیس
کے ہوں - اور بعض کے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ تیس انتیس کا اجر برابر ہی ملتا ہے اور یہ اخیر معنی قواعد شرعیہ کے
لحاظ سے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں گویا آپ نے اس بات کا دفع کرنا چاہا کہ کسی کے دل میں کسی بات کا وہم نہ گذرے
اور معلوم کرو کہ روزے کے باب میں تعمق کے اسباب مسدود کرنا اور جو باتیں لوگوں نے تعمق کرتے کرتے پیدا کر لی ہیں
اسکا رد کرنا مقاصد ضروریہ سے تھا کیونکہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ تمام یہود و نصاریٰ اور عرب میں سے ان لوگوں میں
جنھوں نے اہل کتاب کا دین پسند کیا تھا شائع اور جاری تھا - اور چونکہ انھوں نے اس بات کا خیال کیا کہ روزہ فی الحقیقت
نفس کے مغلوب کرنے کا نام ہے لہذا انھوں نے تعمق کرکے اپنی طرف سے روزہ کے اندر امور ایجاد کر دیے جن سے زیادہ تر
نفس مغلوب ہو سکتا ہے اور اسکے اندر ملت الٰہی کی تحریف لازم آتی تھی اور ان امور میں یا تو کمیت کی زیادتی پائی
جاتی تھی یا کیفیت کی کمیت زیادتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح منع فرمایا **لا یتقدمن احدکم رمضان
بصوم یوم او یومین** الخ تم میں سے کوئی رمضان کی پیشقدمی نہ کرے ایک دن یا دو دن کے روزے سے مگر جو شخص
کہ کسی خاص دن روزہ رکھنے کی عادت ہو وہ اس دن روزہ رکھ لے - اور نیز آنحضرت صلی اللہ وسلم نے عید الفطر اور شک
کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنے اور ان دنوں کے روزہ رکھنے
میں کچھ فرق نہیں ہے لہذا اگر وہمی لوگ ان دنوں میں روزہ رکھنے کا طریقہ اختیار کر لیتے تو انکے بعد جو طبقہ
پیدا ہوتا اسی طریقہ کو وہ بھی اپنے اندر جاری رکھتا اور اسی طرح اسکے بعد کا طبقہ حتیٰ کہ دین میں تحریف لازم آتی
اور تعمق فی الحقیقت اسی بات کا نام ہے کہ احتیاط کی جگہ کو کوئی شخص اپنے اوپر لازم کر لیوے اور شک کا دن اسی
میں داخل ہے - اور کیفیت کے اندر زیادتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح منع کیا ہے کہ آپنے لوگوں کو
صوم وصال سے منع فرمایا ہے اور سحری کھانے کی رغبت دلائی ہے اور سحری کے دیر سے کھانے اور روزے کے جلد
کھولنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں تشدد اور تعمق پر مبنی ہیں اور جاہلیت کے افعال میں سے ہیں اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں **اذا انتصف شعبان فلا تصوموہ** - جب نصف مہینہ شعبان کا گذرجاوے
اسمیں روزے مت رکھو اور حضرت ام سلمہؓ کی اس حدیث میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو بجز شعبان اور رمضان کے کبھی پے در پے دو مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا - اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بسا اوقات بنفس نفیس وہ خود یہ افعال کیا کرتے تھے کہ جنکا اپنی امت کو حکم نہیں دیا کرتے تھے - اکثر یہ افعال

اس سبب کے بند کرنے اور احتمالات کلیہ کے مقرر کرنے کے قبیل سے ہوتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے
مامون تھے کہ کسی شے کو بیجا استعمال کریں یا جس حد تک اُن افعال کو عمل میں لانے کا حکم دیا گیا ہے اُس سے بڑھکر
ملال خاطر اور ضعف جسمانی کی طرف نوبت پہونچے اور بجز آپ کے کوئی شخص اس بات سے مامون نہیں ہے لہذا
اُنکے لیے قانون شرعی کے مقرر کرنے اور باب تعمق کے بند کرنے کی حاجت ہے یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
چار بیویوں سے زیادہ رکھنے کو منع فرماتے تھے اور آپکے لیے تو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور حلال کی گئی تھین کیونکہ
منع کرنے کی علت یہ ہے کہ ظلم لازم نہ آوے۔ چاند کا دیکھنا ایک مسلمان عادل یا مستور الحال کے اس بات کی
گواہی دینے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ مین نے چاند دیکھا ہے اور دونون صورتون مین چاند کا ثابت ہو جانا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ ایک مرتبہ آپکے پاس ایک شخص عرابی حاضر ہوا اور اُسنے
عرض کیا کہ مین نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود
نہین ہے اُسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالی کے پیغمبر ہین
اُسنے عرض کیا ہان آپنے فرمایا اے بلال لوگون مین اس بات کا اعلان کر دے کہ کل کو لوگ روزہ رکھین اور ایکمرتبہ
حضرت ابن عمر نے رویت ہلال بیان کی تو آپنے روزہ رکھ لیا۔ اور جسقدر امور دینیہ مین اُن سب کا یہی حکم ہے
اور اُنکا حال مثل روایت حدیث کے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تسحروا فان فی السحور برکۃ
سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے مین برکت ہے۔ مین کہتا ہون اسمین دو برکتین ہین بدن کی اصلاح کے لحاظ سے
یہ برکت ہے کہ بدن ضعیف نہین ہوتا اسلیے کہ روزے کی مقدار پورے دن بھر کے ان چیزون سے باز رہنے کی ہے
اُس مقدار مین زیادتی نکرنی چاہیے۔ اور دوسری برکت تدبیر دینی کے اعتبار سے ہے اور وہ یہ ہے کہ دین کے
اندر لوگ وہم نکیا کرین اور تحریف اور تغیر اسمین نہونے چاہئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر۔ جبتک لوگ افطار جلدی کرتے رہینگے خیریت سے رہینگے اور نیز آپنے فرمایا ہے
فصل ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب اکلۃ السحر۔ ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ مین فرق سحری
کھانے کا ہے۔ اور اللہ پاک نے فرمایا ہے احب عبادی الی اعجلہم فطرا۔ اپنے بندون مین سے وہ بندہ
مجھے زیادہ پسند ہے جو افطار مین تعجیل کرے۔ مین کہتا ہون اس بات مین اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ
اس مسئلہ مین اہل کتاب نے تحریف کر دی ہے لہذا اُنکی مخالفت کرنے اور اُنکی تحریف رد کرنے مین ملت
اسلام کا قیام ہے اور نیز آپ نے جب لوگون کو صوم وصال یعنی روزہ پر روزہ رکھنے سے منع کیا تو لوگون نے
آپ سے عرض کیا کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہین۔ آپ نے فرمایا تم مین مجھ سا کون ہے مجھکو تو اللہ پاک شب مین
کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ میرے نزدیک صوم وصال سے منع کرنے کے دو سبب ہین ایک تو یہ ہے کہ یہ روزہ جان
کی ہلاکت کا سبب نہو جیسے ہم بیان کر چکے ہین دوسرے یہ کہ دین کی تحریف لازم نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ میرے لیے صوم وصال ہلاکت کا باعث نہین ہو سکتا کیونکہ

کیونکہ مجکو قوت ملکیہ نوریہ سے تائید ہوتی رہتی ہے اور آپ سب قباحتون سے مامون ہین اور آپکے اس قول مین کہ جو شخص
فجر سے روزہ کی نیت نکرے اسکا روزہ نہین ہوتاہے اور آپکے اس قول مین جس مین لم یجد طعاما انی صائم یعنی جسوقت
کھانا نملے تو یہکے کہ مین روزہ رکھنے والا ہون اسلیے کہ آپکا قول [illegible] روزہ فرض مین ہے اور دوسرا روزہ نفل مین ہو
نفی سے مراد نفی کمال ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سمع النداء احدکم [illegible] جب کوئی تم مین اذان
سنے اور ہاتھ مین برتن ہو جبتک اپنی حاجت پوری نکرلے اسکو نہ رکھے مین کہتا ہون کہ اذان سے مراد اذان خاص ہے
اور وہ اذان بلال رضی اللہ عنہ ہے اور یہ حسب حدیث ان بلالا ینادی بلیل کا منصب ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ - جب کوئی تم مین سے روزہ کھولے تو چھوارے سے کھولے اسلیے
کہ اس سے روزہ کھولنے مین برکت ہے اور اگر اسکو نہ پائے تو پانی سے کھولے اسلیے کہ وہ [illegible] - مین کہتا ہوت
شیرین چیز کیطرف طبیعت کو خصوصاً بھوک کی حالت مین میلان ہوتا ہے اور [illegible] شیرین چیز سے الفت ہوتی ہے
اور عرب کے طبائع چھوارے کی طرف مائل ہوتے ہین اور طبیعت کے میلان کو [illegible] سب چیزون مین اثر ہوتا ہے
پس لامحالہ وہ اسکو ایک مناسب موقع پر استعمال کرلیتے ہین اور [illegible] اور نیز آپنے فرمایا ہے
من فطر صائما او جھز غازیا فلہ مثل اجرہ جو شخص روزہ دار کو [illegible] یا کسی غازی کا سامان جنگ
کرادے تو اس شخص کو بھی صائم و مجاہد کا ثواب ملیگا [illegible] روزہ افطار عرض ہے
افطار کرادے کہ وہ شخص روزہ دار واجب التعظیم ہے تو اسکا [illegible] روزہ کی تعظیم
اور اہل طاعت کے ساتھ سلوک کرنا ہے پس جب اسکے [illegible]
روزہ کے معنی پر مشتمل تھی لہذا روزہ کے ساتھ اسکو جزا دی [illegible]
ذہب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ [illegible]
طبیعت یا اسکے ساتھ اسکی عقل بھی پسند کرتی ہے اور ان کلمات [illegible] علی رزقک
افطرت - ان کلمات مین علاوہ اخلاص [illegible] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ الا ان یصوم قبلہ او بعدہ - ترجمہ یہ ہے کوئی تم مین [illegible] روزہ نہ رکھے
مگر ہان یہ کرے کہ اس سے پہلے یا بعد رکھ لیا کرے اور فرمایا ہے لاتخصوا لیلۃ الجمعۃ [illegible] راتون مین سے
شب جمعہ کو قیام کے ساتھ مت خاص کرو - میرے نزدیک اسمین دو حکمتین ہین ایک تو تعمق کا بند کرنا کیونکہ
شارع نے روز جمعہ کو خاص خاص عبادات سے مخصوص کیا ہے اور اور دنون پر اسکی فضیلت بیان کی ہے اسلیے
اس بات کا احتمال قوی تھا کہ تعمق کر کر لوگ اور عبادات کے ساتھ جمعہ کے اندر دوسرے کی عبادات کو بھی داخل
کرلیتے - دوسری حکمت عید کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ عید سے خوشی اور لذائذ کا حاصل کرنا مفہوم ہوتا ہے
اور جمعہ کے عید قرار دینے مین یہ حکمت ہے کہ لوگون کو اس بات کا خیال رہے کہ جمعہ کے اندر اس قسم کا اجتماع
ہوتا ہے جسکی طرف انکے دل راغب ہوتے ہین اور اسمین جبر نہین ہوتا اور نیز آپنے فرمایا ہے لاصوم فی یومین الفطر

دو ناشخصی ہے دو وقتون مین روزہ جائز نہین ایک عید الفطر دوسری عید الضحی اور فرمایا ہے ایام التشریق ایام اکل و شرب
وذکر اللہ - ایام تشریق کھانے اور پینے اور خدا تعالے کے یاد کرنے کے دن مین - مین کہتا ہون اسکے اندر یہ بھی
سنی کا ثابت کرنا اور خشک عبادت اور دین کے اندر تعمق کرنے سے انکی طبائع کا پھیرنا ہے اور فرمایا ہے لا یحل
لمرأۃ ان تصوم وزوجہا شاہد الا باذنہ - کسی عورت کو اپنے خاوند کے موجودگی مین بلا اسکی اجازت کے روزہ رکھنا درست نہین
مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ ایسے وقت مین روزہ رکھنے سے خاوند کے بعض حقوق تلف ہوتے ہین اور
اسکی انبساط اور دل لگی مین فرق آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین الصائم المتطوع
امیر نفسہ ان شاء صام وان شاء افطر - نفل کا روزہ رکھنے والا اپنی ذات کا مختار ہے چاہے روزہ رکھے
چاہے توڑ دے - اور اس قول مین جو حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اقضیا یوما آخر مکانہ
اسکی جگہ دوسرے دن تم روزہ قضا کیجیو کچھ مخالفت نہین ہے اسلیے کہ قول اول کے یہ معنی ہو سکتے ہین کہ اگر وہ
روزہ دار چاہے اپنے اوپر قضا لازم کرکے روزہ توڑ دے اور آپ نے ممکن ہے ان دونون کو بطور استحباب کے
قضا کا حکم دیا ہو کیونکہ جس چیز کو لازم کر لیا ہے اسکے پورا ہی کرنے سے دل کو اطمینان ہوتا ہے یا آپنے انکے
دلون مین اس بات کی طرف سے وقت کا ملاحظہ فرماکے خاصکر یہ حکم دیا ہو جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا
رجعوا بحجۃ وعمرۃ ورجعت بحجۃ فاعمرہا من التنعیم - وہ تو ایک حج وعمرہ کرکے واپس ہوے ہین اور مین ایک
حج کرکے اب مقام تنعیم سے عمرہ کرونگی - اور آپ نے فرمایا من نسی وہو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ
فانما اطعمہ اللہ وسقاہ - اگر روزہ دار روزہ کی حالت مین کھالے یا کچھ پی لے تو اسکو اپنا روزہ پورا کر لینا چاہیے
کیونکہ خدا ہی اسکو کھلاتا اور پلاتا ہے - مین کہتا ہون صرف روزہ کے اندر نسیان کی حالت مین اللہ تعالے
نے آدمی کو معذور کیا ہے اور کسی عبادت مین بھولنے سے وہ معذور نہین ہوتا اسلیے کہ روزہ کے اندر کوئی
ایسی ہیئت نہین پائی جاتی جس سے اسکو روزہ یاد رہے بخلاف اور احرام کے کہ ان دونون کے اندر اس قسم کی
ہیئت پائی جاتی ہے - مثلاً قبلہ رخ کھڑا ہونا اور بے سلا ہوا کپڑا پہننا لہذا روزہ کے اندر معذور رکھنا مناسب ہوا
اور ایک مرتبہ رمضان کے دن مین ایک شخص نے اپنی بیوی سے مجامعت کر لی تو آپنے اس سے فرمایا اعتق
رقبۃ - یعنی ایک غلام آزاد کر - مین کہتا ہون جب اس شخص سے شعار الہی کی حرمت کا ہتک کیا جسکا منشاء
افراط طبعی تھا لہذا ضروری ہوا کہ اسکے مقابلے مین اسکے اوپر ایک ایسی عبادت واجب کیجاے جو اسکے
نفس پر نہایت شاق ہو تاکہ اسکے سامنے اسکی صورت پیش رہے اور نفس کے غالب ہونے سے اس کو نفس
باز رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے اور یہ فرمانے کہ روزہ دار کے منھ کی بو خدا تعالی کو
مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ ہے کچھ مخالفت نہین ہے کیونکہ ایسے کلام سے مبالغہ مقصود ہوا کرتا ہے
گویا آپنے یہ فرمایا ہے کہ گویا وہ شخص خدا تعالے کو اسقدر محبوب ہے کہ اسکے منھ کی بدبو بھی اسکو اچھی
معلوم ہوتی ہے اور نیز ان دونون حدیثون مین اختلاف نہین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لیس من البر الصیام فی السفر ذہب المفطرون بالاجر - سفر مین روزہ رکھنا اچھا نہین ہے جو لوگ روزہ نہین رکھتے وہ ماجور ہین اور فرمایا ہے من کانت لہ حمولۃ تاوی الی شبع فلیصم رمضان حیث ادرکہ - یعنی جس شخص کے پاس سواری ہو جو منزل تک اُسکو آرام سے پہونچا سکے تو رمضان کو جس جگہ پائے روزہ رکھے اسلیے کہ پہلی حدیث اُس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب روزہ رکھنا شاق ہو جس سے ضعف اور غشی تک نوبت پہونچے چنانچہ راوی کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے قد ظلل علیہ - یا مسلمانون کو ایسی حاجت ہے کہ بغیر افطار کے وہ حاجت پوری نہین ہو سکتی چنانچہ راوی کہتا ہے فسقط الصوامون وقام المفطرون - یعنے روزہ دار گر پڑے ویے روزہ دار کھڑے ہو گئے یا الولی شخصوات دلہم باس حصۃ کی کراہت کا گمان کرتا ہے اور اسی قسم کی اسباب کی صورتین جکلم ہے اور دوسرا اُس صورت مین ہے کہ سفر مین چندان مشقت نہ ہو اور اسباب مذکورہ سے خالی ہو اور نیز ان دو حدیثون مین اختلاف نہین ہے کہ آپ نے فرمایا ہے من مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہ - جس شخص کے ذمہ کوئی روزہ ہو اور وہ مر جائے اُسکی طرف سے اُسکا وارث روزہ رکھے اور اسی کے حق مین فرمایا ہے فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا - تو اُسکو چاہیے کہ ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلاوے - اسلیے کہ دونون امر مین سے ہر ایک کے کافی ہونے کا احتمال ہے اور اسمین دو بھید ہین ایک تو میت کے اعتبار سے - کیونکہ بہت سے نفوس جو اپنے ابدان سے مفارقت کرتے ہین اُنکو اس بات کا ادراک رہتا ہے کہ عبادت مین سے کوئی عبادت جو اُنپر واجب تھی اور اُسکے ترک کرنے سے اُنسے مواخذہ کیا جائیگا اُنسے فوت ہو گئی ہے اسلیے وہ نفوس رنج والم کی حالت مین رہتے ہین اور اس سبب سے اُنپر وحشت کا دروازہ کھل جاتا ہے ایسے وقت مین اُنپر بڑی شفقت یہ ہے کہ لوگون مین سے جو سب سے زیادہ اُس میت کا قریب ہے اُسکا سا عمل کرے اور اس بات کا قصد کرے کہ یہ عمل اُسکی طرف سے کرتا ہے . . . . . کو مفید ثابت ہوتا ہے یا وہ شخص کوئی اور دوسرا کام مثل اُسی کام کے کرتا ہے اور ایسا ہی اگر ایک شخص نے . . . کسی چیز کے صدقہ کرنیکا ارادہ کیا تھا مگر وہ بغیر صدقہ کیے مر گیا تو اُسکے وارث کو اُسکی طرف سے صدقہ کرنا چاہیے اور جنازہ کی نماز مین ہمنے جو بیان کیا ہے اگر وہی بیان مردون کے لیے زندون کے صدقہ کرنے کے متعلق کیا جاے تو ہو سکتا ہے - اور دوسری رمز دین کے اعتبار سے ہے اور وہ تاکید بلیغ کا ثابت ہونا ہے یعنی تاکہ لوگ معلوم کرلین کہ روزہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ بعد مرنے کے بھی ساقط نہین ہوتا -

اُن امور کا بیان جو روزے کے متعلق ہین

معلوم کرنا چاہیے کہ روزہ کا کمال افعال اور اقوال شہویہ اور سبعیہ اور شیطانیہ سے اُسکا محفوظ رکھنا ہے کیونکہ یہ امور نفس کو اخلاق رذیلہ کی یاد دہانی کرتے ہین اور اوصاف قبیحہ کیطرف اُسکو برانگیختہ کرتے ہین . اور نیز اُن چیزون سے روزہ کا محفوظ رکھنا جو روزہ ٹوٹنے کے دواعی اور اسباب ہین - پہلے امور کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی صائم

پس بیہودہ گفتگو نکرے اور شور نہ مچائے پھر اگر کوئی شخص اسکو برا کہے یا اس سے لڑے تو اسکو یہ کہدینا چاہیے کہ
مین روزے سے ہون - اور آپنے فرمایا ہے من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع
طعامہ وشرابہ - جو شخص جھوٹی بات اور اسپر عمل نہ چھوڑے تو خدا تعالی کو اسکا کھانا پینا ترک کرنے کی حاجت
نہین ہے - یہان مراد نفی سے نفی کمال کی ہے - اور دوسرے امر کے متعلق آپنے فرمایا ہے افطر الحاجم والمحجوم
فان المحجوم تعرض للافطار من الضعف والحاجم لانہ لایامن الحدیث - پچھنے لگانے والا اور لگوانے والا
دونون افطار کرین لگوانے والا تو اسلیے ضعف کے سبب سے وہ افطار کے قابل ہوگیا اور لگانے والا اسلیے
کہ سینگی کے چوسنے سے اسکی حلق کی اندر کسی چیز کے پہونچنے کا احتمال ہے اور بوسہ لینے اور مباشرت بھی اسی قبیلہ
سے ہے اور لوگون نے اسکے اندر زیادہ افراط اور تعمق لیا تھا اور قریب تھا کہ اسکو رکن بنا کے تب مین قرار دین اسلیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً اور فعلاً اس بات کا بیان کردیا کہ اس سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اسمین کچھ
نقصان لازم آتا ہے اور رخصت کے لفظ سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ آپکے سوا دوسرے کے لیے
یہ چیزین مکروہ ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو شریعت کے بیان کرنے پر مامور ہی تھے لہذا آپکے حق مین
انکا کرنا اولی تھا اور ایسے ہی تمام ان چیزون کا حال ہے جنمین محسنین کے درجہ سے عامہ مومنین کے درجہ کی طرف
تنزل فرمایا ہے - واللہ اعلم -

روزہ کے اندر انبیاء علیہ السلام کے طریقے مختلف رہے ہین - نوح علیہ السلام تو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز رکھتے تھے اور دو روز یا کئی روز نہ رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بذات خود کبھی اسقدر رکھتے تھے کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ کبھی نہ چھوڑینگے اور کبھی اسقدر چھوڑ دیتے
کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ روزہ نہ رکھینگے مگر بجز مہینہ رمضان کے پورے کسی مہینہ کے نہ رکھتے تھے اور اسکا
سبب یہ ہے کہ روزہ فی الواقع ایک تریاق ہے اور تریاق کا استعمال مرض کی مقدار کے اعتبار سے ہوتا ہے
اور حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ نہایت مضبوط ہوتے تھے چنانچہ انکے بڑے بڑے حالات مروی ہین
اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی نہایت قوی اور مضبوط آدمی تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے وکان لایفر اذا لاقی - یعنی جب کسی سے بھڑ جاتے تھے تو بھاگتے نہ تھے - اور حضرت عیسی علیہ السلام
ضعیف البدن اور فارغ البال تھے اور نہ انکے گھر تھا اور نہ انکے پاس کچھ مال تھا انمین سے ہر ایک نے جو صورت
حال کے مناسب دیکھی اسکو پسند کرلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے فوائد سے خوب
واقف تھے اور اپنے حال اور اسکے مناسب افعال سے خوب واقف تھے لہذا مصلحت وقت کے اعتبار سے جو
آپ نے مناسب سمجھا اسکو اختیار کیا اور اپنی امت کے لیے بھی درمیان کے چند روزے پسند کیے انمنجملہ عاشورہ
کا روزہ اور اسکے مشروعیت مین یہ رمز ہے کہ خدا تعالے نے فرعون اور اسکی قوم کے مقابلہ مین حضرت موسی علیہ السلام
کی مدد کی ہے اور اس روز موسی علیہ السلام نے اسکے شکر مین روزہ رکھا ہے اور اس روزہ کا اہل کتاب اور عرب مین

دستور تھا لہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکو برقرار رکھا اور ایک عرفہ کا روزہ ہے اسمین یہ رمز ہے کہ
اس روزے سے حاجیون کے ساتھ مشابہت اور انکی طرف شوق پیدا ہوتا ہے جس رحمت کا نزول انپر ہوتا ہے ادہر
بھی اسکی توجہ ہو جاتی ہے اور عاشورہ کے روزہ پر اس روزہ کو فضیلت حاصل ہونے کا سبب یہ ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنا
فی الحقیقت اس رحمت الٰہی کے دریا مین غرق ہو جانا ہے جو اس روزہ بندون پر نازل ہوتی ہے اور عاشورہ کے
روزہ کا اس رحمت کا اپنی طرف متوجہ کرنا منظور ہے جو کہ حکمی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رحمت الٰہی کے
دریا مین غرق ہونے کے ثمرہ کی طرف ملاحظہ کیا جسکی وجہ سے گناہ سابق محو ہو جاتے ہین اور گناہ لاحق سے بُعد
ہو جاتا ہے بایںمعنی کہ آدمی کا دل انکو قبول نہین کرتا تو یہ ثمرہ آپنے عرفہ کے روزے مین مقرر کیا - اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے حج مین عرفہ کا روزہ نہین رکھا اسکی وجہ یہی ہے جو قربانی اور عید کی نماز مین ہم بیان کر چکے ہین
کہ ان سب امور کا ملنا حجاج کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے پر ہے اور مشابہت انھین لوگون کو پیدا کرنی چاہیے جو
حجاج نہین ہین - اور ایک شوال کے چھ روزے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام صیام
رمضان فاتبعه ستا من شوال کان کصیام الدهر کله - جو شخص رمضان کے روزے رکھکر اسکے بعد شوال کے
چھ روزے اور رکھ لیا کرے تو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور ان روزون کی مشروعیت مین بھید یہ کہ یہ روزے
ایسے ہین جیسے نماز پنجگانہ کے ساتھ سنتین مقرر کی گئی ہین جنکی وجہ سے ان لوگون کے فائدہ کی تکمیل ہو جاتی ہے جو
اصل نماز سے پورا فائدہ نہین حاصل کرتے اور ان روزون کی فضیلت مین یہ بات کہ انکی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے
رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے اسواسطے مخصوص کیے گئے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر
ملتا ہے اور ان چھ روزون سے یہ حساب پورا ہو سکتا ہے (یعنی تیس اور چھ چھتیس ہوے اور چھتیس دہائی تین سو ساٹھ
ہوتے ہین جو ایک سال کے دن ہین اور ایک ہر ماہ مین تین روزون کا رکھنا ہے کیونکہ وہ بھی اسی حساب سے
سال بھر کے روزون کے برابر ہین اور تین کی مقدار کثرت کا ادنیٰ درجہ ہے اب اس بات مین روایت مختلف ہے
کہ کون سے تین روزے رکھنا چاہئین ایک روایت مین تو آیا ہے اے ابو ذر اگر مہینے مین تو تین روزے رکھے
تو مہینے کی تیرھوین اور چودھوین اور پندرھوین کو رکھا کر اور ایک روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک مہینے مین ہفتہ اور اتوار اور پیر کے دن اور دوسرے مہینے مین منگل بدھ جمعرات کے دن روزے رکھا کرتے تھے
اور ہر مہینے کی پہلی تاریخ سے بھی تین دن روزے رکھنا ایک روایت مین آیا ہے اور ایک حدیث مین یہ بھی
آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو تین دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا جنکا پہلا دن پیر یا جمعرات ہے
اور ہر ایک کے لیے کچھ نہ کچھ سبب ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ شب قدر کی دو راتین ہین ایک تو وہ رات جسمین
تمام امور حکمیہ کی تقسیم ہوتی ہے اور اسی رات مین پورا قرآن پہلے آسمان پر اترا ہے بعد ازان تھوڑا تھوڑا نازل
ہوتا رہا تھا یہ شب سال بھر مین ایک رات ہوتی ہے یہ ضرور نہین ہے کہ ماہ رمضان ہی مین ہو البتہ رمضان کے مہینے مین
اسکے پائے جانے کا احتمال قوی ہے اور جس سال قرآن اترا ہے تو اس سال یہ رات رمضان کے مہینہ مین ہوئی ہے

اور دوسری شب قدر وہ ہے جسمین روحانیت کا عالم کے اندر پھیلاو ہوتا ہے اور اُس شب مین ملائکہ مقربین کا زمین کی طرف نزول ہوتا ہے اور مسلمان لوگ اتفاق سے اُس شب مین عبادتون مین مشغول ہوتے ہین اور باہم انکے انوار کا ظل ایک دوسرے پر پڑتا ہے تو ملائکہ سے اُنکو قرب ہوجاتا ہے اور شیاطین اُنسے دور ہوجاتے ہین اور اُنکی دعائین اور عبادتین مقبول ہوتی ہین اور یہ شب رمضان کے اخیر عشرہ مین طاق تاریخون مین مقدم و مؤخر ہوتی رہتی ہے لیکن عشرہ اخیرہ سے باہر نہین ہوتی تو جو شخص شب قدر سے پہلی شب مراد لیتا ہے اُسکا تو یہ قول ہے کہ شب قدر سال بھر کبھی نہ کبھی ہوتی ہے اور جو شخص شب قدر سے دوسری شب قدر مراد لیتا ہے اُسکا یہ قول ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ مین ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مین تمھاری خواب کو ستائیسوین شب مین متفق پاتا ہون اور جس شخص کو اُس شب کی تلاش ہو وہ ستائیسوین رات مین تلاش کرے اور آپنے فرمایا مجکو یہ رات دکھائی گئی پھر مجھے بھلا دیگئی اور مین نے اُسکی صبح کو اپنے آپکو پانی اور مٹی مین سجدہ کرتے دیکھا اور یہ بات اکیسوین شب مین دیکھی گئی یعنی اکیسوین شب کی صبح کو لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی اور مٹی کا اثر دیکھا اور صحابہؓ کے درمیان شب قدر مین خلاف ہے اُسکا منشا تعدد کے دیکھنے پر ہے جو شخص شب قدر کو دیکھے اُسکو یہ دعا پڑھنی چاہیے اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی اور مسجد کے اندر اعتکاف کرنا دلجمعی اور قلب کی صفائی اور عبادت کے لیے فرصت اور ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے اور شب قدر کے لیے منتظر رہنے کا سبب ہے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اخیر عشرہ مین پسند کیا اور اپنی امت کے محسنین کے لیے اُسکو مقرر فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی ہین معتکف کی سنت ہے کہ کسی مریض کی عیادت کو نجاوے اور کسی کے جنازے مین نہ شریک ہو اور عورت کو نہ ہاتھ لگائے نہ صحبت کرے اور بغیر حاجت کے مسجد سے باہر نہ آئے مگر مجبوری کی بات جدی ہے اور بغیر روزہ کے اعتکاف نہین ہوتا اور نہ سواے جامع مسجد کے کہین ہوتا ہے اسکا سبب میرے نزدیک اعتکاف کے معنی کا ثابت کرنا ہے تاکہ عبادت کی قدر اور نفس پر مشقت معلوم ہو اور عادت کی مخالفت پائی جاے - واللہ اعلم

یہان سے اُن احادیث کا بیان ہے جو حج کے باب مین وارد ہوئی ہین

حج کے اندر جن مصالح کا لحاظ کیا گیا ہے وہ چند امور ہین از انجملہ بیت اللہ کی تعظیم ہے کیونکہ شعائر الٰہی مین سے ہے اور اُسکی تعظیم خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے اور از انجملہ اجتماع کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ ہر دولت اور ہر ملت کے لیے اجتماع کا ایک دن ہوتا ہے جسمین ادنیٰ و اعلیٰ موجود ہوتے ہین تاکہ باہم ایک دوسرے سے معرفت حاصل کرین اور ملت کے احکام سیکھیں اور اُسکے شعائر کی تعظیم کرین اسی طرح مسلمانون کے جمع ہونے اور اُنکی شوکت کے ظاہر ہونے اور اُنکے لشکرون کے جمع ہونے اور دین کی عزت کا دن ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا - اور جبکہ اس گھر کو ہمنے کردانا لوگون کا مرجع اور اُنکے لیے امن کی جگہ

اور از انجملہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے لوگون مین جو دستور چلا آتا ہے اسکے ساتھ موافقت کرنا ہے کیونکہ وہ دونون ملت حنفی کے امام اور عرب کے لیے اسکے احکام مقرر کرنے والے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اسی ملت کا ظاہر کرنا اور سب ملتون پر اسکا غالب کرنا مقصود ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ملت ابیکم ابراہیم - تمھارے باپ ابراہیم کی ملت لہذا اس بات کے امامون سے جو طریقہ جاری رہا ہے اسکی محافظت ضروری ہوئی مثلاً فطرت کے خصائل اور حج کے مناسک چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراہیم - اور اپنے مشاعر پر وقوف کرو کیونکہ تمھارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ورثہ مین سے تمکو وہ پہونچا ہے اور از انجملہ ایک ایسی بات پر اتفاق کا پایا جانا ہے جسمین ہر خاص و عام کے لیے آسانی ہے جیسے منی مین اترنا اور مزدلفہ مین شب کو قیام کرنا کیونکہ اگر ایسی بات پر انکا اتفاق نہوتا تو انکے لیے سخت دشواری ہوتی اور اگر اسکا حکم قطعی نہین دیا جاتا تو باوجود اس کثرت اور انتشار کے سب لوگ ایک بات پر متفق نہوتے اور از انجملہ ایسے اعمال کا پایا جانا جنسے انکے کرنیوالے کا موحد و حق کا تابع ہونا اور ملت حنفی مین داخل ہونا اور اس ملت کے گذشتہ لوگون پر جو جو انعامات ہوے ہین انپر شکر کرنا معلوم ہوتا ہے جیسے صفا مروہ مین سعی کرنی اور از انجملہ یہ ہے کہ اہل جاہلیت بھی حج کیا کرتے تھے اور حج انکے دین کے اصول مین سے تھا لیکن انھون نے اسکے اندر اور بہت سی باتین جنکا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پتہ نہ لگتا تھا اور صرف انھین کی ایجاد شدہ تھین شامل کرلی تھین اور ان باتون مین شرک پایا جاتا تھا جیسے اساف و نائلہ اور منات و طاغیہ کے لیے احرام باندھنا اور انکا تلبیہ مین یہ کہنا لاشریک لک الا شریکا ہو لک اور یہ باتین ایسی تھین جنسے نہایت تاکید سے منع کرنا ضروری تھا - اور بہت سی باتین بطریق فخر او خود پسندی کے اپنی طرف سے کیا کرتے تھے جیسے حمس کا یہ کہنا کہ ہم خدا کے جوار مین رہتے ہین اسلیے حرم سے ہم نہ نکلینگے - اسلیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ثم افیضوا من حیث افاض الناس - پھر تم چلو جس راستہ سے لوگ چلدیے - اور منی کے دنون مین وہ لوگ اپنے باپ داداون کی بڑائیان بیان کیا کرتے تھے لہذا یہ آیت نازل ہوئی فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا - یاد خدا کی ایسی کیا کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ - اور چونکہ انصار نے اسکی حقیقت کو معلوم کرلیا اسلیے صفا مروہ مین بھی سعی کرنے سے انکو پرہیز ہوا حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا اور مروہ خدا کی نشانیون مین سے ہین - اور از انجملہ یہ ہے کہ انھون نے اپنی طرف سے قیاسات فاسدہ ایجاد کرلیے تھے جنکا مدار دین مین بے اصل تنگی کرنے پر تھا اور ان باتون مین لوگون کو دقت تھی اور دور ہونے اور ضرور ہونے کے قابل تھین جیسا کہ انکا یہ کہنا کہ قوم گھرون کے دروازون سے داخل ہون اور چھتون پر سے یعنی پشت کی طرف سے چڑھکر گھرون مین آیا کرتے تھے انکو یہ خیال تھا کہ دروازہ سے مکان کے اندر آنا ایک معمولی بات ہے جو احرام کی ہیئت کے منافی ہے اسلیے یہ آیت نازل ہوئی ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا - پشت کی طرف سے تمھارا گھرون مین آنا کچھ بھلائی کی بات نہین ہے اور ایام حج مین وہ لوگ خرید و فروخت کو مکروہ جانتے تھے

اور یہ خیال کرتے تھے کہ ان ایام مین تجارت کرنے سے عملین خلوص نہین رہتا پس یہ آیت نازل ہوئی ولاجناح علیکم
ان تبتغوا فضلا من ربکم۔ اپنے پروردگار سے فضل کی تلاش مین تمپر کچھ مضایقہ نہین اور اہل یمن کو اچھا جانتا
تھے کہ بغیر سفر خرچ کے حج کرین اور اپنے آپ کو متوکل کہتے تھے اور پھر لوگون کو تنگ کیا کرتے تھے اور انپر ظلم کیا کرتے تھے
اسلیے یہ آیت نازل ہوئی فتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ اور زاد راہ لیلو البتہ بہتر زاد راہ پرہیزگاری ہے
اور انکا قول تھا کہ حج کے ایام مین عمرہ کرنا بڑا سخت گناہ ہے اور کہا کرتے تھے جب صفر کا مہینہ گذر گیا اور
اونٹون کی پشت کے زخم اچھے ہوگئے اور سفر کے آثار جاتے رہے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ درست ہو گیا
اور آفاقیون کے لیے اسمین نہایت دقت تھی کیونکہ عمرہ کے لیے انکو از سر نو سفر کرنے کی حاجت پڑتی تھی اسلیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اس بات کا حکم دیا کہ عمرہ کرکے احرام سے باہر آوین اور اسکے بعد
حج کرین اور اس امر مین آپنے بہت تشدد سے فرمایا کیونکہ یہ بات انکی عادات مین داخل ہو کر مرکوز خاطر ہو گئی تھی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ایہا الناس قد فرض علیکم الحج الخ۔ اے لوگو تمھارے اوپر حج
فرض کیا گیا لہذا حج کرو۔ اس اثنا مین ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال۔ آپ یہ سنکر خاموش
ہو رہے حتی کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپنے فرمایا اگر کہدون مین (ہان) تو البتہ ہر سال واجب
ہو جاوے اور تم نکر سکو۔ میرے نزدیک اسمین یہ راز ہے کہ کسی خاص وقت پر وحی الہی نازل ہونے کا سبب
لوگون کا ایک امر پر متوجہ ہونا اور انکے علوم اور انکی ہمتون کا اس امر کو قبول کرلینا اور اس مقدار کا لوگون مین
مشہور اور متداول ہونا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالے سے اسکا طلب کرنا ہوتا ہے پس جب یہ
دونون امر جمع ہو جاتے ہین تو اسکے موافق وحی کا نازل ہوجانا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور یہ امر تم یہان سے
معلوم کر سکتے ہو کہ خدا تعالے نے کوئی کتاب کسی زبان مین بجز ان لوگون کی زبان کے اور بجز ایسے الفاظ
جنکو وہ سمجھ سکین نہین نازل فرمائی اور نہ کوئی ایسا حکم یا دلیل انکے لیے بیان کی کہ جو وہ آسانی سے نہ سمجھ سکین
اور یہ ہو بھی نہین سکتا۔ اسلیے کہ وحی کا مدار خدا تعالی کی عنایت پر ہے اور عنایت اسمین پائی جاتی ہے
کہ جس امر کو وہ آسانی سے قبول کر سکین وہی بات انکے لیے تجویز کیجاوے اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کیا سب اعمال مین سے کون سے عمل کو فضیلت ہے آپ نے فرمایا خدا تعالے اور اسکے رسول پر ایمان رکھنا
پھر عرض کیا اسکے بعد سب اعمال مین کون سا عمل بہتر ہے فرمایا خدا کی راہ مین جہاد کرنا اسنے کہا اسکے بعد کون سا عمل
افضل ترین اعمال کا ہے آپنے فرمایا حج مبرور۔ اس حدیث مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی فضیلت مین
یہ فرمانے سے الا انبئکم بافضل اعمالکم الحدیث۔ کیا مین تمھارے اعمال مین سے افضل ترین عمل نہ تبلا دون
اسلیے کہ فضیلت اعتبار کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتی ہے اور یہان پر فضیلت کا دین الہی کی تعظیم اور
شعائر الہی کے ظہور کے لحاظ سے بیان کرنا مقصود ہے اور اس اعتبار سے ایمان کے بعد جہاد اور حج کے برابر کوئی
عمل نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ

جو شخص اللہ تعالے کے لیے حج کرے اور اسمین لغو باتین اور فسق کے کام نکرے تو اُس دن کا سا ہو جاتا ہے جیسے کہ اپنی
ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ۔
رمضان مین ایک عمرۃ ایک حج کے برابر ہے میرے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ حج کو عمرہ پر فضیلت حاصل ہونیکا
یہی سبب ہے کہ حج کے اندر شعائر الٰہی کی تعظیم اور رحمت الٰہی کے طلب کرنے پر لوگون کا اجتماع ہوتا ہے اور عمرہ مین
یہ بات نہین ہوتی۔ رمضان کے مہینہ مین جو عمرہ پایا جاتا ہے وہ حج کا کام دیتا ہے اسلیے کہ رمضان کے مہینے مین
مسلمین کا زیادہ تر اجتماع رہتا ہے اور عالم مین روحانیت کا نزول ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے من ملک زادا و راحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یہودیا او نصرانیا جس شخص
کے پاس زاد راہ اور ایسی سواری ہو جو بیت اللہ تک پہونچا سکے اور اس نے حج نہیں کیا پھر ہمین پرواہ نہین اُسکو کہ یہودی
ہو کر مرے یا نصرانی ہوکر۔ مین کہتا ہون اسلام کے ارکان مین سے کسی رکن کا ترک کر دینا ایسا ہے جیسے اسلام سے
باہر ہو جانا اور حج کے ترک کرنے والے کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ اور تارک صلوٰۃ کو مشرک کے ساتھ اسلیے
تشبیہ دیگئی کہ یہود و نصاریٰ نماز پڑھتے ہین لیکن حج نہیں کرتے اور مشرکین عرب حج کرتے تھے لیکن نماز نہین
پڑھتے تھے کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج کرنے والا کیسا ہوتا ہے آپ نے فرمایا سر مین خاک بدن مین بدبو۔ پھر
عرض کیا گیا کون سا حج بہتر ہے آپ نے فرمایا جسمین آواز بلند تلبیہ کہے اور قربانی کرے پھر عرض کیا گیا راستے سے
کیا مراد ہے یعنی من استطاع الیہ سبیلا مین آپ نے فرمایا زاد راہ اور سواری۔ مین کہتا ہون حاجی کی شان
خدا تعالیٰ کے لیے نیازمندی ہے اور حج کے اندر جس مصلحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی موافقت اور خدا تعالیٰ کی جو اُنپر انعامات ہوئے ہین اُنکا یاد کرنا ہے۔ اور زاد راہ
اور سواری سے راستہ کی تعیین اسلیے کی گئی کہ یہ دونون چیزین آسانی کا سبب ہین جسکی رعایت حج جیسی عبادت
شاقہ مین ضروری ہین اور جنازہ کی نماز اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا بیان کیا ہے اگر وہی بیان دوسرے
شخص کی طرف سے حج کرنے کے متعلق کیا جاے تو ہو سکتا ہے۔

مناسک کا بیان

معلوم کرنا چاہیے کہ صحابہؓ اور تابعین رحمہ اللہ علیہم اور تمام مومنین سے جو مناسک منقول ہین وہ چار ہین
حج مفرد۔ عمرہ مفرد۔ حج تمتع۔ حج قران۔ مکہ کے باشندون کو حج مفرد کرنے کی یہ صورت ہے کہ وہین احرام باندھے
اور احرام کی حالت مین جماع اور اُسکے دواعی اور سر منڈوانے اور ناخون ترشوانے اور سلا ہوا کپڑا پہننے
اور سر ڈھکنے اور خوشبو لگانے اور شکار کرنے سے اجتناب کرے اور ایک قول کے موافق نکاح سے بھی اجتناب
کرے۔ پھر عرفات کو جاوے اور عرفہ کی شام وہان موجود ہو جاوے پھر بعد غروب آفتاب کے وہان سے دوانہ
ہوکر مزدلفہ مین شب باشی کرے اور قبل طلوع آفتاب کے منا مین آکر عقبہ کبریٰ رمی جمار کرے اب اگر اُسکے ساتھ

ہدی ہو تو وہین اُسکی قربانی کرے اور سر منڈوا دے یا بال ترشوا لے پھر ایام منا مین طواف الافاضہ کرے اور صفا مروہ مین سعی کرے اور افاقی کے لیے یون کرنا چاہیے کہ ہر ایک اپنی میقات سے احرام باندھے اور عرفات مین ٹھہرنے سے پہلے اگر وہ مکہ مین آگیا تو وہ طواف قدوم کرے اور اسمین اکڑ کر چلے اور صفا مروہ مین سعی کرے پھر اپنے احرام پر بدستور قائم رہے حتی کہ عرفات پر مقیم ہو اور رمی جمار کرے اور سر منڈا دے اور طواف کرے اور رمل یعنی اکڑنے اور دوڑنے کا حکم نہین ہے اور عمرہ کی ترکیب کے والون کے لیے یہ ہے کہ حل سے احرام باندھے اور آفاقی کو اپنے اپنے میقات سے احرام باندھنا چاہیے بعد ازان طواف و سعی کرے اور بالون کو منڈا لے یا ترشوائے۔ اور تمتع کی صورت آفاقی کے لیے یہ ہے کہ حج کے مہینون مین عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر مکہ مین آوے اور اپنا عمرہ پورا کر کے احرام سے باہر آوے اور حج کے ایام تک بغیر احرام کے رہے اور جو ایک گائے بکری میسر ہو اسکی قربانی کرے۔ قران کی یہ صورت ہے کہ باہر کا آدمی معاً حج و عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر مکہ مین آوے اور اپنے احرام پر قائم رہے جبتک افعال حج سے فارغ ہو اور اسکو ایک طواف اور ایک مرتبہ سعی کرنا چاہیے اور ایک قول کے موافق دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنا چاہیے بعد ازان جو گائے بکری اسکو بہم پہونچے پھر جب مکہ سے باہر آنے کا قصد کرے طواف وداع کرے معلوم کرو کہ حج و عمرہ کے لیے احرام ایسا ہے جیسے نماز کے لیے تکبیر احرام کے اندر اخلاص و تعظیم اور ایک ظاہری فعل سے حج کے مصمم ارادہ کی صورت معلوم ہوتی ہے اور اسمین آدمی کے نفس مین کو ذلت اور خشوع کے معنی پیدا ہو جاتے ہین کیونکہ اسمین تمام لذائذ اور عادات مالوفہ اور ہر قسم کی زینت کی باتون کا چھوڑنا ہوتا ہے اور اسمین تعب اور خستگی اور خدا تعالے کے لیے اپنی حالت کا بدلنا پایا جاتا ہے اور محرم کو ان اشیا سے اجتناب کرنے کا اسلیے حکم دیا گیا ہے تاکہ ذلت اور ترک زینت اور خراب خستہ ہونے کے معانی پائے جائین اور خوف الہی اور اُسکی تعظیم کا اثر ظاہر ہو اور نفس کو اپنی خواہشون کے پورا کرنے مین مطلق العنانی نہونے پائے۔ بلکہ اسپر غلبہ رہے اور شکار کرنا ایک قسم کے لہو مین داخل ہے اور توسع کے قبیلہ سے ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع صید الہا۔ جسنے شکار کا پیچھا کیا اسنے لہو کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کبائر صحابہ رضی اللہ عنہم سے شکار کرنا ثابت نہین ہے اگرچہ آپنے فی الجملہ اسکی اجازت دی ہے۔ اور جماع کرنا فی الحقیقت شہوت بہیمیہ مین منہمک ہونا ہے اسلیے اس سے ممانعت کی گئی۔ اور چونکہ مطلقًا اس باب کا بند کرنا روا نہ تھا کیونکہ وہ قانون شرعی کے خلاف تھا لہذا لم انکم بعض حالات مین اس سے ممانعت کرنا ضروری ہوا۔ مثلًا احرام اور اعتکاف اور روزہ کی حالت اور نیز بعض مقامات مین اس سے ممانعت کی گئی مثلًا مساجد کے اندر۔ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی محرم کو کس قسم کے کپڑے پہننے چاہئین آپنے فرمایا کرتے مت پہنو اور نہ عمامے اور نہ پاجامہ اور نہ برنس (یعنی باران) اور نہ موزے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا خوشبو جو تیرے لگی ہوئی ہے

اسکو تین مرتبہ دھو ڈال اور جُبّہ کو اُتار ڈال - سلے ہوے کپڑے اور اسکے مثل اور اس کپڑے مین جو نہ سلا ہوا ہے اور نہ وہ جو اسکے مثل ہے یہ فرق ہے کہ پہلے کا پہننا ارتفاقات مین سے ہے اور تجمل اور زینت کے لیے پہنا جاتا ہے اور دوسرا صرف بدن کا ستر ہے اور پہلے کے ترک کرنے مین خدا تعالیٰ کے ساتھ نیازمندی کی شان پائی جاتی ہے اور دوسرے کا ترک کرنا بے ادبی مین داخل ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینکح المحرم و لا ینکح و لا یخطب - محرم نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کرا دے اور نہ نکاح کی بات چیت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام مین نکاح کیا ہے - مین کہتا ہون اہل حجاز کے تمام صحابہؓ اور تابعین اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک محرم کے لیے نکاح کرنا خلاف سنت ہے اور اہل عراق کے نزدیک محرم کا نکاح کرنا جائز ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ احتیاط پر عمل کرنا بہتر ہے اور قول اول کے موافق اسکا یہ سبب ہے کہ نکاح استمتاعات مطلوبہ میں داخل ہے اور بہ نسبت شکار کے زیادہ مطلوب چیز ہے اور نکاح کرنے کو نکاح کے باقی رکھنے پر قیاس نہین کر سکتے کیونکہ خوشی اور سرور ابتدا ہی مین ہوتا ہے لہذا نکاح کے باب مین شروع مین ضرب المثل کہی جاتی ہے - اور اسکا باقی رکھنا ضرب المثل نہین ہے - اب شکار کے معنی معین کرنا ضروری ہوا کیونکہ انسان کبھی تو کسی چیز کو کھانے کے لیے مارتا ہے اور کبھی اسکو کھانا مقصود نہین ہوتا بلکہ صرف شکار کی مشق منظور ہوتی ہے اور کبھی کسی چیز کے ضرر سے خود بچنے کے لیے یا لوگون کو اسسے بچانے کی غرض سے مار دیتا ہے اور کبھی بھی کھانے کے لیے کسی کو ذبح کرتا ہے اسلیے اس بات کی تعیین ضرور ہوئی کہ ان صورتون مین سے شکار کسکو کہنا چاہیے لہذا آپ نے فرمایا خمس لا جناح علی من قتلھن فی الحرم والاحرام الحدیث - پانچ چیزین ایسی ہین کہ جنکے حرم اور احرام مین مار ڈالنے پر کچھ گناہ نہین ہے چوہا - چیل - کوا - بچھو - اور وہ کتا جو لوگون کو کاٹتا ہو اور ان سب مین جہت جامعہ یہ ہے کہ یہ سب جانور موذی اور انسان اور اسکے متاع پر ایذا پہونچانے والے جانور ہین - اگر عرف بھی تلاش کیجاے تو ان جانورون کے مارنے کو عرف مین شکار نہین کہتے - اور اسیطرح گاے بکری اور مرغی وغیرہ اور جو جانور اسکے مثل ہین جنکے پالنے کا دستور ہے انکے ذبح کرنے کو شکار نہین کہتے - مگر دوسری قسمون مین بظاہر شکار کا اطلاق پایا جاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات کی تعیین اسطرح فرمائی ہے کہ اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لیے جحفہ اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم جو لوگ ان مواقیت مین رہتے ہین یا باہر کے لوگ انمین آجاتے مین انکے لیے بھی یہی مقامات ہین اگر وہ لوگ حج اور عمرہ کا قصد کرین انکے یہ مواقیت ہین اور جو لوگ ان میقاتون سے ورے کے ہین انکو اپنی جاے سکونت سے احرام باندھنا چاہیے جیساکہ اہل مکہ مکے سے احرام باندھین - مین کہتا ہون مواقیت کے اندر اصل یہ ہے کہ مکہ کو ایسی حالت مین آنا چاہیے کہ سر پر خاک بھری ہو اور بدن مین چربو آنے لگی ہو اور نفس ذلت کی حالت مین ہو شارع کو یہی مطلوب ہے اور اگر تمام لوگون کو اس بات کا حکم دیا جاتا

کہ اپنے اپنے شہرون سے احرام باندھکر آیا کرین تو ظاہر ہے کہ اسمین کسقدر دقت تھی کیونکہ بعض بعض شہر مکہ سے
ایک مہینے کی مسافت پر اور بعض بعض دو مہینے کی مسافت پر واقع ہین اور بعض اس سے بھی زیادہ ہین - لہذا
ضروری ہوا کہ احرام باندھنے کے لیے مکہ کے گرد چند مقامات معینہ مخصوص کیے جائین جن مقامات سے احرام
باندھا کرین اور ان مقامات کے بعد تاخیر نہ کرسکین - اور ضرور ہے کہ یہ مقامات ظاہر اور مشہور ہون اور کوئی شخص
ان مقامات سے ناواقف نہو اور جن ملکون کے لیے یہ مقامات مواقیت مقرر کیے گئے ہین اُنکے راستہ مین پڑتے ہون
لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تحقیق فرماکر ان مقامات کو میقات مقرر فرمایا اور اہل مدینہ کے
لیے وہ میقات مقرر فرمایا جو سب سے دور ہے - کیونکہ مدینہ منورہ وحی کا جاے نزول اور ایمان کا منبع اور
دار الہجرت اور تمام دنیا مین مدینہ وہ اول بستی ہے کہ خدا اور رسول پر ایمان لائی ہے اسلیے اُسکے رہنے والے
اس قابل ہین کہ اعلاء کلمۃ اللہ مین نہایت درجہ کوشش کرین اور زیادہ عبادت کے ساتھ مخصوص کیے جائین
اور نیز مدینہ تمام اُن اطراف سے جو آپکے زمانہ مین ایمان لائے تھے اور مخلص تھے سب سے زیادہ قریب ہے بخلاف
جواثی اور طائف اور یمامہ وغیرہ کے لہذا مدینہ والون کو اسمین کچھ دقت نہین ہے - عرفات کے وقوف کرنے مین
یہ راز ہے کہ ایک زمانہ اور ایک مکان مین مسلمانون کا اجتماع اور خدا تعالی کی رحمت کیطرف اُنکا رغبت
اور خشوع وخضوع کے ساتھ اُس سے دعا کرنا برکات الٰہی کے نازل ہونے اور روحانیت کے انتشار مین اثر عظیم
رکھتا ہے - یہی وجہ ہے کہ شیطان اس روز تمام روزون سے زیادہ ذلت اور خواری کی حالت مین ہوتا ہے
اور نیز اس اجتماع مین مسلمانون کی شوکت وشان معلوم ہوتی ہے اور اس دن اور اس مقام کی خصوصیت
تمام انبیاء علیہ السلام سے بدستور ثابت ہوتی چلی آتی ہے چنانچہ حضرت آدم اور اُنکے مابعد انبیاء سے اُسکی
نسبت روایات بیان کیجاتی ہین - اور سلف صالح سے جو طریقہ منقول چلا آتا ہے توقیت اور تعیین کے
باب مین اُسکا قبول کرنا بڑا اصل الاصول ہے -

منا مین اُترنے کے اندر یہ راز ہے کہ ایام جاہلیت کے بازارون مین سے منا - عکاظ - اور مجنہ - اور ذی المجاز
وغیرہ کے مانند ایک عظیم الشان بازار تھا اور یہ بازار اُنھون نے اسواسطے مقرر کیا تھا کہ حج کے اندر کثرت سے
دور دراز ملکون کی خلقت کی اکٹھی ہوتی تھی - اور تجارت کے حق مین اس سے زیادہ مناسب اور بہتر کوئی
صورت نہین ہے کہ اس میلے کے ساتھ اُسکا وقت مقرر کیا جاے - اور دوسری بات یہ ہے کہ مکہ کے
اس انبوہ کثیر کے رہنے کی گنجایش نہین ہے لہذا اگر ہر قسم کے تمام لوگ منا کے مانند کسی فضا مین اترنے
پر متفق نہون تو بڑی دقت پڑے اور اگر بعض بعض ادنی لوگ منتخب کرکے منا مین اُتارے جائین تو انکو
ملال گذرے اور جب وہان اُترنے کا دستور عام ہوگیا تو عرب کی اور اُنکی حمیت کا مقتضی یہ ہوا کہ ہر قبیلہ
کے لوگ اپنا فخر اور اپنے گروہ کی کثرت ثابت کرنے اور اپنے باپ دادا کے سوانح بیان کرنے اور اُنکی دلاوری
اور اُنکے اعوان اور انصار کی کثرت لوگون پر ظاہر کرنے مین کوشش کرین تاکہ ہر ادنی واعلی اس بات کو

معلوم کرنے اور دور دراز ملکون مین اُنکی شہرت ہو اور اسلام کو بھی ایسے اجتماع کی ضرورت تھی تاکہ مسلمانون کی شوکت
اور انکا سامان اور اُنکی کثرت لوگون پر ظاہر ہو اور اُسکی وجہ سے دین اسلام کا ظہور ہوکر دور دور تک اُسکا آوازہ پہونچے
اور تمام اطراف زمین مین اُسکا دبدبہ ظاہر ہو جائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجتماع کو بدستور رکھا
اور اسپر لوگون کو شوق اور حرص دلائی مگر تفاخر اور آباؤ اجداد کے حالات بیان کرنے سے منع فرمایا اور اسکی جگہ ذکر الہی
کو مقرر فرمایا جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تمام ضیافات اور ولیمہ مین سے سب کو دور کرکے نکاح کے
ولیمہ اور اولاد کے عقیقہ کو باقی رکھا - کیونکہ تدبیر منزل کے متعلق انکے اندر آپنے بہت سے فوائد کا ملاحظہ فرمایا اور
مزدلفہ مین رات بسر کرنے کے لیے یہ راز ہے کہ اُنکا یہ قدیمی دستور تھا اور یہ دستور اُنھون نے شاید اسلیے مقرر کر رکھا تھا
کہ لوگون کا یہان پر اسقدر اجتماع ہوتا ہے اور پھر اسکے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ بعد المغرب لوگ عرفات سے لوٹتے ہین
اور تمام دن کا تکان ہوتا ہے کیونکہ دور دراز سے وہ یہان آکر جمع ہوتے ہین پھر اگر انکو ایسے وقت مین فوراً اپنے اپنے
جانے کی تکلیف دیجائے تو اُنکو بہت پریشانی ہو اور اہل جاہلیت غروب سے پہلے عرفات سے اتر آتے تھے اور چونکہ
اس بات مین ایک قسم کا ابہام تھا اور قطعی طور پر کسی خاص وقت کا تعین نہ تھا اور ایسے امور کثیر مین وقت کی
ایسی تعیین ضروری تھی جسمین ابہام کا احتمال نہ رہے اسلیے غروب آفتاب سے اُسکی تعیین کی گئی - اور مشعر الحرام
مین ٹھہرنے کا اسلیے حکم دیا گیا کہ اہل جاہلیت باہم تفاخر اور نمود کے لیے قیام کرتے تھے اُسکے بدلہ مین کثرت سے
ذکر الہی کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ اُنکی یہ عادت دور ہو اور ایسی جگہ کے توحید بیان کرنے مین اُنکو حرص پیدا ہو اور یہ
ایسا ہوا جیسے اُنسے کہا جاتا دیکھنا ہے کہ تم خدا تعالے کی یاد زیادہ کرتے ہو یا اہل جاہلیت اپنے مفاخر کا زیادہ ذکر
کرتے تھے اور رمی الجمار کرنے مین وہی راز ہے جو خاص حدیث مین وارد ہوا ہے کہ رمی الجمار خدا تعالی کا ذکر قائم کرنے
کے لیے مقرر کیا گیا ہے اُسکی تفصیل یہ ہے کہ توقیت ذکر کی تمام اقسام مین سے بہتر اور کامل اور وجوہ توقیت کے لیے
زیادہ تر جامع یہ قسم ہے کہ ایک زمانہ اور ایک مقام کے ساتھ ذکر کی تعیین کیجائے اور اُسکے ساتھ ایک ایسی قسم
بھی مقرر کیجائے جس سے ذکر کے شمار محفوظ رہ سکے اور سب کے سامنے ذکر کا پایا جانا ثابت ہو اور کچھ مخفی نہ رہے اور ذکر
الہی کی دو قسمیں ہین ایک قسم تو یہ ہے کہ جس سے خدا تعالی کی دین کی تابعداری منظور ہو اور اس قسم کے
ذکر مین لوگون کی کثرت زیادہ ضروری ہے نفس ذکر کی کثرت ضروری نہین رمی الجمار بھی اُسی قبیلہ سے ہے اسلیے
اُسمین کثرت سے ذکر کرنے کا حکم نہین دیا گیا -

اور ایک قسم وہ ہے جس سے نفس کو خدا تعالی کی کبریائی پر مطلع کرنا منظور ہوتا ہے اُس ذکر مین کثرت کی
حاجت ہے اور نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمی الجمار کرنا حضرت ابراہیم کی سنت ہے انھون نے شیطان
کو اُس سے دفع کیا تھا لہذا اس فعل کی حکایت کرنے مین نفس کو نہایت تنبیہ ہوتی ہے - ہدی مین یہ راز ہے
کہ اُسمین سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل کے ساتھ کہ اُنھون نے اپنے پیارے بیٹے کو اس جگہ خدا تعالی کے
حکم کی بجاآوری اور اُسکی طرف توجہ کے قصد سے ذبح کرنا چاہا تھا مشابہت ہے اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

جو انعامات کیے ہین اُنکی یاددہانی ہوتی ہے اور اُسوقت اور اُسی زمانہ مین اُس فعل کے کرنے مین نفس کو تنبیہ عظیم ہوتی ہے
اور حج تمتع اور قران کرنیوالے پر بھی خدا تعالی کی نعمت کے شکر مین کہ اُسنے جاہلیت کے وبال کو اُنسے دور کر دیا
ہدی واجب ہے اور سر منڈانے مین یہ راز ہے کہ سر منڈانا فی الحقیقت احرام سے نکلنے کا ایک فعل ہے طریقہ
معین کرتا ہے اور وہ فعل وقار کی حالت سے منافی نہین ہے اور اگر اُن لوگون کو اختیار دیدیا جاتا تو ہر شخص اپنی اپنی
چال چلتا اور نیز اُسمین تغیر کے زمانہ کا گذرنا بوجہ اتم پایا جاتا ہے اور سر منڈانے کا حال نماز مین سلام کا سا ہے
اور طواف الافاضہ سے قبل سر منڈانے کا حکم اسلیے دیا گیا ہے تاکہ اُس شخص کو اُس شخص کے ساتھ مشابہت
حاصل ہو کہ گرد وغبار سے صاف ہو کر سلاطین کے حضور مین داخل ہوتا ہے -

طواف کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ حجر اسود کے پاس آکر اُسکو بوسہ دے اور اپنے داہنی طرف سے چلکر سات مرتبہ
طواف کرے اور ہر مرتبہ حجر اسود کو بوسہ دیتا جاوے یا کسی لکڑی وغیرہ سے جو اُسکے ہاتھ مین ہے اُسکی طرف
اشارہ کرے اور تکبیر کہے اور رکن یمانی کو بوسہ دے اور اس حالت میں وہ شخص طہارت پر قائم ہو اور کہین سے
اُسکا ستر نہ کھلا ہو اور وہ بجز عمدہ بات کے کوئی بات زبان سے نہ نکالے - پھر مقام ابراہیم مین آکر دو رکعت
نماز پڑھے - حجر اسود سے شروع کرنے کی یہ وجہ ہے کہ تشریع کے وقت محل ابتداء اور چلنے کی جانب کا
معین کرنا ضروری ہوا - اور حجر اسود بیت اللہ کی تمام چیزون مین نہایت متبرک چیز ہے کیونکہ یہ جنت سے اترا ہے
اور دونون طرفون مین جانب یمین متبرک ہوتی ہے - اور طواف القدوم بمنزلہ تحیۃ المسجد کے ہے بیت اللہ
کی تعظیم کے لیے اُسکو مقرر کیا ہے - دوسرے یہ کہ جب طواف کی جگہ اور زمانہ موجود ہے اور اُسکے تمام اسباب
مہیا ہین پھر اسمین دیر کرنا ایک قسم کی بے ادبی ہے - بیت اللہ کے اول طواف مین اکڑنے اور سینہ نکالکر
چلنے اور بعد ازان صفا مروہ مین سعی کرنے مین چند راز ہین - ایک تو وہ حضرت ابن عباس نے ذکر کیا ہے
یعنی مشرکین کے دلون مین ہیبت ڈالنا اور مسلمانون کے غلبہ کا اظہار کیونکہ اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ یثرب کی
تپ نے اُنکو ضعیف کر دیا - لہذا یہ اکڑنا جہاد کے افعال مین داخل ہے اگرچہ یہ سبب تو باقی نہین رہا اور دوسرا
یہ راز ہے کہ خدا تعالی کی اطاعت اور اُسمین رغبت کا اظہار ہو جاتا ہے اور یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس
دور و دراز کے سفر اور اسقدر زحمت نے بجاے بے رغبتی پیدا کرنے کے اُنکے شوق و رغبت کو زیادہ کر دیا جسطرح
کسی کا شعر ہے شعر اذا اشتکت من کلال السیر اعدہا + روح الوصال فتحیی عند میعاد + یعنی اُنٹنی چلتے چلتے
جبکہ تکان کی شکایت کرتی ہے تو اُسکا سوار وصال کی راحت کا وعدہ کرتا ہے تو اس وعدہ کے سننے سے
اُسمین جان سی پڑ جاتی ہے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کے اندر اکڑنے کے موقوف کرنے کا قصد
کیا تھا - کیونکہ ان دونون کا سبب باقی نہین رہا پھر اجمالاً یہ بات اُنکے فہم مبارک مین پیدا ہوئی کہ ان دونون کا
ایک اور سبب بھی ہے جو ہنوز موجود ہے لہذا اُنکو ترک نہین کیا -

عمرہ کے اندر عرفات مین ٹھہرنے کا حکم اسلیے نہین دیا گیا کہ اُسکا کوئی وقت مقرر نہین ہے لہذا اُسمین

قیام کا کچھ فائدہ نہین اور اگر اسکے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہوتا تو وہ حج ہوتا اور ظاہر ہے کہ سال مین مرتبہ لوگون کے اجتماع مین کسقدر دقت ہے۔ اور عمرہ کے اندر مقصود بالذات صرف نعمت الہی کا شکر اور بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اور صفا اور مروہ مین سعی کرنے کے اندر چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے یہ راز ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کو جب سخت پریشانی ہوئی تو صفا و مروہ مین انھون نے تیز رفتاری سے ٹہلنا شروع کیا جسطرح کوئی متفکر آدمی جلد جلد قدم بڑھاتا ہے اور خدا تعالی نے انکی فکر کو دو طریقون سے رفع کر دیا۔ ایک تو آب زمزم برامد ہوگیا دوسرے لوگون کے دلمین اس جنگل مین آباد ہونیکا الہام ڈالا گیا۔ اسلیے حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد اور انکے فرمانبردارون پر ضروری ہوا کہ اس نعمت کا شکر اور انکی کرامت کو یاد کرین۔ تاکہ انکی قوت بہیمی مبہوت ہو کر خدا تعالی کی طرف انکو رہنمائی کرے اور اسکے اندر کوئی بات اس سے زیادہ بہتر نہین ہے کہ اس دلی اعتقاد کو کسی خاص ظاہری فعل سے جو انکے خلاف عادت ہے اور ملکہ کے اندر داخل ہوتے ہی ایک قسم کی انکی لیے ذلت ہے انکے اعتقاد کی مضبوطی کیجاے اور وہ فعل حضرت ہاجرہ کی اس تکلیف اور مشقت کا نقل کرنا ہے اور ایسے موقع پر ایک حالت کی نقل کرنا بدرجہا زبانی باتون سے مفید ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاینفرن احدکم حتی یکون آخر عہدہ بالبیت یعنی تم مین سے کوئی شخص اخیر وقت بیت اللہ مین جائے بغیر وہان سے نہ نکلے۔ اور حائض کو آپ نے معاف کیا ہے میرے نزدیک اخیر وقت پر بیت اللہ کے جانے مین بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اسلیے کہ ہدایت بھی اسی سے ہوئی تھی اور تمامی بھی اسی پر ہوئی۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ مقصود بالذات سفر سے بیت اللہ ہے اور نیز دستور ہے کہ قاصد لوگ رخصت ہوتے وقت اپنے سلاطین سے ملکر جاتے ہین۔ واللہ اعلم ؀

حجۃ الوداع کا ذکر

حجۃ الوداع کے باب مین حضرت جابر اور حضرت عائشہ اور حضرت عمر وغیرہم کی حدیث اصل ہے۔ معلوم کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو برس تک مدینہ کے اندر تشریف فرما رہے اور اس عرصہ مین آپنے حج نہین کیا پھر دسوین سال اس بات کا اعلان کیا گیا کہ حج کرنا چاہتے ہین یہ سن کر بہت خلقت مدینہ مین آگئی اور آپ مدینہ سے رخصت ہو کر ذو الحلیفہ مین تشریف لائے اور وہان غسل کرکے خوشبو لگائی اور مسجد مین دو رکعت پڑھین اور ایک تہبند اور ایک چادر پہنی اور وہین سے احرام باندھا اور اسطرح تلبیہ پڑھا لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک مین کہتا ہون یہان پر دو باتون مین اختلاف ہے ایک تو یہ کہ آپ نے یہ حج مفرد کیا تھا یا حج تمتع بایطور کہ عمرہ سے باہر آکر از سر نو حج کیا ہو یا یہ کہ آپنے حج کا احرام باندھا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اسکے اندر عمرہ کے داخل کرنے کا اشارہ کیا اور آپ اسی احرام پر قائم رہے حتی کہ حج سے فارغ ہوے۔ اور احرام سے باہر

نہین آئے کیونکہ آپ (ہدی) روانہ کر چکے تھے دوسرے یہ کہ آپ نے تلبیہ کسوقت پڑھا نماز کے وقت یا جب آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوے یا جب بیداء کا جنگل قریب آگیا تھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد لوگ آتے اور جیسے آپکو کرتے دیکھتے ویسی خبر دیتے اور شروع احرام آپکا اسوقت تھا جبکہ دو رکعت نماز پڑھتے اور آپکا غسل کرنا اور دو رکعت نماز کا پڑھنا اسلیے تھا کہ اسمین شعائر الہی کی تعظیم تھی اور نیز اسمین ایک ظاہری فعل خاص ہے جو خدا تعالے کے ساتھ اخلاص اور اسکی بندگی کے اہتمام پر دلالت کرتا ہے نیت کا منضبط ہونا ہے اور نیز اسطور سے لباس کے بدلنے مین نفس کو خدا تعالی کی فرمانبرداری کی تنبیہ اور بیداری ہوتی ہے اور آپکے خوشبو لگانے کی یہ وجہ ہے کہ احرام کا زمانہ گرد وغبار مین آلودہ رہنے کا وقت ہے لہذا احرام سے پہلے کسیقدر اُسکا تدارک ضروری ہے۔ اور تلبیہ مین آپنے اسلیے ان کلمات کو اختیار کیا کہ انکے اندر خدا تعالی کی بندگی پر قائم رہنے کا بیان ہے اور خدا تعالی کی فرمانبرداری پر ان کلمات میں یاد دہانی ہے۔ اور اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا وہ اپنے بتون کی تعظیم کیا کرتے تھے لہذا آپ نے مسلمانون اور مشرکین کے اندر تمیز اور اُنکے رد کرنے کے مقصد سے یہ کلمہ لا شریک لک بھی اسمین داخل کیا۔

حج کرنیوالے کو خدا تعالی سے اسکی رضامندی اور جنت کا کثرت سے سوال کرنا اور اسکی رحمت سے دوزخ سے پناہ مانگنا بہتر ہے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے احرام اور تلبیہ کے اندر آوازون کے بلند کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مامن مسلم یلبی الالبّٰی عن یمینہ و شمالہ من شجر او حجر او مدرحتی تنقطع الارض من ہہنا وہہنا۔ کوئی مسلمان تلبیہ کرنے والا نہین مگر جو چیز اسکے داہنے اور بائین ہے پتھر یا درخت یا ڈھیلہ سب تلبیہ کہتے ہین یہانتک کہ زمین ادھر اور اُدھر یعنی مشرق و مغرب سے ختم ہو چکتی ہے۔ میرے نزدیک اسمین یہ راز ہے کہ تلبیہ شعائر الہی مین سے ہے اور اسمین ذکر الہی کی تعظیم ہے اور اس قسم کے اذکار کو باجہر اور اسطرح پڑھنا کہ ہر غافل و خبردار کو اسکی خبر ہو اور وہ جگہ دار الاسلام معلوم ہو اور جب ایسا ہوتا ہے تو اُس شخص کے نامۂ اعمال مین اُن مقامات کے اندر تلبیہ کرنے کی صورت مرقوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کے کوہان مین داہنی جانب نشان کیا اور اسکا خون ہاتھ سے پونچھدیا اور نعلین اسکی گردن مین لٹکا دین۔ میرے نزدیک اس نشان کرنے مین شعائر الہی کی عظمت اور ملت ابراہیمی کا استحکام ہے تاکہ سب ادنی و اعلی اسکا معائنہ کرین اور قلب کا فعل ظاہری فعل سے منضبط ہو جاے۔

ایک مرتبہ اسماء بنت عمیس کا ذوالحلیفہ مین وضع حمل ہوگیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ غسل کرلے اور اپنی جائے پیشاب کو کپڑے سے باندھ لے اور احرام باندھ۔ میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ حتی الامکان احرام کی سنت ادا ہو سکے۔ اور ایک مرتبہ سرف (ایک جگہ کا نام ہے) کے مقام پر حضرت عایشہ صدیقہ کو حیض لاحق ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی چیز ہے کہ اللہ پاک نے عورتون کی تقدیر مین لکھ رکھا ہے پس جو باتین

حج کرنیوالے کو چاہئیں وہ تو کر مگر بشرطیکہ پاک ہو بیت اللہ کا طواف نکرنا چاہیے۔ مین کہتا ہوں آپنے اسکا سبب بیان فرمایا کہ حیض کا آنا کثیر الوقوع شے ہے ایسی چیز مین حکمت شرعی کا یہ مقتضی ہے کہ اسکا حرج دفع کردیجاے اور ایک ظاہری طریقہ اسکیلیے مقرر کردیا جاے اسلیے طواف المقدوم اور طواف الوداع حضرت عائشہ صدیقہ سے ساقط کردیا گیا پھر جب آپ نے ذی طوی مین نزول فرمایا تو دن کے وقت بالاے مکہ سے داخل ہوکر اسکے قبلہ کی طرف تشریف لائے یہ آپنے اسلیے کیا تاکہ بلا وقت اطمینان قلبی کے ساتھ مکہ مین داخل ہوسکین اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظمت پر اطمینان سے آگاہی ہوسکے۔ اور نیز تاکہ سب لوگ بیت اللہ کا طواف کرتا ہوا آپکو دیکھین کیونکہ اسمین عبادت الٰہی کی عظمت ہے۔ اور نیز آپکو مناسک کے مسائل لوگون کو تعلیم کرنے منظور تھے اسلیے آپنے انکو اتنی مہلت دی کہ کثرت سے سیکھنے کا قصد کرکے آپکے پاس فراہم ہوجاوین اور آمد و رفت کا راستہ اسلیے بدلا تاکہ دونون راستون مین مسلمانون کی شوکت کا اظہار ہوجاے جسطرح عید کے اندر۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے قریب تشریف لائے تو رکن یمانی کو ہاتھ مبارک لگاکر کھڑے ہوگئے اور بعد ازان سات طواف کیے جنمین سے تین طواف مین سینہ نکالکر اور چار مین معمولی رفتار سے چلے اور صرف دونون رکن یمانی کو ہاتھ لگایا اور انکے درمیان مین یہ دعا پڑھی ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ پھر مقام ابراہیم کیطرف آیت کریمہ پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ اور دو رکعت نماز پڑھی اور مقام ابراہیم کو مابین اپنے اور بیت اللہ کے کرلیا اور آپنے ان دو رکعتون مین قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون پڑھین پھر رکن یمانی کیطرف واپس تشریف لاے اور اسکو ہاتھ سے چھوا۔ مین کہتا ہون سینہ نکالکر چلنے اور دہنی بغل سے بائین کاندھے پر چادر ڈالنے کا سبب ہم بیان کرچکے۔ خاصکر دونون رکن یمانی کو ہاتھ سے چھونے کا سبب وہی ہے جو حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ وہ دونون اسی حالت پر جسطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنائے تھے اور دوسرے دو رکن ایسے نہین ہین کیونکہ اہل جاہلیت نے انکے اندر تغیر کرلیا ہے۔ اور طواف کے اندر نماز کی شرطین لگانے کا یہ سبب ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اسکے شعائر کی تعظیم مین طواف کا حال نماز کا سا ہے لہذا طواف نماز پر قیاس کیا گیا اور اسکے بعد دو رکعت اسلیے مسنون کی گئین کہ بیت اللہ کی تعظیم کا تتمہ ہوجاے کیونکہ اسکی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ نماز مین اسکی طرف منہ کیا جاے اور خاصکر مقام ابراہیم مین ان رکعتون کے پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مسجد کی تمام جگہ مین اس جگہ کو شرف حاصل ہے اور آیات الٰہی مین سے یہ ایک نشانی ہے جسکا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظہور ہوا ہے۔ اور مقصود بالذات حج سے انھین امور کی یاددہانی ہے اور مابین رکنین کے یہ دعا مانگنا ربنا آتنا فی الدنیا الآیہ۔ کا اسلیے مستحب ہوا کہ یہ ایک جامع دعا ہے جو قرآن پاک مین نازل ہوئی ہے کلمات کے لحاظ سے بہت مختصر ہے جسکا پڑھنا اس تھوڑی سی فرصت مین نہایت مناسب ہے پھر دروازہ سے نکلکر صفا کی طرف تشریف لائے جب صفا کے قریب پہونچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ اور جس چیز کا کہ خدا تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا ہے

اسی سے آپ نے بھی ہدایت فرمائی - یعنی صفا سے آپنے شروع کیا اور اسپر آپ چڑھے یہانتک کہ آپنے بیت اللہ کو
اسپر سے دیکھا اور قبلہ رخ کھڑے ہوکر خدا تعالی کی وحدانیت اور اسکی بڑائی بیان کی اور کہا لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئ قدیر + لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب
وحدہ - اسکے درمیان مین دعا کرکے تین مرتبہ یہی پڑھا پھر آپ وہان سے اترکر مروہ کیطرف چلے یہانتک کہ
آپکے قدم مبارک جنگل مین پڑنے لگے - تو آپ تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگے جبتک کہ وہ مسافت طے ہوچکی اور
مروہ کی بلندی شروع ہوگئی تو آپ معمولی رفتار سے چلنے لگے یہانتک کہ آپ مروہ پر چڑھگئے اور جیسے آپ نے
صفا پر خدا تعالی کی وحدانیت اور اسکی کبریائی بیان کی تھی ویسا ہی یہان بھی کیا - مین کہتا ہون کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم مبارک مین اس آیت سے یہ بات پیدا ہوئی کہ خدا تعالی نے جو مروہ پر صفا کے
ذکر کو مقدم کیا ہے اس سے شروع کے ساتھ مذکور کا مطابق کرنا منظور ہے اور تمام وظائف مین سے ان
وظائف کا مخصوص کرنے کا سبب جسمین خدا تعالی کی وحدانیت اور اسکے ایفاء وعدہ اور دشمنون کے
مقابلہ مین مدد کرنے کا بیان ہے یہ ہے کہ اسمین خدا تعالی کی نعمت کی یاد دہانی اور بعض معجزات کا اظہار
اور شرک کی بیخ کنی اور اس بات کا بیان کہ یہ سب آپکے قدمون کے نیچے ہے اور اس موقع خاص پر اللہ کے حکم
اور اسکے دین کا اعلان پایا جاتا ہے اسکے بیان مین آپنے فرمایا لو انی استقبلت من امری ما استدبرت
لم اسق الہدی وجعلتہا عمرۃ   کان منکم لیس معہ ہدی فلیحل الخ جو حال بعد کو معلوم ہوا ہے اگر
پہلے معلوم ہوتا تو ہدی روانہ نکرتا اور حج کو عمرہ کرلیتا اب تم مین سے جسکے پاس ہدی نہین ہے اسکو احرام سے
باہر آجانا اور حج کو عمرہ کردینا چاہیے کسی نے عرض کیا اسی سال کے لیے یا ہمیشہ کے لیے آپنے فرمایا بلکہ ابد الآباد کے لیے
یہ حکم ہے پس جتنے لوگ تھے احرام سے باہر آگئے اور اپنے اپنے بال ترشوالیے بجز آپکے اور ان لوگون کے جنکے پاس
ہدی تھی - میرے نزدیک آپکو چند امور کا انکشاف ہوا ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل ایام حج مین
عمرہ کو سخت گناہ جانتے تھے لہذا آپ نے کامل طور پر انکی اس تحریف کا باطل کرنا چاہا اور ایک یہ کہ اس بات سے
انکے دلمین کھٹکا پیدا ہوتا تھا کہ ابھی جماع کرتے ہون اور ابھی حج شروع کردین حتی کہ انھون نے یہ بات
کہی کیا ہم عرفہ کو ایسی حالت مین چلے آئین کہ ہمارے اعضاء سے منی ٹپکتی ہو اور انکی یہ بات تعمق اور
رائے زنی کے قبیلہ سے تھی لہذا آپ نے اس دروازے کا بند کرنے کا قصد فرمایا اور ایک یہ کہ حج کے قریب
احرام کے باندھنے مین بیت اللہ کی پوری پوری تعظیم پائی جاتی ہے اور ہدی کے روانہ کرنے سے احرام سے
باہر آجانا اسلیے منع ہوتا ہے کہ ہدی کا روانہ کرنا ایسا ہے جیسے اس بات کا نذر کرلینا کہ جبتک ہدی ذبح کیجاویگی
مین اسی ہیئت پر قائم رہونگا اور جس چیز کو انسان اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے تو اسکی دو صورتین ہوتی ہین
یا تو صرف خیال ہی خیال ہوتا ہے یا ارادہ ہوتا ہے مگر کسی فعل کے ساتھ منضبط نہین ہوتا تو ایسی بات کا
اعتبار نہین ہے اور جب اس ارادے کے ساتھ فعل کا بھی اقتران ہوجاتا ہے اور وہ ارادہ منضبط ہوجاتا ہے

تو اس ارادہ کی رعایت ضروریات سے ہو جاتی ہے اور انضباط صور مختلفہ میں ادنی درجہ کا انضباط زبان سے کہدینے میں ہوتا ہے اور انضباط قوی جب ہوتا ہے جب زبان کے ساتھ ایک ظاہری فعل جو اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے جس حالت کا اس شخص نے ارادہ کیا ہے علانیہ طور پر پایا جاوے مثلاً ہدی کا روانہ کرنا۔

پھر جب ترویہ کا دن ہوا تو لوگ منا کی طرف متوجہ ہوے اور حج کا احرام باندھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوے اور منا میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا و فجر کی نماز پڑھی پھر تھوڑی سی دیر ٹھیرے رہے حتی کہ آفتاب برآمد ہوا بعد ازان وہان سے چلکر نمرہ (ایک مقام کا نام ہے) مین نزول فرمایا۔ مین کہتا ہون ترویہ کے دن منا کے جانے کا آپ نے اسلیے ارادہ کیا تاکہ آپکو اور نیز اپنے ساتھیوں کو آسانی رہے کیونکہ اس دن خلقت کا انبوہ کثیر ہوتا ہے اور ضعیف و مریض ہر قسم کے لوگ اسمین ہوتے ہین لہذا انکے لیے آسانی کرنا مناسب تھا عرفہ مین وقت سے پہلے آپ تشریف نہین لائے اس خیال سے کہ لوگ اسکو سنت نہ سمجھنے لگیں اور اس بات کا اعتقاد نکرنے لگیں کہ قبل از وقت عرفہ مین آجانا موجب قربت کا ہے پھر نمرہ مین ہو چکے جب آفتاب خوب روشن و بلند ہو گیا تو آپنے اپنی سواری تشریف کے لیے جسکا نام قصوی تھا حکم دیا چنانچہ سواری کسی گئی اور آپ سوار ہوکر میدان مین تشریف لے آئے اور وہان آپنے خطبہ پڑھا اس دن کے خطبہ مین سے اسقدر لوگون کو یاد رہگیا ہے ان دماءکم حرام الخ۔ یعنی تمھارے خون تمھارے اوپر حرام ہین۔ بعد ازان بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی اسکے بعد اقامت کہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا کی پھر بلال نے تکبیر کہی اور آپ نے صلوۃ عصر پڑھی۔ اور انکی درمیان مین کچھ اور نماز نہ پڑھی مین کہتا ہون اس روز آپنے خطبہ کے اندر ایسے احکام بیان فرمائے جنکی لوگون کو حاجت ہے اور انکے معلوم کیے بغیر چارہ نہین ہے کیونکہ یہ دن اجتماع خلائق کا ہوتا ہے اور ایسی فرصت اسی قسم کے احکام کے لیے مغتنم ہوتی ہے جنکی تکلیف تمام خلقت کے لیے مقصود ہوتی ہے اور ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو آپ نے اسلیے اکٹھا پڑھا کہ اس دن لوگون کا ایسا جماو ہوتا ہے کہ بجز اس مقام کے نظر نہین پڑتا اور شارع کو ایک جماعت کا ہونا مقصود ہے اور خاصکر ایسے انبوہ کثیر مین ایک جماعت کا قائم کرنا ضرور ہے تاکہ تمام حاضرین اسکا معاینہ کرین اور دو وقتون کے اندر ان لوگون کا اجتماع سہل نہین ہے اور نیز یہان پر لوگ ذکر و دعا مین مشغول رہتے ہین اور یہ امور اسی روز کا وظیفہ ہین اور اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے اور ایسی صورت مین اسی چیز کو ترجیح ہوتی ہے جو ایک نادر الوقوع عجیب امر ہے۔ پھر آپ وہان سے سوار ہوکر موقف مین تشریف لائے اور روبقبلہ کھڑے رہے حتی کہ آفتاب غروب ہوا اور زردی کم ہو گئی بعد ازان وہان سے علیحدہ ہوے غروب کے بعد آپ وہان سے اسلیے علیحدہ ہوے تاکہ جاہلیت کی تحریف باطل ہو جاوے کیونکہ اہل جاہلیت غروب سے پہلے وہان سے ہٹ جاتے تھے دوسرے یہ کہ غروب سے پہلے کا وقت کوئی معین وقت نہین ہے اور بعد الغروب ایک معین چیز ہے اور ایسے وقت مین ایسی چیز کا حکم دینا چاہیے جسمین کسی قسم کا ابہام نہو پھر وہان سے چلکر مزدلفہ مین تشریف لائے

اور وہان پر مغرب اور عشا کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی اور کوئی نفل نماز انکے درمیان مین نہین پڑھی
بعد ازان ٹھہرے حتی کہ فجر ہوئی تو آپنے فجر کی نماز جب صبح روشن ہوئی ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کی
پھر قصوہ پر سوار ہوکر مشعر حرام مین تشریف لائے اور رو بقبلہ ہوکر خدا تعالے سے دعا کی اور تکبیر پڑھی اور
لا الہ الا اللہ کہا اور اسکی توحید بیان کی اور برابر کھڑے رہے یہانتک کہ روشنی ہوگئی پھر آفتاب برآمد
ہونے سے پیشتر وہان سے چلکر بطن محسر مین تشریف لائے اور سواری کو کچھ کچھ تیز کردیا مین کہتا ہون
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی شب مین تہجد کی نماز اسلیے نہین پڑھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جمع غفیر کے اندر بہت سے مستحبات ترک فرمادیا کرتے تھے تاکہ لوگ اسکو سنت نہ سمجھنے لگین اور مشعر حرام کے
قیام کا راز ہم بیان کرچکے ہیں اور بطن محسر مین سواری کے تیز کرنے کا یہ سبب ہے کہ وہ جگہ اصحاب فیل کے
ہلاک ہونے کا مقام ہے لہذا جس شخص کو خدا تعالے اور اسکی عظمت کا خوف ہے اسکو اس مقام مین خوف
معلوم ہوتا ہے اور غضب الہی سے ڈر کر بھاگتا ہے اور چونکہ اس خوف کا معلوم کرنا ایک باطنی امر تھا اسلیے
آپ نے اسکو ایک ظاہری فعل سے جو نفس کو خوف یاد دلاتا ہے اور اسکو متنبہ کرتا ہے منضبط فرمایا۔ پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ العقبہ مین تشریف لائے اور سات سنگریزے اسکی طرف پھینکے اور ہر ٹھیکری کے ساتھ
تکبیر کہتے جاتے تھے۔ بطن وادی سے کھڑے ہوکر انکو پھینکا۔ مین کہتا ہون اول دن رمی جمار صبح کے وقت اور
اور دنون مین شام کے وقت ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اول روز قربانی اور حلق اور رخصت ہونے کا دن ہوتا ہے
اور یہ سب کام بعد رمی جمار کے ہوتے ہین لہذا صبح کے وقت رمی جمار ہونے مین ان کامون کی بخوبی گنجایش پائی جاتی ہے
اور باقی ایام تجارت اور بازارون کی خرید و فروخت کے ہوتے ہین اسلیے حوائج سے فراغت ہونے کے بعد رمی جمار
کرنے مین آسانی ہے اور آخر دن مین حوائج ضروریہ سے اکثر فراغت ہوتی ہے۔ اور رمی جمار اور صفا و مروہ کے مابین
سعی کی اعداد طاق مقرر کرنے کا وہی سبب ہے جو ہم بیان کرچکے۔ یعنی عدد طاق خدا تعالی کو پسند ہے اور
واحد حقیقی کا قائم مقام عدد مین بھی ہو سکتا ہے اور سات بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا سات سے اگر کفایت ہو سکے
تو زیادہ اس سے مناسب نہین ہے اور سنگریزون کی مقدار اتنی اسلیے مقرر کی گئی کہ اس سے چھوٹے محسوس نہو تین
اور اس سے بڑے مین ایسے مقام پر ایذا پہونچنے کا احتمال ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منحر کیطرف تشریف لائے اور وہان پر ترسٹھ بدنے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے
پھر حضرت علی رض کو باقی بدنے ذبح کرنے کے لیے چھری عطا فرمائی اور اپنی ہدی مین انکو شریک کیا اور ہر بدنہ
مین سے ایک ایک بوٹی لینے کا حکم دیا وہ سب بوٹیان ایک ہانڈی مین پکائی گئین حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسمین سے کچھ بوٹیان نوش فرمائین اور کچھ شوربا پی لیا۔

مین کہتا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ ذبح کیے اسمین نعمت کا
شکر ادا کرنا مقصود تھا کہ خدا تعالے نے آپکی عمر کے ہر سال کے مقابل ایک اونٹ عطا فرمایا اور انکا گوشت

کھانے اور شور باپینے مین ہدی کی تعظیم اور اُس سے برکت حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نحرت ہہنا ومنٰی کلہا منحر الحدیث۔ مین نے اس جگہ قربانی کی ہے اور منیٰ سب کی سب قربانی کی جگہ ہے پس تملوگ اپنے اپنے مقام پر قربانی کرو اور مین نے یہان پر وقوف کیا ہے اور عرفہ سب کا سب موقف ہے اور مین نے یہان وقوف کیا ہے اور جمع یعنی مزدلفہ وہ سب قیامگاہ ہے اور ایک روایت مین اسکے بعد یہ بھی آیا ہے کہ مکہ کا ہر ایک کوچہ طریق و منحر یعنی قربانی کی جگہ ہے مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن افعال مین جنکو آپ تشریع احکام کے طور پر عمل مین لائے اور اُن مین جو آپ سے بسبب اتفاق یا کسی مصلحت کے اعتبار سے جو اُس وقت کے ساتھ مخصوص تھی یا عمدہ ترین امور کے اختیار کرنے کے طور پر عمل مین آئے فرق کر دیا۔

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف چلے اور مکہ مین ظہر کی نماز پڑھکر طواف کیا اور آب زمزم نوش فرمایا مین کہتا ہون کہ بیت اللہ کی طرف جلدی کرنے کا یہ سبب ہے تاکہ اول وقت عبادت عمل مین آوے دوسرے یہ کہ ہر وقت انسان کو کسی مانع کے پیش آنے کا احتمال ہے اور آب زمزم آپکے نوش فرمانے مین شعائر الٰہی کی تعظیم اور خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جو ایک چیز ظاہر کی ہے اس سے برکت حاصل کرنا ہے پھر جب منیٰ کے دن گذر گئے تو آپ نے ابطح مین نزول فرمایا اور طواف الوداع کر کے تشریف لیگئے۔ مین کہتا ہون ابطح مین نزول فرمانے کے اندر اختلاف ہے آیا یہ نزول فرمانا عبادت تھا یا عادت۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہین کہ ابطح کے اندر اُترنا سنت نہین ہے۔

وہ امور جو حج کے ساتھ متعلق ہین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے اُتارا گیا ہے اور وہ دودھ سے بڑھکر زیادہ سپید تھا پھر بنی آدم کے گناہون نے اُسے سیاہ کر دیا ہے اور آپنے اُسکے باب مین فرمایا ہے کہ قسم اللہ کی خدا تعالیٰ اُسکو قیامت کے دن ایسی حالت مین اُٹھاویگا کہ اُسکی دو آنکھین ہونگی جنسے دیکھیگا اور زبان ہوگی جس سے بولیگا اور جسنے اُسکو بوجہ اللہ بوسہ دیا ہے اُسکی شہادت بیان کریگا اور آپنے فرمایا ہے کہ رکن یمانی اور مقام دو یاقوت ہین۔ میرے نزدیک یہ احتمال ہے کہ واقع مین یہ جنت سے لائے گئے تھے لیکن جب زمین پر نصب کیے گئے تو حکمت کا مقتضی یہ ہوا کہ بسبب مزاج زمین کے انمین رعایت کیجاوے اسلیے اُنکا نور سلب کر دیا گیا اور یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ ان دونون کی عظمت کیطرف ملائکہ کی توجہ اور ملاء اعلیٰ اور صالحین کی ہمتون کے متفق ہونے کے سبب سے انکے ساتھ ایک قوت مثالیہ کا اختلاط ہوا ہے حتیٰ کہ وہ قوت مثالیہ اُنکے اندر قوت ملکیہ ہو گئی ہے اور حضرت ابن عباس کے اس قول مین اور محمد بن حنیفہ کے اس قول مین کہ زمین کے پتھرون مین سے وہ ایک پتھر ہے توفیق کی یہی صورت ہے اور جسے انھون نے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ بیت اللہ قوت ملکیہ سے

جو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ اسلیے ضروری ہوا کہ عالم مثال مین حجر اسود کو آنکھین اور زبان ہو جانا چیزونکے لوازم مین سے ہین عطا کیجاوین اور چونکہ حجر اسود سے مومنین کا ایمان اور خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنیوالون کی تعظیم معلوم ہوتی ہے لہذا ضروری ہوا کہ اس نے بیان مین شہادت کی صورت کے ساتھ اسکا ظہور ہو جیسا کہ پیروں ہاتھ کے گویا ہونے کا مسئلہ سمجھے بیان کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من طاف ہذا البیت اسبوعًا کعتق رقبۃ الخ جس شخص نے اس گھر کا سات مرتبہ شمار کرکے طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ ایک غلام آزاد کرنیکے برابر ہوا اور کوئی شخص اپنا قدم نہین رکھتا اور نہ اسکو اٹھاتا ہے مگر خدا تعالیٰ اسکے مقابل مین ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ دور کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ میرے نزدیک اس فضیلت کے دو سبب ہین ایک تو یہ کہ طواف کرتا ہے چونکہ رحمت الٰہی اور ملائکہ کی دعاؤن کے اندر داخل ہونے کا شبہ اور اسکا مظنہ ہے لہذا آپ نے خاصیت قریبہ کو ذکر فرمایا اور دوسرے یہ کہ جب انسان خدا تعالیٰ پر یقین رکھکر اور اسکے وعدے کو سچا سمجھکر ان افعال کو عملین لاتا ہے تو اس سے اسکا ایمان ظاہر اور عیان ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مامن یوم اکثر من ان یعتق اللہ فیہ عبدًا من النار من یوم عرفۃ وانہ لیدنو ثم یباہی بہم الملائکۃ۔ عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو دوزخ سے آزاد کرے اور اس دن خدا تعالیٰ قریب ہو جاتا ہے۔ پھر اپنے بندوں سے فرشتون پر فخر بیان کرتا ہے۔ میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے کہ جب تمام لوگ خدا تعالیٰ کیطرف تضرع و نیازمندی کرتے ہین تو رحمت کے نازل ہونے اور روحانیت کے انکے اندر پھیل جانے مین کچھ توقف نہین ہوتا اور نیز آپ نے فرمایا ہے خیر الدعاء دعاء یوم عرفۃ وخیر ماقلت انا والنبیون من قبلی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ۔ بہتر دعا عرفہ کی دعا ہے اور بہتر بات جو مین نے اور مجھسے پہلے انبیا نے کہی ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ ہے اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کلمہ ذکر کے بہت سے اقسام کا جامع ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مقامات اور بہت سے اوقات مین اسکی اور سبحان اللہ والحمد للہ الخ کی لوگون کو رغبت دلائی ہے چنانچہ دعاؤن کے بیان مین اسکا ذکر آتا ہے اگر کوئی شخص حج کو نہ جائے تب اسکو ہدی بھیجنا سنت ہے تاکہ حتی المقدور اعلاء کلمۃ اللہ کی اعانت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والے کے لیے تین مرتبہ اور ترشوانے والے کے لیے ایک دفعہ دعا کی تاکہ سر منڈانے کی فضیلت ظاہر ہو جاوے اور اسکا سبب یہ ہے کہ سر کا منڈانا گرد و غبار کے دور کرنے کے قریب ہے جو بادشاہون کے حضور مین جانیوالون کی حالت کے مناسب ہے، اور عبادت کا اثر بھی اسمین کچھ دیر تک باقی رہ سکتا ہے اور کچھ زمانے تک لوگون کو اسکا اثر معلوم ہوتا ہے اور اسمین خدا تعالیٰ کی عبادت پر خبردار کرنا ہے۔ اور آپنے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ عورت کے حق مین سر کا منڈانا مثلہ جیسے ناک کان کٹ جاوین اور مردون کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے جس شخص نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا یا قبل انکے رمی جمار قربانی کی یا شام ہونے کے بعد رمی جمار کے یا سر منڈانے سے

نے طواف الافاضہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے لیے یہ فتوی دیا کہ کچھ مضائقہ نہین ہے اور کفارہ کا اسکو حکم نہین دیا اور حاجت کے وقت سکوت کرنے کو بیان کرنے کا حکم ہوتا ہے اور کاش مجکو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ استحباب بیان مین (لا حرج) کے لفظ سے کوئی اور لفظ صریح الدلالۃ ہے۔

اگر شدائد کے وقت رخصتون کا بیان نہ کیا جاوے تو تشریع کامل نہین ہوتی منجملہ شدائد کے وہ تکلیف ہے کہ احرام کے اندر جو چیزین حرام کی گئی ہین تو اس تکلیف کے سبب سے اسکو ان چیزون سے بچنا دشوار ہو اسکے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک۔ پس تم مین سے جو شخص بیمار ہو یا اسکے سر مین کچھ دکھ ہو تو روزون سے یا صدقے سے یا قربانیون سے اسکا فدیہ دے۔ اور نیز آپ نے کعب بن عجرہ سے فرمایا فاحلق راسک واطعم فرقا الخ۔ اپنے سر کو منڈاے اور ایک فرق (ایک وزن کا نام ہے) مسالین کو کھلاوے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ رخصت کے اقسام مین سے وہ قسم بہتر ہے کہ جسکے ساتھ کوئی ایسی چیز مقرر کر دیجاوے جو اصل عبادت کی یاد دہانی کرتی رہے اور جس شخص نے اصل عبادت کی عظمت کا التزام کر رکھا تھا اس عبادت کے چھوڑتے وقت اسکو اضطرابی ہو اور وجوب کفارہ میں جو زیادتی کی گئی ہے وہ بطریق اولی اسپر محمول ہے۔

منجملہ ان شدائد کے ایک حصار ہے اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ مقرر کیا کہ جب بیت اللہ کے جانے سے کفار قریش نے آپکو روکا تو آپ نے اپنی ہدایا کی قربانی کی اور سر مبارک منڈوایا اور احرام سے باہر تشریف لائے مکہ اور مدینہ کے حرم مین یہ راز ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک خاص تعظیم ہوتی ہے۔ کسی زمین کی تعظیم یہ ہے کہ اسمین کسی چیز سے تعرض نہ کیا جاے اور اصل یہ تعظیم بادشاہون کی حد اور انکے شہر پناہون سے ماخوذ ہے جب کوئی قوم انکی فرمانبردار ہوتی ہے اور انکی اطاعت و تعظیم کرتی ہے تو انکے مطیع ہونے مین یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر اس بات کو مقرر کر لیتی ہے کہ ان حدود کے اندر جو درخت و چارپائے وغیرہ ہین انسے ہم کچھ تعرض نہ کرینگے اور حدیث شریف مین آیا ہے ان لکل ملک حمی وان حمی اللہ محارمہ۔ یعنی ہر ایک بادشاہ کے لیے باڑ ہوتی ہے اور خدا تعالی کی باڑ اسکے محارم ہین۔ اس بات کو سب لوگ جانتے ہین اور انکے دلون مین یہ بات مرکوز ہوتی ہے اور حرم کا ادب ایک یہ بھی ہے کہ جو چیز غیر حرم مین واجب ہے مثلا عدل کا قائم کرنا یا جو چیز حرام ہے حرم کے اندر اسکے اور تحریم کی نہایت تاکید کیجاے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احتکار الطعام فی الحرم الحاد فیہ۔ یعنی حرم کے اندر غلہ کا بند کرنا اسمین الحاد کرنا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم۔ اے ایمان والو احرام کی حالت مین شکار مت مارو۔ مین کہتا ہون کہ حرم و احرام کے اندر شکار اور احرام کے اندر جماع کرنا ایک قسم کی افراط ہے جسکا مدار خواہش نفسانی کے اندر توغل پر ہے لہذا کفارہ مقرر کرکے اس سے روکنا ضروری ہوا شکار کی جزا مین اختلاف ہے کہ خود شکار کے لحاظ سے مثلیت کا اعتبار کرنا چاہیے یا قیمت کے لحاظ سے اور حق یہ ہے کہ دو عادل شخصون سے یہ بات

دریافت کیجائے ایسی صورتوں میں جو سلف رائے دیا کرتے تھے اگر وہ رائے دین تو اسپر عمل کرنا چاہیے اور اگر
خدمت تجویز کرین تو قیمت دینی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یصبر علی لأواء المدینۃ
احد من امتی الا کنت لہ شفیعاً یوم القیامۃ - میری امت مین سے مدینہ کی تکلیف پر کوئی شخص صبر کرنیگا
مگر مین بروز قیامت اسکا شفیع ہونگا - میرے نزدیک اس فضیلت مین یہ راز ہے کہ مدینہ کا آباد کرنا شعائر
دین کا بلند کرنا ہے اور یہ ایسا فائدہ ہے جسکا نتیجہ دین کی طرف راجع ہوتا ہے - اور ان مواضع مین حاضر
ہونے اور مسجد نبوی مین داخل ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات یاد آتے ہین جسکا فائدہ
اس مکلف کی ذات کی طرف راجع ہوتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ابراہیم
حرم مکۃ فجعلہا حرامًا وانی حرمت المدینۃ - ابراہیم نے تو مکہ کو عزت دی اور اسکو حرم بنا دیا اور مینے
مدینہ کو حرم بنا دیا - مین کہتا ہون اس حدیث مین اشارہ ہے کہ کوشش اور پختہ ارادہ سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دعا مانگنے کو توقیتات کے مقرر ہونے مین اثر عظیم ہے -

اُن احادیث کا بیان جو احسان کے متعلق وارد ہین

معلوم کرو کہ شارع نے بندون کو بالذات جن امور کے ساتھ خواہ بطور ایجاب خواہ بطور تحریم کے
مکلف کیا ہے وہ اعمال ہین اسلیے کہ اعمال ان حالات نفسانیہ سے پیدا ہوتے ہین کہ جنکا نفع و نقصان
آخرت مین نفوس کی جانب عائد ہوتا ہے اور یہ اعمال اُن کیفیات نفسانیہ کو بڑھاتے ہین اور اُن کیفیات
نفسانیہ کا بیان اور اُنکے لیے صادر ہوتے ہین ان اعمال سے دو طرح پر بحث کیجاتی ہے ایک تو اس اعتبار سے
کہ تمام لوگون پر اُنکا عمل مین لانا لازم ہوتا ہے اور اس اعتبار سے اُن اعمال اور ظاہری طریقون کا اختیار کرنا
مقصود ہوتا ہے جنکا ظاہر و باطن متمیز نہین ہوتا اور اُن کیفیات پر یہ اعمال بمنزلہ قرائن کے ہوتے ہین
اور اُن اعمال کا لوگون سے سختی کے روبرو مطالبہ کیا جاتا ہے اور اُنکو اس اعمال سے بچنے اور عذر کرنے کا موقع
نہین ہوتا ایسے اعمال کی بنا درمیانی حالت اور امور منضبطہ پر ہوتی ہے اور دوسری قسم ان اعمال سے
ذکر کی نفس جہد کرتا ہے اور جو کیفیت ان اعمال سے مطلوب ہوتی ہے اُس تک نفس کا پہونچانا اس اعتبار سے
اُن کیفیات کا معلوم کرنا اور ان اعمال کا اسطرح پر معلوم کرنا کہ وہ ان کیفیات کی طرف پہونچانے مین مقصود
ہوتے ہین اور اُنکا مبنا وجدان اور مکلفین کے اختیار مین دیدینے پر ہوتا ہے پہلے اعتبار سے جس علم مین
ان اعمال سے بحث کیجاتی ہے وہ علم شرائع ہے اور جس علم مین دوسرے اعتبار سے بحث کیجاتی ہے تو
وہ علم علم الاحسان ہے - مباحث احسان مین نظر کرنے والے کو دو چیزون کی حاجت ہوتی ہے ایک تو
اعمال کو اسطرح پر معلوم کرنا جسطرح کیفیات نفسانیہ اُنسے پیدا ہوتی ہین کیونکہ بسا اوقات ریا و
سمعہ یا عادت کے طور پر کوئی عمل ادا کیا جاتا ہے یا اُسکے ساتھ خود پسندی اور منت اور ایذا رسانی

پائی جاتی ہے ایسے وقت میں اس عمل سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جو اس عمل سے منظور ہوتی ہے اور بسا اوقات
کوئی عمل اسطرح پر ادا کیا جاتا ہے کہ نفس کو اس عمل کی روح پر وہ تنبہ حاصل نہیں ہوتا جو محسنین کو حاصل ہونا چاہیے
اگرچہ بعض نفس اسکے مثل پر متنبہ ہوجاتے ہیں مثلاً وہ شخص کہ جو اصل فرائض پر اکتفا کرتا ہے اور کما یا کیفاً اُنپر
زیادہ نہیں کرتا وہ شخص ترقی نہیں ہے اور دوسرے ان ہیات نفسانیہ کا کامل طور پر معلوم کرنا تاکہ بصیرت کے
ساتھ ان اعمال کو عمل میں لاسکے وہ شخص اپنے نفس کا طبیب ہوتا ہے جسطرح طبیب کو طبیعت پر حکومت ہوتی ہے
ایسے ہی اس شخص کو اپنے پر حکومت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص اس بات کو نہیں جانتا کہ آلات سے کیا مقصود ہے تو وہ
شخص جب اُن آلات کو برتتا ہے تو اندھی اونٹنی کی طرح بدحواس ہوجاتا ہے یا اُسکا حال اُس شخص کا سا ہوتا ہے
جو رات کے وقت لکڑیاں چنتا پھرتا ہے۔ جس اخلاق سے اس فن میں گفتگو کیجاتی ہے اُنکے چار اصول ہیں
چنانچہ سابقاً اس سے آگاہ کرچکے ہیں ایک تو طہارت جسکے سبب سے تشبیہ بالملکوت حاصل ہوتی ہے اور ایک
فرمانبرداری جو جبروت پر اطلاع پانے کا سبب ہوتی ہے پہلے امر کے لیے وضو اور غسل اور دوسرے کے لیے نماز اور
اذکار اور تلاوت مقرر کیگئی اور جب دونوں باتیں جمع ہوجاتے ہیں تو ہم اسکو سکینہ اور وسیلہ کے ساتھ تعبیر
کرتے ہیں چنانچہ حذیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حق میں ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب میں سے محفوظ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ سب سے زیادہ وسیلہ کے اعتبار سے
خدا تعالے کے مقرب ہیں اور شارع نے طہارت کو ایمان سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے **الطہارۃ شطر الایمان**
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کا حال اسطرح بیان فرمایا ہے **ان اللہ لطیف یحب اللطافۃ**
خدا تعالی پاک ہے پاکی پسند کرتا ہے اور دوسرے کی طرف اس قول سے اشارہ فرمایا ہے **الاحسان ان تعبد اللہ
کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک**۔ احسان اسکا نام ہے کہ تو اللہ کی بندگی کرے گویا کہ تو اسکو دیکھتا ہے
پس اگر تو اسکو نہیں دیکھتا ہے تو وہ تجکو دیکھتا ہے طہارت کے حاصل کرنے میں اُن عبادات کا جو انبیاء علیہ السلام سے
ماثور ہیں اختیار کرنا اور اُنکی ارواح اور انوار کا لحاظ کرنا اور کثرت سے اُنکو عمل میں لانا اور اُنکی ہیات و اذکار کا
خیال رکھنا ضروری شے ہے پس طہارت کی روح باطن کا منور ہونا اور اُنس و سرور کی حالت کا پیدا ہونا اور افکار
ردیہ کا دور ہونا اور تشویشات و پراگندگی و پریشانی و افکار کا رک جانا ہے اور نماز کی روح خدا تعالی کے ساتھ
حضور اور جبروت پر اطلاع پانی اور خدا تعالے کی کبریائی کی یادداشت اور اسکے ساتھ تعظیم اور تعظیم کے ساتھ
محبت و اطمینان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں **الاحسان ان تعبد اللہ الخ** اسکی
طرف اشارہ ہے اور آپنے نفس کو نماز کے عادی ہونے کی کیفیت پر اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اللہ پاک
فرماتا ہے نماز کو اپنے اور بندے کے مابین نصف نصف تقسیم کرلیا ہے **ولعبدی ماسال** اور میرے بندے کے
لیے وہ چیز ہے جو مانگے۔ پس جب بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے میرے بندے نے بڑائی و بزرگی
بیان کی اور جب کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو فرماتا ہے میرے اور میرے بندے کے مابین یہ مشترک ہے

اور میرا بندہ جو مانگے اسکے لیے موجود ہے اور جب بندہ کہتا ہے اہدنا الصراط المستقیم آخر تک تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ مانگے اسکے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے موجود ہے۔ اس حدیث مین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ کو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے حضور قلبی پر نفس کو تنبیہ بلیغ ہوتی ہے اور وہ دعائین جو آپنے نماز کے اندر مقرر فرمائی ہین اور حضرت علی وغیرہ کی حدیث مین مذکور ہین آمین بھی اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے تلاوت قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق و تعظیم کے ساتھ خدا تعالیٰ کیطرف متوجہ ہو اور قرآن کی نصیحتون مین فکر و تدبر کرتا جاوے اور قرآن کی امثال و قصص سے عبرت حاصل کرتا جاوے اور جب خدا تعالیٰ کی کسی صفت اور اسکی نشانی پر گذرے سبحان اللہ کہے اور جب جنت و رحمت کی آیت پڑھے خدا تعالیٰ سے فضل کا خواستگار ہو اور جب جہنم اور غضب کی آیت پر گذرے نار کا طلبگار ہو یہ وہ امور ہین جنکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کو نصائح کے خوگر ہونے کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اور ذکر کی روح حضور اور خدا تعالیٰ کی حیرت و ہیبت مین مستغرق ہو جانا ہے اور یہ بات اسطرح حاصل ہو سکتی ہے کہ کہے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر خدا تعالیٰ سے اسکا جواب سنے اسکے جواب مین فرماتا ہے لا الہ الا اللہ انا و انا اکبر۔ پھر کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پھر اس بات کا خیال کرے کہ اللہ پاک اسکے جواب مین فرماتا ہے لا الہ الا انا وحدہ لا شریک لی۔ اور اسیطرح کیا کرے حتی کہ حجاب دفع ہو اور استغراق حاصل ہو جاوے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور دعا کی روح یہ ہے کہ اس بات کا خیال کرے کہ ہر چیز سے روکنا اور ہر چیز کی قدرت دینا خدا تعالیٰ کے قبضہ مین ہے اور اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسے نہلانے والے کے ہاتھ مین مردہ ہوتا ہے یا جسطرح کسی کے ہاتھ مین مورت ہوتی ہے اسکو جیسے چاہتا ہے حرکت دیتا ہے اور مناجات کی لذت اسکو حاصل ہووے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز کے بعد اسکے شغفون کے بابین ایک بہت بڑی دعا بیان کی ہے کہ بندہ دونون ہاتھ اٹھا کر خدا تعالیٰ سے دعا کرے اے پروردگار اے پروردگار کہتا جاوے اور دنیا و آخرت کی بھلائی کا سوال کرے اور مصائب سے پناہ مانگے اور نہایت تضرع و نیازمندی سے دعا مانگے مگر اسمین یہ شرط ہے کہ اسکا دل سب امور دنیوی سے فارغ ہو اور بول و براز کی حاجت اور اشتہاء طعام سے فراغت ہو اور نہ غصہ کی حالت ہو پس جب انسان حضور قلبی کی کیفیت معلوم کرلے اور پھر وہ حضور اسکو حاصل نہو تو اس حضور کے جاتے رہنے کا سبب اسکو سوچنا چاہیے اگر قوت جسمانی اسکا باعث ہے تو اسکو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزے سے قواے جسمانی ضعیف ہو جاتے ہین بسا اوقات دو مہینہ کے پیاپے روزے رکھنے سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے اور اگر جماع کی خواہش ہے یا کھانے پکانے سے فارغ ہونے کی حاجت ہے اور اسکو عبادت کا سرور جاتا رہتا ہے اور اسکا اعادہ چاہتا ہے تو اسکو نکاح کرنا چاہیے تاکہ جماع کی حاجت رفع ہو سکے مگر بدا بدا اور اختلاط مین منہمک ہونے سے باز رہے اور اسکو بمنزلہ دوا کے سمجھے جسکے نقصان سے محفوظ رہنا اور نفع سے تمتع حاصل کرنا چاہیے اور اگر تنہا بیٹھ رہے اور لوگون کی مصاحبت مین

مشغول رہتا ہے تو اُنکے ساتھ عبادت کا بھی شامل کرنا ضروری خیال کرے اور اگر اُسکے دماغ مین خیالات مشوشہ
اور افکار ناقصہ بھرے ہوے ہین تو اُسکو لوگون کی ملاقات ترک کرکے گھر یا مسجد مین خلوت نشینی اور اپنی زبان کو بجز
ذکر الٰہی کے اور اپنی قلب کو بجز اُس فکر کے کہ جسکے وہ درپے ہے روکنا چاہیے اور نیند سے بیدار ہوتے وقت ذکر الٰہی
کی عادت ڈالنا چاہیے تاکہ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا ذکر اُسکے قلب مین داخل ہو اور سوتے وقت
بھی ایسا ہی کرنا چاہیے تاکہ تمام اشغال سے دل کو فراغت ہو جاوے - اور اُن چار اصول مین سے تیسرا دل کی سماحت
ہے سماحت کے یہ معنی ہین کہ قوت ملکی قوت بہیمی کے دواعی کے تابع نہو مثلاً لذت کا طلب کرنا اور انتقام لینے کی خواہش
اور غضب اور بخل کی خواہش اور مال و جاہ کی حرص یہ ایسے امور ہین کہ جب انسان انکے موافق کام کرتا ہے تو اُن
اعمال کی کیفیت کسی وقت قلب مین ظاہر ہوتی ہے - پھر اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے
تو ان صفات رذیلہ کا ترک کرنا آسان ہوتا ہے اور یہ صفات ایسی ہو جاتی ہین کہ گویا کبھی انکا نام بھی نہ تھا
اور نفس خالص ہو کر خدا تعالیٰ کی رحمت مین داخل ہوتا ہے اور اُس نور کے دریا مین مستغرق ہو جاتا ہے جنکو بداہتا
سرشت کے اعتبار سے نفوس مقتضی ہوتے ہین اور اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت نہین ہوتی تو اُن اعمال کی
کیفیت نفس کے اندر اسطرح ظاہر ہو جاتی ہے جسطرح موم مین مہر کے نقوش منقش ہو جاتے ہین اور دنیاوی زندگی
کا میل نفس کے اندر جم جاتا ہے اور اُن کیفیات کا متروک ہو جانا نفس پر دشوار ہو جاتا ہے پھر جب نفس کو بدن سے
مفارقت ہوتی ہے تو وہ بد اعمالیان ہر چہار طرف سے اُسکا احاطہ کرتی ہین اور نفس اور اُن انوار کے مابین جو سرشت
کے اعتبار سے نفس کے مقتضی ہوتے ہین بہت سے غلیظ غلیظ پردے پڑ جاتے ہین جسکے سبب سے نفس کو ایذا و تکلیف
پہنچتی رہتی ہے - اس سماحت کو جب خواہش شکم اور شہوت فرج کے داعیہ کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا
نام عفت ہوتا ہے - اور جب بیقراری اور اضطراب کے سبب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس سماحت کا نام صبر
ہوتا ہے اور جب انتقام کے سبب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام عفو ہوتا ہے اور جب مال کے سبب کے ساتھ ہو
تو اسکا نام سخاوت اور قناعت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان سب کے اصل نفس کا خواہش بہیمی کے تابع نہونا ہے
اور صوفیہ کرام اُسکو تعلقات دنیویہ کے قطع کرنے یا خصائص بشریہ کے فنا ہونے اور اسی قسم کے مختلف ناموں سے
تعبیر کرتے ہین اور اس صفت کے حاصل کرنے مین زیادہ ضروری ان اشیا کے مواقع مین واقع ہونے سے
احتیاط رکھنا اور دل سے ذکر الٰہی کا اختیار کرنا عالم تجرد کی طرف نفس کا میلان ہے چنانچہ زید بن حارثہ کا قول ہے
میرے نزدیک دنیا کا پتھر و ڈھیلا سب برابر ہے حتی کہ آنکی نسبت مکاشفہ کی خبر دیگئی ہے -

چوتھی صفت عدالت ہے عدالت ایک ایسی کیفیت کا نام ہے کہ تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ وغیرہ کی
اصلاح کے متعلق ایک نظام عادل بسہولت قائم ہو سکتا ہے اور اصل مین وہ جبلت نفسانی ہے جو افکار
کلیہ اور اُن سیاستون کے پیدا ہونے کا باعث ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ اور اُسکے ملائکہ کے موافق ہین اور اسکا
سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو منظور ہے کہ جہان مین انتظام قائم رہے اور بعض بعض کی اعانت کرین - اور

اور کوئی کسی کو نہ ستائے اور باہم الفت و محبت سے رہین جسطرح کہ ایک بدن کے اعضا ہوتے ہین کہ جب کسی
عضو کو صدمہ پہونچتا ہے تو تمام اعضاء پر اسکا اثر ہوکر بخار آجاتا ہے اور سب کی نیند جاتی رہتی ہے - اور نیز
آنکی نسل کا بڑھانا منظور ہے کہ آنمین سے جو نافرمان ہین آنکی توبیخ کیجاے اور جو عادل ہین آنکی تعظیم کیجاے
اور رسوم فاسدہ دور ہون اور بھلائی کی باتین اور شرائع حقہ کا آنمین دستور ہو اور آسکے پیدا کرنے مین اللہ
سبحانہ کے لیے قضاء اجمالی ہے اور یہ آسکی شرح و تفصیل ہے اور ملائکہ مقربین نے اسکو معلوم کرلیا ہے اور جو لوگ
ان امور کی اصلاح مین سعی کرتے ہین آنکے لیے ملائکہ دعا دیتے ہین اور جو آنکے فساد مین سعی کرتے ہین آنپر لعنت
کرتے ہین چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فے الارض کما
استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون
بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفسقون - جو لوگ تم مین سے ایمان لائے ہین اور اچھے عمل کیے ہین
خدا تعالی نے آنسے اس بات کا وعدہ کرلیا ہے کہ آنکو زمین مین خلیفہ بنائیگا جسطرح آن لوگون کو آسنے خلیفہ
بنایا ہے جو انسے پہلے تھے اور جس دین کو آنکے لیے پسند کیا ہے آسپر آنکو قدرت دیگا اور آنکے خوف کے بعد
آنکو امن بدلہ مین دیگا مجکو پوجتے ہین کسی کو میرا شریک نہین کرتے اور جنھون نے اسکے بعد کفر کیا وہی لوگ
نافرمان ہین - اور فرماتا ہے الذین یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر اللہ
بہ ان یوصل الایہ - جو لوگ خدا تعالے کے عہد کو پورا کرتے ہین اور عہد کو نہین توڑتے اور جس چیز کے جوڑنے کا
خدا تعالی نے حکم دیا ہے آسکو جوڑتے ہین اور فرماتا ہے والذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ و
یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل - اور جو لوگ خدا تعالی کے عہد کو بعد پختہ کرنے کے توڑتے ہین اور خدا تعالے
نے جس چیز کے جوڑنے کا حکم دیا ہے آسکو قطع کرتے ہین - جو شخص ان اصلاح کے کامون کو عمل مین لاتا ہے
خدا تعالی کی رحمت اور ملائکہ مقربین کی دعاء آسکے شامل حال ہوتی ہے خواہ آس شخص کو اسکا گمان ہو یا نہو
اور ہر طرف سے نورانی شعاعین آسکو گھیر لیتی ہین جسطرح شمس و قمر کی شعاعین انسان کو محیط ہوجاتی ہین
اسکے سبب سے بنی آدم اور ملائکہ کے قلوب مین آس شخص کے ساتھ محبت کا القاء ہوتا ہے تمام زمین و آسمان مین وہ
شخص مقبول ہوجاتا ہے اور جب عالم تجرد کیطرف آسکا انتقال ہوتا ہے تو یہ شعاعین جو آسکے ساتھ متصل تھین
آسکو محسوس ہوتی ہین اور آس شخص کو آنکی لذت معلوم ہوتی ہے اور ایک قسم کی کشادگی اور قبولیت آسکو
نظر آتی ہے اور آسکے اور ملائکہ کے مابین ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص فساد کے کام عمل مین لاتا ہے
تو خدا تعالے کا غضب اور ملائکہ کی لعنت آسکو گھیر لیتی ہے اور آس غضب سے تاریک تاریک شعاعین پیدا
ہوکر آس شخص کے محیط ہوجاتی ہین جسکے سبب سے ملائکہ اور مخلوق کے دلون مین اسکے ساتھ بغض برباد کرنے کا
الہام ہوتا ہے اور تمام آسمان و زمین مین وہ شخص مبغوض ٹھہرتا ہے پھر جب عالم تجرد کیطرف آسکا کوچ ہوتا ہے

تو ان ظلمانی شعاعون کو معلوم کرتا ہے اور وہ شعاعین اسکو کالی نظر آتی ہین اور اسکی جان کو انسے الم اور
ضیق و نفرت پیدا ہوتی ہے اور تمام جوانب سے وہ شخص گھر جاتا ہے اور باوجود فراخی کے زمین اسپر تنگ
معلوم ہوتی ہے۔ عدالت کی صفت کا جب نشست و برخاست اور خواب و بیداری اور چلنے و پھرنے اور بولنے
و چالنے اور لباس و شعار کی اوضاع کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام ادب ہوتا ہے اور جب مال اور
اسکے جمع کرنے اور صرف کرنے کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام کفایت ہوتا ہے اور تدبیر منزل کے
ساتھ اعتبار کرنے سے حریت اور تدبیر مدنیہ کے ساتھ سیاست اور عزیزون کی الفت رکھنے کے ساتھ حسن عادت
یا حسن معاشرت اسکا نام ہوتا ہے عدالت کے حاصل کرنے مین زیادہ ضروری رحمت اور محبت اور نرم دلی
اور آپسکے ساتھ افکار کلیہ کے تابع ہونا اور انجام کار پر نظر رکھنا ہے اور ان دونون صفت یعنی سماحت و
و عدالت مین ایک قسم کا منافات اور مخالفت ہے اسلیے کہ تجرد کیطرف قلب کا میلان اور اسکے اندر رحمت و
محبت کا ہونا اکثر لوگون کے اعتبار سے یہ دونون وصف جمع نہین ہوتے خصوصاً ان لوگون کے اندر جنکی
قوت بہیمی و ملکی مین کشاکشی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ تم بہت سے اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ انھون نے لوگون سے
قطع تعلق کر دیا ہے حتی کہ اہل و عیال کو بھی چھوڑ دیا ہے اور لوگون سے بالکل برطرف ہوگئے ہین اور عوام لوگ
شب و روز اہل و عیال کے ساتھ مشغول رہتے ہین حتی کہ ان چیزون نے انسے خدا تعالے کا ذکر بھلا دیا ہے
اور انبیاء علیہ السلام دونون مصلحتون کی رعایت کا حکم دیتے ہین اسی لیے ان دونون صفتون کے اندر ضبط باہم
اور تمیز شکل کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ شرائع کے اندر جن اخلاق کا لحاظ ہے وہ یہی اخلاق ہین اور بعض
افعال اور کیفیات اور ہیئت ایسی بھی ہین جو ان اخلاق اور ان اخلاق کی اضداد کا کام دیتی ہین اس سبب سے
کہ یہ افعال وغیرہ نفس کے اندر ملائکہ اور شیاطین کا مزاج پیدا کر دیتی ہین ملائکہ اور شیاطین کے دونون قبیلون مین سے
ایک کی طرف نفس کے میلان سے یہ افعال وغیرہ پیدا ہوتے ہین لہذا انکے متعلق حکم دیا جاتا ہے اور ہمنے کچھ
اسکا ذکر پہلے کیا ہے اور اسی باب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے **ان الشیطان یاکل بشماله
ویشرب بشماله**۔ شیطان بائین ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائین ہاتھ ہی سے پیتا ہے اور فرمایا ہے **الاجدع
شیطان** یعنے مقطوع الجحتہ اور فرمایا ہے **الا تصفون کما تصف الملائکة**۔ جسطرح فرشتے
صف باندھکر کھڑے ہوتے ہین تم اسطرح صف بندی کیون نہین کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان اعمال کا حکم دیا ہے جو ان اخلاق کی علامات ہین چنانچہ ایسے اذکار کا آپنے حکم دیا ہے جنسے ہر وقت اخبات
اور فرمانبرداری اور تضرع کی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور صبر کرنے اور خدا کی راہ مین خرچ کرنے کا حکم دیا
اور موت اور آخرت کی یاد کرنے کی رغبت دلائی اور انکی آنکھون کے سامنے دنیا کی ناپائیداری ثابت کی
اور خدا تعالی کے جلال اور اسکی عظیم الشان قدرت مین فکر کرنے کا انکو شوق دلایا تاکہ سماحت کی صفت
انکے اندر پیدا ہو۔ اور مریض کی عیادت اور باہم سلوک اور صلہ کرنے اور سلام کا رواج ڈالنے اور صدقہ کے

قائم کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا اُنکو حکم دیا تاکہ عدالت کی صفت اُنکے اندر پیدا ہو جاے اور ان افعال اور کیفیات کا پورے پورے طور پر بیان کیا خدا تعالے اس نبی کریم کو ہمارے اور تمام مسلمانون کی طرف سے ایسا بدلہ دے جسکے وہ لائق ہے - جب یہ اصول تمکو معلوم ہوگئے تو ہم اب کسیقدر تفصیل کرنے مین مشغول ہوتے ہین - واللہ اعلم -

اذکار اور اُسکے متعلقات کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ کوئی قوم خدا تعالے کے یاد کرنے کے لیے نہین بیٹھتی مگر ملائکہ اُنکو گھیر لیتے ہین اور رحمت اُنپر چھا جاتی ہے - مین کہتا ہون یہ بات یقینی ہے کہ خدا تعالی کی طرف رغبت اور اُسکے ذکر کے ساتھ مسلمانون کا اجتماع رحمت اور سکینہ بُلا لیتا ہے اور ملائکہ سے قریب کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سبق المفردون مفرد لوگ آگے ہوگئے - مین کہتا ہون سابقین مین سے ایک گروہ کا نام مفردین ہے کیونکہ یاد اور ذکر نے اُنپر سے بار ہاے گناہ اُنکو ہلکا کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال تعالی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ - اللہ پاک فرماتا ہے مین اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہون جو اُسکو میرے ساتھ ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے مین اُسکے ساتھ ہوتا ہون پھر اگر اپنے جی مین مجھے یاد کرتا ہے تو مین اپنے جی مین اُسکو یاد کرتا ہون اور اگر جلسہ مین یاد کرتا ہے تو مین اُس سے بہتر جلسہ مین اُسکو یاد کرتا ہون - مین کہتا ہون بندے کی سرشت جو اخلاق اور علوم کا منشا ہوتی ہے اور وہ کیفیات جسکو نفس حاصل کرتا ہے اس رحمت کے مخصص ہوتی ہے جو اُس بندے کے لیے خاص ہے - پس بہت سے لوگ جنکے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے اس بات کی امید رکھتے ہین کہ ہمارا پروردگار ہمارے گناہ درگذر کریگا اور ذرا ذرا سی بات پر ہمسے مواخذہ نکریگا اور سماحت کا برتاو ہمارے ساتھ کریگا ایسے شخص کی یہ امید اُسکے گناہون کے دور ہو جانے اور نفس کے صاف ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہے اور بہت سے بخیل اور حریص مزاج آدمی اپنے پروردگار سے اس بات کا گمان رکھتے ہین کہ خدا تعالے ہمسے ذرا ذرا سی بات کا مواخذہ اور جزرس لوگون کا سا معاملہ کریگا اور گناہون سے درگذر نکریگا - اور یہ بات دنیاوی حیات کے اعتبار سے دلمین زیادہ تر بیٹھ جاتی ہے اور بعد از مرگ یہ کیفیت چارون طرف سے اُسکو گھیر لیتی ہے - مگر یہ فرق صرف اُن امور کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے کہ حظیرۃ القدس مین جنکی نسبت کوئی تاکیدی حکم نہین ہوتا اور کبائر اور اُنکے قریب قریب گناہون کے اعتبار سے صرف بالاجمال اسکا اثر کچھ ظاہر ہوتا ہے - اور اللہ پاک کے یہ فرمانے مین کہ مین اُسکے ساتھ ہوتا ہون معیت قبول اور حظیرۃ القدس مین ایک شان کے ساتھ ہونے کی طرف اشارہ ہے

جب بندہ اپنے دل مین خدا تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور اسکے انعامات مین غور کرنا شروع کرتا ہے تو اسکے بدلہ
مین اس راستہ سے خدا تعالیٰ اسکے لیے حجابات دور کر دیتا ہے اور چلتے چلتے اُس تجلی تک جا پہونچتا ہے
جو حظیرۃ القدس کے اندر قائم ہوتی ہے اور جب کسی جلسہ مین خدا تعالیٰ کی یاد کرتا ہے اور اسکی غرض دین
اسلام کی اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوتی ہے تو اسکی جزا مین خدا تعالیٰ ملاء اعلیٰ کے قلوب مین اسکی محبت کا
القا فرماتا ہے اور وہ اسکے لیے دعا کرتے ہین اور برکت کے طالب ہوتے ہین بعد ازان زمین پر بھی وہ بندہ
مقبول ٹھہرایا جاتا ہے۔ مگر بہت سے عارف باللہ ایسے ہین کہ معرفت کے درجہ تک انکو وصول ہو گیا ہے
لیکن نہ تو زمین پر انکو لوگ مانتے ہین اور نہ ملاء اعلیٰ مین انکا کچھ تذکرہ ہوتا ہے اور بہت سے لوگ دین کے
حامی اور مددگار اور بڑے مقبول اور متبرک بندے ہوتے ہین مگر انکے حجابات رفع نہین ہوتے۔ انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال اللہ تعالیٰ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا وازید ومن جاء بالسیئۃ
فجزاء سیئۃ مثلہا او اغفر ومن تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعا ومن تقرب منی ذراعا تقربت
منہ باعا ومن اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ ومن لقینی بقراب الارض خطیئۃ لا یشرک بی شیئا لقیتہ بمثلہا
مغفرۃ اللہ پاک فرماتا ہے جو بھلائی لیکر آئیگا تو اسکی اس سے دس گنی ہے اور مین زیادہ بھی کر دونگا اور جو
برائی لائیگا تو برائی کا بدلہ اسکے برابر ہے یا مین معاف کر دونگا اور جو شخص بالشت بھر میرے پاس آتا ہے
مین ایک ذراع اسکے پاس آتا ہون اور جو ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو مین ایک باع یعنی دونون
ہاتھ کے پھیلاو کے برابر اسکے قریب ہوتا ہون اور جو میرے پاس چلکر آتا ہے مین اسکے پاس دوڑ کر آتا ہون
اور جو مجھسے زمین کے برابر گناہ لاکر ملتا ہے اور دنیا سے پیٹھ پھیر لیتا ہے اور اسکے بہیمی قوی بوجہ ہو جاتے ہین
اور ملکیت کے انوار چمکنے لگتے ہین تو اسکے تھوڑے حسنات بھی بہت ہو جاتے ہین اور عارضی چیز ہمیشہ
ذاتی چیز سے ضعیف رہتی ہے اور تدبیر الٰہی کا منبع خیر کے فیضان پر ہے اور خیر وجود کے ساتھ بہت قریب
اور شر اس سے بہت بعید ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہین منجملہ
ایک حصہ زمین کی طرف اُتار رکھا ہے۔ اسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالشت اور ذراع اور باع اور چلنے
اور دوڑنے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور آخرت کے اعتبار سے کوئی چیز جبروت پر اطلاع پانی اور اسکی طرف
التفات کرنے سے زیادہ نافع نہین ہے من لقینی بقراب الارض خطیئۃ لا یشرک بی شیئا الخ کے
یہی معنی ہین اور اللہ پاک فرماتا ہے اعلم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنوب ویواخذ بہ کیا میرا بندہ اس
بات کو جانتا ہے کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
قال تعالیٰ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضت
علیہ ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و
بصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ وان استعاذنی

للعبد نہ وما ترددت فی شی انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساتہ۔ اللہ
پاک فرماتا ہے کہ جو شخص کسی میرے دوست سے عداوت کرتا ہے مین اسکو اعلان جنگ دیتا ہون میرا بندہ
کسی چیز سے جو مجکو زیادہ تر محبوب ہو فرائض سے زیادہ مجھسے نزدیک نہین ہوتا اور میرا بندہ برابر نوافل سے قرب
حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ مجھے پیارا ہو جاتا ہے اور جب مین اُس سے محبت کرنے لگتا ہون تو مین اُسکا
کان ہو جاتا ہون جس سے سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہون جس سے دیکھتا ہے اور اُسکا ہاتھ ہو جاتا ہون جس سے
وہ پکڑتا ہے اور اُسکا پیر ہو جاتا ہون جس سے وہ چلتا ہے اور جو مانگتا ہے ضرور اُسکو دیتا ہون اور اگر میری
پناہ مانگتا ہے تو ضرور پناہ مین لے لیتا ہون اور مین نے کسی چیز مین جسکے کرنے کا ارادہ کیا ہے ایسا تردد نہین کیا
جیسے مومن کے نفس سے مجھے تردد ہوا اُسکو موت گوارا نہین ہوتی اور مجکو اُسکی تکلیف گوارا نہین ہوتی۔
مین کہتا ہون جب خدا تعالی کسی بندہ سے محبت کرتا ہے اور ملاء اعلی مین اُسکی محبت نازل ہوکر زمین مین بھی
مقبول ہو جاتا ہے پھر کوئی شخص اس نظام الہی کی مخالفت کرتا اور اُس بندہ سے عداوت کرتا ہے اور اُسکے کام
کے بگڑنے مین کوشش کرتا ہے تو خدا تعالی کی رحمت جو اُس محبوب کے متعلق ہوتی ہے اُسکے دشمن کے
حق مین لعنت بنجاتی ہے اور اُسکی رضامندی دشمن کے حق مین غضب الہی بنجاتی ہے اور جب خدا تعالی کسی
شریعت کے ظاہر کرنے اور کسی دین کے قائم کرنے سے بندون کے نزدیک ہوتا ہے اور حظیرۃ القدس مین ان
طریقون اور شرایعون کو مرقوم فرماتا ہے تو یہ طریقہ او عباداتت سب چیزون سے زیادہ رحمت الہی کے جالب
اور اُسکی رضامندی کے موافق ہوتی ہین اور یہ تھوڑی سی چیزین بہت ہوتی ہین او بندہ نوافل کے ذریعہ سے
فرائض ادا کرنے کے بعد خدا تعالی سے برابر قربت حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ خدا تعالی کا محبوب بنجاتا ہے اور
رحمت الہی اُسکو محیط ہو جاتی ہے اسوقت مین اُس اعضاء کو نور الہی سے مدد پہونچتی ہے اور اُسکی ذات واہل و
عیال ومال مین برکت دیجاتی ہے اور اُسکی دعا قبول ہوتی ہے اور شر سے محفوظ رہتا ہے اور اُسکی اعانت
کیجاتی ہے اس قرب کا نام ہمارے ہان قربت اعمال ہے اور اس حدیث مین جو تردد کا لفظ آیا ہے اُسمے
عنایات الہی کا تعارض مراد ہے کیونکہ خدا تعالی کو ہر نظام نوعی وشخصی کے ساتھ ایک توجہ خاص ہے۔ بدن
انسانی کے ساتھ اُسکی توجہ کا مقتضی ہے کہ اُسکی موت وبیماری اور تکلیف کا حکم دیا جائے اور اُسکے نفس کے
ساتھ جو خدا تعالی کا محبوب ہے توجہ الہی کا یہ مقتضی ہوتا ہے کہ ہر طرف سے اُسکے لیے راحت وآرام ہو جاتا
اور تکلیف سے محفوظ رکھا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند
ملیکلم الحدیث۔ کیا مین تمکو وہ عمل نہ بتادون جو تمھارے سب اعمال مین بہتر ہے اور تمھارے بادشاہ کے نزدیک
سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور سب اعمال سے زیادہ تمھارے درجات بلند کرنیوالا ہے اور تمھارے حق مین
سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمھارے حق مین اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے سامنا کرو
اور تم انکی گردنین مارو اور وہ تمھاری گردنین مارین صحابہؓ نے عرض کیا ہان آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کا ذکر ہے۔

میں کہتا ہوں افضلیت کے طریقے مختلف ہوتے ہیں اور جبروت پر نفس کی اطلاع پانے کے اعتبار سے ذکر الٰہی
سے زیادہ کوئی چیز افضل نہیں ہے خاصکر اُن نفوس ذکیہ میں جنکو ریاضات کی حاجت نہیں ہوتی صرف
اُنکو نگہداشت کی حاجت ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قعد مقعدا لم یذکر اللہ
قعدۃ الحدیث - یعنے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھکر خدا تعالے کی یاد نکرے تو وہ مجلس اُسکے حق میں منجانب اللہ
حسرت ہے اور جو شخص لیٹے اور لیٹ کر خدا تعالے کی یاد نکرے وہ لیٹنا خدا تعالیٰ کی طرف سے اسپر حسرت ہے
اور فرمایا ہے - ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون اللہ فیہ الا قاموا عن مثل جیفۃ حمار وکان علیہم
حسرۃ - کوئی قوم کسی مجلس سے جسمیں یاد الٰہی نہ کیا ہو نہیں کھڑی ہوتی مگر جسطرح مردار گدھے کو کھا کر اُٹھتے
ہیں اور وہ مجلس اُنپر حسرت ہوگی اور فرمایا ہے لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ
قسوۃ بالقلب وان ابعد الناس عند اللہ القلب القاسی - بجز ذکر الٰہی کے کثرت سے کوئی کلام مت کرو
اسلیے کہ بغیر ذکر خدا تعالیٰ کی کثرت سے کلام کرنا قلب میں قساوت پیدا کر دیتا ہے اور خدا تعالے کے نزدیک
سب لوگوں سے دور قاسی القلب ہے میں کہتا ہوں جب ایک شخص نے ذکر الٰہی کی حلاوت معلوم کرلی اور
ذکر الٰہی سے اطمینان حاصل ہونے کی کیفیت اور نیز یہ بات معلوم کرلے کہ ذکر الٰہی کے کرنے سے اُسکے قلب سے
حجابات کسطرح دور ہوتے ہیں اور وہ شخص ایسا ہو جاتا ہے جیسے خدا تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھتا ہے تو
بلاشک جب وہ شخص دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اہل وعیال اور دنیا کے سامان میں متوجہ ہوتا ہے
تو ان کیفیات میں سے بہت کچھ بھول جاتا ہے اور ایسا رہجاتا ہے کہ جو بات اُسکو حاصل ہوئی تھی وہ اُس سے
گم ہوگئی اور اُس شخص کے اور اُس چیز کے مابین جو اُسکے آنکھوں کے سامنے تھی ایک پردہ پڑجاتا ہے اور یہ خصلت
دوزخ اور ہر برائی کی طرف انسان کو بلاتی ہے اور یہ ہر ایک حسرت کا سبب ہے اور جب بہت سی چیزیں
جمع ہوجاتی ہیں تو نجات کی کوئی سبیل نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حسرتوں کا پورا پورا علاج
بتایا ہے اسطرح پر کہ ہر وقت کے لیے اُس وقت کے مناسب ایک ذکر مقرر فرمایا ہے تاکہ غفلت کے سم کا دور کرنیوالا
اور اُسکے لیے تریاق ہو اور اُن اذکار کے فوائد اور بغیر اُن اذکار کے حسرات کے عارض ہونے پر متنبہ کیا ہے - اور
معلوم کرو کہ ذکر کے الفاظ منضبط کرنے کی ضرورت تھی تاکہ کوئی تصرف کرنے والا اپنی ناقص عقل سے اُنمیں
تصرف کرکے خدا تعالے کے اسماء میں الحاد نکرے یا جو مقام جس ذکر کے مناسب ہے اُسکو استعمال میں نہ لائے
اذکار کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسنون کیا ہے اُن سب سے زیادہ عمدہ و بہتر ذکر الٰہی
جنمیں سے ہر ایک میں وہ راز ہے جو دوسرے میں نہیں ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر
اُنمیں سے کئی کئی ذکر کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ برابر ایک ہی قسم کا ذکر کرنے سے وہ ذکر
عامہ مکلفین کے اعتبار سے صرف زبانی حرکت ہو جاتا ہے اور اذکار کے بدلنے سے نفس کو تنبیہ اور غافل کو
بیداری ہوتی ہے - اُنمیں سے ایک ذکر (سبحان اللہ) ہے اسکی حقیقت خدا تعالے کا تمام ادناس وعیوب

اور نقائص سے پاک کرنا ہے ــــ اور ایک (الحمد للہ) ہے اور اسکی حقیقت خدا تعالے کے لیے کمالات
اور اوصاف کاملہ کا ثابت کرنا ہے جب یہ دونون باتین ایک کلمہ مین جمع ہوگئین تو انسان کو اپنے پروردگار کی
جو معرفت حاصل ہوسکتی ہے اس کلمہ مین اُس معرفت کا پورا پورا بیان ہے کیونکہ بندہ خدا تعالیٰ کو صرف
اسی قدر پہچان سکتا ہے کہ اُسکے لیے ایک ذات ثابت کرے جو تمام اُن نقائص سے جنکا ہم اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہین
پاک ہو اور جسقدر کمالات کمال ہونے کی جہت سے ہم اپنے اندر دیکھتے ہین وہ سب اُس ذات کو ثابت ہون
پس جب اس ذکر کی صورت نامہ اعمال مین مندرج ہوتی ہے تو یہ معرفت پوری اور کامل جسکے کامل ہونے کا
حکم دیا جاتا ہے ظاہر ہوتی ہے اور قرب الہی کا باب عظیم اسکے سبب سے مفتوح ہوجاتا ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اس قول مین اسی کے معنی کی طرف اشارہ کیا ہے التسبیح نصف المیزان والحمد للہ تملئہ
سبحان اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ اُسکو پر کردیتا ہے اسیلیے سبحان اللہ وبحمدہ کا کلمہ زبان پر آسان
اور وزن مین بہت ہے اور خدا تعالے کو پیارا ہوتا ہے اور اسکے پڑھنے والے کے لیے ایک درخت بویا جاتا ہے
جو شخص اسکو سو مرتبہ پڑھے اُسکے حق مین وارد ہوا ہے کہ تمام اُسکے گناہ دور ہوجاتے ہین اگرچہ سمندر کی جھاگ
کے برابر ہون اور قیامت کے دن کوئی شخص ان کلمات کے پڑھنے والے سے افضل نہ آویگا مگر جسنے اسکو
پڑھا یا اس سے زیادہ کیا اور خدا تعالے نے اپنے ملائکہ کے لیے جو اذکار پسند فرمائے ہین اُن سب مین یہ بہتر ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے اول من یدعی الی الجنۃ الذین یحمدون اللہ فی السراء
والضراء سب سے پہلے جنت مین وہ لوگ بلائے جاوینگے جو مصیبت وآرام کے وقت اللہ کی حمد کرتے ہین
اُسمین یہ راز ہے کہ اُن لوگون کا عمل ثبوتی ہے قواے ثبوتیہ اوسکے باعث ہوتے ہین۔ اور ایسے لوگ جنت کے
انعامات سے نہایت ثمریاب ہوتے ہین اور یہ جو فرمایا ہے کہ افضل الدعا الحمد للہ بہترین دعا الحمد للہ ہے اُسمین
یہ راز ہے کہ دعا کی دو قسمین ہین چنانچہ ہم ذکر کرینگے اور الحمد للہ مین دونون قسم موجود ہین کیونکہ شکر زیادتی
نعمت کا سبب ہے اور اُسکے اندر معرفت کی ثبوتی پائی جاتی ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ الحمد للہ راس الشکر
الحمد للہ شکر کی اصل ہے اُسمین یہ راز ہے کہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلب سے بھی اور اعضاء
سے بھی اور زبان بہ نسبت ان دونون کے شکر پر زیادہ تر بظاہر دلالت کرتی ہے اور ایک ذکر لا الہ الا اللہ ہے
اور اسکے کئی بطون ہین بطن اول شرک جلی کا دور کرنا ہے اور بطن دوم شرک خفی کا دور کرنا ہے
اور بطن سوم اُن حجابات کا دور کرنا جو معرفت الہی تک پہونچنے کے مانع ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس قول مین اسی کی طرف اشارہ ہے لا الہ الا اللہ لیس لہا حجاب دون اللہ حتی تخلص الیہ
لا الہ الا اللہ کے لیے خدا تعالے سے ورے کوئی پردہ نہین جسکی وجہ سے خدا تعالے تک وہ پہونچ جاتا ہے
اور موسیٰ علیہ السلام کو اسکے بطون مین سے پہلے دو بطن کا علم تھا اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بات کو بعید سمجھا کہ آپکے لیے جو ذکر خاص کیا گیا ہے وہ یہی ہو۔ اور خدا تعالے نے بذریعہ وحی کے

اسکا حال ظاہر کردیا اور آپ پر یہ بات روشن کردی کہ یہ کلمہ خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے اعتبار کرنے اور
آنکھوں کے سامنے متمثل ہونے سے دور کرنیوالا ہے اور اس درجہ کا کلمہ ہے کہ اگر تمام دنیا کے کلمے ایک پلہ مین
رکھے جاوین اور یہ کلمہ دوسرے پلے مین تو آن سب کو جھکا دے کیونکہ اس کلمہ کے سامنے سب کلمے حقیر ہین نفی
کم رتبہ کے اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ جب کسیقدر تفصیل اور شامل ہو جاتی ہے تو یہ کلمہ نفی اور اثبات کے لیے
ہو جاتا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شی قدیر۔ اس کلمہ کے
سو مرتبہ کہنے والے کی فضیلت مین وارد ہوا ہے کانت لہ عدل عشر رقاب الخ۔ کہ اسکے لیے اس کلمہ کا
سو مرتبہ کہنا دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے اخیر حدیث تک۔ کیونکہ یہ کلمہ معرفت سلبیہ و ثبوتیہ کا
جامع ہے اور سلبیہ کو گناہون کے دور ہونے اور ثبوتیہ کو حسنات کے پائے جانے اور جزا کے متمثل ہونے مین
بہت دخل ہے۔ اور ایک ذکر کلمہ اللہ اکبر ہے اس کلمہ کے اندر خدا تعالیٰ کی عظمت اور آپکی قدرت اور
آپکی سطوت کا ملاحظہ ہے اور معرفت ثبوتیہ کیطرف اسمین اشارہ ہے اسی لیے اس کلمہ کی فضیلت مین
آیا ہے کہ یہ کلمہ زمین و آسمان کی فضا کو بھر دیتا ہے یہ چارون کلمے سب مین افضل اور خدا تعالیٰ کے
پسندیدہ ہین۔ اور جنت مین یہ کلمات بوئے جاتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت
جویریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے کہ مین نے تیرے بعد چار کلمے تین مرتبہ ایسے پڑھے ہین کہ اگر ان کلمات کے
ساتھ جو تو نے آج شروع دن سے پڑھے ہین وزن کیے جائین تو وزن مین آنسے زیادہ نکلے سبحان اللہ
وبحمدہ عدد خلقہ ورضاء نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ۔ اسمین یہ راز ہے کہ عمل کی صورت جب
نامہ اعمال مین ثابت ہوتی ہے تو جزا کے وقت اس صورت کا پھیلاو اور اسکی وسعت اس کلمہ کے
معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اگر اسمین ایسا کلمہ ہے جیسے عدد خلقہ تو اسکا پھیلاو اسیقدر ہوتا ہے۔
معلوم کرنا چاہیے جس شخص کا میلان ذکر کی کیفیت سے نفس مین اثر پیدا کرنے کی طرف ہوتا ہے اس
شخص کے لیے ذکر کا کثرت سے کرنا مناسب ہوتا ہے اور جس شخص کا میلان اسطرف زیادہ ہوتا ہے کہ
عمل کی صورت نامہ اعمال مین محفوظ رہے اور جزا کے دن اسکا ظہور ہو تو اسکے حق مین ایسے ذکر کا اختیار
کرنا مناسب ہوتا ہے جو بالکیفیہ و اذکار پر فوقیت رکھتا ہو کسی کو اس موقع پر یہ کہنے کی مجال نہین ہے
کہ جب تین مرتبہ ان کلمات کا کہنا تمام اذکار سے افضل ہوا اذکار کی کثرت اور تمام اوقات کا اسمین
صرف کرنا ضائع ہوا اسلیے کہ فضیلت ایک اعتبار سے ہے نہ دوسرے اعتبار سے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
نے جویریہ کو اقرب اعمال کیطرف رہبری اور اسکی طرف تبلیغ بلیغ فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو ذکر کے اندر تہلیل (لا الہ الا اللہ) کے ساتھ اللہ اکبر اور باقی کلمات کا ملانا مسنون فرمایا ہے اسمین یہ راز ہے
کہ نفس کو ذکر پر تنبیہ ہوتی رہے اور صرف زبانی حرکت نہو۔ اور ایک ان اذکار مین سے ایسے امور کا سوال کرنا ہے
جو اسکے بدن یا اسکی ذات کے لیے پیدائش کے اعتبار سے نافع ہین یا حصول اطمینان یا تدبیر منزل یا مال و

وجاہ کے اعتبار سے اور انھین اعتبارات سے جو چیزین مضر ہین آنسے پناہ مانگنا۔ اور اسکے اندر سبب
خدا تعالیٰ کی تاثیر کا عالم ہین مشاہدہ کرنا اور بجز خدا تعالیٰ کے سب سے روکنے اور قوت ہمت کے لئی کرنا ہے
اس باب مین انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائین مقرر فرمائی ہین آنمین سے یہ دعائین زیادہ جامع
ہین اللھم اصلح لی دینی الذی ہو عصمۃ امری واصلح لی دنیای التی فیہا معاشی واصلح لی آخرتی
التی فیہا معادی واجعل الحیوۃ زیادۃ لی فی کل خیر واجعل الموت راحۃ لی من کل شر۔ اور۔ اللھم
انی اسئلک الہدی والتقی والعفاف والغنی اللھم اہدنی وسددنی۔ اور فرمایا ہے ہدایت کے ساتھ
راستہ کی طرف اپنی ہدایت اور سداد سے تیر کی طرح سیدھا ہو نامراد لے۔ اور اللھم اغفرلی وارحمنی و
اہدنی وعافنی وارزقنی اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار رب اعنی
ولا تعن علی وانصرنی ولا تنصر علی وامکرلی ولا تمکر علی واہدنی ویسر الہدی لی وانصرنی علی من
بغی علی رب اجعلنی لک شاکرا لک ذاکرا لک راہبا لک مطواعا لک مخبتا الیک اواہا منیبا رب تقبل توبتی
واغسل حوبتی واجب دعوتی وثبت حجتی وسدد لسانی واہد قلبی واسلل سخیمۃ صدری اللھم ارزقنی
حبک وحب من ینفعنی حبہ عندک اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب اللھم ما زویت
عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب اللھم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ بیننا وبین معاصیک
ومن طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ما تہون بہ علینا مصیبات الدنیا ومتعنا باسماعنا
وابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعلہ الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من
عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ہمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا
اور پناہ مانگنے کے لیے جو دعائین آپ نے مقرر کی ہین آنمین یہ دعائین زیادہ تر جامع ہین۔ اعوذ باللہ
من جہد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء اللھم انی اعوذ بک من الہم والحزن
والعجز والکسل والجبن والبخل وضلع الدین وغلبۃ الرجال اللھم انی اعوذ بک من الکسل والہرم
والمغرم والماثم اللھم انی اعوذ بک من عذاب النار وفتنۃ النار وفتنۃ القبر وعذاب القبر ومن
شر فتنۃ الغنا ومن شر فتنۃ الفقر ومن شر فتنۃ المسیح الدجال اللھم اغسل خطایای بماء الثلج
والبرد ونق قلبی کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وباعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق
والمغرب اللھم آت نفسی تقوٰھا وزکھا انت خیر من زکھا انت ولیہا ومولٰہا اللھم انی اعوذ بک
من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا یستجاب لہا اللھم انی اعوذ بک
من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجاءۃ نقمتک وجمیع سخطک اللھم انی اعوذ بک من الفقر
والقلۃ والذلۃ واعوذ بک من ان اظلم او اظلم۔ اور ازانجملہ خضوع اور فرمانبرداری کا بیان کرنا
جیسے کہ آپکا قول ہے سجد وجہی للذی خلقہ الخ۔ اور معلوم کرنا چاہیئے جن دعاؤن کا آپ نے

حکم دیا ہے وہ دو طرح کے ہین ایک تو وہ دعائین ہین جنسے تو اسے فکر یہ کا خدا تعالیٰ کی عظمت اور اُسکے جلال
کے ملاحظہ سے متاثر ہونا یا خضوع اور فرمانبرداری کی حالت کا حاصل ہونا مقصود ہے کیونکہ اُس حالت کے مناسب
زبان کی تعبیر کرنے کے لیے نفس کی اُس حالت پر متنبہ ہونے اور متوجہ ہونے مین اثر عظیم ہے ۔ اور دوسری
قسم کی وہ دعا ہین جنمین دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف رغبت اور اُن دونون کے شر سے پناہ مانگنا مقصود ہے
کیونکہ نفس کا ارادہ اور ہمت کوشش سے اُسکا کسی چیز کو طلب کرنا جناب باری کے جود کے دروازے کو
کھٹکھٹاتا ہے جسطرح دلیل کے مقدمات نتیجہ کے فیضان کا سبب ہوتے ہین اور نیز جب کسی چیز کی حاجت
قلب کو تکلیف دیتی ہے تو اُسکے سبب مناجات کی طرف قلب متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ پاک کی عظمت
اُسکے سامنے موجود ہو جاتی ہے اور ایسے وقت مین آدمی کی ہمت خدا تعالیٰ کیطرف مائل ہو جاتی ہے
لہذا یہ حالت محسنین کے لیے بہت مغتنم ہوتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے الدعاء ہو العبادۃ عبادت تو دعا ہی
کا نام ہے ۔ میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ فی الحقیقت عبادت تعظیم کی صفت کے ساتھ حضور کے اندر
مستغرق ہو جاتا ہے اور دعا اپنی دو قسموں کے اعتبار سے اُسکے لیے کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے **افضل العبادۃ انتظار الفرج** ۔ بہترین عبادت کا انتظار کشادگی کا ہے
مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ رغبت کے ساتھ رغبت الٰہی کی خواستگاری کو اسقدر اثر ہوتا ہے کہ عبادت کو
بھی اتنا اثر نہین ہوتا اور آپ نے فرمایا ہے **ما من احد یدعو بدعاء الا اعطاہ اللہ تعالیٰ ما سئل**
او کفی عنہ من السوء مثلہ ۔ کوئی دعا کرنیوالا کوئی دعا نہین کرتا مگر خدا تعالیٰ موافق اُسکے سوال کے اُسکو
عطا فرماتا ہے یا اُسکے برابر مصیبت کی برائی آدمی سے روک لیتا ہے ۔ مین کہتا ہون عالم مثال سے کسی
چیز کا ظہور جب زمین پر ہوتا ہے تو اُس ظہور کے لیے ایک تو طبعی دستور ہین کہ اگر کوئی خارجی مانع نہین ہوتا
تو اُس طریقے کے موافق اُس ظہور کا اجرا ہوتا ہے اور ایک غیر طبعی طریقہ ہے یہ جب ہوتا ہے جب اس
باب مین باہم مزاحمت ہو جاتی ہے اور غیر طبعی کی ایک یہ صورت بھی ہے کہ کسی مصیبت کے دفعہ کرنے
یا اُسکی وحشت کے دھیمی کرنے اور قلب کے اندر خوشی کا القا یا کسی حادثہ کے اُسکے جان سے یا اُسکے مال
کی طرف مائل کرنے کے لیے رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے اور اسی قسم کی اور صورتین بھی ہین اور آپ نے
فرمایا ہے تم مین سے جب کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ خدایا اگر تو چاہے تو مجھکو بخش دے اور تو اگر چاہے
تو مجھپر رحم کر اگر چاہے تو مجھکو رزق دے بلکہ کوشش کے ساتھ خدا تعالیٰ سے سوال کیا کرے کیونکہ خدا تعالیٰ
جو چاہتا ہے کرتا ہے اُسپر کسی کا دباو نہین ہے مین کہتا ہون دعا کی روح اور اُسکی حقیقت نفس کا کسی چیز
کی طرف رغبت کرنا ہے جسکے ساتھ تشبہ بالملائکہ اور جروت پر اطلاع پانی کی صفت بھی پائی جاتی ہو
اور شک کے ساتھ طلب کرنے مین ارادہ کے اندر پراگندگی اور ہمت مین سستی پائی جاتی ہے اور مصلحت
کلیہ کے ساتھ موافقت موجود ہوتی ہے کیونکہ کوئی سبب مصلحت کلیہ کی رعایت کرنے سے خدا تعالیٰ کو

نہین روکتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ جو چاہتا کرتا ہے اُسپر کسی کا دباؤ
نہین ہے لایرد القضاء الا الدعا بجز دعا کے کوئی چیز قضاء الٰہی کو نہین روکتی - مین کہتا ہون
قضاء سے یہان پر وہ صورت مراد ہے جو عالم مثال مین پیدا کیجاتی ہے اور عالم کون مین اس حادثہ کے
وجود کا سبب ہوتی ہے اور وہ صورت تمام مخلوقات کی طرح محو و اثبات کو قبول کرتی ہے اور آپ نے
فرمایا ہے ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل - البتہ دعا جو چیز اُتاری گئی ہے اور جو چیز نہین اُتاری
گئی ہے نافع ہوتی ہے - مین کہتا ہون جو حادثہ نازل نہین ہوا ہے دعا کرنے سے وہ مضمحل ہوجاتا ہے
اور زمین پر اُس حادثہ کے موجود ہونے کا سبب نہین ہوسکتا اور جب کوئی بلا نازل ہوجاتی ہے تو
تو دعا کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہان پر رحمت الٰہی سے اُس شخص کو اُس مصیبت سے جو رنج ہوپہنچتا ہے اُسمین
تخفیف ہوجاتی ہے اور اُسکی وحشت انس کے ساتھ بدل ہوجاتی ہے اور حدیث شریف مین وارد
ہوا ہے من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر الدعاء فی الرخاء جس شخص کو یہ بات
منظور ہو کہ شدائد کے وقت خدا تعالےٰ اُسکی دعا قبول کرے آرام کی حالت مین اُسکو کثرت سے دعا
کرنی چاہیے - مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ دعا کسی شخص کی جب ہی قبول ہوتی ہے جب نہایت
رغبت اور نہایت مستحکم ارادہ سے دعا کرے اُس مصیبت کے احاطہ کرنے سے پہلے وہ شخص دعا کرنے کا
عادی ہو اور ہاتھون کا اُٹھانا اور مُنھ پر ہاتھ پھیرنا اس رغبت کی ظاہری صورت اور ہیئت نفسانیہ اور
اُسکے مناسب ہیئت بدنیہ مین مطابقت اور نفس کو اُس حالت پر متنبہ کرنا ہے اور آپ نے فرمایا ہے
من فتح لہ باب من الدعاء فتحت لہ ابواب الرحمۃ - جس شخص کے لیے دعا کا ایک دروازہ کھولا گیا
اُسکے لیے رحمت کے سب دروازے کھول دیے گئے - مین کہتا ہون جو شخص دلی رغبت سے دعا کرنے
کی کیفیت جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کون کون سی صورتون مین قبولیت کا ظہور ہوتا ہے اور
وہ شخص حضور کی صفت کے ساتھ مشتاق ہو رہا ہے تو دنیا مین اُسکے لیے رحمت کا دروازہ کھولدیا جاتا ہے
اور ہر مصیبت کے وقت اُسکی اعانت کیجاتی ہے اور مرنے کے بعد اُسکے گناہ جب اُسکا احاطہ کرلیتے ہین
اور ہیئت دنیاوی اُسکو ڈھکیلتی ہے تو وہ شخص جسطرح عادی ہو رہا تھا اُسی طرح رغبت کے ساتھ
خدا کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور اُسکی دعا وہان بھی مقبول ہوتی ہے اور پھر گناہون سے ایسا صاف
نکل جاتا ہے جسطرح آٹے مین بال صفائی کے ساتھ نکل جاتا ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ سب دعاؤن
مین سے قریب بقبولیت وہ دعا ہوتی ہے جو ایسی حالت کے ساتھ پائی جاے جسمین رحمت الٰہی کے
نازل ہونے کا موقع ہوتا ہے یا تو اسلیے کہ نفس انسانی کو اُس حالت مین کمال کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے
جیسے نمازون کے بعد دعا کرنا یا روزہ دار کی دعا وقت افطار روزہ کے یا اسلیے کہ وہ حالت جود الٰہی
کے نازل ہونے کا سبب ہوتی ہے جیسے مظلوم کی دعا کیونکہ خدا تعالیٰ کو ظالم سے بدلہ لینے کی طرف

قدیم ہوتی ہے اور یہ دعا مانگنا اُس توجہ کے ساتھ موافقت کرتا ہے اور مظلوم کے باب مین آیا ہے کہ اُسکی دعا اور
خدا تعالیٰ کے مابین مین حجاب نہین ہے - یا دنیاوی راحت کے منقلب ہونے کا سبب ہوتی ہے ایسے وقت مین
خدا تعالیٰ کی رحمت جو اُسکے حق مین متوجہ ہوتی ہے وہ دوسری صورت مین منقلب ہو جاتی ہے جیسے مریض
یا مصیبت زدہ کی دعا یا وہ حالت دعا کے اخلاص کا سبب ہوتی ہے جیسے کسی غائب شخص کے اپنے بھائی مسلمان
کے لیے دعا یا باپ کی اپنی اولاد کے لیے یا وہ دعا اُسوقت پائی جاتی ہے جب روحانیت کا انتشار ہوتا ہے اور
رحمت الٰہی جہان پر جھک جاتی ہے جیسے شب قدر یا جمعہ کے روز اُس ساعت مرجوہ مین دعا کرنا یا ایسے مکان
مین دعا کرنا جہان ملائکہ حاضر ہوتے ہین جیسے مکہ کے مقامات - یا اُن مقامات مین جانے سے نفس کو حضور
اور خضوع کی حالت پر تنبیہ ہوتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے ماثر ہین جو بیان کیا ہے اُسپر قیاس کرنے
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا راز معلوم ہوسکتا ہے یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعة
رحم مالم یستعجل - بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جبتک گناہ یا قطع رحم کی دعا نکرے بشرطیکہ جلدی نکرے - اور
آپ نے فرمایا ہے لکل نبی دعوة مستجابة الخ - ہر ایک نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے سو ہر نبی نے اپنی دعا
دنیا مین مانگ لی ہے اور مین نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کو پوشیدہ کر رکھی ہے پس
جو شخص میری امت سے مریگا اور کسی کو وہ خدا کا شریک نکرتا ہوگا وہ دعا انشاء اللہ اُسکو پہونچیگی - مین کہتا ہون
انبیاء علیہ السلام کی کثرت سے دعائین قبول ہوتی ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دعائین بہت
مقامات مین مستجاب ہوئی ہین لیکن ہر نبی کے لیے ایک ایسی دعا ہوئی ہے جسکا منبع وہ رحمت ہوتی ہے
جو اُسکی نبوت کا مبداء ہوتی ہے پھر اگر اُس نبی کی امت اُسپر ایمان لاتی ہے تو وہ دعا اُسکے حق مین برکات
کا سبب ہو جاتی ہے اور اُس نبی کے دل مین اُنکے لیے دعا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اگر وہ لوگ
اُس نبی کی اطاعت سے اعراض کرتے ہین اور اُسپر ایمان نہین لاتے تو وہ دعا اُن لوگون کے حق مین عذاب
الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہو جاتی ہے اور نبی کے دل مین اُنپر بد دعا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ آپ کی بعثت سے مقصود اعظم قیامت کے روز لوگون کا شفیع
اور رحمت خاصہ کے نزول کا واسطہ ہونا ہے لہذا آپ نے اُس دعاء برگزیدہ کو جو اصل نبوت سے پیدا ہوئی ہے
اُس دن کے لیے پوشیدہ کر رکھا اور آپ نے فرمایا ہے انی اتخذت عندک عهدا الخ - البتہ مین نے تجھسے
عہد لے لیا ہے - مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے حال پر جو رحم و کرم ہے اُسکا مقتضی
یہ ہوا کہ پیشتر سے خدا تعالیٰ سے آپ وعدہ کرا لین اور حظیرة القدس مین آپکی ہمت متمثل ہو جاے جس سے
اُسکے احکام برابر صادر ہوتے رہتے ہین اُسکی یہ صورت ہے کہ خدا تعالیٰ آپکی امت کے حق مین آپ کے
اُس ارادہ کا اعتبار فرمائے جو باطنی اور پوشیدہ ہے نہ ظاہری ارادہ کا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو قول یا فعل کے ساتھ مسلمانون کی تعزیر فرمائی ہے اُس سے آپکا مقصود اُس دین کا آئین قائم کرنا ہے

جنکو خدا تعالی نے آنکے لیے پسند فرمایا ہے اور انکا ذاتی پر لانا اور کجی سے بچانا مقصود ہے اور جن لوگون پر کفر کا حکم لگا دیا ہے قضاء الٰہی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آنسے سختی کے ساتھ برتا و کیا ہے اسمین بھی آپکا مقصود اس غضب الٰہی کے ساتھ موافقت کرنا جو ان لوگون سے متعلق ہے اور صورت اگرچہ متحد ہے لیکن طریقے مختلف مین اور ایک توکل ہے - توکل کی روح خدا تعالی کی طرف توجہ کرنا ہے اس اعتقاد سے کہ وہی خدا تعالی اعتماد کے قابل ہے اور تمام تدبیرین اسی کی طرف سے ہین اور تمام لوگ اسکی تدبیر کے نیچے پست ہین خدا تعالی کے اس قول کا مصداق یہی ہے وہو القاہر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظة - یعنی وہی خدا تعالی اپنے بندون پر غالب ہے اور تمپر محافظین کو بھیجتا ہے - توکل کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے ذکر مقرر فرمائے ہین از انجملہ لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم اسکی فضیلت مین آیا ہے کہ جنت کے خزانون مین سے ایک خزانہ ہے اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کلمات نفس کو ایک عظیم الشان معرفت کے قابل بنا دیتی ہین اور از انجملہ آپکا یہ قول ہے بک اصول وبک احول وجادکا اس اسلوب پر وارد ہین اور ایک آپکا یہ قول توکلت علی اللہ - اور یہ قول اعلم ان اللہ علی کل شی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شی علما - وعلی ہذا القیاس اور ایک استغفار کی روح اپنے آن گناہون کا جو نفس کو گھیرے ہوئے ہین ملاحظہ کرنا اور نفس سے بمدد روحانی اور فیض ملکی انکا دور کرنا ہے اور اسکے کئی سبب ہین اور از انجملہ رحمت الٰہی کا کسی ایسے عمل سے اسکو شامل ہوجانا جسکے سبب سے ملاء اعلی کی دعائین اسکی طرف متوجہ ہوجاوین یا وہ عمل اس شخص مین کسی ایسی صفت کے ظاہر کرنے مین جو عامہ مخلوق کے لیے نافع ہے تدبیر الٰہی کے جوارح مین سے ہوتا ہے یا کسی محتاج کی حاجت پورا کرنے یا اسکے مشابہ ہوتا ہے اور از انجملہ ملائکہ کی ہیئت کی مشابہت پیدا کرنا اور انوار ملکیہ کا روشن ہونا اور بہیمیہ کے سرور کا اسکے اجزا کے ضعیف ہوجانے اور اسکے ہیجان کے فرو ہوجانے سے جاتا رہتا ہے اور از انجملہ جبروت پر اطلاع پانی اور خدا تعالی کی معرفت اور اسکے ساتھ یقین ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کیا میرا بندہ اس بات کو جانتا ہے کہ اسکا کوئی پروردگار ہے جو اسکے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس سے مواخذہ کرتا ہے مین نے اپنے بندہ کو بخشدیا - پس جب کوئی بندہ ان روحانی اعانتون کا اپنے نفس سے گناہ دور ہونے مین استعمال کرتا ہے تو وہ گناہ مضمحل ہوجاتے ہین استغفار کے اذکار مین سے جامع ترین استغفار ہے اللہم اغفر لی خطیئتی وجہلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی اللہم اغفر لی جدی وہزلی وخطائی وعمدی وکل ذلک عندی اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شی قدیر - اور سید الاستغفار یہ ہے لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفر لی وانہ لا یغفر الذنوب الا انت - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انه لیغان علی قلبی انی لاستغفر اللہ تعالیٰ فی الیوم مائة مرة۔ میرے قلب پر بھی پردہ آجاتا اسلیے
ہر روز اللہ پاک سے مین سو مرتبہ استغفار کرتا ہون۔ مین کہتا ہون اس پردہ کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت
عامہ مومنین کے ساتھ ایسی ہیئت مین رہنے کا حکم ہے کہ جو ملکی او بہیمی سے مرکب ہوتا کہ جو طریقہ آپ اُنکے
لیے مسنون فرمادین اُسکو ذوق اور وجدان کے طور پر قبول کرکے پیروی کرین نہ صرف قیاس دتخمین کے
طور پر اور اس ہیئت مین رہنے کو دل پر عین یعنی پردہ اور کدورت کا عارض ہونا لازم ہے اور از انجملہ خدا تعالےٰ
کے نام سے برکت حاصل کرنا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو ہر عالم کے اعتبار سے ایک قرب ہے
حروف کے عالم مین خدا تعالیٰ کا قرب اُن اسماء کے ساتھ ہوتا ہے جو اہل لسان کی زبانون پر جاری ہوتے ہین
اور ملاء اعلیٰ مین جنکا رواج ہوتا ہے اُن اسماء مین سے جب کوئی بندہ کسی نام کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعالےٰ
کی رحمت اُسکے قریب ہوجاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان للہ تسعة وتسعین اسماء
مائة الا واحدة من احصاها دخل الجنة۔ خدا کے لیے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہین جو شخص اُنکو یاد کریگا
تو جنت مین داخل ہوگا۔ مین کہتا ہون اس فضیلت کا سبب ایک یہ ہے کہ یہ اسماء خدا تعالیٰ کی صفات
ثبوتیہ اور سلبیہ کی معرفت کے لیے کافی مقدار ہین اور حظیرة القدس مین ان اسماء کے لیے نہایت برکت
اور کامل درجہ پایا جاتا ہے اور نامۂ اعمال مین ان اسماء کی صورت جب مندرج ہوتی ہے تو بالضرور
اُس صورت کی وسعت ایک عظیم الشان رحمت کی طرف ہوتی ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا
اسم اعظم جسکے ساتھ دعاء کرنے سے دعا مستجاب ہوتی ہے اور جو سوال کیا جاتا ہے ملتا ہے وہ نام ہے جو تقربات
ایزدی مین سے نہایت جامع تقرب پر دلالت کرتا ہے اور ملاء اعلیٰ مین وہ نام کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور
ہر زمانہ مین اہل لسان اس نام پاک کے ساتھ ناطق ہوتے ہین اور ہم اس بات کا ذکر کرچکے ہین کہ زید جو شاعر
بھی ہے اور کاتب بھی ہے اُسکے لیے ایک صورت شاعر ہونے کی ہے اور ایک کاتب ہونے کی اسیطرح
حقتعالیٰ کو عالم مثال کے لیے کسی مقام کے ساتھ تقربات ہوتے ہین اور یہ معنی اُسپر صادق آتے ہین انت
اللہ لا الٰہ الا انت الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد۔ اور نیز اسپر صادق آتے ہین
لک الحمد لا الٰہ الا انت المنان الحنان بدیع السموات والارض یا ذوالجلال والاکرام یا حی
یا قیوم۔ اور اسی قسم کے اسماء پر یہ معنی صادق آتے ہین۔ اور از انجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
بھیجنا ہے آپ نے فرمایا ہے من صلی علی صلوة صلی اللہ علیه عشرا۔ جو شخص مجھپر ایک تبہ درود بھیجتا ہے
خدا تعالیٰ اُسپر دس درود بھیجتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثرهم
علی صلوة۔ قیامت کے دن سب لوگون سے زیادہ قریب میرے وہ شخص ہوگا جو اُنمین کثرت سے مجھپر
درود بھیجتا ہے۔ مین کہتا ہون اسمین یہ بھید ہے کہ نفوس بشریہ کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ نفحات
الٰہی کے سامنے رہین اور پیش نظر رہنے کے لیے اسکے برابر کوئی چیز نہین ہے کہ تقربات انوار اور علامات الٰہی جو

جو زمین پر پائے جاتے ہین اُنکی طرف نفس کی توجہ اور اُنکے سامنے جُھک جانا اور اُنکے اندر غور کرنا اور
ٹھہرنا تاکہ جو خاصکر اُن مقربین کی ارواح جو ملاء اعلی کے بزرگ ترین لوگون مین ہین اور زمین والون پر
جو خدا تعالی کی بخشش ہوتی ہے اُسکے وسائط ہین جیساکہ ہم سابقًا بیان کرچکے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا تفضیلًا ذکر کرنا اور خدا تعالی سے آپکے حق مین بہتری کی خواہش کرنا آپ کی طرف توجہ کرنے کا
کامل ترین سبب ہے اور اُسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ تحریف کا راستہ اُس سے مفتوح نہین ہوتا کیونکہ اُس شخص نے
درود آپکے لیے خدا تعالی سے رحمت کی خواستگاری کے قصد سے آپکو ذکر کیا ہے اور کاملین کی ارواح کو
جب اپنے ابدان سے مفارقت ہوتی ہے تو اُنکا حال اُس موج کا سا ہوتا ہے جو رکی ہوئی ہوتی ہے کہ کوئی
نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب اُنکو حرکت نہین دیسکتا مگر جو کم درجے کے نفوس ہوتے ہین وہ اُن ارواح کے
ساتھ بالقصد متصل ہوکر ایک نور اور ایک ہیئت جو اُن ارواح کے مناسب ہوتی ہے وہ اُن ارواح سے
حاصل کرلیتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین یہی مراد ہے ما من احد یسلم علی الا رد اللہ
علی روحی حتی ارد علیہ السلام - کوئی شخص ایسا نہین جو مجھپر سلام کرتا ہو مگر خدا تعالی میری روح کو
مجھپر اعادہ کرتا ہے حتی کہ مین اُسکو سلام کا رد یعنی جواب دیتا ہون - سنہ گیارہ سو چوالیس ہجری مین
جب مدینہ کے ساتھ مجھکو مجاورت نصیب ہوئی تو مینے بیشمار مرتبہ اس بات کا مشاہدہ کیا ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدا - میری قبر کی زیارت کو عید نہ بنانا -
مین کہتا ہون اسمین تحریف کے راستہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے جیسے یہود ونصاری نے اپنے انبیاء کی قبرون
کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے اور مثل حج کے اُنکو عید وسیلہ بنایا تھا - معلوم کرو کہ اذکار کے اوقات معین کرنے
کی حاجت ہے اگرچہ شرائع کی توقیت سے وہ توقیت کم درجہ کی ہے اسلیے کہ اگر اذکار کی توقیت نہ کیجائے
تو تساہل کرنیوالا کاہلی کرسکتا ہے اور یہ توقیت یا اسباب کے ساتھ ہونی چاہیے یا اوقات کے ساتھ اور
جیسے صراحتًا یا اشارتًا اس بات کا ذکر کردیا ہے کہ بعض اوقات کو بعض اوقات پر ترجیح کا سبب یا توبہ وحاجت
اُن اوقات مین ظاہر ہوتا ہے مثلًا صبح وشام کے اوقات یا نفس کا اُن اوقات کیفیات رذیلہ سے خالی ہونا
جیسے خواب سے بیدار ہوتے وقت یا نفس کا اُسوقت مین انتظامات اور دنیا کے قصون سے فارغ ہونا
کہ اُسوقت مین ذکر کرنا نفس کے لیے بمنزلہ صیقل کے ہوجاتا ہے جیسے سونے کا ارادہ کرتے وقت - اور سبب کے
لیے وہ چیز مخصص ہوسکتی ہے جو ذکر الہی کے بھلانے اور بارگاہ الہی کی طرف توجہ سے غافل کرنے کا سبب ہو
ایسے وقت مین ذکر الہی سے اُسکا علاج ضرور ہوتا ہے تاکہ اُس غفلت کے سم کے لیے بمنزلہ تریاق کے ہوکر
اُسکے نقصان کا تدارک کردے - یا وہ مخصص کوئی عبادت ہوتی ہے جسکا نفع بغیر ذکر کے ملانے کامل
نہین ہوتا مثل اُن اذکار کے جو نمازون کے اندر مسنون ہین - یا وہ مخصص کوئی ایسی حالت ہوتی ہے
جو نفس کو خوف الہی اور اُسکی عظیم الشان سلطنت کے ملاحظہ کرنے پر متنبہ کرتی ہے - کیونکہ یہ حالت

کیونکہ یہ حالت اُس شخص کو خواہ مخواہ اعمال حسنہ کی طرف رہبری کرتی ہے خواہ اُسکو علم ہو یا نہو جیسے آیات
الٰہی یعنی آندھی اور تاریکی اور کسوف وغیرہ کے وقت اذکار مقرر فرمائے گئے ہین - یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے جسمین
ضرر کے پہونچنے کا خوف ہوا کرتا ہے لہذا اُس حالت کے شروع مین خدا تعالے کے فضل کی خواستگاری کیجاوے اور
اُسکی پناہ مانگی جاوے جیسے سفر کرتے اور سوار ہوتے وقت - یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ اہل جاہلیت اُس حالت کے
ساتھ دلونمین ایسے اعتقاد رکھتے تھے جنکا انجام شرک یا بدشگونی یا اُسکے مثل ہوتا تھا - جسطرح جنون کی پناہ
مانگتے تھے اور رویت ہلال کا وقت - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انمین سے بعض اذکار کے فضائل اور
دنیا و آخرت مین اُنکے آثار بیان کیے ہین تاکہ لوگون کو پورا فائدہ پہونچے اور اُنکو کامل رغبت پیدا ہو اور اس
باب مین زیادہ تر مقصود بالذات چند امور ہین - ایک تو یہ کہ ذکر تہذیب نفسانی کا مظنہ اور اُسکی علامت ہے
لہذا جو امر تہذیب پر مترتب ہوتا ہے ذکر پر آپ نے اُسکو دائر کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے - من قال ہن ثم مات
علی الفطرۃ او دخل الجنۃ او غفر لہ - جو شخص انکو پڑھکر مر گیا تو فطرت اسلامی پر مرا داخل ہوا جنت مین
یا یہ فرمایا کہ بخشا گیا - اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہین - اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ ذکر کرنے والے کو کوئی ضرر نہین
پہونچاتی یا ہر ایک آفت سے محفوظ رہتا ہے اسکا یہ سبب ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی اس شخص کے شامل حال ہو جاتی ہے
اور ملائکہ کی دعا اُسکو محیط ہو جاتی ہے اور از انجملہ اس بات کا بیان کہ اُسکے گناہ دور ہو جاتے اور حسنات اُسکے لیے
لکھے جاتے ہین اور اسکا سبب ہم بیان کر چکے کہ خدا تعالے کیطرف توجہ اور رحمت الٰہی کا اُسپر محیط ہو جانا گناہون کو
دور کرتا ہے اور قوت ملکی کو زیادہ کرتا ہے اور از انجملہ شیاطین کا اُس شخص سے دور ہو جانا اسکا راز بھی بعینہ یہی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات مین ذکر مقرر فرمایا ہے صبح و شام و خواب کے وقت - اور اکثر
اذکار مین جاگنے کا وقت مقرر نہین فرمایا کیونکہ غالبا وہی وقت صبح کے طلوع کرنے یا اُسکے روشن ہونیکا ہوتا ہے
صبح و شام کے اذکار مین سے بعض اذکار یہ ہین اللہم عالم الغیب والشہادۃ فاطر السموات والارض
رب کل شی وملیکہ اشہد ان لا الہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ امسینا
وامسی الملک للہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شی قدیر
اللہم انی اسئلک من خیر ہذہ اللیلۃ وخیر ما فیہا واعوذ بک من شرہا وشر ما فیہا اللہم انی اعوذ بک
من الکسل وسوء الکبر وفتنۃ الدنیا وعذاب القبر - اور صبح کے وظیفہ مین بجائے امسینا کے اصبحنا اور
بجائے امسی کے اصبح اور بجائے ہذہ اللیلۃ کے ہذا الیوم بدل دینا چاہیے - بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی
وبک نموت والیک المصیر - اور شام کے وقت بجائے اسکے بک امسینا وبک اصبحنا وبک نحیی وبک نموت
والیک النشور پڑھنا چاہیے - بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شی فی الارض ولا فی السماء وہو السمیع العلیم
تین مرتبہ اور سبحان اللہ وبحمدہ ولا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شی قدیر
وان اللہ قد احاط بکل شی علما فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض

وحشیا وحین تظہرون - تخرجون تک پڑھے - اور اللہم انی اسئلک العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ اللہم انی اسئلک
العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واہلی ومالی اللہم استر عوراتی وآمن روعاتی اللہم احفظنی من بین یدی
ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی - رضیت باللہ ربا وبالاسلام
دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا - تین مرتبہ - اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق اللہم ما اصبح بی من نعمۃ
او باحد من خلقک فمنک وحدک لا شریک لک فلک الحمد ولک الشکر - اور ایک سید الاستغفار بیان
ہوچکا ہے اور سونے وقت کا وظیفہ جب بستر پر جاوے یہ ہے باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ
ان امسکت نفسی فارحمہا وان ارسلتہا فاحفظہا بما تحفظ بہ عبادک الصالحین - اور اللہم اسلمت
نفسی الیک ووجہت وجہی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظہری الیک رغبۃ ورہبۃ الیک
لا ملجأ ولا منجا منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت والحمد للہ
الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا فکم ممن لا کافی لہ ولا مؤوی لہ - اور سبحان اللہ اور الحمد للہ
تینتیس مرتبہ اور اللہ اکبر چونتیس مرتبہ اور اللہم قنی عذابک یوم تبعث عبادک تین مرتبہ اعوذ بوجہک
الکریم وکلماتک التامات من شر ما انت آخذ بناصیتہ اللہم انت تکشف المغرم والمأثم اللہم لا یہزم جندک
ولا یخلف وعدک ولا ینفع ذا الجد منک الجد سبحانک وبحمدک اور اللہم رب السموات والارض
ورب کل شیء فالق الحب والنوی منزل التوراۃ والانجیل والقرآن اعوذ بک من شر کل ذی شر انت
آخذ بناصیتہ انت الاول فلیس قبلک شیء وانت الآخر فلیس بعدک شیء وانت الظاہر فلیس
فوقک شیء وانت الباطن فلیس دونک شیء اقض عنی الدین واغننی من الفقر - اور بسم اللہ
وضعت جنبی اللہم اغفرلی ذنبی واخسأ شیطانی وفک رہانی واجعلنی فی الندی الاعلی اور الحمد للہ
الذی کفانی واطعمنی وسقانی والذی من علی فافضل والذی اعطانی فاجزل الحمد للہ علی کل حال
اللہم رب کل شیء وملیکہ والہ کل شیء اعوذ بک من النار - اور دونوں ہاتھ ملا کر قل ہو اللہ احد اور قل
اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے پھر جہاں تک بدن پر اسکا ہاتھ پہونچ سکے ہاتھ پھیرے
اور آیۃ الکرسی پڑھے اور اگر کسی عورت سے نکاح کرے یا کوئی باندی غلام خریدے تو اسکے واسطے یہ پڑھنا
مسنون ہے - اللہم انی اسئلک خیرہا وخیر ما جبلتہا علیہ واعوذ بک من شرہا ومن شر ما جبلتہا علیہ اور
جب مبارکبادی دے تو یہ کہے بارک اللہ لک وبارک علیکما وجمع بینکما فی خیر - اور جب بیوی سے
صحبت کرنے کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے بسم اللہ اللہم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا
اور پاخانے کو جاتے یہ پڑھنا چاہیے اعوذ باللہ من الخبث والخبائث اور وہاں سے نکلتے وقت
غفرانک کہے اور جب کسی کو کوئی تکلیف ہو رہی ہو تو وہ یہ پڑھے لا الہ الا اللہ الحلیم العظیم لا الہ الا اللہ رب العرش
العظیم لا الہ الا اللہ رب السموات ورب الارض ورب العرش الکریم اور غصہ کے وقت پڑھے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اور صبح کے اذان دیتے وقت خدا تعالی سے فضل کی خواستگاری کرے اور گدھے کے رینکتے وقت اعوذ
پڑھے ۔ اور سواری پر چڑھتے وقت تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھے بعد ازان پڑھے سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا
لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون ۔ اور الحمد للہ تین مرتبہ اور اللہ اکبر تین مرتبہ اور سبحانک اللہم ظلمت نفسی فاغفر لی
انہ لا یغفر الذنوب الا انت ۔ اور سفر کا قصد کرنے وقت پڑھے ۔ اللہم انا نسئلک فی سفرنا ہذا البر والتقوی ومن العمل
ما ترضی اللہم ہون علینا سفرنا ہذا واطولنا بعدہ اللہم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاہل اللہم انی اعوذ
بک من وعثاء السفر وکأبۃ المنقلب وسوء المنظر فی المال والاہل ۔ اور جب منزل پر اترے یہ پڑھے اعوذ
بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک ومن شر ما فیک ومن شر
ما خلق فیک ومن شر ما یدب علیک واعوذ باللہ من اسد واسود ومن الحیۃ والعقرب ومن شر ساکن البلد
ومن والد وما ولد ۔ اور جب سفر کی حالت مین صبح کا وقت ہو تو یہ پڑھے سمع سامع بحمد اللہ وحسن بلائہ
علینا ربنا صاحبنا وافضل علینا عائذا باللہ من النار ۔ اور جب سفر سے واپس آوے تو جب کوئی بلند
جگہ آوے تین مرتبہ اللہ اکبر کہے بعد ازان کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وہو علی
کل شئی قدیر ۔ آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب
وحدہ ۔ اور جب کافرون پر بد دعا کرے تو یہ کہے ۔ اللہم منزل الکتاب سریع الحساب اللہم اہزم الاحزاب
اللہم اہزمہم وزلزلہم اللہم انا نجعلک فی نحورہم ونعوذ بک من شرورہم اللہم انت عضدی ونصیری بک
اصول وبک احول وبک اقاتل ۔ اور جب کسی قوم کا مہمان ہو تو یہ کہے ۔ اللہم بارک لہم فیما رزقتہم واغفر لہم
وارحمہم ۔ اور چاند دیکھتے وقت پڑھے ۔ اللہم اہلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام ربی و
ربک اللہ ۔ اور کسی کو کسی بلا مین گرفتار دیکھے تو کہے ۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضلنی علی
کثیر ممن خلق تفضیلا ۔ اور جب کسی ہینٹ مین جائے تو یہ کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک
ولہ الحمد وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شئی قدیر ۔ اور جب کسی شور وغل کی مجلس سے اٹھے تو
یہ پڑھے سبحانک اللہم بحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک اور کسی شخص کو رخصت
کرتے وقت یہ پڑھنا چاہیے استودع اللہ دینک وامانتک وآخر عملک وزودک اللہ التقوی وغفر ذنبک
ویسر لک الخیر حیث ما کنت اللہم اطولہ البعد وہون علیہ السفر ۔ اور اپنے گھر سے نکلتے وقت پڑھے بسم اللہ
توکلت علی اللہ اللہم انا نعوذ بک من ان نزل او نضل او نظلم او نظلم او نجہل او یجہل علینا بسم اللہ توکلت
علی اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ اور اپنے گھر مین آتے وقت پڑھے اللہم انی اسئلک خیر المولج وخیر المخرج
بسم اللہ ولجنا وبسم اللہ خرجنا وعلی اللہ ربنا توکلنا ۔ اور جب کسی پر قرض کا بوجھ اور افکار کا ہجوم ہو تو صبح
وشام یہ پڑھے اللہم انی اعوذ بک من الہم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من البخل والجبن
واعوذ بک من غلبۃ الدین وقہر الرجال ۔ اور یہ پڑھے اللہم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن

سواک۔ اور جب نیا کپڑا پہنے تو یہ پڑھے اللھم لک الحمد انت کسوتنی ہذا۔ اور اس کپڑے کا نام لے اسئلک خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی اور کچھ چیز کھاتے پیتے وقت پڑھے۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین الحمد للہ الذی اطعمنی ہذا الطعام من غیر حول منی ولا قوۃ الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا اور جب دسترخوان اٹھایا جاوے تو پڑھے الحمد للہ حمدا طیبا کثیرا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا۔ اور مسجد کو چلتے وقت یہ پڑھے اللھم اجعل فی قلبی نورا الخ اور مسجد کے اندر داخل ہونے سے پہلے یہ پڑھے اعوذ باللہ العظیم وبوجہہ الکریم وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم اللھم افتح لی ابواب رحمتک۔ اور مسجد سے نکلتے وقت پڑھے اللھم انی اسئلک من فضلک۔ اور جب بادل کے گرجنے اور کڑکنے کی آواز سنے تو پڑھے۔ اللھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک اللھم انی اعوذ بک من شرہا۔ اور ہوا چلتے وقت پڑھے اللھم انی اسئلک خیرہا وخیر ما فیہا وخیر ما ارسلت بہ واعوذ بک من شرہا وشر ما فیہا وشر ما ارسلت بہ۔ اور چھینکنے پر پڑھے الحمد للہ حمدا طیبا کثیرا مبارکا۔ اور اسکے پاس والا کہے یرحمک اللہ۔ اور چھینکنے والا اسکے جواب میں کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اور سوتے وقت پڑھے اللھم باسمک اموت واحیی۔ اور جاگتے وقت پڑھے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔ اور اذان کے وقت پانچ چیزیں مسنون ہیں ایک تو یہ کہ موذن کا بعینہ جواب دینا چاہیے بجز حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے کہ انکے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ دوسرے اسکا پڑھنا ہے رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسولا۔ تیسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ چوتھے اذان کے بعد اس دعا کا پڑھنا ہے۔ اللھم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ انک لا تخلف المیعاد۔ پانچوین خدا تعالے سے فلاح دارین کا سوال کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کے عشرہ مین کثرت سے یاد الہی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سے عرفہ کے روز اور ایام تشریق مین مختلف طور سے تکبیر ثابت ہوئی ہے جنمین سے زیادہ تر صحیح یہ تکبیر ہے کہ عرفہ کے دن فجر سے ہر نماز کے بعد ایام تشریق اخیر دن کے عصر کے وقت تک ایک مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اور نماز وغیرہ کی دعائین پہلے مذکور ہو چکی ہین انکو وہان دیکھنا چاہیے۔ الحاصل جو شخص ان اوقات مین ذکر کے ساتھ ان وظائف کا التزام کرے اور پابند ہو تو اس شخص کے حق مین یہ اذکار ہر وقت ذکر کرنے کے برابر ہین اور وہ شخص اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات۔ واللہ اعلم۔

بقیہ مباحث احسان کا بیان

معلوم کرو کہ ان چار اخلاق کے بہت سے اسباب ہین جنسے یہ اخلاق حاصل ہو سکتے ہین اور سب سے

مواقع ہیں جو ان اخلاق سے روکتے ہیں اور علامات ہیں جن سے یہ اخلاق معلوم ہو سکتے ہیں - اب جاننا چاہیے
کہ خدا تعالیٰ کے روبرو پست ہو جانا اور اُسکی کبریائی کا معلوم کرنا اور ملاء اعلیٰ کے رنگ میں رنگ جانا اور
رذائل بشریہ سے پاک ہونا اور دنیاوی زندگی کے نقوش کا نفس کے اندر منتقش نہونا اور دنیاوی زندگی میں
جی کا نہ لگنا - ان سب امور کے پیدا کرنے کے لیے فکر کرنے کی برابر کوئی چیز نہیں ہے - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے فکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ - ایک لحظہ کا فکر کرنا ساٹھ سال کی
عبادت سے بہتر ہے اور فکر کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں - از انجملہ خدا تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا -
اور انبیاء صلوات اللہ علیہم نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ عوام الناس اس فکر کی طاقت نہیں رکھتے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفکروا فی آیات اللہ ولا تفکروا فی اللہ خدا تعالیٰ
کی نعمتوں کو سوچا کرو اللہ کی ذات میں مت فکر کیا کرو - دوسری روایت میں یہ آیا ہے تفکروا فی کل
شیٔ ولا تفکروا فی ذات اللہ - اور ایک قسم خدا کی صفات علم اور قدرت اور رحمت میں فکر کرنا ہے بال ملکوت میں فکر کرنیکا نام مراقبہ ہے اور اصل اسمیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے - الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ
فانہ یراک - احسان اسکا نام ہے کہ خدا تعالیٰ کی اسطرح عبادت کرے گویا کہ اسکو دیکھ رہا ہے اور فرمایا ہے
حفظ اللہ تجدہ تجاہک - خدا تعالیٰ کا دھیان رکھ تو اسکو اپنے سامنے پائیگا - اور فکر کرنیکا طریقہ
یہ ہے کہ جب ہو سکے یہ آیہ پڑھے ہو معکم اینما کنتم - جہاں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے وما تکون
فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ و
ما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی
کتاب مبین - اور تو کسی حال میں نہیں ہوتا اور نہ قرآن میں سے کچھ تلاوت کرتا ہے اور نہ تم لوگ کوئی
عمل کرتے ہو مگر ہم تمہارے پاس موجود ہوتے ہیں جب اُس کام میں گھسنے ہو اور تیرے رب سے ذرہ برابر
زمین میں اور نہ آسمان میں چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ اُس سے چھوٹا اور نہ بڑا مگر ظاہر کرنیوالی کتاب میں
موجود ہے - یا یہ آیت الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلثۃ
الا ہو رابعہم ولا خمسۃ الا ہو سادسہم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ہو معہم اینما کانوا - بلاشبہ
خدا تعالیٰ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے جانتا ہے کہیں تین شخصوں کا مشورہ نہیں مگر وہ اُنکا چوتھا ہوتا ہے
اور نہ پانچ کا مشورہ ہوتا ہے مگر وہ اُنکا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ اُنکے ساتھ ہوتا ہے
جہاں وہ ہوں - یا یہ آیت نحن اقرب من حبل الورید - رگ گردن سے زیادہ ہم اُس سے قریب ہیں -
یا یہ آیت وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ
الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین - اور اُسی کے
پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنکو بجز اُسکے کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے اُنکا اسکا علم ہے

اور کوئی پتا نہین جھڑتا جسکو وہ نہ جانتا ہو اور زمین کی تاریکیون مین کوئی دانہ ہرا اور سوکھا ایسا نہین ہے جو ظاہر کرنیوالی کتاب مین موجود نہو - یا یہ آیت واللہ بکل شی محیط - اور خدا تعالے ہر چیز کو گھیر رہا ہے یا یہ آیت وہو القاہر فوق عبادہ - وہی غالب ہے اپنے بندون پر یا یہ آیت وہو علی کل شی قدیر - اور وہ ہر چیز پر قادر ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پڑھے اعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتب اللہ لک لو اجتمعوا علی ان یضروک بشئی لم یضروک الا بشئی قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف - جان لے کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہونچانے پر جمع ہون تو اسی چیز کا نفع پہونچا سکتے ہین جو خدا تعالی نے تیرے لیے لکھی ہے اور اگر تجھے کچھ ضرر پہونچانے پر جمع ہون تو اسیقدر ضرر پہونچا سکینگے جتنی خدا تعالی نے تیرے اوپر لکھی ہے اٹھ گئے قلم اور خشک ہوگئین کتابین - یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو پڑھے ان اللہ مائۃ رحمۃ انزل منہا واحدۃ فی الارض الحدیث - خدا تعالی کی سو رحمتین ہین جنمین سے اسنے زمین پر ایک نازل فرمائی ہے پھر بلا تشبیہ اور بلا توجیہ ان آیات کے معنی کا تصور کرے بلکہ ان اوصاف کے ساتھ خدا تعالے کے صرف اتصاف کو اپنے پیش نظر رکھے - پھر جب اس تصور مین ضعف عارض ہو تو پھر اس آیت کو پڑھے اور دوبارہ تصور کرے اور اس عمل کے لیے اسکو ایک وقت مقرر کر لینا چاہیے جسمین مشابہ جائے ضرور کی حاجت اور بھوک وغصہ اور نیند سے پاک ہو حاصل یہ ہے کہ دنیا کی تمام تشویشون سے اسکا دل صاف ہو اور از انجملہ خدا تعالی کے عظیم الشان افعال مین فکر کرنا ہے - اسکی دلیل یہ آیت ہے الذین یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا - جو لوگ آسمانون و زمین کے پیدا کرنے مین فکر کرتے ہین اے پروردگار ہمارے تونے اسکو بیکار نہین پیدا کیا اور اسکی یہ صورت ہے کہ مینھ کے برسانے اور نباتات کے جمنے مین اور اسی قسم کے اور چیزون کے فکر کیا کرے اور خدا تعالے کے احسان مین مستغرق ہو جاوے اور از انجملہ ان دنون مین فکر کرنا ہے جنمین خدا تعالے نے کسی قوم کو بلند کیا ہے اور کسی کو پست کیا ہے اور اسکی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ پاک حضرت موسی علیہ السلام سے فرماتا ہے فذکرہم بایام اللہ - پس یاد دلا انکو خدا تعالے کے دن - اس بات کی فکر کرنے سے بھی نفس کو دنیا سے تجرد ہوتا ہے - اور از انجملہ موت اور اسکے بعد جو حالات ہونیوالے ہین انمین فکر کرنا اسکی دلیل آپ کا یہ قول ہے اذکروا ہادم اللذات - لذتون کی منقطع کرنیوالی کو یاد کرو - اسکا یہ طریقہ ہے کہ نفس کے دنیا سے منقطع ہونے اور نیکی و بدی جو اسنے کی ہے اسکے ساتھ ہونے اور اسکو جو جزا و سزا ملنی والی ہے اسکا تصور کرے تفکر کی یہ دونون قسمین ایسی ہین کہ تمام چیزون سے زیادہ نفس کے نقوش دنیا کے قبول نکرنے مین مفید ہین کیونکہ انسان دنیاوی اشغال سے فارغ ہوکر جب ان اشیا مین غور و فکر کرتا ہے اور ان چیزون کو اپنی آنکھون کے سامنے پیش کرتا ہے تو اسکی قوت بہیمی مغلوب اور قوت ملکی غالب ہو جاتی ہے اور چونکہ تمام لوگون کو یہ بات دشوار تھی کہ سب اشغال سے فارغ ہوکر ان چیزون مین غور و فکر کیا کرین اور انکو پیش نظر رکھا کرین

لہذا ضروری ہوا کہ اس ذکر وفکر کے واسطے اشباہ وصور مقرر کیے جائین اور نہین فکر کے اقسام مرتب کیے جاوین
اور فکر کی سیج آئین پھیل جائے تاکہ سب لوگ اسکا قصد کر سکین اور اسکو سمجھ سکین اور اپنی قسمت کے موافق اس سے
فائدہ اٹھا سکین اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا کیا گیا کہ تمام ان اقسام کے لیے جامع ہے اور اسکے
ساتھ اسکی مثل یعنی حدیث بھی دیگئی اور میرے نزدیک قرآن وحدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
تمام وہ چیزین جمع کردیگئین جو امم سابقہ کو عطا کی گئی ہین واللہ اعلم پھر حکمت کا مقتضا ہوا کہ قرآن کی تلاوت
کے اندر رغبت دلائے جاوے اور قرآن کی فضیلت اور سور وآیات کی عظمت بیان کیجاوے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے آیت سے جو معنوی فائدہ حاصل ہوتا ہے اس کو ایک ایسے ظاہری فائدہ کے ساتھ مشابہ کیا کہ عرب کے
نزدیک اس سے بڑھکر کوئی چیز نہین ہے یعنی بڑی کوہان والی اونٹنی اور تیار اور حاملہ اونٹنی تاکہ وہ فائدہ معنویہ
متمثل اور متصور ہو جائے اور تلاوت کرنے والے کو ملائکہ کے ساتھ آپ نے تشبیہ دی اور قرآن کے ہر حرف کا
اجر بیان کیا اور لوگون کے درجات ترنج اور خرما اور اندراین کے پھل اور ریحانہ کے ساتھ تشبیہ دیکر بیان کیے اور بیان کیا
کہ قیامت کے روز قرآن کی سورتین اجسام کی صورت مین متمثل ہو جائینگی جنکو ہاتھون اور آنکھون سے دیکھ سکینگے
اور اپنے پڑھنے والون کی طرف سے جھگڑا کرینگی اور اسمین عذاب اور نجات کے اسباب کا تعارض اور تلاوت
قرآن کا دوسرے اسباب پر رجحان ظاہر کرتا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا بیان فرمایا ہے
کہ بعض سورتون کو بعض پر فضیلت ہے۔ مین کہتا ہون بعض سورتون کو اپنے ماسوا پر فضیلت ہوتی ہے اسکی
کئی وجہ ہین ایک تو فضیلت کا یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ سورت صفات الہی مین تفکر کرنے کے مفید ہوتی ہے
اور اسمین صفات کی جامعیت پائی جاتی ہے مثلاً آیت الکرسی اور سورہ حشر کے اخیر کی آیات اور قل ہو اللہ احد
یہ چیزین قرآن کے اندر اس درجہ کی ہین جسطرح تمام اسماے الہی مین اسم اعظم کا درجہ ہے۔ ایک فضیلت کی
وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسکا نزول بندون کی زبانون کے موافق ہوتا ہے گویا بندون کی طرف سے خدا تعالے
اسکو نازل فرماتا ہے تاکہ انکو خدا تعالی سے تقرب حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہو جاے جیسے سورہ فاتحہ
اسکا درجہ سورتون مین ایسا ہے جسطرح تمام عبادات مین فرائض کا درجہ ہے ازانجملہ فضیلت کی وجہ یہ ہے
کہ وہ سورت جامع ترین سور کی ہو جیسے سورہ بقر اور آل عمران۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یس
کی فضیلت مین بیان کیا ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اسکا سبب یہ ہے کہ دل مین ایک چیز کے درمیان مین
ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور سورہ یس ان سورتون سے جو دو سو آیت یا اُنسے زیادہ کی ہین کم ہے
اور سور مفصلات سے زیادہ ہے اور نیز اسکے اندر توکل اور تفویض اور توحید کا انطاکیہ کے نو مسلم زبان پر جاری ہے
یعنی اس آیت مین ومالی لا اعبد الذی فطرنی الایۃ۔ اور مجھے کیا ہوا ہے جو اپنے پیدا کرنیوالے کی نہ پرستش
کرون۔ اور اسکے اندر مقاصد مذکورہ کامل طور سے پائے جاتے ہین اور تبارک الذی کی فضیلت مین
آپ نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی شفاعت کی حتی کہ خدا تعالی نے اسکو بخشدیا اور یہ اس شخص کا قصہ ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مکاشفات مین اُسکا معائنہ کیا ہے اور نیز حکمت شرعی کا یہ مقتضی ہوا
کہ قرآن کے یاد کرنے اور اُسمین مشغول رہنے کی طرف رغبت دلائی جائے اور اونٹ کے بھاگنے کے ساتھ
اُسکے بھول جانے کو تشبیہ دیجاے - اور نیز قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور اُس جگہہ تلاوت کرنے کا
حکم دیا جاے جہان لوگون کو اُسکی طرف رغبت پائی جاتی ہو اور دلجمعی و شوق زیادہ ہو تاکہ قرآن کے اندر
تدبر کا موقع مل سکے اور نیز خوش الحانی سے پڑھنے اور پڑھتے وقت گریہ کرنے کا حکم کرنا چاہیے تاکہ تفکر
کے قریب ہو اور اُسکا بھلانا حرام کیا جاے اور تین روز سے کم مین قرآن ختم کرنے سے ممانعت کیجاے
کیونکہ اسوقت مین قرآن کے معنی مفہوم نہین ہو سکتے اور عرب کی لغت کے موافق قرآن کے پڑھنے کی
اجازت دیگئی تاکہ اسمین انکو آسانی ہو کیونکہ امت مین ہر قسم کے لوگ ان پڑھ و بوڑھے و بچے ہوتے ہین
قرآن کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو احادیث عطا ہوئی ہین از انجملہ یہ ہین - یا عبادی انی حرمت
الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا یا عبادی کلکم ضال الا من ہدیتہ - اے میرے بندون ظلم کو
مین نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمھارے اندر بھی اُسکو حرام کیا ہے اسلیے تم باہم ظلم مت کرو اے میرے
بندون تم مین سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جسکو مین ہدایت دون - اور یہ حدیث کان فی بنی اسرائیل رجل
قتل تسعا و تسعین انسانا - الحدیث - قوم بنی اسرائیل مین سے ایک ایسا شخص تھا جسنے ننانوے آدمیون کا
خون کیا تھا الخ اور للہ اشد فرحا بتوبۃ عبدہ - الحدیث اور ان عبدا اذنب ذنبا - الحدیث اور
ان للہ مائۃ رحمۃ انزل منہا واحدۃ - الحدیث - اور اذا اسلم العبد فحسن اسلامہ - الحدیث اور وہ احادیث
جنمین دنیا کو اُس پانی کے ساتھ مشابہت دی ہے جو دریا مین سے انگلی کو لگ جاتا ہے اور اس بھیڑ کے
بچے کے ساتھ جو گوش بریدہ اور مرا پڑا تھا تشبیہ دی ہے - اور معلوم کرو کہ عمل کی روح نیت ہے اور عبادت
اُسکا بدن ہے اور بغیر روح کے بدن کی حیات نہین ہوتی اور بعد مفارقت بدن کے بھی روح کو ایک قسم کی
حیات رہتی ہے مگر بغیر بدن کے حیات کے آثار پورے طور پر ظاہر نہین ہوتے اسلیے اللہ پاک فرماتا ہے
لن ینال اللہ لحومہا و دماءہا ولکن ینالہ التقوی منکم - نہین پہونچیگی خدا یتعالیٰ کو اُنکے گوشت اور اُنکے
خون مگر تمھاری پرہیزگاری اُسکے پاس پہونچتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان الاعمال بالنیات - البتہ
اعمال نیتون کے ساتھ ہوتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواضع مین اُس شخص کو جسکی
نیت صادق ہو لیکن اُسکو عمل کرنے سے کوئی چیز مانع ہو اُس عمل کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے -
جیسے مسافر و مریض اگر اُنکو صحت و اقامت کی حالت مین کسی وظیفہ کا التزام تھا اور اب اُنسے نہین ہو سکتا
تو بدستور اُنکے نامہ اعمال مین وہ وظیفہ لکھا جاتا ہے - یا خدا یتعالیٰ کی راہ مین خرچ کرنے کا کسی شخص کا مستحکم
ارادہ ہے مگر وہ تنگدستی کے سبب سے نہین کر سکتا وہ شخص خرچ کرنے کے برابر لکھا جاویگا - اور نیت سے ہماری
مراد وہ معنی ہین جو عمل کا باعث ہوتے ہین یعنی خدا یتعالیٰ نے رسولون کی زبان پر اطاعت کرنیوالے کا

ثواب اور نافرمان کا عذاب بیان فرماتا ہے اُسکا سچ سمجھنا۔ یا خدا تعالیٰ کے امر و نہی کی بطیب خاطر بجا آوری کرنے سے خوش ہونا اسی لیے شارع کو ریا و سمعہ سے نہی کرنا اور اُنکی برائیوں کا صاف طور پر بیان کرنا ضرور تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اول الناس یقضی علیہم یوم القیامۃ ثلثۃ رجل قتل فی الجہاد لیقال انہ جری و رجل تعلم العلم و علمہ لیقال لہ ہو عالم و رجل انفق فی وجوہ الخیر لیقال ہو جواد فیو مر بہم فیسحبون علی وجوہہم فی النار۔ لوگون مین سے اول جنپر قیامت کے دن حکم کیا جاویگا وہ تین شخص ہین ایک وہ شخص جو جہاد مین اسلیے شہید ہوا تاکہ لوگ اسکو دلیر بتائین اور دوسرا وہ شخص جسنے پڑھکر علم سکھایا تاکہ لوگ اسکو عالم بتائین تیسرا وہ جو طریقہ خیر مین خرچ کرتا ہے تاکہ لوگ اُسکو سخی بتاوین پس ایسے لوگون کو حکم کیا جاویگا اور منھون کے بل جہنم کی طرف گھسیٹے جاوینگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالے فرمایا ہے انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا اشرک فیہ غیری ترکتہ و شرکہ مین سب شریکون سے زیادہ بے پرواہ ہون جس شخص نے میرے لیے کسیکو شریک کرکے کوئی کام کیا تو مین نے اُسکو معہ اُسکے شریک کے چھوڑ دیا اور حضرت ابوذر رضی نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُس شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اُسکی تعریف کرتے ہین آپنے فرمایا تلک عاجل بشری المومن۔ ایمان والے کی یہ بھی بشارت ہے۔ اُسکے یہ معنی ہین کہ وہ شخص صرف بوجہ اللہ کام کرتا ہے اسلیے زمین پر اُسکی قبولیت نازل ہوجاتی ہے اور لوگ اُس سے محبت کرتے ہین اور حضرت ابوہریرہ رضی روایت کرتے ہین کہ مین نے ایک مرتبہ آپسے عرض کیا کہ اپنے مکان مین مصلے پر بیٹھا تھا کہ اس اثناء مین ایک شخص میرے پاس آیا تو مجکو جو اُسنے اس حال مین دیکھا تو میری طبیعت خوش ہوئی آپنے فرمایا رحمک اللہ یا ابا ہریرہ اجران اجر السر و اجر العلانیۃ۔ ای ابوہریرہ اللہ تعالی تجہپر رحم کرے تیرے لیے دو اجر ہین ایک اجر پوشیدہ کا اور ایک اجر ظاہر کا۔ اُسکے یہ معنی ہین کہ عجب نفسانی مغلوب ہوا و صرف عجب نفسانی عمل پر باعث ہو اور اجر سر سے اخلاص کا اجر مراد ہے جو ایک پوشیدہ چیز ہے اور اجر علانیہ سے دین الٰہی کے بلند کرنے اور سنت راشدہ کے شائع کرنے کا اجر مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیارکم احاسنکم اخلاقا۔ بہترین تم مین کے وہ لوگ ہین جنکی عادات عمدہ ہین۔ مین کہتا ہون چونکہ سماحت و عدالت مین ایک قسم کا تعارض ہے جسپر ہم متنبہ کرچکے ہین۔ اور انبیا علیہ السلام کے علوم کی بنا دونون مصلحتون کی رعایت کرنے اور نظام دارین قائم کرنے اور حتی الامکان مصالح کے جمع کرنے پر ہے لہذا شرائع کے اندر ضروری ہوا کہ سماحت کے علامات اور اشباح جنکو عدالت کے ساتھ التزام ہو اور اُسکے موید اور اسپر متنبہ کرنیوالے ہون مقرر کیے جائین اسواسطے حسن اخلاق کا حکم دیا گیا اور وہ سماحت اور عدالت کے باب سے بہت سے امور کے مجموعہ کا نام ہے کیونکہ حسن اخلاق جود اور ظلم کرنیوالے سے عفو اور تواضع

اور ترک حسد اور کینہ اور غضب کو شامل ہے اور یہ سب امور سماحت کے قبیلہ سے ہین اور نیز لوگون سے محبت اور
صلۂ رحم اور حسن صحبت مع الناس اور حاجتمندون کی غمخواری کو شامل ہے اور یہ سب باتین عدالت کے باب سے
ہین اور پہلی قسم کے امور کا مدار دوسری قسم کے امور پر ہے اور دوسری قسم پہلی قسم کے بغیر ناتمام ہے اور یہ ایک
بڑی مہربانی ہے جسکا شرائع الہیہ مین اعتبار کیا گیا ہے اور چونکہ بہ نسبت سب اعضا کے زبان کو خیر و شر کیجانب
جلد سبقت ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہل یکب الناس علی مناخرہم الا
حصائد السنتہم۔ اور لوگون کو کوئی چیز نتھنون کے بل اوندھا نگریگی مگر جو انکی زبانون نے کاٹا ہے اور نیز
زبان کے آفات اخبات اور سماحت اور عدالت مین خلل انداز ہوتے ہین کیونکہ کثرت سے کلام کرنا ذکر
الہی سے غافل کرتا ہے اور غیبت اور بیہودہ باتین اور انکے مثل باہم فساد ڈالتی ہین اور آدمی کی زبان سے
جو کلام نکلتا ہے دل اسکی کیفیت سے متکیف ہوجاتا ہے مثلاً جب غصہ کا کلمہ اسکی زبان سے نکلتا ہے دل کے
اندر اسکا جوش پیدا ہوجاتا ہے وعلی ہذا القیاس اور دل کے اندر اس کیفیت کا پیدا ہونا اس کیفیت کے
متمثل ہونے اور اسکے تشبہ کا سبب ہوتا ہے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ شرع مین بہ نسبت اور اعضا کے
آفات کے زبان کی آفات سے زیادہ تر بحث کیجاے اور آفات لسانی کے بہت سے اقسام ہین انانجملہ
یہ ہے کہ ہر ایک وادی مین خوض کرے اسکے سبب سے ان چیزون کی صورتین آدمی کی حس مشترکہ مین جمع
ہوجاتی ہین اور جب خدایتعالے کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو ذکر الہی مین اسکو کچھ حلاوت نہین معلوم ہوتی
اور اذکار مین کچھ تدبر نہین کرسکتا یہی سبب ہے کہ بیفائدہ باتون سے ممانعت کی گئی ہے اور از انجملہ یہ ہے
لوگون مین فتنہ کا پیدا کرنا جیسے غیبت اور مجادلہ اور لوگون کا بہکانا اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام اس
قسم کا ہو جسمین قوت سبعیہ یا شہویہ کے اثر عظیم سے نفس متاثر ہوتا ہے جیسے گالیان بکنا اور عورتون کے
محاسن کا ذکر کرنا۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ خدایتعالے کے جلال اور اسکی عظمت سے غافل ہونا اس کلام کا سبب ہو
جیسے کسی بادشاہ کو شاہنشاہ کہنا اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مصالح دینی مین خلاف ہو بایںطور کہ دین مین
جس چیز کے ترک کرنے کا حکم ہے اس کلام سے اس چیز منہی عنہ کی رغبت پیدا ہو جیسے شراب کی تعریف کرنا
یا انگور کا نام کرم رکھنا یا کتاب الہی مین اس سے تغیر لازم آتا ہو جیسے مغرب کا نام عشاء اور عشاء کا نام
عتمہ رکھنا اور از انجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مثلاً بیہودہ ہو جیسے افعال شنیعہ جو شیاطین کی طرف منسوب
ہوتے ہین جیسے فحش باتین بکنا سے اور جماع اور اعضاء مستورہ کا صاف صاف الفاظ مین ذکر کرنا
یا جیسے اس چیز کا ذکر کرنا جس سے بدشگونی لیجاتی ہے مثلاً یہ کہنا کہ گھر مین نجاح (کامیابی) نہین ہے اور
نہ برکت پھر ان چیزون کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جو سماحت کے دلائل ہین اور بکثرت انکا وقوع
ہوتا ہے اور نیز ان اخلاق کا جنکا شارع نے اعتبار کیا ہے انسے سمیر کرنا اور شارع نے
اعتبار نہین کیا ضروری ہے از انجملہ زہد ہے کیونکہ نفس بقا اور قات کھانے پینے کی حرص اور عورتون

کیطرف رغبت کرتا ہے حتی کہ ان باتون سے اُسکے جوہر مین ایک خراب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب
انسان اپنے نفس سے اس بات کو دور کر دیتا ہے تو دنیا کے اعتبار سے وہ زاہد ہو جاتا ہے اور مقصود بالذات
خود ان چیزون کا چھوڑنا نہین ہوتا بلکہ اس خصلت کے حاصل کرنے کے لیے ان چیزون کا ترک مطلوب ہوتا ہے
لہذا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الزہادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعۃ المال
ولکن الزہادۃ فی الدنیا ان لاتکون بما فی یدیک اوثق مما فی یدی اللہ وان تکون فی ثواب المصیبت
اذا انت اصبت بہا ارغب فیہا لو انہا ابقیت لک ۔ دنیا کی زاہدی نہ حلال کے حرام کر لینے سے ہے
اور نہ مال کے ضائع کرنے سے بلکہ دنیا کا زہد یہ ہے کہ جو چیز تیرے قبضہ مین ہے اُس چیز سے زیادہ تجکو اُسپر اعتماد ہو
جو خدا تعالی کے قبضہ مین ہے اور جب تجکو کوئی مصیبت پہونچے تو اُس مصیبت کے ثواب کی رغبت مین اُس
مصیبت کا باقی رہنا تجکو پسند ہو اور فرمایا ہے لیس لابن آدم حق فی سوی ہذہ الخصال بیت یسکنہ
وثوب یواری عورتہ وجلف الخبز والماء ۔ بنی آدم کے لیے سوا ان چیزون کے کچھ ضروری نہین ہے
گھر رہنے کے لیے کپڑا ستر ڈھانکنے کے لیے اور روٹی اور پانی کے لیے کوئی برتن اور نیز فرمایا ہے بحسب ابن آدم
لقیمات یقمن صلبہ آدمی کے لیے چند چھوٹے چھوٹے لقمے کافی ہین جس سے پیٹ کو سیدھا کر سکے اور فرمایا ہے
طعام الاثنین کاف الثلاثۃ وطعام الثلاثۃ کاف الاربعۃ ۔ دو کا کھانا تین کو اور تین شخصون کا چار کو
کافی ہے یعنی جسقدر کھانے سے دو شخصون کا خوب شکم سیر ہو سکتا ہے اگر اُسکو تین بھی کھالین تو اوسط درجہ
انکو کافی ہو سکتا ہے اس سے آپکا مقصود غمخواری مین رغبت دلانا اور شکم سیری کی حرص کو مکروہ سمجھنا ہے
اور ازانجملہ قناعت ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ مال کی حرص بسا اوقات آدمی کے نفس پر غالب ہوتی ہے حتی
کہ اُسکے جوہر مین داخل ہو جاتی ہے پس جب اُس حرص کو اپنے قلب سے دور کر دیتا ہے اور مال کا چھوڑنا
اُسپر آسان ہوتا ہے تو اس صفت کا نام قناعت ہے اور قناعت اسکا نام نہین ہے کہ خدا تعالی نے
جو انسان کو عطا فرمایا ہے بے رغبتی کے ساتھ اُسکا ترک کر دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔
یا حکیم ان ہذا المال خضر حلو فمن اخذہ بسخاوۃ نفس بورک لہ فیہ ومن اخذہ باشراف نفس لم
یبارک لہ فیہ وکان کالذی یاکل ولا یشبع والید العلیا خیر من السفلی ۔ اے حکیم یہ مال ہرا اور شیرین ہوتا ہے
پس جو نفس کی سخاوت کے ساتھ اسکو لے لیتا ہے تو اسمین برکت دیجاتی ہے اور جو شخص حرص نفسانی
کے ساتھ لیتا ہے تو اُسمین برکت نہین دیجاتی اور وہ اُس شخص کی مانند ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہین ہوتا
اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جاءک من
ہذا المال شیء وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ فتمولہ وما لا فلا تتبعہ نفسک ۔ اس مال میں سے
جب تیرے پاس کچھ آوے اور تو نہ حریص ہو اور نہ سائل تب تو اُسکو لے لے اور آسودہ ہو ورنہ اپنے پیچھے
مت لگا اور ازانجملہ جود ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ مال کی محبت اور اُسکے جمع کرنے کی محبت بسا اوقات قلب پر

غالب آکر اسکو محیط ہو جاتی ہے اور جب آدمی اسکے خرچ کرنے پر قادر ہوتا ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتا اسکا نام
جود ہے اور مال کے ضائع کرنے کا نام جود نہیں ہے اور نہ خود مال کوئی مبغوض چیز ہے بلکہ ایک بڑی نعمت ہے
آپ نے فرمایا ہے اتقوا الشح فان الشح اہلک من قبلکم حملہم علی ان سفکوا دماءہم واستحلوا محارمہم بخل سے بچے
کیونکہ بخل نے تمسے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اسی نے انکو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ باہم خونریزی کریں اور حرام چیزوں
کو حلال سمجھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا حسد الا فی اثنین - الحدیث - سوا دو شخصوں کے
کسی پر حسد نہیں ہے الخ اور کسی نے آپ سے عرض کیا کیا خیر سے شر پیدا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا انہ لا یاتی
الخیر بالشر - البتہ خیر سے شر نہیں پیدا ہوتا اور ربیع میں بعض چیزیں ایسی پیدا ہوتی ہیں جو تخمہ پیدا کرکے ہلاک
کر دیتی یا قریب ہلاکت کر دیتی ہیں اور نیز آپ نے فرمایا من کان معہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من
لا ظہر لہ جس شخص کے پاس حاجت سے زیادہ سواری ہو تو جسکے پاس سواری نہیں ہے اسکو وہ سواری
دیدے اور جسکے پاس حاجت سے زیادہ توشہ ہو اسکو چاہیے کہ جسکے پاس توشہ نہیں ہے اسکو دیدے پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے اسقدر اقسام ذکر کیے جس سے ہمکو یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم میں سے کسی کو
اس مال میں جو حاجت سے زیادہ ہو کچھ حق نہیں ہے اور اسقدر رغبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسواسطے
دلائی کہ وہ جہاد کی حالت میں تھی اور مسلمانوں کو احتیاج لاحق ہو رہی تھی اور اسمیں سماحت بھی پائی جاتی ہے
اور نظام ملت کا بھی قائم کرتا ہے اور مسلمانوں کی جان کا بھی باقی رکھتا ہے - اور ازانجملہ قصر امل یعنے
آرزو کا کوتاہ کرنا ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ انسان پر زندگی کی محبت غالب ہوتی ہے حتی کہ موت کا ذکر
اسکو ناگوار ہوتا ہے اور اسقدر زندہ رہنے کی امید رکھتا ہے کہ اس حد تک وہ زندہ نہیں رہ سکتا پس ایسی
حالت میں جب آدمی مرجاتا ہے تو جس چیز کی اسکو تمنا تھی اسکے پورا نہونے سے اسکو تکلیف و عذاب ہوتا رہتا ہے
اور فی نفسہ زندگی کوئی مبغوض اور ایسی چیز نہیں ہے جو خدا تعالے کو ناپسند ہو بلکہ وہ ایک نعمت عظمی ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل - دنیا میں ایسا رہ
جیسے پردیسی بلکہ راہ کا چلنے والا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک مربع خط کھینچا اور
پھر اسکے وسط میں ایک خط کھینچا اور باہر تک اسکو نکالا اور پھر اس بیچ والے خط کے ساتھ اور چھوٹے چھوٹے
خط ملائے مگر اسیقدر کے ساتھ جتنا وہ مربع کے اندر اندر تھا اسکی شکل یہ ہے اور بیچ کے خط کی
طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ انسان ہے اور اس مربع کیطرف اشارہ کرکے فرمایا یہ اسکی اجل ہے جو اسکو
گھیر رہی ہے اور یہ جو باہر کو نکلا ہوا ہے یہ اسکی آرزو ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط عوارض ہیں اگر یہ
اس سے بچ جاتا ہے تو یہ پہونچ جاتا ہے اور یہ بچ جاتا ہے تو یہ پہونچ جاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
طول امل کی بیماری کا علاج موت کے ذکر اور قبور کی زیارت اور ساتھیوں کی موت سے عبرت حاصل کرنے
کے ساتھ بیان فرمایا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے لا یتمنین احدکم الموت

ولا یدع بہ قبل ان یاتیہ انہ اذا مات انقطع عملہ - تم مین سے کوئی موت کی تمنا نکرے اور نہ موت آنے سے
پہلے اسکی دعا کرے کیونکہ جب آدمی مرگیا اسکا عمل منقطع ہوگیا - اور از انجملہ تواضع ہے - تواضع کے یہ معنی ہین
کہ نفس کو تکبر اور خودپسندی کے دواعی کے طرف پروی نہو کہ جس سے آدمی لوگون کو اپنے اعتبار سے حقیر اور
ذلیل جانتا ہے اور اسکے باعث سے اسکا نفس خراب ہوجاتا ہے اور لوگون پر ظلم کرنے اور انکو ذلیل
سمجھنے پر برانگیختہ کرتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ
مثقال ذرۃ من کبر فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنۃ فقال ان اللہ جمیل
یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس - جسکے قلب مین ذرہ کے برابر تکبر ہے جنت مین نجاویگا
تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا دل چاہتا ہے اچھا کپڑا ہو اور اچھا جوتہ ہو تو آپ نے فرمایا خدا تعالے
جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے تکبر تو حق بات نہ ماننے اور لوگون کے ذلیل سمجھنے کا نام ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا اخبرکم باہل النار کل عتل جواظ مستکبر - اہل دوزخ کی کیا نہ خبردون تمکو وہ سب
وہ لوگ ہین کہ سخت ظالم و نہایت تکبر کرنیوالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بینما رجل یمشی
فی حلۃ تعجبہ نفسہ مرجل راسہ یختال فی مشیتہ اذ خسف اللہ بہ فہو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامۃ
ایک شخص جامہ تزئین پہنے ہوئے خودپسندی کے ساتھ اتراتا ہوا جارہا تھا کہ خدا تعالی نے اسکو دھسادیا اور وہ
قیامت تک زمین مین دھستا چلا جاویگا - اور از انجملہ حلم ہے اور سہولیت اور نرم دلی ہے اور حاصل اسکا یہ ہے
کہ آدمی کو غصہ کے اسباب کی طرف توجہ نہین ہوتی تا وقتیکہ اسمین فکر نہ کرلے اور مصلحت نہ دیکھ لے اور تمام
اوقات مین غضب کی صفت مذموم نہین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر
کلہ - جو شخص نرمی سے محروم ہے سب نیکیون سے محروم ہے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
مجھے کچھ وصیت کیجیے آپ نے اس سے فرمایا غصہ مت کر کچھ چند مرتبہ اسنے وہی سوال کیا اور یہی فرمایا کہ غصہ
مت کر اور نیز آپ نے فرمایا ہے الا اخبرکم بمن یحرم علی النار کل قریب ہین لین سہل - کیا مین تمکو وہ شخص
نہ بتادون جو آگ پر حرام کیے جاوین وہ قریب بردبار نرم مزاج اور سہولیت والا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب - سخت آدمی وہ نہین ہے جو
لوگونکو پچھاڑا کرے سخت تو وہ ہے جو غصہ کیوقت اپنے نفس کو قابو مین رکھے اور از انجملہ صبر ہے اور وہ آرام اور پریشانی اور خواہش
نفسانی اور تکبر اور اظہار راز اور قطع محبت وغیرہ کے اسباب کا تابع نہونا ہے ان سبہا کے لحاظ سے اسکے مختلف نام رکھے جاتے ہین
اللہ پاک فرماتا ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب - صابر لوگ تو بیحساب ہی اپنا اجر دیے جاوینگے اور آنحضرت صلعم
نے فرمایا ہے ما اوتی احد عطاء افضل واوسع من الصبر - کوئی شخص کوئی عطا زیادہ افضل و زیادہ فراخ صبر سے زیادہ نہین دیا گیا
اور آنحضرت صلعم نے عدالت کے علامات کے ساتھ حکم دیا ہے اور اسکے ابواب مین سے عظیم الشان باب پر آگاہ فرمایا اور خلق
الہی پر رحمت کرنے کی خوبیان بیان فرمائین اور لوگون کو اسکی رغبت دلائی اور اسکے اقسام میں گھر والون کا الفت سے

سے بنیاد کسی قبیلہ کے لوگون کی باہم معاشرت اور شہر والون کی معاشرت اور بزرگان دین کی توقیر اور ہر ایک کے قریب ہونے کا بیان
فرمایا اسکے متعلق ہم چند احادیث ذکر کرتے ہین جو اس باب کے لیے بطور نمونہ کے ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیمۃ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے روز تاریکیان بنجائیگا - اور فرمایا
ان اللہ حرم علیکم دماءکم واموالکم کحرمۃ یومکم ہذا فی بلدکم ہذا - خدا تعالے نے تمھارے اوپر تمھارے خون اور تمھارے
مالون کو حرام کیا ہے جسطرح تمھارے اسدن کی تمھارے اس شہر مین حرمت - اور فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من
لسانہ ویدہ الخ مسلمان وہ شخص ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان امن مین رہین خدا کی قسم تم مین سے کوئی شخص بغیر
حق کے کسی چیز کو نہ لیگا مگر قیامت کے روز جب خدا سے ملیگا وہ چیز اسپر سوار ہو لی پس البتہ تم مین سے مین اس شخص کو پہچانتا
ہون جو اونٹ کو اپنے اوپر سوار کیے ہوے خدا سے ملیگا اور وہ اونٹ بلبلاتا ہوگا یا گاے کو سوار کیے ہوگا اور وہ ڈکراتی ہوگی
یا بکری کو سوار کیے ہوگا اور وہ ممیاتی ہوگی اور فرمایا ہے من ظلم قید شبر من الارض طوقہ من سبع ارضین جو بالشت بھر
زمین ظلم سے لیلیگا ساتون زمینین طوق کرکے اسکی گردن مین ڈالی جائینگی - باب الزکوۃ مین اسکی حقیقت ہم بیان
کرچکے ہین - والمومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا - اور ایمان والا ایمان والے کے لیے بنیاد کیطرح ہے
کہ اسکے اجزا ایک دوسرے کے لیے مضبوطی کا سبب ہوتے ہین مثل المومنین فی توادہم وتراحمہم وتعاطفہم مثل الجسد
اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سایر الجسد بالسہر والحمی - مومنین کی مثال باہم کی محبت اور ہمدردی اور مہربانی مین ایسی ہے
جیسے بدن کہ جب اسمین سے کوئی عضو مریض ہو جاتا ہے تو تمام بدن پر تپ لاحق ہو جاتی ہے اور نیند جاتی رہتی ہے
من لا یرحم الناس لا یرحمہ اللہ - جو لوگون پر رحم نہین کرتا خدا تعالے اسپر رحم نہین کرتا المسلم اخو المسلم لا یظلمہ
ولا یسلمہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اسپر زیادتی کرتا ہے نہ اسکو ہلاکت مین ڈالتا ہے من کان
فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ - جو شخص اپنے بھائی کے کام مین ہے خدا تعالے اسکے کام مین ہے ومن فرج
عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بہا کربۃ من کرب یوم القیامۃ ومن ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامۃ جو کوئی شخص مسلمان
کی کوئی مصیبت دور کردے خدا تعالے قیامت کے دن کے مصائب مین سے اسکی کوئی مصیبت اسکے سبب سے دور فرمائیگا
اور جو کوئی شخص کسی کی پردہ پوشی کرے خدا تعالے قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی کریگا اشفعوا توجروا ویقضی اللہ
علی لسان نبیہ ما احب - سفارش کیا کرو ماجور ہوگی اور خدا تعالے جو چاہتا ہے اپنے نبی کی زبان پر جاری کرتا ہے
اور فرمایا ہے تعدل بین اثنین صدقۃ وتعین الرجل فی دابتہ فتحملہ او ترفع لہ متاعہ صدقۃ والکلمۃ الطیبۃ صدقۃ
دو شخصون مین تو جو انصاف کرے تو یہ صدقہ ہے او کسی کو سواری مین مدد دے کہ اسکو سوار کرا دے یا اسکے اسباب کو اٹھا
رکھدے تو یہ صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے او ضعفاء مہاجرین کے باب مین آپنے فرمایا ہے لئن کنت اغضبتہم
فقد اغضبت ربک - اگر تو نے انکو ناخوش کیا تو خدا تعالے کو تو نے ناخوش کیا - اور فرمایا انا وکافل الیتیم فی الجنۃ
ہکذا واشار بالسبابۃ والوسطی - اور وہ شخص جو یتیم کا بوجھ اٹھاتا ہے جنت میں اور وہ اسطرح ہونگے اور یہ فرما کر انگشت شہادت
اور درمیان کی انگشت سے آپ نے بتلا دیا یعنی جسطرح یہ دونون انگلیان پاس پاس ہین الساعی علی الارملۃ والمسکین

کالمجاہد فی سبیل اللہ۔ جو شخص اپاہج لوگ اور مسکین کا کاج کرتا ہے وہ خدا کی راہ میں جہاد کرنیوالے کے برابر ہے۔ من ابتلی من هذه
البنات بشیء فاحسن الیہن کن لہ سترا من النار۔ جو شخص ان لڑکیوں کیطرف سے کچھ مشقت میں مبتلا ہو اور انکے
ساتھ اچھا برتاو کرے تو وہ اسکے لیے آگ کی روک ہو جائینگی۔ استوصوا بالنساء، فان المرأة خلقت من ضلع و
ان اعوج ما فی الضلع اعلاه فان ذہبت تقیمہ کسرتہ۔ عورتوں کے باب میں وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے
پیدا ہوئی اور پسلی میں زیادہ ترکجی اوپر کے حصہ میں ہے پس اگر تو اسکا سیدھا کرنا چاہیگا تو اسکو توڑ ڈالیگا۔ اور
بیوی کے حق میں آپ نے فرمایا ہے ان تطعمہا اذا طعمت وتکسوہا اذا اکتسیت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تہجر الا
فی البیت۔ کہ تو کھانا کھائے تو اسکو بھی کھلا اور کپڑا پہنے تو اسکو بھی پہنا اور منہ پر مت مار۔ اور اسکی صورت بگڑنے کی
دعا مت کر اور بجز خوابگاہ کے اس سے علیحدہ مت (ہو)۔ اذا دعی الرجل امرأتہ الی فراشہ فلم تأتہ فبات غضبان علیہا
لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کیطرف بلاوے اور وہ اسکے پاس نہ آوے اور خاوند اس سے
غصہ کی حالت میں سو رہے تو صبح تک فرشتے اسپر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ لا یحل لامرأۃ ان تصوم وزوجہا شاہد
الا باذنہ ولا تأذن فی بیتہ الا باذنہ۔ خاوند کی موجودگی میں کسی عورت کو روزہ رکھنا درست نہیں جبتک وہ اجازت
نہ دے اور خاوند کی بلا اجازت کسی کو اسکے گھر میں نہ آنے دے۔ ولو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ
ان تسجد لزوجہا۔ اور اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے سجدہ کرنے کے لیے
حکم دیتا۔ ایما امرأۃ ماتت وزوجہا عنہا راض دخلت الجنۃ۔ جو عورت مرجائے اور اسکا خاوند اس سے خوش ہو تو جنت میں
داخل ہوگی۔ دینار انفقتہ فی رقبۃ ودینار انفقتہ علی مسکین ودینار انفقتہ علی اہلک اعظمہا اجرا الذی
انفقتہ علی اہلک۔ ایک تو وہ دینار ہے جسکو تو نے خدا کی راہ میں صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی جان کے
چھوڑانے میں صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی مسکین پر صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو اپنی بیوی پر صرف کیا
ان سب کے اندر ثواب میں زیادہ وہ ہے جو اپنی بیوی پر تو نے صرف کیا۔ اذا انفق الرجل علی اہلہ نفقۃ یحتسبہا فہو
لہ صدقۃ۔ جو شخص طلب ثواب کے قصد سے اپنی بیوی کو نفقہ دے تو وہ اس شخص کے لیے صدقہ ہے۔ ما زال جبرئیل
یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ۔ پڑوسی کے باب میں جبرئیل مجکو بہت وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ
مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ عنقریب اسکو وارث بنادینگے۔ یا ابا ذر اذا طبخت مرقا فاکثر ماءہا وتعاہد جیرانک۔ اے ابوذر اپنے
جب تو شوربا پکاوے تو اسکا پانی بڑھا دیا کر اور پڑوسیوں کو مت بھولا کر۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ
جارہ۔ جو شخص خدا تعالے اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسکو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستاوے۔ واللہ لا یؤمن
الذی لا یأمن جارہ بوائقہ۔ خدا کی قسم جس شخص کا پڑوسی اسکے ایذاؤں سے امن میں نہیں ہے، وہ مومن نہیں ہے
اور اللہ پاک نے رحم سے فرمایا ہے الا ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک۔ کیا تو اس بات سے
خوش نہیں ہے کہ جو تجھکو جوڑے میں بھی اس سے جوڑوں اور جو تجھکو قطع کرے میں بھی اس سے قطع کروں۔ من
احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ جو اپنے لیے رزق کی فراخی اور عمر کی درازی چاہے

لا اسکو صلہ رحم کرنا چاہیے من الکبائر عقوق الوالدین - مان باپ کی نافرمانی کبائر مین سے ہے من الکبائر شتم الرجل والدیہ یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ - آدمی کو اپنے مان باپ کو گالی دینا کبائر مین سے ہے کسی شخص کے باپ کو کوئی گالی دیتا ہے تو وہ اسکے باپ کو گالی دیتا ہے اور جب کسی کی مان کو گالی دیتا ہے تو وہ اسکی مان کو گالی دیتا ہے - سئل ہل بقی من بر ابوی شئی ابرہما بہ بعد موتہما فقال نعم الصلوۃ علیہما والاستغفار لہما وانفاذ عہدہما وصلۃ الرحم التی لا توصل الا بہما واکرام صدیقہما - کسی شخص کے مان باپ مر گئے تھے اسنے آنحضرت صلعم سے عرض کی میرے مان باپ کے سلوک مین اب بھی کچھ باقی ہے جو انکے مرنے کے بعد انکے ساتھ مین کرون تو آپنے فرمایا ہان انپر رحمت کی خواستگاری اور انکے لیے مغفرت طلب کرنا اور انکے بعد انکے عہد کو پورا کرنا اور اس قرابت کا جو مان باپ ہی کی رشتے سے ہے جوڑنا اور انکے دوست کی توقیر کرنا وان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القران غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط - خدا تعالیٰ کی تعظیم مین سے بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کے جو قرآن کی قرات کے اندر مبالغہ نہین کرتا اور نہ نافرمانی کرتا ہے تعظیم اور صاحب سلطنت کی تعظیم ہے جو عادل ہو -

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ومن لم یعرف شرف کبیرنا - جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نکرے اور بڑے کی بزرگی نہ جانے وہ ہم مین سے نہین ہے انزلوا الناس علی منازلہم - لوگون کو انکے درجے پر رکھو من عاد مریضا او زار اخا لہ فی اللہ ناداہ مناد طبت وطاب ممشاک وتبوات من الجنۃ منزلا - جو شخص مریض کی عیادت کرے یا فی سبیل اللہ اپنے کسی برادر کی ملاقات کو جاوے تو خدا تعالیٰ کیطرف ایک ندا کرنیوالا اسکے لیے یہ ندا کرتا ہے تو بھی اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تونے اپنے لیے جنت مین جگہ بنالی - پس یہ احادیث اور جو انکی مثل ہین سب عدالت اور حسن مشارکت پر متنبہ کرتی ہین -

مقامات اور احوال کا بیان

معلوم کرو کہ احسان کے لیے بہت سے ثمرات ہین جو اسکے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتے ہین اور انکو مقامات اور احوال کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اس باب کے ساتھ جو احادیث متعلق ہین انکی شرح دو مقدمون کی تمہید پر موقوف ہے پہلا مقدمہ عقل اور قلب اور نفس کے اثبات اور انکے حقائق کے بیان مین دوسرا مقدمہ مقامات اور احوال کے پیدا ہونے کی کیفیت کے بیان مین -

مقدمہ اولی

معلوم کرو کہ انسان کے اندر تین لطائف ہین جنکا نام قلب نفس عقل ہے اور نقل و عقل و تجربہ اور علماء کے اتفاق سے یہ تینون چیزین ثابت ہوتی ہین نقل کا تو بیان یہ ہے کہ قرآن مجید مین وارد ہوا ہے ان فی ذالک لآیت لقوم یعقلون - عقلمندون کے لیے اسمین بلاشبہ نشانیان ہین اور اللہ پاک نے اہل نار سے حکایۃ فرمایا ہے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر - اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے ہوتے تو اصحاب جہنم مین سے نہوتے اور حدیث شریف مین

وارد ہوا ہے اول ما خلق اللہ تعالیٰ العقل فقال لہ اقبل فاقبل ثم قال لہ ادبر فادبر فقال بک آخذ - سب سے پہلے خدا تعالی نے
جو پیدا کیا عقل کو پیدا کیا پھر اس سے فرمایا سامنے آ وہ سامنے آئی پھر فرمایا پیچھے لوٹ جا پیچھے ہٹ گئی پھر فرمایا تیرے ہی سبب
مواخذہ کرونگا اور آپ نے فرمایا ہے دین المرء عقلہ ومن لا عقل لہ لا دین لہ - آدمی کا دین اسکی عقل ہے جسکی عقل نہیں اسکا
دین نہیں ہے اور فرمایا ہے افلح من رزق لبا - جسکو عقل دیگئی ہے اسکو کامیابی ہوئی - اگرچہ ان احادیث کے ثبوت میں محدثین
کو کلام ہے مگر تاہم ان احادیث کے لیے اسانید ہیں جو بعض بعض کی تائید کرتی ہیں اور قرآن پاک میں وارد ہے واعلموا
ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ - اور جان لو کہ خدا تعالے آدمی اور اسکے قلب کے مابین حائل ہو جاتا ہے اور وارد ہوا ہے
ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید - اس قرآن میں بلاشبہہ نصیحت ہے اس شخص کے لیے
جسکا قلب ہو یا کان لگائے اور وہ حاضر القلب ہو اور حدیث شریف میں وارد ہے الا ان فی الجسد مضغۃ اذا
صلحت صلح الجسد واذا فسدت فسد الجسد الا وھی القلب - خبردار ہو جاؤ کہ بدن کے اندر ایک گوشت کی بوٹی
ہے جب وہ درست ہوتی ہے بدن درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتی ہے بدن بگڑ جاتا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے
اور وارد ہوا ہے مثل القلب کریشۃ فی فلاۃ یقلبہا الریاح ظہرا لبطن - دل کی مثال ایک پر کی سی ہے جو میدان میں
پڑا ہوا ہے اور ہوائیں اس میدان میں اسکو منقلب یعنی لوٹ پوٹ کرتی رہتی ہیں - اور وارد ہوا ہے النفس تمنی
وتشتہی والفرج یصدق ذلک او یکذبہ - کہ نفس آرزو وخواہش کرتا ہے اور پیشاب گاہ اسکی تصدیق یا تکذیب
کردیتی ہے اور ان مواضع استعمال میں تتبع وتلاش کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عقل اس چیز کا نام ہے جس سے
ان چیزوں کا ادراک کرتے ہیں جو غیر محسوس ہوتی ہیں اور قلب اس چیز کا نام ہے جس سے انسان محبت یا بغض کرتا ہے
یا کسی چیز کو پسند کرتا ہے یا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور نفس اس چیز کا نام ہے جس سے انسان لذائذ یعنی کھانے پینے
وجماع کرنے کی خواہش کرتا ہے اور اس بات کا بیان کہ عقل سے بھی ان تین چیز کا وجود ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اپنے موقع پر
یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کے بدن میں تین عضو رئیس ہیں جن سے وہ قوتیں اور افعال جو انسان کی صورت نوعیہ کے
مقتضی ہیں تمام ہوتے ہیں پس قوائے ادراکیہ یعنی تخیل اور توہم اور پھر ان متخیلات اور متوہمات کے اندر تصرف اور
بوجہ من الوجوہ مجردات سے حکایت کرنے کا محل دماغ ہے اور غضب و جرأت اور جود اور بخل اور خوشی اور ناخوشی
اور اس قسم کی چیزوں کا محل قلب ہے اور اس چیز کے طلب کرنے کا محل جسکے اوپر بقائے جنس کے اوپر بدن کا قوام موقوف ہے
جگر ہے اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ جب ان تین اعضا میں سے کسی خاص عضو میں کوئی نقصان آجاتا ہے تو ایک
خاص قوت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے جس سے اس قوت کا اختصاص اس عضو کے ساتھ ثابت ہوتا ہے - پھر ان
تین میں سے ہر ایک کا فعل دو باقی کی مؤنت کے بغیر تمام نہیں ہوتا - دیکھو کہ اگر مثلاً بری بات کی برائی اور اچھی بات
کی بھلائی کا ادراک اور نفع وضرر کا توہم نہو تو غصہ کا ہیجان نہیں ہوتا اور نہ کسی چیز کی محبت پیدا ہوتی ہے اور جبتک
قلب کے اندر متانت نہو کسی متصور چیز کی تصدیق نہیں ہوتی اور اگر کھانے یا جماع کرنے کی معرفت نہو اور اسکے منافع
متوہم نہوں تو طبیعت کو ان چیزوں کیطرف میلان نہیں ہوتا اور اگر اطراف بدن میں قلب کا حکم نافذ نہوا کرے

تو انسان کو اپنے لذائذ حاصل کرنیکا موقع نہین مل سکتا اور اگر حواس عقل کی خدمتگاری نکرین تو انسان کو کسی چیز کا ادراک نہین ہو سکتا کیونکہ نظریات بدیہیات کے اور بدیہیات محسوسات کے فرع ہوتے ہین اور جن اعضا پر قلب اور دماغ کی صحت موقوف ہے اگر انمین سے ہر ہر عضو کی صحت نہ پائی جاے تو قلب و دماغ کی نہ صحت باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہر ایک کا فعل پورے طور پر صادر ہو سکتا ہے مگر ان اعضاء مین سے ہر ایک بمنزلہ ایک بادشاہ کے ہے جو کسی عظیم الشان کام کو مثلاً کسی مستحکم قلعہ کا فتح کرنا چاہتا ہے تو وہ بادشاہ اپنے دوستون سے لشکرون اور دعون اور ڈھالون کی مدد مانگتا ہے مگر قلعہ کے فتح کرنے مین وہ خود ہی مدبر ہوتا ہے اور اسی کے حکم کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہے اور اسی کی راے پر مدار ہوتا ہے اور وہ سب تو خدمتگار ہوتے ہین جو اسکی راے پر چلتے ہین - پھر اب جو حوادث پیدا ہوتے ہین انکی صورت ان صفات کے مطابق ظاہر ہوتی ہے جو اس بادشاہ مین غالب ہوتے ہین یعنی اسکی دلیری اور بزدلی اور سخاوت اور بخل اور عدالت اور ظلم کے اعتبار سے انکا ظہور ہوتا ہے پس جسطرح سلاطین اور انکی راے اور صفات کے اختلاف سے حالات مختلف ہوتے ہین اگرچہ لشکر اور ہتھیار ایک ہی سے ہون اسیطرح ان رؤساے ثلثہ مین سے ہر رئیس کا حکم بدن انسان کی مملکت مین مختلف ہوتا ہے الحاصل جو افعال ان تینون مین سے ہر ایک سے صادر ہوتے ہین وہ افعال باہم یا تو قریب قریب یا افراط یا تفریط کیطرف مائل یا ان دونون کے مابین ہوتے ہین پس جب ہم ان تینون صورتون کو مع انکے افعال متقاربہ اور انکے امزجہ کے جو ان افعال کے ہمیشہ خواستگار ہوتے ہین اعتبار کرین تو انکا نام لطائف ثلثہ ہے جنسے بحث کیجاتی ہے خود ان قوی کا نام بغیر انکے ساتھ کسی چیز کے اعتبار کیے لطائف نہین ہے - قلب کے صفات اور اسکے افعال یہ ہین غصہ دلیری حمیت بزدلی خوشی ناخوشی قدیمی دوستی کی وفاداری کبھی ایک شخص سے محبت اور کبھی عداوت حب جاہ جود بخل رجاء خوف وغیرہ - عقل کے صفات وافعال یہ ہین - یقین شک توہم ہر حادثہ کے لیے اسباب کی تلاش منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے کے طریقوں مین فکر کرنا وغیر ذلک اور نفس کے صفات کا منتہی لذیذ لذیذ کھانے وپینے کی چیزون کی حرص اور عورتون کی محبت وغیر ذلک تجربہ سے ان قواے ثلثہ کا ثبوت یہ ہے کہ جو شخص افراد انسانی کے استقراء و تلاش کرے تو لامحالہ اسکو یہ بات معلوم ہوگی کہ لوگ اپنی سرشت کے اعتبار سے ان امور مین مختلف ہوتے ہین - بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہین جنکا قلب نفس کے اوپر حاکم ہوتا ہے اور بعض کے نفوس کو قلب پر غلبہ ہوتا ہے پہلی قسم کے انسان کو جب غصہ آتا ہے یا اسکے قلب مین کسی بلند درجہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو اسکے مقابلہ مین بڑی بڑی لذتون کو حقیر سمجھتا ہے اور انکے چھوڑنے پر صبر کرتا ہے انکے چھوڑنے مین وہ شخص اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ عظیم کرتا ہے اور دوسری قسم کے انسان کو جب کسی لذت کی خواہش ہوتی ہے اسمین وہ گھس پڑتا ہے اگرچہ اس جگہ ہزار طرح سے عار ہو - اور مناصب عالیہ کیطرف اسکو رغبت دلائی جاے یا ذلت وخواری کا اسکو خوف دلایا جاے تو اسکی طرف پرواہ نہین کرتا اور بسا اوقات غیرت دار آدمی کو اسکی خواہش کے موافق نکاح کرنیکا موقع پیش آتا ہے اور اسکا نفس اسکو سخت رغبت دلاتا ہے مگر اسکے قلب مین غیرت کے سبب سے ایک خیال پیدا ہوتا ہے جسکے سبب سے خواہش نفسانی کیطرف اسکو توجہ نہین ہوتی

اور چونکہ اسکی سرشت مین داخل ہی بسا اوقات بھوکا ننگا رہنے پر صبر کرتا ہے لیکن کسی سے سوال نہین کرتا اور جب
کسی عضو آدمی کو خواہش کے موافق جماع کرنے یا کھانے کا موقع ہوتا ہے اور وہ شخص اسمین اپنا ضرر عظیم جانتا ہے خواہ
طب کے اعتبار سے یا حکمت عملیہ کے لحاظ سے یا بعض لوگون کی خوف کی وجہ سے تو وہ شخص ڈر جاتا ہے اور کانپنے
لگتا ہے اور اس برائی سے بچ جاتا ہے پھر اسکی خواہش اسکو اندھا کرکے دیدہ و دانستہ ورطہ ہلاکت مین ڈال دیتی ہے
اور بسا اوقات اسی انسان کو دونون جہت مخالف کیطرف اپنے نفس کا میلان معلوم ہوتا ہے پھر ان دونون مین سے
ایک داعیہ کو دوسرے مین غلبہ ہوجاتا ہے اور اسطور پر اس شخص سے ایک قسم کے افعال بار بار صادر ہوتے ہین یہانتک کہ
وہ شخص خواہش کی تابعداری اور بے اعتباطی یا خواہش کے روکنے اور نفس کو قابو مین رکھنے کے ساتھ ضرب المثل ہوجاتا ہے
اور تیسرا شخص ایسا ہوتا ہے جسکی عقل اسکے نفس پر غالب ہوتی ہے مثلا وہ آدمی جو ایسا دیندار ہے کہ اسکی محبت اور بغض
اور شہوت اوامر شرعی اور ان چیزون کیطرف کہ شرع سے انکا جواز یا استحباب معلوم ہوا ہے منقلب ہوجاتی ہے
ایسا شخص حکم شرعی سے کبھی روگردانی نہین چاہتا - چوتھا شخص ایسا ہوتا ہے جسپر رسم اور طلب جاہ کا غلبہ ہوتا ہے
اور اپنی ذات سے عار کا دور کرنا چاہتا ہے ایسا شخص باوجود غضبناک ہونے اور نہایت دلیر ہونے کے اپنے غصہ کو پی جاتا ہے
اور اگر اسکو کوئی برا کہے تو اسکی تلخی پر صبر کرلیتا ہے اور باوجود خواہش جسمانی کے اپنے لذائذ کو ترک کردیتا ہے تاکہ
اسکے حق مین لوگ ایسی باتین نہ کہنے لگین جو اسکو ناپسند ہین یا اسلیے کہ رفعت جاہ وغیرہ جو اسکو مطلوب ہے اسکو ملجا
پہلا شخص درندون کے مانند ہے اور دوسرا بہائم کے مانند اور تیسرا ملائکہ کے اور چوتھے شخص کو صاحب مروت و بلند حوصلہ
کہتے ہین پھر استقرا کرنے سے بعض افراد انسان کے ایسے ملتے ہین کہ انکی دو قوتین معا غالب ہوتی ہین اور ان دونون کا
حال باہم متشابہ رہتا ہے کہ کبھی اسکو اسپر غلبہ ہوتا ہے اور کبھی اسکو اسپر اور صاحب بصیرت انکے حال کا انضباط چاہے
اور جسکا حال پردہ مین اسکو بیان کرنا چاہین تو لامحالہ لطائف ثلثہ کے ثابت کرنے کی ضرورت پڑیگی اور عقلا کے
اتفاق سے ان تینون کا وجود اسطرح پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام اہل ملت اور اہل ادیان تہذیب نفس ناطقہ کا جنھون نے
اعتبار کیا ہے ان تین چیزون کے ثابت کرنے یا ان مقامات اور احوال کے بیان کرنے پر متفق ہین جو ان تینون سے
متعلق ہے فلاسفہ اپنی حکمت عملیہ مین ان تینون کا نام نفس ملکی اور نفس سبعی اور نفس بہیمی رکھتے ہین اور اس نام
رکھنے مین ایک طرح کا تسامح ہے کہ عقل کا نام انھون نے نفس ملکی رکھا ہے کہ اسکے افراد مین سے افضل ترین فرد کا یہ
نام ہے اور قلب کا نام نفس سبعی باینطور رکھا ہے کہ اسکے اوصاف مین یہ وصف مشہور ہے اور صوفیا کرام نے ان لطائف کا
بیان اور ہر ایک کی تہذیب کا بیان کیا ہے - مگر انھون نے ان تین کے سوا دو لطیفہ اور بھی ثابت کیے ہین اور ان
دونون کا نہایت اہتمام کیا ہے اور وہ دونون روح اور سر ہین انکی حقیقت یہ ہے کہ دل کے دو رخ ہین ایک رخ کا
میلان بدن اور اعضا کیطرف ہے اور ایک رخ کا میلان تجرد محض کیطرف ہے اور اسیطرح عقل کے دو رخ ہین ایک رخ کا
میلان بدن اور حواس کی طرف ہے اور دوسرے کا تجرد محض کیطرف پس جسکا میلان اسفل کیجانب ہے اسکو قلب
و عقل کہتے ہین اور جسکو جانب فوق سے اتصال ہے اسکو روح و سر کہتے ہین قلب کی صفت شوق اور وجد ہے

میں محسوس متناسب ہوجاتا ہے اور روح کی صفت انس اور انجذاب ہے اور عقل کی صفت ان چیزونکی معرفت ہے جو محسول علوم سے قریب ملاحظہ ہین جیسے ایمان بالغیب اور توحید افعال اور سرکی صفت ان چیزون کا ملاحظہ ہے جو علوم محسول سے برتر اور مجرد صرف ہین جنکے لیے نہ زمانہ ہے نہ مکان کوئی وصف او نہ اشارہ مگر ہیئت اور چونکہ شرع کا نزول صورت انسان کے میزان پر ہوا ہے خصوصیات فردیہ کے اعتبار سے نہین ہوا لہذا شرع نے تفصیل سے زیادہ بحث نہین کی اور اسکے مباحث کو اجمال کے خزانہ مین چھوڑ دیا ہے اور تمام اہل حق نے بھی اسکے متعلق کچھ بیان ہے استقرا و تتبع سے متین اور فہیم آدمی اسکو معلوم کرسکتا ہے۔

مقدمۂ ثانیہ۔ معلوم کرو کہ قوی العقل اور قوی الجسم آدمی جسکے مادہ مین اسکے نوع کے احکام ظاہر ہونیکی پوری اور کامل قابلیت ہوتی ہے وہ شخص افراد انسانی کا طبیعت کے لحاظ سے رئیس اور نمونہ ہوتا ہے جس سے تمام افراد کا اعلیٰ درجہ کے حد سے قرب و بعد اس شخص کے اعتبار سے معلوم ہو سکتا ہے یہ شخص وہ ہو سکتا ہے جسکی عقل قلب پر غالب ہو اور اسکا قلب قوی اور اسکے قواے پورے پورے ہون اور اسکا قلب نفس پر غالب ہو اور باایہمہ نفس بھی اسکا شدید ہو اور اسکی خواہشین بکثرت ہون ایسے شخص کے اخلاق تامہ ہوتے ہین اور فطرت قوی ہوتی ہے اور اس سے نیچے بہت سی مختلف قسمین ہین تامل صحیح سے جنکا ظہور ہو سکتا ہے اور جاہلون مین بھی یہ قواے ثلثہ پائے جاتے ہین مگر انکی عقل و قلب اور نفس کے نیچے نہایت درجہ مغلوب ہوتی ہے اسلیے وہ مکلف ہونیکی قابلیت نہین رکھتی اور نہ ملحق بہ ملاء اعلیٰ ہو سکتے ہین چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے **ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البر والبحر ورزقناہم من الطیبات وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا**۔ البتہ ہمنے آدمیون کو بزرگی دی اور انکو جنگل و دریا مین سوار کیا ہمنے اور پاک چیزین ہمنے انکو دین رزق اور اکثر اپنی مخلوق پر ہمنے انکو فضیلت دی فضیلت دینا اور یہ قوی العقل و قوی الجسم آدمی اگر اسکی عقل ان عقائد حقہ کے تابع ہے جو خدا تعالےٰ کے صادق بندون سے ماخوذ ہین جنھون نے ان عقائد کو ملاء اعلیٰ سے ماخوذ کیا ہے صلوات اللہ علیہم تو وہ فی الحقیقت مومن صادق ہے اور اگر اسکے ساتھ ملاء اعلیٰ سے بھی تعلق ہے اسکے سبب سے بلا واسطہ ملاء اعلیٰ سے فیضان ہوتا ہے تو ایسا شخص نبوت کا ایک شعبہ اور اسکی میراث ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے **الرویا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ** اچھی خواب نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہے اور اگر اسکی عقل عقائد باطلہ کے جو مضلین و مبطلین سے ماخوذ ہین تابع ہے تو وہ شخص ملحد و گمراہ ہے اور اگر اسکی عقل اپنی قوم کے رسوم اور ان چیزون کے تابع ہے جو اسکو تجربہ اور حکمت عملیہ سے معلوم ہوے ہین تو وہ شخص فن کا جاہل ہے اور جب انسان کے افراد مختلف تھے تو حکمت الٰہی مین ضروری ہوا کہ تمام مخلوق مین سے جو شخص زیادہ تر ذکی اور قوی العقل و الجسم اور ملاء اعلیٰ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اسپر کتاب نازل کیجاے اور پھر لوگون کے سمجھین اسکی طرف مائل کیجاوین تاکہ اسکے احکام مشہور ہوجاوین تاکہ جو ہلاک ہو حجت سے ہلاک ہو اور یہ بات ضروری ہوئی کہ وہ نبی صلعم ان لوگون کے لیے احسان کے طرق و مقامات جو اسکے لیے بمنزلہ ثمرات کے ہین بوسعت پیرایہ بیان کرے الحاصل جب آدمی خدا تعالےٰ کی کتاب اور ما جاء بالنبی پر ایمان لاوے

میں جبکے تمام قوی قلبیہ و نفسیہ عقل و دل کے تابع ہو جاتے ہیں پھر یہ شخص بواسطہ عبادت میں مشغول
ہوتا ہے اور شیطان سے لڑتا اور دل سے فکر کرتا ہے اور اعضا کو ادب دیتا رہتا ہے اور ایک مدت دراز تک مجاہدہ
کرتا ہے تو ان لطائف ثلثہ میں سے ہر ایک اس عبادت سے حصہ لیتا ہے اور اس شخص کا حال ایک خشک درخت کا
سا ہوتا ہے جسکو بکثرت پانی دیا جاے اور اسکی شاخ شاخ و تنہ تنہ میں تازگی و تری پہونچ جاے اور اسپر پھل پھول
آنے لگیں اسیطرح عبودیت کا اثر ان لطائف ثلثہ میں پہونچکر صفات صحیحہ رذیلہ کو دور کر کے صفات فاضلہ
پیدا کرتا ہے پھر یہ صفات اگر ملکات راسخہ ہوں جیسے ایک طور یا اطوار متقاربہ سے دوامی طور پر افعال کا صدور
ہے تو وہ مقامات ہیں اور اگر وہ صفات ایسے ہیں کہ شل بجلی کے کبھی ظاہر ہو جاتے ہیں کبھی پوشیدہ ہو جاتے ہیں
یعنی معدوم ہو جاتے ہیں اور چونکہ انکو قرار نہیں ہے یا وہ صفات اس قسم کے امور ہیں جنکی شان سے قرار نہیں ہے
جیسے سکر اور ہاتف اور مغلوب الحال ہونا تو انکو احوال و اوقات کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور چونکہ طبیعت بشری کے
ہیجان کی حالت میں عقل کا مقتضی ان امور کی تصدیق کرنا ہے جو طبیعت بشریہ کے مناسب عقل کو پہونچتے ہیں
لہذا عقل کا مقتضی تہذیب کے بعد ان چیزوں کا یقین کرنا ہے جو شرع کے اندر وارد ہیں گویا کہ انکا معائنہ کرتا ہے
جیسے کہ زید بن حارثہ نے بیان کیا ہے جب آنحضرت صلعم نے آنسے فرمایا کہ ہر حق کی حقیقت ہے پس تیرے ایمان کی
حقیقت کیا ہے انھوں نے عرض کیا گویا کہ میں خدا تعالی کے عرش کو سامنے دیکھتا ہوں اور چونکہ عقل کا مقتضی نعمت
اور عذاب کے اسباب کا معلوم کرنا ہے لہذا اسکا مقتضی تہذیب کے بعد توکل اور شکر اور رضامندی اور توحید ہے اور
چونکہ قلب کا مقتضی اصل طبیعت کے اعتبار سے اپنے منعم اور مربی کے ساتھ محبت اور اپنے دشمن کے ساتھ بغض
اور ایذا پہونچانیوالی چیزوں سے خوف اور نفع پہونچانیوالی چیزوں کی امید رکھنا ہے لہذا بعد تہذیب کے اسکا مقتضی
خدا تعالی سے محبت اور اسکے عذاب سے خوف اور ثواب کی امید ہے اور چونکہ نفس کا مقتضی ہیجان طبیعت کے بعد
لذات و آرام میں مستغرق ہو جانا ہے لہذا تہذیب کے بعد اسکی صفت توبہ اور زہد اور مجاہدہ ہے اور یہ کلام جیسے بطور
مثال کے بیان کیا ہے اور مقامات اسکے اندر منحصر نہیں لہذا غیر مذکور کو مذکور پر اور احوال کو شل سکر اور غلبہ اور
مدت مدید تک خورد و نوش سے اعراض کرنا اور خواب اور ہاتف کو مقامات پر قیاس کر لینا چاہیے اور جب ہم ان
امور سے فارغ ہو گئے جنپر اس باب کے احادیث کا شرح کرنا موقوف ہے تو اب ہم یہاں سے اصل مقصود شروع کرتے ہیں
ہم کہتے ہیں کہ جسقدر مقامات اور احوال عقل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں ان سب کے اصل یقین ہے اور یقین سے
توحید اور اخلاص اور توکل اور شکر اور انس اور ہیبت اور تفرید و صدیقیت و محدثیت وغیرہ لکھے گئے ہیں جنکا شمار کرنا
طول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں الیقین الایمان کلہ۔ یقین بالکل ایمان ہے اور ایک روایت میں
یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف مرفوع کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا و اقسم لنا من الیقین
ما تہون بہ علینا مصائب الدنیا۔ اور ہمکو وہ یقین نصیب کر جسکے سبب سے تو دنیا کے مصائب ہمپر آسان کر دے
میں کہتا ہوں یقین کے معنی یہ ہیں کہ جو امور شرع کے اندر وارد ہوے ہیں جیسے قدر و معاد کا مسئلہ وغیرہ اسکے

مومن کو ایمان ہو اور اسکا ایمان اسکی عقل پر غالب ہو جاوے حتی کہ اسکی عقل ایمان سے لبریز ہو جاوے اور جو چیز
اسکے قلب اور نفس پر اسی یقین کا ترشح ہو جسکے سبب سے وہ یقینی چیز معائنہ اور محسوس کے برابر معلوم ہونے لگے اور یقین کو
ایمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عقل کے منصب کو نہین یقین کو پورا پورا دخل ہے - اور قلب و نفس کی تہذیب کا سبب عقل کی
تہذیب اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب قلب پر یقین کا غلبہ ہوتا ہے تو اس سے بہت سے شعبے پیدا ہو جاتے ہیں ایک شعبہ یہ کہ
جن چیزون سے خوف نہین کرتا جن چیزون سے عادت کے طور پر لوگ ڈرتے ہین کیونکہ یہ شخص اس بات کو جان لیتا ہے کہ جو چیز
اسکو پہونچی ہے وہ اس سے بچنے والی نہ تھی اور جو چیز اس سے دور ہو جاتی ہے وہ پہونچنے والی نہ تھی اور اس شخص کو ان چیزون کے
ملنے کا اطمینان ہو جاتا ہے جنکا آخرت مین وعدہ کیا گیا ہے اسلیے دنیا کے مصائب اسپر آسان ہو جاتے ہین اور
اسباب متکثرہ کو وہ شخص حقیر جانتا ہے اسلیے کہ اسکو قدرت وحی کے عالم مین باختیار والا دہ موثر ہونے اور اس بات کا
کہ یہ اسباب عادیہ ہین یقین ہوتا ہے اس سبب سے اس شخص کی کوشش ان امور کے حاصل کرنے مین ضعیف ہو جاتی ہے
جنکے حاصل کرنے مین لوگ بے انتہا کوشش کرتے ہین اور اپنی جان لٹا دیتے ہین اسلیے اس شخص کی نظر مین سونا و مٹی
معلوم ہونے لگتا ہے بہر تقدیر جب یقین کامل و رقوی اور پایدار ہو جاتا ہے حتی کہ کوئی چیز اسکو نہین ہلا سکتی نہ فقر نہ غنا
نہ عزت نہ ذلت تو اس سے بہت سے شعبے پیدا ہو جاتے ہین جنمین سے ایک شکر ہے شکر کے معنی یہ ہین کہ اس شخص کے
اوپر جسقدر ظاہری و باطنی انعامات ہین سبکو خدا تعالے کیطرف فائز سمجھے پس ہر نعمت کے مقابل مین ایک محبت
جدا گانہ اپنے پیدا کرنیوالے کے ساتھ اسکو پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اسکا شکر ادا کرنے سے اپنے اپکو عاجز دیکھتا ہے
تو اسکا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ بھٹکتا پھرتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اول من یدعی الی الجنۃ الحمادون
الذین یحمدون اللہ تعالی فی السراء والضراء - سب سے پہلے جنت مین حمد کرنیوالے بلائے جاینگے جو خدا تعالی کی خوشی
و تکلیف مین حمد کرتے ہین - مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ خدا تعالی کی حمد کرنا عقل و قلب کی خدا تعالی کے
یقین کے ساتھ نیازمندی و فرمانبرداری کی دلیل ہے اور اسلیے کہ نعمتون کے معلوم کرنے اور خدا تعالے کیطرف سے انکا
فیضان معلوم کرنے سے عالم مثال مین انکے اندر ایک قوت موثرہ پیدا ہو جاتی ہے جسکا اثر قواے مثالیہ و مثال
اخروی پر پڑتا رہتا ہے اور ان نعمتون کی تفصیل اور انکا فیضان منعم حقیقی جل مجدہ سے معلوم کرنا جو والہی کے دروازہ
کو حرکت دینے مین دعاے مستجاب سے کم درجہ نہین رکھتا - اور کامل شکر جب ہوتا ہے کہ جب آدمی کو خدا تعالے کے آثار
عجیب تازہ و پر تنبیہ ہوتا ہے جو اسکے ساتھ گذشتہ عمر مین کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
جب وہ اپنے اخیر حج سے واپس ہوے تو انھون نے یہ پڑھا الحمد للہ ولا الہ الا اللہ یعطی من یشاء ما یشاء - اور
فرمایا مین اس جنگل یعنی ضجنان مین خطاب کا اونٹ چرایا کرتا تھا اور وہ بڑا سنگدل اور سخت آدمی تھا اگر مین کام کرتا
تو مجکو تھکا کر لیٹ کر دیتا تھا اور اگر مین کام مین کوتاہی کرتا تو مجھے مارتا تھا اب مین صبح و شام ایسی حالت مین
رہتا ہون کہ میرے اور خدا تعالی کے مابین کوئی شخص ایسا نہین ہے کہ جسکا مجھے خوف ہو - اور از انجملہ توکل ہے توکل کے
معنی یہ ہین کہ اس شخص پر یقین کا غلبہ ہو جسکے سبب سے اسباب کی طرف سے منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع

زمین یا اسکی کوشش سست ہوجاوے مگر وہ شخص کہ سب کے ان طریقون پر چلتا ہے جو خدا تعالےٰ نے اپنے بندون کیلیے مقرر کیے ہین لیکن وہ اُنپر اعتماد نہین رکھتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب ہم الذین لایسترقون ولایتطیرون ولا یکتوون وعلی ربہم یتوکلون - میری اُمت سے ستر ہزار بلا حساب جنت مین داخل ہونگے یہ وہ لوگ ہونگے جو نہ منتر کرواتے ہین اور نہ بد فال نکلواتے ہین اور نہ داغ لگواتے ہین اور پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہین - مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے یہ اوصاف اسلیے بیان فرمائے ہین تاکہ معلوم ہوجائے کہ توکل کا سبب ان اسباب کا چھوڑنا ہوتا ہے جنسے شارع نے نہی فرمائی ہے نہ ان اسباب کا چھوڑنا جنکو خدا تعالیٰ نے اپنے بندون کے لیے مقرر فرمایا ہے - اور یہ لوگ بلا حساب جنت مین اسلیے داخل ہونگے کہ جب انکے دلومین توکل کے معنی ثابت ہوگئے تو اسکے سبب سے انکے دلون مین ایسے معنی پیدا ہونگے جنکے باعث سے ان اعمال کی سببیت جو اُنکے نفوس کو ایذا رسانی کرتے رہتے ہین اُنسے دور ہوجاتی ہے کیونکہ انکو اس بات کا یقین ہوجاتا کہ بجز قدرت واجبی کے تمام جہان مین کوئی موثر نہین ہے - اور از انجملہ ہیبت ہے اور اسکے یہ معنی ہین کہ آدمی کو خدا تعالیٰ کے جلال واُسکی عظمت کا یقین ہو جسکے سبب سے خدا تعالیٰ کے سامنے وہ شخص گھبراتا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک درخت پر ایک پرند جانور کو دیکھا تو فرمانے لگے خوشنودی ہو تیرے لیے خدا کی قسم مین اس بات کے پسند کرتا ہون کہ مین تجھسا ہوتا تو درخت پر بیٹھتا اور اسکا پھل کھا کر اُڑ جاتا اور پھر نہ تجھپر حساب ہے اور نہ تجھکو عذاب خدا کی قسم مین اس بات سے خوش ہون کہ مین کسی سڑک پر ایک درخت ہوتا اور کسی اونٹ کا مجھپر گذر ہوتا اور وہ مجھکو اپنے منہ مین رکھ لیتا اور چبا کر نگل جاتا - پھر مینگنی کرکے پیٹ کے راستہ سے نکالدیتا اور مین بشر نہوتا - اور از انجملہ حسن ظن ہے جسکا صوفیہ کے اصطلاح مین اُسکو اُنس کے ساتھ تعبیر کرتے ہین یہ اُنس خدا تعالیٰ کے انعامات والطاف مین غور کرنے سے پیدا ہوتا ہے جسطرح ہیبت خدا تعالےٰ کے انتقامات اور حکومت مین غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور مومن اپنی نظر اعتقادی کے اعتبار سے خوف وامید کا جامع ہوتا ہے لیکن اُسکے حال ومقام کے اعتبار سے بسا اوقات اسپر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے اور بسا اوقات حسن ظن کا اُسپر غلبہ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کسی عمیق کنوئین کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے تو اُسکا بدن تھرانے لگتا ہے اگرچہ اسکی عقل خوف کی مقتضی نہین ہے جیسا کہ خوشگوار نعمتون کو نفس کا یاد کرنا انسان کو خوش کرتا ہے گو کہ اسکی عقل اسکے مقتضی نہین لیکن ان دونون حالتومین نفس کے اندر خوف وفرح سرایت کرجاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حسن الظن باللہ من حسن العبادۃ - خدا تعالےٰ کے ساتھ حسن ظن حسن عبادت سے ہے اور آنحضرت صلعم اپنے پروردگار تبارک وتعالیٰ سے حکایتہ فرماتے ہین انا عند ظن عبدی بی میرا بندہ جیسا میرے ساتھ اُسکو گمان ہے مین اُسکے گمان کے ساتھ ہون میرے نزدیک اسکی یہ وجہ ہے کہ حسن ظن اسکے نفس کو اس بات کا مستعد کردیتا ہے کہ اُسکے پیدا کرنیوالے کی طرف سے الطاف کا فیضان ہو - اور از انجملہ ایک تفرید ہے تفرید کے معنی یہ ہین کہ اُسکے قواے ادراکیہ پر ذکر کا ایسا غلبہ ہو کہ گویا خدا تعالیٰ کو ظاہر مین دیکھتا ہے پھر اس سبب سے نفس کی تمام اُمنگین مضمحل ہوجاتی ہین اور اُنکی بھڑک بجھ جاتی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے سیروا سبق المفردون ہم الذین

وضع عنہم الذکر اثقالہم - چلو تم سبقت کر گئے مفرد لوگ ہیں جنہے ذکر نے اُنکے بوجھون کو اُٹھا دیا -
مین کہتا ہون جبکہ اُنکے عقول ذکر کے نور سے منور ہو جاتی ہین اور اُنکے نفوس مین اطلاع الی الحجیرت و متوجہ نقش ہو جاتی ہے
تو قوت بہیمی دبجاتی ہے اور اُسکا جوش کم ہو جاتا ہے اور اُسکا ثقل جاتا رہتا ہے اور ازانجملہ اخلاص ہے اور وہ ایسی
عبادت ہے کہ بسبب قربت ہونے اُسکے نفس کے حق تعالیٰ کے ساتھ اُسکی عقل مین خدا تعالیٰ کی عبادت کا نقش
ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین - کہ بلاشک خدا تعالیٰ کی رحمت
محسنین کے قریب ہے یا بسبب تصدیق کے کہ خدا تعالے نے اپنے رسولون کی زبان پر آخرت کے ثواب کا وعدہ کیا ہے
پس بواسطہ ایک امر عظیم کے اُس سے اعمال پیدا ہوتے ہین کہ اُسمین ریاء و سمعہ کو دخل نہین ہوتا اور نہ موافقت عادت کے
اور یہ حال تمام اعمال مین سرایت کر جاتا ہے حتیٰ کہ اعمال مباح عادیہ بھی بغیر اس حال کے نہین صادر ہوتے ہین حق تعالیٰ
فرماتا ہے وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین - اور وہ اسی بات کے لیے مامور ہین کہ دین کو اخلاص کے ساتھ
اللہ تعالیٰ کی عبادت کرین - اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات کہ اعمال نیتون کے ساتھ ہین
اور ازانجملہ توحید ہے اور اسکے تین درجے ہین پہلا اُنمین کا توحید عبادت ہے اسکا نتیجہ یہ ہے کہ شیاطین کی پرستش
نکرے اور اُنکی عبادت کرنے سے وہ اتنا بیزار ہو جیسا کہ وہ آگ مین جانے سے بیزار ہے اور دوسرا درجہ ہے کہ نہ قوت
دیکھے اور نہ طاقت نیکی کی مگر خدا تعالیٰ کیطرف سے اور یقین کرے اس بات کو کہ بلا واسطہ کائنات مین بجز قدرت
وجوبیہ کے کوئی موثر نہین اور جانے اس بات کو کہ نسبت ان مسببات کے اسباب عادیہ کیطرف مجاز ہے اور اس بات کا
یقین کرے کہ مخلوق کے ارادہ پر اُسکا حکم غالب ہے اور تیسرے توحید اس بات کی کہ خدا تعالیٰ مخلوقات مین سے کسی کے
ہمشکل نہین ہے اور نہ اُسکے اوصاف مثل اوصاف مخلوق کے جانے اور ان باتون کا سننا اُسکے لیے بمنزلہ مشاہدہ کے
ہو جائے اور اُسکا قلب خود مطمئن ہو جائے کہ اُسکا مثل نہین اور اُسکے متعلق شرع کے اخبار کو خدا تعالیٰ کیطرف سے
بطور سند کے معلوم کرے جو اُسی کے ذات سے پیدا ہوتے ہین اور اُسی کی ذات سے اُنکا قیام ہے اور ازانجملہ صدیقیت
و محدثیت ہے اور اُنکی حقیقت یون ہے کہ امت مین سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے
انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ شاگرد فطین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے پھر اگر اس شخص کو
قوائے عقلیہ کے اعتبار سے تشبیہ ہو تو وہ صدیق یا محدث ہے اور اگر اسکو مشابہت قوائے عملیہ کے اعتبار سے ہے
تو وہ شہید اور حواری ہے اور قرآن مجید مین انھین دونون گروہون کیطرف اشارہ ہے والذین آمنوا باللہ
ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء - اور جو لوگ خدا تعالے اور اُسکے رسولون پر ایمان لائے وہی تو صدیقین
اور شہداء ہین اور صدیق و محدث مین یہ فرق ہے کہ صدیق کا نفس نبی کے نفس سے قریب الاخذ ہوتا ہے جیسے
آگ کے ساتھ نسبت قریبہ ہے پھر جب وہ شخص آپ سے کوئی خبر سنتا ہے تو اُسکے نفس مین اس بات کے بے انتہا وقعت
ہوتی ہے اور اُسکو ولی شہادت سے قبول کر لیتا ہے یہانتک کہ گویا اُسکا علم اُسکے نفس مین بغیر تقلید کے حاصل ہوا ہے
اور اسی معنی کیطرف اشارہ ہے جو اسمین ہر وارد ہوا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ پر وحی لاتے تھے تو

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُسکی آواز کی بھن بھناہٹ سنتے تھے اور صدیقؓ کے دل مین لامحالہ رسول کی محبت
اس درجہ پیدا ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ویسا ہے پس وہ شخص اپنے جان و مال کے ساتھ غمخواری کرنے اور ہر حال مین
آپکے ساتھ موافقت کرتے رہتا ہے —
یہانتک کہ آنحضرت صلعم اُسکے حال سے خبر دیتے ہین اس بات کی کہ اپنے مال اور صحبت مین وہ شخص سب سے زیادہ
احسان کرنیوالا ہے اور حتی کہ نبی صلعم نے آپکے لیے گواہی دی تھی کہ اگر آدمیون مین سے کسی کو خلیل پکڑتا تو صدیق
اُسکا اہل تھا اور اُسکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کیطرف سے صدیق کے نفس کیطرف انوار وحی کا
ورود پے در پے ہوتا تھا پھر چونکہ تاثیر و تاثر اور فعل و انفعال مکرر رہتا ہے اسلیے اُسکو فنا اور فنا کا رتبہ حاصل ہوتا ہے
اور چونکہ اُسکا کمال جو اُسکا غایت مقصود ہے آپکی صحبت مین رہنے اور آپکے کلام کے سننے سے حاصل ہوتا ہے
اسلیے وہ شخص بہ نسبت اور صحابہ کے آپکی خدمت بابرکت مین زیادہ رہتا ہے - اور صدیق کی یہ علامت ہے کہ
بہ نسبت اور دیکھے خواب کی تعبیر مین اُسکو زیادہ مناسبت ہو کہ اُسکی سرشت مین یہ بات داخل ہوتی ہے کہ اول سب سے
امور غیبیہ کا اُسپر القا ہوتا ہے اور اسی سبب سے آنحضرت صلعم اکثر واقعات مین حضرت صدیقؓ سے تعبیر دریافت فرماتے تھے
اور منجملہ علامات صدیق کے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانیوالا وہی ہو اور بغیر معجزہ دیکھے ایمان لاوے اور محدث کے
نفس کو علم کے بعض معادن پر جو ملکوت کے اندر پائے جاتے ہین بہت جلد رسائی ہو جاتی ہے اور وہان سے
وہ شخص اُن چیزون کے علوم کو اخذ کرلیتا ہے جنکو خداتعالیٰ نے وہان نبی صلعم کی شریعت مقرر کرنے اور نظام بنی آدم
کے لیے مقرر کیا ہے اگرچہ آنحضرت صلعم پر ہنوز اُن علوم کے متعلق وحی نہین نازل ہوتی جیسے کوئی شخص اپنی چشم بین
سے اُن حوادث کا معائنہ کرتا ہے کہ ملکوت مین جنکے پیدا کرنے کا ارادہ کرلیا گیا ہے۔ اور محدث کا خاصہ ہوتا ہے
کہ بہت سے حوادث مین قرآن اُسکی راے کے مطابق نازل ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواب مین اس
قسم کا معائنہ کرتے ہین کہ اپنی سیر ہونیکے بعد آپنے اُسے دودھ دیا ہے - اور صدیق سب لوگون سے زیادہ خلافت
کی قابلیت رکھتا ہے کیونکہ صدیق کا نفس اس عنایت الٰہی کا جو نبی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور اُسکی نصرت اور
تائید کا آشیانہ ہوتا ہے - حتی کہ وہ شخص اس درجہ کو پہونچ جاتا ہے کہ نبی کی روح گویا اُس شخص کی زبان سے ناطق ہوتی ہے
چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب لوگون کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کے لیے بلایا تو یہ کہا کہ اگر محمد صلعم کا انتقال ہوگیا ہے
اور خداتعالیٰ نے تملوگون مین ایسا نور موجود کردیا ہے جس سے تم رہبری حاصل کرسکتے ہو - خداتعالیٰ نے محمد صلعم
کو ہدایت کی اور ابوبکرؓ آپکے صاحب و ثانی اثنین ہین اور سب لوگون سے زیادہ اس بات کے قابل ہین کہ تمھارے
امور کے مالک ہون لہذا اُنسے بیعت کرو صدیق کے بعد سب لوگون سے زیادہ محدث خلافت کے قابل ہوتا ہے اسیلیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ - ان دو شخص کی جو میرے بعد ہین
پیروی کرو ابوبکرؓ و عمرؓ - اور اللہ پاک فرماتا ہے والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون - اور جو
شخص کہ سچ کو لایا اور اُسکی تصدیق کی وہی لوگ ہین متقی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقد کان فیما

قبلکم محدثون فان یکن فی امتی احد فعمر - تم مین سے محدث لوگ ہوا کرتے تھے پس میری امت مین اگر کوئی ہے تو عمر
عقل کے ساتھ جو حالات متعلق ہین انہین سے ایک تجلی ہے - بس فرماتے ہین - تجلی تین قسم کی ہوتی ہے تجلی ذات اور
وہ مکاشفہ ہے - اور تجلی صفات الذات اور وہ نور کے مواضع ہین - اور تجلی حکم الذات اور وہ آخرت اور اسکی چیزین ہین
مکاشفہ کے معنی غلبہ یقین کے ہین جسکی وجہ سے اسکی یہ حالت ہوجائے کہ گویا خدایتعالے کو دیکھتا ہے اور ماسواے سے
اسکو غفلت ہوجاے جیساکہ آپنے فرمایا ہے الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ - مگر آنکھون سے دیکھنا بعد آخرت کے
مین ہوگا دنیا مین نہین ممکن ہے اور یہ جو انھون نے فرمایا ہے کہ صفات الذات کی تجلی آمین دو احتمال ہین ایک
یہ کہ بندہ خدایتعالے کے ان افعال مین فکر کرے جو مخلوقات مین پائے جاتے ہون اور اسکے صفات کو پیش نظر کرے
اسکی وجہ سے قدرت الہی کا یقین اسپر غالب ہوجاتا ہے اور اسباب سے اسکو غیبت ہوجاتی ہے اور خوف اور تسبیب کی
صفت اس سے ساقط ہوجاتی ہے اور خدایتعالی کا علم جو ہر شے کے ساتھ محیط ہے اسکا یقین اس شخص پر غالب ہوجاتا ہے
جسکے سبب سے یہ شخص نہایت خضوع کی حالت مین مدہوش اور مرعوب رہتا ہے جیساکہ آپ نے فرمایا ہے -
فان لم تکن تراہ فانہ یراک - اور یہ انوار کے مواضع ہین بایمعنی کہ نفس اس حال مین انوار متعددہ کے ساتھ
منور ہوتا ہے اور ایک مراقبہ سے دوسرے مراقبہ کیطرف اسکو انقلاب ہوتا ہے - بخلاف تجلی ذات کے کہ وہان پر
نہ تعدد ہے نہ تغیر - اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ صفت ذات کا اسطرح معائنہ کرے کہ بلا وساطت اسباب جیسے کے
صرف امر کن سے ذات واجبی سے تمام چیزین اور تمام افعال اور تمام مخلوقات پیدا ہوتی ہین اور مواضع تو ان
اشباہ مثالیہ نوریہ کا نام ہے جو عارف کو دنیا سے وقت غیبت حواس کے ظاہر ہوتے ہین اور تجلی آخرت کے
معنی ہین کہ دنیا و آخرت مین جزا و سزا کا بصیرت قلبی سے معائنہ کرے اور ان چیزون کا ادراک اسکے نفس کے اندر
اسطرح پیدا ہو کہ جسطرح بھوکے کو بھوک کی اور پیاسے کو پیاس کی تکلیف کا ادراک ہوتا ہے اول کی مثال یہ ہے
کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے اس حالت مین ایک شخص نے انسے سلام علیک کی تو
آپنے اسکے سلام کا جواب نہ دیا - اس شخص نے انکے بعض احباب سے شکایت کی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم اس جگہ
خدایتعالی کا معائنہ کر رہے تھے - اور یہ حالت ایک قسم کی غیبت اور ایک قسم کی فناء ہے کیونکہ لطائف
ثلثہ مین سے ہر لطیفہ کے لیے ایک غیبت و فنا ہوتی ہے عقل کی غیبت اور اسکی فناء خدایتعالے کے ساتھ
مشغول ہونے کے سبب سے تمام چیزون کی معرفت کا ساقط ہوجانا ہے - اور قلب کی غیبت اور فناء غیر کی محبت
اور غیر سے خوف کا ساقط ہوجانا ہے اور نفس کی غیبت اور فناء شہوات نفسانیہ کا ساقط ہوجانا اور لذائذ کے
حاصل کرنے سے اسکا باز رہنا - اور دوسرے کے مثال وہ ہے جو حضرت صدیق اور اور جلیل القدر صحابہ نے فرمایا ہے
الطبیب امرضنی طبیب ہی نے تو مجکو بیمار کیا ہے - اور تیسرے کی مثال یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی نے ایک
سائبان کا معائنہ کیا جسمین مشعلون کی صورتین دکھائی دیتی تھین - اور ایک یہ کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ مین سے دو شخص آپ کی خدمت مین سے اٹھکر شب تاریک مین چلے اور انکے آگے آگے دو مشعلون کی طرح ہے

معلوم ہوتی تھیں پھر جب وہ علٰحدہ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک شعل ہو گئی تھی کہ اسکے ساتھ ہر ایک نیچے گر
گیا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نجاشی کی قبر کے پاس روشنی معلوم ہوا کرتی تھی اور چوتھے کی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ
حنظلہ اسیدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تذکرنا بالنار والجنۃ الخ۔ حنظلہ بن ربیع اسیدی سے روایت ہے
وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر مجھکو ملے انھوں نے فرمایا اے حنظلہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا
انھوں نے فرمایا۔ سبحان اللہ تم کیا کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم جب رسول خدا صلعم کے پاس ہوتے ہیں تو بہشت و دوزخ کا
حال آپ ہم سے بیان کرتے ہیں تو گویا ہم اُنکو آنکھوں سے دیکھنے لگتے ہیں اور جب ہم آپکی خدمت میں سے چلے آتے ہیں تو اہل و
عیال اور دنیا کے سامان میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ حال تو
ہمارا بھی ہوتا ہے پھر میں اور حضرت ابوبکرؓ وہان سے چلکر آپکی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے سو میں نے عرض کی کہ
ای رسول خدا صلعم حنظلہ تو منافق ہو گیا آپنے فرمایا کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم آپکی
خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ ہمسے جنت و نار کا ذکر کرتے ہیں تو گویا ہم اُنکو آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جب آپ سے
علٰحدہ ہو جاتے ہیں تو اہل و عیال و سامان دنیا میں مشغول رہتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں تب آپنے فرمایا کہ
اس ذات کی قسم کہ جان میری جسکے ہاتھ میں ہے اگر ہمیشہ تم اسی حال پر رہو جیسے میرے پاس رہتے ہو اور ذکر الٰہی میں رہتا ہے تو
تمھارے بستروں پر اور تمھارے رستوں میں ملائکہ تم سے مصافحہ کیا کریں مگر اے حنظلہ کبھی کوئی وقت ہے کبھی کوئی وقت
آپنے یہ تین مرتبہ فرمایا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ احوال قائم و دائم نہیں رہتے
اور ایک مثال اسکی یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی خواب میں جنت و نار کا معائنہ کیا۔ از انجملہ فراست
صادقہ اور خاطر مطابق للواقع ہے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو کسی چیز کی نسبت یہ کہتے ہوئے
نہ سنا ہوگا کہ میرا گمان اسکی نسبت یہ ہے مگر وہ چیز اُنکے گمان کے مطابق ہوتی تھی۔ اور از انجملہ رویاء صالحہ ہے اور
آنحضرت صلعم کو سائلین کے خواب کی تعبیر بیان کرنیکا اہتمام بہت تھا یہانتک روایت ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ
بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کسی نے تم میں سے کوئی خواب دیکھی ہے پس اگر کوئی بیان کرتا تو جو خدا تعالیٰ کو منظور
ہوتا آپ اسکی تعبیر بیان فرماتے۔ رویاء صالحہ سے ہماری مراد خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا جنت و نار یا صلحاء
اور انبیاء علیہم السلام یا مشاہد متبرکہ مثل بیت اللہ کے یا اگلے واقعات کا دیکھنا ہے۔ اور جسطرح وہ شخص دیکھتا ہے
ویسا ہی اسکا وقوع ہوتا ہے یا وقائع ماضیہ کا جسطرح نفس الامر میں اُنکا وقوع ہوا ہے دیکھتا ہے یا اُس چیز کا دیکھنا
جو اسکے قصور پر متنبہ کرنیوالی ہو مثلاً اپنے غصہ کو مثل کتے کی صورت میں دیکھنا جو اُسکو کاٹ رہا ہے یا انوار کا دیکھنا
یا معانی پاکیزہ کا دیکھنا مثلاً دودھ کا پینا اور شہد اور گھی کا کھانا۔ یا ملائکہ کا دیکھنا واللہ اعلم۔ اور از انجملہ نماز وغیرہ میں
لذت و حلاوت کا حاصل ہونا اور وساوس نفسانی کا منقطع ہونا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من صلی رکعتین
لا یحدث فیہما نفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ جسنے دو رکعت نماز اسطرح پڑھے کہ اُسکے نفس میں وسوسہ پیدا ہوا
تو اسکے سب پہلے گناہ بخشے گئے۔ اور از انجملہ مکاشفہ ہے اور وہ اُس عقل کے جو نور ایمانی سے منور ہے ادراک زائدہ کے

اسمین پیدا ہوتا ہے جو قلب کا پہلا مقام ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت
ہوشیار وہ شخص ہے کہ جسکا نفس اسکے تابع ہو گیا اور بعد موت کے لیے بھی عمل کیا۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں
لوگون سے فرمایا حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا وزنوا قبل ان توزنوا وتزینوا للعرض الاکبر علی اللہ تعالے
یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ۔ اس سے پہلے کہ تمسے حساب لیا جاوے اپنے نفسون سے حساب لے رکھو اور پہلے اس سے
کہ وزن کیا جاوے تم انکا وزن کر رکھو اور خدا تعالے کے سامنے جو بڑی پیشی ہونیوالی ہے اسکے لیے آراستہ ہو کر تیار رہو
جس دن تم پیش کیے جاؤگے تو کوئی بات تمھاری پوشیدہ نہ رہیگی اور از انجملہ حیا ہے یہ حیا اس حیا کے غیر ہے جو نفس کے
مقامات سے ہے اور خدا تعالیٰ کی عزت وجلال اپنے ادائے شکر کے عاجز ہونے اور ادنی سی بشریت کے ساتھ متنبہ ہونے کے
ملاحظہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہے۔ کہ مین تاریک مکان مین غسل کرتا ہون اور خدا تعالیٰ سے حیا
کے سبب سے سکڑتا جاتا ہون اور جو مقامات قلب کے متعلق ہین انمین کا پہلا مقام جمع ہے اسکے یہ معنی ہین کہ آخرت کا امر
آدمی کو مقصود بالذات ومتہم بالشان ہو اور دنیا کے معاملات اسکے نزدیک ذلیل وخوار معلوم ہون اور انکی طرف صرف اس
سبب سے قصد والتفات ہو کہ وہ جسکے درپے ہے اس چیز تک اسکو وہ معاملات پہونچا سکتے ہون اور جمع اسی مقام کا
نام ہے جسکو صوفیہ ارادہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من جعل ہمہ ہما واحدا ہم الآخرۃ
وکفاہ اللہ ہمہ ومن تشعبت بہ الہموم لم یبال اللہ فی ای اودیۃ ہلک۔ جو شخص اپنی فکر کو ایک فکر یعنی آخرت
کی فکر کر لے خدا تعالے اسکی فکر کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور جسکو طرح طرح کے افکار ہوتے ہین خدا تعالیٰ اسکی پرواہ نہین کرتا
کہ کسی جنگل مین ہلاک ہو۔ مین کہتا ہون انسان کے ارادہ وہمت کو جود الٰہی کے دروازہ کو حرکت دینے مین دعا کی سی
خاصیت ہے بلکہ وہ دعا کا مغز اور اسکا خلاصہ ہے پس جب انسان کی ہمت مرضیات الٰہی کیطرف خالص ہو کر متوجہ
ہوتی ہے خدا تعالے اسکے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ اور جب اسکی ہمت پختہ ہو جاتی ہے اور ظاہر وباطن مین عبودیت کی
مداومت کرتا ہے تو اسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اسکے قلب مین خدا تعالیٰ اور اسکے رسول کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور
اس محبت سے صرف اس بات کے یقین ہی مین ترقی نہین ہوتی کہ خدا تعالے مالک الملک ہے اور اسکا رسول سچا اور خدا تعالے
کیطرف سے اسکی خلق کیطرف مبعوث ہے بلکہ وہ محبت ایسی حالت کا نام ہے کہ جیسے پیاسے کو پانی کے ساتھ
اور بھوکے کو کھانے کے ساتھ ایک نسبت ہوتی ہے یہ محبت ذکر الٰہی اور اسکے جلال مین فکر کرنے سے عقل کے
لبریز ہو جانے اور پھر عقل سے قلب کیطرف نور ایمانی کے مترشح ہونے اور قلب کے اس نور کو بعد اس قوت کے
جو قلب کے اندر پیدا کی گئی ہے قبول کرنے سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ثلث من کن
فیہ وجد حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما الحدیث۔ تین باتین ایسی ہین کہ
جس شخص مین وہ ہوتی ہین اسکو ایمان کی لذت وحلاوت معلوم ہوتی ہے وہ شخص جسکو خدا اور اسکا رسول ان
دونون کے سوا سب سے محبوب ہو الخ۔ اور آنحضرت صلعم نے یہ دعا کی ہے اللہم اجعل حبک احب الی من نفسی
وسمعی وبصری واہلی ومالی ومن الماء البارد۔ اور آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جبتک مین تجکو

تیری ذات سے زیادہ تجھکو محبوب نہون اسوقت تک تو مومن نہین ہے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اُس ذات کی قسم جسنے
آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے بلاشبہ آپ مجھکو اپنی جان سے جو میرے دونون پہلوؤن مین ہے زیادہ تر محبوب ہین آپنے
فرمایا اسے عمر اب تیرا ایمان کامل ہوگیا اور انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے ہوئے سُنا ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدیہ والناس اجمعین یعنی تم مین سے کوئی
شخص ایمان دار نہین ہوسکتا جبتک مین اُسکو اُسکی اولاد اور باپ اور سب لوگون سے زیادہ محبوب نہون۔ مین کہتا ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ محبت فی الحقیقت لذت یقین کی عقل پر اور حکم قلب
و نفس پر غالب ہونیکا نام ہے حتی کہ وہ قلب کی اُن خواہشون کے قائم مقام ہوجاتی ہے جنکے نفس کے اندر خواہش پیدا
ہوتی ہے جیسے پیاسے کو پانی کی خواہش پھر جب یہ حال ہوجاتا ہے تو وہ محبت خاص ہوجاتی ہے جو مقامات
قلب سے شمار کیجاتی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ۔ جو شخص خدا یتعالے
سے ملنا چاہتا ہے تو خدا یتعالے اُس سے ملنا چاہتا ہے۔ مین کہتا ہون آنحضرت صلعم نے مومن کے اُس میلان کو
جو بارگاہ الٰہی کیطرف اُسکو ہوتا ہے اور حجاب بدنی سے تجرد کے مقام کیطرف اُسکے اشتیاق اور طبیعت کی میدے
فضائے قدس کیطرف رسائی کے طالب ہونیکو جہان وہ ایسی چیزون سے متصل ہوتا ہے جو بیان مین نہین آتین اپنے
پروردگار کے ساتھ صدق و محبت کی علامت گردانا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہین جو شخص خدا یتعالی کے
ساتھ خالص محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو وہ محبت طلب دنیا سے اُسکو مانع ہوجاتی ہے اور تمام لوگون سے اُس شخص کو
وحشت و نفرت ہوتی ہے۔ مین کہتا ہون حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ فرمانا آثار محبت کا پورا پورا بیان ہے، پس جب
ایماندار کو خدا یتعالی سے پوری و کامل محبت ہوجاتی ہے تو اُسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ خدا یتعالی کو اُس سے محبت ہوجاتی ہے،
خدا یتعالی کو اُس بندہ کے ساتھ محبت کرنے کے معنی یہ نہین ہوتے کہ خدا یتعالے اُس بندہ سے متاثر ہوتا ہے لیکن
اُس محبت کی حقیقت خدا یتعالے کا اُس بندہ کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا ہے کہ جسکی وہ بندہ قابلیت رکھتا ہے پس
جسطرح آفتاب سخت جسم کو بہ نسبت اور اجسام کے زیادہ تر گرم کردیتا ہے اور آفتاب کا فعل واقع مین ایک ہی ہوتا ہے
مگر چونکہ اس فعل کے قبول کرنیوالون کی استعدادین مختلف ہوتی ہین اسلیے اُسکا فعل بھی مختلف اور متعدد ہوجاتا ہے
اسی طرح خدا یتعالی کو اپنے بندون کے نفوس کیطرف باعتبار اُنکے افعال و صفات کے عنایت و توجہ ہے۔ پس جو شخص
اُنہین سے صفات رذیلہ کے ساتھ متصف ہوکر اپنے آپکو بہائم کے شمار مین داخل کرلیتا ہے تو آفتاب احدیت کی
روشنی اُسمین وہ کام کرتی ہے جو اُسکی استعداد کے مناسب ہوتا ہے اور جو شخص اخلاق اور صفات فاضلہ کے ساتھ
اپنی ذات کو متصف کرکے ملاء اعلی کے شمار مین داخل ہوجاتا ہے تو آفتاب احدیت کی روشنی اُسکو منور و مجلی کردیتی ہے
حتی کہ وہ شخص حظیرۃ القدس کے جواہر مین سے ایک جوہر ہوجاتا ہے اور ملاء اعلی کے احکام اُسپر جاری ہوجاتے ہین لیکن
وقت مین وہ شخص محبوب الٰہی شمار کیا جاتا ہے کیونکہ خدا یتعالے نے اُس سے وہ معاملہ کیا ہے جو محب اپنے محبوب سے
کرتا ہے اسوقت مین اُس بندہ کا نام ولی ہوجاتا ہے پھر خدا یتعالی کو جو اس بندہ کے ساتھ محبت ہوتی ہے اُسکے

سبب ہے بندہ پر بہت سے حالات طاری ہوتے ہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکو پورے طور سے بیان فرمایا ہے ازانجملہ یہ ہے
کہ وہ شخص ملاء اعلی مین اور پھر زمین پر بھی مقبول ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا احب اللہ تعالے
عبدا نادی جبرئیل انا احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبرئیل ثم ینادی جبرئیل فی السموات ان اللہ تعالی احب فلانا فاحبوہ
فیحبہ اہل السموات ثم یوضع لہ القبول فی الارض ۔ جب خدا یتعالے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو ندا
فرماتا ہے کہ مین فلان بندہ کو دوست رکھتا ہون تو بھی اُسکو دوست رکھ پھر جبرئیل بھی آپ سے محبت کرنے لگتے ہین
پھر تمام آسمانون میں جبرئیل ندا کر دیتے ہین کہ خدا یتعالے فلان شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اُسکو دوست رکھو
پس تمام اہل السموات اُسکو دوست رکھتے ہین پھر اُسکی قبولیت زمین پر ہو جاتی ہے ۔ مین کہتا ہون جب عنایت الہی
اس بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو ملاء اعلی مین اُس محبت کا عکس پڑتا ہے جسطرح آفتاب کی روشنی کا عکس صاف
آئینہ مین پڑتا ہے پھر ملاء سافل کے دلونمین اُسکی محبت کا القاء ہوتا ہے پھر اہل ارض مین سے جسمین بات کی
قابلیت ہوتی ہے اُسکے دلمین اُسکی محبت کا القاء ہوتا ہے جسطرح نرم زمین پانی کے حوض سے تری کو اخذ کرلیتی ہے
ازانجملہ اُسکے دشمنون کا رسوا ہونا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے حکایۃً عن ربہ تعالے فرمایا ہے من عادی ولیا
فقد اذنتہ بالحرب ۔ جو شخص میرے دل سے عداوت کرتا ہے پس مین اُسکو اعلان جنگ دیتا ہون ۔ مین کہتا ہون
جب خدا یتعالی کی محبت کا عکس ملاء اعلی کے نفوس پر جو بمنزلہ آئینون کے ہین پڑتا ہے پھر اہل ارض مین سے
کوئی شخص اُسکی مخالفت کرتا ہے تو ملاء اعلی کو وہ مخالفت محسوس ہوتی ہے جسطرح ہم مین سے کسی کا قدم آگ کی
چنگاری پر پڑ جائے تو اُسکی حرارت ہمکو محسوس ہو جاتی ہے اس مخالفت کے معلوم کرنے کے بعد ملاء اعلی کے
نفوس سے شعاعین نکلکر نفرت و عداوت کے طور پر اس مخالفت کرنیوالیکو محیط ہو جاتی ہین اسوقت وہ شخص
خوار و ذلیل ہو جاتا ہے اور زندگی اُسپر تنگ ہو جاتی ہے اور ملاء سافل و اہل زمین کے دلونمین اس بات کا
القاء ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھ بُری طرح پیش آوین خدا یتعالی کی لڑائی کے یہی معنی ہین اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُس
شخص کی دعا مقبول ہوتی ہے اور جس چیز سے وہ پناہ مانگتا ہے تو پناہ دیجاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے
حکایۃً عن اللہ تعالے فرمایا ہے وان سالنی لاعطینہ وان استعاذنی لاعیذنہ ۔ اگر وہ مجھسے مانگتا ہے
مین اُسکو بلاشبہہ دیتا ہون اور اگر پناہ مانگتا ہے تو بلاشبہہ پناہ دیتا ہون ۔ مین کہتا ہون اُسکی یہ وجہ ہے کہ یہ شخص
خطیرۃ القدس مین داخل ہو جاتا ہے جہان سے حوادث کا حکم دیا جاتا ہے اور اس شخص کی دعا اور پناہ کی خواستگاری
کرنا خطیرۃ القدس کیطرف چڑھکر حکم الہی کے نازل ہونیکا سبب ہوتا ہے صحابہ کے آثار مین استجابت دعا کے
باب مین بہت کچھ مروی ہے ازانجملہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعدؓ نے ابو سعدہ پر یہ بددعا کی کہ بار خدایا
یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور ریاء و سمعہ کے طور پر کھڑا ہوا ہے تو اُسکی عمر بڑھا دے اور اُسکی محتاجی زیادہ کر اور فتنون کا
اُسکو سامنا کر پس ویسا ہی اُنھون نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور ایک مرتبہ حضرت سعدؓ نے اروی بنت اوس پر یہ
بددعا کی بار خدایا اگر یہ جھوٹی ہے تو اُسکی آنکھین اندھی کر دے اور اُسی کی جگہ اُسکو موت دے پس جیسا اُنھون نے

کما تھا ویسا ہی ہوا اور انا بجملہ نفس سے فانی ہونا اور حق کے ساتھ باقی رہنا ہے صوفیہ اسکو علیکون الحق علی کون العبد کے
ساتھ تعبیر فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایۃً عن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمایا ہے وما یزال عبدی یتقرب
الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا۔
میں کہتا ہوں جب خدا تعالے کا نور اس بندہ کے نفس کو باعتبار اسکی قوت عملیہ کے جو بدن کے اندر منتشر رہا ہے
ڈھک لیتا ہے تو امرنیم کا ایک شعبہ اسکے تمام قویٰ میں پہونچ جاتا ہے جسکے سبب ان قویٰ سے میں ایسی برکات پیدا
ہو جاتی ہیں جو مجرے عادت کے بالکل خلاف ہوتی ہیں ایسے وقت میں وہ فعل ایک طرح مرتبیت کے ساتھ خدا تعالے
کیطرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی
پس تمنے انکو نہیں قتل کیا لیکن خدا تعالے نے انکو قتل کیا اور تو نے جب پھینکا تو وہ تو نے نہیں پھینکا لیکن اللہ تعالے نے پھینکا
اور انا بجملہ یہ ہے کہ بعض آداب کے ترک کرنے سے مواخذہ کرے اور آپ بیطرف بندہ کے رجوع کو قبول فرماکے اسکو متنبہ
کر دیتا ہے جسطرح ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مہمانوں کو ناخوش کر دیا پھر انکو معلوم ہوا کہ یہ فعل شیطان کی
طرف سے ہے پھر امر بالمعروف کیطرف انھوں نے رجوع کیا تو آپکے کھانے میں برکت ہوئی اور منجملہ مقامات قلب کے دو مقام
اور ہیں یہ مقام ان نفوس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہیں ان مقامات کا عکس
ان نفوس پر ایسا پڑتا ہے جسطرح چاند کی روشنی کا عکس آئینہ میں پڑتا ہے جو ایک کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل
رکھا ہوا ہے پھر اس آئینہ کی روشنی کا عکس دیوار ان اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے یہ دو مقام بھی بمنزلہ صدیقیت اور
محدثیت کے ہیں پھر اتنا ضرور فرق ہے کہ صدیقیت اور محدثیت کا محل ان نفوس کی قوت عقلیہ ہوتی ہے اور انکا
محل قوت عملیہ ہوتی ہے جو قلب سے پیدا ہوتی ہے اور وہ دونوں شہید و حواری کے مقام ہیں اور دونوں میں فرق یہ ہے
کہ شہید کا نفس غصہ اور کفار پر شدت اور دین الہی کی مدد ملکوت کے مقامات میں سے کسی مقام سے قبول کر لیتا ہے جسمیں
خدا تعالی اپنے نافرمانوں سے انتقام لینے کا ارادہ کر رکھا ہے اور وہان سے رسول پر اس ارادہ کا نزول ہوتا ہے تاکہ وہ رسول
اس انتقام میں خدا تعالے کے اسباب میں سے ایک سبب ہو پس ان لوگوں کے نفوس ایسے مقام سے اس ارادہ کو قبول کر لیتے ہیں
جیسا کہ محدثیت میں ہمنے ذکر کیا ہے۔ اور حواری وہ شخص ہوتا ہے جسکو رسول سے خالص محبت ہوتی ہے اور مدت دراز تک
صحبت میں رہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی بن مریم
للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ الآیہ۔ اے ایمان والو ہو جاؤ خدا کے مددگار
جسطرح عیسی بن مریم نے حواریوں سے کہا کون ہیں میرے مددگار خدا کیطرف بولے حواری ہم خدا کے مددگار ہیں الخ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رض کو حواری ہونے کی بشارت دی ہے۔ اور شہید اور حواری کی کئی قسمیں اور شعبے ہیں
ایک انمیں سے امین ہے اور ایک رفیق اور ایک نجیب ہے اور ایک نقیب ہے اور آنحضرت صلعم نے صحابہ رض کے فضائل میں ان
امور میں سے بہت کچھ بیان کر کے مطلع فرمایا ہے اور حضرت علی رض سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ہر نبی کے
لیے سات نجیب و رقیب ہوئے ہیں اور مجکو چودہ دیے گئے ہیں ہمنے عرض کیا وہ کون ہیں آپ کو علی نے فرمایا میں اور میرے

اور ان میں جعفر اور حمزہ اور ابوبکر اور عمر اور مصعب بن عمیر اور بلال اور سلمان اور عمار اور عبد اللہ بن مسعود اور ابوذر اور مقداد۔ اور اللہ پاک فرماتا ہے لیکون الرسول علیکم شہیدا وتکونوا شہداء علی الناس تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثبت احد فانما علیک نبی او صدیق او شہیدان اے احد ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر یا نبی ہے یا صدیق یا شہید۔ اور منجملہ احوال قلب کے سکر ہے اور اسکے یہ معنی ہیں کہ نور ایمان اول آگ ہیں اور پھر قلب میں مشتعل ہوکر دنیاوی معاملات کو دور کر دے اور اسکے سبب سے انسان ان چیزوں کو پسند کرنے لگے جنکو انسان بوجہ طبیعت کے اعتبار سے ناپسند کرتا ہے۔ پس یہ شخص اس شخص کے مشابہ ہوتا ہے جو نشہ کی حالت میں ہو اور عقل و عادت کے طریقوں سے اسکا حال بدلا ہوا ہو جیسا کہ ابوالدرداء نے فرمایا ہے چونکہ مجھکو اپنے رب کا اشتیاق ہے اسلیے موت مجھکو بہتر معلوم ہوتی ہے اور چونکہ مرض کے سبب سے میرے گناہ دور ہو جاتے ہیں اسلیے مرض مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے اور چونکہ محتاجگی میں خدا تعالے کے ساتھ تواضع ہوتی ہے اسلیے محتاجگی مجھکو اچھی معلوم ہوتی ہے اور حضرت ابوذر کے حالات میں مروی ہے کہ وہ بطبعہ مال کو برا جانتے تھے اور غنا و ثروت سے انکو ایسی نفرت ہوتی تھی جسطرح کسی کو ناپاک چیزوں سے نفرت ہوتی ہے اور بموجب عادت بشریہ کا یہ نہیں ہے کہ ایسی چیزوں سے محبت اور ایسی چیزوں سے نفرت ہو مگر ان پر بغض کا ایسا غلبہ تھا کہ بموجب عادت سے باہر ہو گئے تھے اور منجملہ احوال قلب کے ایک غلبہ ہے اور غلبہ کی دو قسمیں ہیں ایک اس خواہش کا غلبہ ہے جو نور ایمانی کے قلب میں داخل ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے اس نور اور جبلت قلبی کے ملنے جھاگ کے طور پر خواہش پیدا ہوتی ہے جسکا مقتضی سے رکنا اس شخص کے اختیار میں نہیں ہوتا خواہ وہ خواہش مقصود شرعی کے موافق ہو یا نہو کیونکہ شرع بہت سے مقاصد پر مشتمل ہے جنکو اس مومن کا قلب احاطہ نہیں کر سکتا پس بسا اوقات اس شخص کے قلب پر مثلاً رحمت کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع نے بعض مواضع میں اس سے نہی فرمائی ہے اللہ پاک فرماتا ہے ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ اور نہ پکڑے تمکو ان دونوں کے ساتھ اللہ کے دین میں نرمی اور بسا اوقات اسکے قلب پر بغض کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع کو بعض مواضع میں مہربانی کرنی مقصود ہوتی ہے مثلاً اہل ذمہ میں اس غلبہ کی مثال وہ ہے جو حدیث شریف میں ابولبابہ بن منذر سے مروی ہے کہ جب سعد بن معاذ کے حکم سے آنحضرت صلعم نے بنی قریظہ کو اوتارنا چاہا تو بنی قریظہ نے ابی لبابہ سے مشورہ کیا ابو لبابہ نے اپنے ہاتھ سے حلقوم پر اشارہ کیا جس سے ذبح ہونیکی طرف اشارہ ہے پھر وہ اس بات سے نادم ہوے اور انکو یقین ہو گیا کہ میں نے خدا تعالے اور اسکے رسول کی خیانت کی ہے پھر وہ اسی حال میں چلے اور مسجد میں گئے اور اپنے آپکو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا اور کہا کہ جبتک خدا تعالے میرے اس فعل کی توبہ نہ قبول کریگا یہاں سے نہ ہٹونگا۔ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انپر حمیت اسلام اتنی غالب ہوئی کہ رسول خدا صلعم پر اعتراض کر بیٹھے یعنی جب آپنے حدیبیہ کے سال مشرکین سے مصالحت چاہی تو حضرت عمر کو یہ شبہ ہوا حتی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آکر کہنے لگے کیا خدا کے رسول نہیں ہیں صلعم انھوں نے فرمایا ہاں ہیں پھر حضرت عمر نے کہا ہم مسلمان نہیں ہیں انھوں نے فرمایا ہاں ہیں پھر انھوں نے کہا کیا وہ مشرک نہیں ہیں انھوں نے فرمایا ہاں ہیں انھوں نے کہا پھر ہم اپنے دین میں ذلت کو کیونکر گوارا کر سکتے ہیں تا

تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اے عمر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اپنے اوپر لازم پکڑ اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ وہ خدا تعالے کے رسول ہیں پھر ایسی حالت کا غلبہ ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں
حاضر ہوئے اور آپ سے بھی وہی عرض کیا جو حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا اور آپنے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپنے فرمایا کہ میں خدا تعالے کا بندہ اور اسکا رسول ہوں ہرگز اسکے حکم کی مخالفت نکرونگا
اور ہرگز وہ مجکو ضائع نکریگا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے اسدن میں نے اپنے اس کلام کے خوف کے سبب سے
برابر روزہ رکھنے اور صدقہ دینا اور آزاد کرنا اور نماز پڑھنا شروع کیا تھی کہ مجھے بہتری کی امید ہوئی۔ اور ابو طلیحہ جاج سے
مروی ہے کہ جب نبی صلعم نے انکو اپنے پیچھے رکھنے تو آنکا دامن مبارک کھینچے حالانکہ شریعت میں یہ امر ممنوع ہے
لیکن ایسے غلبہ کی حالت میں ایسا ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو معذور رکھا کیونکہ انکی یہ بہت
روک کر لی۔ اور ایک غلبہ وہ ہے جو اس سے زیادہ جلیل القدر اور زیادہ تر کامل ہے اور وہ خواہش الہی کا غلبہ ہے
جو اسکے قلب پر نازل ہوتی ہے اور اسکے مقتضی کے پورا کرنے سے اپنے آپکو نہیں روک سکتا اور اس غلبہ کی حقیقت
یہ ہے کہ بعض مقامات قدسیہ سے اسکی قوت عملیہ پر علم الہی کا فیضان ہوتا ہے نہ قوت عقلیہ پر اسکی تفصیل یہ ہے
کہ جو نفس انبیا علیہم السلام کے نفس سے مشابہت رکھتے ہیں جب اسمیں علم الہی کے فیضان کی استعداد ہوتی ہے تو اگر
اسکی قوت عقلیہ کو قوت عملیہ پر سبقت ہوتی ہے تو وہ علم فراست والہام ہوتا ہے اور اگر قوت عملیہ کو قوت
عقلیہ پر سبقت ہوتی ہے تو وہ علم ارادہ یا نفرت ہوتا ہے اسکی مثال وہ ہے جو بدر کے قصہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت
صلعم نے دعا میں مبالغہ کیا تھی کہ آپنے دعا میں کہا میں تیرے عہد اور وعدہ کا تجھسے سوال کرتا ہوں یا رب خدایا اگر
تجکو اپنی پرستش کروانا منظور نہیں اتنا کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوبکر نے آپکا ہاتھ پکڑ کر کہا بس ہے دیکھیے پس
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہانسے یہ فرماتے ہوے چلے سیہزم الجمع ویولون الدبر یعنی کفار کی جماعت بھگا دیجاویگی
اور پیٹھ پھیر دینگے۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دل میں خدا کی طرف سے خواہش پیدا ہوئی کہ آنحضرت صلعم
کو بددعا میں مبالغہ کرنے سے روکیں اور اس سے باز رہنے کی رغبت دلائیں اور آنحضرت صلعم نے بھی اپنی فراست
سے اس بات کو معلوم کر لیا کہ یہ خواہش خدا کی ہے اور خدا تعالی کی مدد سے فتح کے طالب ہو کر اس آیت کو پڑھتے ہوے
وہانسے چلے آئے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی کی موت کے بیان میں مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے
جب اسکے جنازہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے کہا کہ میں لوٹ کر آنحضرت صلعم کے سامنے آکھڑا ہو گیا
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم آپ اسکی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اسدن ایسا کہا تھا اور اسدن ایسا کہا تھا حتی کہ آپنے
فرمایا کہ تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ مجکو چونکہ اختیار دیا گیا ہے تو میں نے اختیار کر لیا اور آپنے اسکی نماز پڑھی تو یہ آیت
نازل ہوئی ولا تصل علی احد منہم مات ابدا۔ انمیں سے کوئی مر جاوے تو کبھی تو اسکی نماز مت پڑھ۔ حضرت عمر کہتے ہیں
مجھے اپنے اوپر اور رسول خدا صلعم پر اپنی جرات کرنے سے حالانکہ رسول خدا سب سے زیادہ واقف تھے تعجب آتا ہے اور
حضرت عمر نے ان دونوں قسم کے غلبوں کا فرق خوب انکشاف کے ساتھ بیان کر دیا ہے یعنی غلبہ اول میں اپنے آپ کو

بیمار پرسی کرنے اور صدقہ کرنے اور آزاد کرنے اور نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور غلبہ میں یہ فرمایا کہ مجھے اپنے عمل
یا دوسرا اپنی حیات پر تعجب ہوا ان دونون کلمات مین جو کچھ فرق ہے دیکھنا چاہیے۔ اور از انجملہ خدا تعالی کی طاعت کو
ما سوا پر اختیار کرنا اور اسکے موانع کا دور کرنا اور جو چیزین اسکو طاعت الہی سے روکتی ہین انسے بیزار ہونا جیسا
ابو طلحہ انصاری اپنے باغ مین نماز پڑھ رہے تھے کہ ناگاہ ایک کبوتر جنگلی اوڑا اور ادھر ادھر اسنے اوڑنا شروع کیا
مگر درختون کی ٹہنیان اور پتے اسقدر گنجان تھے کہ اسکو باہر جانیکا راستہ نہ ملتا تھا یہ بات انکو بہت اچھی معلوم ہوئی
اور اس خیال مین انکو رکعتین کی تعداد نہ یاد رہی تو انھون نے اس باغ کا صدقہ کر دیا۔ اور از انجملہ خوف کا غلبہ
جسکے سبب سے آدمی کو رونا آجاوے اور اسکا بدن تھرانے لگے اور آنحضرت صلعم جب شب کو نماز پڑھتے تھے تو ہانڈی کے
جوش کیطرح آپ سے آواز محسوس ہوتی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات شخصون کے بیان مین جنکو خدا
اپنے سایہ کے نیچے اسدن کہ بجز اسکے سایہ کے کوئی سایہ نہوگا داخل کریگا فرمایا ہے ورجل ذکر اللہ تعالی خالیا ففاضت عیناہ
عیناہ۔ اور وہ شخص جسنے خدا تعالی کو خلوت مین یاد کیا اور اسکی آنکھیں بھر آئین لا یلج النار رجل بکی من خشیۃ اللہ حتی
یعود اللبن فی الضرع۔ جو شخص خدا تعالے کے خوف سے رویا ہے آگ مین نہ جائیگا جبتک کہ دودھ پستان مین
لوٹ کر نہ آجاوے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے رونیوالے شخص تھے جب قرآن پڑھتے تھے انکی آنکھیں انکے اختیار مین
نہ رہتی تھین جبیر بن مطعم کہتے ہین کہ مین نے نبی صلعم کو جب یہ آیت پڑھتے سنا ام خلقوا من غیر شیء ام ہم الخالقون
پس گویا میرا دل اوڑ گیا۔ اور وہ مقامات جو نفس کو نور ایمان کے اسپر غالب ہونے اور اوسکی صفات خسیسہ کو صفات
فاضلہ کے بدلنے کے اعتبار سے حاصل ہوتے ہین انمین سے پہلا مقام یہ ہے کہ نور ایمانی اس عقل سے کہ منور بحقائق
حقہ ہو رہے ہین نازل ہو کر قلب کیطرف آتا ہے اور حیلت قلبی کے ساتھ ازدواج اور اتصال پیدا کرکے انسے ایک
منبّہ پیدا ہوتا ہے جو نفس پر غالب ہو جاتا ہے اور مخالف چیزون سے اسکو روکتا ہے پھر انسے ایک ندامت پیدا
ہوتی ہے جو نفس پر غالب ہو جاتی ہے اور اسپر سوار ہو کر اسکی باگین پکڑ لیتی ہے پھر ان دونو سے آیندہ زمانہ مین
معاصی چھوڑنے کا عزم پیدا ہوتا ہے اور وہ عزم نفس پر غالب ہو کر شرع کے اوامر و نواہی سے اسکو مطمئن کر دیتا ہے
اللہ پاک فرماتا ہے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ اور لیکن جس شخص نے
اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونیکا خوف کیا اور نفس کو خواہش سے روکا بس بلاشبہ جنت مین ہی اسکا ٹھکانا ہو گیا یعنی
اللہ پاک کا یہ قول من خاف عقل کے نور ایمانی کے ساتھ منور ہونے اور پھر اس نور کے قلب کیطرف نازل ہونے کا بیان
ہے اسلیئے کہ خوف کے لیے ایک ابتداء و انتہاء ہے ابتدا تو خدا تعالے سے خوف اور اسکے غلبہ کا معلوم کرنا ہے اور اسکا محل عقل ہے
اور اسکا منتہی پریشانی اور اضطراب اور دہشت اور اسکا محل قلب ہے اور (ونہی النفس) سے اس نور سے جو قوت
قلبی کے ساتھ مخلوط ہو رہا ہے نفس کیطرف نازل ہونے اور اسپر غالب ہونے اور اسکو روکنے اور پھر اسکے ماتحت نفس کے
مغلوب و مقہور ہو جانیکا بیان ہے پھر عقل سے دوسری مرتبہ نور ایمانی کا نزول قلب کیطرف ہوتا ہے اور حیلت قلبی کے
ساتھ ازدواج و اتصال پیدا کرکے ان دونون سے خدا تعالی کیطرف التجا پیدا ہوتی ہے اور وہ استغفار و توبہ کا

باعث ہوتی ہے اور استغفار کے سبب سے دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المومن اذا اذنب الخ۔ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے دلمین ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ و استغفار کر لیتا ہے تب تو اسکا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ اور گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ پھیل کر قلب کے اوپر چھا جاتا ہے خدا تعالی نے جو ران کا اس آیت مین ذکر فرمایا ہے اس سے یہی مراد ہے کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون مین کہتا ہون وہ نقطہ سیاہ بہیمیت کی ظلمتون مین سے ایک ظلمت کا نقطہ پر ہونا اور انوار ملکیہ مین سے ایک نور کا چھپ جاتا ہے اور اس نقطہ کا صاف ہونا ایک روشنی ہے کہ نور ایمانی سے آسکے نفس پر فائض ہوتی ہے اور ران اُن بہیمیت کے غالب ہونے اور ملکیت کے بالکل پوشیدہ ہو جانیکا نام ہے پھر بار بار نور ایمانی کا نزول ہوتا رہتا ہے اور بار بار نفسانی وساوس دور ہوتے رہتے ہین یعنی جب نفس کے اندر کسی گناہ کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو اسکے مقابل مین ایک نور غیبی نازل ہوتا ہے جو اس باطل کو محو کرتا رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ضرب اللہ مثلا صراطا مستقیما وعن جنبتی الصراط سوران فیھما ابواب مفتحة۔ الخ خدا تعالے نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک سیدھا راستہ ہے اور اس راستہ کے یمین و یسار دو دیوارین ہین اور اُن دونون دیوارون مین کھلے ہوئے دروازہ ہین اور انپر پردہ چھوٹے ہوئے ہین اور اس راستہ کے شروع مین ایک شخص پکارنیوالا ہے جو کہتا ہے راستے پر سیدھے چلو اور ٹیڑھے مت چلو اور اسکے اوپر ایک اور پکارنیوالا ہے کہ جو کوئی شخص اُن دروازون مین سے آنے کے لئے کھولنے کا قصد کرتا ہے وہ پکارنیوالا یہ آواز دیتا ہے افسوس اس دروازے کو تو مت کھول اگر اسکو کھولا تو تو اسمین جا پڑیگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکی تفصیل یون بیان کیا کہ وہ راستہ تو اسلام ہے اور وہ کھلے ہوئے دروازے خدا کے محارم ہین اور وہ پردے جو چھوٹے ہوئے ہین وہ حدود الہی ہین اور راستہ کے شروع پر جو پکارنیوالا ہے وہ قرآن عظیم ہے اور اسکے آگے جو اور پکارنے والا ہے وہ خدا تعالی کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دلمین موجود ہے۔ مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ اس راستہ مین دو پکارنیوالے ہین ایک تو راستہ کے شروع پر اور وہ قرآن اور شریعت ہے کہ ہمیشہ بندہ کو راہ راست کیطرف ایک فقرہ دو سرے سے پکارتے ہین اور ایک داعی اُس چلنے والے کے سر پر ہے جو ہر وقت اُسکی نگرانی رکھتا ہے یعنی جب وہ شخص کسی گناہ کا قصد کرتا ہے تو وہ داعی اُسپر ملا اٹھتا ہے اور یہ داعی وہی ہوتا ہے جو قلب سے اٹھتا ہے اور جبلت ملکی اس نور سے جو عقل منور بنور ایمانی کی جانب سے قلب پر فائض ہے پیدا ہوتا ہے اور اُسکا حال اس چنگیے کا سا ہے جو بار بار پتھر سے چمکتا ہے اور بسا اوقات خدا تعالے کیطرف سے بعض بندون پر یہ مہر ہوتی ہے کہ ایک لطیفہ غیبی پیدا کر دیتا ہے جو اُس شخص کے اور اُسکی معصیت کے درمیان وہ حائل ہو جاتا ہے یہ لطیفہ غیبیہ وہی برہان ہے جسکی طرف خدا تعالے نے اشارہ فرمایا ہے ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ۔ اور البتہ زلیخا نے یوسف کا اور یوسف نے زلیخا کا قصد کیا اگر نہ دیکھتا برہان اپنے رب کی یہ سب مقام توبہ ہے اور سبب توبہ کا مقام کامل ہو جاتا ہے اور نفس کے اندر وہ ایک ملکہ راسخ ہو جاتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالے کے جلال اور

اسکی عظمت کے پیش نظر رکھنے سے اُس شخص کے قواے مضمحل رہتے ہین اور کسی چیز سے اسمین تغیر نہین آتا اور اسکا
نام حیا ہے اور لغت مین حیا کے معنی نفس کے اُن چیزون سے باز رہنے کے ہین جنکو عادت کے اعتبار سے لوگ معیوب جانتے ہین
مگر شرع نے لغت سے نقل کرکے حیا اُس ملکہ کا نام رکھا ہے جو نفس کے اندر راسخ ہو جسکے سبب سے آدمی خدا تعالی کے
وعید ایسا گھلتا رہے جیسے نمک پانی مین گھلتا ہے اور اُسکے سبب سے اُن خواطر کی جنکو مخالف چیزون کیطرف میلان ہو
تابعداری نکرے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحیاء من الایمان - پھر آپ نے حیا کی تفسیر فرمائی ہے اور فرمایا جو شخص
خدا تعالے سے کامل حیا رکھتا ہے تو اسکو چاہیے کہ اپنے سر کو اور جو چیزین سر کے اندر ہین اُنکی حفاظت کرے اور
شکم اور اُن چیزون کی جو اسمین ہین حفاظت کرے اور مرجانے اور بوسیدہ ہو جانے کو یاد رکھے اور جو شخص آخرت کا
ارادہ کرے دنیا کی زینت کو چھوڑے جس شخص نے ایسا کیا وہ خدا تعالی سے پوری حیا رکھتا ہے - لیکن ہم لوگ
عرف مین کبھی اُس انسان کو حیادار کہدیتے ہین جو بسبب ضعف ذوق حجاب کے بعض افعال سے اجتناب کرتا ہے
اور کبھی صاحب مروت آدمی کو جو ایسی باتون کا مرتکب نہو جس سے لوگون مین اُسکا چرچا پھیلے مرتکب نہین ہوتا حیادار کہدیتے
ہین مگر ان دونون شخصون کو اُس حیا سے جو مقامات مین شمار کیجاتی ہے کچھ حصہ نہین ہے پس آنحضرت صلعم نے معنی
مقصود کو اُن افعال کے تعین سے جو حیا سے پیدا ہوتے ہین اور اُسکے سبب سے جو اُسکی حالت ہوتی ہے اور اُسکے مجاور
جو اسکو عادتاً لازم ہوتا ہے بیان فرمادیا پس آپکا یہ فرمانا کہ وہ شخص اپنے سر کی حفاظت کرے الخ اُن افعال کا بیان ہے
جو اُس حیا کے ملکہ سے پیدا ہوتے ہین جو مخالف چیزون کے ترک کرنے کے قبیلہ سے ہے اور یہ فرمانا کہ وہ موت کو
یاد رکھے یہ نفس کے اندر حیا کے استقرار کا سبب بیان فرمایا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص آخرت کا ارادہ کرے
اسمین حیا کے مجاور یعنی زہد کا بیان ہے کیونکہ حیا زہد سے خالی نہین ہوتی پس جب حیا انسان کے اندر قرار
پاجاتی ہے تو نور ایمان بھی عقل سے قلب پر نازل ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ مخلوط ہو جاتا ہے بعد ازان نفس کیطرف
نازل ہوکر تمام شبہات سے اُسکو روک دیتا ہے اور اسی کا نام ورع ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحلال بین والحرام بین
الحدیث. حلال بھی ظاہر ہے حرام بھی ظاہر ہے اُنکے مابین مشتبہ امور ہین جنکو بہت سے لوگ نہین جانتے پس جو شخص شبہات
سے بچگیا اُسنے اپنا سامان اور دین بچالیا اور جو شخص مشتبہات مین پڑگیا وہ حرام مین پڑگیا اور فرمایا ہے دع ما یریبک
الی ما لا یریبک فان الصدق طمانینة وان الکذب ریبة - جو چیز تجکو شک مین ڈالے اُسکو چھوڑکر اسکو اختیار کر جو شک مین
نہ ڈالے کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے اور نیز فرمایا ہے لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا باس
بہ حذرا لما بہ باس - بندہ متقیون کے درجہ کو نہین پہونچتا جبتک اُن چیزون کو جنمین کچھ مضائقہ نہین اُن چیزون کے
خوف سے جنمین مضائقہ ہے نہ چھوڑدے - مین کہتا ہون کبھی ایک مسئلہ مین دو وجہ متعارض ہو جاتی ہین ایک وجہ
اباحت کی ہوتی ہے اور ایک وجہ تحریم کی یا تو یہ تعارض شریعت سے اُس مسئلہ کے اصل ماخذ مین ہوتا ہے جیسے دو حدیثین
متعارض یا دو قیاس متخالف ہوتے ہین یا یہ تعارض حادثہ کی صورت کے اُس اباحت و تحریم کے حکم کے ساتھ جو شریعت
مین ثابت ہوا ہے مطابق کرنے مین ہوتا ہے پس ایسے وقت مین بندہ اور خدا تعالی کے معاملہ مین اُسکے ترک کرنے

اور ایسی چیز کے اختیار کرنے سے جسمین شبہہ نہین ہے معاف ہوتا ہے اور جب ورع کی صفت ثابت ہو جاتی ہے تو نور ایمان کا
بھی ظہور ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ وہ نور مخلوط ہو جاتا ہے اور پھر جو چیزین حاجت سے زیادہ ہین اُنمین مشغول
ہونیکی قباحت اُسکو خود ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ وہ چیزین اُس شخص کو اُسکے مطلوب سے روکتی ہین پھر اُس نور کا نفس
کیطرف نزول ہوتا ہے وہ ایسی چیزون کیطرف سے نفس کو روک دیتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من حسن اسلام المرء
ترکہ ما لا یعنیہ - آدمی کے اسلام کی خوبی انمین ہے لا یعنی زیادہ چیزون کو چھوڑ دے - مین کہتا ہون ما سوا کے ساتھ مشغول
ہونے سے نفس کے آئینہ مین ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے مگر جب چیزون سے زندگی مین چارہ نہین ہے اگر انمین سے
کہ وہ چیزین منزل مقصود تک اُسکو پہونچا دیتی ہین اُنمین مشغول ہو تو اُسکے لیے معاف ہے اور اُسکے سوا جتنی چیزین
ہین تو خدا کا واسطہ جو مومن کے قلب مین ہوتا ہے اُسے بار بار … کا عادی ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
الزہادۃ فی الدنیا لیس بتحریم الحلال الخ یعنی دنیا کا زہد حلال کے حرام کر لینے کا نام ہے اور نہ مال کے ضایع کرنیکا بلکہ دنیا
کا زہد اس عبارت ہے کہ جو چیز تیرے پاس ہے اُسکا تو بھروسا نہ کرے بلکہ زیادہ بھروسا جو خدا تعالے کے پاس ہے اور یہ کہ
تجھکو کوئی مصیبت پہونچے تو اُس مصیبت سے تو اسکے ثواب کی امید وار ہو … باقی رکھی جاوے تجکو مرغوب ہو … کہتا ہون
زاہد کو کبھی دنیا میں ایسا غلبہ حاصل ہوتا ہے جو اسے عقائد اور اعمال … اعتقاد کرتا ہے کہ وہ عقائد اور افعال شرع کے
اندر محمود ہین اُن عقائد اور افعال سے جو محمود نہین ہین پہر آنحضرت صلعم نے … مواضع بیان کیا ہے کہ جو شرع
مین محمود ہین اور جو غیر محمود ہین … سو اُس شخص پر حاجت سے زیادہ چیزون مین مشغول ہونے کی قباحت ظاہر ہو جاتی ہے
اور اُن چیزون سے … ایسا پیدا ہو جاتا ہے جسطرح اپنے مقتضاے طبع کے اعتبار سے ضرر رسان چیزین اُسکو ناگوار معلوم ہوتی ہین
اُسکے سبب سے بسا اوقات وہ شخص اُن چیزون مین تعمق کرنے لگتا ہے … اُسکو اس بات کا اعتقاد ہو جاتا ہے کہ ظاہر شرع کے
اعتبار سے خدا اُس سے مواخذہ کریگا اور یہ عقیدہ باطل ہے کیونکہ شرع طبائع بشری کے دستور کے موافق نازل ہوئی ہے
اور زہد ایک قسم کا طبیعت بشریہ سے باہر ہو جاتا ہے بلکہ وہ خاص اُسکے نفس کے لیے بمنزلہ اُسکے مقام کی تکمیل کے …
کا حکم ہوتا ہے اور وہ تکلیف شرعی نہین ہوتی اور بسا اوقات اسی حالت مین وہ شخص اپنے مال کو ضائع کر دیتا ہے
یا دریاؤن اور پہاڑون پر پھینک دیتا ہے اور یہ ایسا غلبہ ہے کہ شرع سے اُسکی صحت نہین اور نہ شرع نے اس غلبہ کو
احکام زہد کے ظاہر ہونیکا مقام گردانا ہے بلکہ شرع نے جسکو احکام زہد کے ظاہر ہونیکا مقام گردانا ہے وہ دو چیزین
ہین ایک تو یہ کہ جو چیز حاجت سے زیادہ ہے اور اُس شخص کو ہنوز حاصل نہین ہوئی ہے تو وہ شخص اُسکے طلب کرنے کی
زحمت نہ اُٹھائے - بلکہ خدا تعالے کے وعدہ پر اعتماد کرے جو دنیا مین اُس چیز کے پہونچنے اور آخرت مین ثواب کے ملنے کا
کیا ہے - دوسری یہ کہ جو چیز اُسکے پاس سے ضائع ہو جا اپنا دل اُسکے پیچھے نہ لگائے اور نہ اُسکے لیے افسوس کرے بلکہ خدا تعالے
نے صابرین اور فقرا کے لیے جو وعدہ فرمایا ہے اُسپر یقین کرے - اور معلوم کرو کہ نفس کی جبلت مین عیبون کیطرف میلان
داخل کیا گیا ہے جبتک نور ایمانی کا اُسمین ظہور نہو ہمیشہ وہ اپنی فطری حالت پر قائم رہتا ہے - جیسا کہ حضرت یوسف
علیہ السلام فرماتے ہین وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی - اور مین نہین بری کرتا ہون اپنے

نفس اور پھر بلا شبہ نفس بُرائی کا حکم کرتا ہے مگر جو میرا پروردگار رحم کرے - میں کہتا ہوں تمام عمر اپنے نفس کے ساتھ نورانیت کے آثار نے میں
مجاہدہ کرتا رہتا ہے اور جب کوئی نفسانی خواہش پیدا ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف ملتجی ہوا اُسکے جلال اور عظمت اور وعدہ اور وعید
کے لیے ثواب اور عتاب کو [illegible] یاد کرتا ہے اور اسی سے اُسکے قلب میں [illegible] پیدا
ہوتا ہے اور [illegible] مگر [illegible] میں اور [illegible]
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں خطروں کی [illegible] خطرہ حق کا خطرہ باطل [illegible]
عقل کے آثار کے ساتھ موجود ہے جو نور ایمانی سے منور ہو رہی ہے [illegible] کا حق کے تابع ہونا اور آثار [illegible]
تو اُسکی سرکشی کا بیان بخل اور جود کے مسئلہ میں [illegible] ساتھ جو ایک تنگ اور دوسری [illegible] کے بیان فرمایا
اور فرمایا ہے کہ بخیل اور صدقہ کرنیوالے کی مثال اُن دو شخصوں کی سی ہے جو لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے ہیں دونوں
دونوں کے ہاتھ سینہ اور گردن کی طرف سکڑے ہوئے ہیں - [illegible] صدقہ کرنیوالا جب کوئی صدقہ کرتا ہے
تب وہ زرہ پھیل جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا قصد کرتا ہے تو وہ زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر کڑی اپنی جگہ
پکڑ لیتی ہے میں کہتا ہوں جس شخص کا نفس جبلت پاک کے اعتبار سے مطمئنہ ہوتا ہے اور حق کا خطرہ ظاہر ہوتے ہی
اُسکے نفس پر غالب و اُسکا مالک ہو جاتا ہے اور جس شخص کا نفس نافرمان اور سرکش ہوتا ہے تو حق کا خطرہ اسمیں ثابت
نہیں ہوتا بلکہ اُس سے دور ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں عقل کے نور ایمانی کے ساتھ منور ہونے اور نفس پر
اُسکے نور کا فیض کا بیان اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم
مبصرون متقی لوگوں کو جب شیطان کی طرف سے کچھ خیال چھو جاتا ہے تو ہوشیار ہو جاتے ہیں پھر ناگاہ اُنکو سوجھ
ہو جاتی ہے - میں کہتا ہوں شہوت نفسانی کے دوران میں شیطان کو انسان کے باطن پر اطلاع ہو جاتی ہے اور
اُسکے دل میں معصیت کی خواہش پیدا کر دیتا ہے پھر اُس شخص کو اپنے پروردگار کا جلال یاد آ جاتا ہے اور اپنی گردن
اُسکے روبرو جھکا دیتا ہے تب تو اُس شخص کی عقل میں نور پیدا ہوتا ہے اُسکا ابصار ہے پھر وہ نور قلب و نفس کی طرف
ہو کر اُس خواہش کو دور کر دیتا ہے اور شیطان کو دفع کر دیتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وبشر الصابرین
الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک
ہم المہتدون میں کہتا ہوں انا للہ خطرہ حق کی طرف اشارہ ہے اور صلوات من ربہم ورحمۃ میں ان آثار کی طرف
اشارہ ہے جو صبر سے پیدا ہوتے ہیں یعنی نفس کی نورانیت اور اُسکو تشبیہ بالملکوت کا حاصل ہونا اور اللہ پاک
فرماتا ہے وما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یؤمن باللہ یہد قلبہ الآیہ اور نہیں پہنچتی کوئی مصیبت
مگر خدا کے حکم سے اور جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے خدا اُسکے قلب کو ہدایت دیتا ہے - میں کہتا ہوں باذن اللہ میں
تقدیر کی طرف اشارہ ہے اور ومن یؤمن باللہ میں عقل سے قلب و نفس کی طرف خطرہ ایمانی کے نازل ہونے کا اشارہ ہے
اور منجملہ احوال نفس کے غیبت ہے اُسکے یہ معنی ہیں کہ نفس کو اپنی خواہشوں سے غیبت ہو جائے جیسا کہ عامر بن عبد اللہ
کہتے تھے مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ میں نے عورت کو دیکھا یا دیوار کو اور امام احمد ہی سے کسی نے کہا کہ مینے تمہاری

یا کبھی ترقا کو یا ماءین دیکھا انھون نے فرمایا کہ کیا وہ ترقا تھی اور منجملہ احوال نفس کے تحق ہے اور وہ اس حالت کا نام ہے
کہ کبھی کھانے اور پینے کا اتنی مدت تک دھیان نہ رہے کہ عادتاً ایسا نہیں ہوتا اُسکا منشا یہ ہوتا ہے کہ اُس شخص کے نفس کو
نفس کیجانب توجہ ہوتی ہے اور نور الٰہی سے اُسکی عقل لبریز ہو جاتی ہے اور اُس سے بڑھکر یہ ہوتا ہے کہ نفس کیطرف نور کے
نور کا نزول ہوتا ہے اور وہ نور اُسکے لیے خورونوش کے قائم مقام ہو جاتا ہے چنانچہ پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے میرا حال
تمھارا سا نہیں ہے میں اپنے پروردگار کے پاس شب گذاری کرتا ہوں وہ مجکو کھلاتا پلاتا ہے اور معلوم کرو کہ قلب عقل و نفس
کے بیچ ہے اسلیے تسامح کے طور پر تمام مقامات یا اکثر مقامات کو قلب کیطرف منسوب کیا جاتا ہے جیسا کہ بہت سی
آیات واحادیث میں یہ استعمال میں آیا ہے یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور معلوم کرو کہ نفس میں بھی اور قلب میں بھی کئی
خواہشیں ہیں ہر قسم کی خواہش کے ساتھ نور ایمانی کو جو مدافعت ہوتی ہے اسکا نام جدا ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے
ان اقسام میں سے ہر ایک کے نام اور اُسکے وصف پر مطلع فرمایا ہے پس جب عقل کو خواطر حقہ کے روشن ہونے کا
ملکہ اور نفس کو اُن خواطر کے قبول کرنیکا ملکہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک مقام کہلایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر پریشانی کے دفع
کرنے کا ملکہ ہوتا ہے تو اُسکا نام مصیبت پر صبر کرنا ہوتا ہے اور اُسکی جگہ قلب ہے اور آرام اور فراغت کے مدافعت کے ملکہ
کا نام اجتہاد ہے اور صبر بر طاعت ہے اور حدود شرعیہ کی مخالفت کی خواہش کے ساتھ موافقت کرنیکا ملکہ خواہ وہ مخالفت
بطور کاہلی کے ہو یا اُن حدود کے اضداد کیطرف میلان کے اعتبار سے ہو بہرحال اُس ملکہ کا نام تقویٰ ہے اور کبھی
تقویٰ کا اطلاق لطائف ثلثہ کے تمام مقامات ملکہ اُن اعمال پر بھی آتا ہے جو اُن مقامات سے پیدا ہوتے ہیں
اسی اخیر استعمال کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب۔ اور حرص کی خواہش
کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام قناعت ہے اور عجلت کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام تانی ہے اور
غصہ کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام حلم ہے اور اُسکا مقام قلب ہے اور شہوت فرج کی خواہش کے ساتھ
مدافعت کے ملکہ کا نام عفت ہے اور زبان دری اور بیہودہ کلام کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام سمت
اور حی ہے اور علیحدگی کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام خمول ہے اور محبت و عداوت وغیرہ میں تلون کی
خواہش کی مدافعت کے ملکہ کا نام استقامت ہے اور اسکے علاوہ بہت سے دواعی و خواہشیں ہیں اور انکی مدافعتون کے
نام جدا جدا ہیں اس کتاب کے فن اخلاق میں اُنسے بحث کیجائیگی۔

طلب رزق کے ابواب کا بیان

معلوم کرو کہ جب خدا تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور زمین میں اُنکی معیشت مقرر کی اور زمین کی پیداوار سے
اُنکے لیے انتفاع مباح کیا تو اب اُنمین حرص و نزاع واقع ہوا اسوقت میں خدائے پاک کا حکم یہ ہوا کہ کوئی شخص دوسرے
شخص سے اُس چیز میں جو اُسکے لیے مخصوص ہو گئی ہے مزاحمت نکرسکے خواہ وہ اختصاص اسلیے ہو کہ اُس چیز پر پہلے
اُس شخص نے یا اُسکے مورث نے اُس چیز پر قبضہ کیا ہے یا کسی دوسری وجہ سے ہو جسکا لوگون میں اعتبار ہے بجز تبادلہ

یا باہمی رضامندی کے جسکا مدار علم ہو فریب و دھوکہ کا اسمین دخل نہو اور نیز چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور انکی روزی بغیر باہمی
معاونت کے قائم نہین ہوتی اسلیے خدا کیطرف سے معاونت کے واجب ہونیکا حکم نازل ہوا اور نیز یہ حکم نازل ہوا کہ ہرگز
کوئی شخص بدون حاجت ضروری کے خالی نہو اس چیز سے جسکو تمدن مین دخل ہے اور نیز اصل وسیلہ حصول مباح کا جمع کرنا یا انہی
مباحون کی مدد سے اس مال کا بڑھانا جیسے چرانے سے مویشی کی نسل کا بڑھانا اور زمین کی اصلاح دریا کا پانی دینے سے زراعت کا اور
اسمین یہ شرط ہے کہ بعض لوگ بعض پر تنگی نکرین جس سے تمدن کا فساد لازم آئے لوگون کے مال کا معاوضہ سے بڑھانا ایک ایسی
چیز ہے کہ بجز اسکے شہر کے حال کا قائم رہنا یا تو ناممکن ہے یا دشوار ہے مثلاً ایک شخص ایک شہر سے دوسرے شہر مین تجارت کا
مال لاتا ہے اور ایک مدت معین تک اس مال کی حفاظت کرتا ہے اور ایک شخص اپنی کوشش وعمل سے دلالی کرتا ہے یا
کوئی شخص مال کے اندر ایک جدید اور پسندیدہ صفت پیدا کرتا ہے اور لوگون کے مال کی اصلاح کرتا ہے - پس اگر مال کا بڑھانا
اس ذریعہ سے ہو کہ اسمین لوگون کی معاونت کو دخل نہو جیسے قماربازی یا باہمی ایسی رضامندی سے ہو جسمین مجبور
ہونیکے معنی پائے جاتے ہون جیسے سود مین کیونکہ آدمی تنگدست ہو کر اپنے اوپر اس چیز کو لازم کرلیتا ہے جسکا ایفا
نہین کرسکتا اور اسکی رضامندی حقیقت مین رضامندی نہین ہے - پس یہ عقود اسباب صالحہ اور پسندیدہ عقود کے
قبیل سے نہین ہین بلکہ اصل حکمت مدنیہ کے اعتبار سے یہ عقود باطل و حرام ہین - اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
من احیی ارضا میتۃ فھی لہ - جو شخص کسی بنجر زمین کو بناوے پس وہ اسی کی ہے - مین کہتا ہون اسکی اصل وہ ہے
جسکی طرف ہم اشارہ کرچکے کہ سب خدا تعالی کا مال ہے اور فی الحقیقت اسمین کسی کا حق نہین ہے مگر چونکہ خدا تعالی نے
زمین اور زمین کی چیزون سے نفع حاصل کرنے کو مباح کیا ہے لہذا لوگونمین حرص پیدا ہوئی اور اسوقت مین یہ حکم دینا
مناسب ہوا کہ کوئی شخص جسنے بلا کسی کے ضرر پہونچائے ایک چیز پر قبضہ کرلیا ہے اس سے وہ چیز نہ چھینی جاوے اور جب
ایک شخص بنجر زمین کو جو شہرون اور نہ شہرون کے گرد ہے آباد کرے تو وہ شخص سب سے پیشتر اسکا قابض ہوا اور کسی کی
ضرر رسانی بھی اسنے نہین کی پس اس شخص سے اس زمین کو نکال لینا نامناسب ہے - اور تمام زمین فی الحقیقت بمنزلہ مسجد
یا رباط کے ہے جو مسافرون کے لیے وقف کیجاتی ہے اور سب مسافر لوگ رباط مین شریک ہین اور ہر مقدم کو اپنے
موخر پر تقدم ہے اور آدمی کے حق مین ملک کے معنی یہ ہین کہ بہ نسبت دوسرے کے انتفاع کے ساتھ وہ شخص سزاوار ہے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے عادی الارض للہ و رسولہ ثم ہی لکم منی - عادی زمین خدا اور اسکے رسول کے
لیے ہے پھر وہ میری طرف سے تمہارے لیے ہے - معلوم کرو کہ عادی زمین اس زمین کو کہتے ہین کہ جسکے باشندے ہلاک
ہوجاوین اور کوئی شخص دعوی اور مخاصمت اور اپنے مورث کے سبب سے پیشتر قبضہ کے ساتھ حجت کرنیوالا باقی نرہا ہو
پس ایسی حالت مین اس زمین سے بنی آدم کی ملکیت قطع ہوگئی اور وہ زمین خالص خدا تعالی کی ملک ہوگئی اور اسکا حکم
اس زمین کا سا ہوگیا جو کبھی آباد نہیں ہوئی - اسلیے کہ ملک کے معنی ہم بیان کرچکے ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
لا حمی الا للہ و رسولہ - کہ چراگاہ بجز خدا اور اسکے رسول کے کسی کی نہین - مین کہتا ہون چونکہ چراگاہ کے رکھانے مین
لوگون پر تنگی اور ظلم اور ضرر رسانی ہے لہذا اس سے نہی کی گئی ہے اور آپ اور آپکے اسباب مستثنی کیے گئے کہ خدا تعالی نے

آپکو میزان عدل عطا فرمائی تھی اور اس بات سے خدا تعالیٰ نے آپکو محفوظ کیا ہے کہ کوئی ناجائز بات آپسے صادر ہو
اور ہم بیان کر چکے ہین کہ جن امور کا مبنی احتمالات غالبہ پر ہوتا ہے اُنسے آپکی ذات مبارک مستثنیٰ ہوتی ہے اور
جن امور کا مبنی تہذیب نفس وغیرہ پر ہوتا ہے وہ امور آنحضرت صلعم اور آپکی امت پر برابر لازم ہوتے ہین اور آنحضرت
صلعم نے سیل مہزور مین یہ حکم دیا کہ جبتک ٹخنون تک پانی ہوپنچے روک لیا جاے پھر اوپر والا نیچے والے کو چھوڑدے
اور زبیر رضی اللہ عنہ کے مخاصمت کے قصہ مین یہ فیصلہ کیا کہ اے زبیر پہلے تو اپنی زمین کو پانی دے لے پھر اسکو
یہانتک روک لے کہ دیوارون کی جڑ تک آجاے پھر اپنے جار کے لیے چھوڑدے میں کہتا ہون کہ اصل اسمین یہ ہے
جب ایک مباح چیز مین لوگون کے حقوق بہ ترتیب متعلق ہوتے ہین لہذا واجب ہے کہ ہر شخص کے لیے جو کم از کم معتدبہ
فائدہ حاصل ہوسکے اُسکی مقدار مین بھی ترتیب کی رعایت کیجاے کیونکہ اگر قریب کو مقدم نہ کیا جائے تو اسپر
تحکم وضرر رسانی ہے اور اگر درجہ بدرجہ ہر شخص کامل طور سے فائدہ نہ حاصل کرے تو حق نہیں وصل ہوتا اس اصل کے
موافق اس حد تک پانی کے روکنے کا حکم دیا کہ ٹخنون تک آجاے اور ٹخنون تک اور جڑ دیوار تک قریب قریب ہے
کیونکہ وہ دیوار تک ہوپنچنے کی شروع حد ہے اور جبتک پانی ٹخنون سے نیچے ہے اسکو زمین جذب کرسکتی ہے اور
دیوارون تک نہیں ہوپنچ سکتا اور ایکمرتبہ آپنے ابیض بن حمال مازنی کو نمک جو مارب مین تھا عطا فرما دیا پھر
کسی نے آپسے عرض کیا آپ نے تو اُسکو بے انتہا مال عطا فرما دیا راوی کہتا ہے کہ آپنے پھر اُس سے واپس لے لیا مین کہتا ہون
بلاشک جو ایک کھلی ہوئی کان ہے اور اسمین بہت محنت کی حاجت نہیں ہے مسلمانون میں سے ایک شخص کے لیے
اُسکے عطا کرنیمین اُنکو ضرر رسانی اور تنگ کرنا ہے۔ اور آنحضرت صلعم سے کسی نے لقطہ کی نسبت دریافت کیا آپ نے
فرمایا اُسکی ظرف اور دہانہ بند کو شناخت کر پھر ایک برس تک اُسکی شناخت کرا پس اگر اُسکا مالک آجاے تب تو بہتر ہے
ورنہ تجھے اُسکا اختیار ہے پھر اُسنے عرض کیا کہ پھر گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے تو آپنے فرمایا کہ وہ تیری ہے یا تیرے
بھائی مسلمان کی ہے یا بھیڑیے کی ہے پھر اُسنے عرض کیا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے۔ آپنے فرمایا اُس سے
تجھکو کیا مطلب ہے اُسکے ساتھ اُسکی مشک اپنی پیٹھ اور اُسکے قدم ہین پانی پیئے گا اور درختون کو کھائیگا یہانتک
کہ اُسکو اُسکا مالک ملجائے۔ اور جابر نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہاتھ کی لکڑی اور کوڑے اور رسی وغیرہ کی اجازت
دی ہے کہ کوئی اُسکا اُٹھا کر نفع حاصل کرسکتا ہے۔ مین کہتا ہون کہ معلوم کر لقطہ کا حکم اسی کلیہ مذکورہ سے
ماخوذ ہے پس جن چیزون سے اُنکا مالک مستغنی ہو اور اُنکے گرجانے کے بعد وہ لوٹ کر نہ آوے یعنی حقیر چیز ہو تو
اُسکا ملک مین داخل کرلینا جائز ہے بشرطیکہ اس بات کا گمان غالب ہو کہ اُسکا مالک وہان موجود نہین ہے اور
لوٹ کر وہان واپس آسکتا ہے۔ کیونکہ وہ چیز خدا تعالےٰ کے ملک مین داخل ہوکر مباح ہوگئی۔ اور اگر کسیقدر قیمتی
چیز ہے جسکی انسان جستجو کرتا ہے اور اُسکی تلاش کرنے کو واپس جاتا ہے تو ایسی چیز کا اعلان کرنا ضروری ہے چنانچہ
ایسی چیزون کی شناخت کرانے اور اعلان کرنیکا دستور جاری ہے اُسوقت تک کہ اُسکے مالک کے واپس نہ آنے کا
گمان غالب ہوجائے اور گم شدہ بکری وغیرہ کا پکڑ لینا مستحب ہے کیونکہ اُسنے اگر اُسکو نہ پکڑا تو اُسکے ضائع ہونیکا احتمال ہے

اور لونڈی وغیرہ کا پکڑنا مکروہ ہے اور معلوم کرو کہ ہر مبادلہ مین چند باتین ضرور ہوتی ہین ایک تو عاقدین اور ایک عوضین
اور ایک وہ چیز جو عاقدین کے اس مبادلہ سے راضی ہونے پر ظاہری دلیل ہوتی ہے جو انکے منازعت کو قطع کرنیوالی اور معاملہ
عقد کو لازم کرنیوالی ہوتی ہے عاقدین مین یہ شرط ہے کہ وہ دونون آزاد عاقل و نفع و نقصان کے پہچاننے والے ہون اور
عقد کو بصیرت اور ثبات کے ساتھ کرنیوالے ہون اور عوضین مین شرط ہے کہ وہ دونون قابل انتفاع اور قابل رغبت
ہون اور لوگ اس قسم کے مال کیطرف حرص کرتے ہون اور وہ مال اُن چیزون سے نہو جو ہر شخص کے لیے مباح ہے اور نہ ایسا
مال ہو کہ لوگون کا اسمین قابل اعتبار فائدہ نہوتا ہو ورنہ وہ عقد اس قبیلہ سے ہوگا جسکو خدا تعالی نے اپنی مخلوق کے لیے
مقرر فرمایا ہے یا وہ عقد بیکار ہوگا یا اسمین کوئی ضمنی فائدہ کی رعایت ہوگی جسکا لحاظ ہر شخص کر نہین پایا جاتا اور منجملہ
مفاسد کے ایک فساد ہے کیونکہ اس عقد کا کرنیوالا اس بات کا امیدوار ہوتا ہے کہ جس چیز کا اسنے ارادہ کیا ہے وہ اسکو ملیگی
پس وہ شخص نا امیدی کے ساتھ سکوت کرتا ہے یا بالکل حق کے جو لوگون کے ساتھ متعلق ہوا ہو وہ شخص جھگڑا کرتا ہے اور جس
چیز سے عاقدین کی رضامندی معلوم ہوتی ہے اسمین یہ شرط ہے کہ وہ ظاہری امر ہو جس سے لوگون کے سامنے مواخذہ کرسکین
اور اُس شخص کو بلا حجت قائم کیے زیادتی کرنیکا موقع نہو اور اس باب مین زیادہ ظاہر چیز زبان سے تعبیر کرنا ہے اور ایسا ہی
لین دین کرنا جسمین شک باقی نرہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المتبایعان کل واحد منھما بالخیار علی صاحبہ مالم
یتفرقا الا بیع الخیار — بائع اور مشتری مین سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جبتک وہ دونون جدا ہون بجز بیع الخیار کے
مین کہتا ہون معلوم کرو کہ ایک ایسے امر کا ہونا ضروری ہے جو ہر ایک کے حق کو دوسرے کے حق سے جدا کرسکے اور بیع کے رد
کرنے مین ان دونون کے اختیار کو دور کرسکے اور اگر ایسا امر قاطع نپایا جاے تو ہر شخص دوسرے کو ضرر پہونچا سکتا ہے اور نیز
وہ شے جسکے قبضہ مین ہے اسمین اس خوف سے وہ تصرف نہین کرتا کہ دوسرا اُسکا اقالہ کرے اور اس جگہ ایک دوسرا امر ہے
یعنی وہ لفظ جس سے عاقدین کی اس عقد سے رضامندی اور اُنکا عزم معلوم ہو اور وہ قاطع یہ لفظ نہین ہوسکتا کیونکہ اس
قسم کے الفاظ ملاطفت اور قیمت کرتے وقت مستعمل ہوتے ہین اسلیے کہ جبتک ایک مقدار کے ساتھ یقینی ظاہر کیا جاوے
ان دونون کا راضی ہونا ممکن ہے اور نیز لوگون کی زبان ایسے وقت مین رغبت دلی کی صورت ہوتی ہے اور الفاظ
مین باہم فرق کرنے سے ہرج عظیم لازم آتا ہے اور ایسے ہی جائز نہین ہے داد و ستد کرنا ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنے مطلوب کے
لینے کی ضرورت ہوتی ہے اسلیے کہ اُس چیز کو دیکھنے اور اسمین تامل کرنے کے لیے خریدتا ہے اور ایک لینے کو دوسرے
لینے سے فرق کرنا آسان ہے اور یہ بھی جائز نہین کہ وہ قاطع پوشیدہ شے ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ زیادہ مدت مثلاً ایک روز
یا اُس سے زیادہ قاطع مقرر کیجاے کیونکہ بہت سی چیزون سے دن کے دن نفع لینا مطلوب ہوتا ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ
قاطع تفرق مجلس گردانا جاے کیونکہ اس بات کا دستور جاری ہے کہ عقد کے وقت عاقدین جمع ہوجاتے ہین اور اسکی
نرمی کے بعد جدا جدا ہوجاتے ہین اور اگر تمام عرب و عجم کے ہر قسم کے لوگون کا تفحص کیا جاے تو یہ بات معلوم ہوجائیگی کہ
اسمین اکثر تفرق کے بعد بیع کے رد کرنے کو جور و ظلم خیال کرتے ہین اور تفرق سے قبل یہ خیال نہین کرتے بازندایا مگر
جو شخص اپنی فطرت کو بدل ڈالے اور شرائع الہیہ کا نزول انھین احکام کے ساتھ ہوتا ہے جنکو نفوس عامہ و فقتاً قبول

کرلیتے ہین اور چونکہ بعض لوگ عقد کے بعد اس خیال سے کہ انکو اس عقد مین نفع ہوا ہے پوشیدہ طور پر چاہتے ہین
اوسکے دوسرے عاقد کے اقالہ کرنے کو ناگوار سمجھتے ہین اسمین چونکہ قلب موضوع لازم آتا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے اس سے
نہی فرمائی ولا یحل لہ ان یفارق صاحبہ خشیتہ ان یستقیلہ اسکو روا نہین ہے کہ اقالہ کے خوف سے اپنے ساتھی کو
چھوڑکر چلا جاوے پس ان دونون کو لازم ہے کہ وہ دونون اپنے حال پر قائم رہین اور ہر شخص دوسرے کے سامنے جدا ہو۔
معلوم کرو مثلاً اگر دس ہزار انسان ایک شہر مین جمع ہون تو سیاست مدنیہ کو انکے پیشون سے بحث ہوتی ہے پھر اگر
وہ لوگ کثرت سے صنائع اور سیاست بلدہ مین مشغول ہون اور اسمین سے تھوڑے لوگ مویشیون کے چرانے اور زراعت
کے پیشہ مین مشغول ہون تو دنیا کے اعتبار سے انکی حالت خراب ہو جائیگی اور اگر شراب اور بت بنانے کا پیشہ اختیار کرین
تو اسمین لوگون کو ان چیزون کے اس طور پر استعمال کرنے کی رغبت ہوگی جو انکے استعمال کا دستور ہے اور اسمین دین کے
اعتبار سے ان لوگون کی ہلاکت ہے اور اگر پیشون کے پیشہ ور وات پر اس دستور کے موافق تقسیم کیجاوے جو حکمت کا مقتضی ہے
اور جو لوگ برے پیشے کرتے ہین انکو اس سے روکا جاوے تو لوگون کی حالت درست ہو سکتی ہے اور اسی طرح شہرون کے
خراب ہونیکی یہ صورت ہے کہ رؤسا کو مکلف مکانات زیور اور لباس و مکانات وکھانے و حسین و جمیل عورتون کیطرف
رغبت دلائی جاوے اور علیٰ ہذا القیاس جتنی چیزین ان کے ضروریہ کے مقتضی ہین جنکے بغیر آدمی کو چارہ نہین ہے اور تمام
عرب و عجم کا اس پر اتفاق ہے ضروری ہین پھر اسوقت بہت سے لوگ ایسے پیشے اختیار کرین جنسے رؤسا کی خواہشین
پوری ہون مثلاً ایک قوم لڑکیون کو ناچنا گانا اور حرکات متناسبہ لذیذہ کے سکھانے کیطرف متوجہ ہو اور کچھ لوگ کپڑے کے
اندر قسم قسم کے خوش رنگ اور طرح طرح کے حیوانات اور درختون کی صورتین اور عجیب عجیب نقش و نگار بنانے کیطرف
متوجہ ہون اور کچھ لوگ سونے اور قیمتی جواہرات مین عجیب غریب صنعتین نکالنے کیطرف متوجہ ہون اور کچھ لوگ بلند بلند
مکان بنانے اور انکے نقش و نگار کرنیکا پیشہ اختیار کرین پس جب لوگون کی ایک جماعت کثیر ان پیشون کیطرف متوجہ
ہوگی تو ضرور ہے کہ اسیقدر زراعت و تجارت لوگون سے متروک ہو جاویگی اور جب شہر کے لوگ ان باتون مین نقد صرف کرینگے
تو اسیقدر شہر کی مصلحتون مین کوتاہی ہوگی اسکا انجام یہ ہوگا کہ جو لوگ ضروری پیشے کرتے ہین انکو اسمین دقت ہوگی بسبب
ٹکس مقرر ہونیکے یعنی کاشتکار و تجار و اہل صنعت لوگون کو اور اسمین شہر کے لیے ضرر ہے جو اسکے ایک جز سے دوسرے
جزو تک متعدی ہوکر تمام شہر کو وہ ضرر عام ہو جائیگا جسطرح کتے کا ضرر اس شخص کے بدن مین اثر کر جاتا ہے جسکو کتا
کاٹتا ہے یہ جسقدر ہمنے بیان کیا دنیا کے اعتبار سے انکو ضرر پہونچنے کا بیان ہے اور کمال اخروی کیطرف پہونچنے مین
جو انکو ضرر پہونچتا ہے وہ مستغنی عن البیان ہے اور یہ مرض عجم کے ملک مین بکثرت پھیلا ہوا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین اس بات کا القا فرمایا کہ اس مرض کا مادہ بالکل قطع کرکے اسکا علاج کیا جاوے پھر آنحضرت صلعم
نے ان چیزون کے غالب انتشار کیطرف ملاحظہ فرمایا۔

بیع کے ان اقسام کا بیان جن سے شرع مین ممانعت کی گئی ہے

معلوم کرو کہ جو شرع مین حرام اور باطل ہے اسلیے کہ وہ فی الحقیقت لوگون سے مال کا چھین لینا ہے اور اسکا منشا تباع

جہل و حرص و آرزوے باطل و فریب پر ہے یہ باتین اُس شخص کو شرطون پر آمادہ کرتی ہین اور اُسکو تمدن و تعاون مین کچھ
دخل نہین ہے اور جس شخص کو نقصان پہونچا ہے اُس شخص کا سکوت غصہ و ناامیدی کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر وہ شخص کلام
کرے تو اسکی مخاصمت ایسی چیز مین پائی جاتی ہے جو اُسنے خود اپنی ذات پر لازم کی ہے اور قصداً اُسمین پڑا ہے اور دوسرے
شخص کو اُسکا مزہ پڑ جاتا ہے اور تھوڑے سے بہت کیطرف اُسکی خواہش پیدا ہوتی ہے اور بوجہ حرص کے وہ عیب اُس سے
نہین ترک ہوتا اور تھوڑی سی دیر مین اُسکو بھی ضرر پہونچ جاتا ہے اور جوے کی عادت ڈالنے مین مال کا خراب کرنا اور
جھگڑون کا پیدا کرنا اور تدابیر مطلوبہ کا ترک کرنا اور معاونت سے جو تمدن کا دارمدار ہے اعراض کرنا ہے اور معاینہ کے
بعد ہمارے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہین ہے کہین تمنے جواریون کو ان باتوں سے خالی نہ دیکھا ہوگا اور اسیطرح سود ہے
اور وہ اس سے عبارت ہے کہ مقروض نے جتنا قرضہ لیا ہے اُس سے زیادہ یا بہتر کو ادا کرے یہ حرام باطل ہے اسلیئے کہ تمام مقروضونکا
یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کا قرضہ اپنی حاجت اور پریشانی کی وجہ سے لے تو لیتے ہین لیکن جس وقت عدۂ اُسکا ایفا نکرنے سے دو چند
سہ چند ہوتا چلا جاتا ہے کہ اُس سے خلاصی بھی ممکن ہی نہین اور اسمین منافشات عظیمہ اور خصومات عامہ کا مظنہ ہے
اور جبکہ مال کے بڑھانیکا اسطرح طریقہ و رسم ہوجاویگا تو اسکی وجہ سے کھیتیان اور تمام صنعتین متروک ہو جاوینگی جو تمام
پیشون کی جڑ ہین اور سود سے زیادہ تمام عقود مین کوئی ایسا عقد نہین ہے جو خصومت اور برائی مین اوس سے زیادہ ہو
اور یہ دونون پیشے بمنزلہ سکر کے ہین کہ جو کمانے کے طریقے خداتعالے نے اپنے بندون کے لیئے مشروع فرمائے ہین اُنکے بیچ کو
یہ قطع کرتے ہین اور ان دونو مین برائی اور نزاع ہوتا ہے اور ایسے امور مین شارع کو اختیار ہوتا ہے یا تو اُنکے لیے
کوئی حد مقرر فرماوے اور اُس حد سے کم مقدار مین رخصت عطا فرماوے اور اُس حد سے زیادہ مین نہی کی تغلیظ یا بالکل
اُس سے منع فرماوے اور جوے و سود کی عرب مین عادت تھی اور انکے سبب سے بےانتہا قصے و جھگڑے پیدا ہوتے تھے
اور ان دونو مین تھوڑے سے بہت ہوجاتا تھا پس اس سے زیادہ مناسب و سزاوار کوئی صورت نہ تھی کہ اُنمین برائی او
فساد کے حکم کی پورے طور پر رعایت کیجاے اور اُسکو برقرار رکھا جاوے لہذا اُن دونون سے بالکل نہی فرمائی جاوے
اور معلوم کرنا چاہیے کہ سود کی دو قسمین ہین ایک تو سود حقیقی دوسرے وہ جو حقیقی پر محمول ہے سود حقیقی تو قرض مین
ہوتا ہے اور ہم اس بات کو بیان کر چکے ہین کہ اسمین معاملات کے موضوع کا بدلنا ہے اور ایام جاہلیت مین لوگ اُسکے
نہایت منہمک ہورہے تھے اور اُسکے سبب سے بڑی بڑی لڑائیان پھیل گئی تھین اور جہان کسی نے تھوڑا سا سود سے کیا
پھر اُسکو بہت کی خواہش ہوتی تھی لہذا اُس دروازہ کا بالکل بند کرنا واجبات سے ہوا اسلیئے قرآن مین اُسکے باب مین
جو کچھ نازل ہوا ہے نازل ہوا اور دوسری قسم کا سود یہ ہے کہ خرید و فروخت مین زیادتی کے ساتھ مین لین دین ہو اور اسکی
حجت یہ حدیث ہے الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح
مثلاً بمثل سواء بسواء یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید یعنی خرید و فروخت ہو سونے کو
ساتھ سونے کے اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گیہون کو گیہون کے ساتھ اور جو کو جو کے ساتھ اور چھوارے کو چھوارے سے اور
نمک کو نمک سے مثل کو مثل کے ساتھ برابر برابر دست بدست اور پھر یہ جنسین مختلف ہون تو جیسے چاہو فروخت کرو

تخفیف کا لحاظ کیا ہے مثلاً مجلس عقد مین تقابض البدلین کا ضروری ہونا۔ وغیرہ۔ اور اسلیے کہ حدیث شریف مین طعام کا
لفظ بھی وارد ہوا ہے اور طعام کے عرف مین دو معنی آتے ہین ایک تو طعام صرف گیہون کو کہتے ہین اور وہ یہان مراد نہین
ہو سکتا اور دوسرے مطلقاً اُس چیز کو طعام کہتے ہین جو قوت کے لیے جمع کیا جاے یہی سبب ہے کہ طعام کا لفظ میوہ جات
اور مسالحے کے مقابل آتا ہے اور مجلس عقد مین تقابض کے واجب کرنے کے دو سبب ہین ایک تو یہ کہ طعام و نقد کیطرف
سب چیزون سے زیادہ حاجت ہے اور سب چیزون سے زیادہ انکا لین دین ہے اور ان دونون سے نفع جب ہی حاصل
ہو سکتا ہے جب انکو موجود سے معدوم اور ملک سے باہر کیا جاے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قبضہ کرتے وقت
خصومت پیش ہوتی ہے اور بدل ہو سکتا ہے اور یہ سب جھگڑا وہین زیادہ قباحت پر مشتمل ہے لہذا ضروری ہوا کہ بالطبع
اس باب کو مسدود کیا جاے کہ عاقدین اُسوقت جدا ہوان کہ جب دونون کے پاس ثمن و مبیع پہنچ جاے اور اُن
دونون مین کوئی قصہ باقی نرہے اور شارع نے جو قبل از استیفا غلہ کے بیع سے منع فرمایا ہے اُسکی علت بھی یہی ہے
اور چاندی کو سونے سے بدلنے مین جو یہ فرمایا ہے مالم تتفرقا و بینکما شئ اُسکی وجہ بھی یہی ہے کہ جبتک تم دونون
جدا ہوا اور تم دونون مین کچھ بات باقی ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ایکطرف نقد ہے اور ایکطرف غلہ وغیرہ ہے
اُسوقت مین تو نقد اُس شے کے طلب کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ نقد ہونیکا مقتضی یہی ہے پس مناسب ہے کہ اس
چیز کے لینے سے پہلے اُسکو دیا جاے اور جب دونون طرف نقد یا غلہ ہو تو اُسوقت مین ایک کو پہلے دینے کا حکم تحکم
قرار پائیگا اور اگر جانبین مین عوض و معوض کے ادا کرنے کا حکم نہ دیا جاے تو وہ قرض کے ساتھ بیع ہوگی اور
بسا اوقات بائع یا مشتری اُس شے کے پہلے دینے سے بخل کرتا ہے لہذا عدل کا یہ مقتضی ہوا کہ اُن دونوا اختلاف کو قطع
کیا جاے اور اُن دونون کو اس بات کا حکم دیا جاے کہ جبتک تقابض نکرلین جدا نہون اور غلہ اور نقد کو اسلیے خاص کیا
کہ یہ دونون تمام اموال کے اصل الاصول ہیں اور سب سے زیادہ انکا لین دین رہتا ہے اور اُن دونون کے ہلاک کرنے
کے بعد انسان انسے نفع اٹھا سکتا ہے لہذا اگر ان دونون کے لین دین مین قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہونے کا
حکم دیا جاے تو حرج عظیم لازم آتا ہے اور شب و روز کا نزاع پیدا ہوتا ہے اور دونون مین اس بات کے منع کرنے سے
معاملہ کی وقت پورے طور پر وقع ہوتی ہے اور معلوم کرو کہ اس قسم کا حکم دینے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ
لوگون مین اُسکا دستور جاری نہو اور اس قسم کے لوگ عادی نہون یہ مقصود نہین ہوتا کہ بالکل اس قسم کے معاملہ کا
وقوع نہ پایا جاے اسلیے آنحضرت صلعم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا بع التمر ببیع آخر ثم اشتر بہ۔ چھوارون کو دوسری
بیع سے فروخت کر پھر اس بیع سے خریدلے اور معلوم کرو کہ بیع کے بعض اقسام ایسے ہین جن مین قمار کے معنی پائے جاتے ہین اور اہل جاہلیت باہم انکی
خرید و فروخت کیا کرتے تھے لہذا آپنے اس بیع سے منع فرمایا انہین سے بیع مزابنہ ہے کہ کوئی شخص چھوارے کے سو فرق الا رطل کا ایک عذق
بے درخت کا پھل خریدنے اور انہین سے بیع محاقلہ ہے اسکی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص کھیتی کو سو تکرون گیہون کے عوض فروخت کرے مگر عرایا
آپنے اندازہ کرکے چھوارون کیساتھ بشرطیکہ وہ پھل پانچ وسق سے کم ہون انکی بیع کو درست فرمایا ہے اور عرایا ان خوشون کا نام ہے کہ جو فقرا کو
ہبہ کیے جاتے ہین اسلیے آنحضرت صلعم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اتنی مقدار پر لوگ قمار کا قصد نہین کرتے بلکہ حاجتمند ہین تو چھوارے

کہا گئیں اور پانچ وسق زکوٰۃ کا نصاب ہیں۔ کہ جسکو ایک کنبہ سال بھر تک کھا سکتا ہے۔ اور از انجملہ یہ صورت تھی کہ مثلاً چھوارون کا ایک انبار ہے جسکا وزن
معلوم نہیں ہے وہ اُن چھوارون کے ساتھ فروخت کئے جائیں جنکا وزن معلوم ہے اور از انجملہ بیع ملامسہ ہے اسکی یہ صورت ہے
کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا چھولے تو بیع ثابت ہو جاے اور ایک منابذہ ہے اُسکی یہ صورت ہے کہ بغیر دیکھے بھالے
ایک شخص اپنا کپڑا پھینک دے تو بیع ہو جاے اور از انجملہ بیع الحصاۃ ہے یعنی کنکری کے پھینکنے سے بیع ہو جاے ہیں
بیع کے ان سب اقسام میں قمار کے معنی اور موضوع معاملہ کا بدلنا لازم آتا ہے اسلیے کہ معاملہ سے مقصود دیکھ بھالکر
اسپر استقلال کے ساتھ اپنی حاجت کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ اور بیع العربان سے بھی آپنے منع فرمایا ہے اسکی یہ صورت ہے
کہ مشتری بائع کو کچھ ثمن بیعانہ کے طور پر دیدے اور یہ مقرر ہو جاے کہ اگر مین بیع کو خرید ونگا تب تو یہ اُسکی قیمت
مین مجرا ہو جائیگا ورنہ بلا عوض یہ تمہارا رہا اور اسمین بھی قمار کے معنی پائے جاتے ہین اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کسی نے تازہ چھوارون کو خشک چھوارون کے ساتھ خریدنے کی نسبت دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ کیا خشک ہو جانیکے بعد
یہ کچھ کم ہو جاتے ہین سائل نے عرض کیا ہان تو آپ نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ مین کہتا ہون اُسکی وجہ یہ ہے
کہ اسمین بھی ایک قسم کے قمار اور سود ہونے کا احتمال ہے کیونکہ ایک شے کی تمامی کا حال معتبر ہوتا ہے اور انحضرت صلعم
نے فرمایا ہے کہ وہ دانہ جسمین سفیدی اور خوشہ ہے ہون فروخت نہ کیا جاے یہانتک کہ اُسکو جدا جدا کیا جاے۔ مین کہتا ہون
اسکی یہ وجہ ہے کہ اسمین ایک قسم کا جوا ہے اور احد العاقدین کے فریب کھانے کا احتمال ہے یا تو غصہ کھا کر سکوت
کریگا یا غیر حق مین نزاع کریگا اور جاننا چاہیے کہ انحضرت صلعم عرب کے ابتدائیے وقت مین مبعوث ہوے کہ اُنکے اندر
معاملات اور خرید و فروخت پائی جاتی تھی لہذا خدا تعالے نے انحضرت صلعم کے پاس بعض معاملات و بیوع کے
جواز کے اور بعض کے مکروہ ہونے کی طرف وحی نازل فرمائی اور کراہت کا مدار چند چیزون پر ہوتا ہے از انجملہ یہ ہے
کہ وہ اس قسم کی چیز ہے جو عادت کے اعتبار سے وہ چیز معصیت پر مشتمل ہوتی ہے یا لوگون کو اُس چیز سے جس قسم کا
تمتع حاصل کرنا مقصود ہے وہ ایک قسم کی معصیت ہوتا ہے مثلاً شراب و بت و تنبورہ وغیرہ ہے پس ان چیزون کی
بیع کا دستور جاری کرنے اور اُنکے بنانے مین ان معاصی کا ظاہر کرنا اور لوگون کو اُن معاصی پر آمادہ کرنا اور ترغیب
کرنا ہے اور ان چیزون کی بیع و شراء کرنا اور انکا گھر مین رکھنا حرام کیا جاے تو اُن معاصی کو دور کرنا اور لوگون کو
اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ ان چیزون سے اجتناب کرین رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان اللہ ورسولہ
حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام۔ خدا تعالے اور اُسکے رسول نے شراب اور مردار اور سور اور بتون کا
فروخت حرام کیا ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے ان اللہ اذا حرم شیئا حرم ثمنہ۔ خدا تعالے نے جس چیز کو حرام کیا
تو اُسکے ثمن کو بھی حرام کیا یعنی جب ایک چیز سے نفع اُٹھانے کا طریق متعین ہے مثلاً شراب صرف پینے کے لیے اور
بت صرف پرستش کے لیے بنائے جاتے ہین پس خدا تعالے نے اُس چیز کو حرام کیا ہے اسلیے حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہوا
کہ اُنکی بیع بھی حرام کیجاے اور نیز آپنے فرمایا ہے مہر البغی خبیث۔ اجرت زنا کی خبیث ہے اور انحضرت صلعم
نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا ہے اور انحضرت صلعم نے مغنیہ کے کسب سے نہی فرمائی ہے۔ مین کہتا ہون جس

مال کے حاصل کرنے مین گناہ کی آمیزش ہوتی ہے اُس مال سے بدو وجہ نفع حاصل کرنا حرام ہے ایک تو یہ کہ اس مال کے
حرام کرنے اور اس سے انتفاع نہ حاصل کرنے مین معصیت سے باز رکھنا ہے۔ اور اُس قسم کے معاملہ کے دستور جاری کرنے مین
فساد کا جاری کرنا اور لوگون کو اُس گناہ پر آمادہ کرنا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگون کی دانست مین اُس امر کی سمجھ جو
ثمن مبیع سے پیدا ہوتا ہے لہذا ملا اعلیٰ مین اُس ثمن کے لیے ایک وجود تشبیہی ہوتا ہے گویا کہ وہ خود مبیع ہے اور
اسیطرح اجرت کے لیے ایک وجود تشبیہی ہوتا ہے پس اُس مبیع اور اس عمل کی نجاست اُنکے علوم مین اُس ثمن اور
اُس اجرت کے اندر سرایت کرجاتی ہے اور لوگون کے نفوس مین بھی اُس صورت علمیہ کا اثر ہوتا ہے اور آپ نے
شراب کے باب مین اُسکے نچوڑنیوالے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور لیجانیوالے اور جسکے پاس لیجاتا ہے سب پر
لعنت کی ہے۔ مین کہتا ہون معصیت کی اعانت کرنا اور اُسکا پھیلانا اور لوگون کو اُسکی طرف متوجہ کرنا بھی معصیت
اور زمین مین فساد برپا کرنا ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ نجاست کے ساتھ اختلاط کرنے مین مثل مردار وخون وگوبر و
پاخانہ وغیرہ کے نہایت قباحت اور خدا تعالے کی ناخوشی ہے اور اُسکے سبب سے شیاطین کے ساتھ مناسبت پیدا
ہوتی ہے اور پاکیزگی اور نجاستون سے اجتناب کرنا ان اصل مین داخل ہے جنکے قائم کرنیکے لیے آنحضرت صلعم کو
بھیجا گیا ہے اور جنکے سبب سے ملائکہ کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے اور پاکیزہ لوگون کو خدا تعالے پسند
فرماتا ہے اور چونکہ اسقدر مخالطت مباح کیے بغیر بھی چارہ نہین ہے اسلیے کہ بالکل اس باب کے مسدود کرنے مین
لوگون پر نہایت دقت ہے لہذا اسیقدر ضروری ہوا کہ ان ناپاک چیزون کے اختلاط کے ساتھ مشغلہ اختیار
کرنے اور اُنکی تجارت کرنے سے نہی فرمائی جاوے اور جو ایسے لغو وبیہودہ کام ہین جنسے حیا کیجاتی ہو اُنکو بھی
نجاست کا حکم ہے جیسے گاین کرانا اور اسی لیے آپنے مُردار کے بیع کو حرام کیا اور پچھنے لگانے کے پیشہ سے نہی فرمائی اور پھر
آپنے یہ فرمایا ہے اطعمہ ناضحک یعنی جو اجرت ہو اپنے اونٹ کو کھلادے اور گاین کرانیکی اجرت سے نہی فرمائی ہے اور ایک روایت مین [illegible]
کرنے کا لفظ آیا ہے اور اگر بلا شرط کیے اُسکو کچھ دیدیا جاوے جسکے پاس گاین کرنیکا جانور ہے تو آپ نے اُس تحفہ کی اجازت
فرمائی ہے اور منجملہ اسباب کراہت کے یہ ہے کہ عاقدین مین عوضین کے اہتمام کے سبب سے نفع منازعت ہو یا وہ عقد دو عقدون
مین سے ایک عقد ہو یا بغیر دیکھے مبیع کے رضا کا پایا جانا ممکن نہو اور مبیع کو اُسنے نہ دیکھا یا بیع کے اندر کچھ ایسی شرط
لگائی جاوے جس سے آیندہ کو حجت ونزاع کرنیکا موقع ہو اور آنحضرت صلعم نے مضامین اور ملاقیح کے بیع سے منع فرمایا ہے۔
مضامین اُسکا نام ہے جو نر کی پشت مین اور ملاقیح جو مادہ کی شکم مین ہین اور بچے کے بچے کی بیع اور قرض کے ساتھ بیع کرنے
اور ایک بیع مین دو بیع کرنے سے منع کیا ہے مثلاً ایک چیز کو باینطور فروخت کرے کہ اگر نقد لیتا ہے تو ایک ہزار کو اور اگر
قرض لیتا ہے تو دو ہزار کو کیونکہ ایسی صورت مین عقد کیوقت ان دو امر مین سے کسی امر کی تعین نہین پائی جاتی ہے اور
بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ اُسکی یہ صورت ہے کہ مشتری بائع سے یون کہے کہ میرے ہاتھ اس چیز کو بعوض ہزار روپیہ کے
فروخت کر بشرطیکہ فلان چیز کو اتنی قیمت سے فروخت کرے اور ایسی شرط سے کہ شرط کرنیوالا عقد کے بعد اُسکے ساتھ
حجت بکرار کے مخاصمت کرسکتا ہے اور ازانجملہ ایک صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے شرط کرے کہ اگر تو اس مبیع کو [illegible]

کرے تو میں اُسکے خریدنے کا مقدار ہوں - اور حضرت عمرؓ نے ایسی بیع میں یہ فرمایا ہے لا تحل لک سیر سے لیے حلال نہیں ہے
اور اگر کسی اور کے لیے یہ شرط کرے تو وہ بھی اُسی قبیل سے ہے اور آنحضرت صلعم نے بیع میں سے کسی چیز کے مستثنیٰ کرنے سے
جبتک معلوم نہو نہی فرمائی ہے مثلاً کوئی شخص کسی پیڑ کے دس ٹوکرے فروخت کرے اور بلا تعین اسمین سے کچھ مستثنیٰ کرلے
کیونکہ اُسکے اندر جہالت پائی جاتی ہے جو منازعت کا منشاء ہے اور جہالت سے بیع فاسد نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے امور
بیع میں مجہول چھوڑ دیے جاتے ہیں اور اگر تمام امور کی تفصیل کیجائے تو اسمین حرج عظیم ہے بلکہ وہ جہالت بیع کو فاسد کرتی ہے
جسکا انجام منازعت ہو اور از انجملہ یہ ہے کہ اس بیع سے کوئی دوسرا معاملہ مقصود ہو کہ وہ بائع یا مشتری بیع کے ضمن میں
یا اُسکے ساتھ اس معاملہ کا امیدوار ہو اسلیے کہ اگر وہ مقصود حاصل نہو تو اُسکو وہ نہ طلب کر سکتا ہے نہ سکوت کر سکتا ہے
اور ایسی بات خواہ نخواہ ناحق خصومت کا باعث ہوتی ہے اور قاضی اُسمین پورا پورا فیصلہ نہین کر سکتا اور آنحضرت صلعم
فرمایا ہے لا یحل بیع وسلف ولا شرطان فی بیع مثل ان یقول بعت ہذا علی ان تقرضنی کذا - یہ درست نہیں
کہ بیع بھی ہو اور قرض بھی اور نہ دو شرطین ایک بیع میں درست ہیں مثلاً یون کہے کہ اس چیز کو تیرے پاس اس شرط پر فروخت کیا کہ تو مجھے
اسقدر روپیہ قرض دے اور دو شرطون کے معنی یہ ہین کہ ایک تو حق بیع کا شرط کرنا اور ایک کسی خارجی چیز کا شرط کرنا مثلاً
یہ شرط لگائی کہ مجھکو فلان چیز ہبہ کر دینا یا فلان شخص سے میری سفارش کر دینا یا اگر تو کبھی اس چیز کو فروخت کرے تو
میرے ہی ہاتھ فروخت کرنا وعلی ہذا القیاس پس ان سب صورتون مین ایک عقد کے اندر دو شرطین پائی گئین اور منجملہ اسباب
کراہت کے یہ ہے کہ عاقد کے ہاتھ سے تسلیم نہ پائی جائے مثلاً مبیع ایسی چیز ہے جو بائع کے پاس موجود نہین ہے بلکہ وہ کسی
دوسرے شخص پر اُسکا حق ہے یا وہ ایسی چیز ہے کہ جبتک وہ شخص اپنے مقدمہ کو قاضی کے ہان پیش نکرے یا بینہ قائم نکرے
یا اُسکے ملنے کے طریقہ مین کوشش نکرے یا اُسپر قبضہ نکرے اور اُسکی ناپ تول نکرالے جبتک وہ چیز اُسکو نہیں مل سکتی اسلیے
کہ اسمین ایک قضیہ کے اندر دوسرے قضیہ کے پیدا ہونے یا فریب کے پائے جانے اور مقصود کے حاصل نہونے کا احتمال ہے اور جو چیز
تیرے پاس موجود نہین ہے تو تجھکو اس بھروسہ پر نہ رہنا چاہیے کہ تیری کوشش سے تجھکو وصول ہو جاویگی اور بسا اوقات مشتری
بائع سے مبیع پر قبضہ کرنیکا مطالبہ کرتا ہے اور وہ مبیع اسکے پاس موجود نہین ہوتی تو وہ بائع اُس شخص سے اُس چیز کا مطالبہ
کرتا ہے جسپر اُسکا حق ثابت ہوتا ہے یا جنگل کو شکار کرنے جاتا ہے یا بازار مین خریدنے کا قصد کرتا ہے یا اپنے کسی دوست
سے جو اُسکو میسر ہو طلب کرتا پھرتا ہے اور اسمین بڑے جھگڑے اور فتنون کا پیدا ہونا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
لا تبع ما لیس عندک - جو چیز تیرے پاس موجود نہین ہے اُسکو فروخت مت کرو اور بیع الغرر سے بھی آپ نے نہی فرمائی ہے
اُسکی یہ صورت ہے کہ اسمین مبیع کے موجود ہونے یا نہونے اور ملنے و نہ ملنے کا یقین نہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا من ابتاع
طعاماً فلا یبیعہ حتی یستوفیہ - جو شخص غلہ کو خریدے تو جبتک اُسپر قبضہ نکرے اُسکو فروخت نکرے بعض کے نزدیک یہ حکم
غلہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اموال کے جملہ اقسام مین غلہ کا لین دین اور اسمین حاجت زیادہ ہے اور جبتک اُسکو
ہلاک نکیا جاوے انسان اُس سے منتفع نہین ہو سکتا اور جبتک مشتری نے اُسپر قبضہ نہین کیا ہے تو بسا اوقات بائع کا
اسمین تصرف کرنے اور قضیہ کے اندر قضیہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض کے نزدیک تمام منقولات مین یہ حکم جاری ہے

کیونکہ سب مین تغیر و نقصان کے پیدا ہونے اور خصومت کے پائے جانے کا احتمال ہے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین
کہ مین ہر چیز کو مثل غلہ کے سمجھتا ہون اور ہمنے جو علت بیان کی ہے اُسکے لحاظ سے یہ قول قریب قیاس ہے اور انمنجملہ
کراہت کی صورت ایک یہ ہے جسمین اُن منازعات کے پیدا ہونے کا احتمال ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین تھے
اور اُنکو انمین منافشات کا احتمال غالب معلوم ہوا ہے جیسے زید بن ثابت نے بیان کیا ہے کہ جب پھلون کو کسی قسم کی
عارض ہوا کرتی تھی تو خریدنیوالے بعد کو نزاع کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ پھل گلگیا وغیرہ لہذا آنحضرت صلعم نے
پھلون کی بیع سے جبتک اُنکا سالم رہنا ظاہر ہو جاے منع فرمایا ہے مگر جس صورت مین فی الحال درختون سے پھل کا توڑ لینا شرط
کرلیا جاے اسیطرح غلہ کے بال سے جبتک کہ پختہ ہو کر سفید اور آفت سے محفوظ نہ ہوجاے اُسکے بیع سے منع فرمایا ہے
اور فرمایا ہے کہ دیکھو تو اگر خدا تعالے اُس پھل کو روک دے تو تم مین سے کوئی شخص کس چیز کے بدلہ اپنے بھائی کا مال لیگا
یعنی اسمین دھوکہ ہے کیونکہ ایسے وقت مین مبیع کے ہلاک ہونیکا خطرہ ہے پس بائع کو مبیع میسر ہوسکیگا اور ثمن اُسکے
ذمہ لازم ہوجائیگا اور اسیطرح برسون کے لیے ٹھیکہ دینا منع ہے اور انمنجملہ یہ ہے کہ اُسمین شہر کے انتظام مین نقصان آتا ہو
اور بعض کو بعض سے ضرر پہونچتا ہو ایسی چیز کو دور کرنا اور لوگون کو اُس سے روکنا واجب ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
لا تلقوا الرکبان لبیع ولا یبع بعضکم علی بیع ولا یسم الرجل علی سوم اخیه ولا تناجشوا ولا یبع حاضر لباد
بیع کے لیے تلقی رکبان مت کرو اور نہ تم مین سے بیع پر بیع کرین اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت کرنے وقت قیمت کرے
اور نہ نجش کرو اور نہ کوئی شہری قریہ والے کے لیے فروخت کرے ۔ مین کہتا ہون کہ تلقی رکبان کی تو یہ صورت ہے کہ جب
باہر سے سوداگر تجارت کا مال بھر کر لاوین اور شہر مین داخل ہونے اور نرخ معلوم کرنے سے پیشتر کوئی شخص باہر ہی باہر
اُنسے ملکر شہر کے نرخ کے اعتبار سے ارزانی کے ساتھ وہ مال اُنسے خریدلے اور اسمین بائع کا بھی ضرر اور عامہ لوگون کا بھی
ضرر ہے بائع کا تو یہ ضرر ہے کہ اگر وہ بازار مین آتا تو کسیقدر گرانی کے ساتھ فروخت کرتا لہذا اس بیع مین اگر بائع کو اپنے
ضرر پر آگاہی ہوجاے تو اُسکو بیع کے رد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے ۔ اور عامہ لوگون کا یہ ضرر ہے کہ اس تجارت مین
سب شہر والون کا حق متعلق ہوگیا ہے اور مصلحت مدنیہ کا مقتضی یہ ہے کہ جسکو جسقدر ضرورت ہے اُسیقدر بترتیب
اُسکو مقدم کیا جاے اور اگر حاجت مین برابر ہون تو اُنمین برابری کیجاے یا قرعہ اندازی کیجاے ۔ پس لاہی بالا ایک
شخص کو بلا ترجیح اُس مال کے لے لینے مین ایک قسم کا ظلم ہے مگر شہر والون کو اس بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہین ہے
کیونکہ اس شخص نے اُن لوگون کے مال کا کچھ نقصان نہین کیا اُسنے صرف یہ کیا ہے کہ جس چیز کی اُنکو امید تھی وہ چیز اُسنے
اُنسے روک لی ۔ اور بیع پر بیع کرنیمین اپنے ساتھ کے تاجرون کا تنگ کرنا اور اُنکے ساتھ بدمعاملگی ہے اور بائع اول کا حق
متوجہ ہوچکا ہے اور اُسکے رزق کی صورت نکل آئی ہے اُس صورت کا بگاڑنا اور اُسکے معاملہ مین دخل دینا ایک قسم کا ظلم
ہے اور اسیطرح دوسرے شخص کے قیمت لگاتے وقت قیمت لگانے مین خریدارون کو تنگ کرنا اُنکے ساتھ بدمعاملگی ہے
اور بہت سے منافشات اور عداوتین ان دو باتون سے پیدا ہوتی ہین اور نجش اُسکو کہتے ہین کہ بلا قصد خرید مبیع کے
مشتریون کو فریب مین ڈالنے کے لیے قیمت بڑھا دینا ۔ اور اسمین جسقدر ضرر ہے ظاہر ہے اور بیع شہر والے کی گاؤن والے

کیلیے اُسکی یہ صورت ہے کہ گانون والا اپنے مال کو لاد کر شہر کیطرف اہل ادیہے کہ اُسی دکتی نرخ سے بیچے لائے تیں کے
پاس شہر والا آدے اور کہے کہ اپنے مال کو میرے پاس چھوڑ دے یہانتک کہ اسکو کچھ دنون روک کر بنرخ گران فروخت کرونگا
اور اگر گانون والا خود اُسکو فروخت کرتا تو بنرخ ارزان فروخت کرتا اور نفع شہر کا اسمین ظاہر ہے اور اُسکو بھی نفع ہوتا
اسلیے کہ تاجرون کے نفع اُٹھانے کی دو صورتین ہین ایک صورت یہ ہے کہ کچھ دنون روک کے اپنے مال کو بنرخ گران
فروخت کرین اُن لوگون کے ہاتھ جنکو اُس مال کی نہایت حاجت ہے اور حاجت کے مقابلہ مین جو کچھ قیمت وہ دیتے ہین
وہ اُنکو کم معلوم ہوتی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ تھوڑا سا نفع لیکر اُس مال کو فروخت کرین اور پھر جلدی تجارت کا
اور مال لاکر اسمین بھی نفع اُٹھاوین وعلیٰ ہذا القیاس اور یہ انتفاع شہر کی مصلحت کے ساتھ مناسب تر اور برکت کما حقہ باعث
اکثر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احتکر فہو خاطئ جو تجارت کے مال کو روکے پس وہ گنہگار ہے اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے الجالب مرزوق والمحتکر ملعون - لانیوالا مرزوق ہے اور روکنے والا ملعون - میرے نزدیک اسکی
یہ وجہ ہے کہ بامید نفع کے اور باوجود حاجت اہل شہر کے اُسکی طرف صرف گرانی نرخ اور زیادتی ثمن کے اعتبار سے روکنا
مال کا شہر والون کے حق مین ضرر اور بدنظمی شہر کا سبب ہے۔ واز انجملہ یہ ہے کہ مشتری کو اسمین فریب دیا ہو رسول خدا
صلعم نے فرمایا ہے لاتصروا الابل والغنم فمن ابتاعہا بعد ذلک فہو بخیر النظرین بعد ان یحلبہا ان رضیہا
امسکہا وان سخطہا ردہا وصاعًا من تمر ویروی صاعًا من طعام لاسمراء نہ مت تصریہ کرو تم اونٹ
اور بکری مین پس جو شخص اسکے بعد اسکو خریدے پس وہ اُسکے دوہنیکے بعد بخیر النظرین ہے اگر اس بیع سے راضی ہو تو
روک لے اُسکو اور اگر اُس سے ناخوش ہو تو اُسکو واپس کر دے اور ایک صاع تمر ہی دیدے اور روایت کیا گیا ہے
صاعًا من طعام لاسمراء - مین کہتا ہون تصریہ کے معنی تھن میں دودھ کے جمع کرنے کے ہین تاکہ مشتری
دودھ کی کثرت کا خیال کرے پس فریب مین پڑ جاویگا اور چونکہ اسکو خیار مجلس اور خیار شرط کے ساتھ زیادہ تر
مشابہت تھی کیونکہ بیان پر عقد بیع مین گویا دودھ کی کثرت شرط کر دیگئی ہے پھر ہرگاہ اندازہ دودھ اور اُسکی قیمت
کا بعد اُسکے ہلاک اور تلف کر دینے کے بلا تمسک متعذر المعرفت تھا خاصکر وقت بداخلاقی شریکون کی اور بدونیتی کے
اسلئے واجب ہوئی یہ بات کہ باعتبار احتمال غالب کی ایک حد معتدل بیان کیجاے تاکہ خصومت قطع ہو اور چونکہ
اونٹنیون کی دودھ مین ایک قسم کی ریک ہوتی ہے اور انزائی پائی جاتی ہے اور بکریون کا دودھ عمدہ ہوتا ہے
اور گرانی پائی جاتی ہے اسلیے دونوں کا حکم ایک ہوا لہٰذا یہ بات متعین ہوئی کہ جو چیز ادنیٰ ہے جسکا وہ قوت کرتے ہین
اُسکا ایک صاع مقرر کیا جاوے جیسے چھوارا ملک حجاز مین اور جو وجوار ہمارے ملک مین نہ گیہون اور چاول اسلیے کہ
قوت کے اعتبار سے گران اور اعلیٰ درجے کی چیزین ہین اور بعض اُن لوگون نے کہ جنکو اس حدیث پر عمل کرنے کی
توفیق نہین ہوئی ہے انھون نے اپنی طرف سے ایک قاعدہ مقرر کر لیا اور کہا کہ جس حدیث کی بجز فقیہ کے کوئی اور روایت
کرے جب اسمین قیاس نہ چل سکے تو اُسپر عمل متروک ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ مین اول تو کلام ہے دوسرے
یہ قاعدہ اس صورت پر منطبق نہین ہو سکتا ہے کیونکہ اس حدیث کو بخاری نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے

(حالانکہ وہ افقہ الناس تھے) اور اسقدر جواب کے لیے کافی ہے اور اسلیے کہ وہ بمنزلہ تمام اُن مقادیر شرعیہ کے ہے کہ عقل انمین مقرر کرنے کی خوبی معلوم کرسکتی ہے مگر خاصکر اس مقدار کی حکمت معلوم کرنیمین عقل مستقل نہین ہے بخصا یا ملکان عقلی عقلین جو راسخین فی العلم ہین اور آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ غلہ کا ڈھیر دیکھا جسکو آسکے مالک نے اندر سے تر کرکے رکھا تھا آپنے فرمایا تونے اسکو اوپر کیون نہین کیا تاکہ لوگ اسکو دیکھتے اور فرمایا جو شخص فریب کرے وہ مجھسے نہین اور اگر یہ بات ہے کہ وہ چیز مباح الاصل ہو جیسے وہ پانی کہ جاری ہو اور کثرت سے ہو اور کوئی شخص ظلم و تغلب کرکے اُسکو فروخت کیا کرے کیونکہ اسمین بلا حق خدایتعالیٰ کے مال مین تصرف کرنا اور لوگون کو ضرر پہونچانا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے زیادہ پانی کے فروخت کرنے سے تاکہ اُسکے سبب سے گھاس کا فروخت کرنا لازم آئے منع فرمایا ہے۔ مین کہتا ہون اُسکی یہ شکل ہے کہ کوئی شخص کسی چشمہ یا کسی جھیل پر تغلب کرلے اور کسی مویشی کو بغیر کرایہ لیے نہ پینے دے اور اسمین گھاس کا جو مباح شی ہے فروخت کرنا لازم آتا ہے یعنی ایسے وقت مین مواشی کے چرانے کی قیمت دینی پڑیگی اور یہ باطل ہے اسلیے کہ پانی اور گھانس دونون مباح چیزین ہین چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے فیقول اللہ الیوم امنعک فضلی کما منعت فضل مالم یعمل یداک۔ پس خدایتعالیٰ فرمائیگا آج مین تجھسے اپنے فضل کو روکتا ہون جسطرح تونے اُس چیز کی فضل کو روکا جو بغیر تیری محنت کے پیدا ہوئی تھی اور بعض کے نزدیک حاجت سے زیادہ پانی کا اُس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو خود پینا چاہتا ہو یا مواشی کو پلانا چاہتا ہو حرام ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار۔ تین چیزونمین سب مسلمان شریک ہین پانی اور گھانس اور آگ مین۔ مین کہتا ہون اگر یہ چیزین کسی کی مملوک بھی ہون تب بھی ان چیزون مین ہمدردی نہایت مستحب ہے اور اگر مملوک نہین ہین تب تو انکا حال شرکت مین جانا ہے

بیع کے احکام کا بیان

رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے خدایتعالیٰ سہولیت والے آدمی پر رحم کرے جب وہ کسی چیز کو فروخت کرے اور جب خریدے اور جب وہ تقاضا کرے۔ مین کہتا ہون سماحت منجملہ اُن اصول اخلاق کے ہے جس سے نفس مہذب ہوتا ہے اور گناہون کی قید سے اُسکی سبب سے رہائی ہوتی ہے اور نیز سماحت مین شہر کا انتظام قائم رہتا ہے اور اسپر باہمی معاونت کا دار و مدار ہے اور بیع و شرا و تقاضا ایسی چیزین ہین جنمین سماحت کے خلاف امور کا احتمال ہوتا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے ان امور مین سماحت کے ساتھ برتاو کرنا مستحب کیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحلف منفقۃ للسلعۃ ممحقۃ للبرکۃ۔ حلف سودے کا چلانیوالا اور برکت کا گھٹانیوالا ہے۔ مین کہتا ہون بیع کے اندر بہت سی قسمین کھانا برا ہے بدو وجہ۔ ایک تو یہ کہ اُسمین مشتری لوگون کے دھوکے مین پڑنے کا احتمال ہے دوسرے خدا کے نام کے قلب سے تعظیم جاتے رہنے کا احتمال ہے اور جھوٹی قسم کھانے سے اگرچہ سودا خوب فروخت ہوتا ہے کیونکہ اسکا مبنی مشتری پر عیب کے پوشیدہ رکھنے پر ہے مگر برکت کم ہوجاتی ہے کیونکہ برکت کا مدار ملائکہ کی دعا کے متوجہ ہونے پر ہے اور معصیت کے سبب سے اُنکی دعا کو بعد ہوجاتا ہے بلکہ ملائکہ ایسے وقت مین اس شخص پر بددعا کرتے ہین اور آنحضرت صلعم

نے فرمایا ہے یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ - اے گروہ تجار بیع کے اندر لغو باتین
اور قسم ہوا کرتی ہین لہذا تم بیع مین صدقہ ملا لیا کرو - مین کہتا ہون کہ صدقہ کے آمیزش سے گناہ دور ہو جاتے ہین
اور نفس کے غلبہ کے سبب جو اُس شخص سے کچھ قصور ہو جاتا ہے اسکا تدارک ہو جاتا ہے آنحضرت صلعم نے اُس شخص کے
باب مین جسنے کسی چیز کو اشرفیون سے فروخت کرکے اُنکے عوض مین مشتری سے درہم لے لیے تھے فرمایا ہے لا بأس
ان تاخذ بالسعر یومہا مالم تفترقا وبینکما شئ - اگر اُسی روز کی قیمت پر درہم کو لیلے تو کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ
تم دونون کے جدا ہوتے وقت کچھ معاملہ تم مین باقی نہ رہا ہو - مین کہتا ہون اُسکا یہ سبب ہے کہ اگر جدا ہوتے وقت
ان دونو مین کچھ معاملہ باقی ہے مثلًا باینطور وہ دونون اشرفیوں سے درہم کے بدلنے کی تنگی کو صرافون کے بیان
کرنے یا دراہم کس کے وزن کرنے پر موقوف رکھے او علی ہذا القیاس تو ایسے وقت مین حجت ونزاع کرنیوالے کو
حجت ونزاع کا موقع باقی ہے اور معاملہ صاف نہین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتاع نخلا بعد ان
تؤبر فثمرتہا للبائع الا ان یشترط المبتاع - جو شخص چھوارے کے درخت کو گابہ لگنے کے بعد خریدے تو اس درخت کا پھل
بائع کا ہے مگر جس صورت مین مشتری شرط کرلے - مین کہتا ہون اسکا یہ سبب ہے کہ گابہ لگانا اُس درخت سے زائد ایک فعل
اور بائع کی ملک مین ثمر کا ظہور ہو گیا پس اُسکا حال اُس شے کا سا ہے جو ایک مکان مین رکھی ہوئی ہو لہذا یہ بات ضرور ہے
کہ اُسکا حق اُسکو دلایا جاوے مگر جس صورت مین اُسکے خلاف کی تصریح ہو جاوے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ما کان
من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل - جو ایسی شرط لگائی جاوے کہ جسکا کتاب الٰہی مین ذکر نہین ہے تو وہ باطل ہے
مین کہتا ہون اس سے وہ شرط مراد ہے جس سے خدا تعالیٰ نے نہی فرمائی ہے اور حکم الٰہی مین اُسکی نفی مذکور ہے یہ مقصود
نہین ہے کہ اس شرط کا بالکل ذکر ہی نہوا اور آنحضرت صلعم نے بیع الولاء ور ہبۃ الولاء سے نہی فرمائی ہے کیونکہ ولاء کوئی
موجود ومعین مال موجود نہین ہے بلکہ صرف ایک حق ہے جو عیب کے تابع ہے پس جسطرح نصیب کی بیع نہین ہوتی اسیطرح ولاء کی بیع بھی نہونی چاہیے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الخراج بالضمان آمدنی تاوان کے ساتھ ہے (یعنی جو تاوان دیگا وہی آمدنی لیگا)
پس مبیع کی آمدنی بیع کے رد کرنے کے بعد مشتری کو ملیگی - مین کہتا ہون منازعت کے قطع کرنے کی بجز اسکے کوئی
صورت نہین ہے کہ مبیع کے ہلاک ہو جانے کے بعد جو شخص تاوان دیتا ہے اُسی کو اُسکی آمدنی دلائی جاوے پس اگر عیب کے
سبب سے مشتری مبیع کو رد کردے اور اس اثنا مین مبیع سے جو کچھ آمدنی ہوئی ہے اس خریدار سے اسکا مطالبہ کیا جاوے
تو آمدنی کی مقدار کے ثابت کرنے مین حرج عظیم ہے پس آنحضرت صلعم نے اس حکم سے منازعت کو قطع فرمایا جسطرح قضایائے میراث
کے بارہ مین آپ نے منازعت کو باینطور قطع کیا ہے کہ جاہلیت کی میراث اُسی حالت پر رکھی جاوے جس حالت پر تقسیم کی گئی
ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے البیعان اذا اختلفا والبیع قائم لیس بینہما بینۃ فالقول ما قال البائع او یترادان
البیع - اور وہ دونون بیع جنمین بینہ نہو اگر اُنمین اختلاف واقع ہو اور مبیع بھی موجود ہو پس قول بائع کا معتبر ہوگا یا پھر دونون
رد کر دینگے - مین کہتا ہون آپنے قطع منازعت اسلیے کی کہ اصل یہ بات ہے کہ کوئی چیز کسی شخص کی ملک سے نہ نکلنی چاہیے
مگر بواسطہ صحیح بیع کے یا رضامندی کے پھر جب منازعت واقع ہوئی تو اصل کیطرف رجوع ضروری ہوا اور مبیع بائع کا

مال ہونا یقینی ہے اور مبیع پر اسکا قبضہ ہے اسوقت یا قبل اس عقد کے جسکی صحت نہین ثابت ہوتی ہے اسلیے بائع کا
قول معتبر ہے لیکن خریدار کو اختیار ہے اسلیے کہ مبنا بیع کا رضامندی پر ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الشفعۃ فیما
مالم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ۔ یعنی شفعہ اس چیز مین ہوتا ہے جو تقسیم نہین ہوئی ہے
پھر جبکہ اسمین حدین پڑجاوین اور راستے ہو جاوین تو اسمین شفعہ نہین ہوتا اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجار احق بصقبہ
کہ جو اپنے قریب کیوجہ سے مقدار زیادہ ہے۔ مین کہتا ہون اصل شفعہ مین ہمسایون اور شریکون سے ضرر کا دور کرنا ہے
اور میرے نزدیک شفعہ کی دو قسمین ہین ایک تو وہ شفعہ ہے کہ مالک پر فیما بینہ وبین اللہ شفیع کے لیے اس شفعہ کا
پیش کرنا اور دوسرون پر اسکا مقدم کرنا اور عند القاضی وہ مالک اسکے پیش کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اس قسم کا
شفعہ اس جار کے لیے ہوتا ہے جو شریک نہین ہے اور ایک وہ شفعہ ہے جسپر مالک عند القاضی مجبور کیا جاتا ہے یہ شفعہ
صرف شریک کے لیے ہے اور احادیث جو اس باب مین وارد ہوئی ہین انکی تطبیق کی صورت یہی ہے اور نیز آپ نے فرمایا
من اقال اخاہ المسلم صفقۃ کرہہا اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ۔ جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے اس عقد کو لوٹا لیا
جو اسکے ناپسند ہے خدا تعالی قیامت کے روز اسکی خطا سے درگذر فرمائیگا۔ مین کہتا ہون جس شخص کو عقد کرنے کے
بعد افسوس ہو تو اس سے رفع ضرر کے لیے اقالہ کرنا مستحب ہے اور واجب نہین ہے کیونکہ ہر شخص اپنے اقرار مین ماخوذ
ہوتا ہے اور جو چیز اپنے اوپر لازم کرتا وہ اسکو لازم ہو جاتی ہے جابر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا ہے کہ مین نے اس اونٹ کو فروخت
کر دیا اور اپنے گھر تک سوار ہو کر جانے کو مستثنی کر لیا۔ مین کہتا ہون اس سے اس چیزون کے بیع میں استثنا کرنے کا جواز
ثابت ہوتا ہے جہان مناقشہ کا موقع نہو اور دونون عاقدین باہم سلوک کرنیوالے اور فراخ دل ہون کیونکہ استثنا
کرنے کی ممانعت اسلیے ہے کہ اسمین مناقشہ کا احتمال ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من فرق بین والدۃ
وولدہا فرق اللہ بینہ وبین احبتہ یوم القیامۃ جو شخص مان اور اس کے بچے مین جدائی ڈالے تو خدا تعالی قیامت کے
دن اسمین اور اسکے دوستون مین جدائی ڈالیگا۔ اور ایکمرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دو غلامون مین سے جو بھائی بھائی تھے
ایک کو فروخت کر دیا تو آنحضرت صلعم نے آنسے فرمایا کہ واپس کر لو۔ مین کہتا ہون مان وبچے مین جدائی ڈالنے سے مرد
کہ دونون کو وحشت پیدا ہوگی اور آہ وبکا کرینگے یہی دو بھائیون کا حال ہے لہذا انسان کو انمین تفریق ڈالنے سے اجتناب
چاہیے اللہ پاک فرماتا ہے۔ اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ جب جمعہ کی نماز کے لیے
پکارا جاے تو خدا تعالی کی یاد کیطرف لپکو اور بیع یعنی خرید وفروخت کو چھوڑ دو۔ مین کہتا ہون یہ حکم اس ندا کے
ساتھ متعلق ہے جو امام کے خطبہ کیلیے جانے وقت ہوتی ہے اور چونکہ بیع وغیرہ مین مشغول ہونے سے بسا اوقات نماز
جاتی رہتی ہے اور خطبہ کا استماع ترک ہو جاتا ہے اسلیے اس سے نہی فرمائی گئی اور آنحضرت صلعم سے کسی نے عرض کیا کہ نرخ
گران ہو گیا ہے اسلیے آپ ہمارے لیے نرخ مقرر فرما دیجیے آنحضرت صلعم نے فرمایا نرخ مقرر کرنیوالا خدا تعالی ہے اسی کی
صفت قابض وباسط ورازق ہے اور مجھے اس بات کی آرزو ہے کہ خدا تعالی سے مین ایسی حالت سے ملون کہ کوئی شخص
مجھسے کسی ظلم کا مطالبہ نکرے۔ مین کہتا ہون چونکہ مشتری وتاجر دونین ایسا حکم برابر دینا کہ جس سے کسی کو ضرر نہ پہنچے

یادونون کو برابر ضرر پہونچے نہایت دشوار تھا اسلیے آنحضرت صلعم نے اُس سے پرہیز کیا تاکہ آپکے بعد حکام لوگ اُسکو
طریقہ و دستور مقرر کرلین اور اسکے بعد بھی اگر کوئی سوداگرون سے علانیہ ظلم معلوم ہوجیگا تو لوگونکو یقین ہوجاے
کہ اُسکی اصلاح درست ہے کیونکہ اسمین ملک کی بربادی ہے اور اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا
تداینتم بدین الی اجل مسمّی فاکتبوہ - اے ایمان والو جبکہ تم ایکوقت معین تک قرض کا لین دین کرو تو اُسکو لکھ لو
معلوم کرو کہ قرض مناقشہ و منازعت کے اعتبار سے تمام معاملات مین بڑھکر ہے اور وقت حاجت کے بغیر اسکے
چارہ بھی نہین ہے اسلیے اللہ پاک نے لکھ لینے اور گواہ کرنے کی تاکید فرمائی اور رہن و کفالت کو مشروع کیا اور گواہی
کے چھپانے کا گناہ بیان فرمایا - اور لکھنے اور گواہی دینے کو فرض کفایہ کیا اور وہ عقود وغیرہ بیچ ہے اور آنحضرت صلعم
جب مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ پھلون کے ایک ایک دو دو تین تین برس کے لیے بدلی کیا کرتے تھے
لہذا آپنے فرمایا جب کوئی کسی چیز مین بدلی کرے تو کیل معین و وزن معین مین مدت معین تک بدلی کرے
مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ حتی الامکان مناقشہ کا ارتفاع ہوجاوے اور فقہا نے انھین تینون پر اُن وصاف
کو قیاس کرلیا ہے جنسے بلا حصول موقت کسی چیز کا بیان ہوسکتا ہے اور قرض کا مدار ابتداءً تبرع پر ہے اور اسمین
عاریت کے بھی معنی پائے جاتے ہین لہذا اسمین دیر کرنا جائز ہے اور زیادہ لینا حرام ہے اور رہن کا مبنا مضبوطی
پر ہے اور وہ مضبوطی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے لہذا اسمین قبضہ شرط کیا گیا - اور میرے نزدیک ان دونون حدیثون
مین اختلاف نہین ہے پہلی حدیث تو یہ ہے لایغلق الرہن الرہن من صاحبہ الذی رہنہ غنمہ و علیہ غرمہ
رہن کیا مرہون کو اُسکے مالک سے جسنے اُسکو رہن کیا ہے نہین روکتا ہے اُسکے لیے اُسکی آمدنی ہے اور اسی پر اُسکا
قرض ہے اور دوسری حدیث یہ ہے الظہر یرکب بنفقتہ اذا کان مرہونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان
مرہونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقۃ - سواری سے اُسکے خرچ اُٹھانے کے سبب اُس سے سواری کیجاویگی
اگر وہ مرہون ہے اور دودھ دینے جانور کا دودھ اُسکے خرچ اُٹھانے کے سبب دیا جائیگا اگر وہ مرہون ہے اور سوار
ہونیوالے اور دودھ پینے والیکو اُسکا خرچ اُٹھانا پڑیگا - اور اختلاف نہونے کا سبب یہ ہے کہ پہلی حدیث مین تو
حکم عام ہے مگر جسوقت مین راہن اُس مرہون کا خرچ نہ اُٹھائے اور مرہون کے ہلاک ہونیکا خوف ہو اور مرتہن اُسکا
خرچ اُٹھائے تو اُسوقت بمثل مرتہن جسقدر لوگ انصاف کردین مرہون سے انتفاع حاصل کرسکتا ہے اور آنحضرت
صلعم نے ناپنے والون اور وزن کشون سے فرمایا ہے تمکو ایسی دو چیزین سپرد کی گئی ہین جنمین تمسے قبل قسم سابقہ
ہلاک ہوچکی ہین مین کہتا ہون ڈنڈے مارنا حرام ہے کیونکہ اسمین خیانت اور بدمعاملگی ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام
کی قوم کا حال جو کچھ ہوچکا ہے خدا تعالی نے قرآن مجید مین اُسکا ذکر فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایما رجل افلس
فادرک رجل مالہ بعینہ فہو احق بہ - جو شخص مفلس ہو پھر کوئی شخص بعینہ اُسکے پاس اپنے مال کو پائے تو وہ شخص مستحق
ہے اور آنحضرت صلعم نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا - اسکے یہ معنی ہین کہ اُسکا
حال اُس شخص کا سا ہے جو جھوٹ کی چادر اوڑھ رہا ہے اور اُسی کی لنگی باندھ رہا ہے اور تمام بدن اُسکا جھوٹ سے ڈھک رہا ہے

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیرا فقد ابلغ بالثناء - جس شخص
کے ساتھ کوئی احسان کرے اور وہ احسان کرنیوالے کے لیے جزاک اللہ خیرا کہدے تو اُسنے کامل طور سے تعریف کردی
مین کہتا ہون آپنے اس لفظ کو اسلیے معین فرمایا ہے کہ ایسے مقام مین زیادہ اوصاف بیان کرنے مین مبالغہ ذکر
اور کم بیان کرنے مین حق کا چھپانا اور احسان کا کتمان ہے اور بعض مسلمان بعض کو جو ہدیہ پیش کرین آن سب مین بہتر
چیز ہے جو آخرت کو یاد دلائے اور خدا پر تمام امور کا حوالہ اسمین پایا جاے اور یہ لفظ اس تمام کے لیے کافی مقدار ہے اور
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تہادوا فان الہدیۃ تذہب الضغائن وفی روایۃ تذہب وحر الصدر باہم تحفہ و تحائف
بھیجا کرو کیونکہ ہدیہ سے رنجشین دور ہوتی ہین اور ایک روایت مین آیا ہے دل کا غصہ جاتا رہتا ہے - مین کہتا ہون
کہ ہدیہ اگرچہ تھوڑا سا ہو یہ ہوا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھیجنے والیکے دلمین اس شخص کی تعظیم و قدر و محبت اور اسکی
جانب میلت ہے اور اسی کی طرف اس حدیث مین اشارہ ہے لاتحقرن جارۃ جارتہا ولو فرسن شاۃ - کوئی پڑوسن
اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کی کھری کے ساتھ ہو - پس یہ دلون کی رنجش دور کرنیکے لیے عمدہ طریقہ قرار پایا - اور
کسی شہر یا قبیلہ مین پوری پوری الفت پیدا ہونے سے رنجش دور ہوسکتی ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
من عرض علیہ ریحان فلا یردہ فانہ خفیف المحمل طیب الریح - جس شخص کے سامنے کوئی ریحان کو پیش کرے
تو یہ اُسکو واپس نکرے کیونکہ اُسکے لینے مین بار کم ہوتا ہے اور وہ خوشبودار ہوتا ہے - مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ریحان وغیرہ کے واپس کرنے کو اسواسطے ناپسند فرمایا کہ اُسکی قبول کرلینے مین دینیوالے کا اس شخص پر زیادہ
بار نہین ہوتا اور لوگون مین اُسکا دستور ہے لہذا اُسکے قبول کرنے مین قبول کرنیوالے کو بھی زیادہ عار نہین ہوتی اور دینیوالے کو
بھی اُسکے دینے مین زیادہ خرچ نہین ہوتا اور اسکا باہم دستور کرنے مین الفت باہمی کا پیدا کرنا اور واپس کرنے مین اُسکی
دلشکنی کرنا اور دلی رنجش کی دلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العائد فی ہبتہ کالکلب یعود فی
قیئہ لیس لنا مثل السوء - اپنی دی ہوئی چیز کو واپس لینی اُس کُتے کے مانند ہے جو اپنی قے کو پھر کھاتا ہے ایسی بری
مثال ہمارے مناسب نہین ہے - مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہوئی چیز کے واپس لینے کو اسواسطے
ناپسند فرمایا کہ جس چیز کو اپنے مال سے علٰحدہ کرچکا اور اُس سے قطع تعلق کرچکا ہے پھر اُسکے واپس لینے کا منشا یا تو اس
چیز کے ساتھ حرص کا پیدا ہونا یا اُس شخص سے ناخوشی یا اُسکی ضرر رسانی ہے اور یہ سب اخلاق مذمومہ ہین اور نیز ہبہ کے
پورا کردینے اور مضبوط کردینے کے بعد اُسکے واپس لینے مین عداوت و رنج کا پیدا کرنا ہے بخلاف اُس صورت کے
کہ پہلے ہی سے اُسکو کچھ نہ دیا ہوتا لہذا آنحضرت صلعم نے اُس چیز کے واپس لینے کو جسکو اپنی ملک سے جدا کرچکا ہے کُتے کو
اپنی قے کے کھانے کے ساتھ مشابہت دی تاکہ ظاہر بین لوگون کو اسکی برائی متمثل ہوجاے اور پورے طور پر اُسکی
قباحت بیان کردی بار خدایا مگر جس صورتمین ان دونون کے اندر یگانگی ہے جس سے مناقشہ پیدا نہین ہوسکتا تو وہان
واپس لینے مین کچھ حرج نہین ہے جیسے باپ بیٹے سے واپس لیلے چنانچہ آپنے فرمایا ہے الا الوالد من ولدہ - بجز باپ کے
جو اپنے بیٹے سے واپس لیلے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کی نسبت جسنے اپنے بعض بیٹون کو کچھ عطا کیا تھا

کچھ عطا کیا تھا فرمایا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ نیکی مین وہ سب برابر ہون اُسنے عرض کیا ہان) تو آپنے فرمایا
ایسے وقت مین ایسا نہین ہوتا مین کہتا ہون آنحضرت صلعم نے عطا کے اندر بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینے کو اسلیے
ناپسند فرمایا کہ اکثر اُنمین بھی باہم ملال و رنجش پیدا ہوتی ہے اور باپکے ساتھ بھی لہذا رسول خدا صلعم نے اس بات کیطرف
اشارہ فرمایا کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینے سے اس اولاد کے دلمین ملال و رنج پیدا ہوگا جسکے ساتھ کوتاہی کی گئی ہے
اور وہ اُسکے سبب سے باپکے ساتھ کوتاہی کریگا اور اسمین خانہ ویرانی ہے (اور منجملہ تبرعات وصیت ہے) وصیت کا وقت
موت کے قریب ہوتا ہے اور اسکے مسنون ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بنی آدم کے ملک مین منازعت ہوتی ہے پس جب
موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اُسکے سبب سے اُس شخص موصی کو مال سے استغنا ہو جاتی ہے مستحب ہوئی یہ بات کہ اس
موصی نے جو کچھ اسمین تقصیر کیا ہے اُسکا تدارک ہو جاے اور جو کچھ اسوقت مین اُس مال مین جسکا تعلق کچھ اُس سے تھا احسان کرے
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اوص بالثلث والثلث کثیر ثلث مال کی وصیت کر اور ثلث بھی زیادہ ہے اور جاننا چاہیے
کہ تمام عرب و عجم کی قومون مین بشمار مصلحتون کے سبب ایک عادت اور ضروری بات ہو گئی ہے کہ میت کا مال اسکے
وارثون کیطرف منتقل ہوتا ہے پھر جب وہ مریض ہوتا ہے اور موت پر متوجہ ہوتا ہے تو اُن وارثون کے لیے ملکیت حاصل
ہونے کا طریقہ نکل آتا ہے پس اُنکی امید سے اُنکو ناامید کرنا اور اُنکے حق کا تلف کرنا اور اُنکے حق مین کوتاہی کرنا ہے اور نیز
حکمت کا یہ مقتضی ہے کہ میت کے بعد اُسکے مال کو وے لے جو سب لوگون سے زیادہ اُسکا دوست و معاون اور ہمدرد ہے اور
اس بات مین کوئی شخص مان باپ اولاد اور جتنے ذوالارحام ہین اُنکے درجہ کو نہین پہونچتا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے
واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض فى كتاب الله - اور ذوالارحام مین سے بعض لوگ بعض کے ساتھ اولیٰ ہین کتاب اللہ
کے اندر - اور بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ ایسے امور پیش آتے ہین جنسے اور لوگون کی بھی غمخواری ضروری ہوتی ہے لیکن اکثر
اوقات خاص خاص حالات مین اور لوگون کو اختیار کرنا ضروریات سے ہوتا ہے لہذا ایک حد مقرر کرنا جسکے آگے کو
نہ بڑھ سکین لابدی ہوا اور وہ حد ثلث ہے اسلیے کہ ورثہ کی ترجیح ضروری امر ہے اور وہ باینطور ہو سکتی ہے کہ
اُنکو نصف سے زیادہ دلایا جاے اسلیے اُنکے لیے دو ثلث اور غیرون کے لیے ایک ثلث مقرر ہوا اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے ان الله اعطى لكل ذى حق حقه فلا وصية لوارث - خدا تعالے نے ہر حقدار کو اسکا حق عطا فرمایا ہے
لہذا کسی وارث کے لیے وصیت نہین ہے - مین کہتا ہون وصیت کے اندر ایام جاہلیت مین ضرر رسانی کیا کرتے تھے اور
وصیت کرنے مین حکمت واجبہ کا خیال نکرتے تھے بعض لوگ حق کو اور اس شخص کو ترک کرکے جسکی غمخواری واجب ہے
اپنی راے ناقص سے بعید لوگونکو اختیار کرتے تھے لہذا اس باب کا سد کرنا ضروری ہوا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ
قرابتون کے اعتبار سے قواعد کلیہ کا لحاظ کیا جاے اور اشخاص کے اعتبار سے عارضی خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جاے
پس مواریث کے احکام چونکہ قطع منازعت اور باہمی رنجشون کے دور کرنے کے لیے مقرر ہوے ہین لہذا یہ حکم بھی ضروری
ہوا کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہ کیجاے اسلیے کہ اسکے جائز کرنے مین اُس حد مقرر کا توڑنا ہے اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے ما حق امرء مسلم له شيء يوصى فيه يبيت ليلتين الا ووصيته مكتوبة عنده - کسی مسلمان شخص کو جسکے

جسکے پاس وصیت کرنیکے لیے کوئی چیز ہے سزاوار نہین ہے کہ شب کو بسر کرے اور اُسکی وصیت اُسکے پاس لکھی ہوئی ہو -
مین کہتا ہون وصیت مین تعجیل کرنا بہتر ہے اسلیے کہ اگر دفعتًا موت نے اُسکو آگھیرا یا ناگاہ کوئی حادثہ پیش آیا تو جس
ضروری مصلحت کا قائم کرنا اُسنے اپنے نزدیک ضروری سمجھا تھا وہ فوت ہوگئی تو بجز حسرت کے کچھ اور نہوگا اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے ایما رجل اعمر عمری الخ - مین کہتا ہون آپکے زمانہ مین بہت سے مناقشے درپیش تھے جنکے قطع ہونکی
امید بھی نہ تھی لہذا آپکا قطع کرنا منجملہ اُن مصلحتون کے ہوا جنکے قائم کرنیکے لیے آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی ہے مثل
سود و قتل وغیرہ کے اور کچھ لوگون نے لوگون کو عمر بھر رہنے کے لیے مکان دیدیے تھے پھر دینے والے و رہنے والے مرگئے
اور دوسرا زمانہ پیدا ہوا تو اب اسمین اشتباہ اور باہم مخاصمت و منازعت شروع ہوئی پس آپنے بیان فرمایا کہ اگر مکان
دینے والے نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ یہ مکان تیرے لیے اور تیرے وارثون کے لیے ہے تو یہ ہبہ ہے اسلیے کہ آپنے
خالص ہبہ کے جو لوازم ہین بیان فرمادیے اور اگر اُس دینے والے نے اُس شخص سے یہ کہا ہے کہ یہ مکان تا زیست تیرے لیے ہے
تو یہ عاریت ہے کیونکہ اُسنے ایسے قید کے ساتھ مقید کیا ہے جو ہبہ کے منافی ہے اور منجملہ تبرعات وقف ہے اور اہل جاہلیت
اُس سے ناواقف تھے پس نبی صلعم نے اُن مصالح کے اعتبار سے جو اور صدقات مین نہین پائے جاتے وقف کا استنباط فرمایا
کیونکہ انسان بسا اوقات خدا کی راہ مین بہت سا مال صرف کردیتا ہے اور وہ مال فنا ہوجاتا ہے اور وہ فقرا پھر محروم
رہجاتے ہین اور اور فقرا و لوگ اس مال سے محروم ہی رہتے ہین پس عامہ لوگون کے لیے اس سے عمدہ و نافع صورت کوئی
نہین ہے کہ ایک شی فقرا اور مسافرون کے لیے روک لیجاوے جسکے منافع اُنپر صرف ہوا کرین اور خود وہ شے واقف کی ملک مین
رہا کرے چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اگر تو چاہے اُسکی اصل کو روک لے اور اُسکا صدقہ صدقہ کردے پس
حضرت عمرؓ نے اُسکا صدقہ کردیا کہ خود وہ نہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ اُس سے ورثہ دلایا جاوے اور فقرا اور
اقارب اور غلامونکے چھڑانے اور راہ خدا اور مسافر اور مہمان کے لیے صدقہ کردیا اور کہدیا کہ جو شخص اُسکا متولی ہو حسب دستور
بلا دقت اُسے کھائے اور غیر متمول لوگون کو کھلائے -

اور معاونت کی بھی بہت سی قسمین ہین انمنجملہ مضاربت ہے اور اُسکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کا مال ہو اور
ایک کی محنت ہو اور نفع باہم جیسے مقرر ہوجاوے اُسمین مشترک ہو اور ایک مفاوضہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو شخص باہم
برابر برابر مال سے شریک ہوکر سوداگری کرین اور تمام خرید و فروخت مین شریک ہون اور باہم نفع تقسیم کرلیا کرین
اور ہر ایک دوسرے کا ضامن و وکیل ہو اور ایک عنان ہے اور وہ یہ ہے کہ مال معین مین شریک ہوکر اسیطرح سے
سوداگری کرین اور ہر ایک شخص دوسرے کا وکیل ہو نہ کفیل جس سے دوسرے کے بدلہ اُس سے مطالبہ کرسکے اور انمنجملہ
شرکة الصنائع ہے جیسے دو درزی یا دو رنگریز اسطور سے شرکت کرین کہ دونون محنت کرین اور اجرت دونون مین
تقسیم ہوجاوے اور ایک شرکت وجوہ ہے اور وہ یہ ہے کہ باہم دو شخص یون شریک ہون کہ مال تو کسی کے پاس نہین ہے
مگر اپنے اعتبار سے دونون ملکر خرید و فروخت کرین اور نفع باہم تقسیم ہوجایا کرے اور ایک وکالت ہے کہ اپنے
موکل کے لیے وکیل سوداگری کرے اور ایک مساقات ہے اور وہ یہ ہے کہ باغ ایک کا ہے محنت ایک کی پھل دونونکے

اور ایک مزارعہ ہے اور وہ اس سے عبارت ہے کہ زمین و تخم ایک کی اور محنت و بیل ایک کے اور ایک مخابرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ زمین ایک کی اور بیج اور بیل اور محنت دوسرے کی - اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک کی تو صرف محنت اور باقی جو کچھ ہو وہ دوسرے کے ذمہ ہو اور ایک اجارہ ہے اور ان میں مساوات کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اور معاونت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں پس اگر صرف منفعت مطلوب ہے تب تو مساوات کے معنی غالب ہیں اور اگر اجیر کی خصوصیت مطلوب ہے تو معاونت کے معنی غالب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل لوگ ایسے ایسے عقود کیا کرتے تھے پس انمیں سے جسمین مناقشہ کا احتمال غالب نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس سے نہی نہیں فرمائی ہے وہ عقد تو اپنی اباحت پر باقی ہے اور اس حدیث کے تحت میں داخل ہے المسلمون علی شروطھم - اور رافع بن خدیج کی حدیث میں جو راویوں کا اختلاف ہے وہ بیان ہے اور تابعین میں بڑے بڑے نامی لوگ شرکت مزارعہ کیا کرتے تھے اور اسکے جواز پر اہل خیبر کے معاملہ کی حدیث دلالت کرتی ہے اور جن احادیث میں اس سے نہی پائی جاتی ہے وہ احادیث نہروں کے اوپر پیداوار یا کسی خاص قطعہ کے بدلہ کرایہ دینے پر محمول ہے جیسا کہ حضرت رافع نے فرمایا ہے - یا وہ نہی بطور تنزیہ اور ارشاد کے ہے چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یا اسوقت کے ساتھ اس معاملہ میں مناقشات کی کثرت کی جہت سے مصلحت خاصہ پر محمول ہے چنانچہ زید فرماتے ہیں

فرائض کا بیان

معلوم کرو کہ حکمت الٰہی کا مقتضی ہے کہ لوگوں کے قبیلہ میں باہم معاونت اور مناصرۃ اور غمخواری کا طریقہ جاری ہے اور ہر شخص دوسرے کے نفع و نقصان کو بمنزلہ اپنے نفع نقصان کے سمجھے اور یہ طریقہ جب ہی قائم ہو سکتا ہے جب انکی جبلت میں یہ بات داخل ہو اور اسباب عارضیہ بھی اسپر معین ہوں اور انکا قدیمی طریقہ بھی اسکو ثابت کرے جبلت تو وہ محبت والفت ہے جو ماں باپ اولاد و بھائی بندوں وغیرہ میں پائی جاتی ہے اور عارضی اسباب وہ لوگوں کی باہمی الفت و ملاقات اور تحفہ و تحائف بھیجنا اور غمخواری کرنا ہیں کیونکہ ان سب باتوں سے ایک دوست کا دوست ہو جاتا ہے اور مشکلوں کے وقت انھیں اسباب کیوجہ سے ایک کو دوسرے کی مدد و معاونت پر ہمت ہوتی ہے اور قدیمی طریقہ وہ ہے کہ تمام شرائع میں صلہ رحم کا حکم اور اسکے تارک پر ملامت کا قائم کرنا چلا آتا ہے پھر بعض لوگ اپنی فکر ناقص کے تابع ہوتے ہیں اور کما ینبغی صلہ رحم کو قائم نہیں کرتے اور بسا اوقات غیر ضروری چیزوں کو مہتم بالشان سمجھتے ہیں لہذا انپر انمیں سے بعض چیزوں کے واجب کرنے کی حاجت پڑی خواہ وہ اس سے خوش ہوں یا انکار کریں جیسے مریض کی عیادت اور مصیبت زدہ کا چھڑانا اور دیتہ کا لینا اور جو شخص اپنے ذی رحم کا مالک ہو اسکا آزاد ہو جانا اور علاوہ انکے اور بہت سے امور ہیں اور سب چیزوں سے زیادہ اس قسم کی ضرورت اس مال میں ہے جس سے قریب بموت ہونے کے سبب سے مالک کو استغنا ہو گئی ہے ایسے وقت میں ضروری ہے کہ اسکا مال اسکے سامنے ایسی چیز میں صرف کیا جاوے جو مخادمات خانگی میں نافع ہو یا اسکے بعد اسکے اقارب میں خرچ کیا جاوے - معلوم کرو کہ فرائض کی حقیقت یہ ہے کہ تمام عرب و عجم کے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے مال کے مستحق سب لوگوں سے زیادہ اسکے اقارب و ذوی الارحام ہیں پھر اسکے بعد

اُنمین بڑا اختلاف ہے اہل جاہلیت تو صرف مردون ہی کو ورثہ دیتے نہ عورتون کو وہ سمجھتے تھے کہ اصل مرد ہی ہین اور
وہی وقت مصیبت کے کام آتے ہین لہذا جو چیز بمنزلہ مفت کے ہے اُسکے وہی مستحق ہین ابتداء آنحضرت صلعم پر جو نازل آیت
وہ یا تعیین و توقیت اقارب کے لیے وصیت کا وجوب نازل ہوا ہے کیونکہ لوگون کے احوال مختلف ہوتے ہین کسی شخص کا
ایک بھائی ناصر و معاون ہوتا ہے اور دوسرا نہین ہوتا کسی شخص کا باپ مصیبت کیوقت کام آتا ہے اور اولاد کام نہین آتی
اور علی ہذا القیاس پس مصلحت کا مقتضی ہوا کہ امر بات کا اختیار لوگون کے سپرد کیا جاے تاکہ ہر شخص جو مصلحت مناسب جانے
اُسکے موافق حکم دے پھر اگر موصی کچھ زیادتی یا گناہ ظاہر ہوتا تھا تو قاضی کو اُسکی وصیت کے اصلاح کرنے اور اُسکے تبدیل
کا اختیار ہوتا تھا۔ ایک مدت تک یہی حکم جاری رہا پھر جب خلافت کبریٰ کے احکام جاری ہوے اور شرق سے غرب تک
محمدی عملداری ہو گئی اور بعثت عامہ کے انوار روشن ہو گئے تو مصلحت کا مقتضی ہوا کہ اُن بات کا اختیار نہ لوگون کو دیا
اور نہ اُسکے بعد قضاۃ کو بلکہ اُس کا مدار اُن مظان غالبہ پر رکھا جاے جو عرب و عجم وغیرہم کے عادات کے متعلق علم
الٰہی مین ہے اور بمنزلہ طبعی امر کے ہین اور جو شخص اُسکے خلاف ہے وہ بمنزلہ شاذ و نادر اور اُن بہیمہ کے مانند جو عادت مستمرہ
کے برخلاف بلاناک کان کے یا لنگڑا پیدا ہوتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا۔ تم نہین جانتے
کہ اُنمین سے تمھارے لیے نفع مین کون زیادہ تر قریب ہے۔ مواریث کے مسائل مبنی چند اصول پر ہین ازانجملہ ایک یہ ہے
کہ اس باب مین مصاحبت طبعی اور محبت کا اعتبار ہے جو بمنزلہ مذہب جبلی کے ہے اتفاقات عارضیہ کا اعتبار نہین ہے
کیونکہ وہ غیر منضبط ہونیکے سبب سے شرائع کلیہ بنا نہین سکتے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے و اولوا الارحام بعضہم
اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ اسی لیے بجز اولوا الارحام کے زوجین کے سوا کسی کے لیے میراث مقرر نہین کی گئی البتہ زوجین
اولوا الارحام کے ساتھ ملحق ہین اور اُنکے شمار مین بچند وجوہ داخل ہین ازانجملہ تدبیر خانگی مین معاونت کی تاکید
اور اسباب پر رغبت دلاتا ہے کہ اُنمین سے ہر شخص دوسرے کے نفع و نقصان کو بعینہ اپنا نفع و نقصان سمجھے اور
ازانجملہ یہ ہے کہ خاوند عورت کا خرچ اُٹھاے اور اپنا مال اُسکی سپردگی مین دے اور اپنی چیز پر اُسکو امین سمجھے اُس
خیال سے کہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد چھوڑے وہ کل مال یا اُسمین ایک حصہ اُسکا حق ہے اور یہ خصوصیت ایسی ہے کہ اُسمین
انقطاع کا احتمال نہین لہذا شرع نے اس مرض کا بایں طور علاج کیا کہ ربع یا نصف خاوند کے لیے مقرر کیا تاکہ
اُسکے دل کو تسکین ہے اور خصومت کو نہ بڑھنے دے ازانجملہ یہ ہے کہ عورت کی بسا اوقات اپنے خاوند سے اولاد
پیدا ہوتی ہے جو لا محالہ مرد کی قوم اور اُسکے نسب اور مرتبہ کے ہوتی ہے اور انسان کا اپنی مان کے ساتھ اتصال کبھی
منقطع نہین ہوتا پس اس سبب سے زوجہ اُن لوگون کے شمار مین داخل ہے جو اُسکے خاوند کی قوم سے علیحدہ نہین ہوتے
اور وہ بمنزلہ ذوالارحام کے ہو جاتی ہے ازانجملہ یہ ہے کہ خاوند کی وفات کے بعد چند مصلحتون کے سبب جو ظاہر ہین
عورت کو اُسکے گھر مین عدت پوری کرنا واجب ہے اور اُسکے خاوند کے کنبہ مین سے کوئی شخص اُسکی معاش کا متکفل
نہین ہوتا لہذا ضروری ہوا کہ خاوند کے مال مین سے اُسکی معاش مقرر کیجاے اور یہ بات ناممکن تھی کہ اُسکی کوئی خاص
مقدار مقرر کیجاے کیونکہ یہ بات معلوم نہین ہو سکتی کہ خاوند کسقدر مال چھوڑیگا پس ایک عام حصہ مقرر کرنا واجب ہوا

جو ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے مثلاً چوتھائی یا آٹھواں حصہ اور از انجملہ یہ ہے کہ قرابت کی دو قسمین ہوتی ہین ایک تو وہ قرابت
جو حسب و نسب مین مشارکت اور اتحاد کو چاہتی ہے کہ وہ دونون شخص ایک ہی قوم و مرتبہ کے ہون اور دوسری وہ قرابت
جو حسب و نسب اور مرتبہ مین مشارکت کو نہین چاہتی بلکہ آپس مین صرف محبت و شفقت پائی جاتی ہے - اور اگر ترکہ تقسیم کرنیکا
اختیار میت کو ہوتا تو اُس قرابت سے آگے نہ بڑھتا یہ بات ضروری ہے کہ پہلی قسم کو دوسری قسم پر فضیلت دیجاے کیونکہ
تمام عرب و عجم اس بات کو ناپسند کرتے ہین اور جب کسی شخص کا مال و منصب اُس شخص کو دیا جاے جو اُسکی قوم مین
اُسکا قائم مقام ہے تو اُسکو انصاف جانتے ہین اور پسند کرتے ہین اور یہ بات انکی جبلت مین داخل ہو گئی ہے
جو انسے نہین جدا ہو سکتی مگر جس صورت مین کہ اُنکے دلون مین فرق آجاے بارخدایا مگر ہمارے زمانہ مین لوگون کے نسب
ضائع ہو گئے اور نسب کی وجہ سے باہم معاونت باقی نہین ہے اور یہ بات بھی ناروا ہے کہ دوسری قسم کا حق پہلی قسم کے
بعد چھوڑ دیا جاے یہی سبب ہے کہ مان کا حصہ بیٹی اور بہن کے حصہ سے کم ہے باوجودیکہ اُسکو مان کے ساتھ بھلائی کرنے اور
صلہ رحم کرنے کی زیادہ تر تاکید ہے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مان نہ تو بیٹے کی قوم کی ہوتی ہے اور نہ اسکے حسب کی اور نہ
اسکے مرتبہ و شرافت کی ہوتی ہے اور نہ اُن لوگون مین ہوتی ہے جو اسکے قائم مقام ہوتے ہین دیکھو بیٹا اکثر ہاشمی ہوتا ہے
اور مان حبشیہ ہوتی ہے اور بیٹا قریشی ہوتا ہے اور مان عجمی ہوتی ہے اور بیٹا صاحب الخلافت سے ہوتا ہے اور مان ناد
و وزارت کے ساتھ متہم ہوتی ہے اور بیٹے ہمیشہ آدمی کی قوم اور اُسکے مرتبہ کے ہوتے ہین اور اسیطرح مان کی اولاد کو
اگر ورثہ ملتا ہے تو تہائی سے زیادہ کبھی نہین ملتا - دیکھو آدمی کبھی قریشی ہوتا ہے اور اُسکا بھائی اخیافی (جو بھائی مان کی
طرف سے ہو) تمیمی ہوتا ہے اور کبھی دونون قبیلون مین نزاع درپیش ہوتا ہے اور ہر شخص اپنی قوم سے مقابلہ مین اپنی
قوم کی مدد کرتا ہے اور لوگ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے قائم مقام ہونا انصاف نہین سمجھتے ہین اور اسیطرح زوجہ کو
جو ذوی الارحام کے ساتھ ملحق ہے اور انکے شمار مین داخل ہے سب سے کم حصہ ملتا ہے اور اگر کئی بیبیان ہون تو اسی حصہ مین
سب شریک ہوتی ہین اور باقی ورثہ کے حصہ مین ہرگز کمی نہین کر سکتے ہین - دیکھو بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے
شخص سے نکاح کر لیتی ہے اور پہلے خاوند سے اُسکو کچھ تعلق نہین رہتا الحاصل توارث کا مدار تین امور پر ہے ایک تو میت
کے بعد اُسکی جگہ اُسکی عزت اور مرتبہ اور جو باتین اس قبیلہ سے ہین انمین اُسکا قائم مقام ہونا کیونکہ انسان کی اس بات مین
بڑی کوشش ہوتی ہے کہ اُسکے بعد اُسکا کوئی قائم مقام رہے - دوسرے خدمت اور غمخواری اور محبت اور شفقت اور جو باتین
اس قبیلہ سے ہین - تیسرے قرابت جو اُن دونون امر پر بھی مشتمل ہے اور تینون مین زیادہ تر اسی تیسرے کا اعتبار مقدم ہے
اور پورے طور پر ان سب کا اہل وہ شخص ہے جو نسب کے عمود مین داخل ہے جیسے باپ اور دادا اور بیٹا اور پوتا یہ لوگ سب سے زیادہ
ورثہ کے مستحق ہین مگر وضع طبعی کے اعتبار سے جسپر قرناً بعد قرن عالم کی بنا ہے بیٹا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور
اسی کی لوگون کو تمنا اور امید ہوا کرتی ہے اسی کے خاطر نکاح کرتے ہین اور اولاد کے پیدا ہونے کی کوشش کرتے ہین
اور باپ کا بیٹے کی جگہ قائم مقام ہونا وضع طبعی کا مقتضی نہین ہے اور نہ لوگون کو اسکی آرزو اور امید ہوتی ہے - اور اگر
بالفرض کسی شخص کو اسکے مال مین اختیار دیا جاے تو اسکے قلب پر اولاد کی غمخواری باپ کی غمخواری پر غالب ہوگی

اسیواسطے تمام لوگون کا دستور عام ہے کہ اولاد کو باپ دادا پر مقدم سمجھتے ہین - اور قائم مقام ہونے کا احتمال بیٹے کے بھائیون مین ہے اور جو انکے مانند بمنزلہ قوت بازو کے ہین اور اسکی قوم کے اور اسکے نسب و مرتبہ کے ہین باقی رہی خدمت اور شفقت تو یہ دونون قرابت قریبہ کے مظنات ہین اور سب سے زیادہ مان اور بیٹیا اسکی مستحق ہے اور جو انکے مانند ہے اور سب کے عمود مین داخل ہین اور بیٹی بھی فی الجملہ باپ کی قائم مقام ہوتی ہے اور اسکے بعد ہمشیرہ اور اسکے بعد جن سے زوجیت کا علاقہ ہے پھر مان کی اولاد - اور عورتون کے اندر حمایت اور قائم مقامی کے معنی نہین پائے جاتے اسواسطے کہ عورتین بسا اوقات غیر قوم مین نکاح کر لیتی ہین اور اسی قوم مین داخل ہو جاتی ہین - بار خدایا مگر بیٹی اور بہن مین کسیقدر یہ معنی پائے جاتے ہین لیکن عورتون کے اندر محبت اور شفقت کے معنی کامل طور پر پائے جاتے ہین اور اسکا مظنہ بہت قریب کی قرابت ہے جیسے مان اور بیٹی مین کامل طور پر پائے جاتے ہین اور انکے بعد بھائی اور چچا مین اور دوسرے معنی سب سے زیادہ باپ مین اور اسکے بعد بیٹے مین پھر عینی بھائی پھر علاتی بھائی مین پائے جاتے ہین اور قرابت قریبہ کا مظنہ ہے نہ بعیدہ کا اسی وجہ سے جو چچا کے لیے حکم ہے پھوپھی کے لیے حکم نہین ہے کیونکہ پھوپھی مصیبت کے وقت کام نہین آسکتی جسطرح چچا کام آتا ہے اور پھوپھی قرابت مین ہمشیرہ کے برابر نہین ہے -

اور ازانجملہ یہ ہے کہ مرد اور عورت اگر ایک ہی درجے کے ہون تو ہمیشہ مرد کو عورت پر ترجیح دیجاتی ہے کیونکہ عزت کی حمایت کے لیے مرد ہی مخصوص ہین اور وجہ بھی - سے ہے کہ مردون پر نفقے بہت ہوتے ہین پس یہ زیادہ تر مستحق ہین کہ انکو وہ مال جو بمنزلہ مفت کے ہے دیا جائے بخلاف عورتون کے کہ یہ اپنے خاوندون یا باپون یا بھائیون پر بار ہوتی ہین جیسے اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض وبما انفقوا - کہ مرد عورتون پر حاکم ہین بہ سبب اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے بعض آدمیون کو بعض پر بزرگی دی ہے اور اس وجہ سے کہ انھون نے خرچ کیا ہے اور ابن مسعود ثلث باقی کے مسئلہ کے اندر فرماتے ہین خدا تعالیٰ نے مجکو یہ نہین دکھایا کہ ماں کو باپ پر فضیلت ہو نیکا سبب بجز اسکے کوئی اور نہ سوجھا ہے کہ جب ایک مرتبہ باعتبار عصوبتہ اور فرض کے جمع ہونے کے باپ کی فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے تو وہ زیادہ اسکا حصہ زیادہ کرنیکے لیے اسکی فضیلت کا اعتبار نہین کیا گیا کیونکہ اسمین اور وارثون کی حق تلفی ہے اور مان کی اولاد مین سے ذکور کو اس شخص کی عزت کی حمایت اور اسکی طرف سے محافظت نہین ہوتی کیونکہ یہ اولاد دوسری قوم کی ہوتی ہے لہذا ذکر کو انثی پر فضیلت نہین دیگئی اور دوسرے انکی قرابت مان کی قرابت سے پیدا ہوتی ہے اسلیے وہ سب اولاد بمنزلہ اکائیت کے ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ جب وارثون کی ایک جماعت پائی جائے تو اگر وہ سب وارث ایک مرتبہ کے ہین تب تو انمین ترکہ کی تقسیم اسیر ضروری ہے کیونکہ ایک کو دوسرے پر تقدم نہین ہے اور اگر انکے درجے مختلف ہین تو اسکی دو صورتین ہین یا تو وہ سب ایک مد ایک جہت مین داخل ہین اور اسمین قاعدہ یہ ہے کہ قریب بعید کا حاجب ہو کر اسکو محروم کر دیتا ہے کیونکہ توارث معاونت پر رغبت دلانیکے لیے مقرر کیا ہے اور قرابت و تعاون سب مین پایا جاتا ہے مثلاً شفقت و محبت ان سبمین پائی جاتی ہے جنکو مان کا نام شامل ہے اور جسکو بیٹے کا نام شامل ہے اور اسمین قائم مقامی کی اور حکا نام عصبہ ہے اور اسمین حمایت کے معنی پائے جاتے ہین اور یہ مصلحت اسوقت متحقق ہو سکتی ہے جبکہ وہ شخص متعین ہو جائے جسکو انسان اپنے نفس کی

بچھڑ کر ساد اسکے ترکہ کا آپہونچا ہے کبہا ہے اور سب لوگون مین وہ شخص مال کے ملنے کیساتھ تمیز ہوا ور حصون کی کمی بیشی ایسی چیز نہیں جسکا زیادہ خیال کیاجاوے یا اسکی وجہات مختلف ہون اسکا قاعدہ یہ ہیکہ جو شخص ملنان غالب کے اعتبار سے خدا کے نزدیک زیادہ تر قریب اور کام آنیوالا ہے میت کے لیے حاجب ہوکر اُسکے حصہ کو کم کردیتا ہے - اور اسرار اجمالیہ یہ ہے کہ سہام جنسے حصون کی تعیین ہوتی ہے اُنکے اجزا ظاہر ہون کہ محاسب غیر محاسب ظاہر مین اُنکی تمیز کرسکین ج اور آنحضرت صلعم نے اپنے اس قول مین انا امة امیة لانکتب ولا نحسب - ہم امی لوگ ہین نہ لکھتے ہین نہ حساب کرتے ہین ج اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس چیز سے تمام مکلفین کو خطاب کیا جاوے اُسمین یہ بات ضروری ہے کہ ایک تو حساب کرنےمین تعمق کرنے کی حاجت نہو - اور دوسرے ظاہر نظر مین کمی وبیشی کی ترتیب اُسمین معلوم ہوجاوے لہذا شرع نے سہامات مین سے دو قسم کے سہام اختیار کیے ایک تو ثلثین اور ثلث اور سدس اور دوسرے نصف - ربع - ثمن - کیونکہ ان دونون کا مخرج اصل اولا اعداد ہین اور اُنمین تین مرتبہ پائے جاتے ہین جنمین سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک شے کو اپنے اوپر دو چند کے ساتھ اور اپنے نیچے نصف کے ساتھ ہوتی ہے کمی و بیشی کے ظاہر اور محسوس ہونیکا یہ ادنی درجہ ہے پھر جب ایک یا تین کا دوسری زیادتی کے ساتھ اعتبار کیا جاوے تو اور نسبتین پیدا ہو جاتی ہین جو بابت تورث مین ضروری ہین مثلاً اگر نصف پر کچھ بڑھایا جاوے اور کل سے کم رہے تو دو ثلث ہوگئے اور نصف سے جب کم کیا جاوے اور ربع سے کم رہے تو ثلث ہوگیا اور خمس اور سبع کا اعتبار نہین کیا گیا اسواسطے کہ اُنکے مخرج کی تخریج مین دقت ہے اور اُنمین گھٹا و بڑھاو کرنےمین تعمق فی الحساب کی ضرورت ہے - اللہ پاک فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف - سکھاتا ہے تمکو خدا تعالے تمھاری اولاد مین مرد کے لیے برابر حصہ دو عورتون کے ہے پھر اگر عورتین دو سے زیادہ ہین پس اُنکو میت کے ترکہ کا دو ثلث ہے اور اگر ایک ہے تو اسکے لیے نصف مین کہتا ہون مرد کا حصہ عورت سے دو چند ہوتا ہے اسلیے کہ خدا تعالے فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ اور اکیلی بیٹی کے لیے نصف ہے کیونکہ اگر اکیلا بیٹا ہوتا ہے تو اسکو سارا مال ملتا ہے پس اس حساب سے اکیلی بیٹی نصف کی مستحق ہے اور دو بیٹیون کا حکم بالاجماع تین کا ہے اور دو ثلث اُنکو اسواسطے ملتے ہین کہ اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا ہو تو اس بیٹی کو ثلث ملتا ہے اسلیے دوسری بیٹی کا طریق اولی ثلث سے کم نہونا چاہیے اور عصبہ کے لیے ثلث اسلیے زیادہ کیا گیا اسلیے کہ بیٹون سے بھی معاونت ہوتی ہے اور عصبات سے بھی ہوتی ہے پس ایک دوسرے کو ساقط نکریگا لیکن حکمت کا مقتضی ہے کہ جو شخص نسب کے عمود مین داخل ہے اُسکو اُن لوگون پر جو عمود کے ادھر اودھر ہین فضیلت دیجاوے اور وہ ثلث مین سے دو ثلث کی نسبت ہے اور ایسا ہی والدین کا بیٹون اور بیٹیون کے ساتھ حال ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس - اور اسکی ماں باپ کے لیے دونون مین سے ہر ایک کو اُسکے ترکہ مین سے سدس ہے اگر اسکے اولاد ہو پس اگر اُسکے اولاد نہین ہے اور اُسکے ماں باپ اسکے وارث ہوتے ہین تو اُسکی ماں کو ثلث ہے - پھر اگر اُسکے بھائی ہین تو اُسکی ماں کو سدس ہے - مین کہتا ہون تمکو یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ بہ نسبت والدین کے اولاد ورثہ کی زیادہ تر مستحق

ہوگئیں اور دنیا کی معونت ہے اولاد کو دو ثلث اور والدین کو ثلث دیا جاوے اور باپ کا حصہ ماں کے حصے سے اسلیے زیادہ مقرر کیا
کہ بیٹے کے قائم مقام ہونے اور اسکی معاونت کے اعتبار سے عصبیت کے ساتھ باپ کی فضیلت کا ایک مرتبہ اعتبار ہو چکا ہے اسلیے
اس فضیلت کا نصف میں اعتبار نکیا گیا اور جس صورت میں بیٹے کے اولاد نہو تو والدین سے زیادہ کوئی حقدار نہیں لہذا سب
انھیں کو ملیگا اور باپ کو ماں پر فضیلت ہوگی اس بات کو تم معلوم کر چکے کہ ان مسائل کے اندر اکثر جس فضیلت کا اعتبار
کیا جاتا ہے وہ فضیلت تضعیف ہے پھر اگر ماں اور بھائی وارث ہوں اور بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ
دیا جائیگا کیونکہ اگرچہ بھائی عصبہ نہیں ہے اور عصبات اس سے بعید ہیں تو عصبیت اور شفقت و محبت برابر ہے نصف انکو اور نصف
انکو ملیگا اور وہ نصف ماں اور اسکی اولاد پر تقسیم کیا جائیگا اس حساب سے ان کو بالاشتراک چھٹا حصہ دلایا جائیگا اور اس سے
کم نہوگا اور باقی ان سب کو دلایا جائیگا اور اگر بھائی عصبات ہیں تو انمیں قرابت قریبہ و حمایت دونوں پائی جاتی ہیں
اور بسا اوقات انکے ساتھ اور وارث بھی ہوتے ہیں مثلاً بیٹی اور بیٹے اور خاوند پھر اگر ماں کو سدس دلایا جاوے تو اوروں پر
تنگی و دقت ہو اور اللہ پاک فرماتا ہے ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لہن ولد فان کان لہن ولد فلکم
الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین ط ولہن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ج فان کان لکم ولد فلہن الثمن
مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا او دین ط اور تمکو تمھاری بیویوں کے ترکہ کا نصف ہے اگر انکی اولاد نہو پس اگر انکی اولاد ہو
تو انکے ترکہ میں سے تمکو ربع ہے بعد وصیت کے جس چیز کی انھوں نے کی ہو یا دین کے اور بیبیوں کو تمھارے ترکہ میں سے
اگر تمھارے اولاد نہیں ہے تو ربع ہے پھر اگر تمھارے اولاد ہے تو انکو تمھارے ترکہ میں سے ثمن ہے بعد اس چیز کے وصیت کے
جو تمنے کی ہے یا قرض کے۔ میں کہتا ہوں خاوند کو ورثہ اسلیے ملتا ہے کہ اسکو بیوی اور اسکے مال پر قبضہ ہوتا ہے پس بالکل
مال کے اسکے قبضہ سے نکال لینے میں اسکی ضررسانی ہے اور دوسرے یہ کہ خاوند اپنا مال اسکی سپردگی میں رکھتا ہے اور اپنے
مال میں اسکو امین سمجھتا ہے اسی خیال سے کہ بیوی کے مال میں اسکا بڑا حق ہے اور بیوی خاوند سے خدمت اور ہمدردی
اور حق محبت کا لیتی ہے لہذا خاوند کو بیوی پر فضیلت ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء پھر
اس بات کا بھی اعتبار کیا گیا ہے کہ خاوند بیوی کو زیادہ حصے لینے سے اولاد پر تنگی نہو اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اکثر
مسائل میں جس فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ فضیلت تضعیف ہے اللہ پاک فرماتا ہے وان کان رجل یورث
کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس ج ان اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث ۔ اگر وہ شخص
جسکا ورثہ تقسیم ہوتا ہے کلالہ ہو اور اس مرد کے بھائی یا بہن ہو پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو سدس ہے اور اگر اس سے
زیادہ ہوں تو وہ سب ثلث میں شریک ہونگے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ آیت ماں کی اولاد میں وارد ہے اور اسپر اجماع
ہو چکا ہے اور چونکہ اس شخص کے نہ باپ ہے نہ اولاد ہے اسلیے شفقت کے لحاظ سے اگر انمیں ماں ہے تو انکو نصف ہے
اور نصف معاونت اور حمایت کے اعتبار سے اور اگر ماں نہیں ہے تو دو ثلث انکا ہے اور ایک ثلث انکا ہے اللہ پاک
فرماتا ہے یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف
ما ترک وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد فان کانتا اثنتین فلہما الثلثان مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فـ

للذکر مثل حظ الانثیین - تجھسے مسئلہ دریافت کرتے ہین کہدے خدا تعالیٰ تمکو بیان کرتا ہے اگر کوئی مرد مرجاے جسکے کچھ اولاد
نہ ہو اور اُسکی ایک بہن ہو تو اُسکی ہمشیر کو اس مرد کے ترکہ کا نصف ہے اور وہ مرد اُسکا وارث ہوگا اگر اُسکے اولاد نہین ہے پھر اگر دو ہمشیرہ ہون
تو اُن دونون کو اُسکے ترکہ مین حصہ دو ثلث ہے اور اگر اُسکے بھائی و بہنین ہون تو مرد کو عورت سے حصہ چند ہے - مین کہتا ہون
کہ یہ آیت بالاجماع باپ کی اولاد مین وارد ہے خواہ وہ بنی اعیان ہون یا بنی علات ہون اور کلالہ اُس شخص کو کہتے ہین
کہ جسکے نہ باپ ہو نہ اولاد ہو اور اللہ پاک کا یہ قول لیس لہ ولد کلالہ کی بعض حقیقت کو ظاہر کرتا ہے - اصل مین جس شخص کے
کوئی ایسا وارث ہو کہ نسب کے عمود مین داخل ہو تو وہ لوگ ہوا اولاد کے بعد سب سے زیادہ قریب در اولاد کے مشابہ ہین
وہ اولاد ہی کی مثل ہون اور وہ برادر و ہمشیر ہے - رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الحقوا الفرائض باہلہا فما بقی فہو لاولی
رجل ذکر - تمام حصے اُنکے حقدارون کو دیدو پھر جو باقی رہے تو وہ اُس مرد ذکر کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہے - مین کہتا ہون
یہ بات معلوم ہو چکی کہ توارث کے اندر دو باتون کا لحاظ کیا گیا ہے جنکو ہم بیان کر چکے اور محبت و شفقت کا صرف
اُس قرابت مین لحاظ کیا گیا جو بہت قریب ہے جیسے مان و بھائی نہ اُنکے سوا مین - پس جب نسب ہی رہے تو وارث سب سے
قائم مقام ہونے اور اُسکے معاونت کرنے کے اعتبار سے معین ہوگا اور سب سے قوم اور اُسکے نسب و اُسکے درجہ کے لوگ ہین
بایں الاقرب فالاقرب - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم - نہ مسلمان کافر کا
وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا - مین کہتا ہون کہ یہ حکم اسلیے دیا گیا ہے تاکہ کافر و مسلمان مین ہمدردی نہونے پاے
کیونکہ مسلمان کا کافر سے اختلاط رکھنا باعث اُسکے دین کے فساد کا ہوگا چنانچہ اللہ پاک نکاح کے حکم مین فرماتا ہے
اولئک یدعون الی النار - وہ جہنم کیطرف بلاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے القاتل لا یرث
قاتل کو ورثہ نہین پہونچتا - مین کہتا ہون یہ حکم اسلیے دیا گیا ہے کہ بسا اوقات وارث مال لینے کی خاطر اپنے مورث کو
مار ڈالتا ہے خاصکر چچازاد بھائی وغیرہ اسوقت مین اس طریقہ کا آئین مقرر کرنا ضروری ہوا کہ اس فعل کے مرتکب ہونے والے
نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے وہ نا امید کیا جاے تاکہ یہ مفسدہ رفع ہو اور یہی طریقہ متوارث چلا آتا ہے کہ نہ غلام کو
کسی کا ورثہ ملتا ہے نہ اُسکے کسی کو غلام کا ورثہ ملتا ہے کیونکہ غلام کا مال مولا کا مال ہوتا ہے اور مولا اجنبی شخص ہوتا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات - البتہ مان کی
اولاد مین سے بنی اعیان مین توریث جاری ہوتی ہے بنی علات مین نہین ہوتی - مین کہتا ہون اسکا سبب ہم بیان
کر چکے ہین کہ میت کی قائم مقامی کا مبنا خصوصیت پر ہے اور قریب بعید کا حاجب ہوکر اُسکو محروم کردیتا ہے اور
فافہم - مان باپ اور بیوی اور مان باپ کی صورتین اس بات پر صحابہ رض کا اجماع ہے کہ مان کو باقی کا ثلث ملتا ہے
اور حضرت ابن مسعود نے بخوبی بیان کر دیا ہے اور فرمایا ہے ما کان اللہ لیرینی ان افضل اما علی اب - اور آنحضرت
صلعم نے ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک اخت عینی کی صورتین بایں طور حکم دیا کہ بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس اور
ہمشیر کو باقی - مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ بعید قریب کا اُسکے حصہ مین مزاحم نہین ہوتا ہے اور جو باقی رہے تو بعید
اُسکا حقدار ہوتا ہے تاکہ خدا تعالیٰ نے اُس صنف کے لیے جو مقرر کیا ہے اُسکا استیفا کرلے پس بیٹی کو پورا نصف ملیگا اور

اور پوتی لڑکی کے حکم ہے پس حقیقی بیٹی کے مزاحم ہوگی اور پوتیون کی حصہ سے باقی اسکو ملجائیگا پھر بشرط عصبہ ہونے اسیلیے کہ آسمین بیٹی کے قائم مقام ہونیکے معنی پائے جاتے ہین اور وہ مورث کے درجہ کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قضیہ دادا کیساتھ اور حقیقی بھائیون اور اخیافی بھائیون کے باب مین فرمایا کہ باپ نے اُنکی قرابت کو بھی بڑھایا ہے حضرت ابن مسعود اور زید اور شریح وغیرہ رضی اللہ عنہم نے اسی حکم کو قبول کیا اور قوانین شرعی کے ساتھہ یہ حکم زیادہ تر مناسب ہے اور دادی کیلیے سدس کا حکم دیا کیونکہ ماں کے نہونے کی صورت مین دادی ماں کے قائم مقام ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان اور ابن عباس رضی اللہ عنہم دادا کو باپ کا حکم دیتے تھے اور میرے نزدیک یہ قول سب سے بہتر ہے اور ولاء مین یہ راز ہے کہ اسمین معاونت و عزت کی محافظت پائی جاتی ہے پس مولا نعمت اسکا زیادہ تر مستحق ہے بعد ازان اُسکے قوم کے مرد درجہ بدرجہ واللہ اعلم

تدبیر منزل کے ابواب کا بیان

معلوم کرو کہ فن تدبیر منزل کے اصول تمام عرب و عجم کے نزدیک مسلم ہین البتہ اُنکی صورتون مین اختلاف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب مین پیدا کیے گئے اور حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہوا کہ تمام دنیا مین با بطور کلمۃ اللہ کا اعلان ہو کہ عرب کا دین تمام ادیان پر غالب کیا جاے اور تمام دنیا کے عادات عرب کے عادات سے منسوخ کیے جاوین اور تمام دنیا کے لوگون کی ریاست اُنکی ریاست سے منسوخ کیجاوے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ بجز عرب کی عادات کے تدبیر منزل کسی صورت سے نہین ہوسکتی اور نیز خود اُن صور و اشباح کا اعتبار ضروری ہوا اور ہم اکثر ضروری باتین مقدمہ باب مین ارتفاقات وغیرہ کے اندر بیان کر چکے ہین وہان دیکھنا چاہیے۔

نکاح کے متعلق گفتگو اور اُسکے متعلقات کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء اے گروہ جوانون کے جو شخص تم مین سے نکاح کی طاقت رکھے تو اسکو نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح کر کے نگاہ پست رہتی ہے اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو کوئی اسکی طاقت نہ رکھے تو اسکو روزہ رکھنا چاہیے اسلیے کہ روزہ خصی کر دیتا ہے معلوم کرو کہ بدن کے اندر جب کثرت سے منی پیدا ہوتی ہے تو اسکے ابخرہ دماغ کی طرف چڑھتے ہین تو اُسکا دل کسی خوبصورت عورت کے دیکھنے کو چاہتا ہے اور اُسکی محبت اُسکے قلب پر غالب ہوجاتی ہے اور اس منی کا ایک حصہ شرمگاہ کیطرف اُترتا ہے جس سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور شدت سے خواہش ہوتی ہے اور اکثر یہ بات جوانی کے زمانہ مین ہوتی ہے اور حجابات طبع مین سے یہ ایک بہت بڑا حجاب ہے جو اسکو احسان کی صفت مین غور کرنے سے مانع ہوجاتا ہے اور زنا کیطرف اسکو رغبت دلا کر اس شخص کی عادت بگاڑ دیتا ہے اور باہمی فساد سے بڑی بڑی بلاؤن مین وہ شخص پڑ جاتا ہے لہذا اس

حجاب کا دور کرنا ضروری ہوا پس جو شخص جماع کی استطاعت رکھتا ہو اور اسپر قادر ہو بایں طور کہ مقتضاء حکمت کے موافق
کوئی عورت اسکو میسر آوے اور اسکا خرچ اٹھا سکے تو اس شخص کے لیے نکاح سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ نکاح
کرنے سے نگاہ پست رہتی ہے اور آدمی کی شرمگاہ محفوظ رہتی ہے کیونکہ اسکے سبب سے منی کثرت سے خارج ہوتی رہتی ہے
اور جس شخص میں اسکی استطاعت نہو تو اسکو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزہ رکھنے کو ہیجان طبعی کے دور کرنے اور اسکے
جوش کم کرنے میں بہت دخل ہے اسلیے کہ اسمین منی کے مادہ کا کم کرنا ہے بلکہ تمام اخلاق فاسدہ جو کثرت اخلاط سے
پیدا ہوتے ہین وہ روزہ کے سبب سے بدل جاتے ہین اور آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل سے
منع فرمایا اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا تعالے سے خوف کرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ میں
اس سے خوف کرتا ہوں مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح
بھی کرتا ہوں پھر جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھسے نہیں ہے۔ معلوم کرو کہ نصاریٰ بعض ثنویہ اور برہمہ
ترک نکاح کو قربت الٰہی کا سبب سمجھتے تھے اور یہ انکا خیال غلط تھا اسلیے کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ جسکو خدا تعالیٰ نے
لوگون کے لیے پسند فرمایا ہے وہ صرف اصلاح طبیعت اور اسکی کجی کا دور کرنا ہے تمام خواہشوں کا جدا کرنا مقصود نہیں ہے
اور ہم پورے طور پر اسکا بیان کر چکے ہین۔ پھر ایسی عورت کیطرف رغبت کرنی ضرور ہے جسکا نکاح حکمت شرعی کے موافق ہو
اور تدبیر منزل کے مقاصد پورے طور پر اس سے حاصل ہو سکیں اسلیے کہ خاوند و بیوی کی صحبت لازمی ہے اور جانبین کے حوائج
ضروری ہوتے ہین پس اگر عورت بدطینت ہے اور اسکی سیرت و عادت میں سختی اور زبان میں اسکی لغویت شامل ہے
تو اس شخص پر باوجود فراخ ہونیکے دنیا تنگ ہو جائیگی اور وہ مصلحت فساد کیطرف منقلب ہو جائیگی اور اگر وہ اچھی ہے
تو اسکی وجہ سے کامل طور پر گھر کی اصلاح ہو سکتی ہے اور ہر طرف سے اس شخص کے لیے اسباب خیر مہیا ہو جاتے ہین چنانچہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرءۃ الصالحۃ۔ دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی بہتر پونجی نیک
بیوی ہے اور آپنے فرمایا ہے تنکح المرءۃ لاربع لمالہا ولحسبہا ولجمالہا ولدینہا فاظفر بذات الدین تربت
یداک۔ چار باتون کے سبب سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اسکے مال کے سبب سے اور اسکے حسب کیوجہ سے اور خوبصورتی
کیوجہ سے اور دین کے سبب سے پس دیندار پر ظفریاب ہو خاک مین ملجاوین تیرے دونون ہاتھ۔ معلوم کرو کہ بیوی کے
پسند کرنے مین لوگ جن مقاصد کا قصد کرتے ہین وہ غالباً چار باتین ہین ایک تو اسکے مال کیوجہ سے کہ اس شخص کو
اسکے مال کیطرف رغبت ہوتی ہے اور اسکو امید ہوتی ہے کہ مال کے ساتھ وہ عورت اسکی غمخواری کریگی۔ اور اسکی اولاد
ماں کے مالدار ہونے کیوجہ سے غنی ہو جائیگی کیونکہ ماں کے ترکہ مین انکو یہ مال ملیگا اور ایک عورت کے حسب کیوجہ سے یعنی
اس عورت کے باپ دادا خاندانی ہوتے ہین تو اسکے ساتھ نکاح کرنے مین وہ اپنی عزت سمجھتا ہے کیونکہ عزت داروں میں
نکاح کرنا شرف و عزت کا سبب ہوتا ہے اور ایک خوبصورتی کیوجہ سے کیونکہ طبیعت بشری کو جمال کیطرف رغبت ہوتی ہے
اور بہت سے لوگ طبیعت کے مغلوب ہوتے ہین اور ایک اسکے دین کے سبب سے یعنی وہ عورت صاحب عفت اور صاحب
ایمان ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک وہ مقرب ہوتی ہے۔ مال و عزت تو ایسی چیزین ہین کہ جن لوگون پر رسم دنیا کا حجاب غالب ہے

وہ انکا قصد کرتے ہین اور جمال وشباب وغیرہ ایسی چیزین ہین کہ جنپر حجاب طبعی کا غلبہ ہے انکو یہ مقصود ہوتی ہین اور دینداری
اُس شخص کا مقصود ہوتا ہے جو فطرت کے اعتبار سے مہذب ہوگیا ہے اور اس بات کو چاہتا ہے کہ دین مین اُسکی بیوی بھی
اُسکی مساعدت کرے اور اہل نیک کے ساتھ صحبت کی اُسکو رغبت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے خیر نساء رکبن الابل
نساء قریش احناه علی ولد فی صغره وارعاه علی زوج فی ذات یده - یعنی عورتین اونٹون پر سوار ہوتی ہین
انمین سب سے بہتر قریش کی عورتین ہین سب آدمیون سے زیادہ اُنکو اپنے بچے کے ساتھ اُسکے بچپن مین محبت ہوتی ہے
اور سب سے زیادہ اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہین - مین کہتا ہون یہ بات پسندیدہ ہے کہ بیوی اُس قبیلہ وخاندان
کی ہو جسکی عورتین خوش اخلاق ہوتی ہون کیونکہ سونے وچاندی کی کانون کی طرح آدمیون کی بھی کانین ہین اور انسان پر
اُسکی قوم کی رسوم وعادات اسقدر غالب ہوتی ہین کہ گویا اُسکی سرشت مین داخل ہین اور آنحضرت صلعم نے اسی بات کا
بیان فرمادیا کہ سب عورتون سے بہتر قریش کی عورتین ہوتی ہین اسلیے کہ سب سے زیادہ اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد کو انکو شفقت
ہوتی ہے اور اپنے خاوند کے مال غلام وغیرہ کی حفاظت سب سے زیادہ کرتی ہین اور نکاح کے جو مقاصد ہوتے ہین ان مین
یہ دو بڑے بڑے مقصد ہین اور انہین سے تدبیر منزل کا انتظام ہوتا ہے اور اگر تم آجکل ہمارے ملک دریا وراء النہر وغیرہ
کی تفتیش کروگے تو عادات صالحہ مین سب سے زیادہ ثابت قدم اور مستقل ان باتو مین قریش کی بیویون کو دیکھوگے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم - کہ نکاح کرو تم ایسی عورتون سے جو زیادہ بچے والی
اور زیادہ محبت والیون سے کیونکہ مین امتون سے تمھارے ساتھ کثرت مین مقابلہ کرنیوالا ہون - مین کہتا ہون کہ خاوند
بیوی کی باہم محبت کیوجہ سے مصلحت خانگی پورے طور سے قائم رہیگی اور بسبب کثرت اولاد کے مصلحت مدنیہ اور
ملیہ کی خوب تکمیل وتتمیم ہوگی اور عورت کو خاوند کے ساتھ محبت کا ہونا اُسکے صحت مزاج اور قوت طبیعت کی دلیل
اور غیرون کیطرف نظر کرنے سے مانع اور کنگھی وغیرہ سے سنگار کرنے کے باعث ہے اور اسمین خاوند کی شرمگاہ اور
اُسکی نظر کی حفاظت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه الا
تفعلوه تکن فتنة فی الارض وفساد عریض - جب کوئی شخص تمھارے پاس پیام نکاح کا لاوے جسکی دینداری
وعادت سے تم راضی ہو اُسکے ساتھ تم نکاح کردو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہوگا - مین کہتا ہون
اس حدیث سے یہ بات ثابت نہین ہوتی کہ نکاح کے اندر کفویت کا اعتبار نہین ہے اور ایسا ہو بھی نہین سکتا کیونکہ
ہر قسم کے لوگون کی سرشت مین کفویت کا اعتبار ہے اور کبھی تو کفویت کا نقصان قتل سے بھی زیادہ ہوتا ہے
اور لوگون کے مرتبہ مختلف ہین اور شریعت ایسی باتون کو مہمل نہین چھوڑتی اسی لیے حضرت عمر فرماتے ہین کہ مین [illegible]
بجز انکے کفو کے لوگون کے سب سے ممانعت کرونگا بلکہ آنحضرت صلعم کی مراد یہ ہے کہ جب اس شخص کے دین وعادت پسندیدہ
ہون تو اُسکے بعد غیر چیزون پر مثل قلت مال وتنگی حال وبدصورتی یا ام ولد کے اولاد وغیرہ ہونے پر نظر نہ چاہیے کیونکہ تدبیر
منزل کا مقصود اعظم خوش اخلاقی کے ساتھ صحبت مین رہنا اور اُسکے سبب سے دین کی اصلاح کا ہونا ہے اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے الشوم فی المرأة والدار والفرس - نحوست عورت اور گھوڑے اور گھر مین ہوتی ہے - مین کہتا ہون

اس حدیث کی صحیح تفسیر جسکو حدیث کا مورد چاہتا ہے کہ ان چیزون مین کوئی سبب کثرے پوشیدہ پایا جاے جسکی وجہ
عورت برکت سے برطرف اور شوم ہوا کرتی ہے۔

اور مستحب ہے مرد کو یہ بات کہ خوش کرے اپنے نفس کو ساتھ ترک کرنے نکاح کے اس عورت کے ساتھ جسکی نحوست پر
کوئی تجربہ پایا جاے اگرچہ وہ خوبصورت ہو اگرچہ وہ صاحب مال ہو اور حکمت کا مقتضی ہے کہ باکرہ کو اختیار کرے بشرطیکہ
وہ عاقلہ بالغہ ہو کیونکہ اسکے اندر داو و فریب کے معنی کم ہوتے ہین اسلیے وہ ادنی درجہ سے راضی ہو جاتی ہے اور بسبب
قوی ہونے اسکی جوانی کے بہت تیز ہے حمل کے لیے اور ادب کی صلاحیت بھی اقرب ہے جیسے کہ حکمت کا مقتضی ہے
اور نیز اپنی شرمگاہ کو اور نظر کو محفوظ رکھیگی بخلاف ثیبات کے (ثیبہ بیوہ عورت کو کہتے ہین) کہ وہ داو و فریب سے
خوب آگاہ ہوتی ہین اور بداخلاق وقلیل الالاء ہوتی ہین اور وہ مثل الواح منقوشہ کے ہوتی ہین کوئی ادب انہین
اثر نہین کرتا ہے بار خدایا مگر جبکہ اس شخص کو تدبیر خانگی مقصود ہو کیونکہ بغیر تجربہ کار عورت کے انتظام نہین ہو سکتا
ہے جیساکہ بیان ہو چکا ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان
ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل جب کوئی تم مین سے کسی عورت سے پیام نکاح کا دے پس اگر وہ شخص اس
چیز کو جو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی باعث ہو دیکھ سکے تو دیکھ لے اور فرمایا ہے فانہ احری ان یودم بینکما
کیونکہ یہ بات تم دونون مین الفت قائم رہنے کے لیے انسب ہے اور آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ فرمایا ہل رأیتھا فان
فی اعین الانصار شیئا - تونے اسکو دیکھ بھی لیا ہے کہ انصار کی آنکھون مین کچھ عیب ہوتا ہے - مین کہتا ہون مخطوبہ
کو دیکھ لینا اسواسطے مستحب کیا گیا ہے کہ دیکھ لینے کے بعد جو نکاح واقع ہوگا ہوشمندی کے ساتھ ہوگا اور وہ ندامت
جو بلا دیکھے بھالے نکاح کر لینے اور طبیعت کے موافق نہونے اور پھر اسکے رد کرنے سے پیدا ہوتی ہے ایسے وقت مین
پیش نہین آتی - اور دیکھنے کے بعد اسکو رد کرنا آسان ہوتا ہے - دوسرے ایسے وقت مین نکاح شوق اور نشاط کے
ساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ اسکی طبیعت کے موافق ہوتا ہے اور عقلمند آدمی جبتک کسی چیز کی برائی بھلائی پہلے معلوم
نکرلے اسکا اقدام نہین کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر
فی صورۃ شیطان اذا احدکم اعجبتہ المرأۃ فوقعت فی قلبہ فلیعمد الی امرأتہ فلیواقعھا فان ذلک یرد ما فی
نفسہ - عورت شیطان ہی کی صورت مین آتی ہے اور شیطان کی ہی صورت مین پشت کرتی ہے تمسے جب کسی کو کوئی
عورت اچھی معلوم ہو اور اسکے دل مین وسوسہ پیدا ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنی بیوی کیطرف قصد کرے اور اس سے صحبت
اسلیے کہ اس سے اسکے دل کا وسوسہ جاتا رہتا ہے معلوم کرو کہ شہوت فرج سب شہوتون سے بڑھکر شہوت ہے اور سب سے زیادہ
قلب پر اسکا غلبہ ہوتا ہے اور یہ شہوت انسان کو بڑی بڑی ہلاکت مین ڈالتی ہے اور عورتون کیطرف دیکھنے سے یہ شہوت
پیدا ہوتی ہے اس حدیث سے یہی مراد ہے المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان - الخ پس جب کوئی شخص کسی عورت کو
دیکھے اور اسکے قلب مین اسکا شوق اور بیقراری پیدا ہو تو حکمت کا مقتضی ہے کہ اس شوق کو علی حالہ چھوڑا نجاے کیونکہ
ایسی صورت مین وہ شوق آہستہ آہستہ زیادہ ہو کر اسکے قلب پر غالب آجائیگا اور قلب کے اندر اسکا تصرف جاری ہوجائیگا

اور نیز خیر کی ایک مدد ہوتی ہے جس سے وہ چیز قوی ہو جاتی ہے اور ایک تدبیر ایسی ہوتی ہے جس سے وہ چیز کم ہو جاتی ہے پس تابون
کیطرف رغبت کی مدد منی کے ظروف کا پُر ہونا اور اس سے دماغ کیجانب بخارات کا صعود کرنا ہے اور اسکے کم کرنے کی تدبیر منی
ظروف کا منی سے خالی کر دینا ہے۔ اور نیز جب اسکا قلب جماع کرنے کیطرف مشغول ہوگا تو وہ وسوسہ اسکے دل سے نکل جائیگا
جس چیز کیطرف اسکی توجہ تھی وہ توجہ اسکو نہ رہیگی۔ اور جب ایک چیز کے استحکام سے پہلے اسکا علاج کر لیا جاتا ہے تو آسانی سے
وہ چیز رفع ہو جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لا يخطب الرجل على خطبة اخيه حتى ينكح او يترك
کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی نکرے جبتک وہ نکاح نہ کرلے یا ترک نکردے۔ مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ جب
ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کی گفتگو کی اور عورت کو بھی اسکی طرف میلان ہو گیا تو اس شخص کے گھر آباد ہونے کی صورت
ظاہر ہو گئی پس اب اس شخص کی امید کو توڑنا اور جس چیز کے وہ درپے ہے اس سے اسکو نا امید کر دینا اسکے ساتھ بدعہدی
اور ظلم کرنا اور اسکو تنگ کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسأل المرأة طلاق اختها لتستفرغ صحفتها
ولتنكح فان لها ما قدر لها۔ کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی خواستگاری اسلیے نکرے تاکہ اسکے برتن کو
خالی کرکے اپنا نکاح اس شخص سے کرے کیونکہ اسکو وہی ملیگا جو اسکے تقدیر مین ہے۔ مین کہتا ہون اسمین یہ حکمت ہے
اسکی طلاق کا چاہنا اسکے ساتھ کاٹ کرنا اور اسکی روزی کے خراب کرنے مین کوشش کرنا ہے۔ اور شہر کے فساد کا سبب
بڑا سبب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے روزگار کی کاٹ کرے۔ بلکہ خدا تعالی کی مرضی تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی روزی اس طرح پیدا
جو خدا تعالی نے اسکے لیے آسان کیا ہے حاصل کرے اور دوسرے کی روزی کا ازالہ نہ چاہے۔

ستر کا بیان

معلوم کرو کہ جب عورتون کو دیکھنے سے مردون کے دلمین انکا عشق اور فریفتگی پیدا ہوتی ہے اور اسیطرح عورتونکو
مردون کے دیکھنے سے مردون کا عشق پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ اس بات کا سبب ہو جاتا ہے کہ بغیر سنت راشدہ کے
انسے قضاء شہوت کیا جاوے مثلاً اس عورت کیطرف توجہ کرنا جو دوسرے کا ناموس ہے یا بلا نکاح کسی عورت سے لو لگانا
یا بلا اعتبار کفو کے کسی کے ساتھ نکاح کرنا اور اس باب مین جو کچھ دیکھنے مین آتا ہے وہ اس بیان سے مستغنی ہے
جو دفترون مین مذکور ہے۔ پس حکمت کا مقتضی یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جاوے اور چونکہ بنی آدم کی حاجات مختلف
ہین اور انکو لامحالہ مخالطت کی ضرورت ہے لہذا ضروری ہوا کہ حاجات کے اعتبار سے ممانعت نظر کے کئی
درجے مقرر کیے جائین اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طریقے مسنون اور مشروع فرمائے ایک تو یہ کہ عورت
اپنے گھر سے بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ ہی نہو باہر نہ جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرأة
عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان۔ عورت شرم کی چیز ہے پس جب گھر سے باہر ہوتی ہے شیطان نگاہ اٹھا کر
اسکی طرف دیکھتا ہے۔ مین کہتا ہون اسکے معنی یہ ہین کہ شیطان لگا رہتا ہے کہ وہ اسکو نظر اٹھا کر دیکھتا ہے یا اسمین فتنے کے
اسباب مہیا کرنے سے لگتا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے وقرن في بيوتكن۔ اور اپنے گھرون مین قرار پکڑو۔ اور حضرت عمر

چونکہ اسرار دین کا علم دیا گیا تھا اسلیے انکی تمنا تھی کہ خدا تعالی کیطرف سے اس پردہ کا حکم نازل ہو حتی کہ آپ نے ایک ترتبہ
حضرت سودہ کو آواز دی یا سودۃ انک لاتخفین علینا۔ اے سودہ آپ ہمسے چھپ نہین سکتین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جب معلوم کیا کہ بالکل اس بات کے مسدود کرنیمین حرج عظیم ہے اسلیے آپنے گھر مین بیٹھنا اُنکے لیے مستحب کیا واجب
نہین کیا اور فرمادیا اذن لکن ان تخرجن الی حوائجکن تمکو اپنی حاجات کے لیے باہر نکلنے کے لیے اجازت دیگیی ہے۔
دوسری یہ کہ عورت اپنے اوپر پردہ ڈالے رہے اور بجز خاوند یا ذی رحم محرم کے کسیکے سامنے مواضع زینت کو نہ کھولے
اللہ پاک فرماتا ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم ط ذالک ازکی لہم ط ان اللہ خبیر بما یصنعون
وقل للمومنات یغضضن من ابصارہن الی قولہ تفلحون۔ ایمان والون سے کہدے اپنی نگاہیں نیچی رکھین اور
اپنی شرمگاہونکی حفاظت کرین یہ اونکے لئے زیادہ پاکیزہ ہے بیشک خدا اونکے کامون سے خبردار ہے اور مسلمان عورتون سے کہدو کہ اپنی
آنکھین نیچی رکھین اپنی شرمگاہونکی حفاظت کرین اور اپنا سنگھار بجز ظاہری سنگھار کے کسی کے سامنے نہ کھولین مگر اپنے خاوندون کیلیے
یا اپنے آبا کیلیے یا خاوندون کے باپون کیلیے یا اپنے بیٹون کیلیے یا اپنے خاوند کے بیٹون کیلیے یا اپنے بھائیون کیلیے اخیر آیات تک پس
خدا تعالے نے اُن اعضا کے کھولنے کی اجازت دی ہے جنسے شناخت ہوسکتی ہے یعنی منہہ اور اکثر جن اعضا سے کام کاج ہوتا ہے اور وہ
منجملہ ہاتھ ہین اور اُنکے سوا سب اعضا کا ستر واجب مگر خاوند اور ذی رحم محرم اور اپنے غلامونکے سوا اور جو عورتین گھر کی بیٹھنے والی ہین یعنی نکاح
کا قصد نہین رکھتی ہین انکو اس بات کی اجازت دی کہ اپنے کپڑے اوتار رکھا کرین۔ تیسری یہ کہ کوئی مرد کسی عورت کیساتھ تنہائی مین نہ رہے جبتک کوئی
تیسرا وہان ایسا موجود نہو جسکا وہ دونون لحاظ کرتے ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا لایبیتن
رجل عند امراۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا رحم۔ آگاہ ہوجاؤ کہ کوئی مرد کسی خاوند رسیدہ عورت کے پاس
شب باشی نکرے بجز اسکے خاوند کے یا محرم کے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایخلون رجل بامراۃ
فان الشیطان ثالثہما۔ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی مین نہ رہے کیونکہ تیسرا انمین شیطان ہوتا ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم جن
عورتونکے خاوند گھر مین نہین اُنکے پاس مت جاؤ اسلیے کہ شیطان انسان کے اندر خون کے مانند جاری رہتا ہے
چوتھے یہ کہ کوئی شخص عورت ہو یا مرد دوسرے شخص کے ستر کو نہ دیکھے عام ہے کہ وہ مرد ہو یا عورت آنحضرت صلعم نے فرمایا
لاینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المراۃ الی عورۃ المراۃ۔ نہ مرد مرد کا ستر دیکھے نہ عورت عورت کا ستر دیکھے
مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت کو ہیجان ہوتا ہے اور عورتونمین باہم معاشقہ ہوجاتا ہے
اور اسیطرح مردونمین۔ اور ستر کے نہ دیکھنے مین لوگون پر کچھ دقت بھی نہین ہے اور نیز ستر عورت ان ارتفاقات کے
اصول مین سے ہے جنکے بغیر چارہ نہین ہے۔ پانچوین یہ ہے کہ ایک کپڑے مین کوئی کسی کے ساتھ نہ سوئے اور علی ہذا القیاس
ایک چارپائی پر بھی لوگ نہ سوئین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لایفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد
ولا تفضی المراۃ الی المراۃ فی ثوب واحد۔ نہ مرد مرد کے پاس ایک کپڑے مین جاکر لیٹے اور نہ عورت عورت کے
پاس اسطرح لیٹے اور فرمایا ہے لاتباشر المراۃ المراۃ لتنعتہا لزوجہا کانہ ینظر الیہا۔ کہ کوئی عورت کسی عورت سے

بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے خاوند سے اُسکا حال بیان کرے گویا کہ وہ اُسے دیکھ رہا ہے۔ مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ عورتون کا
پاس پاس لیٹنا باہم شہوت کو ہیجان مین لاتا ہے جس سے انمین سحاق اور لواطت کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت
صلعم کا یہ فرمانا کہ گویا اُسکی طرف دیکھ رہا ہے اُس سے یہ مراد ہے کہ عورت عورت کے ساتھ مباشرت کرنے سے بسا اوقات مرد کی
محبت پیدا ہوجاتی ہے اور پھر وہ اُس لذت کا ذکر اپنے خاوند یا کسی قوم سے کہدیتی ہین اُسکے باعث سے اُن لوگون کو اُس
عورت کا اشتیاق ہوجائیگا اور سب سے بڑا مفسدہ یہ ہوتا ہے کہ جس عورت کا خاوند نہین ہے اُسکے کسی مرد کے سامنے اوصاف
بیان کیے جاوین۔ آنحضرت صلعم نے جو ہیت مخنث کو ازواج مطہرات کے مکانون سے نکلوایا تھا اُسکا یہی سبب تھا اور
جاننا چاہیے کہ ستر عورت یعنی وہ اعضاء کہ جنکے کھولنے سے لوگونمین عادات متوسطہ کے اعتبار سے عار آتی ہے جسطرح
قریش کے اندر اُس زمانہ مین تھا اُن اتفاقات کے اصول مین سے ہے جنکو اُن تمام لوگون نے تسلیم کرلیا ہے جنکا نام تہذیب
اور اسی کے سبب سے انسان تمام حیوانات مین ممتاز ہے پس اسلیے شارع نے ستر کو واجب کیا اور بول و براز کا مقام
اور خصیتین اور عانہ زیر ناف اور جو اعضاء انکے قریب مین یعنی زانو سے ان اعضاء کا ستر ہونا دین کے بدیہیات
مین سے ہے جسپر دلیل کی حاجت نہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا زوج احدکم عبدہ امتہ فلا ینظر الی عورتہا
وفی روایتہ فلا ینظر الی مادون السرۃ وفوق الرکبتہ۔ جب کوئی تم مین سے اپنے غلام کا اپنی چھوکری سے نکاح کردے
تو پھر اُسکا ستر نہ دیکھے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر نہ دیکھے اور نیز آپ نے فرمایا ہے
اما علمت ان الفخذ عورۃ۔ کیا تو نہین جانتا کہ ران ستر ہے ان دونون حدیثون سے یہ بات ثابت ہوئی
کہ دونون ران ستر ہین اور اس مسئلہ مین احادیث متعارضہ آئی ہین مگر اس قول مین احتیاط زیادہ تر ہے
اور قواعد شرعی سے بھی بہت ملتا ہوا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایاکم والتعری فان معکم من لا
یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اہلہ فاستحیوہم واکرموہم ننگے ہونے سے پرہیز کرو کیونکہ
تمہارے ساتھ وہ فرشتہ ہے کہ نہین مفارقت کرتا ہے تمسے مگر وقت پاخانے کے یا اُسوقت جب کوئی شخص اپنی
بیوی سے صحبت کے لیے جاتا ہے پس اُنسے حیا کرو اور اُنکی تعظیم کرو اور نیز فرمایا اللہ احق ان یستحیی منہ کہ
اللہ پاک اسکا مستحق زیادہ ہے کہ اس سے حیا کیجاے۔ مین کہتا ہون کہ برہنہ ہونا بغیر ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ نہو
منع ہے اگرچہ مکان خالی ہو کیونکہ بسا اوقات انسان اُسپر اقدام کرتا ہے اور اعمال کا اعتبار اُن اخلاق کے ساتھ
ہوا کرتا ہے جن سے وہ پیدا ہوتے ہین اور ستر کا منشا حیا اور نفس پر تحفظ و تقید کی کیفیت کا غالب کرنا اور بیحیائی کو
ترک کردینا اور اُسکا عادی ہونا ہے اور جب شارع نے کسی شخص کو ایک چیز کا حکم دیا تو اُسکا یہ مقتضی ہوا کہ دوسرے کو
اس بات کا حکم دیا جاے کہ اس حکم کے موافق اُس شخص کے ساتھ معاملہ کرے پس عورتون کو ستر کا حکم دیا گیا ہے
تو ضروری ہوا کہ مردون کو اس بات کا حکم دیا جاے کہ اپنی نگاہین نیچی رکھین اور مردون کا نفس جب ہی ہمت
پکڑتا ہے جب وہ اپنی نگاہون کو پست کرین اور اپنے نفس کو اسپر مجبور کرین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
الاولی لک ولیست لک الآخرۃ۔ پہلی نگاہ تیرے لیے ہے اور دوسری تیرے لیے نہین ہے۔ مین کہتا ہون اسمین

نہیں معلوم اتنا ہے کہ نکاح کا خیال نہ ہو دوسری مرتبہ نظر کرنے کے ہے اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس [illegible]
آئے جو نابینا صحابی تھے اور آپ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کو پردہ کرنیکا حکم دیا اور انہوں نے عرض کیا
کہ یہ تو نابینا ہیں ہم کو نہیں دیکھتا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم اسکو نہیں دیکھ سکتی ہو۔ میں
کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ جسطرح مردوں کو عورتوں کیطرف رغبت ہوتی ہے ویسی ہی عورتوں کو مردوں کی طرف
ہوتی ہے آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا انہ لیس علیک باس انما ہو ابوک وغلامک [illegible]
مضائقہ نہیں کہ وہ تیرا باپ اور غلام ہے میں کہتا ہوں کہ غلام کو محارم کا حکم اسلیے دیا گیا کہ اسکو [illegible] کیطرف رغبت
نہیں ہوتی کیونکہ اسکی نظر میں وہ معزز ہوتی ہے اور نہ سیدہ کو غلام کیطرف رغبت ہوتی ہے کیونکہ وہ اسکی نگاہ میں
حقیر ہوتا ہے اور باہم انکو پردہ کا حکم دینے میں سخت دشواری ہے اور [illegible]
قرابت قریبہ محرمہ میں رغبت کے کم ہونیکا باعث ہے [illegible] طبع کے [illegible]
اور مدت دراز تک [illegible] رہنا بھی قلت نشاط اور پردہ کے دشوار ہونے اور کم اتفاق کا باعث [illegible]
سنت ہوگئی کہ محارم سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو اور غیروں سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو

نکاح کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نکاح الا بولی۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ [illegible]
عورتوں کو حکم کرنا [illegible] نہیں ہے کیونکہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اور انکی فکر ناقص ہوتی ہے اسلیے [illegible]
کیطرف انکو رہبری نہ ہوسکیگی [illegible] غالبًا وہ حسب کی حفاظت نہ کریگی [illegible]
اور اسمیں انکی قوم کی عار ہے پس ضروری ہوا کہ ولی کو اس باب میں کچھ دخل دیا جائے [illegible]
اشتباہ سے لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہوتے ہیں اور تمام [illegible]
مردوں کے متعلق ہوا کرتے ہیں اور عورتیں انکی مقید ہوتی ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء
بما فضل اللہ بعضهم الآیۃ۔ اور نیز نکاح کے اندر ولی کی شرط لگانے میں اولیاء کی عزت ہے اور عورتوں کو اپنا نکاح خود کرنے
میں انکی بے عزتی ہے جسکا مدار بیحیائی پر ہے اور اولیاء کی مخالفت اور انکی بے قدری ہے۔ اور نیز یہ بات واجب ہے
کہ نکاح کو زنا سے شہرت کے ساتھ امتیاز ہو اور شہرت کی بہتر صورت یہ ہے کہ عورت کے اولیا نکاح میں موجود ہوں اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تنکح الثیب حتی تستامر ولا البکر حتی تستاذن الخ وفی روایۃ البکر یستاذنها
ابوها۔ یعنی بیوہ عورت کا نکاح نہ کیا جاوے جبتک کہ اسکا امر نہ لیا جاوے اور نہ باکرہ کا جبتک کہ اسکا اذن نہ لیا جاوے۔
اور اسکا اذن خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جبتک باپ اس سے اذن لے میں کہتا ہوں یہ بھی روا نہیں کہ صرف اولیاء کو
نکاح کا اختیار دیا جاوے کیونکہ اپنا نفع و ضرر جو عورت جانتی ہے وہ اس سے ناواقف ہیں اور نفع و نقصان اسکی طرف
عائد ہونیوالا ہے اور استیمار صراحۃً انکی زبانی اجازت دینے کو کہتے ہیں اور استیذان اجازت طلب کرنیکو [illegible] اور اسکے

منع نکرنے کو کہتے ہین اور ادنی مرتبہ اُسکا سکوت ہے اور حدیث شریف مین بالغہ باکرہ سے استیذان مراد ہے نہ صغیرہ کیونکہ
صغیرہ نا سمجھ ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عائشہؓ کا نکاح بلا استیذان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا تھا
اور انکی عمر اسوقت مین چھ برس کی تھی اور آپنے فرمایا ہے ایما عبد تزوج بغیر اذن سیدہ فهو عاهر جو غلام اپنے مولا کے
بغیر اجازت نکاح کرے تو وہ زانی ہے - مین کہتا ہون چونکہ غلام اپنے مولا کی خدمت مین مشغول رہا کرتا ہے اور نکاح اور اُسکے
فروعات یعنی اُسکے ساتھ ہمخوابی کرنا اور اُسکے پاس رہنا ایسی چیزین ہین کہ جنکی وجہ سے مولا کی خدمت مین نقصان
آتا تھا اسلیے ضرور ہے کہ غلام کا نکاح اُسکے مولا کی اجازت پر موقوف کیا جاے اور چھوکری کا نکاح بطریق اولی مولا کی اجازت
موقوف رہنا چاہیے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فانکحوهن باذن اهلهن - پس انسے اُنکے مولا کی اجازت سے نکاح کرلو
حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ رسول خدا صلعم نے ہمکو حاجت (یعنی نکاح وغیرہ کے) وقت یہ تشہد تعلیم فرمایا ہے
الحمد للہ نستعینه ونستغفره ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یهده اللہ فلا مضل له ومن یضلله فلا هادی له
واشهد ان لا اله الا اللہ واشهد ان محمدا عبده ورسوله - اور اُسکے بعد یہ تین آیتین پڑھے یا ایها الذین امنوا اتقوا اللہ
حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون - واتقوا اللہ الذی تساءلون به والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا
یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسوله فقد
فاز فوزا عظیما - مین کہتا ہون اہل جاہلیت قبل از نکاح خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اسمین اپنی قوم کے فخر بیان کرتے تھے
اور اُسکو ذکر مقصود کا وسیلہ کیا کرتے تھے اور اسکا اعلان چاہتے تھے اور اس رسم کے جاری ہونےمین مصلحت تھی اسواسطے
کہ خطبہ کا مبنی اعلان اور ایک شے کے بمنزلہ سُنی ہوئی اور دیکھی ہوئی کے گردانے پر ہے اور نکاح مین اعلان کرنے مین
یہ حکمت ہے تاکہ نکاح اور زنا مین تمیز ہوجاے - اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خطبہ کا استعمال مہتم بالشان امور مین کیا جاتا ہے
اور نکاح کا اہتمام اور اُسکا ایک عظیم الشان امر گردانا اعظم مقاصد سے ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے
اصل کو باقی رکھا اور اُسکی صورتین تغیر فرما دیا ہے باینطور کہ اُسکے ساتھ مصالح کے ساتھ مصلحت کلیہ کو شامل کردیا ہے
اسطرح کہ ہر اتفاق کے [illegible] مین جو ذکر اُسکے مناسب ہے ملایا جاے اور ہر جگہ پر شعار الہی کی عظمت کیجاے تاکہ دین
حق کے نشانات پھیل جائین اور اُسکے شعائر وامارات ظاہر ہوجائین پس آنحضرت صلعم نے اسمین کچھ اذکار مسنون فرمایے
مثل حمد اور استعانت اور استغفار اور تعوذ اور توکل اور تشہد کے اور کچھ آیات قرآنی اسمین شامل کین اور اس مصلحت
کیطرف اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کل خطبة لیس فیها تشهد فهو کالید الجذماء - جس خطبہ مین تشہد نہو وہ
وہ دست بریدہ کے مانند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فصل ما بین الحلال والحرام الصوت
والدف فی النکاح - حلال وحرام مین یہی فرق ہے کہ نکاح مین آواز اور دف ہوتی ہے - اور نیز آپنے فرمایا ہے
اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوا علیه الدفوف - اس نکاح کو اعلان کردیا کرو اور مساجد مین
اسکو کیا کرو اور اُسپر دفین بجادیا کرو - مین کہتا ہون کہ وہ لوگ نکاح مین دف اور آواز کا استعمال کیا کرتے تھے
اور اسمین اُسکی ایسی عادت جاری ہوگئی تھی اس نکاح مین جسکو چار قسم کے نکاحون مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

باقی رکھا ہے متروک ہونیکا احتمال تھا حضرت عائشہ رضی نے ان چارون قسم کا بیان کیا ہے - اور اسمین ایک مصلحت یہ ہے کہ نکاح اور زنا دونون قضاء شہوت اور مرد و عورت کی رضامندی مین متفق ہین لہذا ایک ایسی شے کا حکم دینا ضروری تھا جس سے بادی الرائے مین وہ دونون ایسے متمیز ہوجائین کہ کسی کو اسمین کلام یا خفا باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ روزون کے لیے متعہ کی اجازت دیدی تھی پھر اس سے ممانعت فرمادی اور اوّلا ضرورت کے سبب سے آپ نے اجازت دی تھی چنانچہ حضرت ابن عباس رضی نے اس شخص کے باب مین جو ایک شہر مین آئے اور وہان کسی کی بیوی نہو ذکر کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی نے اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ ان دنو مین صرف جماع کے لیے اجرت نہ دیتے تھے بلکہ تدبیر خانہ کے متعلق منجملہ اور حوائج کے جماع بھی شامل ہوتا تھا اور ایسا ہو بھی نہین سکتا اسلیے کہ صرف جماع کی اجرت دینا طبیعت انسانی سے بالکل باہر ہوجاتا اور بیحیائی ہے اسکو قلب سلیم بالکل پسند نہین کرتا اور متعہ سے نہی کرنے کا سبب اکثر اوقات مین اس حاجت کا مرتفع ہوجانا ہوا اور نیز متعہ کی رسم کے جاری ہونیمین نسب کا اختلاط لازم آتا ہے کیونکہ اس مدت کے گذرنے ہی وہ عورت خاوند کے قبضہ سے باہر ہوجاتی ہے اور اسکو اپنے نفس کا اختیار ہوجاتا ہے اب نہین معلوم کہ وہ کیا کریگی - اور عدت کا انضباط نکاح صحیح مین بھی جسکی بنا دوام پر ہوتی ہے نہایت دشواری سے ہوتا ہے تو پھر متعہ کا ذکر ہی کیا ہے دوسرے اس رسم کے جاری ہونیمین نکاح صحیح کا جو شرع مین معتبر ہے اہمال لازم آتا ہے کیونکہ اکثر نکاح کرنیوالون کی خواہش غالبًا شہوت فرج کا پورا کرنا ہوتا ہے اور نیز منجملہ ان امور کے جنسے نکاح اور زنا مین امتیاز ہوتی ہے ہمیشہ کے لیے معاونت پر استقرار ہے اگرچہ اصل اسمین لوگون کے سامنے قطع منازعت ہوتا ہے - اور نکاح بغیر مہر کے نہین کرتے تھے اور اسکی چند باعث و مصلحتین تھین - از انجملہ یہ ہے کہ نکاح کا فائدہ بدون اس بات کے تمام نہین ہوتا کہ ہر شخص معاودائمی پر اپنے نفس کو قائم رکھے اور عورت کیطرف سے اسکی صورت یہ ہے کہ اسکو اپنا اختیار نہ ہے اور یہ بات روا نہ تھی کہ مرد کا بھی اختیار اس سے نکال لیا جاتا ورنہ طلاق کا باب مسدود ہوجاتا اور مرد کے ہاتھ مین جسطرح عورت مقید ہے اسی طرح وہ عورت کا مقید ہوجاتا اور اصل یہ بات ہے کہ مرد عورت پر حاکم ہے اور یہ بات بھی ناممکن تھی کہ قاضی کو انکا اختیار دیا جاتا کیونکہ قاضی کیطرف مقدمہ کے پیش کرنیمین لوگون کو دقت ہوتی اور جو ہر شخص اپنا نفع و نقصان جانتا ہے قاضی اس سے ناواقف ہے پھر یہ بات متعین ہوئی کہ مہر مقرر کیا جاوے تاکہ خاوند کو اس نظم کے توڑنے مین مال کے نقصان کا خطرہ لگا رہے اور بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر اسکو چارہ نہو اسپر جرات نکرسکے پس مہر مقرر کرنیمین ایک قسم کی پائداری ہے اور نیز نکاح کی عظمت بغیر مال کے جو بضعہ کے یعنی شرمگاہ کے بدلہ ہوتا ہے نہین ظاہر ہوتی کیونکہ لوگون کو مال کی جسقدر حرص ہے کسی چیز کی نہین ہے لہذا اسی کے صرف کرنے سے ایک چیز کا مہتم بالشان ہونا معلوم ہوسکتا ہے اور اسکے مہتم بالشان ہونے سے اولیاء کی آنکھین اس شخص کو اپنے لخت جگر کے مالک ہوتے ہوے دیکھنے سے ٹھنڈی ہوسکتی ہین اور نیز اسکے سبب سے نکاح و زنا مین امتیاز ہوجاتی ہے خدا پاک فرماتا ہے ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین یہ کہ بذریعہ اپنے مالون کے تلاش کرو تم عفت کرنیوالی نہ مستی نکالنے والی - اور اسلیے آنحضرت صلعم نے وجوب مہر کو بدستور باقی رکھا اور کسی ایسی حد سے جسمین

کمی و بیشی مہر کی منضبط نہیں فرمایا اسلیے کہ اظہار اہتمام مین عادات اور رغبتین مختلف ہین اور حرص کے
درجات اور طبقات جدا جدا ہین پس انکے لیے ایک حد کا مقرر کرنا ناممکن ہے جسطرح اشیاء مرغوبہ کا ثمن ایک حد
معین کے ساتھ منضبط کرنا ناممکن ہے اسلیے آنحضرت صلعم نے ایک شخص سے فرمایا التمس ولو خاتما من حدید تلاش کر
اگرچہ لوہے کی ایک انگشتری ہی - اور فرمایا من اعطی فی صداق امراتہ ملئی کفہ سویقا او تمرا فقد استحل یعنی جس شخص نے
اپنی بیوی کے مہر مین لپ بھر ستو یا چھوارے دیدیے تو اس نے حلال کرلیا مگر آنحضرت صلعم نے ازواج و بنات مطہرات کے
مہر مین ساڑھے بارہ اوقیہ معین کر رکھے تھے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ تم عورتون کے مہر بھاری بھاری مقرر مت کرو
اسلیے کہ زیادہ مہر مقرر کرنے مین اگر دنیا کی عزت یا خدا کے نزدیک پرہیزگاری ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے
زیادہ بطریق اولی اس بات کا لحاظ فرماتے الحدیث - مین کہتا ہون مہر مسنون مین حکمت یہ ہے کہ مہر اسقدر رکھا یا رکھا
ہونا چاہیے کہ جسکا کچھ بار بھی ہو اور عادتاً اسکے قوم کے اعتبار سے اسکا ادا کرنا دشوار بھی ہو اور اسقدر اس حالت کے
اعتبار سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین لوگون کے تھے کافی مقدار ہے اور اسیطرح آپکے بعد بھی لوگون کی یہی عادت
تھی بارہا مگر وہ لوگ جنکے اغنیاء بمنزلہ بادشاہون کے ہین اور اہل جاہلیت عورتون پر مہر دینے مین ظلم کیا کرتے تھے
یا تو تاخیر بہت کرتے تھے یا کمی کے ساتھ دیا کرتے تھے اسلیے اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی آتوا النساء صدقٰتہن نحلۃ
اور دیدو عورتون کو انکے مہر مانگے اور اللہ پاک فرماتا ہے لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوہن او تفرضوا لہن
فریضۃ تمپر کچھ مضایقہ نہین اگر تم عورتون کو بدون ہاتھ لگائے یا بدون کچھ مقرر کیے طلاق دیدو - مین کہتا ہون اصل
اسمین یہ ہے کہ نکاح ملک کا سبب ہے اور دخول اسکا اثر ہے اور ایک شے سے اسکا اثر مراد ہوا کرتا ہے اور حکم اسکے سبب پر
مرتب ہوتا ہے اسلیے نکاح اور دخول اس بات کے مستحق ہوے کہ مہر انکے اوپر تقسیم کیا جاوے اور مرنے کیوجہ سے نکاح
کا امر ثابت و قائم ہو جاتا ہے - کیونکہ مرنے کیوقت تک اسنے نکاح کو رد نہین کیا اور اس سے روگردانی نہین کی حتی کہ
اسکے اور نکاح کے مابین موت حائل ہوگئی اور طلاق سے نکاح کا رفع اور فسخ ہو جاتا ہے اور وہ بمنزلہ رد و اقالہ کے ہے
جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہین مہر کے باب مین ایام جاہلیت مین بہت سے مناقشہ اور نزاع درپیش تھے
اور مال کی لوگون کو حرص تھی اور بہت سے امور سے حجت کیا کرتے تھے لہذا خدا تعالی نے اس اصل کے موافق ان
مناقشات کا فیصلہ کماینبغی کر دیا پس اگر عورت کے لیے کچھ مقرر کیا ہے اور اسکے ساتھ دخول کیا تو اسکو کامل مہر
دینا پڑیگا خواہ مرجائے یا طلاق دے کیونکہ اسکے ملک کا سبب و اثر تمام ہوگیا اور خاوند نے اس سے دخول کر لیا چنانچہ
اللہ پاک فرماتا ہے وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا - اور البتہ تم مین سے بعض کیطرف پہنچ گیا
اور ان بیویون نے تمسے نہایت پختہ عہد لیلیا ہے اور اگر اسکا مہر مقرر کر دیا ہے اور بغیر دخول کیے مرگیا تو عورتون کو کامل مہر
دیا جاویگا کیونکہ مرنے سے نکاح متقرر و ثابت ہوگیا اور ایسی حالت مین عدم دخول کچھ مضر نہین ہے کیونکہ وہ آسمانی
حکم ہے اور اگر قبل از دخول اسکو طلاق دے تو اسکو نصف مہر دلایا جاویگا موافق اس آیت کریمہ کے کیونکہ یہان احد السببین یعنی
عقد ایک سبب پایا جاتا ہے نہ دوسرا پس اسمین دو مشابہتین پائی جاتی ہین ایک تو صرف منگنی کے ساتھ اور دوسری

نکاح تام کے ساتھ ادا کرکچھ بھی مقرر نہین کیا اُسکو اُسکے کنبہ کی سی عورتون کا مہر دلایا جائیگا نہ اُس سے کم و بیش اور اُسپر عدت واجب ہوگی اور میراث پائیگی کیونکہ عقد اسوقت مین بسبب دائرہ تام ہوچکا پس ضروری ہوا کہ اُسکو مہر دلایا جاے اور مہر عورتکا اندازہ اُسکی نظیر اور مثل سے ہوتا ہے اور کنبہ کی عورتون کا مہر اس اندازہ کے لیے بہت مناسب ہے۔ اور اگر اُسکا نہ مہر مقرر کیا اور نہ اُس سے دخول کیا تو اُسکو متاع یعنی جوڑہ وغیرہ دینا پڑیگا کیونکہ عقد نکاح بغیر مہر کے ہونا ناممکن ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ان تبتغوا باموالکم الآیہ ۔ اور اس صورت مین مہر کے واجب کرنے کی کوئی صورت نہین تھی کیونکہ یہان نہ مہر کی تعین ہے نہ ملکیت کا تقرر ہے ۔

اور ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے چند سورۃ قرآن مہر مقرر کیا کیونکہ اُنکا سکھانا بھی ایک مہتم بالشان کام ہے اور مثل مال کے مرغوب اور مطلوب ہے اور آنحضرت صلعم کے زمانہ مین قبل از دخول ولیمہ کرنے کا دستور تھا اور اسمین بہت سے مصالح تھے اور انمنجملہ اسمین نہایت خوبی کے ساتھ نکاح اور اس بات کی اشاعت ہے کہ بیوی سے دخول کرنا چاہتا ہے، اور یہ اشاعت ضروری ہے تاکہ نسب مین کسی کو وہم کرنے کی بھی گنجایش نہو اور نکاح و زنا کی تمیز بادی الراے مین معلوم ہوجاے اور لوگون کے سامنے اُس عورت کے ساتھ متعلق ہوجاے اور انمنجملہ یہ ہے کہ بیوی اور اُسکے کنبہ کے ساتھ بھلائی و سلوک پایا جاتا ہے کیونکہ اُسکے لیے مال کا خرچ کرنا اور لوگون کا اُسکے باب مین جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت و عزت ہے اور میان بیوی کے مابین الفت قائم کرنیمین اس قسم کے امور خاصکر اُنکے اول اجتماع مین ضروری ہوتے ہین انمنجملہ یہ ہے کہ ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا یعنی جو چیز غیر مملوک تھی اسکا ملک مین داخل ہوجانا سرور و خوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کے اتباع مین سخاوت کی عادت اور خواہش بخل کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور اسکے علاوہ بہت سے فوائد اور مصالح ہین پس چونکہ سیاست مدنیہ اور منزلیہ اور تہذیب نفس اور احسان کے متعلق کافی فوائد پائے جاتے ہین پس آنحضرت صلعم کا اُسکو باقی رکھنا اور اُسکی طرف رغبت و حرص دلانا اور خود بھی اُسکو عملمین لانا ضروری ہوا اور آنحضرت صلعم نے جسطرح ہم مہر کے متعلق بیان کرچکے ہین اسی طرح اسکی بھی کوئی حد مقرر نہین کی ملا اوسط درجہ کی حد بکری ہے اور آپنے حضرت صفیہ کے ولیمہ مین لوگون کو مالیدہ کھلایا تھا اور آپنے بعض بیویون کا ولیمہ دو مد جو سے کیا ہے ۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا دعی احدکم الی الولیمۃ فلیاتہا وفی روایۃ فان شاء طعم وان شاء ترک تم مین سے جبکوئی شخص ولیمہ کے لیے بلایا جاے تو چلا آنے اور ایک روایت مین آیا ہے اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے ۔ مین کہتا ہون جب اصول شرعیہ سے یہ بات ثابت ہوچکی کہ جب کسی شخص کو کسی مصلحت سے لوگون کے لیے کچھ تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو ضرور ہوا کہ لوگون کو بھی اُسکی اطاعت اور فرمانبرداری اور بجا آوری کرنے کیطرف رغبت دلائی جاے ورنہ وہ مصلحت جو اُس امر سے مقصود ہے مستحق نہوگی پس جب خاوند کو لوگون کے لیے کھانا تیار کرکے اشاعت کرنے کا حکم دیا گیا تو اُن لوگون کے لیے اس حکم کا دینا ضروری ہوا کہ اُسکی دعوت کو قبول کرین اور اگر انکا روزہ ہو تب بھی آجاے اور کھانا نہ کھانے تو کچھ مضائقہ نہین ہے اسلیے کہ وہ اشاعت مقصود حاصل ہوگئی اور نیز میل جول کا مقتضی یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان بلائے تو اُسکو

ضرور قبول کرے اور اس رسم کے جاری ہونے میں شہر او قبیلہ کا انتظام ہے اور فرمایا رسول خدا صلعم نے انہ لیس لی او لنبی ان
یدخل بیتاً مزوقاً - نہیں ہے لیے میرے اور نہ کسی اور نبی کے لیے مناسب ہے کہ کسی مزین و منقش گھر میں جاوے - مین کہتا ہون چونکہ
صور کا بنانا اور اُس کپڑے کا استعمال کرنا جسمین صورتین بنی ہوئی ہون حرام ہے پس اُسکا مقتضی ہوا کہ جس گھر مین وہ صورتین
موجود ہون اُس گھر کو چھوڑ دینا چاہیے اور اُسپر ملامت کرنا چاہیے خاصکر انبیاء علیہ السلام تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ہی
مبعوث کیے گئے ہین اور علاوہ برین زینت بالغ کا عمدہ جاننا دنیا کی طلب مین غایت استغراق کا سبب ہے اور عجمیون پہ
ایسی آفت پڑی کہ اسکی وجہ سے ذکر آخرت کا بھی بھول گئے لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ شرع مین اس سے نہی اور اظہار نفرت
چاہیے اور آنحضرت صلعم نے فخر کرنے والون کے کھانا کھانے سے نہی فرمائی - مین کہتا ہون کہ اہل جاہلیت باہم فخر کیا کرتے تھے
اور ہر ایک کا دوسرے پر غلبہ مقصود تھا تو وہ مال کو صرف اس غرض سے خرچ کیا کرتے تھے اور کوئی نیت اسمین نہین ہوتی تھی
اور اسمین عداوت اور باہمی فساد اور بلا کسی دینی اور مدنی مصلحت کے مال کا ضائع کرنا تھا اور صرف اسمین ہوس نفسانی کا
اتباع ہوتا تھا اسلیے ضروری ہوا کہ اسکے بلانے کی تعمیل نہ کیجاے اور اُسکی اہانت کیجاے اور اُس بات کو بند کیا جاے اور عمدہ
صورت اسکے باز رکھنے کی یہ ہے کہ اُسکا کھانا نہ کھایا جاے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا اذا اجتمع داعیان فاجب اقربہما
باباً وان سبق احدہما فاجب الذی سبق - اور جبکہ دو شخص ساتھ ساتھ دعوت کرین تو ان دونون مین سے جسکا
دروازہ قریب ہے اُسکی دعوت قبول کر اور اگر ان دونون مین سے ایک پہلے کرے تو جو پہلے کرے اُسکی قبول کر مین کہتا ہون جب
دونون کا تعارض ہوا تو ترجیح کی حاجت ہوئی اور اُسکی دو صورتین ہین یا دعوت مین سبقت کرنے سے یا مکان کے
قریب ہونے سے -

اُن عورتون کا بیان جنسے نکاح کرنا حرام ہے

اصل اسمین خدا تعالی کا ارشاد ہے ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم واللہ غفور الرحیم تک اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
امسک اربعاً و فارق سائرہن - چار کو رہنے دے اور باقی کو چھوڑ دے اور فرمایا ہے لا تنکح المرأۃ علی عمتہا الخ
عورت سے اُسکی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جاے - اور اللہ پاک فرماتا ہے الزانی لا ینکح الا زانیۃ - الایہ - زانی زانیہ ہی سے
نکاح کرے - معلوم کرو کہ محرمات مذکورہ فی الایہ کی حرمت اہل جاہلیت مین مشہور و مسلم تھی کہ جسکو وہ نہین چھوڑ سکتے
تھے بار خدایا مگر تھوڑی سی باتین جو انھون نے بطور سرکشی اور فسق کے اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھیں مثلاً باپ کی منکوحہ سے
نکاح کرنا اور دو ہمشیرون کو جمع کرنا اور ان محرمات کی تحریم برابر قرناً بعد قرن اُنمین چلی آتی تھی جسکا اُنکے دلون سے
نکلنے کا احتمال نہ تھا بجز اس صورت کے کہ کوئی شخص غضبناک ہونے کے سبب باہر ہو جاے اور اُنکی تحریم مین بڑی بڑی
مصلحتین تھین لہذا خدا تعالے نے محرمات کا حکم بدستور رکھا اور جسمین اُنکو کاہلی و سستی ہو گئی تھی اُسکی حرمت کو خوب
مستحکم کر دیا - اور تحریم کے اندر اصل کئی امر ہین - از انجملہ صحبت اور ارتباط کی عادت کا جاری ہونا اور اسمین باہم پردے کا
التزام ناممکن ہونا - اور جانبین سے طبعی طور پر حاجات کا ارتباط نہ مصنوعی طور پر پس اگر ان عورتون سے طمع کے قطع ہونے

اور اُنکی طرف رغبت سے اعراض کا طریقہ جاری ہو تو بے انتہا مفاسد پیدا ہوں۔ اور دیکھتے ہو کہ جب کسی شخص کی نگاہ ایک
اجنبی عورت کے محاسن پر پڑتی ہے تو وہ اُسپر فریفتہ ہو جاتا ہے اور اُسکی خاطر اپنی جان کو ہلاک کر دیتا ہے پس جس عورت پر
رات دن نگاہ پڑتی رہتی ہے اور تنہائی مین بھی اُسکے ساتھ رہتا ہے تو اُسکا تو ذکر ہی کیا ہے اور نیز اگر ان عورتون کیطرف
رغبت کا دروازہ مفتوح کیا جاے اور اُسکو مسدود نہ کیا جاے اور مردون پر اُنکی طرف سے ملامت نہ کیجاے تو اسمین عورتون کو
ضرر عظیم لازم آتا ہے اسواسطے کہ ایسے وقت مین وہ لوگ عورتون کو اپنے پاس لیا کرین اور عورتون کو جنسے نکاح کرنیکی
رغبت ہو وہ اُسکے ساتھ نکاح سے مانع ہوا کرین کیونکہ اُنکا اور اُنکے نکاح کا اختیار انھین اقارب کو ہوا کرتا ہے۔ اور دوسرے
جب یہ اقارب خود ان عورتون سے نکاح کر لیا کرین تو کوئی شخص عورتون کیطرف سے ان اقارب سے حقوق زوجیت کا مطالبہ
کرنیوالا نہو باوجودیکہ عورتون کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کوئی شخص اُنکی طرف سے حقوق زوجیت کا خاوند سے
مطالبہ کرنیوالا ہو اور اسکی نظیر وہ ہے جو یتیم لڑکیون مین ہو چکی ہے کہ اولیا لوگ اُنکے مال اور جمال کیطرف رغبت ہوتی تھی
اور حقوق زوجیت کو پورے طور پر ادا نہ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی ان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم
من النساء۔ اگر تمکو یتیمون مین انصاف نکرنے کا اندیشہ ہو تو عورتون مین جو تمھارے پسند آئین اُنسے نکاح کر لو حضرت عائشہؓ نے
اسکو بیان کیا ہے اور یہ اتنباط طبعی طور پر مرد اور اُسکی مان اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی بہن واقع ہوتا
اور انجملہ رضاعت ہے کیونکہ دودھ پلانیوالی عورت مثل ماں کے ہو جاتی ہے اسلیے کہ وہ اخلاط بدن کے اجتماع اور اُسکی
صورت کے قائم ہونے کا سبب ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ ماں نے اپنے شکم مین اُسکے وجود کو جمع کیا ہے اور اسنے ابتداء
نشو مین بقدر سد رمق کے اُسکو دودھ پلایا ہے پس وہ فی الحقیقت بعد ماں کے ماں ہے۔ اور دودھ پلانے والی کی اولاد بہن
بھائیون کے بعد اُسکے بہن بھائی ہین اور اُسکی پرورش مین جو کچھ تکلیف اُٹھائی ہے اور بچے کے ذمہ جو جو حقوق اُسکے
ثابت ہوے ہین اور طفولیت مین جو جو باتین اُس شیر خوار کیطرف سے اُسکو پیش آئی ہین وہ ظاہر ہین پس اُسکا مالک
ہو جانا اور اُسکو اپنی جورو بنا لینا اور اُسکے ساتھ جماع کرنا ایسی چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے اور بے زبان جانور
بہت ایسے ہین جو اپنی ماں یا دودھ پلانیوالی کیطرف اسقدر التفات نہین کرتے جسقدر اجنبی مادہ کیطرف اُنکو توجہ
ہوتی ہے اور آدمیون کا تو ذکر ہی کیا ہے اور نیز عرب کے لوگ اپنی اولاد کو مختلف قبیلونمین سے کسی قبیلہ مین دودھ
پلانے کو دیدیتے ہین اور وہ شیر خوار وہین پرورش پاکر جوان ہو جاتا تھا اور محارم کے مثل ان لوگون کے ساتھ
اُسکو اختلاط ہوتا ہے اور عرب کے نزدیک نسب کے علاقہ کے مانند شیر خوری کا بھی علاقہ ہے پس نسب پر اُسکا محمول کرنا
ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ۔ جو چیز ولادت سے حرام ہو جاتی ہے
وہی چیز دودھ کے ذریعہ سے بھی حرام ہوتی ہے۔ اور چونکہ رضاع کے سبب تحریم ہونے کی وجہ ماں کے ساتھ بچہ مولود
اور اُسکی صورت کی ترکیب کا سبب ہونے مین مشابہت ہے لہذا رضاع مین دو چیزون کا اعتبار ضروری ہوا ایک تو
وہ مقدار جس سے تحریم کے معنی متحقق ہوتے ہین پس قرآن عظیم کے اندر دس گھونٹ معین جنکی وجہ سے حرمت ثابت
ہوتی ہے نازل ہوے پھر پانچ معین سے وہ منسوخ ہو گئے اور جب آنحضرت صلعم کی وفات ہوئی ہے قرآن پاک مین اُنکی

تلاوت کیجاتی تھی اور معین کرنے کیوجہ یہ ہے کہ حرمت کے معنی چونکہ کثیر میں پائے جاتے تھے نہ قلیل میں اسلیے اس حکم کے
مقرر کرنے وقت ایک حد کا مقرر کرنا بھی ضروری ہوا جسکی طرف وقت اشتباہ کے رجوع کیا جائے اور اسکے ساتھ اندازہ
کرنے کا سبب یہ ہے کہ عدد میں آحاد سے تجاوز کرنے کی وہ پہلی حد ہے اور دودھ پلانیوالی عشرات کے اعتبار سے دودھ پلاتی ہے
یعنی دس بیس جو عدد سے کم نہیں پلاتی ہے اور نیز وہ جمع کثرت کی حد اولی ہے اور جمع قلت کا اسمین استعمال نہیں ہوتا
ہے پس کثرت معتد بہا کے انضباط کے لیے جسکا بدن انسانی میں اثر ہوتا ہے یہ کافی مقدار ہے اور پانچ سے منسوخ
ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسمین احتیاط ہے اسلیے کہ جب بچے کو پانچ بڑے بڑے گھونٹ پلائے جاویں تو اسکے چہرہ و بدن
پر رونق و تازگی ظاہر ہوجاتی ہے اور جب یہ گھونٹ چھوٹے چھوٹے ہوں اور دودھ پلانیوالی کے دودھ کم ہو تو اسکے
بدن پر لاغری اور پژمردگی اور یبوست ظاہر ہونے لگتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ گھونٹوں سے اسکا نشو و نما
ہو سکتا ہے اور اسکا بدن قائم رہ سکتا ہے اور اس سے کم کا اثر ظاہر نہیں ہوتا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا تحرم
الرضعة والرضعتان ولا تحرم المصة والمصتان ولا تحرم الاملاجة ولا الاملاجتان - نہ ایک گھونٹ و دو گھونٹ
حرام کرتے ہیں نہ ایک چسکی و دو چسکیاں اور نہ ایک دھار اور نہ دو دھار - اور جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ کثیر و
قلیل دونوں اثبات حرمت میں برابر ہیں تو اسکا سبب امر رضاع کی تعظیم اور اسکا بالخاصیۃ موثر گرداننا ہے
جیسے تمام ان چیزوں میں جنکے حکم کا مدار معلوم نہیں ہوتا خدا تعالی کا دستور جاری ہے دوسرا یہ ہے کہ رضاع بچے
کی شکل و صورت کے قائم ہونے کی ابتدائی حالت میں پائی جائے ورنہ وہ دودھ اور اغذیہ کے مانند ہوگا جو صورت
و شکل قائم ہونیکے بعد کھائی جاتی ہیں جیسے جوان آدمی روٹی کھاتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان الرضاعة
من المجاعة کہ البتہ دودھ پلانا بھوک کیوقت ہے اور فرمایا ہے لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء في الثدي
وكان قبل الفطام - وہی دودھ پلانا حرام کرتا ہے جو پستان میں سے نکلکر آنتوں کو بڑھائے اور دودھ چھٹنے سے
پہلے ہو - اور انجملہ اقارب میں قطع رحم ہونے سے احتراز ہے کیونکہ دو سوکنوں میں ہمیشہ حسد رہتا ہے اور انکا باہمی
بغض آپس کے اقارب کے ساتھ بغض کا سبب ہوتا ہے اور اقارب میں حسد کا ہونا نہایت قبیح اور شنیع امر ہے اور اسی لیے
سلف کے چند گروہوں نے دو چچا کی بیٹیوں کا جمع کرنا ناپسند کیا ہے ان دو عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے کہ اگر انمیں
ایک مرد فرض کیجائے تو دوسری اسپر حرام ہے جیسے دو بہنیں اور پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی اور اسی اصل کا آنحضرت
صلعم نے اعتبار فرمایا ہے اور اپنی بیٹی اور غیر کی بیٹی میں جمع کرنا حرام فرمایا کیونکہ سوکن کا حسد اور خاوند کا اسکو اپنا
کرنا بسا اوقات سوکن اور اسکے کنبے کی ناخوشی کا سبب ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم سے بغض رکھنا اگرچہ امور معاشیہ کے اعتبار سے
مفضی الی الکفر ہے اور اصل اسمیں دو بہنوں کا جمع کرنا ہے اور مسئلہ کے طور پر آنحضرت صلعم نے متنبہ فرما دیا ہے
اور فرمایا ہے لا یجمع بین المراة وعمتها ولا بین المراة وخالتها - نہ ایک عورت اور اسکی پھوپھی کو جمع کرے
نہ ایک عورت اور اسکی خالہ کو جمع کرے - اور انجملہ مصاہرہ ہے اسلیے کہ اگر لوگوں میں اس قسم کا دستور جاری ہو کہ
ماں کو اپنی بیٹی کے خاوند کے ساتھ اور مردوں کو اپنے بیٹوں کی بیویوں کی طرف اور اپنی بیویوں کی بیٹیوں کی طرف

رغبت ہو تو اس تعلق کے توڑنے یا اُس شخص کے قتل کرنے مین جسکی طرف سے خواہش پائی جاتی ہے کوشش کیا کرین اور اگر
تو فقہاء فارس کے قصے سنے اور اپنے زمانہ کے اُن لوگون کے حال کا تتبع کرے جو اس سنت راشدہ کے پابند نہین ہین تو تو
بڑے بڑے امور اور بے انتہا ظلم اور ہلاکت دیکھیگا اور نیز اس قرابت مین صحبت لازم ہے اور پردہ کرنا متعذر ہے اور حسد
ایک مرض شنیع ہے اور جانبین سے مختلف حوائج پیش آتے رہتے ہین پس اسکا حال بمنزلہ مان اور بیٹی یا بمنزلہ دو بہنون کے ہے
اور انجملہ وہ عدد ہے کہ معاشرت زوجیہ مین اُس عدد کے ساتھ صحیح معاشرت نہین ہو سکتی کیونکہ لوگ بسا اوقات عورتونکے
جمال کیطرف رغبت کرکے بہت سی عورتون سے نکاح کر لیتے ہین اور سب مین سے ایک کو جو اُنکے دل کو پسند ہوتی ہے اختیار
کرتے ہین اور باقی کو ادھر ہی چھوڑ دیتے ہین پس نہ تو وہ ایسی بیوی ہے جسکی طرف رغبت ہو اور نہ بیوہ ہے جو
اُسکو اپنا اختیار ہو اور یہ بھی ناممکن ہے کہ پوری زیادہ تر تنگی کیجائے اسلیے کہ بعض لوگون کو ایک بیوی زنا سے محفوظ نہین
رکھ سکتی اور نکاح کی غایت مقصود تناسل ہے اور ایک مرد سے بہت سی عورتون کے اولاد ہو سکتی ہے اور نیز چند بیویان
کرنا مردون کی خصلت ہے اور بسا اوقات اُنکی وجہ سے فخر حاصل ہوتا ہے لہذا شارع صلعم نے چار کے ساتھ اُسکا اندازہ کیا
اسلیے کہ چار ایسا عدد ہے کہ تین شبون کے بعد ہر ایک کیطرف وہ شخص رجوع کر سکتا ہے اور ایک شب سے کم مین بیتوت
کا فائدہ حاصل نہین ہوتا اور ایسے وقت مین یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسنے کسی کے پاس شب باشی کی اور تین کثرت کی اول
عدد ہے اور چار سے اُسکی زیادتی ہے اور آنحضرت صلعم کو اختیار تھا کہ جسقدر چاہین اپنا نکاح کرین اسلیے کہ اس عدد کا مقرر
کرنا اُس مفسدہ کے دفع کرنے کے لیے ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے اور اُسکا مدار صرف احتمال غالب پر ہے مفسدہ حقیقی کے
دفع کرنے کے لیے نہین ہے اور آنحضرت صلعم کو اُسکی حقیقت معلوم تھی اسلیے آپکو مظنہ کی حاجت نہ تھی اور طاعت الہی
اور اُسکے حکم کی بجاآوری مین بخلاف اور لوگون کے آپ مامون تھے اور ازانجملہ اختلاف دین ہے چنانچہ اللہ پاک
فرماتا ہے لا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا ۔ مت نکاح کرو مشرکون سے جبتک ایمان نہ لائین اور خدا تعالی نے اُس مصلحت کو جو
اس حکم مین رعایت کی گئی ہے اس آیت مین بیان فرمایا اسطرح کہ مسلمانون کے کافرون کے ساتھ صحبت اور باہمی
اُنکے میل جول و غمخواری کا جاری ہونا خاصکر نکاح کے باب مین اُنکے دین کی مفسدہ ہے اور اُسکے قلب مین کفر کی طرف
حرکت پیدا ہونیکا سبب ہے خواہ وہ اُسکو معلوم ہو یا نہو اور یہود و نصاری آسمانی شریعت کے معتقد ہین اور قوانین تشریع کے
اصول اور کلیات کے قائل ہین بخلاف مجوس و مشرکین کے پس آنکی صحبت کا مفسدہ بہ نسبت اورون کے خفیف ہے
کیونکہ خاوند کا بیوی پر دباو ہوتا ہے اور وہ اُسپر حاکم ہوتا ہے اور بیوی خاوند کی قیدی ہوتی ہے پس اگر مسلمان کتابیہ سے
نکاح کرے تو زیادہ فساد کا خطرہ نہین ہے لہذا اُسکی اجازت دینا اور اُسمین ایسا تشدد نکرنا چاہیے جیسے اور اس قسم
کے مسائل مین ہوتا ہے از انجملہ عورت کا دوسری کی چھوکری ہونا ہے ایسے وقت مین بہ نسبت اپنے مولا کے اُسکو
اپنی شرمگاہ کا محفوظ رکھنا ناممکن ہے۔

اور یہ بات ناروا ہے کہ اُس سے خدمت لینے اور اُسکے ساتھ خلوت کرنے سے اُسکے مولی کو ممانعت کیجائے کیونکہ اسمین ملک
ضعیف کو ملک قوی پر ترجیح دینا ہے کیونکہ ملک دو قسم کی ہوتی ہین ملک رقبہ اور ملک بضعہ اور پہلی ملک قوی ہے

اور دوسری پر مشتمل ہے اور دوسری اُسکی تابع ہے اور دوسری ملک ضعیف ہے اور اُسمین تدریج ہے اور اصل اسے اولی کو پھلنے مین قلب موضوع ہے اور اُسکے ساتھ اختصاص کا ہونا اور جو شخص اُسکی طمع رکھے اُسکی مدافعت کا تمکن نہ ہونا زنا کی اصل ہے اور آنحضرت صلعم نے اُن نکاحون کی تحریم مین جنکو اہل جاہلیت باہم کیا کرتے تھے مثل استبضاع وغیرہ کے چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے اسی اصل کا اعتبار فرمایا ہے پس جب ایک چھوکری خدا پر ایمان رکھتی ہے اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھتی ہے اور اُسکے ساتھ نکاح کی حاجت ہے اسلیے کہ زنا کا خوف ہے اور حرہ سے نکاح کرنے کی استطاعت نہین ہے تو وہ فساد خفیف ہوگیا اور ضرورت پائی گئی اور ضرورتون کیوجہ سے ممنوع چیزین مباح ہوجاتی ہین۔ اور ازانجملہ کسی عورت کا کسی مسلمان یا کافر کے زیر نکاح ہونا ہے کیونکہ زنا کی اصل ایک موطوءہ پر یا کسی ایک خصوصیت کے اور دوسرے کی طمع منقطع ہونیکے جمع ہوتا ہے اسلیے زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین جسکا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالی نے زنا کو تو حرام کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ کچھ چھوکریان لگین اور اُنکے ساتھ صحبت کرنے سے صحابہؓ نے حرج سمجھا اسلیے کہ اُنکے خاوند مشرکین موجود تھے پس خدا تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی والمحصنات من النساء الا ماملکت ایمانکم۔ اور عورتون مین سے جو خاوند والیان ہین وہ حرام ہین مگر جو تمھارے ہاتھ کی ملک ہین یعنی وہ تمھارے لیے حرام نہین اسلیے کہ قید کے سبب طمع منقطع ہوجاتی ہے اور اختلاف دار بن اُسپر کئی شخصون کے ازدحام سے مانع ہے اور ایک شخص کے حصہ مین ایک چھوکری کا آنا مختص ہے۔ اور ازانجملہ عورت کا زانیہ اور کسبی ہونا ہے کہ جبتک وہ اپنے اس فعل سے توبہ نکرے اور بالکل اُسکو ترک نکر دے اُسکے ساتھ نکاح درست نہین ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الزانیۃ لاینکحہا الا زان او مشرک۔ زانیہ عورت سے وہی شخص نکاح کرتا ہے جو زانی یا مشرک ہے اور اُسمین ستر یہ ہے کہ زانیہ کا خاوند کی عصمت اور قبضہ مین ہونا اور زنا کی حالت پر باقی رہنا دیوثیت اور فطرت سلیمہ سے باہر آجاتا ہے اور نیز اُسمین اختلاط نسب کا اندیشہ ہے اور چونکہ تحریم محرمات کی مصلحت بغیر اس بات کے تمام نہین ہوتی کہ تحریم کو ایک امر لازم اور عادت جبلی اور بمنزلہ اُن اشیاء کے گردانا چاہیے جنسے بالطبع انسان کو نفرت ہوتی ہے لہذا ضروری ہوا کہ پورے طور پر اُسکی شہرت اور شیوع کیا جاوے اور لوگ اُسکو اسطرح قبول کرلین کہ اگر محرمات کی تحریم مین کوئی شخص اہمال کرے تو اُسپر سخت ملامت کیجاوے اور اُسکا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے محرم سے صحبت کرے خواہ نکاح سے یا بغیر نکاح کے وہ شخص جان سے مار دیا جاوے لہذا آنحضرت صلعم نے اُس شخص کے سرکاٹنے کے لیے جنے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کیا تھا ایک شخص کو بھیجا۔

آداب مباشرت کا بیان

معلوم کرو کہ خدا تعالی نے جب انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا اور تناسل سے اُسکی نوع کا بقا چاہا لازمی ہوا کہ شرع مین تناسل کی کامل طور سے ترغیب دلائی جاوے اور قطع نسل اور اُسکے اسباب سے نہی شدید فرمائی جاوے اور نسل کا سبب عظیم جو بکثرت پایا جاتا ہے اور جو نسل کیطرف رغبت دلاتا ہے وہ شہوت شرمگاہ ہے یہ ایسی چیز ہے کہ

گویا انھین کی ذات مین سے انھین پر مسلط کردیگئی ہے اور خواہ مخواہ انکو نسل کی جستجو پر مجبور کرتی ہے اور اگر لونڈون سے اغلام
کرنے اور عورتون سے دبر مین صحبت کرنیکا طریقہ جاری ہو تو خلق الہی کی تغییر لازم آتی ہے اسلیے کہ یہ طریقہ اُس شہوت سے
جو انسان پر مسلط کی گئی ہے مقصود حاصل ہونیکا مانع ہے اور ان دونو نہین بڑھکر لونڈون سے اغلام کرنا ہے کیونکہ انمین
مانہین ہے خلق اللہ کی تغییر ہے اور مردون کو عورت بنجانا بدترین خصائل مین سے ہے اور اسیطرح اعضاء تناسل کے قطع
کرنیکا طریقہ جاری ہونا اور اُن ادویہ کا استعمال کرنا جو باہ کو قطع کرتی ہین اور ترک دنیا وغیرہ مین خلق اللہ کی تغییر اور
طلب نسل کا اہمال ہے لہذا رسول خدا صلعم نے ان سب امور سے نہی فرمائی ہے اور فرمایا لا تاتوا النساء فی ادبارہن ملعون
من اتی امراۃ فی دبرہا۔ عورتون سے انکی دبر مین صحبت مت کرو جو شخص کسی عورت کی دبر مین صحبت کرے وہ ملعون ہے
اور اسیطرح خصی بننے اور مثلہ سے بہت احادیث مین نہی فرمائی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم
انی شئتم۔ تمھاری بیبیان تمھاری کھیتیان ہین پس جیسے چاہو اپنے کھیتون مین آؤ۔ مین کہتا ہون مباشرت کی ہیئت
مین یہود بلاکسی آسمانی حکم کے تنگی کرتے تھے اور انصار اُنکے ساتھ بھی اُنکے دستور کو اختیار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے
جب کوئی شخص پیچھے کیجانب سے اپنی بیوی کی فرج مین صحبت کرتا ہے تو بچہ احول پیدا ہوتا ہے پس آیت نازل ہوئی یعنی
اگر ایک ہی مقام مین صحبت ہو تو اختیار ہے کہ آگے سے کرے یا پیچھے سے اسکی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا امر نہین ہے کہ جسکے ساتھ
مصلحت مدنیہ وملیہ متعلق ہو اور ہر شخص اپنی ذات کی مصلحت خود خوب جانتا ہے اور یہ بات یہود کے تکلفات مین سے تھی
لہذا اُسکا منسوخ ہونا مناسب ہوا اور آنحضرت صلعم سے کسی شخص نے عزل (یعنی قبل انزال آلہ نکالکر آب منی کو باہر ڈالنا)
کے باب مین پوچھا آپ نے فرمایا اُسکے کرنے مین تمپر کوئی مضائقہ نہین ہے اسلیے کہ کوئی جان قیامت تک موجود ہونیوالی نہین
مگر وہ ہو کر رہیگی۔ مین کہتا ہون اس حدیث شریف مین اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ عزل اگرچہ حرام نہین ہے
مگر مکروہ ہے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ مصالح مختلف ہوتے ہین پس جیسے کہ یون نہین مثلاً مولی اپنی ذات کے اعتبار سے یہ ہو
کہ عزل کرے اور مصلحت نوعیہ یہ ہوتی ہے کہ عزل نہ کرے تاکہ اولاد کثرت سے ہو اور نسل قائم رہے اور مصلحت نوعیہ کا اعتبار
کرنا خدا تعالی کی عامہ احکام تشریعیہ اور تکوینیہ مین مصلحت شخصیہ کے اعتبار کرنے سے اولی ہوتا ہے علاوہ برین جسقدر دبر مین
صحبت کرنے سے تغییر خلق اللہ کے اور بقاء نسل سے اعراض ہے اسقدر عزل مین نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ما علیکم ان لا تفعلوا۔ اسکے کرنیمین تمکو کچھ مضائقہ نہین اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ تمام حوادث اپنے موجود ہونے سے
پہلے مقدر ہوا کرتے ہین جب کوئی چیز مقدر ہوا کرتی ہے اور زمین مین اُسکا صرف ضعیف سا سبب پایا جاتا ہے تو خدا تعالی
کی عادت جاری ہے کہ وہ اُس سبب ضعیف کو فراخ کردیتا ہے حتی کہ وہی سبب ضعیف فائدہ تامہ کا مفید ہوجاتا ہے پس
جب انسان انزال کے قریب ہوتا ہے اور اپنے ذکر کو باہر کرنا چاہتا ہے تو بسا اوقات چند قطرے اُسکے احلیل سے ٹپک پڑتے ہین
جو بچے کے مادون کو کافی ہوجاتے ہین اور اُس شخص کو اسکا علم بھی نہین ہوتا یہی سبب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
بچے اُس شخص کے ساتھ ملحق کیا جسنے اُس عورت کے ساتھ مس کرنے کا اقرار کیا تھا اور فرمایا عزل اُسکا مانع نہین ہے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ لقد ہممت ان انہی عن الغیلۃ فنظرت فی الروم وفارس فاذا ہم یغیلون اولادہم

فلا تقتلوا اولادہم وقال لا تقتلوا اولادکم سرا فان الغیل یدرک الفارس فیدعثرہ - یعنی مجھے قصد کیا تھا کہ غیلہ یعنی دودھ
پلانیکی حالت مین عورت سے صحبت کرنیکو نہی کرون پھر مین نے روم وفارس مین نظر کی تو اُن لوگون کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد
کے دودھ پینے کے زمانہ مین اپنی بیویون سے صحبت کرتے ہین اور اس سے اُنکی اولاد کو کچھ ضرر نہین پہونچتا اور فرمایا کہ خفیہ طور پر
اپنی اولاد کو قتل مت کرو لیکن صحبت کی ہوئی دودھ گھوڑے کے سوار کو ملجائے تو اُسکو گرا دیتا ہے - مین کہتا ہون اسمین اس
بات کیطرف اشارہ ہے کہ ہان اگرچہ حرام نہین مگر مکروہ ہے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ دودھ پلانیوالی سے صحبت کرنے مین دودھ
بگڑ جاتا ہے اور بچہ کمزور ہوجاتا ہے اور جب اُسکی ابتدا نمو مین ضعف ہوا تو وہ اُسکے مزاج اصلی مین داخل ہوگیا اور آنحضرت
صلعم نے اس بات کو بیان فرمادیا کہ آپکا قصد ضرر کے احتمال غالب ہونے سے اُسکے حرام کرنیکا تھا مگر جبکہ آپنے استقرا
فرمایا تو معلوم ہوا کہ عام طور پر اُسکا ضرر نہین ہوتا اور اُسمین احتمال غالب ہونے کی صلاحیت نہین ہے تاکہ اُسپر حرمت کا
مدار کیا جاسے اور یہ حدیث اُس بات پر جسکو ہم ثابت کرچکے ہین منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم اجتہاد فرمایا
کرتے تھے اور آپکا اجتہاد مصالح اور مظنات کو معلوم کرکے حرمت اور کراہت کا اُنپر دائر کرنا ہوتا تھا اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ الرجل یفضی الی امراتہ وتفضی الیہ ثم ینشر سرہا - خدا تعالے کے نزدیک
سب لوگون سے بدتر اُس شخص کا درجہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ اُسکے پاس آتی ہے پھر وہ شخص اُسکا راز
کھولتا ہے مین کہتا ہون چونکہ پردہ کرنا واجب ہے اور جس چیز کا پردہ کیا گیا ہے اُسکا افشاے راز کرنا پردہ کے مقصود کا
بدلدینا اور اُسکی مخالفت کرنا ہے لہذا اُسکے اظہار سے نہی ضروری ہوئی اور نیز ایسی باتون کا اظہار کرنا بیہودگی اور بیجا
خواہشون کے اتباع سے نفس مین تاریکیون کے متمثل ہونے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے - اب اس بات مین اہل ملت کا
اختلاف تھا کہ حیض کے ساتھ کیا کرنا چاہیے یہودیون نے تو یہانتک تعمق کیا تھا کہ اُنکے ساتھ کھانے اور لیٹنے سے منع
کرتے تھے اور مجوسی اسیقدر - اسمین اور دن کرتے تھے کہ جماع کو بھی تجویز کرتے تھے اور بعض کچھ پرواہ نکرتے تھے غرض سب مین
افراط و تفریط تھی پس ملت مصطفویہ نے توسط کی رعایت فرمائی اور یہ فرمایا کہ سواے جماع کے سب کچھ کیا کرو اور اسکی کئی
وجہ ہین ایک تو یہ کہ حائضہ سے جماع کرنا خاصکر جب حیض کی ترقی ہو نہایت مضر ہے تمام اطباء کا اسپر اتفاق ہے اور دوسرے یہ
نجاست مین مشغول ہونا صفت ذمیمہ ہے جس سے طبیعت سلیم نفرت کرتی ہے اور اُسکی وجہ سے شیاطین کے ساتھ قریب ہوتا ہے
اور استنجا مین اول تو یہ بات ہے کہ وہ ایک ضروری چیز ہے دوسرے یہ کہ استنجا مین نجاست کا ازالہ مقصود ہوتا ہے اور حائض سے
جماع کرنے سے نجاست کے اندر داخل ہونا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض کہدے وہ ناپاکی ہے
پس حیض کی حالت مین عورتون سے بچتے رہو اور ماوراء جماع مین روایت مختلف ہے بعض یہ کہتے ہین کہ جہانتک
خون کا اثر ہے وہان سے بچنا چاہیے اور بعض کے نزدیک جو کچھ ماتحت الازار ہے اُس سے پرہیز کرنا چاہیے اور بہر تقدیر
اسمین وہ امر جماع کا بند کرنا ہے اور جو شخص خدا تعالے کی نافرمانی کرکے حائض سے جماع کر بیٹھے تو اُسکو دینار یا نصف دینار
کے صدقہ کرنیکا حکم ہے اور یہ مسئلہ مجمع علیہ نہین ہے اور کفارہ کی حکمت وہی ہے جو ہم چند مرتبہ بیان کرچکے ہین -

زوجیت کے حقوق کا بیان

معلوم کرو کہ مابین خاوند اور بیوی کے جو میل جول ہوتا ہے وہ تمام ارتباطات منزلیہ سے بڑھکر ہے اور اسکا نفع بھی زیادہ ہے اور حاجت بھی بہت ہے اسلیے کہ تمام عرب و عجم کے قبائل کا یہی دستور ہے کہ باتفاق تام کامل کہ بیوی خاوند کی معاونت کرے اور اسکے کھانے و پینے و لباس کے مہیا و تیار کرنے کی متکفل ہو اور اسکے مال کو محفوظ اور اسکی اولاد کو حفاظت سے رکھے اور بعد اسکے چلے جانیکے اس مکان میں اسکی قائم مقام رہے اور علاوہ انکے بہت سے امور ہیں جنکی شرح اور بیان کی ہمکو حاجت نہیں اور اسی لیے اکثر توجہ شرائع کی اسیطرف ہوئی کہ حتی الامکان اسکا باقی رکھنا اور اسکے مقاصد کا بڑھانا اور اسکے مکمل کرنا اور باطل کرنے سے بیزاری جتانا۔ اور کسی ارتباط کے مقصد کا پورا کرنا بدون الفت کے ممکن نہیں ہو سکتا اور الفت بغیر اس خصلت کے جسپر وہ خاوند و بیوی اپنے آپکو مجبور کریں نہیں حاصل ہو سکتی اسلئے حکمت کا مقتضی ہوا کہ اس نعمت کیطرف توجہ و رغبت کیجاے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے استوصوا بالنساء خیرا فانہن خلقن من ضلع فان ذہبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج۔ عورتوں کے معاملہ میں بھلائی کی وصیت قبول کرو تم اسلیے کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں پھر اگر تو اسکے سیدھا کرنیکا قصد کریگا تو اسکو توڑ دیگا اور اگر اسی حالت پر اسے چھوڑ دے تو ہمیشہ وہ پسلی کجی کی حالت پر باقی رہیگی۔ میں کہتا ہوں اسکے یہ معنی ہیں کہ میری وصیت کو قبول کر کے عورتوں کے باب میں اسپر عمل کرو اور انکی پیدائش میں کجی و برائی ہے اور یہ بات مثل امر لازم کے ہو کر بمنزلہ اس چیز کے ہو گئی ہے جو ایک شے کے مادہ میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور انسان جب مقاصد منزلی کے پورا کرنے کا اس عورت سے قصد کرے تو اسکو بات لابدی ہے کہ ادنی ادنی امور سے درگذر کرے اور جو بات اپنے خلاف مرضی کے دیکھے اسپر اپنے غصہ کو دابے مگر ہاں جو بات غیرت کے قبیلہ سے ہو یا کسی ظلم وغیرہ کا بدلہ لینا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایفرک مومن مومنۃ ان کرہ منہا خلقا رضی منہا الآخر۔ کسی مسلمان مرد کو مسلمان عورت سے بغض رکھنا نہیں چاہیے اگر اسکی ایک عادت ناپسند ہے تو وہ دوسری سے راضی ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب خاوند کو بیوی کی کوئی عادت ناپسند آئے تو اسکو زیبا نہیں کہ فوراً طلاق پر دلیری کرے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اسکی دوسری عادت سے خوش ہو جاتا ہے اور اسکی بدخلقی سے تحمل کیا جاتا ہے اور اسی لیے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموہن بامان اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ ولکم علیہن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرہونہ فان فعلن فاضربوہن ضربا غیر مبرح ولہن علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کیونکہ خدا کی امان پر تمنے انکو اپنے قبضہ میں لیا ہے اور خدا کے حکم سے تمنے انکی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے اور تمھارا انپر یہ حق ہے کہ تمھارے فرشوں پر کسی ایسے کو جگہ نہ دیں جس سے تم بیزار ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو انکو مارو مگر تھوڑا اور تمپر انکا کھانا اور پہننا حسب دستور ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے وعاشروہن بالمعروف۔ یاد معلوم کرو کہ واجب اصلی وہ معاشرت بالمعروف ہے جسکی تفصیل آنحضرت صلعم نے کھانا کھلانے اور لباس دینے اور اچھا برتاؤ کرنے کے ساتھ بیان کی ہے اور جو شرائع مستند الی الوحی ہیں انمیں ممکن نہیں

کر قوت کی حد بندی اور اسکی تعداد معین کردیجائے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ تمام جہان کے لوگ ایک ہی چیز پر اتفاق کرلیں
اسلیے مطلق حکم کیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دعا الرجل امراتہ الی فراشہ فابت فبات غضبان
لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح - جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو اپنی بستر کیطرف بلائے پس اُسنے آنے سے انکار کیا پھر وہ غصہ ہی
کی حالت پر سوگیا تو صبح تک ملائکہ اُسکو لعنت کرتے رہتے ہیں میں کہتا ہوں نکاح کے اندر جس مصلحت کی رعایت کی گئی ہے
وہ شرمگاہ کی حفاظت ہے تو اس مصلحت کا تحقق ضروری ہوا پھر اصول شرائع سے یہ بات ہے کہ جب کسی شے کے لیے مظنہ
مقرر کیا جاے تو ایک ایسا حکم دیا جاتا ہے جس سے اس مظنہ کے ساتھ مصلحت کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور اسکی یہ صورت ہے
کہ جسوقت خاوند اپنی بیوی سے فرمانبرداری کا قصد کرے تو عورت کو اُسکی فرمانبرداری کا حکم دیا جاے اور اگر اُسکی فرمانبرداری
اُسنے نہیں کی تو شرمگاہ کی حفاظت نہ ثابت ہوئی پھر اگر اُسنے انکار کیا تو اُس عورت نے اُس مصلحت کے رد کرنے میں
وسعت کی جسکو خدا تعالی نے اپنے بندوں کے اندر قائم کیا تھا پس ملائکہ کی وہ لعنت اُسکی طرف متوجہ ہوئی جو شخص
اُسکے فساد کے اندر کوشش کرنے پر متوجہ ہوا کرتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من الغیرۃ ما یحب اللہ
ومنہا ما یبغض اللہ فاما التی یحبہا اللہ فالغیرۃ فی الریبۃ واما التی یبغضہا اللہ فالغیرۃ فی غیر ریبۃ -
بعض غیرت تو ایسی ہے جو خدا تعالے کو پسند ہے اور بعض ایسی ہے جس سے خدا کو نفرت ہے پھر جو غیرت عند اللہ پسندیدہ ہے
وہ زنا کی غیرت ہے اور جو ناپسند ہے وہ غیر زنا کی غیرت ہے میں کہتا ہوں آنحضرت صلعم نے
مصلحت اور سیاست کے قائم کرنے میں جسکے بدون چارہ نہیں ہے اور بدخلقی اور بلا سبب تنگ کرنے اور ظلم کرنے میں فرق
کیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ سے ان اللہ کان علیما خبیرا تک - میں کہتا ہوں
یہ بات ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی پر حاکم بنایا جاے اور جبلت کے اعتبار سے خاوند کا اُسپر دباو ہو کیونکہ خاوند میں عقل
کامل ہوتی ہے اور اُسمیں کامل طور سے سیاست اور حمایت اور عار کے دفع کرنے کا بخوبی مادہ ہوتا ہے اور نیز اسلیے کہ وہ اسکا خرچ
اُٹھاتا ہے اور تمام انتظام اُسی کے متعلق ہے لہذا اگر عورت سرکشی کرے تو اُسکی تعزیر اور تادیب خاوند کے متعلق ہونی چاہیے
اور اُسکو بتدریج تادیب کے طریقہ کا اختیار کرنا چاہیے الاسہل فالاسہل یعنی اولاً صرف زبان سے کہکر اُسکو نصیحت کرے
بعد ازاں اُسکے پاس لیٹنا ترک کر دے مگر گھر سے اُسکو نہ نکالے اگر اُس سے بھی باز نہ آئے تو اُسکو مار لگانی چاہیے مگر سخت
مار نہ لگائے اور اگر اصلاح کی صورت نہو اور ہر ایک دوسرے کی نافرمانی اور ظلم پر کمر باندھے تو اُسوقت میں قطع منازعت کی
یہ شکل ہے کہ دو حکم مقرر کیے جائیں ایک خاوند کے کنبے میں سے اور ایک بیوی کے کنبے میں سے اور وہ دونوں نفقہ وغیرہ کے
متعلق خاوند بیوی میں جو کچھ مناسب مصلحت دیکھیں فیصلہ کر دیں اسواسطے کہ خاوند بیوی کے معاملات میں بینہ کا قائم
کرنا ممکن نہیں ہے پس اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کہ یہ فیصلہ اُن لوگوں کے متعلق کیا جاے جو سب سے زیادہ ان دونوں کے
قریب اور اُنکے شفیق ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس منا من خبب امراۃ علی زوجہا او عبدا علی سیدہ
جو شخص خاوند سے کسی بیوی کو بگاڑے یا مولی سے غلام کو بگاڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے میں کہتا ہوں تدبیر منزل کے
بگاڑنے کے جہان اور اسباب ہیں ایک سبب اُسکا یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بیوی یا غلام کو اُسکے خاوند اور مولی سے برگشتہ کردے

اور یاس انتظام کے توڑنے اور اسکے بگاڑنے مین کوشش کرنا اور اس مصلحت کی مخالفت کرنا ہے جسکا قائم کرنا ضروریات سے ہے۔ معلوم کرو کہ تدبیر منزل کے بگاڑنے کی لوگونمین بہت سی خصلتین ہین جنمین کثرت سے لوگ مبتلا ہین پس شرع کو اسکا ذکر کرنا اور اس سے بحث کرنا ضروری ہوا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ کسی مرد کے پاس کئی عورتین ہون اماباہی وغیرہ مین انمین سے بعض کو بعض پر ترجیح دے اور دوسری پر ظلم کرکے اسکو ادھر مین چھوڑ رکھے۔ اللہ پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقہ وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما۔ اور تم ہرگز عورتونمین برابری نہین کرسکتے اگرچہ تم اسکی تمنا کرو پس بالکل جھک مت پڑو کہ اسکو ایسے چھوڑ دو جیسے ادھر مین اور اگر بھلائی کرو اور ڈرو تو خدا تعالی غفور الرحیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا کانت عند الرجل امراتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط۔ جب کسی مرد کے پاس دو عورتین ہون اور ان دونون مین وہ برابری نکرے تو قیامت کے روز جب آئیگا اسکے ایطرف جھکی ہوئی ہوگی۔ مین کہتا ہون ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ عمل کی جزا عمل کی صورتمین ظاہر ہوتی ہے پس اب اسکا اعادہ نہین کرتے۔ اور ازانجملہ کہ عورتون کے ولی انکو ان مردونکے ساتھ نکاح کرنے سے روکین جو انکے کفو کے ہین اور انکی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور اسکا منشا انکی خواہش نفسانی مثل حسد اور بغض وغیرہ کے ہوتا ہے اور اسمین جو فساد ہے وہ عیان ہے پس یہ آیت نازل ہوئی واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن۔ اور جب تم عورتون کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو پورا کرلین تو انکو اپنے خاوندونکے ساتھ نکاح کرنے سے مت روکو۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ کوئی شخص یتیم لڑکیون سے جو اسکی پرورش مین ہین انکے مال یا جمال کیوجہ سے نکاح کرلے اور حقوق زوجیت ادا نکرے جیسے باپ والی عورتون کے حق ادا کیے جاتے ہین۔ اور اگر وہ یتیم لڑکیان ایسی نہین ہین تو انسے واسطہ نہ رکھے پس یہ آیت نازل ہوئی وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ماملکت ایمانکم۔ اور اگر تمکو یہ خوف ہو کہ یتیم عورتونمین انصاف نکروگے پس نکاح کرو عورتونمین اسکے ساتھ جو تمھارے پسند ہون دو دو اور تین تین اور چار چار پس اگر تمکو خوف ہو کہ تم برابری نکروگے تو ایک سے یا جسپر تمھارے ہاتھون نے قبضہ کیا ہے۔ پس اگر ظلم کرنے کا اندیشہ ہو تو یتیم لڑکیون یا کئی عورتون سے نکاح کرنا منع ہے۔ اور ایک شخص کے ایک بیوی موجود ہو اور پھر ایک کنواری عورت سے نکاح کرے تو اسکے واسطے یہ سنت مقرر کیگئی کہ سات دن تک اسکے پاس رہے بعد ازان حسب دستور نوبت بہ نوبت رہا کرے اور اگر شوہر رسیدہ سے نکاح کرے تو تین روز اسکے پاس رہکر پھر باری باری سے رہا کرے۔ مین کہتا ہون اسمین یہ بھید ہے کہ اس باب مین زیادہ تر تنگی نہ کیجاے کیونکہ اکثر لوگون کا اسمین بس نہین ہوتا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم اسمین اس بات پر تنبیہ ہے کہ جب خالص عدل کا قائم کرنا ناممکن تھا لہذا ضروری ہوا کہ صریح ظلم پر اس حکم کا مدار کیا جاے۔ پس جب کسی مرد کو کسی عورت کیطرف رغبت ہو اور اسکے حسن وجمال پر اسکا دل فریفتہ ہو جاے اور اسکا کثرت سے اسکو اشتیاق ہو تو یہ نہین ہوسکتا کہ وہ شخص اس سے بالکل روک دیا جاے اسواسطے کہ یہ تکلیف بالمحال کے قبیلہ سے ہے اسلیے اسکے ترجیح دینے کی ایک مقدار مقرر کردی تاکہ وہ اس سے آگے بڑھکر دوسری پر ظلم وجور نکرنے پائے۔ اور نیز شرع نے

اس مصلحت کی رعایت کی ہے کہ جدید کے قلب کی تالیف اور اسکی قدردانی کرنی چاہیے اور رعایت اسیطرح حاصل ہوسکتی ہے کہ اسکو ترجیح دیجاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے جو یہ فرمایا ہے لیس لک علی اہلک ہوان ان شئیت سبعت۔ الحدیث۔ اسمین اسی کیطرف اشارہ ہے یعنی تو اپنے خاوند کے نزدیک بیقدر نہین ہے اگر تیری مرضی ہو تو مین سات سات روز رہا کرون اور پہلی بیوی کے دل شکستہ ہونیکا شارع نے باینطور علاج کیا کہ نئی کے لیے ہمیشہ کیواسطے زیادتی کا طریقہ مقرر کردیا اسلیے کہ جب ایک چیز کا ہمیشہ کے لیے دستور مقرر ہوجاتا ہے اور اسمین کسی کی ایذا رسانی منظور نہین ہوتی اور وہ حکم کسی کے لیے خاص نہین ہوتا بلکہ ایک عام حکم ہوتا ہے تو کسی کے دل کو خیدان ناگوار نہین گذرتا ہے آیت مین اسی کیطرف اشارہ ہے ذلک ادنی ان تقر اعینہن ولا یحزن ویرضین بما آتیتہن کلہن۔ اسمین اسید ہے کہ انکی آنکھین ٹھنڈی ہون اور غمگین نہون اور جو تونے انکو دیا ہے اس سے وہ سب کی سب راضی ہوجائین یعنی جب تو ان مین انکو اختیار دیدیا گیا تو اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوش نہونگی اور کنواری عورت کیطرف مردکو زیادہ رغبت ہوتی ہے اور نیز اسکو تالیف قلب کی زیادہ ضرورت ہے لہذا اس ترجیح کی مقدار سات روز مقرر کیگئی اور شوہر رسیدہ کی مقدار تین روز مقرر کی گئی۔ اور حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم کے پاس باری باری سے رہا کرتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا قصد کرتے تھے انمین قرعہ ڈال لیا کرتے تھے مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ تھی کہ کسی کو ملال نگذرے۔ اور بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے بطور تبرع اور احسان کے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر باری فرض نہ تھی اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے ترجی من تشاء منہن وتووی الیک من تشاء۔ انمین سے جسکو تو چاہیے موخر کرے اور جسکو انمین سے چاہے اپنے پاس جگہ دے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اورونمین تامل اور اجتہاد کا موقع ہے مگر جمہور فقہا نے نوبت کو واجب کیا ہے اور قرعہ اندازی مین انکا اختلاف ہے مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے فلم یعدل وہ مجمل ہے اور نہ معلوم اس سے کون سا عدل مراد ہے اور یہ آیت اسکے باب مین ہے فتذروہا کالمعلقہ۔ کہ صریح ظلم کرنا اور بالکل اس سے کنارہ کشی کرلینا اور بداخلاقی کے ساتھ اس سے برتاؤ کرنا مراد ہے۔ اور بریرہ کا خاوند غلام تھا جب وہ آزاد ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اختیار دیا کہ چاہے اسکے نکاح مین رہے چاہے نہ رہے تو اسنے غلام کے نکاح مین رہنا پسند نہ کیا اور اپنا اختیار لیلیا مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ حرہ کا غلام کے نیچے رہنا اسکے لیے عار کا باعث ہے پس اس عار کا دفع کرنا اس سے ضروری ہے اور اگر وہ خود ہی راضی ہو تو وہ جدی بات ہے۔ اور نیز جبتک باندی اپنے مولی کے ملک مین ہے تو اسکی رضامندی فی الحقیقت رضامندی نہین ہے اور نکاح رضامندی سے ہوا کرتا ہے۔ پھر جب وہ آزاد ہوگئی اور اسکو اپنی جان کا اختیار ہوگیا تو اس نکاح مین اسکی رضامندی کا اعتبار ضروری ہوا۔ اور اسی مین ایک روایت کے اندر یہ بھی آیا ہے ان قربک فلا خیار لک۔ کہ اگر وہ تجھسے صحبت کرلے تو تجکو پھر اختیار نہوگا۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اختیار کے لیے ایک حد کا مقرر کرنا ضروری ہے کہ اسکے بعد پھر کچھ اختیار نہ رہے ورنہ اسکو مدت العمر اختیار رہیگا اور اسمین مقصود نکاح کا بدل دینا ہے اور اس اختیار کی حد کلام کے ساتھ مقرر نہین ہوسکتی اسواسطے کہ بسا اوقات وہ اپنے کنبے سے مشورہ کرتی ہے اور کبھی

اپنے آپ ہی وہ اس بات کا ذکر فکر کرتی رہتی ہے اور اکثر اُسکی زبان سے اختیار کا کلمہ بلا قصد نکل جایا کرتا ہے اور اگر اسکو اس بات کی تاکید کیجائے کہ زبان سے ایسی بات نہ نکالے تو اسمین اُسکے لیے دقت ہے۔ پس مہر مقرر کرنے کے لیے صحبت سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہین ہے اسواسطے کہ صحبت کرنا ملکیت کا فائدہ حاصل کرنا ہے اور ملک سے وہ مقصود ہے اور ایسی چیز ہے جو ملک سے پوری ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم

طلاق کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما امرأة سألت زوجہا طلاقا من غیر بأس فحرام علیہا رائحة الجنة جو عورت بلا ضرورت اپنے خاوند سے طلاق چاہے تو جنت کی بُو اُسپر حرام ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ حلال چیزوں سے خدا تعالی کو زیادہ مبغوض طلاق ہے معلوم کرو کہ طلاق کی کثرت اور بے پروائی کے ساتھ طلاق کا طریقہ جاری ہونیمین بہت سے مفاسد ہین اسلیے کہ بہت سے لوگ شہوت نفسانی کے تابع ہوتے ہین اور تدبیر منزل کے قائم کرنے اور التزامات ضروریہ مین معاونت اُنکو مقصود نہین ہوتی اور نہ اُنکا مقصود شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ عورتون کے ساتھ تلذذ اور ہر عورت سے لذت کا حاصل کرنا اُنکو مقصود ہوتا ہے یہ بات اُنکو کثرت سے نکاح کرنے اور طلاق دینے پر آمادہ کرتی ہے اور اُنکے نفوس کیطرف ضرر کے عائد ہونیمین زناکار لوگونمین اور انمین کچھ فرق نہین ہے اگرچہ سنت نکاح کے قائم کرنے اور سیاست مدنیہ کے موافقت مین زناکارون سے تمیز معلوم ہوتے ہین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لعن اللہ الذواقین والذواقات۔ کہ مزہ چکھنے والون اور مزہ چکھنے والیون پر خدا کی لعنت۔ اور نیز اس دستور کے جاری ہونیمین اس معاونت دائمی یا قریب دائمی کا ترک کرنا ہے جسپر بغض کا قائم کرنا نکاح کے اندر مقصود ہوتا ہے اور نیز اس باب کے کشادہ کرنیمین اس بات کا احتمال غالب ہے کہ ادنی ادنی امور مین خاوند اور بیوی کا دل تنگ ہوا کرے اور جدائی کا قصد کیا کرے اور یہ بات صحبت کی ناگوار باتون سے برداشت کرنے اور انتظام خانگی ہمیشہ قائم رکھنے پر اتفاق کرنے سے نہایت بعید ہے اور نیز عورتون کا ان باتون کے ساتھ عادی ہوجانا اور لوگون کو ان باتون کی کچھ پرواہ و افسوس نکرنا بیحیائی کے باب کے مفتوح ہونیکا سبب ہے اور نیز ایسے وقت مین ان دونون مین سے ہر واحد دوسرے کا ضرر مثل اپنے ضرر کے خیال نہ کریگا اور ہر ایک دوسرے کی چیزین خیانت کریگا اس خیال سے کہ اگر جدائی ہوجائے تو یہ چیز ہمارے کام آویگا اور اسمین جو قباحت ہے ظاہر ہے اور باایہمہ اس باب کا بالکل بند کر دینا اور وقت بن پڑے ڈالدینا بھی ناممکن ہے اسلیے کہ کبھی باہم میان بیوی کے مخالفت ہوتی ہے اور اُنکا منشا یا تو ان دونون کی بدخلقی ہوتی ہے یا ان دونونمین سے کسی اجنبی کے حسن کیطرف رغبت ہوتی ہے یا رزق کی تنگی کے سبب سے یا دونونمین کسی کی حماقت کیوجہ سے وعلی ہذا القیاس پس باوجود ان قبایح کے اس نظم کا قائم رکھنا بلاے عظیم اور حرج کا سبب ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی استیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل۔ تین شخصون سے قلم اُٹھا لیا ہے سونیوالے سے جبتک بیدار ہو اور لڑکے سے جبتک بالغ ہو اور مجنون جو مصالح کے سمجھنے سے بالکل عاری ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ لا طلاق ولا اعتاق فی اغلاق۔

یعنی اکراہ مین نہ طلاق ہے نہ عتاق ہے - معلوم کرو کہ مکرہ کے طلاق کے باطل ہونے کی دو وجہ ہین ایک تو یہ ہے
کہ وہ اُس طلاق سے راضی نہین ہے اور اُسنے کسی مصلحت منزلیہ کا ارادہ نہین کیا بلکہ لاچار ہوکر اُسنے یہ امر قبیح مین آیا ہے
پس اُسکا حال نائم کا سا ہے - اور دوسری وجہ یہ کہ اگر اُس شخص کی طلاق طلاق سمجھی جائے تو اسمین باب اکراہ کا مفتوح کرنا ہے یعنی
ایسے وقت مین ہوسکتا ہے کہ کوئی ظالم شخص کسی ناتوان وبیکس کو خفیہ طور پر پکڑ لیجاے اور تلوار سے اُسکو خوف دلاکر
طلاق پر اُسکو مجبور کرے اور اُسکی بیوی کیطرف رغبت اُسکا منشا ہو پھر جب ہمنے اُسکی امید کو منقطع کردیا اور اُسکی
مراد کو اُسپر منقلب کردیا تو اب لوگ باہم اس قسم کا ظلم نہین کرسکتے اور اُسکی نظیر وہ ہے جو ہم اُس حدیث مین بیان کرچکے
القاتل لا یرث - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **لا طلاق فیما لا یملک** جس چیز کا انسان مالک نہین
اُسمین طلاق نہین جاری ہوسکتی ہے اور فرمایا ہے **لا طلاق قبل النکاح** یعنی طلاق نکاح کے قبل نہین ہوتی - مین کہتا ہون
بظاہر یہ حدیث طلاق منجز اور معلق کو خواہ وہ نکاح کے ساتھ معلق ہو یا اور کسی چیز کے ساتھ عام ہے اور اُسکا سبب یہ ہے
کہ طلاق کا جواز مصلحت کے سبب سے ہے اور مالک ہونے اور اُس عورت کی سیرت کے دیکھنے سے پیشتر مصلحت اُسکو
متمثل نہین ہوسکتی پس طلاق قبل از ملک ایسی ہے جیسے کوئی مسافر کسی بیابان مین اقامت کی نیت کرے یا کوئی
مجاہد دار الحرب مین کہ قرائن حالیہ خود اُسکے مکذب ہین - اور اہل جاہلیت جسقدر چاہتے تھے طلاقین دیدیکر رجوع
کرلیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسمین عورت پر کسقدر ظلم تھا لہذا یہ آیت کریمہ نازل ہوئی **الطلاق مرتان الآیہ** -
طلاق دو مرتبہ ہے یعنی جس طلاق کے بعد رجعت ہوتی ہے وہ دو مرتبہ ہے پھر اگر تیسری طلاق دے تو اُسکے بعد جبتک
وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نکرے اُسکے لئے حلال نہین ہوتی - اور آنحضرت صلعم نے نکاح کے ساتھ صحبت کرنے کو بھی
زیادہ کیا ہے اور طلاق کو صرف تین کے اندر محدود کرنے مین یہ راز ہے کہ وہ کثرت کی شروع حد ہے اور نیز اُسمین فکر کرنا
اور سمجھنا ضروری ہے اور بہت سے لوگون کو اُسکی کچھ مصلحت نہین معلوم ہوتی جبتک وہ عورت کے ملک سے نکلنے کا مزہ
نہین چکھ لیتی اور تجربہ کے لیے اصل ایکمرتبہ ایک چیز کا عمل مین لانا ہے اور دوسرے سے تجربہ کی تکمیل ہوجاتی ہے اور تیسری
طلاق کے بعد نکاح شرط کرنا تحدید اور انتہا کے معنی ثابت کرنیکے لیے ہے اسلیے کہ اگر بغیر دوسرے نکاح کے اُسسے رجوع
درست ہوتا تو اُسکا حال رجعت کا سا تھا اسلیے کہ مطلقہ سے نکاح کرنا بھی ایک قسم کی رجعت ہے اور عورت جبتک
خاوند کے گھر مین اور اُسکے قبضہ مین اور اُسکے اقارب کے سامنے ہے تب تو ہوسکتا ہے کہ خاوند اُسکی رائے پر غالب رہے
اور خواہ مخواہ وہ اُس چیز کو پسند کرے جسکی خوبی اُس عورت کے سامنے وہ لوگ بیان کرین اور پھر جب اُسسے بالکل جدا
ہوگئی اور زمانہ کی سردی وگرمی کا مزہ چکھ لیا اور اُسکے بعد اُس شخص سے راضی ہوگئی تو وہ رضامندی فی الواقع رضامندی
ہے اور نیز اُسمین مفارقت کا مزہ چکھانا اور بلا کسی ضروری مصلحت کے معلوم کیے خواہش نفسانی کے تابع ہونیکا عذاب ہے
اور نیز اسمین مطلقہ ثلاث کا اُسکی آنکھون مین عزت دینا ہے اور اس بات کا جتلانا ہے کہ تین طلاقین پر وہی شخص دلیری
کرسکتا ہے جو نہایت ذلت اور حد سے زیادہ بیغیرتی کے بعد اپنے نفس کو اُسکی جانب سے امید کے قطع کرنے پر قائم کرلے
اور جب رفاعہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور پھر اُسکو مغلظہ کردیا اور اُسنے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا [illegible]

دوسرے خاوند کا کچھ ذکر کیا تو آپنے اُس سے فرمایا کہ کیا پھر تیرا قصد رفاعہ کیجانب رجوع ہونیکا ہے تو اُسنے عرض کیا ہان
آپنے فرمایا نہین جبتک تو اُسکی لذت اور وہ تیری لذت حاصل نکرلے مین کہتا ہون آنحضرت صلعم نے نکاح کو تمام
ہونے کو لذت کرنے کے ساتھ اسلیے مشروط کیا کہ تاکہ اس تحدید کے معنی جسکو خدا نے اُنکے لیے مقرر کیا ہے متحقق ہوجاوین
اسلیے کہ اگر یہ بات نہو تو کوئی شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ اُسنے زبانی نکاح کرا کے اُسکو دوسرے خاوند سے اُسی جلسہ مین
طلاق دلوالے اور اسمین تحدید کے قاعدہ کی مخالفت ہے اور آنحضرت صلعم نے حلالہ کرنیوالے اور اُس شخص پر جسکے لیے
حلالہ کرتا ہے لعنت کی ہے مین کہتا ہون چونکہ بعض لوگ محض حلالہ کی غرض سے نکاح کرتے ہین اور اُنکا مقصود اُس
نکاح سے زندگانی کی معاونت نہین ہوتی اور نکاح سے جو مصلحت مقصود ہے وہ مصلحت اُس نکاح سے پوری نہین ہوتی
اور نیز اسمین بیحیائی اور بیغیرتی اور ایک عورت پر کئی مردون کو جمع ہونا تجویز کرنا ہے اور معاونت کے قبیلہ سے نہین ہے
لہذا آپنے اُس سے منع فرمایا ہے اور الکیر یہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے حیض کی حالت مین اپنی بیوی کو طلاق دیدی
اور آنحضرت صلعم سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپکو غصہ آگیا اور فرمایا اُنکو چاہیے کہ تو اُسکو رجوع کرے پھر جبتک پاک ہو
اور پھر حیض آئے اور پھر پاک ہو تو اُسکو روکنا چاہیے پھر اگر اُسکو طلاق دینا مناسب سمجھے تو پاکی کی حالت مین اُسکو ہاتھ
لگانے سے قبل طلاق دیدے مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ کبھی کوئی شخص اپنی اہلیہ سے مقتضاء طبیعت کے اعتبار سے
نفرت کرتا ہے اور وہ نفرت اس قابل نہین ہوتی کہ اُسکو مانا جاوے مثلاً اُسکا حائضہ ہونا اور گرد و غبار مین آلودہ رہنا
اور کبھی اُس مصلحت کے سبب سے اپنی اہلیہ سے نفرت کرتا ہے جسکے قائم کرنیکا عقل سلیم حکم کرتی ہے اگرچہ رغبت طبعی ہان
موجود ہوتی ہے اور یہ نفرت اتباع کے قابل ہے اور ندامت اکثر پہلے قسم کی نفرت مین ہوتی ہے اور اُسمین رجعت واقع
ہوتی ہے اور یہ ایسی خواہش ہے جسکے ترک کرنے پر تہذیب نفسانی کا مدار ہے اور یہ دونون قسم کی نفرتین بہت سے لوگون پر
مشتبہ ہوتی ہین لہذا ایسے حد کا مقرر کرنا ضروری ہوا جس سے فرق ثابت ہوجاوے پس طہر کو رغبت طبع کا مظنہ اور حیض کو
نفرت طبعی کا مظنہ اور باوجود رغبت طبعی کے طلاق پر اقدام کرنا مصلحت عقلیہ کا مظنہ اور اسی حالت پر باوجود
حالت کے بدلنے کے یعنی حیض سے طہر کیطرف اور بیرونقی سے زینت کیطرف اور انقباض سے انبساط کے طرف جاکر
عقل اور تدبیر خالص کا مظنہ ہے لہذا حیض مین طلاق مکروہ کی گئی اور مراجعت اور حیض جدید کے درمیان مین آنیکا
حکم دیا اور نیز اگر اُسکو حیض مین طلاق دے تو یہ حیض اگر عدت مین شمار کیا جاوے تو عدت کی مدت کم ہوتی ہے
اور اگر شمار نہ کیا جاوے تو عورت کو عدت کے زیادہ ہوجانے سے ضرر پہونچتا ہے خواہ قروء کے لفظ سے طہر مراد لیجاوین
یا حیض بہرصورت اُس حد کی مخالفت لازم آتی ہے جسکو خدا نے اپنی کتاب محکم مین ثلاثۃ قروء کے ساتھ معین کیا ہے
اور طہر کے اندر صحبت کرنے سے قبل طلاق دینے کا حکم بدو وجہ ہے ایک تو یہ کہ اُسمین رغبت طبعی کا بقا ہے کیونکہ صحبت کے
سبب سے رغبت کے غلبہ کو کمی ہوجاتی ہے دوسرے یہ کہ ایسی صورتمین نسب مشتبہ نہین ہوسکتا تو نہایتعالے سے۔
طلاق پر گواہ کر دینے کا حکم اسلیے دیا کہ ایک تو اسمین شرمگاہون کا حکم بالشان ہوتا ہے تاکہ تدبیر منزل کا قائم ہو
اور نیز اُنکا انتظام لازم ہے کہ سو بدو پایا جاوے اور دوسرے یہ کہ نسب کا اشتباہ لازم نہ آئے اور ایسا نہو کہ طلاق دیکر پھر جاوے

جو کوئی اپنے طہر پر بھی ہو جاوین اور طلاق کی پروا نکرین - واللہ اعلم - اور ایک طہر مین تین طلاق کے جمع کرنے کو بھی مکروہ کیا اسواسطے کہ اسمین اُس حکمت کا ترک لازم آتا ہے طلاقون کے متفرق واقع کرنے مین جسکی رعایت کی گئی ہے کیونکہ تفریق طلقات اسی لیے مقرر کی گئی ہے کہ اگر کسی سے کوتاہی ہوجائے تو اسکا تدارک ہوسکے اور جمع کرنے مین اُسپے اوپر دقت کا لازم کرنا اور ندامت کا پیش کرنا ہے - اور تین طہرونمین بھی تین طلاقین دینے مین وقت اور ندامت کا مظنہ ہے مگر صورت اولیٰ سے کم ہے اسواسطے کہ اسمین فکر کرنے کا موقع اور اتنی مدت ملجاتی ہے جسمین احوال متغیر ہوتے رہتے ہین اور بہت سے لوگون کی مصلحت حرمت مغلظہ کے ثابت کرنے مین ہوا کرتی ہے -

خلع اور ظہار اور لعان اور ایلاء کا بیان

معلوم کرو کہ خلع کے اندر ایک قسم کی قباحت پائی جاتی ہے اسلیے کہ خاوند نے عورت کو جو کچھ دیا ہے وہ صحبت کے بدلے ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وکیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقاً غلیظاً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے اندر اسی معنی کا اعتبار کرکے فرمایا ہے ان صدقت علیہا فہو بما استحللت من فرجہا - اگر تو نے اسکو کچھ دیا ہے تو یہ اُسکے بدلہ ہے جو تو نے اُسکی شرمگاہ کو حلال کیا ہے اور باینہمہ خلع کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ - یعنی نہین ہے اُن دونون پر کچھ مضایقہ جس چیز کا عورت بدلہ دے - اور اہل جاہلیت اپنی اہلیون کو اپنی اوپر حرام کرلیا کرتے تھے اور اُنکو اپنی مان کی پشت کے مثل گردان لیا کرتے تھے اور پھر کبھی اُنکے پاس نہ جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسمین کسقدر قباحت تھی کیونکہ وہ عورت نہ تو مرغوب ہوتی تھی کہ خاوند سے وہ تمتع حاصل کرسکتی جسطرح عورتین اپنے خاوندون سے تمتع حاصل کرتی ہین اور نہ وہ بیوہ ہوتی تھی جو اُسکو اپنی جان کا اختیار ہوتا آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ایسا واقعہ پیش آیا اور آپ سے اُسکے بارہ مین دریافت کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا - بلاشک اللہ پاک نے اُس عورت کی گفتگو سن لی جو اپنے خاوند کے بارہ مین تجھسے جھگڑا کرتی ہے عذاب الیم تک اور اسکا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُنکے اس قول کو بالکل لغو بھی نہین کیا کیونکہ وہ ایک امر ہے جسکو خاوند نے اپنے اوپر لازم کیا ہے اور پختگی کے ساتھ اُسنے وہ بات کہی ہے جسطرح اور قسمونمین ہوا کرتا ہے - اور اُسکو ہمیشہ کے لیے بھی نہین گردانا جسطرح اہل جاہلیت کیا کرتے تھے تاکہ وہ دقت اُنسے رفع ہوجائے - اور کفارہ کے ساتھ اُسکو موقوف کیا اسواسطے کہ کفارہ گناہون کے دور کرنے اور مکلف کو اُس چیز سے روکنے کے لیے جو اُسکے دلمین پیدا ہوتی ہے وضع کیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جھوٹ کہتے ہین اُسکی یہ وجہ ہے کہ زوجہ نہ تو فی الحقیقت مان ہوتی ہے اور نہ اُنمین کچھ مشابہت یا مجاورت ہوتی ہے جسکی وجہ سے ایک کا اطلاق دوسرے پر صحیح ہو - یہ تو اُس تقدیر پر ہے کہ جب اُسکو خبر کے قبیلہ سے کہا جاے اور اگر وہ انشا ہے تو ایک ایسا عقد ہے کہ جو مصلحت کے موافق نہین ہے اور نہ خدا تعالیٰ نے اپنے شرائع مین اُسکو بطریق وحی کے بیان فرمایا ہے اور نہ روے زمین کے عقلا نے اسکو مقرر کیا ہے

اور اُسکو جو یہ فرمایا ہے کہ وہ منکر بات کہتے ہیں تو اُسکے منکر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک طرحکا ظلم اور جور اور جسکے ساتھ
احسان کرنیکا حکم ہے تنگ کرنا ہے اور ظہار کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا یا پیاپے
دو مہینے روزہ رکھنا اسلیے مقرر کیا گیا کہ شرعیہ مقاصد کفارہ کے ایک یہ بات ہے کہ مکلف کے نزدیک وہ ایک ایسی چیز ہو جانا چاہیے
جسکے لازم ہونیکا اس فعل کے مرتکب ہونے سے مکلف کو باز رکھے اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ کفارہ ایک عبادت
شاقہ ہو اور نفس پر اُسکا غلبہ ہو یا تو اسلیے کہ اُسمین اسقدر مال کا صرف کرنا مقرر ہو جسکا صرف کرنا نفس پر کیقدر شاق گذرے
یا اُسمین بھوک پیاس کی تکلیف زیادہ اُٹھانی پڑتی ہو اللہ پاک فرماتا ہے للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعۃ اشہر
جو لوگ اپنی اہلیوں سے ایلا کرتے ہیں اُنکو چار مہینے رکنا ہے۔ معلوم کرو کہ اہل جاہلیت اس بات کا حلف کیا کرتے تھے کہ اپنی
بیویوں سے کبھی یا ایک ماہ دراز تک صحبت نکرینگے اور اسمین عورتوں پر نہایت ظلم اور ضرر تھا لہذا خدا تعالی نے چار مہینے
تک صبر کرنے کا حکم دیا پھر اگر وہ رجوع کریں تو خدا تعالی غفور الرحیم ہے اور رجوع کرنیمین علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں
چار مہینے گذرنے کے بعد ایلاء کرنیوالے کو روکدیا جاوے بعد ازان اُسکو مجبور کیا جاوے کہ یا تو بھلائی کے ساتھ اُسکو چھوڑ دے
یا حسب دستور اُسکو نکاح مین رکھ لے اور بعض کے نزدیک چار مہینے گذرتے ہی اُسپر طلاق پڑجاویگی اور اُسکو روکا نجاویگا اور
اس مدت کے معین کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اتنی مدت مین خواہ مخواہ نفس کو جماع کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُسکے چھوڑنے سے ضرر ہوتا ہے
جبکہ انسان ماؤف نہو دوسرے یہ کہ یہ مدت سال کا ایک ثلث حصہ ہے اور نصف سے کم کا انضباط ثلث کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور نصف
مدت کثیرہ شمار کیا جاتا ہے۔ اور اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون ازواجہم ولم یکن لہم شہداء۔ الآیہ۔ جو لوگ اپنی بیویون
کیطرف زنا کی نسبت کرتے ہیں اور اُنکے لیے گواہ نہیں ہوتے۔ اور حضرت عویمر عجلانی اور ہلال بن امیہ سے اس باب میں حدیث مروی ہے
معلوم کرو کہ اہل جاہلیت مین سے جب کوئی مرد کسی عورت کیطرف منسوب کرتا تھا اور ان دونوں مین باہم یہ منازعت ہوتی تھی
تو کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے جیساکہ ہند بن عتبہ کے قصہ مین ہوا تھا پھر جب اسلام آیا تو یہ بات ناممکن ہوئی کہ اُنکے لیے کاہنوں
کے پاس جانے کی اجازت دیجاوے اسلیے کہ ملت حنفیہ کا مبنی ان مناقشات کے چھوڑنے اور اُنکے دور کرنے پر ہے اور نیز کاہنوں کے پاس
بلا اُنکا سچ وجھوٹ معلوم کیے جانیمین ضرر عظیم ہے اور یہ بات ناممکن تھی کہ خاوند کو چار گواہ سنانے ورنہ حد لگانے کا حکم دیا جاتا
اسواسطے کہ زنا تنہائی مین ہوا کرتا ہے اور خاوند اپنے گھر کا حال خوب جانتا ہے اور جو جو قرائن وغیرہ اُسکو معلوم ہیں وہ دوسروں کو
نہین معلوم ہو سکتے اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ خاوند تمام اُن لوگوں کے مانند کیا جاوے جنپر حد جاری کیجاتی ہے اسواسطے کہ خاوند شرعاً
اور نیز عقلاً اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرنیکا مامور ہے اور اُسکی جبلت مین اس بات سے غیرت کرنا داخل ہے کہ اُسکے ناموس میں
دوسرا شخص مداخلت کرسکے۔ اور خاوند شک کے دفع کرنے اور عورت کی شرمگاہ کے محفوظ رکھنے مین سب سے زیادہ مناسب تر اور
اولی ہے پس اگر خاوند عورت کے ساتھ کسی امر کا مواخذہ کرنیمین غیر لوگوں کے برابر رکھا جاوے تو امن مرتفع ہوتی ہے اور مصلحت کا
مفسدہ کیطرف انقلاب لازم آتا ہے۔ اور جب یہ واقعہ پیش آیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکا نہ حکم دینے مین متردد تھے
کبھی تو ان معارضات کیوجہ سے کچھ حکم نہین دیتے تھے اور کبھی اُسکے حکم کا اُن قواعد سے استنباط کرتے تھے جنکو خدا تعالے نے
آپ پر نازل فرمایا تھا تو آپ نے ہلال بن امیہ سے فرمایا البینۃ او حد فی ظہرک۔ یا تو بینہ ہے ورنہ تیری پشت پر حد ہے

یہانتک کہ اُسنے کہا اُس ذات کی قسم جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے مین بلاشک سچا ہون اور بلاشبہہ خدا تعالی ایسا کوئی حکم نازل
فرمائیگا جسکی وجہ سے میری پشت حد سے بری ہو جائیگی- پس خدا تعالی نے آیت لعان نازل فرمائی اور اصل اسمین یہ ہے کہ
موکد قسمین ہوتی ہین جنکے سبب سے خاوند حد قذف سے محفوظ رہتا ہے اور عورت پر دھبہ لگجاتا ہے اور بیہودہ قید مین رکھی جاتی ہے
اور اُسکو تنگ کیا جاتا ہے اور اگر خاوند قسمونکے کھانے سے انکار کرے تو اُسپر حد قذف لگائی جاتی ہے- اور اگر عورت بھی قسمین
کھالے تو بری ہو جاتی ہے اور انکار کرے تو اُسپر حد لگائی جاتی ہے- اور الحاصل جب خبر مین شبہ نہین ہوتی اور نہ وہ خبر ایسی ہوتی ہے
کہ بالکل لغو جھوٹ سمجھی جاے اور اُسکی سماعت نہ کیجاے اُس خبر مین موکدہ قسمون سے زیادہ مناسب اور کوئی چیز نہین ہے
اور یہ قدیمی طریقہ جاری ہے کہ عورت اُسکو بیان کرے تاکہ قسمون سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو اور یہ بھی قدیمی طریقہ جاری ہے
کہ وہ عورت پھر کبھی اُس خاوند کیطرف عود نکرے کیونکہ ان دونمین جب ایسا نزاع ہو چکا اور اُن دونونکے دلمین سخت پیچ پڑگیا
اور خاوند نے اُسکی بدکاری مشہور کردی تو غالبًا اب کسی صورت سے اُنکے مابین محبت پیدا نہین ہوسکتی اور نکاح اُنہین مصلحتون
کے لیے وضع کیا گیا ہے جو محبت و موافقت پر مبنی ہین اور نیز اسمین دونون کو ایسے معاملہ پر اقدام کرنے سے روکنا ہے-

عدت کا بیان

اللہ پاک فرماتا ہے والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء- الآیہ- مطلقہ عورتین تین قروء تک اپنی
جانون کو روکین معلوم کرو کہ عدت منجملہ اُن امور کے ہے جو زمانہ جاہلیت مین مسلم و مشہور تھی اور عدت ایسی چیز تھی جسکی
اُنمین ترک ہونیکا احتمال نہ تھا اور اسمین بہت سے مصالح ہین ازانجملہ یہ ہے کہ اُسکے سبب سے رحم کا خاوند کے نطفہ سے پاک
ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور نسب مین اختلاط نہین لازم آتا کیونکہ نسب بھی ایک چیز ہے جسکی لوگون کو خواہش ہوتی ہے اور عقلمند لوگ
اُسکے طالب ہوتے ہین اور نسب نوع انسانی کے خواص مین سے ہے اور منجملہ اُن چیزون کے ہے جسکے سبب سے انسان اور حیوانات
ممتاز ہوتا ہے استبراء کے باب مین بھی اسی مصلحت کی رعایت کی گئی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ عدت سے لوگون کو نکاح کی
عظمت پر آگاہ کرنا منظور ہوتا ہے اور اُنکو معلوم ہو جاتا ہے کہ نکاح ایسا امر نہین ہے کہ جو بغیر لوگون کے اجتماع کے قائم ہو سکے یا
بغیر انتظار دراز کے وہ منقطع ہو سکے اگر یہ بات نہوتی تو نکاح مثل بچون کے کھیل کے ہوتا ایک ہی ساعت مین قائم ہو کر اُسی
ساعت مین منقطع ہو جایا کرتا اور ازانجملہ یہ ہے کہ نکاح کی مصلحتین اُسوقت پوری ہو سکتی ہین جب خاوند و بیوی اس عقد کے
ثابت رکھنے پر بظاہر اپنے آپکو قائم رکھین پھر اگر کوئی حادثہ پیدا ہو جاے جسکے سبب سے اس عقد کا انقطاع ضروری ہو تو بھی اُس
امر دوام کی صورت کا باقی رکھنا جب بھی ضروری ہے باینطور کہ عورت کچھ مدت تک اپنے آپکو روکے رہے اور اُسکو اسمین کچھ
تکلیف و دقت اٹھانی پڑے- اب مطلقہ کی عدت تین قروء ہین بعض کے نزدیک قرء سے طہر مراد ہے اور بعض کے
نزدیک حیض- اور اگر اس سے طہر مراد ہے تب تو اسمین یہ راز ہے کہ طہر رغبت کا زمانہ ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور
اُسکی تکرار عدت لازمہ مقرر کیگئی تاکہ فکر کرنیوالا ان طہرونمین فکر کر سکے چنانچہ آنحضرت صلعم نے طلاق کے بیان مین فرمایا
فتلک العدۃ التی امر اللہ بالطلاق فیہا- یس وہ زمانہ ہے کہ جسمین خدا تعالی نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے اور اگر

اس سے حیض مراد ہے تو انمیں یہ حکمت ہے کہ حمل کے نہونے کی صورت میں اصل حیض سے بھی معلوم ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت ایسی ہے
کہ اسکو حیض نہیں آتا خواہ بچپن کے سبب سے یا بڑھاپے کے سبب سے تو اسکے لیے تین مہینے تین حیض کے قائم مقام ہیں کیونکہ ایک
حیض ہر مہینہ میں ہوتا ہے اور اسلیے کہ تین مہینہ میں رحم کا خالی ہونا ظاہر طور پر معلوم ہو سکتا ہے اور تمام مصلحتیں اس مدت میں
متحقق ہو سکتی ہیں اور حاملہ کی مدت وضع حمل ہے اسلیے کہ اس سے رحم کا خالی ہونا معلوم ہو جاتا ہے اور بیوہ کی مدت
چار مہینہ دس دن ہیں اور اس مدت میں اسکو سوگ کرنا واجب ہے اور اسکے کئی سبب ہیں ایک تو یہ کہ جب اس پر یہ بات
واجب ہوئی کہ اپنے آپکو اس مدت تک روکے رہے اور نکاح اور اسکی بات چیت کسی سے نہ کرے تاکہ اسکے خاوند کا حق محفوظ
رہے اس حکمت و سیاست کا مقتضی ہوا کہ عورت کو ترک زینت کا بھی حکم دیا جاوے اسلیے کہ زینت کیوجہ سے جانبین میں
شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور ایسی بیچ حالت تک اندر شہوت کے غلبہ میں فساد عظیم ہے اور نیز وفاداری کا مقتضی ہے کہ خاوند کی
مفارقت پر غم کرے اور خوشبو و زینت وغیرہ کا شوق نکرے اور سوگ کرے کہ اسمیں وفاداری اور ظاہر میں عفت کے
معنی کا ثابت کرنا ہے اور مطلقہ کو سوگ کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ اسکو زینت کرنے کی حاجت ہے تاکہ خاوند کو اسکی طرف
رغبت ہو اور انکے اجتماع میں جو فرق پڑا ہے پھر انکے جمع ہونیکا سبب ہو سکے لیے مطلقہ ثلث میں علماء کا اختلاف ہے
کہ وہ سوگ کرے یا نہیں پس کسی نے تو اصل حکمت کا خیال کیا ہے اور کسی نے لفظ مطلقہ کے عام ہونے کا خیال کیا ہے اور
شارع نے بیوہ کی عدت چار مہینے اور دس دن اسلیے مقرر کی کہ چار مہینے تین چلے ہوتے ہیں اور اس مدت میں جنین کے
اندر جان پڑ جاتی ہے اور غالباً جنین اس مدت کے اندر حرکت کرنے لگتا ہے اور دس دن زیادہ کیے گئے تاکہ وہ حرکت
پورے طور پر ظاہر ہو جاوے اور نیز یہ مدت حمل معتاد کی نصف مدت ہے جسمیں حمل پورے طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہر شخص
دیکھکر اسکو پہچان سکتا ہے اور مطلقہ کی عدت طہر یا حیض کے ساتھ اور بیوہ چار مہینہ دس دن کے ساتھ اسلیے مقرر
کی گئی کہ مطلقہ میں حقدار یعنی خاوند اپنے اختیار پر قائم ہوتا ہے جو نسب کی مصلحت اور قرائن کو جانتا ہے پس ممکن ہے
کہ عدت کو اس چیز کا حکم دیا جاوے جو اسکے لیے خاص ہے اور خاوند پر وہ امر سمجھی جاوے اور اور لوگ اس عورت کا حال
معلوم نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ خود نہ بیان کرے اور بیوہ کے اندر خاوند موجود نہیں ہوتا اور دوسرا شخص اسکا باطنی حال
اور اسکا فریب نہیں پہچان سکتا جسطرح خاوند پہچان سکتا ہے پس ضروری ہوا کہ اسکی عدت ایسا ظاہری امر مقرر کیا جاوے
جسکے معلوم کرنے میں سب قریب بعید برابر ہوں اور حیض کو بھی وہ ثابت کر دے کیونکہ غالباً یا دائماً اسقدر بڑا نہیں ہوتا
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا توطئی حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضة حاملہ عورت سے صحبت
نکیجاوے جبتک کہ اسکا وضع حمل نہو اور نہ غیر حاملہ سے جبتک کہ اسکو ایک حیض نہ آجاوے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
کیف یستخدمه وهو لا يحل له ام كيف يورثه وهو لا يحل له - باوجودیکہ اسکے لیے وہ حاملہ حلال نہیں ہے پھر کس لیے
اس سے خدمت لیتا ہے یا باوجودیکہ اسکے لیے حلال نہیں ہے کسطرح اسکو ورثہ دیسکتا ہے میں کہتا ہوں کہ استبراء کے
اندر یہ راز ہے کہ رحم کا خالی ہونا اس سے معلوم ہو جاتا ہے اور نسب کا اختلاط بھی نہیں ہوتا ہیں جب عورت حاملہ ہو
تو تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ایسی ہی صورت میں وہ بچہ دونوں کے مشابہ ہوتا ہے جیسے نطفہ سے ہے اسکے تمام

کبھی اسکو مشابہت ہوتی ہے اور جس شخص نے ایام حمل مین اُسکی ماں کے ساتھ صحبت کی ہے اُسکے ساتھ اُسکو شباہت ہے حضرت عمرؓ کے قول سے نیز بات معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم نے بھی اُسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے لایحل لامرء یومن باللہ والیوم الآخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ - کسی کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے یہ بات حلال نہین ہے کہ دوسرے کی کھیتی اپنے پانی سے سیراب کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کیف یستخدمہ الخ اسکے یہ معنی ہین کہ حاملہ کے ساتھ جو جماع کرنے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اُسکو دونوں شخصون کی مشابہت ہوتی ہے اور ہر شباہت کا حکم دوسری مشابہت کے خلاف ہوتا ہے پہلی کے ساتھ شباہت کا منشا یہ ہے کہ وہ بچہ غلام ہو اور دوسری کی مشابہت چاہتی ہے کہ وہ اسکا بیٹا ہو اور پہلی مشابہت کا حکم غلام ہونا اور مولا کے لیے اُس پر خدمت کا واجب ہونا ہے اور دوسرے کا حکم حریت اور استحقاق میراث ہے پس جماع کے سبب سے اُس بچہ کے اندر احکام شرعیہ کا التباس لازم آتا ہے اسلیے جماع کرنے سے ممانعت کی گئی واللہ اعلم -

اولاد اور غلام و لونڈی کی پرورش کے بیان مین

معلوم کرو کہ نسب منجملہ اُن امور کے ہے جنکی محافظت آدمی کی سرشت مین داخل ہے پس اقالیم صالحہ مین سے کسی اقلیم کے اندر جہان آدمی پیدا ہوتے ہین کسی انسان کو کبھی نہ دیکھوگے مگر یہ بات اُسکو محبوب ہوگی کہ اُسکے آباء کیطرف اُسکو منسوب کرین اور یہ بات اسکو ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اُنکو اُنکی طرف نسبت کرین نہین کوئی عیب لگایا جاے بار خدایا مگر نسب کی دناءت یا ضرر کے دفع کرنے یا نفع کے حاصل کرنے وغیرہ کی غرض سے اور نیز اُسکو یہ بات بھی محبوب ہوتی ہے کہ اُسکی اولاد کو اُسکی طرف منسوب کرین اور اُسکے بعد اُسکی قائم مقام ہو پھر بسا اوقات اولاد کے طلب مین بے انتہا کوشش کیا کرتے ہین اور اپنی تمام طاقت اُسکے حاصل کرنے مین خرچ کرتے ہین پس تمام لوگون کا اتفاق اِن خصلات پر ایک ہی معنی کے سبب سے ہے جو اُنکی خلقت مین داخل ہین اور شرائع الٰہی کا مبنا اُن مقاصد کے باقی رکھنے پر ہے کہ جو قائم مقام جبلت کے ہوتے ہین اور جنکے اندر نزاع و حرص جاری ہوتی ہے اور نیز مقدار کے اُن مقاصد حق دلانے اور باہمی ظلم سے روکنے پر اُنکا مبنی ہے پس اسلیے شارع کو ان سے بحث کرنا ضروری ہوا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الولد للفراش وللعاہر الحجر - لڑکا عورت کے لیے اور مرد زناکار کو پتھر - بعض نے اس سے سنگسار ہی مراد لی ہے اور بعض نے نامرادی مین کہتا ہون اہل جاہلیت بہت سے طریقوں سے جنکو قوانین شرعی ثابت نہین کرتے اولاد طلب کیا کرتے اور بعض اُن طریقون کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا ہے پس جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوے تو یہ باب بند کیا گیا اور زناکار کی امید منقطع کیگئی اسلیے منجملہ اُن مصالح ضروریہ کے جنپر نوع انسانی کا بقا موقوف ہے مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ مختص ہونا بھی ہے تاکہ ایک عورت پر کئی مردون کے جمع ہونیکا باب مسدود کیا جائے لہذا مناسب ہوا کہ جو شخص اس سنت راشدہ کے برخلاف کرے اور بغیر اس خصوصیت کے اولاد طلب کرے اُسکو نامراد کیا جاے تاکہ اُسکی ذلت اور اُسکا کچھ بس نہ چلے اور آیندہ کبھی ایسا قصد نہ کرے - وللعاہر الحجر سے اگر نامرادی کے معنی مقصود ہین جیسے بفیہ التراب وبفیہ الحجر کہا کرتے ہین تو

اسمین اسکی طرف اشارہ ہے اور نیز جب حقوق کا مقابلہ ہوا اور ہر شخص اپنے لیے اس حق کا مدعی ہے تو ضرور ہوا کہ جسکے پاس ایسی ظاہری حجت ہے جسکو تمام لوگ سن سکتے ہین اسکو ترجیح دیجاے اور جسکے پاس ایسی حجت ہے جو اسپر ملامت کے زیادہ ہونیکے سبب اور وہ صدق کے مانیکا باب مفتوح کرتا ہے یا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اسنے خدا کی نافرمانی کی ہے امر باطنیہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے جو اسکے صرف کہنے سے معلوم ہوتا ہے پس اس شخص کے لیے یہ بات نامناسب ہے کہ اسکو محروم رکھا جاے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی معنی کا لحاظ فرماکر لعان کے قصے مین فرمایا ہے ان کذبت علیہا فہو ابعد لک - اگر تو اسپر جھوٹ بولتا ہے تو وہ (یعنی مہر کا تیری طرف عود کرنا) تجھسے بہت دور ہے - اور وللعاہر الحجر ہے اگر سنگساری مراد ہے تو اسمین اسی کیطرف اشارہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ادعی الی غیر ابیہ وہو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام - جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کیطرف اپنی نسبت کرے اور اسکو یہ بات معلوم ہو کہ وہ اسکا باپ نہین ہے جنت اسپر حرام ہے - مین کہتا ہون کہ بعض لوگ مفاصد دینیہ کا خیال کرکے اپنے باپ کو چھوڑکر دوسرے شخص کیطرف اپنی نسبت کردیتے ہین اور یہ بڑا ظلم و نافرمانی ہے کیونکہ اسمین باپ کی امید کا قطع کرنا ہے اسلیے کہ اسنے اپنی نسل کا بقا جو اسکی طرف منسوب ہو اسی سے پیدا ہے چاہا ہے اور اسمین باپ کی نعمت کی ناشکری اور اسکے ساتھ بدسلوکی ہے اور نیز نصرت اور معاونت قبائل اور شہرون کے انتظام کے لیے ضروری چیز ہے اور اگر باپ سے انقطاع نسبت کا باب مفتوح کردیا جاے تو یہ مصلحت متروک ہوتی ہے اور تمام قبائل کے نسب مخلوط ہوجاتے ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایما امرأۃ ادخلت علی قوم من لیس منہم فلیست من اللہ فی شیئ ولن یدخلہا اللہ الجنۃ وایما رجل جحد ولدہ وہو ینظر الیہ احتجب اللہ منہ وفضحہ علی رؤس الخلائق - جو نسی عورت کسی قوم مین اس شخص کو داخل کردے کہ وہ اسمین نہین ہے تو خدا کے ہان اسکا کچھ نصیب نہین اور نہ کبھی خدا تعالی اسکو جنت مین داخل کریگا اور جو شخص اپنے ولد کا انکار کرے حالانکہ وہ اسکی طرف نظر کرتا ہے تو خدا تعالی اپنے دیدار سے اسکو محروم کریگا اور تمام خلائق کے روبرو اسکو فضیحت کریگا مین کہتا ہون جبکہ عورت عدت وغیرہ کے اندر امانت دار اور اس بات پر مامور ہے کہ انکے انساب کو مشتبہ نہونے دے تو یہ بات ضروری ہے کہ وہ اس سے ڈرائی جاے اور اس امر مین اسپر عذاب دیے جانے کی یہ وجہ ہے کہ اسمین جہان کی مصلحت کے باطل کرنے مین سعی اور جبلت نوع کے ساتھ مناقضت ہے اور یہ بعض ملاء اعلی کی جانب ہے کیونکہ وہ صلاح نوع کے دعا کرنے پر مامور ہین اور علاوہ برین اسمین اسکے ولد کے لیے نامردی اور تنگی ہے اور دوسرون پر اپنی اولاد کا بار ڈالنا ہے اور جب کوئی شخص اپنے بچہ کا انکار کرے تو البتہ اسکو ذلت دائمی اور بے انتہا عار کے لئے پیش کیا اسلیے کہ اسنے نسب کو ضائع کردیا اور اسکی جان کو گم کردیا کیونکہ کوئی اسکا خرچ اٹھانیوالا نہین اور یہ صفت موجبہ قتل اولاد کی مشابہ ہوگئی اور اسکی مان کو بھی مدت العمر کے لیے ذلت اور عار مین ڈال دیا -

عقیقہ کے بیان مین

عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے اور عقیقہ میں بہت سی منفعتین تھین جنکا رجوع مصلحت ملیہ و مدنیہ اور نفسیہ

کیطرف تھا تو آنحضرت صلعم نے اسکو برقرار رکھا اور آپنے بھی اسپر عمل کیا اور اوسون کو بھی اسکی ترغیب دی منجملہ اون مصلحتوں کے
یہ ہے کہ عقیقہ مین نہایت خوبی کے ساتھ اولاد کے نسب کی اشاعت ہوتی ہے اور اشاعت نسب ایک ضروری امر ہے تاکہ کوئی
شخص اسکی نسبت کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہے اور یہ بات نامناسب تھی کہ اسکا باپ گلی کوچون مین پکارتا پھرے کہ میرے اولاد
ہوئی ہے پس اشاعت کے لیے یہی طریقہ بہت مناسب ہوا اور ازانجملہ عقیقہ کے اندر سخاوت کے معنی کا اتباع اور بخل کی
صفت کا عصیان پایا جاتا ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ نصاری مین جب کسی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو اسکو زرد پانی سے رنگا کرتے تھے
اور اسکو معمودیہ کہتے تھے اور انکا قول تھا کہ اسکے سبب سے وہ بچہ نصرانی ہوجاتا ہے اسی نام کے ساتھ مشاکلت کے طور پر اللہ پاک نے
صبغة الله ومن احسن من الله صبغة۔ مناسب ہوا کہ حنیفیہ یعنی دین محمدی مین بھی انکے اس فعل کے مقابل مین کچھ نہ
ایسا فعل پایا جاے جس سے اس فرزند کا حنیفی اور ملت ابراہیمی و اسمعیلی کا تابع ہونا معلوم ہو اور مشہور افعال حضرت ابراہیم
و اسمعیل علیہما السلام کے ساتھ مختص تھے اور برابر انکی اولاد مین چلے آتے ہین انمین سے سب سے زیادہ مشہور حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا اپنے بیٹے کے ذبح کرنے پر آمادہ ہونا اور پھر خدا تعالی کا اسکے فدیہ مین ذبح عظیم کے ساتھ انعام کرنا ہے اور انکے دونون شرائع
مین سب سے زیادہ مشہور حج ہے جسکے اندر سر منڈانا اور ذبح کرنا ہوتا ہے پس ان باتون مین انکے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ملت حنیفی
آگاہ کرنا اور اس بات پر متنبہ کردینا ہے کہ اس فرزند کے ساتھ اس ملت کا برتاو کیا گیا ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اسکے شروع
ولادت مین اسکے ساتھ یہ فعل کرنے سے اسکے خیال مین یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ گویا اسنے اپنے فرزند کو خدا کی راہ مین دیا ہے
جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اسمین سلسلہ احسان اور نیازمندی و فرمانبرداری کو حرکت دینا ہے جیسا کہ صفا و مروہ
کے مابین سعی کرنے مین ہمنے بیان کیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مع الغلام عقيقة فاهريقوا عنه دما واميطوا عنه
الاذى۔ لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے پس اسکی طرف سے خون بہاؤ اور اسکی طرف سے اسکے آزار کو دفع کرو۔ اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق۔ لڑکا اپنے عقیقہ مین مرہون ہوتا ہے اسلیے
اسکے بدلہ ساتوین دن ذبح کیجاے اور نام رکھا جاے اور سر منڈایا جاے۔ مین کہتا ہون عقیقہ کے حکم دینے کا سبب وہی ہے
جو مذکور ہوا۔ پھر ساتوین روز کی تخصیص اسلیے ہے کہ ولادت و عقیقہ مین کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے کیونکہ سب کنبہ
اسوقت زچہ اور بچہ کی خبرگیری مین اول اول مصروف رہتا ہے پس ایسے وقت مین مناسب نہین ہے کہ انکو عقیقہ کا حکم دیکر
انکا شغل اور زیادہ کیا جاے اور نیز بہت سے لوگون کو اسیوقت بکری دستیاب نہین ہوسکتی بلکہ تلاش کرنے کی
حاجت ہوتی ہے پس اگر پہلے ہی روز عقیقہ مسنون کیا جاے تو لوگون کو دقت ہو لہذا سات روز کا فاصلہ ایک کافی اور
معتد بہ مدت ہے اور زیادہ نہین ہے اور لیکن اماطة الاذى مین حجاج کے ساتھ مشابہت ہے اور ہم بیان کرچکے ہین اور
ساتوین دن نام رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس سے پہلے لڑکے کے نام رکھنے کی کیا حاجت ہے اور آنحضرت صلعم نے حضرت
امام حسن کیطرف سے ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ انکے سر کو منڈوا دو اور ہموزن انکے بالون کے
چاندی خیرات کردو۔ مین کہتا ہون کہ چاندی کے خیرات کرنے کا یہ سبب ہے کہ بچہ کی حالت جنینیہ سے منتقل ہوکر طفلیت کی
طرف خدا تعالی کی نعمت ہے تو اسپر شکر واجب ہے اور بہترین شکریہ ہے کہ اسکے بدلہ کچھ دیا جاے اور جنین کے بال نشان

یہ غسل کیونکہ تھے انکا وجود نشانات حنفیہ کے استقلال کی نشانی ہے اسلیے ماسوسونا واجب ہوا کہ آسکے بدلے چاندی دیجاوے
اور چاندی کی خصوصیت یہ ہے کہ سونا گران ہے سواے امرا کے اور کسی کو دستیاب نہیں ہوتا اور چیزین علاوہ اسکے ایسی نہین ہیں
کہ مولود کے بالون کے برابر بیکین اور آنحضرت صلعم نے حضرت حسن بن علی کے کان مین نماز کی سی اذان جب حضرت فاطمہ آنکو
جنی تھین پڑھی تھی ۔ مین کہتا ہون اسمین وہی راز ہے جو عقیقہ کے اندر مصلحت ملیہ ہم بیان کر چکے ہین اسلیے کہ اذان شعائر
اسلام اور علامات دین محمدیؐ سے ہے پھر ضروری ہے خصوصیت مولود کی اس اذان کے ساتھ اور وہ بھی باینطور کہ مولود کے
کان مین آواز سے اسکو کہا جاوے اور علاوہ ازین یہ بھی معلوم ہے کہ اس اذان کی یہ خصوصیت ہے کہ شیطان اس سے بھاگتا ہے
اور اول اسکے پیدا ہوتے ہی شیطان اسکو ایذا دیتا ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ مولود کا چلانا اسی سبب سے ہوتا ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ ۔ کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے
ایک بکری ہے ۔ مین کہتا ہون کہ جو شخص دو بکریون کو پاوے اسکو مستحب ہے کہ لڑکے کی طرف سے ذبح کرے اور اسکا یہ سبب ہے
کہ لوگون کے نزدیک بہ نسبت لڑکیوں کے لڑکون کا نفع زیادہ تر ہے لہذا دو کا ذبح کرنا زیادتی شکر اور اسکی عظمت کے مناسب ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے احب الاسماء عند اللہ عبداللہ وعبدالرحمن ۔ کہ خدا تعالی کے نزدیک محبوب تر نامون کے
عبداللہ و عبدالرحمن ہین ۔ معلوم کرو کہ مقاصد شرعیہ مین سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ انکے ارتفاقات ضروریہ مین خدا کا
ذکر داخل ہو تاکہ یہ ایک بان ہو کہ ندا ہے برحق کیطرف بلائین اور مولود کے اس قسم کے نام رکھنے مین توحید کی طرف اشارہ ہے
اور نیز عرب وغیرہ اپنی اولاد کے وہی نام رکھتے تھے جنکی وہ عبادت کرتے تھے اور آنحضرت صلعم جب مبعوث کیے گئے مراسم
توحید کے قائم کرنے کے لیے لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ نام رکھنے مین بھی مثل اسکے مسنون کیا جاوے اور انھین دونون کا محبوب ہونا
بہ نسبت اور تمام نامون کا جنمین لفظ عبد کا خدا کے نامون مین سے کسی نام کیطرف منسوب ہو کیون ہوا اسلیے کہ یہ دونون نام
سب نامون سے زیادہ مشہور ہین اور نیز یہ دونون نام سواے ذات خدا تعالی کے کسی پر نہین بولے جاتے ہین بخلاف اور
نامون کے اور ہمارے اس بیان سے لڑکے کا نام احمد و محمد رکھنے کے استحباب کی حکمت کو معلوم کر سکتا ہے اسلیے کہ تمام لوگ ہمیشہ
اپنی اولاد کا نام ان گذشتہ لوگون کے نام پر رکھتے چلے آئے ہین جو اُنکے نزدیک بزرگ تھے اور اسمین دین سے آگاہ کرنا اور
گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ وہ فرزند دین کا اہل ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اخنی الاسماء یوم القیمۃ عند اللہ
رجل یسمی ملک الاملاک ۔ بدترین نامون کا خدا تعالے کے نزدیک قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جسکا نام ملک الاملاک ہے
مین کہتا ہون اسکا یہ سبب ہے کہ دین کا اصل الاصول خدا تعالی کی تعظیم اور اسکے ساتھ کسی کو برابر نکرنا ہے ۔ اور کسی چیز
کی تعظیم کرنا اسکے نام کے تعظیم کو مستلزم ہے لہذا واجب ہوا کہ خدا کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جاوے خاصکر ایسا نام جو بے انتہا
بیعنی تعظیم پر دلالت کرتا ہے ۔ اللہ پاک فرماتا ہے والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین ۔ اور مائین اپنی
اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائین ۔ مین کہتا ہون جب خدا تعالی کو بطور تناسل کے نوع انسانی کا باقی رکھنا منظور ہوا اور
اسکا حکم بقا کے اندر جاری ہوگیا اور عادت کے اعتبار سے بچہ جبتک اسکے مان باپ اسکے زندگی کے اسباب مہیا نکرین
زندہ نہین رہ سکتا اور یہ ایک جبلی امر ہے جو لوگون کی سرشت مین داخل ہے کہ اسکی مخالفت خلق الہی کی تغییر اور

اُس چیز کے بگاڑنے مین کوشش کرنا ہے جسکی حکمت الٰہی مقتضی ہے لہذا شرع کو اُس سے بحث کرنا ضروری ہوا کہ ان دونون
میان بیوی پر بسبب سعی اُن چیزون کو مقرر کرے جو اُن دونون سے بسہولت ادا ہو سکین اور مان سے یہ بات ہو سکتی ہے کہ بچہ کو دودھ
پلائے اور اُسکی تربیت کرے پس یہی واجب کیا گیا اور باپ سے ہو سکتا ہے کہ اپنے مقدور کے موافق بچہ کا خرچ اٹھائے
کیونکہ خاوند نے اُسکو تمام مشاغل و مکاسب سے روک کر بچہ اُسکی پرورش مین دیا ہے اور وہ اُسکی پرورش مین محنت کرتی ہے
پس انصاف کا مقتضی یہ ہے کہ خاوند اسکا خرچ اٹھائے اور چونکہ بہت سے لوگ جلد دودھ چھڑاتے ہین اور اکثر اوقات بچے کو
اُس سے ضرر پہونچتا ہے لہذا خدا تعالیٰ نے اُسکی ایک ایسی حد مقرر فرما دی جسکے بعد دودھ چھڑانے سے غالباً بچہ صحیح سالم رہتا ہے
اور وہ پورے دو سال ہین اور اُس سے کم مین بھی دودھ چھڑانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ دونون اُسمین مصلحت سمجھکر اُس کو
تجویز کرین کیونکہ بسا اوقات اس مدت سے پہلے بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جاتا ہے مگر یہ بات سوچنے اور فکر کرنے سے معلوم
ہو سکتی ہے اور اسکے اندر فکر کرنے کے لیے مان باپ ہی زیادہ تر مناسب ہین اور اُن بچے کی مصلحت سے وہی خوب واقف ہین
پھر خدا تعالیٰ نے جانبین سے ضرر رسانی کو بھی حرام کیا اسلیے کہ اُسمین وقت تھی جس سے معاونت مین نقصان لازم آتا تھا
پس اگر لوگون کو بچے کی مان کے ضعیف یا مریض ہونے کے سبب سے دودھ پلوانے کی حاجت پڑے یا خاوند و بیوی مین فرقت ہو
اور ماں اُسکو دودھ پلانے کی خوشی نہو یا اور کوئی سبب ہو تو کسی اور سے دودھ پلوا لین اسمین کچھ مضایقہ نہین ہے اور ایسے وقت مین جانبین سے
ایفاء حق کا ضروری ہے اور کسی شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ حق رضاع سے کس چیز کو دیکر مین بری ہو سکتا ہون آپنے
فرمایا غرۃ عبد او امۃ۔ ایک غلام یا ایک لونڈی۔ معلوم کرو کہ دایہ حقیقی مان کے بعد ایک مان ہوتی ہے اور مان کے
ساتھ سلوک کرنے کے بعد اُسکے ساتھ سلوک کرنا واجب ہے، حتیٰ کہ آنحضرت صلعم نے اپنی مرضعہ (دایہ) کے لیے اپنی چادر مبارک
کو اُسکی عزت کے سبب سے بچھا دیا اور بسا اوقات وہ اُس چیز سے راضی نہین ہو سکتی جو بطور ہدیہ کے اسکو دیجاسے اگرچہ وہ بہت ہو
اور اکثر اوقات دودھ پلانے والا دیتے وقت تھوڑی سی چیز کو بہت سمجھ سکتا ہے اور اسمین ایک قسم کا اشتباہ تھا لہذا آنحضرت
صلعم سے اُسکی حد مقرر کرنیکا سوال کیا گیا تو آپنے ایک باندی یا غلام کے ساتھ اُسکی حد معین فرمائی اسوجہ سے کہ مرضعہ جن
اُسکے ذمہ ثابت ہونے کی وجہ اسکے بنیہ کا قائم کرنا اور اُسکا انسان کامل بنانا اور اُسکی پرورش کرنا اور اُسکی محنت اٹھانا تھا
اُسکی پوری جزا یہ ہے کہ رضیع (دودھ پینے والا) اُسکو آدمی عطا کرے جو اسکے لیے تدابیر ضروریہ کے ارادہ کرنے مین
بمنزلہ اعضاء کے ہو اور اُس مرضعہ کے کام و کاج کا بار اٹھائے اور یہ ایک حد استحبابی ہے نہ ضروری۔ اور ہندہ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ سلم سے عرض کیا کہ ابو سفیان ایک بخیل شخص ہے اُسکے مال سے بغیر اُسکی اجازت کے جو کچھ مین لیلون وہ لیتی ہون
ورنہ وہ مجھے کچھ نہین دیتا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا جسقدر تیرے اور تیری اولاد کے لیے کافی ہو سکے اس سے حسب دستور
اُسقدر لیلیا کر۔ مین کہتا ہون چونکہ اولاد اور بیوی کا نفقہ منضبط ہونا ایک دشوار امر تھا اسلیے آنحضرت صلعم نے اُسکی حد
اُسکو چھوڑ دیا اور اُسکے لینے مین دستور کی قید لگا دی اور قاضی کیطرف رجوع کرنے کی حاجت باقی نہین رہی کیونکہ ایسے
وقت مین اُسمین وقت تھی۔ اور نبی صلعم نے فرمایا ہے مروا اولادکم بالصلوۃ وہم ابناء سبع سنین۔ الحدیث
جب تمھاری اولاد سات برس کی ہو جاے تو اُنسے نماز کے لیے کہو اسکے اسرار پہلے بیان ہو چکے ہین اس باب مین

آنحضرت صلعم نے لڑکے کی پرورش کرنے میں مختلف حکم دیئے ہیں اسلئے کہ آپنے اُس حاجت کا لحاظ کیا ہے جو اولاد اور ماں باپ کیلئے مناسب ہے اور انسان ہے
اور جو شخص ضرر رسانی کا قصد کرے اور مصلحت کا لحاظ نکرے آپنے لحاظ نہیں کیا کیونکہ حسد اور ضرر رسانی اتباع کے قابل نہیں ہوتی
چنانچہ ایکمرتبہ آپکی خدمت شریف میں ایک عورت نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میرا یہ بیٹا میرے ہی پیٹ میں
رہا اور میری ہی پستان کا اسنے دودھ پیا اور میری ہی گود میں رہا اور اسکے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور مجھسے ہی چھینا
چاہتا ہے تو آپنے اُس سے فرمایا انت احق به مالم تنکحی تو جبتک نکاح نکرے تو ہی اسکی مستحق ہے میں کہتا ہوں اُسکا یہ
سبب ہے کہ ماں پرورش کرنا خوب جانتی ہے اور بچے پر شفیق ہوتی ہے اور نکاح کرنیکے بعد وہ دوسرے خاوند کی مملوکہ ہوجاتی ہے
اور وہ ایک اجنبی شخص ہے اور بھلائی کرنے کی اُس سے امید نہیں اور ایک لڑکے کو آپنے اختیار دیا کہ وہ خواہ باپکے پاس رہے
یا ماں کے پاس اور یہ جب ہے کہ جب وہ برائی بھلائی کی تمیز کرنے لگے۔ معلوم کرو کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے
اور باہمی معاونت کے بغیر اُسکی زندگی قائم نہیں ہوسکتی اور معاونت بغیر باہمی الفت اور شفقت کے نہیں ہوسکتی اور
الفت بغیر غمخواری و ہمدردی کے جانبین سے خاطرداری کے بغیر نہیں ہوسکتی اور معاونت کا کوئی مرتبہ مقرر نہیں بلکہ اُسکے
مختلف مرتبے ہیں جنکے اختلاف سے بھلائی اور صلہ بھی مختلف ہوا کرتا ہے ادنی مرتبہ اُسکا ارتباط ہے جو باہم مسلمانوں کے
ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم نے مسلمانوں کی باہم بھلائی کو پانچ چیزوں میں محدود کیا ہے اور فرمایا حق المسلم علی المسلم خمس
رد السلام وعیادة المریض واتباع الجنایز واجابة الدعوة وتشمیت العاطس وفی روایة ستة السادسة
اذا استنصحک فانصح له مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں سلام کا جواب دینا اور بیمار کی عیادت اور جنازہ سے
پیچھے چلنا اور چھینکنے والے کے لیے دعا دینا اور ایک روایت میں چھ ہیں چھٹا یہ ہے کہ جب تجھسے خیرخواہی چاہے تو تو اُسکی
خیرخواہی کرے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اطعموا الجائع وفکوا العانی بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھوڑاؤ
اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ ان پانچ یا چھ چیزوں میں لوگوں کو کچھ ایسی دقت نہیں ہوتی اور اُنسے باہمی الفت ہوجاتی ہے اور اسکے بعد
وہ ارتباط ہے جو ایک قبیلہ یا ہمسایہ کے اندر یا اقارب میں ہوتا ہے پس ان لوگوں میں یہ چیزیں بھی ضرور ہوتی ہیں اور تعزیت
و تہنیت اور آمد و رفت اور باہمی تحفہ و تحائف بھی ضروری ہے اور آنحضرت صلعم نے اُنکے لیے ایسے امور واجب کیے جنکے وہ
پابند ہوں خواہ اُنکے وہ طالب ہوں یا منکر جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک ذا رحم محرم فهو حر
جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو پس وہ حر ہے اور جیسے کہ دیتوں کے باب میں پھر وہ میل جول کہ مابین کنبہ کے ہوتا ہے
جیسے بیوی و غلام لونڈی لیکن بیوی کے متعلق بھلائی تو ہم اُسکو بیان کرچکے لیکن غلام و لونڈی کے متعلق بھلائی تو اُسکے
اپنے مرتبے کردامین ایک واجب جسکا کرنا اُنکو ضروری ہو خواہ چاہیں یا نہ چاہیں اور دوسرے درجہ کی بھلائی یہ ہے کہ
اُسکا کرنا اُنکو بہتر ہے ضروری نہیں لیکن پہلا مرتبہ وہ ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے للمملوک طعامه وکسوته و
لا یکلف من العمل ما لا یطیق غلام کے لیے اُسکا کھانا اور کپڑا ہے اور جو کام اُسکے مقدور سے باہر ہو وہ اُس سے نہ لیا جاوے
اور اُسکا کپڑا کھانا اسلیے ہے کہ وہ سید کی خدمت کے سبب سے اپنے کسب کرنے سے مجبور ہے لہذا ضروری ہوا کہ غلام کا لباس
وطعام اُسپر واجب ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من قذف مملوکه وهو بری مما قال جلد یوم القیمة جو شخص اپنے

غلام پر حد لگائے حالانکہ وہ مالک کے فعل سے بری ہے تو قیامت کے دن اُسپر کوڑے لگائے جاینگے اور نیز آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے من جدع عبدہ فالعبد حر علیہ۔ جو شخص اپنے غلام کے ناک کان کاٹے پس آپ پر اُسکا غلام آزاد ہے۔ مین کہتا ہون
اسمین یہ بات ہے کہ اسمین اُسکے اوپر ملکیت جاتے رہنے سے اُس ہولناک فعل سے جو اُسنے کیا ہے زجر و توبیخ ہے
اور رسول خدا صلعم فرماتے ہین لا یجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود اللہ۔ دس سے زیادہ وہ کوڑے نہ لگائے جاینگے
بجز کسی حد حدود خدا تعالی سے۔ مین کہتا ہون اسمین دروازہ ظلم کا مسدود کر دینا ہے۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ آسائش کے متعلق دس کوڑون سے زیادہ عذاب نہ دے جیسے کہ نماز کا
ترک کرنے وغیرہ کے اور مراد حد سے وہ گناہ ہے جسکی شرع کے حق مین نہی آئی ہے اور جیسا کہ کسی قائل کا یہ قول ہے
کہ تو حد کو پہونچ گیا اور میرے گمان مین یہ وجہ قریب تر بفہم ہے اسلیے کہ خلفاے راشدین حقوق شرع کے اندر
دس سے زیادہ تعزیر کیا کرتے تھے اور یہ دوسرا مرتبہ بھلائی کا وہی ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا صنع لاحدکم خادمہ
طعامہ ثم جاء بہ وقد ولی حرہ ودخانہ فلیقعدہ معہ فلیاکل فان کان الطعام مشفوها قلیلا فلیضع فی
یدہ منہ اکلۃ او اکلتین۔ جب تم مین سے کسی کا خادم کھانا پکائے پھر وہ اُسکے پاس کھانا ایسی حالت مین
لائے کہ اُسکو اُسکا دھوان وحرارت لگا ہے پس اُسکو مناسب ہے کہ اُسکو اپنے پاس بٹھالے اور اُسکے ساتھ کھانا کھاے
اور اگر تھوڑا سا ہے تو ایک یا دو لقمہ اُس کھانے مین سے اُسکے ہاتھ پر رکھدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
من ضرب غلاما له حدا لم یاتہ او لطمہ فان کفارتہ ان یعتقہ۔ جو شخص اپنے غلام کو بلا کسی حد کے جسکا وہ مرتکب ہوا
مارے یا اُسکے طمانچہ لگائے تو اُسکا یہ کفارہ ہے کہ اُسکو آزاد کر دے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا ضرب احدکم
خادمہ فذکر اسم اللہ فلیمسک۔ تم مین سے جب کوئی شخص اپنے خدمتگار کو مارے اور وہ خدا تعالی کا نام بیچ مین
لائے تو اُسکو ترک کر دینا چاہیے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من اعتق رقبۃ مسلمۃ اعتق اللہ بکل عضو منہ
عضوا من النار۔ جو شخص کسی مسلمان باندی غلام کو آزاد کر دے تو خدا تعالے اُسکے ہر عضو کے مقابل مین اُسکے
عضو کو آگ سے آزاد کر دیگا۔ مین کہتا ہون آزاد کرنے کے اندر مسلمانون کی جماعت کا اٹھا کرنا قیدی کو قید سے رہا
کر دینا ہے پس اُسکی پوری پوری جزا دیا جائیگا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من اعتق شخصا فی عبد اعتق کلہ ان
کان لہ مال۔ جس شخص کا ایک غلام مین کچھ حصہ ہو اور وہ اُسے آزاد کر دے تو اگر اُسکے پاس مال ہے تو وہ سب آزاد
ہو جائیگا۔ مین کہتا ہون اسکا سبب یہی ہے جسکی نفس حدیث مین تصریح واقع ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ خدا تعالی کا کوئی شریک نہین ہے، اس سے مراد یہی ہے کہ آزاد کر دینا فی الواقع خدا تعالی کی ملک مین اُسکا
دیدینا ہے اور یہ بات خلاف ادب ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کی ملک باقی رہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من ملک
ذا رحم محرم فهو حر۔ مین کہتا ہون اسکا سبب صلہ رحم ہے پس خدا نے صلہ رحم کی ایک قسم کو آپ پر واجب کر دیا خواہ
اُنکی مرضی ہو یا نہو اور واجب کرنے کے لیے اس قسم کے صلہ رحم کو اسلیے خاص کیا کہ اپنے قریب کا مالک ہو جانا اور
اُسپر تصرف کرنا اور غلامون کی سی اُس سے خدمت لینا اُسپر بڑا ظلم ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے انا ولد امۃ

الرجل منہ فہی معتقۃ عن دبر منہ - جب ایک شخص کی لونڈی کی اسی شخص سے کچھ اولاد پیدا ہو تو وہ اسکے مرنے کے بعد آزاد ہوگی مین کہتا ہون اسکا یہ راز ہے کہ اولاد کے ساتھ سلوک کرنا ہے تاکہ کوئی غیر شخص بجز انکے باپ کے اسکی ماں کا مالک بنکے سبب سے اسکو عار لاحق ہو اور شارع نے غلام پر مولا کی خدمت واجب کی اور بھاگنا اسپر حرام کیا اور جناب صلعم نے فرمایا ہے ایما عبد ابق فقد برئ من الذمۃ حتی یرجع - جو غلام بھاگ گیا پس البتہ وہ اسلام کے عہد سے الگ ہو گیا جبتک واپس آلے اور آنا دکیے ہوئے پر شارع نے اس بات کو حرام کیا کہ بجز اپنے موالی کے کسی اور کو اپنا والی بنائے اور سب سے بڑھکر صلہ رحم والدین کے حقوق کی حرمت وعزت ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من اکبر الکبائر عقوق الوالدین سب کبائر مین بڑھکر گناہ کبیرہ والدین کی نافرمانی ہے - اور والدین کے ساتھ سلوک کرنا چند طرح سے پورا ہوتا ہے انکو کھانا اور لباس دینا اور اگر انکو خدمت کی حاجت ہو تو خدمت کرنا اور جب وہ بلائین تو انکا جواب دینا اور جب کسی بات کا بشرطیکہ وہ قبیلہ معصیت سے نہو حکم دین انکی اطاعت کرنا اور کثرت سے انکے پاس آمدورفت رکھنا اور نرمی کے ساتھ انسے بات چیت کرنا اور انسے ہون تک کہنا اور انکو نام لیکر نہ پکارنا اور انکے پیچھے پیچھے چلنا اور اگر انکا کوئی عیب کرے یا کوئی دکھ پہونچائے اسکی مدافعت کرنا اور نشست و برخاست مین انکا وقار کرنا اور انکے لیے مغفرت کی دعا کرنا - واللہ اعلم -

یہ باب سیاست شہرون کے اندر ہے

معلوم کرو کہ مسلمانون کی جماعت کے اندر مصلحتون کے لیے ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے اسلیے کہ مصالح بغیر اسکے پورے نہین ہو سکتے اور وہ مصلحتین اگرچہ کثرت سے ہوتی ہین مگر دو قسمون مین منحصر ہوتی ہین ایک تو یہ ہے کہ جسکا نتیجہ سیاست مدنیہ ہے یعنی ان لشکرون سے مدافعت کرنا کہ جو انسے لڑے اور انکو مقہور کرنا اور ظالم کو مظلوم سے روکنا اور قصے جھگڑون کو فیصل کرنا اور علاوہ انکے اور ہین اور ان حوائج کی بیشتر ہم تشریح کر چکے ہین اور دوسری قسم جسے مقصود ملت کی اصلاح کرنی ہوتی ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ دین اسلام کی عظمت تمام ادیان پر جب ہی ہو سکتی ہے کہ جب باہم مسلمانون کے کوئی خلیفہ موجود ہو جو دین سے خارج ہونیوالے اور اس چیز کے مرتکب ہونے والے کو جسکی حرمت منصوص ہے یا اس چیز کے ترک کرنیوالے کو جسکی فرضیت نص سے ثابت ہے سخت طور پر ممانعت اور انکار کرے اور باقی تمام ادیان کے لوگون کو مطیع کر دے اور ان سب پر دباؤ ڈالکر ان سے جزیہ لیا کرے ورنہ وہ مرتبہ مین برابر ہونگے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر ترجیح ظاہر نہو گی اور کوئی چیز سرکشی سے انکو روکنے والی نہو گی اور رسول خدا صلعم نے تمام ان حوائج کو چار باب کے اندر منحصر کر دیا ہے باب مظالم - باب حدود - باب قضا - باب جہاد - پھر ان ابواب کے کلیات منضبط کرنے اور جزئیات کے ائمہ کی راے پر چھوڑ دینے اور انکو مسلمانون کی جماعت کے ساتھ پھیلانے کی نصیحت کرنے کی ضرورت ہوئی اور اسکے کئی اسباب ہین از انجملہ یہ ہے کہ جو شخص خلیفہ بنتا ہے وہ اکثر ظالم و ستمگار اور اپنی خواہش نفسانی کا تابع ہوتا ہے اور حق کی تابعداری نہین کرتا اسلیے رعایا مین فساد ڈالدیتا ہے اور اسکا یہ فساد اس مصلحت سے

بدرجہا زیادہ ہوتا ہے جسکے لیے خلافت ہوتی ہے اور وہ خلیفہ اپنے افعال میں یہ حجت پیش کرتا ہے کہ وہ حق کے تابع ہے
اور اسی بات میں اُسنے مصلحت سمجھی ہے پس ایسے کلیات کا ہونا ضروری ہے کہ جو شخص اُنکی مخالفت کرے اُسکو روکا جائے
اور اُن کلیات کے ساتھ اُس سے مواخذہ کیا جائے اور اُن کلیات کے ذریعہ سے لوگ اُس خلیفہ پر حجت قائم کرسکیں اور
از انجملہ یہ ہے کہ خلیفہ پر یہ بات واجب ہے کہ لوگوں کے سامنے ظالم کے ظلم کو ثابت کرے اور نیز یہ بات ثابت کرے کہ سزا
واجب سے زیادہ نہیں ہے اور قضیوں کے فیصلہ کرنے میں اس بات کو ثابت کر دے کہ اُسنے ٹھیک فیصلہ کیا ہے
اگر یہ بات نہوگی تو لوگ اُسکی خلافت میں اختلاف کرینگے اور جسکو ضرر پہونچا ہے اُسکے اور نیز اُسکے اقارب کے دلمیں خلیفہ
کیطرف سے غصہ و جوش پیدا ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ غدر کر بیٹھینگے اور اُنکے دلونمین خلیفہ کیطرف سے بغض پیدا ہوجائیگا
اور یہ سمجھینگے کہ حق اُنکی جانب ہے اور فساد عظیم کا سبب ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ
سیاست مدن میں حق کیا ہوتا ہے پس وہ اجتہاد کرتے ہیں اور نہیں دیسا رحق کے راستہ سے پھر جاتے ہیں بعض آدمی تو
نہایت سخت ہوتا ہے کہ وہ نہایت درجہ کی زجر و توبیخ ادنیٰ خیال کرتا ہے اور بعض آدمی ایسا نرم ہوتا ہے کہ ادنیٰ کو
بھی بہت سمجھتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے کانون کے کچے ہوتے ہیں کہ جیسا مدعی نے کہا اُسکو سچ سمجھنے لگتے ہیں اور
بعض ایسے سخت و ضدی ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں کی نسبت بدظنی کرتے رہتے ہیں اور اسکا احاطہ نا ممکن تھا کیونکہ
بمنزلہ تکلیف بالمحال کے ہے پس ضروری ہوا کہ اصل منضبط کیے جاویں اسلیے کہ اصول کے اندر اتنا خلاف نہیں ہے کہ جسقدر
فروعات میں ہوتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جب وہ قوانین شروع سے پیدا ہوے ہیں تو وہ قربت الٰہی کے پیدا کرنے اور
لوگوں کے اندر حق کا ذکر پائے جانے میں نماز و روزہ کے مثل ہیں۔ الحاصل جو لوگ قوت شہوانیہ یا سبعیہ کے تابع ہوتے ہیں
بالکل اُنکو اختیار دیدینا نا ممکن ہے اور خلفا رہن عصمت اور ظلم سے محفوظ رہنا تمیز نہیں ہوسکتا اور جن مصلحتوں کا ہم نے
تشریع اور ضبط مقادر کے اندر بیان کیا ہے سب وہ وہان موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

خلافت کا بیان

معلوم کرو کہ خلیفہ میں عاقل بالغ آزاد مرد شجاع ذی ہوش اور گویا ہونا اور اُن لوگوں میں سے ہونا شرط ہے
کہ لوگ اُسکی اور اُسکی قوم کی شرافت مانتے ہوں اور اُسکی فرمانبرداری سے عار نکرتے ہوں اور یہ بات جانتے ہوں کہ
سیاست مدنی میں یہ حق کا اتباع کریگا۔ یہ سب باتیں عقل سے معلوم ہوسکتی ہیں اور یہ ایسے امور ہیں کہ تمام مختلف
ملکوں اور مختلف ادیان کے لوگوں کا خلیفہ کے اندر ان باتوں کی شرط ہونے کا اتفاق ہے اسلیے کہ سب لوگ اس بات کو
جانتے ہیں کہ خلیفہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان امور کے تمام نہیں ہوسکتی اور ان امور میں سے
کوئی امر بھی اگر رہجاے تو لوگ اُسکو نامناسب خیال کرتے ہیں اور اُنکے دلونمین اُسکا خلیفہ ہونا ناگوار گذرتا ہے اور اگرچہ وہ
بظاہر سکوت کر بیٹھتے ہیں مگر اُنکے دلوں میں ناخوشی ہوتی ہے چنانچہ ملک فارس میں جب لوگوں نے ایک عورت کو
اپنا بادشاہ بنایا تو رسول خدا صلعم نے فرمایا جس قوم نے عورت کو اپنے اوپر حاکم بنایا وہ ہرگز فلاح کو نہ پہونچیگی اور ملت میں

علاوہ ان امور کے نبی کے خلیفہ ہونے میں چند امور کا بھی اعتبار کیا ہے جنمیں اسلام اور علم و عدالت بھی ہے اسلیے کہ دینی مصالح بدون ان امور کے تمام نہیں ہوتے اسلیے کہ تمام مسلمانون نے اسی پر اتفاق کیا ہے اور اسکی حجت یہ آیت ہے وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم سے فاولئک ہم الفاسقون تک تم مین سے جو لوگ ایمان لائے ہین اور اچھے کام کیے ہین انسے خدا تعالی نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ بلا شبہہ انکو زمین مین خلیفہ بنائیگا۔ اور انجملہ اسکا قریشی ہونا چاہیے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الائمہ من قریش۔ ائمہ قریش مین سے ہونگے اور اسکا سبب یہ ہے کہ حق جسکو خدا تعالی نے اپنے صلعم کی زبان پر ظاہر کیا ہے وہ قریش کی زبان مین اور انہین کی عادت کے موافق نازل ہوا ہے اور اکثر مقادیر اور حدود کی تعیین انھین جزئیات لے ساتھ کی گئی ہے جو انھین مین موجود تھین اور بہت سے احکام انھین کے معاملات کے متعلق نازل ہوے ہین پس سب سے زیادہ ان احکام کو قائم کرنیوالے اور انسے دلیل پکڑنیوالے وہی لوگ ہین اور نیز قریش آنحضرت صلعم کی قوم اور آپکا گروہ ہین اور انکا سارا فخر دین محمدی کے بلند ہونے مین ہے پس انکی غیرت دینی و نسبی دونون پائی جاتی ہین پس وہی لوگ شرائع کے قائم رکہنے اور انسے استدلال کرنے کے قابل ہین اور نیز خلیفہ کو ایسا شریف النسب والحسب ہونا چاہیے جسکی فرمانبرداری سے لوگ عار نکر سکین اسلیے کہ جس شخص کا نسب عمدہ نہین ہوتا ہے اسکو حقیر و ذلیل جانتے ہین اور نیز خلیفہ ان لوگونمیں سے ہونا چاہیے جنمین قدیم سے ریاست اور شرافت اور لوگونکے جمع کرنے اور قتال کے قائم کرنے کا مادہ اور ملکہ چلا آیا ہے اور نیز اسکی قوم کے لوگ قوی ہونے چاہییے جو اسکی حمایت و مدد کر سکین اور اسکی خاطر اپنی جانین دیسکین اور یہ سب امور بجز قریش کے کسی قوم کے نہین پائے جاتے خاصکر جب رسول خدا صلعم مبعوث ہوے اور قریش کا درجہ اور بے انتہا بلند ہو گیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا خلافت کا کام بجز قریش کے ہرگز کسی کے لیے نہین معلوم ہوتا وہ تمام عرب مین خاندان کے اعتبار سے درمیان مین واقع ہوے ہین اور خلیفہ کا مثلاً ہاشمی ہونا بدو وجہ شرط نہین کیا گیا ایک تو یہ کہ لوگون کو اس سے شک واقع نہو اور یہ کہنے کی گنجایش نہو کہ نبی نے اپنے گھرانے کی بادشاہت مقصود ہے جسطرح بادشاہون کو ہوتی ہے اور یہ بات آنکے ارتداد کا سبب ہو اور یہی وجہ تھی کہ رسول خدا صلعم نے عباس بن عبدالمطلب کو بیت اللہ کی کنجی عطا نہین فرمائی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خلافت کے اندر نہایت ضروری امر خلیفہ کے لوگون کا راضی ہونا اور آپسمین اتفاق کرنا اور اسکی توقیر کرنا اور خلیفہ کا لوگون پر حدود کا قائم کرنا اور دین کے خاطر قتال کرنا اور احکام نافذ کرنا ہے اور یہ سب امور کسی نہ کسی شخص مین جمع ہو سکتے ہین اس بات کے شرط کرنے مین کہ خلیفہ ایک خاص قبیلہ سے ہے لوگون کو دقت اور حرج ہے کیونکہ بسا اوقات ہو سکتا ہے کہ اس قبیلہ مین کوئی شخص ان اوصاف کا جامع نہ پایا جاوے اور دوسرے قبیلہ مین ایسا شخص موجود ہو اسیوجہ سے فقہا رکھتے ہین کہ چھوٹی سی بستی حاکم ہونے کے لیے اس شخص کی بستی سے نزدیک مسلم ہونا شرط نہین ہے اور بڑی بستی ہی شرط ہے۔ اور خلافت کے انعقاد کی کئی صورتین ہین ایک تو اہل حل وعقد یعنے علماء اور رؤسا اور لشکر کے افسرون کا وعلی ہذا القیاس ان لوگون کا بیعت کر لینا جنکی عقل کو مسلمانون کی خیرخواہی مین دخل ہے جسطرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ ہی لوگون کو دوسرے کے خلیفہ کرنے کی وصیت کرے جسطرح حضرت عمر کی خلافت ہوئی۔ یا خلافت کی بابت قوم کے اندر کسی خاص شخص کے لیے

مشورہ کیا جاوے جسطرح حضرت عثمان بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انعقاد ہوا۔ یا کوئی شخص جو ان صفات کا
جامع ہو لوگوں پر استیلاء اور تسلط کرکے خلیفہ ہو جاوے جسطرح خلافت نبوت کے بعد اور خلفاء کی خلافت ہے پھر اگر
کوئی ایسا شخص جو ان اوصاف کا جامع نہو لوگوں پر غلبہ حاصل کرلے تو اسکی مخالفت پر بھی جرات نکرنی چاہیے
اسلیے کہ غالبا اب وہ شخص بغیر لڑائیوں اور جھگڑوں کے خلافت سے معزول نہیں ہو سکتا ہے اور یہ فساد بہ نسبت اس
مصلحت کے بہت بڑا ہے جو خلافت سے مقصود ہوتی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا ہم ان ائمہ سے
قتال نکریں آپ نے فرمایا نہیں جبتک وہ تمھارے اندر نماز کو قائم رکھیں اور فرمایا مگر جس صورت میں تم صریح کفر دیکھو اور خدا کی
طرف سے تمھارے پاس اسکی دلیل موجود ہو۔ الحاصل جب خلیفہ ضروریات دین میں سے کسی ضروری حکم کا منکر ہو کر کافر ہو جاوے
تو اسکے ساتھ قتال کرنا درست بلکہ واجب ہے ورنہ نہیں اسواسطے کہ کفر کے وقت میں اسکے خلیفہ کرنے سے جو مصلحت
مقصود تھی وہ فوت ہوئی بلکہ لوگوں میں اسکے فساد پھیلانے کا اندیشہ ہے پس اسکے ساتھ قتال کرنا خدا کی راہ میں
جہاد کرنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب وکرہ ما لم یؤمر بمعصیة واذا
امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة۔ ماننا اور بجا آوری کرنا مرد مسلمان پر ان چیزوں میں جنکو وہ پسند کرے اور ناپسند کرے
جبتک ہے کہ اسکو معصیت کا حکم نہ دیا جاوے اور جب معصیت کا حکم دیا جاوے تو نہ ماننا چاہیے نہ سننا چاہیے۔ میں کہتا ہوں
امام دو قسم کی مصلحتوں کے لیے جنمیں دین اور ملک کا انتظام مقرر ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم بھی انھیں دونوں مصلحتوں
کی غرض سے مبعوث ہوے تھے اور امام آنحضرت صلعم کا نائب اور آپکے حکم کا نافذ کرنیوالا ہے لہذا اسکی فرمانبرداری
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور اسکی نافرمانی آپکی نافرمانی ہے مگر جب امام معصیت کا حکم دے تو یہ بات
ظاہر ہے کہ اسکی فرمانبرداری خدا تعالی کی فرمانبرداری نہیں ہے اور وہ شخص آپکا نائب نہیں ہے اسی لیے رسول خدا
صلعم نے فرمایا ہے ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی۔ اور جو شخص امیر کی اطاعت کرے اسنے
میری اطاعت کی اور جو اسکی نافرمانی کرے اسنے میری نافرمانی کی اور فرمایا ہے انما الامام جنة یقاتل من ورائه ویتقی به
فان امر بتقوی الله وعدل فان له بذلک اجرا وان قال بغیرہ فان علیه منه۔ امام تو ایک ڈھال ہے جسکی پناہ لیکر
قتال کیا جاتا ہے اور جسکے سبب سے لوگوں کو بچاؤ ہوتا ہے پھر اگر امام خدا کے خوف اور ہدایت کا حکم کرے تب تو اسکے لیے
اسکا اجر ہے اور اگر کچھ کہے تو اسپر جو کچھ ہے اسکی طرف سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام کو بمنزلہ ڈھال کے اسلیے فرمایا کہ امام کے سبب
سب مسلمان ایک زبان ہو جاتے ہیں اور انپر کوئی آفت نہیں آسکتی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رای
من امیرہ شیئا یکرہه فلیصبر فانه لیس احد یفارق الجماعة شبرا فیموت الا مات میتة جاهلیة۔ جو شخص اپنے امیر سے
کوئی ناپسند بات دیکھے تو اسکو اسپر صبر کرنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں جو جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو کر مر جاوے
مگر جاہلیت کی موت مریگا۔ میں کہتا ہوں اسلام جاہلیت سے انھیں دو وجہ سے ممتاز ہے اور خلیفہ ان دونوں مصلحتوں میں
نائب رسول ہوتا ہے پس جب کسی شخص نے ان مصلحتوں کے نافذ کرنے اور انکے قائم کرنیوالے سے مخالفت کی تو وہ جاہلیت
کے مشابہ ہو گیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ما من عبد یسترعیه الله رعیة فلم یحطها بنصیحة الا لم یجد رائحة الجنة

کوئی بندہ ایسا نہیں جسکو خدا تعالیٰ کسی رعیت کا اسکا محافظ بنائے اور خیر خواہی کے ساتھ وہ اسکی حفاظت نکرے مگر
جنت کی بو اسکو نہ ملیگی مین کہتا ہون چونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا مصلحتون کے قائم کرنے کیلیے تھا لہذا ضروری ہوا کہ
جیسے لوگون کو خلیفہ کی فرمانبرداری کا حکم کیا گیا ہے اسیطرح خلیفہ کو بھی ان مصلحتون کے انتظار کا حکم کیا جاے تاکہ
جانبین سے مصلحتین پوری ہوسکین پھر چونکہ امام سے یہ بات نہیں ہوسکتی کہ خود صدقات کو بھی وصول کرے اور عشر بھی لے
اور تمام اطراف کے مقدمات فیصل کرے لہذا عمال و قضاۃ کا بھیجنا ضروری ہوا اور چونکہ وہ سب کام چھوڑ کر مصالح
عامہ مین سے ایک کام مین مشغول ہوے ہو لہذا بیت المال مین انکا روزینہ مقرر کرنا ضروری ہوا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق
جب خلیفہ ہوے تو انھون نے اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میری تجارت میرے کنبہ کا
خرچ اٹھانے سے عاجز نہ تھی اور مین مسلمانون کے کام مین مشغول ہوگیا لہذا اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے یعنی
بیت المال سے کھائیگی اور وہ یعنی ابوبکر مسلمانون کے لیے محنت کریگا پھر ضروری ہوا کہ عامل کو سہولت سے کام لینے کا
حکم دیا جاے اور فریب و رشوت سے اسکو منع کیا جاے اور لوگون کو اسکی فرمانبرداری کا حکم کیا جاے تاکہ مصلحت پورے
طور سے حاصل ہو چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلہم النار یوم
القیمۃ - بعض لوگ خدا تعالیٰ کے مال مین بغیر حق کے تصرف کرتے ہین پس قیامت کے دن انکے لیے آگ ہے اور
فرمایا ہے من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقا فما اخذ بعد ذلک فہو غلول - جس کیو ہم کسی کام کے لیے مقرر
کرین اور اسکو کچھ قوت دین پھر بعد اسکے بھی اگر وہ لے تو خیانت ہے اور آنحضرت صلعم نے راشی اور مرتشی پر
لعنت کی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ رشوت کا لینا دینا مصلحت مقصودہ کے منافی اور باب مفاسد کے مفتوح ہونیکا
سبب ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نستعمل من طلب العمل جو شخص عامل ہونا چاہے ہم اسکو عامل نکرینگے
مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ عامل ہونے کی خواستگاری اکثر خواہش نفسانی سے خالی نہوگی اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے اذا جاءکم العامل فلیصدر وہو عنکم راض - جب تمھارے پاس عامل آئے تو مناسب ہے کہ وہ تمسے خوش ہوکر
واپس ہو - پھر یہ ضرور ہوا کہ عمال کو انکے عمل کے بدلے مین جو کچھ دیا جاے اسکا اندازہ ہونا چاہیے تاکہ امام اسمین کم و بیشی
نکرین اور نہ عامل خود اسمین کچھ زیادتی کر سکے - پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کان لنا عاملا فلیکتسب
زوجۃ فان لم یکن لہ خادم فلیکتسب خادما فان لم یکن لہ مسکن فلیکتسب مسکنا - جو شخص ہمارا عامل ہو اسکو چاہیے
کہ ایک بیوی کرے پھر اگر اسکے پاس خدمتگار نہو تو ایک خدمتگار رکھے پھر اگر اسکے پاس گھر نہو تو ایک گھر لیلے - پس جب
امام عامل کو سال بھر کے صدقات تحصیل کرنے کو بھیجے تو اسکو مناسب ہے کہ ان صدقات میں سے اسکو اسقدر مقرر کردے
کہ جو اسکے خرچ کو بھی کافی ہو جاے اور اسقدر پچ بھی رہے کہ ان حوائج مین سے کسی حوائج کو پورا کرسکے کیونکہ زیادہ کی
کوئی حد نہیں ہے اور بدون زیادتی کے صرف خرچ کے لیے کافی ہوجانے کے خاطر عامل عمل کی محنت گوارا
نکر سکیگا اور نہ اسکی طرف توجہ کر سکیگا -

مظالم کا بیان

معلوم کرو کہ جن مقاصد کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے گئے ہین انمین سے ایک مقصود اعظم یہ ہے کہ لوگون نے باہمی مظالم کا دروازہ بند ہو جایئن کیونکہ انمین باہم ظلم کا ہونا انکی حالت کے خراب ہونے اور دقت کے واقع ہونے کا سبب ہے اور یہ بات مستغنی عن البیان ہے اور مظالم کی تین قسمین ہین جان پر تعدی کرنا اور لوگون کے اعضاء پر تعدی کرنا اور انکے مال پر تعدی کرنا اسپر حکمت الہی کا مقتضی ہوا کہ ان اقسام مین سے ہر قسم کی نہایت تاکید کے ساتھ پوری سزا کیجاے جیسے سبب دوبارہ انکے مرتکب ہونے سے باز رہین اور یہ بات نامناسب تھی کہ سب سزایئن ایک رتبہ کی ہوتین اسلیے کہ قتل کرنا ہاتھ یا پیر کے کاٹنے کے برابر نہین ہو سکتا ہے اور نہ ہاتھ و پیر وغیرہ مال کے ہلاک کرنے کے برابر ہو سکتا ہے اور جن اسباب سے یہ مظالم پیدا ہوتے ہین انکے مراتب مختلف ہون پس یہ بات ظاہر ہے کہ کسی شخص کا عمداً قتل کرنا ایسا نہین ہے جیسے قتل جو کوئی خطا کا سبب ہو جاے پس سب سے بڑھکر ظلم قتل ہے اور تمام اہل ادیان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل سب گناہون مین بڑھکر گناہ ہے کیونکہ اسمین خواہش غضب مین نفس کی اطاعت ہے اور لوگون مین فساد ڈالنے کا بڑا سبب ہے اور اسمین خلق الہی کے تغیر اور بنیاد الہی کا منہدم کرنا ہے اور خدا تعالی نے اپنے بندون سے جو نوع انسانی کا پھیلانا چاہا ہے اسمین اسکی مخالفت پائی جاتی ہے اور قتل کے تین قسم ہین عمد اور خطا و مشابہ عمد قتل عمد اس قتل کا نام ہے جسمین ایسی چیز سے جان کا نکالنا قاتل کا مقصود ہو جو اکثر خواہ اپنی تیزی سے خواہ اپنے بوجھ سے مار ڈالتی ہو اور قتل خطا اس قتل کا نام ہے جسمین اس انسان کا مارنا مقصود نہین ہوتا مگر اتفاق سے وہ چیز اس تک پہونچکر اسکو قتل کر دے مثلاً کوئی شخص دوسرے شخص پر گر پڑے اور وہ مر جاوے یا کسی درخت کیطرف کوئی تیر وغیرہ چلاوے اور کسی انسان کے وہ تیر لگکر اسکو ہلاک کر دے اور مشابہ بالعمد کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی چیز سے مارے جو غالباً ہلاک نہین کرتی مگر وہ شخص اس سے ہلاک ہو جاے جیسے کوئی شخص کسی کے کوڑا یا لاٹھی مارے اور وہ مر گیا اور قتل کی تین قسمین اسلیے کی گئین کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہین کہ سزا ایسی ہونی چاہیے جو داعیہ نفسانی اور مفسدہ کی مقاومت کر سکے اور داعیہ اور فساد کی مراتب مختلف ہین پس چونکہ قتل عمد مین فساد زیادہ ہے اور اسکا داعیہ بھی قوی ہے لہذا اسمین سخت سزا کا دینا مناسب ہوا تاکہ پورے طور پر اسکے ارتکاب سے روکے اور قتل خطا مین چونکہ فساد بھی کم ہے اور داعیہ بھی خفیف ہے لہذا ضروری ہوا کہ اسکی سزا مین تخفیف کیجاے اور رسول خدا صلعم نے عمد اور خطا کے مابین ایک اور قسم کا استنباط فرمایا ہے اسلیے کہ وہ دونون کے مابین واسطہ ہے اور دونون کے ساتھ اسکو مشابہت ہے پس ان دونون مین سے ایک مین اسکا داخل ہونا نامناسب ہے، قتل عمد کے باب مین یہ آیت نازل ہوئی ہے ومن یقتل مومنا متعمداً فجزاءه جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ واعد لہ عذاباً عظیما۔ اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کر ڈالے تو اسکی جزا جہنم ہے درانحالیکہ وہ اسمین ہمیشہ رہیگا اور اسپر خدا تعالی کا غضب اور اسکی لعنت ہوگی اور خدا تعالی نے اسکے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے ظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قاتل کی کبھی مغفرت

شرک اور حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہی ہے مگر ظاہر سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے کہ احتمال
بھی اور گناہوں کا سا ہے اور یہ تشدیدات زجر کے طور پر ہیں اور اُنکے معنی ہیں مدت دراز تک رہنا ہے جو خلود کے ساتھ تشبیہ
پائی جاتی ہے اور اسکے کفارہ میں اختلاف ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے قتل عمد کے مسئلہ میں کفارہ کی تصریح نہیں فرمائی
اور اللہ پاک نے فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی
بالانثی - اے ایمان والوں مقتولوں میں تم پر قصاص لکھا گیا آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے
عورت اخیر تک - یہ آیت عرب کے قبائل میں سے دو قبیلوں کے باب میں نازل ہوئی ہے ایک قبیلہ انمیں سے بہ نسبت دوسرے
شریف تھا اس کمینے قبیلے کے لوگوں نے اس شریف قبیلے کے کچھ لوگوں کو قتل کر ڈالا تو اشرف قبیلہ نے کہا ہم بدلے غلام کے
اور عورت کے بدلے مرد ہلاک کرینگے اور ہم میں سے جو زخمی ہوا ہے اسکے بدلہ میں دو چند زخمی کرینگے اور آیت کے معنی واللہ اعلم
یہ ہیں کہ مقتولوں میں صفات خاصہ کا مثل عقل اور جمال اور صغیر و کبیر اور شریف یا مالدار ہونے کا اعتبار نہیں ہے وعلی ہذا القیاس
بلکہ صرف نام اور مظان کلیہ کا اعتبار ہے اسلیے ہر عورت دوسری عورت کے برابر ہے اسی واسطے عورتوں کی دیت ایک ہی
مقرر کی گئی ہے اگرچہ اوصاف میں تفاوت ہو اور اسی طرح ہر حر دوسرے حر کا مثل اور ہر غلام دوسرے غلام کا مانند ہے پس قصاص
کے معنی برابری اور مساوات کے ہیں کہ دو شخص ایک ہی درجے میں سمجھے جائیں اور ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیجاوے
قصاص کے معنی اسکے بدلہ میں قتل کرنیکے ہرگز نہیں ہیں پھر سنت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان کافر کے عوض میں
قتل نہ کیا جائیگا اور نہ حر غلام کے بدلہ مگر مرد عورت کے بدلہ قتل کیا جائیگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی کے
بدلہ یہودی کو قتل کیا اور آنحضرت صلعم نے جو اہل یمن کے حکام کی طرف جو نامہ روانہ فرمایا اسمیں یہ حکم لکھا ہوا تھا کہ عورت کے بدلہ
مرد قتل کیا جاوے اور اسکا سبب یہ ہے کہ قیاس اس صورت میں مختلف ہے کیونکہ مردوں کا عورتوں پر بزرگ اور حاکم ہونیکا
تو یہ مقتضی ہے کہ عورتوں کے بدلہ مردوں سے قصاص لیا جاوے اور دونوں کی جنس ایک ہی ہے صرف فرق صغیر و کبیر
اور قوی الجثہ اور ضعیف کا سا ہے اور اس قسم کی رعایت کرنا ایک دشوار بات ہے اور بہت سی عورتیں باعتبار عمدہ
عادات کے مردوں سے بہتر ہوتی ہیں اسکا مقتضی یہ ہے کہ عورتوں کے بدلہ انسے قصاص لیا جاوے پس ضروری ہوا کہ
دونوں قیاسوں پر عمل کیا جاوے اور عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قتل میں قصاص کا اعتبار کیا گیا نہ دیت میں اور یہ اسلیے
کیا گیا کہ عمداً قتل کرنیوالے نے اسکی جان کا قصد کیا اور اسپر تعدی کا قصد کیا اور جو شخص قصداً تعدی کرنیوالا ہو تو ایسی
تعدی کو اس سے پورے طور پر دفع کرنا چاہیے عورت صاحب شوکت نہیں ہے اور اسکے قتل کرنیمیں کوئی دقت واقع نہیں ہوتی
بخلاف مردوں کے قتل کرنے کے کہ ایک مرد دوسرے سے قتال کرتا ہے لہذا یہ صورت قصاص واجب کرنے کے لیے زیادہ مناسب ہوئی
تاکہ پھر دوبارہ ایسے کام سے باز رہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقتل مسلم بکافر - کافر کے بدلے مسلمان نہ قتل
کیا جاوے میں کہتا ہوں کہ اسکی یہ وجہ ہے شرع کا مقصود اعظم ملت محمدی کا بلند کرنا ہے اور یہ بات اسیوقت حاصل ہو سکتی ہے
کہ مسلمان کو کافر پر فضیلت دیجاوے اور انمیں باہم برابری نہ کیجاوے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقاد الوالد بالولد
بیٹے کے بدلہ ماں باپ سے قصاص لیا جاویگا اسکا سبب یہ ہے کہ والدین کی محبت اور شفقت اولاد پر نہایت ہوتی ہے

پس والدین کا قتل پر اقدام کرنین ایسی بات کا ظن غالب ہوتا ہے کہ انھون نے قتل کا قصد نہین کیا اگرچہ قصد کی
علامات پائی جائین یا وہ قتل کسی ایسے سبب سے ہوا ہے جسنے قتل کو مباح کر دیا اور جسطرح ایسے آلہ کا استعمال کرنا جو غالبا
قتل نہین کرتا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل نے جان سے مار ڈالنے کا قصد نہین کیا والدین کا مارنا بھی اس بات پر اس سے
کم دلالت نہین کرتا اور اس قتل مین جو مشابہ بالعمد ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من قتل فی عمیة فی رمی یکون بینہم بالحجارة
او جلد بالسیاط او ضرب بعصا فهو خطأ و عقله عقل الخطاء - جو شخص کسی فتنہ مین مارا جاے جسکے اندر لوگون مین پتھر یا کوڑہ
یا لٹھ چلے تو وہ قتل خطاء ہے اور اسکی دیت وہی ہے جو قتل خطاء کی ہوتی ہے مین کہتا ہون اسکے یہ معنی ہین کہ وہ خطاء کے مشابہ
اور وہ قصداً نہین ہے اور اسکی دیت فی الحقیقت اسی کی دیت ہے اور امتیاز صرف صفت کے اعتبار سے ہے یا یہ معنی ہین کہ قتل
خطاء اور اسمین سونا و چاندی کے اعتبار سے کچھ فرق نہین اور دیت مغلظہ مین - وہ انہین مغلظات ہین ابن مسعود فرماتے ہین کہ
دیت مغلظہ مین چار قسم کے اونٹ دینے چاہئین پچیس جذعہ اور پچیس حقہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض اور
آنحضرت صلعم سے ایک روایت ہے کہ اگر کوڑے یا لاٹھی سے قصداً خطاءً قتل ہو جاے تو سو اونٹ آتے ہین جنمین سے
چالیس گابھن اونٹنیان ہون اور ایک روایت مین تیس حقے اور تیس جذعے اور چالیس گابھن اونٹنیان آئی ہین اور اگر اپنے طور پر
رضامندی سے جو کچھ کم و بیشی کرے تو جائز ہے اور قتل خطاء مین دیت خفیفہ آئی ہے جسمین پانچ قسم کے اونٹ دینے آتے ہین
۲۰ بنت مخاض ۲۰ ابن مخاض ۲۰ بنت لبون ۲۰ حقے ۲۰ جذعے ان دونون قسمون مین عاقلہ پر تین برس کے اندر دیت دینی
واجب ہے اور چونکہ ان اقسام کے مراتب مختلف ہین اسلیے کئی وجہ سے تخفیف و تغلیظ کا قتل کے اندر لحاظ کیا گیا ایک تو یہ کہ
قاتل کے مار ڈالنے کا حکم صرف قتل عمد مین دیا گیا اور باقی دو قسمون مین دیت کا حکم دیا گیا اور یہود کی شریعت مین بجز قصاص کے
کچھ اور نہ تھا لہذا خدا تعالے نے اس امت کی لیے تخفیف کی یعنی قتل عمد کا بدلہ دو باتون مین سے ایک مقرر کیا قتل یا مال کیونکہ
بسا اوقات مال وارثون کے لیے انتقام لینے سے زیادہ تر مفید ہوتا ہے اور نیز اسمین ایک مسلمان کی جان بچتی ہے اور ایک یہ
قتل عمد مین خود قاتل سے دیت لیجاتی ہے اور ان دو قسمون مین عاقلہ سے دیت لیجاتی ہے تاکہ اسمین سخت ممانعت پائی جاے
اور قاتل کے لیے ابتلاے عظیم ہو جس سے پورے طور پر اسکے مال پر صدمہ پہونچے اور غیر عمد مین عاقلہ (محلہ والون) سے اسلیے
دیت لیجاتی ہے کہ کسی کا خون کرنا نہایت فساد عظیم ہے اور مصیبت زدون کے قلوب کی تسلی شرع کو مقصود ہے ایسے وقت مین
قاتل سے تساہل کرنا گناہ عظیم ہے جسمین اسکو تنگ کرنا ضروری ہے پھر چونکہ ذوی الارحام پر صلہ رحم واجب ہے اسلیے حکمت الہیہ کا
مقتضی ہوا کہ اسمین سے کچھ خواہ مخواہ انپر واجب کیا جاے اور دو سبب سے یہ بات متعین ہوئی ایک تو یہ کہ خطاء اگرچہ تساہل کی وجہ سے
مواخذہ کرنا چاہیے مگر انتہا درجہ کا مواخذہ کرنا نامناسب ہوا پس لوگون پر انکے ذی رحم کیطرف سے جو چیز واجب کیجاے وہ
ایسی چیز ہونی چاہیے جسمین اسپر تخفیف ضروری ہے اور دوسری یہ کہ عرب کے لوگ مصیبت کیوقت جان و مال سے اپنے ساتھ کے
آدمی کی مدد کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے اور اسکو ایک صلہ ضروری اور لازمی حق سمجھتے تھے اور اسکے ترک کو بڑی نافرمانی اور
قطع رحم خیال کرتے تھے پس انکی اس عادات کا مقتضی ہوا کہ یہ امر انکے لیے مقرر کیا جاوے اور منجملہ انکے یہ ہے کہ قتل عمد
کی دیت سال بھر کے اندر واجب کرنی اور غیر عمد کی تین برس تک مہلت دینے مین ایک قسم کی تخفیف پائی جاتی ہے

جسکو ہم بیان کرچکے ہین اور دیت مین اصل یہ ہے کہ اسمین بہت سا مال واجب ہونا چاہیے جسکا لوگون پر بار گذرے اور انکے
کبھی شبہے اور لوگون کے نزدیک اسکی قدر ہو اور اسقدر مال ہونا چاہیے کہ جسکو بہت محنت اٹھا کر ادا کرسکین تاکہ زجر کے معنی اسمین
پائے جاوین اور یہ مقدار اشخاص کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے اور اہل جاہلیت نے دیت مین دس اونٹ مقرر کر رکھے تھے
پس عبد المطلب نے جب یہ دیکھا کہ اسقدر مال ادا کرنے سے لوگ قتل سے باز نہین رہتے تو سو اونٹ دیت مین مقرر کردیے اور آنحضرت
صلعم نے بھی اسکو برقرار رکھا اسواسطے کہ ان دنون عرب مین اونٹون کی کثرت تھی مگر آنحضرت صلعم نے جب یہ بات کو معلوم کیا
کہ آپکی شریعت تمام عرب و عجم بلکہ تمام دنیا پر لازم ہے اور تمام ملکون مین اونٹون کی کثرت نہین ہوتی لہذا انکے سونے سے
ہزار دینار اور چاندی سے بارہ ہزار درہم دیت کے بدلے مقرر فرمائے اور گائے بیل سے دو سو اور بکریون سے دو ہزار دیت لینے مقرر
فرمائے اور اسکا سبب یہ ہے کہ تین برس کے اندر سو مردون پر اگر ہزار دینار تقسیم کیے جاوین تو ایک سال مین فی آدمی تین دینار
سے کچھ زیادہ ہوتے ہین اور دراہم سے کچھ اگلے تیس درہم ہوتے ہین اور یہ اتنی مقدار ہے کہ اس سے کم کے ادا کرنے مین لوگون کو
کچھ پرواہ نہین ہوتی اور قبائل متفاوت ہوتے ہین کوئی بڑا کوئی چھوٹا۔ پس چھوٹے کا اندازہ پچاس آدمیون سے کیا گیا ہے اسلیے
کہ کم از کم اتنے آدمیون سے قریہ آباد ہوتا ہے اسلیے کہ قسامت مین پچاس قسمین مقرر ہوئین جو پچاس شخصون پر منقسم ہوتی ہین اور
بڑے قبیلہ کا اندازہ پچاس سے دوچند کیا گیا اسلیے دیت مین سو اونٹ مقرر کیے گئے تاکہ ہر شخص ایک اونٹ یا دو اونٹ یا ایک سے
کچھ زیادہ اگر قبائل مین اگر وہ مستوی الحال ہون ادا کرین اور جن احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب اونٹون کی ارزانی
ہوتی تھی تو دیت مین کمی فرماتے تھے اور اگر انکی گرانی ہوتی تھی تو آپ بڑھا دیا کرتے تھے میرے نزدیک اسکے یہ معنی ہین کہ انکا
یہ استثنا انھین لوگون کے ساتھ خاص تھا جہان اونٹون کی پیداوار ہوتی تھی اور اگر تم اکثر شہرون کی تفتیش کروگے تو
لوگون کی یہ قسمین نکلینگی ایک اہل تجارت واموال اور یہ لوگ شہری ہوتے ہین اور ایک اہل مواشی اور وہ دیہاتی ہوتے ہین
اور اکثر لوگون کا حال اس سے خالی نہین ہوتا۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ ومن قتل مومنا خطاء فتحریر رقبة مومنة۔ جو شخص خطاءً
مومن کو قتل کرڈالے تو اسکو ایک بردہ مومن کا آزاد کرنا چاہیے۔ مین کہتا ہون کفارہ مین مسلمان بردہ کا آزاد کرنا یا ساٹھ
مساکین کو کھانا کھلانا اسلیے واجب ہوا تاکہ فیما بینہ وبین اللہ قربت کا سبب ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص
مسلمان ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ بجز خدا تعالی کے کوئی معبود نہین اور مین اسکا رسول ہون تو اس شخص کا خون کرنا
حلال نہین ہوتا مگر تین باتون مین سے ایک بات کے ساتھ جان کے بدلے جان اور بیوی والا زناکار اور تارک دین جماعت کا
مین کہتا ہون تمام ادیان مین یہ قاعدہ متفق علیہ ہے کہ قتل اسی مصلحت کلیہ کے سبب سے درست ہوتا ہے جو بغیر قتل کے حاصل
نہین ہوتی اور اس مصلحت کا ترک قتل سے بھی زیادہ خرابی کا سبب ہوتا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الفتنة اشد من القتل
فتنہ قتل سے بڑھکر ہے اور رسول خدا صلعم نے جب احکام مقرر فرمائے اور حدود کی تعیین کی تو ضروری ہوا کہ اس مصلحت کلیہ
جو قتل کو جائز کردیتی ہے انضباط کیا جاوے اور اگر اسکا انضباط نہ کیا جاتا اور مہمل چھوڑ دیے جاتے تو قتل کرنیوالا ایسے شخص کو
مصلحت کلیہ سمجھکر قتل کرسکتا تھا کہ جسکے قتل مین مصلحت کلیہ نہوتی پس رسول خدا صلعم نے تین چیزون سے اسکا انضباط
فرمایا۔ ایک تو قصاص کہ وہ زجر کا سبب ہوتا ہے اور اسمین بہت اسباب ہین اللہ پاک نے بھی اسکی طرف اس آیت مین

اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب۔ اور تمھارے لیے اے عقلمندو قصاص کے اندر
زندگی ہے اور وہ شخص جو بیوی والا ہو کر زنا کرے اسلیے کہ زنا تمام ادیان میں اکبر الکبائر سے ہے اور یہی جبلت انسانی کا اصل
مقتضی ہے کیونکہ انسان بشرطیکہ اُسکا مزاج سالم ہو اُسکی خلقت میں اس بات سے غیرت داخل ہوتی ہے کہ کوئی شخص اُسکی بیوی سے
مداخلت کرے جیسے اور بہائم میں ہوتا ہے مگر انسان کیلیے یہ بات ضروری تھی کہ جس سے باہمی انتظام قائم ہو سکے وہ بات
اُسکو معلوم ہو لہذا اُنپر یہ بات واجب کی گئی تیسرے مرتد کہ اُسنے خدا تعالے اور اُسکے دین پر جرأت کی اور دین کے قائم کرنے
اور سہارا دینے کی جو مصلحت ملحوظ تھی اس شخص نے اُسکی مخالفت کی اور ان تین کے سوا جسکی بات قائل ہے اور محاربہ بھی بلا
بلا اس بات کے کہ کسی کو قتل کرے جو شخص محارب کی سزا میں تخییر کا قائل ہے تو اُسکا رجوع ان اصول میں سے کسی کی طرف
ممکن ہے اور معلوم کرو کہ اہل جاہلیت بھی قسامت کا حکم کرتے تھے اور اول جسنے قسامت کا حکم دیا ہے وہ ابو طالب ہیں چنانچہ
ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے اسلیے کہ قتل بسا اوقات ایسے پوشیدہ مقامات اور تاریک شب میں ہوتا ہے کہ جہاں اُسپر بینہ
نہیں قائم ہو سکتی پھر اگر اس قسم کے قتل کی کچھ بات پرس نہ کیجاے تو لوگوں کو اُسپر جرأت ہو اور فساد زیادہ ہو اور اگر بلا دلیل
مقتول کے وارثوں کا دعوی مسموع ہو تو لوگ تمام اپنے دشمنوں کا نام لے دیا کریں۔ لہذا رسول خدا صلعم نے اُسکا حکم کر کے ثابت
و برقرار رکھا۔ اب فقہا میں اس علت کے اندر اختلاف ہوا جسپر قسامت کا مدار ہے۔ بعض کے نزدیک اُسکی علت ایک مقتول کا
جسمیں زخم یعنی چوٹ یا گلا گھوٹنے کا اثر موجود ہو کسی ایسے مقام میں پایا جانا جو ایک قوم کی حفاظت میں ہے جیسے محلہ اور
مسجد اور مکان اور یہ علت عبد اللہ بن سہل کے قصہ سے ماخوذ ہے کہ انھوں نے ایک مقتول کو خیبر میں خون کے اندر تڑپتا ہوا
دیکھا اور بعض کے نزدیک اُسکی علت ایک مقتول کا پایا جانا اور کسی پر قتل کے شبہہ کا قائم ہونا خواہ مقتول کے بیان کرنے سے یا
نصاب سے کم کسی کی گواہی دینے سے وعلی ہذا القیاس اور یہ اس قسامت کے قصہ سے ماخوذ ہے جسکا ابو طالب نے حکم دیا تھا اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے دیۃ الکافر نصف دیۃ المسلم۔ کہ کافر کا خونبہا مسلمان کے خونبہا سے نصف ہے میں کہتا ہوں کہ اُسکا
سبب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ ملت اسلامیہ کی عظمت اور مسلمان لوگوں کو فضیلت دینا ضروری ہے اور نیز کافر کے
قتل کرنے سے مسلمانوں کے اندر چندان فساد نہیں پڑتا اور کافر کے قتل کرنے کا گناہ بھی کم ہے اسلیے کہ وہ کافر مباح الاصل
اور اُسکے قتل کرنے سے کفر کا ایک شعبہ دور ہوتا ہے مگر با ایں ہمہ اُسکا قتل کرنا گناہ اور خطا اور ملک میں فساد پھیلانے سے
خالی نہیں لہذا مناسب ہوا کہ اُسکی دیت میں تخفیف کیجاے اور اگر کوئی شخص کسی عورت کا حمل گرا دے تو رسول خدا صلعم نے
ایک بردہ غلام یا باندی کے آزاد کرنیکا حکم دیا ہے۔ معلوم کرو کہ جنین کے اندر دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ وہ نفوس
بشریہ میں سے ایک نفس ہے اور اُسکا مقتضی یہ ہے کہ اُسکے بدلہ میں بھی ایک نفس واجب ہو اور ایک یہ کہ وہ اپنی ماں کا ایک ٹکڑا اور
ایک عضو ہے جو بغیر ماں کے قائم نہیں رہ سکتا اور اُسکا مقتضی یہ ہے کہ مال کا حکم دینے میں اُسکا حال اور زخموں کا سا ہو
پس دونوں باتوں کا لحاظ کر کے اُسکی دیت ایک مال جو آدمی ہے گردانی گئی اور یہ نہایت انصاف ہے اور انسان کے
اعضا پر تعدی کرنے کا حکم کئی اصول پر مبنی ہے۔ ایک تو یہ کہ اُسمیں سے جو عمداً ہو تو اُسمیں برابر بدلہ لیا جاے مگر جس
صورت میں برابر بدلہ لینے سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو اُسمیں برابر بدلہ لینے سے مانع ہوگا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے

النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور ناک بدلے ناک اور دانت کے بدلہ دانت اور زخم بابر ہین یعنی آنکھ کے بدلہ مین آنکھ کو آئینہ سے زائل کرنی چاہیے اور دانت کے بدلہ دانت ریتی سے تراشنا چاہیے اور اکھاڑنا نہین چاہیے اسلیے کہ اکھاڑنے مین زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے اور زخم اگر اسقدر ہو کہ جس سے ہڈی نظر آنے لگے تو بقدر اُسکی گہرائی کے چھُری سے ناپ کر اسی جگہ سے زخم کرین اور اگر ہڈی ٹوٹ جاے تو اُسکا بدلہ نہین ہے اسلیے کہ اسکے توڑنے مین ہلاکت کا خوف ہے اور بعضی باتین بدلے طمانچہ کے بدلے مین طمانچہ اور چٹکی کے بدلے چٹکی لینا موقوف کر دی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ جس چیز مین انسان کے کسی نفع پہونچانیوالی قوت کا ازالہ ہو جیسے پکڑنا اور چلنا اور دیکھنا اور سننا اور سمجھنا اور جماع کرنا اور جسکے سبب سے انسان لوگون کے اوپر بار ہو جاے اور اپنی معاش بلا دوسرے کی استعانت کے حاصل نکر سکے اور لوگونمین اُسکے سبب عار لاحق ہو اور اُسکا ازالہ مثلہ کرنا ہو جس سے خلق الٰہی کی تغیر لازم آتی ہے اور مدت العمر تک اُسکا اثر جسم مین باقی رہے تو اُسمین پوری دیت واجب ہوتی ہے اسلیے کہ اسمین ظلم عظیم اور خلق اللہ کی تغیر و مثلہ کرنا اور عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے اور چونکہ لوگ اس قسم کے مظلوم کی مدد کے لیے ایسے نہین جیسے قتل کے بارہ مین اُسکی مدد کرتے ہین اور جو وہ ظالم اور نیز حکام اور ظالم اور مظلوم کا گروہ ان باتون کو کوئی بڑا امر نہین سمجھتے لہذا ضروری ہوا کہ شارع اُسمین تاکید کرے اور انتہا درجہ اُسمین زجر کرے اور اصل اُسمین یہ حدیث ہے کہ جب حضور نبوی صلعم نے اہل یمن کو نامہ روانہ فرمایا تو اُسمین یہ بھی لکھا تھا فی الانف اذا اوعب ناک جب جڑ سے کاٹ لیجاے تو اُسمین دیت ہے اور دانتون ولبون و خصیتین و ذکر و دیت و چشمون مین دیت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا فی العقل الدیۃ۔ کہ عقل مین دیت ہے پھر جسمین اس منفعت مین سے نصف منفعت کا تلف کرنا ہو تو اسمین نصف دیت پھر ایک پیر مین نصف دیت اور ایسے ہی ایک ہاتھ مین نصف دیت ہے اور جسمین اُس منفعت کے دسوین حصہ کا تلف ہونا پایا جاے مثلاً ہاتھ یا پیر کی انگلیون مین ایک انگلی کا کاٹ ڈالنا ہو تو اُسمین دسوان حصہ ہے اور ہر دانت مین بیسوان حصہ ہے اسلیے کہ دانت اٹھائیس یا بتیس ہوتے ہین اور کسر کا اس عدد کے اعتبار سے ایک کے مقابل نکالنا پوشیدہ امر ہے جسمین حساب کے اندر تعمق کی ضرورت ہے لہذا بیس کا عدد مقرر کر لیا اور دیت کا بیسوان حصہ بدلہ ہر دانت کے مقرر کر دیا اور تیسرے یہ کہ جن زخمون مین نہ کسی پوری قوت کا باطل کرنا ہو اور نہ نصف کا اور نہ اسمین مثلہ ہو بلکہ وہ صرف زخم ہو جو چند روز مین بھر سکتا ہے تو اُس زخم کا بمنزلہ جان یا بمنزلہ ہاتھ پیر کے گردانکر نصف دیت کا واجب کرنا مناسب نہین ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ اُس سے کوئی چیز نہ واجب کیجاے پس زخم کا مرتبہ کم از کم موضحہ ہوا اسلیے کہ جو اُس سے کم ہے اُسکو خراش وغیرہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہین زخم نہین کہتے اور موضحہ اُس زخم کو کہتے ہین جسمین ہڈی نظر آنے لگے اور اسمین دیت کا بیسوان حصہ ہے اسلیے کہ بیسوان حصہ اُن حصونمین سے کمتر وہ حصہ ہے جو بلا فکر کیے حساب مین معلوم ہو جاتا ہے اور نیز اُسکا مبنی اُن حصص پر ہے جنکی مقدار محاسب و غیر محاسب سب جانتے ہین اور جس زخم مین ہڈی ٹوٹ جاے اور اپنی جگہ سے جدا ہو جانے تو اُسمین پندرہ اونٹ آتے ہین اسلیے کہ ایک تو اُسمین ہڈی تک زخم ہو چکا دوسرے ہڈی ٹوٹ گئی تیسرے وہ ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی پس وہ زخم بمنزلہ تین موضحہ زخمون کے ہے اور جائفہ اور آمہ یعنی وہ زخم جو سر یا پیٹ کے

اندر تک پہونچ جاے اور وہ زخم جو یافوخ تک ہو یہ دونون بہت بڑے زخم ہین پس آنمین سے ہر ایک مین تہائی دیت واجب ہونی چاہیے اسلیے کہ نصف سے کم کا اندازہ ثلث سے ہوسکتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہذہ وہذہ سواء یعنی خنصر و ابہام یعنی چھنگلیا اور انگوٹھا برابر ہین اور فرمایا ہے الثنیۃ والضرس سواء یعنی اگلا دانت اور داڑھ برابر ہین مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ ہر ہر عضو کے ساتھ جو منافع مقصود ہین اُنکا انضباط دشوار ہے لہذا نام اور نوع پر حکم کا مدار کرنا ضروری ہوا معلوم کہ بعض موقع قتل اور زخم ہدر ہوتا ہے یعنی وہ ضائع ہوتا ہے اُسکا بدلہ کچھ نہین کیا جاتا اور اُسکی دو صورتین ہین یا تو وہ قتل و زخم کسی شر کے دفع کرنے سے ہو جو انسان کو لاحق ہوتا ہے اور اُسکی دلیل یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلعم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کے قصد سے آئے تو آپ اسمین کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا تو اُسکو اپنا مال مت دے اُسنے عرض کیا اور جو وہ مجھسے مقاتلہ کرنے لگے تو آپ کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا تو اُس سے مقاتلہ کر پھر اُسنے عرض کیا اگر وہ مجھے قتل کر ڈالے آپنے فرمایا کہ تو شہید ہے اُسنے عرض کیا کہ اگر مین اُسکو قتل کر ڈالون تو آپ کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا تو وہ دوزخ میں جائیگا اور ایک آدمی نے ایک آدمی کے کاٹا اور جسکے کاٹا تھا اُسنے کاٹنے والے کے منھ مین سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اسکا ایک دانت بھی اُسکے ساتھ کھینچ لیا تو آپ نے اُس دانت کا قصاص دلوایا الحاصل اگر کوئی شخص کسی کی جان یا اُسکے عضو یا مال پر حملہ کرے تو جسطرح سے ممکن ہو اُسکا دفع کرنا درست ہے حتی کہ اگر قتل کی بھی نوبت ہو پہنچے تو کچھ گناہ نہین اسلیے کہ زبردست لوگ اکثر ملک مین تغلب کرتے ہین پھر اگر اُنکی مدافعت نہ کیجاے تو لوگون کی حالت بہت تنگ ہو رسول خدا صلعم فرمایا ہے لو اطلع فی بیتک احد ولم تاذن لہ فحذفتہ بحصاۃ ففقات عینہ ما کان علیک من جناح ۔ اگر تیرے گھر مین کوئی جھانکے اور تو نے اُسکو اجازت نہ دی ہو اور تو اُسکی طرف کنکر پھینک کر اُسکی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ کو کوئی گناہ نہین اور ایک صورت قصاص نہ لینے کی یہ ہے کہ وہ قتل یا زخم ایسے سبب سے ہو جسمین کسی طرف سے تعدی نہین پائی جاتی بلکہ وہ بمنزلہ آفت سماوی کے ہو اور اُسکی دلیل یہ حدیث ہے العجماء جبار والمعدن جبار والبیر جبار ۔ بہیمہ ہدر ہے اور معدن ہدر ہے اور کنوان ہدر ہے مین کہتا ہون اسکا یہ سبب ہے کہ بہائم چرنے کے لیے چھوڑ دیے جاتے ہین اگر کسی کو زخمی کر دین تو وہ اُنکے مالک کا فعل نہ سمجھا جائیگا اسیطرح اگر کوئی شخص کنوئین مین گر پڑے یا کان کے نیچے دبجاے تو وہ بھی اُسکے مالک کا فعل نہین ہے پھر رسول خدا صلعم نے اُنپر احتیاط کرنا لازم کر دیا تاکہ کسی کو اُنمین سے خطا سے ضرر نہ لاحق ہو کہ مرض کے قریب پہنچنے سے جان کے تلف ہونے کا خطرہ ہے اور اسی لیے رسول خدا صلعم نے اینٹ پتھر پھینکنے سے نہی فرمائی اور فرمایا ہے لا یصاد بہ صید ولا ینکا بہ عدو ولکنہا قد تکسر السن وتفقا العین ۔ اُس سے شکار نہ کیا جاے اور نہ اُس سے کسی دشمن کو زخمی کیا جاے لیکن اُس سے دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا مر احدکم فی مسجدنا او فی سوقنا ومعہ نبل فلیمسک علی نصالہا ان یصیب احدا من المسلمین منہا شئی ۔ تم مین سے جب کسی کا ہماری مسجد یا بازار مین گذر ہو اور اُسکے پاس تیر ہو تو اُسکو پیکی طرف سے تھامے رہے تاکہ مسلمانون مین سے کسیکو اُس سے ضرر نہ پہونچے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یشیر احدکم الی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان ینزع من یدہ فیقع فی حفرۃ من النار ۔ تم مین سے کوئی شخص اپنے بھائی کیطرف ہتھیار سے اشارہ نکرے اسلیے کہ اسکا

معلوم نہین کہ شاید شیطان اُسکے ہاتھ سے چھین لے پھر وہ شخص آگ کے گڑھے مین جا پڑے اور آپنے فرمایا ہے من حمل علینا السلاح فلیس منا۔ جو کوئی ہم پر ہتھیار اُٹھائے وہ ہم مین سے نہین ہے اور فرمایا ہے کہ ننگی تلوار کھی جاے اور اس بات سے منع فرمایا ہے کہ دو انگلیون سے اسکو پکڑ کر تیر لیشے۔ اور لوگون کے مال پر تعدی کرنے کی چند قسمین ہین غصب کرنا اور ہلاک کرنا اور چورانا اور لوٹنا چوری اور لوٹ کا حال تو تمکو عنقریب معلوم ہوگا اور غصب کے معنی غیر کے مال پر اپنی زبردستی کے بھروسہ کرکے جسکو شرع ثابت نہین کرتی یا اس بھروسہ پر کہ حکام کو حقیقت حال ظاہر ہوگی یا اسیطرح کسی اور اعتماد پر تسلط کرنا پس غصب اس قابل ہے کہ اسکو معاملات مین شمار کیا جاے اور حد وہ اسپر نہین لگائی جاتی اسی لیے ہزار درہم غصب کرنے سے تو ہاتھ کاٹنا واجب نہین ہوتا اور تین درہم کی چوری سے واجب ہوجاتا ہے اور مال کے تلف کرنے کی تین صورتین ہین عمداً اور خطأً اور مشابہ بالعمد اور چونکہ سوا اول درجہ باقی سے کم ہے اسلیے ہر مال کا جداگانہ حکم مقرر نہین کیا گیا اور تاوان سب لوگون کا بدلہ دینے کیلیے کافی ہوگیا اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من اخذ شبرا من الارض ظلما طوقہ یوم القیمۃ من سبع ارضین۔ جو شخص ظلم سے بقدر ایک بالشت کے زمین لیلیگا قیامت کے دن ساتون زمین طوق کرکے اُسکی ڈالی جائیگی۔ مین کہتا ہون چند مرتبہ تمکو یہ بات معلوم ہوچکی کہ جس فعل مین مصلحت مدنیہ کی مخالفت اور ایذا وتعدی پائی جاے وہ فعل ملاء اعلیٰ کی لعنت کا مستوجب ہوتا ہے اور عذاب عمل کی صورت یا اسکے قریب قریب صورت مین متمثل ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے علی الید ما اخذت۔ ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اُسنے لی ہے مین کہتا ہون غصب اور عاریت کے باب مین یہ حدیث اصل ہے پس بعینہ اُس چیز کا واپس کرنا واجب ہے اگر بعینہا اُسکا واپس کرنا متعذر ہو تو اُسکے مثل کا دینا واجب ہوتا ہے اور کسی شخص کی ایک کابی ٹوٹ گئی تو آپنے اُسکے بدلا ایک کابی دیدی اور ٹوٹی ہوئی کو رہنے دیا۔ مین کہتا ہون اتلاف کے باب مین یہ حدیث اصل ہے اور ظاہر سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ منقولات مین تاوان لینا جسکو عام وخاص لیتے ہین کہ اُسکے مثل سے درست ہے جیسے رکابی کے بدلے رکابی اور حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کے ساتھ مغرور پر اس بات کا حکم دیا کہ اپنی اولاد کے مثل فدیہ دے۔ (اور مغرور وہ شخص ہے جسکو کوئی عورت یہ دھوکہ دیکر کہ مین حرہ ہون اُس سے نکاح کرلے اور فی الحقیقت وہ کسی کی باندی ہو) اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من وجد عین مالہ عند رجل فہو احق بہ ویتبع البیع من باعہ۔ جو شخص بعینہ اپنا مال کسی کے پاس پائے تو وہ اُسکا حقدار ہے اور خریدنے والا اُس شخص کا پیچھا کرے جسنے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ مین کہتا ہون اس حکم کا سبب اور مقتضی یہ ہے کہ جب یہ صورت واقع ہو تو ہر جانب مین ضرر اور ظلم کا اعتبار ہے پس جب کوئی شخص اپنا مال کسی کے پاس دیکھے ایسے وقت مین اگر یہ قاعدہ مقرر کیا جاتا کہ جبتک اُسکا بائع نہ ملے اُسوقت تک یہ شخص اُسکے مال کو نہ لیگا تو اصلی مالک کا اسمین ضرر عظیم تھا اسلیے کہ غاصب یا سارق کی جب خیانت معلوم ہوتی ہے تو غالباً اپنی جان بچانے کی غرض سے وہ یہ حجت پیش کر سکتا تھا کہ مین نے ایک شخص سے اُسکو خریدا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ سارق وغاصب اپنے اور نیز بائع کے بچاو کیلیے کسی شخص کو بیع کا وکیل کردیا کرتا اور اسمین لوگون کی حق تلفی کا دروازہ کھولتا تھا اور اکثر اوقات بائع اُسوقت ملتا کہ جب وہ مشتری موجود نہ ہوتا پس مالک اُس سے مطالبہ کرتا اور اُسکے پاس کچھ نہ پاتا اور ناامید ہوکر سکوت کرلیتا اور اگر یہ حکم ہوتا تو اُسوقت اپنا چیز پر

قبضہ کر لینا تو اسمین مشتری کا ضرر تھا کیونکہ بسا اوقات خریدنیوالا بازار مین سے کوئی چیز خریدتا ہے اور نہین جانتا کہ بائع
کا نام و نشان کیا ہے پھر اسکے مال مین کسی کا حق نکلتا ہے اور بائع کا اسکو پتہ نہین لگتا اور نا امید ہو کر سکوت کر لیتا ہے
اور بسا اوقات اسکو اس چیز کی حاجت ہوتی ہے اور حقدار کے اسپر قبضہ کرنے اور بائع کے اسپر حوالہ کر دینے مین وہ حاجت فوت
ہو جاتی ہے پس جبکہ امر درمیان دو ضرر کے دائر ہوا اور ایک کا پایا جانا اُن دونون مین خواہ مخواہ ضروری ہوا تو ایسے ضروری امر کی
طرف رجوع کیا ضروری ہوا جسکو بلا شبہ لوگون کی عقل قبول کرلے اور وہ اسجگہ یہ ہے کہ حق اس چیز کے ساتھ متعلق ہو گیا اور
[illegible] معاوضہ جسکے تعلق ہے روک لیا جاوے بشرطیکہ بینہ قائم ہوا و اشکال مرتفع ہو جاوے اور قضیہ
اسیطرح اعتبار کرنا مناسب ہے اور رسول خدا صلعم نے مالیون پر حکم دیا کہ دن مین باغون کی نگہبانی کرین اور مویشی جو نقصان
کرین اسکا تاوان مویشی والون پر ہے مین کہتا ہون اس حکم دینے کا سبب یہ ہے کہ جب مویشی نے لوگون کے باغ کا نقصان
کیا تو ہر ایک کے ساتھ ظلم و غدر ہے مویشی والا تو یہ حجت کر سکتا ہے کہ اسکو چرنے کے لیے مویشی کا چھوڑنا ضروری ہے ورنہ
مویشی بھوکے مر جاوینگے اور ہر مویشی کے ساتھ ساتھ رہنا اور اسکی حفاظت کرنا تدابیر ضروریہ مین خلل انداز ہوتا ہے
اور مویشی نے جو نقصان کیا ہے اسمین اسکا کچھ بس نہین ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ مالی نے خود اپنے مال کی حفاظت مین
کوتاہی کی اور اسکو بلا نگرانی کے چھوڑ دیا اور مالی یہ حجت پیش کر سکتا ہے کہ باغ شہر سے باہر ہوا کرتے ہین انکی نگرانی اور
انمین کسی کو نہ آنے دینا اور انکے انتظام مین رہنا اسکی حالت کے خراب ہونیکا سبب ہے اور مالک مویشی نے یا تو خود
اسکو باغ مین چھوڑا ہے یا خود اسکی نگرانی مین کوتاہی کی ہے پس جب یہ امر باہم دونون کے دائر ہوا اور ہر ایک کیطرف سے
جور و غدر ممکن ہوا تو ضرور ہوا کہ اس دستور پر نظر کیجائے جو ہمیشہ سے ان سب مین جاری ہے اور اس دستور سے تجاوز کرنے
جور کی بنا کیجاے اور دستور یہ ہے کہ دن مین ہر باغ مین کوئی شخص باغ کے کاروبار اور اسکی درستی و حفاظت کے لیے
رہتا ہے اور شب مین باغات کو خالی چھوڑ کر قریون و شہرون مین شب باشی کرتے ہین اور مالکان مویشی شب مین
گھرون مین مویشی کو جمع کر لیتے ہین اور پھر دن کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہین پس انکے اس دستور عام سے تجاوز کرنا ظلم
سمجھا گیا اور انحضرت صلعم سے کسی شخص نے اس پھل کی نسبت جو محفوظ نہو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص
محتاج اسکو منہ سے کھالے اور جھولی نہ بنالے تو اسپر کچھ مضایقہ نہین۔ معلوم کرو کہ لوگون مین باہمی نزاع کے دفع کرنیکی یہ
صورت ہے کہ جو کوئی کسیکو ضرر پہونچائے اور تعدی کرے اسکا ہاتھ پکڑا جاوے نہ یہ کہ انکے حرص و کینے کی اقتدا کیجاے پس
اس پھل کھانے مین جو معلق اور غیر محفوظ اور تھوڑا سا پھل ہے اگر کوئی محتاج آدمی اسکو پیٹ بھر کے کھالے تو اس سے مالک کو
ملال نہین گذرتا بشرطیکہ وہ آدمی دستور کی حد سے تجاوز نکرے اور جھولی نہ باندھے اور نہ اینٹ پتھر سے پھلون کو جھاڑے
کیونکہ عرف کا مقتضی ایسے امور مین مسامحت کرنا ہے اور انہین باتون کا جو شخص دعویٰ کرے تو یہ اسکا بخل اور حرص اور
لوگون کو تکلیف دینی ہے لہذا انکے دعوی کی پروا نہ کیجاویگی اور اگر وہ پھل کوئی شخص کھا جاے جو محفوظ رکھا ہوا ہے یا جھولی
بھر لے یا اینٹ پتھر سے پھل جھاڑے یا اور کسی طرح حد سے تجاوز کرے تو اسمین تعزیر اور تاوان آتا ہے اور مواشی کا [illegible]
دینے مین قیاسات متعارض ہین اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا بیان فرمایا ہے پس کبھی حضور نبوی صلعم نے

اُسکو اُس مال پر قیاس کیا جو گھر مین حفاظت سے رکھا ہوا سواسطے اُسکے ڈھونڈھنے سے منع فرمایا اور کبھی ثمر معلق اور غیر محفوظ چیزون پر اُسکو قیاس فرما کر اُسکو بقدر حاجت مباح فرمایا ہے اگر مالک سے اجازت لیجائے اور احادیث کے اندر جو اختلاف ہے اور علتین اُنکی ظاہر ہوگئی ہین اُنمین اصل یہی ہے کہ اُن علتون کے اعتبار سے اُنکی تطبیق دیجاے پس اگر ایسی چیز کے خرچ کرنے اور اُسکی کچھ پروا نکرنے کا دستور ہو اور اسمین لوگون کو کچھ دقت نہو اور حاجت ہو تو اُسکا کام مین لانا درست ہے ورنہ درست نہین ہے اور علی ہذا القیاس بیوی کا خاوند کے مال مین اور غلام کا سید کے مال مین تصرف کرنا ہے۔

حدود کا بیان

معلوم کرو کہ بعض معاصی مین خدا تعالیٰ نے حد مقرر فرمائی ہے اور وہ ایسے معاصی ہین جنمین فساد کی کئی صورتین پائی جاتی ہین ایک تو اُنمین ملک کا فساد اور لوگون کی آسایش کا قطع کرنا ہوتا ہے اور اُنکے لیے بنی آدم کے نفوس کے اندر داعیہ ہوتا ہے ہمیشہ اُسکا ہیجان ہوتا رہتا ہے اور اُنکے لیے عادت ہو جاتی ہے جبکہ اُس سے اُنکے قلوب بچ جلتے ہین تو اُس سے باز رہنا اُنکے بس مین نہین رہتا ہے اور اسمین اکثر اوقات ایسا ضرور ہوتا ہے کہ مظلوم اپنی طرف سے اُسکے دفع کرنے مین بےبس ہو جاتا ہے اور یہ آدمیون کے مابین اکثر واقع ہوتا رہتا ہے تو اس قسم کے معاصی مین صرف آخرت کا ڈرانا کافی نہین ہو سکتا ہے بلکہ آدمیون کے سامنے اس قسم کے معاصی پر نہایت ملامت اور رنج کا پہونچانا چاہیے تاکہ جنکا اُنکا وہ ارادہ کرتے تھے اُس سے باز رہین جیسے زنا ہے کہ وہ عورتون کے حسن و جمال کیطرف رغبت و حرص کی خواہش دلاتا ہے اور اُسکے اہل کے لیے اُسکے اندر نہایت درجہ کی عار ہے اور ایک موطوءہ پر آدمیون کے جمع ہونے سے جبلت انسانیہ کی تغیر ہے اور اسکے سبب سے اُنکے مابین لڑائیون اور کشت خون کا مظنہ ہے اور زنا اکثر زانیہ اور زانی کی رضامندی سے ہوا کرتا ہے اور تنہائی کیوجہ سے صرف بعض لوگ ہی اسپر مطلع ہوتے ہین پھر اگر حد نہ مشروع کیجاتی تو روک ٹوک کیونکر حاصل ہو سکتی تھی اور جیسے سرقہ اسلیے کہ انسان اکثر اوقات کسب صالح نہین پاتا ہے تو چوری کیطرف میل کرتا ہے اور سرقہ کے لیے اُنکے نفسون کے اندر عادت ہوتی ہے اور سرقہ بدون دیکھے آدمیون کے ہوتا ہے بخلاف غضب کے کہ اسمین ایک ایسی دلیل اور شبہہ ہوتا ہے کہ جسکو شرع نہین ثابت کرتی ہے اور مابین آدمیون کے اور اُنکے روبرو اس قسم کے معاملات ہوتے رہتے ہین اسی لیے غضب منجملہ اور معاملات کے ایک معاملہ ہے اور جیسے رہزنی اسلیے کہ مظلوم اپنی جان اور مال بچانے کی اُس سے طاقت نہین رکھتا ہے اور رہزنی مسلمانون کے بلاد مین نہین ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اپنی حکومت اور قوت کیوجہ سے اُسکی مدافعت کر سکتے ہین تو ایسے افعال کی جزا و سزا زیادہ مقرر ہونا چاہیے اور جیسے شراب کا پینا اسلیے کہ اسمین بھی نہایت حرص ہوتی ہے اور اسکی وجہ سے ملک مین فساد اور اُنکی عقول کا زوال ہوتا ہے کہ جنکے سبب سے اُنکی معاش و معاد کی اصلاح ہوتی ہے اور جیسے قذف (تہمت زنا کی لگانا) کیونکہ جسکو تہمت لگائی جاتی ہے وہ نہایت درجہ کی تکلیف و رنج پاتا ہے اور اُسکے دفع کرنے پر قتل وغیرہ کے ساتھ بےبس ہو جاتا ہے کیونکہ اگر وہ مار ڈالے تو خود بھی اُسکے سبب سے مارا جائیگا اور اگر پیٹے تو اُسکی وجہ سے پیٹا جاے لہذا ایسے جرم مین کوئی زجر عظیم ہونا چاہیے۔ پھر حد

قتل ہے اور ایسی سزا ہے کہ اسکے اوپر کوئی اور سزا نہین ہے - دوسرے کسی عضو کا کاٹ ڈالنا ہے اسمین نہایت درجہ کی
تکلیف پہونچانا اور اسکی قوت کا زائل کردینا ہے کہ جسکے بعد مدت العمر تک معاش حاصل کرنے کے لائق نہ رہے دوسرے یہ کہ عیب
اور ننگ پیدا اور عار ہے جسکا اثر آدمیون کے سامنے ظاہر ہے جو ختم نہیں ہوتا اسلیے کہ نفس و سبب متاثر ہوتا ہے ایک تو وہ
نفس ہے جو قوت بہیمیہ کے اندر منہمک ہو اسکو الم پہونچانا بری چیز سے باز رکھتا ہے مثل بیل و اونٹ اور جس نفس کے اندر حب جاہ ہو
اسکو تکلیف جسمانی سے بھی زیادہ عار ایک کام سے روکدیتی ہے عار سزا کے عمل سے زیادہ اسکو روکتی ہے جہان دونون وجہون کا حد کے
اندر اکٹھا ہونا لازم ہوا اور ایک حد کی صورت یہ ہے جو قطع سے کم ہو جیسے صرف مار پیٹ سے ہی تکلیف کا پہونچانا مقصود
جسمین عار ہو اور اسکا اثر ظاہر ہو مثلاً جلا وطن کرنا اور شہادت کا قبول نکرنا اور طمانچہ وغیرہ مار دینا - اور معلوم کرو کہ شرائع
سابقہ مین قتل کی سزا قصاص اور زنا کے سنگسار کرنا اور سرقہ کے عضو کا کاٹنا تھی پس یہ سزائین شرائع سماویہ مین متواتر
چلی آتی ہین اور تمام انبیا اور انکی امتین اسپر متفق تھین تو ضرور ہوا کہ انکو بے قیودھی سے پکڑنا چاہیے اور کبھی انکو ترک
نکرنا چاہیے مگر شریعت مصطفویہ نے اسمین ایک قسم کا تصرف کیا ہے اور ہر ایک کی سزا کی دو قسمین کی ہین ایک تو
بڑی بھاری سزا ہے کہ اس سے زیادہ اور مقصود نہین اور یہ سزا وہان دینی چاہیے جہان گناہ بھی بڑا بھاری ہو اور دوسری
وہ ہے جو پہلی سے کم ہے اور یہ وہان ہوگی جہان معصیت بھی پہلی معصیت سے کم ہو پس قتل کی سزا قصاص اور دیت ہے
اور اسکی دلیل یہ آیت ہے ذلک تخفیف من ربکم کہ اسمین تمھارے پروردگار کیطرف سے تخفیف ہے ابن عباس فرماتے ہین
کہ اہل جاہلیت مین قتل کی سزا صرف قصاص تھی نہ دیت اور زنا مین کوڑے مارنا تھا اور یہودیون کی جب کثرت ہوئی اب
اور سنگساری پر انکا بس نہ چلا تو انھون نے تجبیہ و تسخیم کرنا ایجاد کیا (تجبیہ کے یہ معنی ہین کہ زانی و زانیہ کو گدھے پر الٹا
سوار کراکے لوگون کے سامنے پھرادین تسخیم منھ کالا کردینے کو کہتے ہین) تو اسمین شرائع سابقہ کی تحریف ہوئی مگر ہماری شریعت مین
دونون شرائع کا لحاظ کیا گیا شرائع سماویہ و ابتداعیہ کا اور اسمین ہمارے لیے نہایت رحمت ہے اور سرقہ مین عدد ادنیٰ
اور اس سے دو چند تاوان لینا چاہیے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے اور نیز اس شریعت مین ظلم کے چند اقسام کو مثل قذف
اور شرب خمر کو اضافہ کیا اور انکے لیے بھی حد مقرر کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ انھین معاصی کے ہین اور رہزنی کی سزا زیادہ مقرر کی
اور معلوم کرو کہ لوگون کے دو درجے ہین اور ہر درجہ کی سیاست کا خاص طریقہ ہے ایک وہ لوگ ہین جو بذات خود مستقل
اور مختار ہین اور انکی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ لوگون کے سامنے گرفتار کیے جائین اور انکو تکلیف پہونچائی جائے جس سے
انکو نہایت سخت عار لاحق ہو اور انکی اہانت اور ذلت پائی جائے - اور ایک وہ لوگ ہین جو دوسرون کے قبضہ
مین ہین اور انکے پاس بمنزلہ قیدیون کے ہین اور انکی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ انکے مالکون کو حکم کیا جائے کہ بری
باتون سے انکی نگرانی رکھین اسمین انکے لیے ایسا طریقہ ظاہر ہوگا جو انکو انکے ان افعال سے باز رکھیگا چنانچہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زنت امۃ احدکم فلیضربہا الحدیث تم مین سے جب کسی کی
باندی زنا کرے تو اسکو حد مارنا چاہیے اور فرمایا ہے اذا سرق عبد احدکم فبیعوہ ولو بنش لیس یہ دونون درجے
بڑی حد تک ایک ظاہری وصف سے منضبط کیے گئے پہلے درجے کے لوگ حر اور دوسرے درجے کے غلام ہین پھر یہ بھی احتمال

کر سید اپنے غلام پر ظلم کرتا اور کہدیتا کہ اسنے زنا یا چوری وغیرہ کی ہے پس ضرور ہوا کہ غلام کی سزا حر سے کم مقرر کیجائے
تاکہ یہ خوف رفع ہو جائے اور نیز یہ ضرور ہوا کہ قتل کرنے اور قطع کرنے کا انکو اختیار نہ دیا جائے اور اس سے کم سزا کا اختیار انکو
دیا جائے اور حد دو وجہ سے گناہ کا کفارہ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ماعز بن مالک کی نسبت ارشاد ہے لقد تاب
توبت لو قسمت علی امة محمد لوسعتهم - اسنے وہ توبہ کی ہے کہ اگر محمد صلعم کی تمام امت پر تقسیم کیجائے تو انکو کافی ہے اور
دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمین تکلیف کا پہونچانا اور اسکو اس فعل سے روکنا مقصود ہوتا ہے - اور اسمین یہ راز ہے کہ حکمت الٰہی کا
مقتضی ہے کہ اس شخص کی جان یا مال سے اس عمل کی سزا دیجائے پس حد کا قائم کرنا جزا دینے مین خدا تعالی کا نائب ہے
اللہ پاک فرماتا ہے الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة - زانیہ اور زانی کہ ہر ایک کے دونون مین سے سو کوڑے
مارو - اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ خدا تعالی نے محمد صلعم کو حق دیکر بھیجا اور انپر کتاب نازل فرمائی جسمین آیت رجم بھی تھی
چنانچہ رسول خدا صلعم نے سنگسار کیا اور ہمنے بھی آپکے بعد سنگسار کیا اور جو شخص زنا کرے اور محصن ہو خواہ مرد ہو یا عورت
کتاب الٰہی مین اسکا سنگسار کرنا حق ہے - مین کہتا ہون محصن کی حد سنگسار کرنا اور غیر محصن کے درے لگانا اسلیے مقرر
کیے گئے کہ جسطرح پندرہ برس کی عمر وغیرہ سے آدمی بالغ ہو کر پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور اس سے قبل پورا پورا مکلف نہین ہوتا
اسلیے کہ اسکی عقل اور جسم اور رجولیت کا کمال اس سے پہلے نہین ہوتا ہے اسیطرح اس عقوبت مین بھی تفاوت ہونا چاہیے
جو کمال عقل اور مرد کامل اور استقلال سمجھ اور خودمختاری کے سبب سے پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور اسلیے کہ محصن کامل ہے
اور غیر محصن ناقص ہے پس غیر محصن حر کامل اور غلام کے مابین واسطہ ہوا اور صرف سنگسار ہونے مین اس واسطہ کا اعتبار
کیا گیا اسلیے کہ وہ حق الٰہی کے اندر جو سزا مقرر کی گئی ہے ان سب مین سخت ہے اور قصاص چونکہ حق العباد مین سے ہے
اور انکو اپنے حقوق کے لینے کی حاجت ہے اسلیے انکی حق تلفی نہ کیجائیگی - اور حد سرقہ وغیرہ بمنزلہ سنگساری کے نہین ہے
اور نیز اس شخص سے گناہ صادر ہونا جسپر خدا تعالی نے انعام کیا ہے اور بہت سی مخلوقات پر اسکو فضیلت دی ہے زیادہ تر
قبیح و شنیع ہے اسلیے کہ وہ نہایت نافرمانی ہے پس اسمین سزا کا بڑھانا مناسب ہوا اور کوارے اور کواری کی حد سو درّے
مقرر کیے گئے اسلیے کہ عدد سو کا بڑی اور منضبط مقدار ہے جس سے زجر و تکلیف بخوبی حاصل ہو سکتی ہے اور جلاوطن کی
سزا اسلیے دی گئی کہ سزا کا اثر دو طرح ہوتا ہے ایک تو جسمانی تکلیف کے اعتبار سے اور ایک حیا و شرمندگی اور
عار کے لاحق کرنے اور ایک مالوف چیز کے علیحدہ کرنے سے - پہلی سزا جسمانی اور دوسری نفسانی ہے اور پوری پوری
سزا یہی ہے کہ دونون جمع کیے جائین اللہ پاک فرماتا ہے فاذا احصن فان اتین بفاحشة فعلیهن نصف ما علی المحصنات
من العذاب جب احصان کے بعد ان سے فحش ظاہر ہو تو محصنات سے انکو نصف عذاب دیا جائیگا مین کہتا ہون کہ
غلامون پر نصف سزا کے مقرر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ غلامون کا حال سید کے اختیار مین ہوتا ہے پس اگر کامل درجہ کی زجر
انکے لیے مقرر کیجائے تو اس سے باب الظلم مفتوح ہوتا ہے باینطور کہ سید اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اور یہ کہدے کہ وہ زنا کا
تھا اور پھر اس سے مواخذہ کرنے کی کوئی صورت نہو اسلیے کہ باندی و غلام کی حد اسقدر کم مقرر کی گئی کہ جس سے ہلاک کی
نوبت نہین آتی اور محصن و غیر محصن کا فرق جسطرح سے بیان کیا ہے وہ بیان بھی پایا جاتا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے

جلدوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلا۔ البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم
مجھ سے سیکھو مجھ سے سیکھو خدا تعالیٰ نے عورتون کے لیے راستہ مقرر کیا ہے کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اسکا حکم سو درے لگانا
اور سال بھر کے لیے جلا وطن کرنا اور بیاہا ہوا بیاہی کے ساتھ اگر زنا کرے تو اسکا حکم سو درے لگانا اور سنگسار کرنا ہے حضرت علی
نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ مین کہتا ہون لوگون کو اس حدیث مین اشتباہ ہوا اور اس حدیث کو رسول خدا صلعم کے فعل یعنی
سنگسار کرنے اور اسکے درے نہ لگانے کے ساتھ مخالف سمجھا۔ میرے نزدیک یہ حدیث آپکے فعل کے متناقض نہین ہے اور آپ
عام ہے مگر امام کو رجم و سو درون کے واجب ہونے کی صورتمین صرف رجم پر اقتصار کرنا مسنون ہے اور اسکا حال ایسا ہے جیسا
سفر مین قصر کرنا کہ اگر پوری نماز پڑھے تو بھی جائز ہے مگر قصر کرنا سنت ہے۔ اور یہ سواسطے مقرر کیا گیا کہ رجم بڑی پوری
سزا ہے اور اس سے جو کم سزا ہے وہ اسمین شامل ہے اور اس بیان سے اس حدیث اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اسپر عمل کرنے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر آپکے خلفا کے فعل مین تطبیق ہو سکتی ہے کہ انہون نے رجم پر اقتصار کیا ہے اور حضرت
جابر کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپنے درے لگانے کا حکم دیا پھر کسی نے اسکا محصن ہونا بیان کیا تو آپنے سنگسار
کرنے کا حکم دیا اور سنگسار کر دیا گیا۔ کیونکہ درے لگانے پر اقدام کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زانی کے درے لگانا درست ہے۔
اور میرے نزدیک جلا وطن کرنیمین عفو کا احتمال ہے اور آثار مین تطبیق کی یہی صورت ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے
کہ جب ماعز بن مالک نے آنحضرت صلعم کے حضور مین حاضر ہوکر عرض کیا مین نے زنا کیا ہے آپ مجھے پاک کر دیجیے تو حضور نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا ہاتھ سے اوس کو پکڑا ہوگا یا اسکی طرف دیکھا ہوگا تو ماعز نے عرض کیا
یا رسول اللہ نہین تو آپنے فرمایا کیا تو نے اسکے ساتھ دخول کیا تو ماعز نے جواب دیا ہان پس آپنے ماعز کے سنگسار کرنیکا
حکم کیا۔ مین کہتا ہون حد مارنے مین احتیاط کا مقام ہے اور زنا کا اطلاق شرمگاہ کے سوا پر بھی آیا کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زبان کا زنا یہ ہے اور پیر کا زنا یہ ہے لہذا ایسی صورتمین اسکا ثابت کرنا اور اسکی تحقیق ضروری
ہوئی۔ معلوم کرو کہ جو شخص زنا کا اقرار کرتا ہے اور حد قائم کرنے کے لیے اپنی جان کو سپرد کرتا ہے اور گناہون سے توبہ کرنیوالا
شامل ہوگیا ہے تو اسپر حد نہ لگانی مناسب تھی مگر یہان کئی سبب اسپر حد قائم کرنے کے مقتضی ہین ایک تو یہ ہے کہ اگر توبہ
ظاہر کرنے اور اقرار لینے سے حد دفع ہو جاتی ہے تو ہر زانی امام کے مواخذہ کی خبر پاکر اقرار کے حیلہ سے حد کو دفع کر سکتا تھا اور
اسمین مصلحت کا مناقضہ ہے دوسرے یہ ہے کہ توبہ کامل طور سے اسیوقت ہوتی ہے جو ایک فعل سے جو نہایت شاق ہو کہ بجز
مخلص کے کسی سے عمل مین نہ آسکے اس توبہ کی تقویت پائی جائے لہذا جب ماعز نے اپنی جان کو سنگسار کرنے کے لیے حوالہ کر دیا تو
رسول خدا صلعم نے فرمایا لقد تاب توبۃ لو قسمت بین امۃ محمد لوسعتھم۔ اور غامد کے ایک قبیلہ کی نسبت آپنے فرمایا
لقد تابت توبۃ لو تابھا صاحب مکس لغفر لہ۔ اسنے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر صاحب مکس بھی توبہ کرتا تو بخشا جاتا اور
اور تیسرے اپنے گناہ کا پردہ کرنا مناسب ہے چنانچہ آپنے ہزال سے فرمایا لو سترتہ بثوبک لکان خیرا لک۔ کہ اگر اپنے کپڑے سے
اسکو چھپاتا تو تیرے لیے بہتر ہوتا اور نیز یہ بات مناسب ہے کہ اسکو فیما بینہ وبین اللہ توبہ کرنے اور حد کے دفع کرنے کے لیے
حیلہ کرنیکا حکم دیا جائے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا زنت امۃ احدکم فتبین زناھا فلیجلدھا الحد ولا یثرب علیھا

ثم ان زنت فلیجلدہا الحد ولا یثرب علیہا ثم بیت یعنی جب کسی کی کنیز زنا کرے اور اسکا زنا ظاہر ہو جاوے تو اسکو باندی پر حد
لگانا چاہیے اور صرف اسکی توبیخ نکرے پھر اگر زنا کرے تو اسپر حد لگائے اور توبیخ پر اکتفا نکرے میں کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ انسان
کو شقاوت اپنے حرم پر معاصی کے دور کرنے کا حکم ہے اور یہ بات انسان کی سرشت مین داخل ہے اور اگر وہ امام پر کھ ساتھ حد قائم کرنیکی
تو بہت سی صورتون مین یہ حد کو قائم نکر سکتا اور مالک اسکا ہے مخالفت تو تفاوت اور کا بدلا کوئی مقصد ... مولی ... ظلم بلاء
تک نوبت پہونچا سکتا تھا یا دست زیادہ تکلیف دیسکتا تھا اسلیے رسول خدا صلعم نے فرمایا لا یثرب اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے اقیلوا ذوی الہیئات عثراتہم الا الحدود۔ ذوالہیئات سے حدود کے سوا اور لغزشین معاف کیا کرو میں کہتا ہون
ذوالہیئات سے صاحب مروت لوگ مراد ہین یا وہ یا ایسا کرکے کسی شخص سے صلاح دین کی امید ہوتی ہے اور اس شخص سے عادت کے
خلاف لغزش نکلی ہو کہ یہی امر دین کو نا ہی ہو جاتی ہے پھر اسکو ندامت ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اس سے درگذر کرنا ثابت ہے
یا وہ شخص خاندانی اور لوگوں مین معزز اور صاحب رعب ہوتا ہے پس اگر چھوٹے بڑے گناہ مین اسکو سزا دیجائے تو اسمین وہ
اور لوگون کی بغاوت اور امام مین اختلاف کرنیکا دروازہ مفتوح کرنا ہے کیونکہ بہت سے لوگ اسکے متحمل نہین ہوتے مگر ایسی قابل
نہین ہین کہ انکی بازپرس کیجاسے بجز اس صورت کے کہ کوئی سبب شرعی جس سے حد مندفع ہوتی ہے پائی جاتی ہے اور اگر حدود
اندر ہی درگذر کیجاسے تو مصلحت فوت ہوتی ہے اور حدود کا قاعدہ فوت ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم نے اس شخص کے باب مین
جو پیدایش کے اعتبار سے ضعیف الخلقہ ہو اور زنا کرے فرمایا ہے خذوا لہ عثکالا فیہ مائۃ شمراخ فاضربوہ بہ ضربۃ اسکے لیے
ایک بڑی سی ڈالی جسمین ایکسو ٹہنیان ہون لیکر ایک مرتبہ لیکر اسکو ماردو۔ معلوم کرو کہ جو کوئی ضعیف الخلقہ ہوتا ہے کہ
سبب سے اتنی طاقت نہین رکھتا کہ اسپر حد قائم کیجاسے اگر ایسے شخص سے بالکل بازپرس نکیجاسے تو حدود ... لازم
نقص لازم آتا ہے اسلیے کہ شرائع لازمی جنکو خدا تعالے نے بمنزلہ خلقی امور کے قرار دیا ہے انکی شان سے یہ بات ہے
کہ وہ موثر بالخاصیت کی طرح سمجھی جاوین اور لوگ نہایت مضبوطی سے انکو مانین اور نیز جس چیز مین ... لکلف
اور آسانی ہے اسکے چھوڑنے کی ضرورت نہین ہے لواطت کی حد مین اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ زنا کی قسم ہے
اور بعض کہتے ہین کہ اسکی سزا قتل ہے اسلیے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ تم لوط کی قوم کا کام کرتے دیکھو تو فاعل اور
مفعول کو قتل کرو اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ
ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا واولئک ہم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم جو لوگ
کہ بیاہی عورتون کو تہمت بالزنا کرتے ہین پھر وہ متہم لوگ چار گواہ پیش نکر سکین تو انکے اسی کوڑے ماردو اور آیندہ کو بھی
انکی گواہی مت قبول کرو اور وہی تو فاسق لوگ ہین مگر ہان جن لوگون نے اسکے بعد توبہ کی اور اچھی باتین اختیار کین
تو بلاشک خدا تعالی غفور اور رحیم ہے اور اسپر اجماع ہے کہ محصن مردون کو بھی محصنات کا حکم ہے اور محصن کی تعریف
یہ ہے کہ حر ہو اور مکلف اور مسلمان اور ایسے جماع سے پاک ہو جسپر حد قائم کیجاتی ہے۔ معلوم کرو کہ یہان دو باتین جمع ہین
پائی جاتی ہین اور وہ یہ ہے کہ زنا ایک عظیم گناہ ہے جسکا مٹانا اور اسپر حد قائم کرنا اور اسپر مواخذہ کرنا ضروریات سے ہے
اور اسیطرح زنا کی طرف نسبت کرنا بھی ایک بڑا گناہ ہے اور اسکے اندر ایک بڑی عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے جسپر حد کا قائم کرنا

ضروری ہے اور چونکہ قذف کو زنا پر شہادت دینے کے ساتھ مشابہت ہے پس اگر کسی قاذف کو حد قائم کرنے کے لیے کھڑا
کیا جاوے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ مین زنا کا گواہ ہون اور اسمین قذف کا بطلان لازم آتا ہے اور جو شخص زنا کا گواہ ہے شہود علیہ
پر کمزاتش ہے جیسا جھڑ اسکتا ہے کہ یہ زنا کی تہمت لگاتا ہے اور خود یہ حد کا مستحق ہے پس جب سیاست امت کے وقت ایسے دونون
صورتون مین فی الجملہ تعارض ہوا تو ایک ظاہری امر سے اُن دونون کی تمیز ضروری ہوئی اور وہ امر مخبرین کی کثرت کہ جب مخبرین
کی کثرت ہوئی تو گواہی اور راست گوئی کا گمان قوی ہوا اور تہمت کا گمان ضعیف ہوگیا اسلیے کہ تہمت مین دو باتون کا
اجتماع ہوتا ہے ایک تو دین کے اندر ضعف اور دوسرے مقذوف کے ساتھ عداوت کا ہونا اور ان دونون صفتون کا
مسلمانون کی ایک جماعت مین جمع ہونا بعید ہے اور شاید یہی عادل پر اکتفا نہ کیا گیا اسلیے کہ عدالت تمام حقوق مین
معتبر ہے پس تعارض کا کوئی اثر ظاہر نہوتا اور کثرت کا نصاب شہادت سے دو چند کے ساتھ انضباط کیا گیا اور حد قذف
اسّی درّے مقرر کیے گئے اسلیے کہ زنا سے بہرحال اُسکی معصیت کم ہے اسلیے کہ ایک گناہ کا مشہور کرنا بمنزلہ اسکے کرنے کے
نہین ہے اور حد زنا مین ایک مقدار ظاہری سے کمی کا انضباط کیا گیا یعنی بیس سے کیونکہ وہ عدد سو کا پانچوان حصہ ہے
اور اُس حد کا تتمہ ہمیشہ کے لیے گواہی کا قبول نکرنا اسلیے مقرر کیا کہ سابقاً بھی ہم بیان کر چکے ہین کہ تکلیف کی دو قسمین
جسمانی اور نفسانی اور شرع نے جملہ حدود مین اُنکے جمع کرنیکا لحاظ کیا مگر حد زنا کے ساتھ جلا وطن کرنیکا اعتبار کیا گیا
اسلیے کہ زنا حکام کی حکومت اور اولیاء کی غیرت کے وقت مین اسیوقت متصور ہو سکتا ہے کہ ان دونون مین باہم میل جول
اور اتحاد اور الفت ہو تو اُسکے مناسب سزا یہی ہے کہ اُس فتنہ کے مقام سے زانی کو نکال دیا جاوے اور حد قذف کے ساتھ
عدم قبول شہادت کو جمع کیا گیا اسلیے کہ قذف مین بھی ایک خبر دینا ہوتا ہے پس قاذف کو ایسی عار سے سزا دیگئی جو اسکی
معصیت کے قبیلہ سے ہے اسلیے کہ قاذف کی شہادت نہ قبول کرنا اسکے لیے ایک سزا ہے اور باقی گنہگارون کی بسبب عدالت
اور رضامندی کے فوت ہونے کے سبب سے نہین قبول ہوتی اور نیز ہم بیان کر چکے ہین کہ قاذف کہہ سکتا ہے کہ مین گواہ ہون
پس تہمت کا باب اسطرح مسدود ہو سکتا ہے کہ جس چیز سے اُسنے محبت کی تھی ایسی ہی چیز سے اُسکو سزا دینی چاہیے اور حد خمر مین
توبیخ بھی مقرر کی گئی ہے اور آیت الا الذین مین اختلاف ہے کہ یہ استثناء عدم قبول شہادت کیطرف راجع ہے یا نہین
اور ہمارے بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب فسق کی انتہا ہوئی تو اُسکا اثر اور اُسکی سزا بھی منتہی ہونی چاہیے اور خلفا نے
حد زنا کے اندر غلامون کے لیے نصف سزا دینے مین اسکا اعتبار کیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا
ایدیہما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ چرانیوالے اور چرانیوالی کا ہاتھ کاٹ دو یہی جزا ہے اُنکے کیے کی
عذاب خدا تعالی کیطرف سے اور خدا تعالے غالب و حکمت والا ہے معلوم کرو کہ رسول خدا صلعم وحی کے بیان کرنے کے لیے
مبعوث کیے گئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لتبینہ للناس۔ البتہ بیان کروگے تم اُسکو لوگون کے لیے اور مال غیر کے لینے کی کئی
صورتین ہین چوری۔ رہزنی۔ اُچکنا۔ خیانت۔ کسی کی پڑی ہوئی چیز اُٹھا لینا۔ غصب۔ اور ایک وہ جسکو قلت مبالاۃ اور
کم احتیاطی کہتے ہین پس ضرور ہوا کہ رسول خدا صلعم چوری کی حقیقت کا بیان فرمائین تاکہ ان امور سے تمیز حاصل ہو پس تمیز
کا طریقہ یہ ہے کہ ان تمام چیزون کی ذاتیات کی طرف نظر کیجاوے جو چوری مین نہین پائے جاتے اور لوگون کے عرف مین

اسمین امتیاز حاصل ہوتی ہے پھر جب یا مو منضبط معلومہ کے ساتھ چوری کی حقیقت کا انضباط کیا جائے جسکے سبب سے اسکو تمیز ہو جائے پس ہرنی اور غارتگری اور جبر کرنا یہ سب ایسے امور ہیں جو بہ نسبت مظلوم کے ظالم کو اپنی قوت پر اعتماد اور ایسے مکان یا زمانے کے اختیار کرنے کی خبر دیتے ہیں جنمین وہ مظلوم مسلمانون کی جماعت سے فریاد نہین کر سکتے اور اچکنا لوگون کے روبرو اور انکے دیکھتے سنتے کسی چیز کے لیجانے کی خبر دیتا ہے اور خیانت مین یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونون مین پہلے شرکت یا بے تکلفی اور باہمی ایک دوسرے کے مال مین بھی تصرف وغیرہ رہتا ہے اور ٹہری چیز کے اٹھا لینے سے ایسی چیز کا اٹھا لینا معلوم ہوتا ہے جو کسی کی حفاظت مین نتھی اور غصب مین مظلوم پر ظالم کا ایسا غلبہ معلوم ہوتا ہے جسکا مدار بھاگنے یا لڑنے پر نہین ہوتا بلکہ زبان زوری اور اس بات کے گمان پر اسکا مدار ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ حکام تک نہ پہونچیگا اور حقیقت حال اُنپر ظاہر نہوگی اور قلت مبالات اور بے احتیاطی کا اطلاق اُن ادنی ادنی چیزون کے استعمال پر ہوتا ہے عرف مین جنکے برتنے اور باہمی معاونت کا اُن چیزونمین دستور جاری ہے جیسے پانی وایندھن وغیرہ لہذا رسول خدا صلعم نے اُن سبکے ذاتیات سے امتیاز کا انضباط فرمایا ہے اور فرمایا لا تقطع ید السارق الا فی ربع دینار۔ کہ چور کا ہاتھ نہ کاٹا جاے مگر ربع دینار مین اور ایک روایت مین آیا ہے القطع فیما بلغ ثمن المجن۔ یعنی مال مسروقہ اتنا ہو جو ڈھال کا ثمن ہو سکے تو ہاتھ کا قطع کرنا چاہیے اور ایک روایت مین ہے کہ رسول خدا صلعم نے ایک ڈھال کے چرانے مین جسکا ثمن تین درہم تھا چور کا ہاتھ قطع کیا اور حضرت عثمان رض نے ایک اترج مین جسکی قیمت تین درہم تھی ہاتھ قطع کروایا تھا اور حاصل یہ ہے کہ یہ تینون مقدارین آپکے زمانہ مین ایک ہی چیز پر منطبق تھین پھر آپکے بعد انمین اختلاف ہوا اور ڈھال غیر منضبط ہونیکے سبب سے کوئی قابل اعتبار چیز نہین ہے پس باقی دونون حدیثونمین امت مین اختلاف ہوئی بعض ربع دینار کے قائل ہوے اور بعض تین درہم کے اور بعض نے اُس مقدار کا اسطرح پر انضباط کیا کہ ان دونون مقدارونمین سے کسی مقدار تک مال پہونچ جاے اور میرے نزدیک یہی زیادہ تر ظاہر ہے اور اس مقدار کو رسول خدا صلعم نے ادنی و اعلی چیز مین فرق کرکے مقرر فرمایا ہے اسلیے کہ کوئی جنس خاص اندازہ کرنے کی قابلیت نہین رکھتی کیونکہ مختلف بلاد مین ایک چیز کا نرخ مختلف ہوتا ہے اور نیز اختلاف بلاد کے لحاظ سے نفاست و خساست مین مختلف ہوتی ہین پس جو چیز ایک قوم کے نزدیک مباح و ادنی چیز ہے دوسرون کے نزدیک وہی چیز ایک قابل قدر مال ہوتا ہے لہذا ثمن کے اعتبار سے اندازہ کا لحاظ کرنا ضروری ہوا اور بعض کہتے ہین دونون کے اندر اندازہ کا اعتبار کرنا چاہیے اور لکڑی مین چور کا ہاتھ قطع نکرنا چاہیے اگرچہ لکڑیون کی قیمت دس درہم ہو اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا قطع فی ثمر معلق ولا فی حریسۃ الجبل فاذا آواہ المراح والجرین فالقطع فیما بلغ ثمن المجن۔ جو ثمار معلق ہیں اسمین قطع نہین ہے اور نہ اُن مویشی مین جو پہاڑ کے اندر رہتی ہین پس جب مویشی باڑہ مین آجاوین اور جب ثمار کا ڈھیر لگا دیا جاے تو اگر انکی قیمت ڈھال کے ثمن کو پہونچ جاے تو انمین بھی قطع ہے مین کہتا ہون آنحضرت صلعم نے اس بات کو جتلا دیا کہ قطع کرنے مین حفاظت شرط ہے اور جو اسکا یہ سبب ہے کہ جو چیز غیر محفوظ ہے اسکے لینے کو التقاط کہتے ہین پس اس سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع۔ خائن پر قطع نہین ہے اور نہ لوٹنے والے اور نہ اچکنے والے پر۔ مین کہتا ہون رسول خدا صلعم نے اس بات کو سمجھا دیا کہ چوری کے اندر پوشیدہ طور پر مال لینا شرط ہے

ورنہ لوٹ کرنا یا اُچکنا ہوتا ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ پہلے سے اُسمین شرکت یا کوئی اور حق لازم نہو ورنہ وہ خیانت یا اپنے
حق کا استیفا ہوگا اور معنی یہ مروی ہے کہ اگر غلام اپنے مولا کا مال چرالے تو وہ فرماتے ہین انما ہو مالک بعضہ فی بعض کہ وہ
تیرا ہی مال ہے بعض بعض کے اندر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے باب مین فرمایا ہے اقطعوہ ثم احسموہ کہ اُسکا
ہاتھ قطع کرکے پھر اُسکو تیل مین داغ دیدو — مین کہتا ہون داغ دینے کا حکم اسلیے ہے کہ قطع کرنیکا حکم اثر نکرے اور وہ ہلاک نہو
اسلیے کہ داغ دینے سے زخم سرایت نہین کرتا اور رسول خدا صلعم نے چور کے لیے حکم کیا کہ اُسکا ہاتھ اُسکی گردن مین لٹکا دیا جاے
چنانچہ ایسا ہی کیا — مین کہتا ہون یہ شہرت دینے کے لیے کیا گیا تاکہ لوگ اُسکا چور ہونا معلوم کرلین اور ظلم اور حد کے قطع کرنے مین
فرق ہوجاوے اور رسول خدا صلعم نے اُس چوری مین جو نصاب سے کم ہو اُسکو سزا دینے اور دوچند تاوان دینے کا حکم فرمایا ہے
مین کہتا ہون دوچند تاوان دینے کا حکم اسلیے دیا کہ چور کو اُسکے اس فعل سے باز رکھنا اور اُسکو مالی و بدنی سزا دینا ضرور ہے
اسلیے کہ انسان کو بسا اوقات جسمانی تکلیف سے مالی تکلیف زیادہ تر باز رکھتی ہے اور بسا اوقات اسکے عکس ہوتا ہے
اسلیے دونون تکلیفین جمع کی گئین پھر اگر مال مسروقہ کے برابر تاوان کا حکم ہوتا تو چوری کرنا و نکرنا برابر ہوتا اور کچھ سزا
نہوتی اسلیے دوچند تاوان دینے کا حکم کیا گیا تاکہ آیندہ کو کبھی چوری کا قصد نکرے اور رسول خدا صلعم کے پاس ایک چور
پکڑا ہوا آیا اور اُسنے چرانے کا اقرار کیا مگر اُسکے پاس مال مسروقہ برامد نہوا تو رسول خدا صلعم نے اُس سے فرمایا کہ میرے خیال مین
تو نے چوری نہین کی ہے اُسنے کہا کیون نہین تو آپنے دو مرتبہ یا تین مرتبہ اُس سے یہی ارشاد فرمایا تب آپنے اُسکے ہاتھ
قطع کرنے کا حکم دیا — اور ایک مرتبہ ایک مجرم گرفتار ہوکر آیا تو آپنے فرمایا کہو کہ مین خدا سے مغفرت چاہتا ہون اور
اُسکی طرف توبہ کرتا ہون اُسنے کہا مین خدا سے مغفرت چاہتا ہون اور اُس سے توبہ چاہتا ہون تو آپنے تین مرتبہ خدا تعالے
سے یہ دعا کی اللھم تب علیہ — مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ جب گنہگار اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور وہ اُسپر نادم ہوتا ہے
تو مناسب ہے کہ کسی حیلہ سے حد اُسپر دور کردیجاے اور ہم اُسکا حال پہلے بیان کرچکے ہین — اللہ پاک فرماتا ہے انما جزاء الذین
یحاربون اللہ ورسولہ — الآیہ — مین کہتا ہون محاربت کا مدار ایک جماعت منظمہ سے قتال کرنے پر ہوتا ہے اور
چوری کی حد سے اس حد کے مقرر کرنے کا سبب زیادہ تر قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی آدم کے مجمع مین خواہ مخواہ کچھ ایسے لوگ
ہوتے ہین جنمین خصلت سبعی کا غلبہ ہوتا ہے اور اُن لوگونمین سخت جرات اور قتال اور اجتماع کا مادہ ہوتا ہے اور
قتل کرنے اور غارتگری مین بیباک ہوتے ہین اور اسکا فساد چوری کے فساد سے زیادہ ہے کیونکہ لوگ چورون سے اپنے
مالون کو محفوظ رکھ بھی سکتے ہین مگر رستون کے چلنے والے رہزنون سے محفوظ نہین رہ سکتے اور نہ حکام لوگ اور
مسلمانون کی جماعت اُس مکان اور اُس وقت مین اُنکی مدد باسانی کرسکتی ہے اور نیز قطاع الطریق کو جو امر اسکے
فعل پر آمادہ کرتا ہے وہ زیادہ تر سخت و مستحکم ہوتا ہے اسلیے کہ رہزن وہی شخص ہوتا ہے جو بڑا دلیر اور قوی الجثہ شخص ہو
اور نیز اُن لوگون کا باہم اجتماع و اتفاق رہتا ہے بخلاف چورون کے لہذا ضروری ہوا کہ رہزن کی سزا چور کی سزا سے
زیادہ تر سخت مقرر کیجاے اور اکثر کے نزدیک سزا مین ترتیب کرنی چاہیے اور یہ قول اس حدیث کے موافق ہے لا یحل
المومن الا باحدی ثلث — الحدیث — اور بعض کے نزدیک سزا کے اندر اختیار ہے اور یہ قول لفظ او کے مناسب ہے اور میرے

نزدیک جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المارق للجماعۃ - اسمین دو علتوں کے جمع کر دینے کا احتمال پایا جاتا ہے اور مراد یہ ہے کہ
ان دونوں میں سے ہر علت حکم کے مفید ہے جسطرح رسول خدا صلعم نے اس حدیث میں دو علتوں کو جمع کیا ہے لایخرج الرجلان یضربان
الغائط کاشفین عن عورتہما یتحدثان - دو شخص پاخانہ کے لیے اپنا ستر کھولے ہوے باتیں کرتے ہوے باہر جائیں پس ستر کا
کھولنا لعنت کا سبب ہے اور باتیں کرنا بھی ایسی حالت میں اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب
والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء
فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فہل انتم منتہون - اے ایمان والو شراب و جوا و بت اور تیر ناپاک
چیزیں ہیں شیطان کے کام سے پس اُن سے پرہیز کرو شاید کہ تم فلاح پاجاؤ شیطان کا یہی ارادہ ہے کہ تم میں شراب اور
جوئے کے اندر عداوت و بغض ڈالے اور خدا تعالی کے ذکر اور نماز سے باز رکھے پھر کیا تم باز رہنے والے ہو - میں کہتا ہوں کہ
خدا تعالی نے اس بات کو بیان فرمادیا کہ شراب میں دو قسم کی برائی ہے ایک تو لوگوں کے لیے برائی ہے کہ شارب الخمر لوگوں سے
لڑتا جھگڑتا اور ان کو ستاتا ہے اور ایک برائی کا انجام اُسکی تہذیب نفس کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ شارب الخمر حالت بہیمی کے
اندر غرق ہو جاتا ہے اور اُسکی عقل جو ہر نیکی کا مدار ہے زائل ہو جاتی ہے اور چونکہ تھوڑی شراب بہت سی شراب کا شوق
دلاتی ہے لہذا سیاست امت کے لحاظ سے ضرور ہوا کہ حرمت کا مدار ایسی نشہ آور ہونے پر رکھا جاوے اور فی الحال نشہ کے
موجود ہونے کا نکیا جاوے پھر آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ شراب کیا چیز ہے اور فرمایا کل مسکر خمر وکل مسکر حرام ہر چیز
نشا آور شراب ہے اور ہر چیز نشہ آور حرام ہے اور فرمایا کہ شراب ان دو درختوں سے ہوتی ہے کھجوارہ و انگور اور ان دونوں کی
اس ملک کی حالت کے اعتبار سے ہے اور رسول خدا صلعم سے مزر او تبع کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ ہر نشہ
آور چیز حرام ہے (مزر اہل یمن کی شراب ہے جو جوار سے بنتی ہے اور تبع اُس شراب کو کہتے ہیں کہ جو نبیذ عسل سے تیار کیجاتی ہے)
اور آپ نے فرمایا ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام - جو چیز بہت سی نشہ آور ہو وہ تھوڑی بھی حرام ہے - میں کہتا ہوں
یہ سب احادیث مستفیضہ ہیں اور میں اس بات کو نہیں جانتا کہ شراب انگوری اور کسی اور شراب میں کیا فرق ہے کیونکہ شراب کی
حرمت اُن مفاسد کے سبب سے نازل ہوئی ہے جنکی قرآن پاک میں تصریح کی ہے اور وہ مفاسد سب قسم کے شرابوں میں بدستور
پائی جاتی ہیں اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من شرب الخمر فی الدنیا فمات وھو یدمنہا لم یتب لم یشربہا فی الآخرۃ
جس کسی نے دنیا میں شراب پی اور شراب کا عادی ہو کر بغیر توبہ کیے مر گیا تو آخرت میں شراب نہ پیے گا - میں کہتا ہوں اسکا
یہ سبب ہے کہ جو کوئی صفت بہیمی میں غرق ہو گیا اور صفت احسان سے اُسنے بالکل پشت پھیرلی جنت کی لذائذ سے وہ شخص محروم
رہیگا پس شراب کا پینا اور اُسکا عادی ہو جانا اور اُس سے تائب نہونا قوت بہیمی میں مستغرق ہونے کا سبب گردان کر یہ حکم
دائر کر دیا گیا اور جنت کے لذائذ میں سے شراب کو مخصوص کیا گیا تاکہ ظاہر میں دونوں لذتوں کی مخالفت محسوس ہو جاے
اور نیز جب نفس کو لذت بہیمی کے اندر کسی فعل کے ضمن میں انہماک ہوتا ہے تو وہی فعل اُس لذت کا اُس شخص کے نزدیک
صورت مثالیہ ہو جاتا ہے جسکے یاد کرنے سے اُسکو یاد کر لیتا ہے پس وہ شخص اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ احسان کی لذت
اُسکے لیے ظاہر ہو اور نیز فعل کی سزا اُسکے مناسب ہوا کرتی ہے پس جس شخص نے ایک چیز پر اقدام کیا ہے اُسکی سزا یہ ہے کہ اُسکی

خواہش اور امید کیوقت اُس لغزش کے معدوم کرنے سے اُسکو تکلیف دیجاے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان علی اللہ
عہدا لمن شرب المسکر ان یسقیہ من طینۃ الخبال عصارۃ اہل النار۔ خدا تعالی پر اس بات کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ
پیے گا اُسکو طینۃ الخبال پلائیگا دوزخیون کا نچوڑ ہے۔ مین کہتا ہون اُسکی یہ وجہ ہے کہ پیپ و خون اشیاء نجس و انواع
بدترین اور حقیر ترین اور سخت ترین اشیا ہین باعتبار نفرت طبیعت سلیم کے اور شراب پینے والی چیز ہے اور مشابہ ہے جسکے صورت
خیالیہ مین جیسا کہ منکر نکیر کے باب مین علماء نے فرمایا ہے کہ اُنکی رنگتین نیلگون ہوتی ہین اسلیے کہ عرب اس رنگ سے بیزار ہین
جیساکہ خواب مین بعض چیزین انسان کو دکھائی دیتی ہین اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من شرب الخمر لم یقبل اللہ له
صلوۃ اربعین صباحا فان تاب تاب اللہ علیہ۔ شارب الخمر کی چالیس دن کی صبح کی نماز خدا تعالی نہین قبول
کرتا ہے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ پاک بھی اُسکی توبہ قبول کرتا ہے مین کہتا ہون کہ اُسکی نماز قبول نہونے مین یہ راز ہے
کہ صفت بہیمیہ کا ظاہر ہوجانا اور ملکیہ پر معصیت الہی کے مرتکب ہونے سے اُسکا غالب ہوجانا خدا تعالی پر جرات کرنا اور
اپنے نفس کا ایک حالت خوار مین جو صفت احسان کے بالکل منافی اور مخالف ہے مستغرق کردینا ہے جسکے سبب سے نماز کا
نفع اُسکے حق مین جاتا رہتا ہے اور جب شراب پینے والا آنحضرت صلعم کے پاس گرفتار ہوکر آتا تھا تو آپ اُسکے مارنے کا حکم
دیتے تھے اور جوتیون اور کپڑہ اور ہاتھ سے اُسکو مار پیٹ کیجاتی تھی یہانتک کہ چالیس ضربہ اُسکے لگتے تھے پھر آپ فرماتے تھے
کہ اُسکو ڈانٹ بتاؤ تو لوگ اُسکی طرف متوجہ ہوتے تھے تو ایسی ایسی باتین کہتے تھے کہ تونے خدا کا خوف نہین کیا تو تو خدا
نڈر ہوگیا اور تونے رسول خدا سے کچھ حیا نہ کی اور ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے زمین سے خاک اُٹھا کر اُسکے منہ پر
ماری۔ مین کہتا ہون بہ نسبت اور حدود کے اس حد کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ اور معاصی مین اُسیوقت فوراً خرابی موجود ہوتی
مثلاً وہ شخص کسی کا مال چُراتا ہے یا زنا کرتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کسی کو زنا کیطرف منسوب کرتا ہے اور شراب پینے مین
فساد کا احتمال ہے مگر بالفعل فساد موجود نہین ہوتا اسواسطے تھوڑے سے کم شراب کی حد مقرر کی گئی اور آنحضرت صلعم چالیس درہ
اسواسطے مارتے تھے کہ اُسمین قذف کا احتمال ہے اور جو ایک چیز کا منظنہ ہوتا ہے وہ اُس شے سے بمنزلہ نصف کے ہوتا ہے
پھر جب فساد زیادہ ہوگیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی درہ شراب کی حد مقرر کیے یا تو اسواسطے کہ کتاب الہی مین جسقدر
حدود مذکور ہین اسی کی مقدار اُن سب مین ادنی درجہ کی ہے پس جس حد کی قرآن کے اندر تصریح نہین کی گئی ادنی
درجہ کی حد سے وہ حد کم ہونی چاہیے یا اسواسطے کہ شراب پینے والا اگر خود زنا یا قتل نہین کرتا ہے تو اورون کو اکثر زنا کیطرف
منسوب کرتا ہے اور اکثر کو حکم یقین کا ہوتا ہے اور توبیخ کرنے کا بھید ہم پہلے بیان کرچکے ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
تمسے پیشتر لوگ اسیواسطے ہلاک ہوگئے کہ جب اُنمین سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اُسکو چھوڑ دیتے اور اگر ناتوان
آدمی چوری کرتا تو اُسپر حد قائم کرتے تھے اور خدا کی قسم اگر فاطمہ محمد صلعم کی بیٹی چوری کرے تو بلاشبہہ مین اُسکا ہاتھ
کاٹ ڈالون اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جس شخص کی سفارش حدود الہی مین سے کسی حد کی نسبت پائی گئی اُس شخص نے
خدا تعالی کی مخالفت کی مین کہتا ہون آنحضرت صلعم کو یہ بات معلوم تھی کہ جاننا اُن لوگون کی عزت کا محفوظ رکھنا
اور اُنکے ساتھ درگذر کرنا اور اُنکو بچانا اور اُنکے معاملہ مین سفارش کرنا ہمیشہ سے اُستون مین چلا آتا ہے اور ظلم اور لعب

اور آخر میں امارت کے بیرومین لہذا آنحضرت صلعم نے اسکی نسبت بہت تاکید اور اہتمام کیا اسواسطے کہ شرفا کی سفارش اور
تکلف سے درگذر کرنا ان حدود کی مخالفت کرنا ہے جنکو خدا تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم نے محدود پر لعنت کرنی اور تعیین
واقع ہونے سے منع فرمائی ہے تاکہ اس سبب حد کے قائم کرنے سے لوگ باز رہیں اور اسواسطے کہ حد گناہ کا کفارہ ہے اور جب ایک
شے کا کفارہ ہے تارک ہوگیا تو وہ شے کالعدم ہوگئی چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ انہ لفی انہار الجنۃ
منغمس فیہا۔ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے بلا شبہہ وہ جنت کی نہروں میں ڈوبا ہوا ہے اور حد کے ساتھ
دو قسم کی زجر اور بھی ہوتی ہیں ایک تو دین کی ہتک عزت کی سزا اور ایک ملت سے روکنا پہلے کی دلیل یہ حدیث ہے
من بدل دینہ فاقتلوہ۔ جو شخص اپنا دین بدلے اسکو قتل کر ڈالو اسکی وجہ یہ ہے کہ دین سے باہر ہونے کی سزا میں
سخت ملامت کا قائم کرنا ضروری ہے ورنہ دین کی ہتک کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور خدا کو یہ منظور ہے کہ ملت آسمانی بمنزلہ
جبلی امور کے ہوجاے جو جدا نہیں ہوسکتا اور ارتداد اسی بات سے ثابت ہوتا ہے جسمیں خدا تعالیٰ یا رسولوں کی نفی یا کسی رسول
کی تکذیب پر دلالت ہو یا ایسا فعل جس سے دین کے ساتھ صراحتًا استہزا مقصود ہو اور اسیطرح ضروریات دین کے انکار سے ارتداد
ثابت ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے وطعنوا فی الدین۔ اور انہوں نے دین کے اندر عیب نکالا اور ایک یہودیہ رسول خدا صلعم کو
کچھ برا بھلا کہا کرتی تھی تو ایک شخص نے اسکا گلا دابا حتی کہ وہ مرگئی آپ نے یہ خبر سنکر اسکے خون کو ہدر کر دیا اسلیے کہ دین
اسلام میں عیب جوئی اور مسلمانوں کی ظاہری ایذا رسانی سے عہد منقطع ہوجاتا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے۔
انا بری من کل مسلم مقیم بین اظہر المشرکین لا تترایا ناراہما۔ جو مسلمان مشرکین کے اندر بستے ہیں میں اس سے بیزار ہوں
وہ دونوں ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھنے پائیں۔ میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے کہ کفار کے ساتھ اختلاط کرنا اور انکے گروہ کو
بڑھانا بھی ایک قسم کی مدد ہے پھر آنحضرت صلعم نے کفار کی بستیوں سے دور رہنے کو اسطرح منضبط فرمایا کہ اگر ایک فریق کے
شہر یا محلہ میں اگر کسی بلند جگہ پر آگ روشن کیجاے تو دوسرے فریق کو ظاہر ہو اور دوسرے کی دلیل یہ آیت ہے فان بغت احدہما
علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ۔ پھر ایک گروہ نے دوسرے پر بغاوت کی پھر جسنے بغاوت کی ہے
اسپر مقاتلہ کرو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا بویع الی الخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما۔ اگر دو خلیفہ کی بیعت کیجاے
تو ان دونوں میں سے دوسرے خلیفہ کو مار ڈالو میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ امامت ایسی چیز ہے کہ انسان کی طبیعت کا
میلان اسکی طرف ہوتا ہے اور مخالف ولایتوں میں لوگوں کے اندر کوئی نہ کوئی ایسا شخص پیدا ہوتا ہے جو امامت کی خاطر
قتال پر اسکو جرات ہوتی ہے اور کچھ لوگ اسکے بھی مددگار ہوتے ہیں پس اسکو اگر علی حالہ چھوڑ دیا جاے اور قتل نکیا جاے
تو وہ ضرور خلیفہ کو قتل کرے پھر کوئی اور اس سے قتال کرے اور وہ اسکو قتل کرے وعلی ہذا القیاس مسلمانوں میں فساد عظیم
برپا ہو اسلیے اس مفسدہ کے انسداد کی یہی صورت ہے کہ مسلمانوں میں اسکے متعلق ایک طریقہ مقرر کیا جاے کہ جب ایک شخص
خلیفہ مقرر ہوجاے پھر دوسرا شخص اسمیں جھگڑا کرنے کے لیے آمادہ ہو تو اسکا قتل روا ہے اور اسکے مقابل میں خلیفہ کی
مدد کرنا مسلمانوں کو ضروری ہے پھر اسکے بعد وہ شخص ہے جو اپنی ذات یا کنبہ سے کسی ظلم کے دفع کرنے کے ارادہ سے
بتاویل شرعی خلیفہ پر خروج کرے یا خلیفہ کے اندر کوئی نقصان ثابت کرے اور دلیل شرعی سے اسپر حجت کرے اور جمہور مسلمانوں کے

بیشک وہ دلیل مسلم ہو اور نہ وہ خدا کا ایسا حکم ہو جو برہان قطعی سے ثابت ہو جسکا انکار نہ کر سکیں پس ایسے شخص کا حال اُس شخص سے کم درجہ پر ہے جو ملک میں فساد پھیلانے کی غرض سے خروج کرے اور شرع کو چھوڑ کر تلوار کو حکم قرار دیوے یہ دونوں شخص ایک مرتبے کے ہونے چاہئین اسلیے امام کو لازم ہے کہ اُس مفسد کیطرف کسی دانا عالم کو نصیحت کیلیے بھیجے تاکہ اُس شبہہ کو دور کرے یا اُس سے ظلم کو دفع کرے جسطرح امیر المومنین حضرت علیؓ نے عبد اللہ بن عباسؓ کو بھیجا تھا۔ پس اگر وہ شخص مسلمانون کی جماعت کیطرف رجوع کرے فبہا ورنہ امام کو اُس سے قتال کرنا چاہیے مگر اُنمین سے جو شخص بھاگ جاوے اُسکا تعاقب کرکے قتل نکرنا چاہیے اور نہ اُنکے قیدی قتل کرنے چاہئین الخ جو شخص زخمی ہو جاوے اُسکو بھی پھر قتل نکرنا چاہیے اسلیے کہ مقصود دفع شر اور اُنکی جماعت کا پراگندہ کرنا تھا وہ حاصل ہو گیا اور دوسرا شخص محارب میں ہے اور اُسکا حکم محارب کا حکم ہے۔

قضاء کا بیان

معلوم کرو کہ جن حاجات کا بکثرت وقوع ہوتا ہے اور جنکا فساد سخت ہوتا ہے وہ لوگون کے باہمی مناقشات ہین وہی مناقشات عداوت اور بغض اور باہمی فساد کے باعث ہوتے ہین اور اُنھیں سے حق تلف کرنے اور دلیل کے نہ ماننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے پس ضرور ہوا کہ ہر طرف مین ایک ایسا شخص مقرر کیا جاوے جو شرع کے موافق اُنکے مقدمات کو فیصل کرے اور اُس فیصلہ پر عمل کرنے پر خواہ مخواہ اُنکو مجبور کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو قضاۃ کے بھیجنے کا نہایت اہتمام رہا پھر آپکے بعد آپکے خلفاء اور تمام مسلمانونمین اس بات کا اہتمام رہا پھر چونکہ لوگون کے فیصلہ کرنمین ظلم اور جور کا احتمال ہے لہذا ضروری ہوا کہ لوگون کو فیصلہ کے اندر نا انصافی کرنے سے خوف دلایا جاوے جن کلیات کیطرف احکام کا رجوع ہوتا ہے وہ منضبط کیے جائین اور رسول خدا صلعم نے فرمایا من جعل قاضیا بین الناس فقد ذبح بغیر سکین۔ جو شخص لوگون کے اندر قاضی مقرر کیا گیا بلا شبہہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا میں کہتا ہون اس سے رسول خدا صلعم نے اس بات کو بیان کیا کہ قضاء نہایت بھاری بوجھ ہے اور اُسپر اقدام کرنمین ہلاکت کا خطرہ ہے الا ما شاء اللہ اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے من ابتغی القضاء وسئل وکل الی نفسہ ومن اکرہ علیہ نزل الیہ ملکا یسددہ۔ جو شخص قضاء کا طالب ہو اور اسکی درخواست کرے تو وہ شخص اپنی ذات پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے تو خدا تعالے اُسپر ایک فرشتہ نازل کرتا ہے کہ جو اُسکی صلاح کرتا رہتا ہے میں کہتا ہون اسمین یہ راز ہے کہ جو شخص حکومت کا طالب ہوتا ہے غالبًا مال یا جاہ کی خواہش یا کسی دشمن سے بدلہ لینے کی قدرت کا حاصل ہونا وغیرہ اُسکا منشا ہوتا ہے پس اُس شخص سے خلوص نیت جو نزول برکات کا سبب ہے نہین پائی جاتی اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے القضاۃ ثلثۃ احد فی الجنۃ واثنان فی النار۔ الحدیث۔ یعنی قاضی تین قسم ہین ایک جنتی اور دو دوزخی ہین۔ جنتی وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے اور اُسی کے موافق حکم دے اور جو شخص حق پہچانکر حکم دینے مین ظلم کرے وہ دوزخی ہے اور وہ شخص جو جاہل ہوکر حکم دے وہ بھی دوزخی ہے میں کہتا ہون اس

حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قاضی ہونے کے قابل وہ شخص ہے جو عادل ہو اور ظلم اور کسی کیطرف میلان سے پاک ہو
اور اُسکی یہ بات لوگوں میں مشہور ہو اور نیز وہ شخص عالم ہو جو احکام حقہ خاصکر مسائل قضا سے واقف ہو اور اسکا
سبب ظاہر ہے اور وہ یہی سبب ہے کہ قاضی کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان باتوں کے غیر متصور ہے۔ اور
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقضین حکم بین اثنین وہو غضبان۔ کوئی پنچ غصہ کی حالت میں دو شخصوں کے باہمی
فیصلہ نکرے۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ جب ایک شخص کا دل غصہ کی حالت میں مشغول ہے تو وہ شخص دلائل اور قرائن
کے معلوم کرنے میں پورے طور پر غور نکر سکیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب
فلہ اجران واذا حکم فاجتہد فاخطاء فلہ اجر واحد جب کوئی حاکم فیصلہ کرے اور اُسمیں اجتہاد کرے پس اُسکا اجتہاد
ٹھیک جا پڑے تب تو اُسکے لیے دو اجر ہیں اور اگر فیصلہ کرے اور اجتہاد کرنے میں وہ چوک جاے تو اُسکے لیے ایک اجر ہے۔ اور
اجتہاد کے معنی حتی الوسع دلیل کی تلاش کرنے میں کوشش کرنے کے ہیں اُسکی وجہ یہ ہے کہ تکلیف بقدر وسع کے ہے
اور انسان کی وسع میں صرف اسقدر ہے کہ حتی المقدور دلیل تلاش کرے باقی رہا حق کو پہونچ جانا سو یہ ہرگز اُسکے
بس میں نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا ہے اذا تقاضی الیک رجلان
فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر فانہ احری ان تبین لک القضاء۔ جب دو شخص تیرے پاس کوئی مقدمہ
لائیں تو جبتک تو دوسرے کی بات نسن لے اُسوقت تک پہلے کے موافق فیصلہ مت کر کیونکہ دونوں کی بات سننے سے
حکم اچھی طرح ظاہر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسواسطے کہ دونوں کی دلیل کو ملاحظہ کرنے سے ترجیح ظاہر ہو سکتی ہے
اور معلوم کرو کہ قضا کے دو درجہ ہیں اول تو مدعی مدعا علیہ کے مقدمہ کی حقیقت حال کا معلوم کرنا اسکے بعد اُس مقدمہ میں
انصاف سے حکم دینا اور قاضی کو کبھی تو دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی صرف ایک کی مثلاً اگر دو شخص ہیں اور
ہر ایک اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ یہ جانور میری ملک ہے اور میری ہی ملک میں پیدا ہوا ہے یا یہ یتیم میں نے پالا ہے
اُٹھایا ہے تو یہاں کچھ اشکال نہیں ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے اور حضرت علی اور زید اور جعفر رضی اللہ عنہم کے باہم حضرت
حمزہ کی لڑکی کی پرورش کے باب میں جو مقدمہ پیش تھا وہاں وہ مقدمہ ظاہر تھا صرف حکم دینا باقی تھا اور اگر ایک شخص
دوسرے پر غصب کا دعوی کرے اور مال کی صورت متغیر ہو اور دوسرا انکار کرے تو اولاً حقیقت حال معلوم کرنے کی ضرورت
ہوگی کہ وہاں غصب ہے یا نہیں اور اسکے بعد حکم دینے کی ضرورت ہوگی کہ بعینہ اُس شے کے واپس کرنیکا حکم دیا جاے
یا اُسکی قیمت دینے کا اور رسول خدا صلعم نے قضا کے دونوں مقام کو قواعد کلیہ سے منضبط فرمایا ہے مقام اول میں تو
گواہی اور قسم سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ حقیقت الحال بجز اس صورت کے نہیں معلوم ہو سکتی کہ یا تو
کوئی شخص جو اس واقعہ میں موجود تھا اُسکی خبر دے یا خود وہی مقدمہ والا ایسی تاکید سے اُسکو بیان کرے کہ جسکے ساتھ
کذب ہونیکا ظن نپایا جاے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لو یعطی الناس بدعواہم لادعی ناس دماء رجال واموالہم
ولکن البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ۔ اگر لوگوں کو صرف دعوی کرنے سے دلایا جاے تو بلا شبہہ لوگ آدمیون کے خون
اور مال کا دعوی کرنے لگیں لیکن مدعی کے لیے بینہ اور مدعا علیہ پر قسم لازم ہے پس مدعی وہ شخص ہوتا ہے جو ظاہر کے

خلاف دعوی کرکے ایک نئی بات ثابت کرتا ہے اور مدعا علیہ اصل کا پابند اور ظاہر سے دلیل پکڑتا ہے پس ایسی صورت مین بجز اسکے کوئی صورت انصاف کی نہین ہے کہ مدعی سے بینہ کا اعتبار کیا جاوے اور جو ظاہر سے استدلال کرتا ہے اور اپنے انکو بچاتا ہے درصورت مدعی کے پاس بینہ نہونے کے اس شخص سے قسم لیجاوے اور رسول خدا صلعم نے اس قاعدے کے مقرر ہونیکا سبب اشارتاً اس حدیث مین بیان فرمایا ہے لو یعطی الناس بدعویہم الخ یعنی ظلم کا سبب ہے پہر دونون صورتون مین حجت کا ہونا ضروری ہے پہر گواہ مین اس صفت کا ہونا معتبر ہے کہ لوگون کے نزدیک وہ پسندیدہ ہو جیسا اللہ پاک فرماتا ہے ممن ترضون من الشہداء گواہون مین سے جنکو تم پسند کرو- اور یہ صفت عقل و بلوغ اور اس معاملہ کے ضبط اور گویائی اور اسلام اور عدالت اور مروت اور عدم تہمت سے ہوتی ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لاتجوز شہادۃ خائن ولا خائنۃ ولا زان ولا زانیۃ ولا ذی غمر علی اخیہ ورد شہادۃ القانع لاہل البیت کہ نہین درست ہے گواہی خیانت کرنیوالے کی اور نہ خیانت کرنیوالی کی اور نہ زانی اور زانیہ کی اور نہ اس شخص کی جو اپنے بھائی سے بغض رکھتا ہو اور جو شخص کسی کے گھر کا نوکر ہو اسکی گواہی رد کیجائیگی اور اللہ جل جلالہ نے قذف کرنیوالے کی نسبت فرمایا ہے ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابداً واولئک ہم الفاسقون الا الذین تابوا الآیہ- اور باقی کبائر کو بھی زنا اور قذف کا ہی حکم ہے اسواسطے کہ خبر مین فی نفسہ صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہے اور ان دونون مین سے ایک کو کسی قرینہ سے ترجیح ہوتی ہے اور وہ قرینہ یا تو مخبر مین ہوتا ہے یا اسمین جس سے خبر دیجاتی ہے یا کسی اور مین- اور ان قرائن مین سے انضباط کے قابل جسپر حکم کا مدار کیا جاوے بجز صفات مخبر کے کوئی چیز نہین ہے البتہ ظاہر حال ملکیت اور ابقاء ما کان علی ما کان قابل انضباط ہے مگر مدعی کے لیے بینہ اور مدعا علیہ کے لیے قسم مقرر ہونے مین اسکا اعتبار ہو چکا ہے اب رہی گواہون کی تعداد ان اطوار مختلفہ کے اعتبار سے مقرر کی گئی جنکو شارع نے مختلف حقوق کے اندر رکھا ہے پس زنا کا ثبوت چار گواہون سے ہو سکتا ہے یہ آیت اسکی دلیل ہے والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء الآیہ- اور ہم سابق مین اسکی مشروعیت کا سبب بیان کر چکے ہین اور قصاص حدود مین صرف مردون کی گواہی کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اسکی دلیل زہری رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے برابر یہ دستور جاری ہے کہ حدود مین صرف مردون کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور حقوق مالیہ مین ایک مرد اور دو عورت کی گواہی کا بھی اعتبار ہوتا ہے بحکم آیہ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان- پس اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین گواہی دین اور جناب باریتعالی نے بجاے ایک مرد کے دو عورتون کے مقرر کرنے کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ ان تضل احدیہما فتذکر احدیہما الاخری ان دونون مین سے ایک چوک جاوے تو انمین سے ایک دوسری کو یاد دلادے یعنی عورتین ناقصات العقل ہوتی ہین لہذا عدد شہادت مین انکی کمی کا پورا کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ ایک شاہد اور ایک قسم سے حکم دیدیا اسواسطے کہ شاہد عدل کے ساتھ اگر قسم بھی پائی جاوے تو وہ امر ثابت ہوجاتا ہے اور گواہون کے امر مین توسع رکھی ہے اور یہ سنت جاری ہے کہ اگر شاہدین مین قاضی کو کسی قسم کا تردد ہو تو بطور خود انکا تزکیہ کرے اسواسطے کہ انکی گواہی کا اعتبار انکی صفات کیوجہ سے ہے باعتبار انکے صدق کو کذب پر ترجیح ہے پس انکے صفات کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور

اور یہ بھی برابر سنت جاری ہے کہ اگر شک ہو تو قسم کو زمانہ اور مکان اور لفظ سے خوب مضبوط کیا جائے اسواسطے کہ قسم
مصدق خبر کی دلیل اسی قرینہ کیوجہ سے ہوتی ہے جسکے ساتھ خبر دینے والا کذب پر اقدام نہیں کر سکتا پس مناسب ہوا کہ اگر
زیادہ شک ہو تو قرائن کو قوی کیا جائے لفظ کے اعتبار سے مضبوط کرنے کی یہ صورت ہے کہ اسماء و صفات زیادہ
بیان کیے جائیں اسکی دلیل یہ حدیث ہے احلف باللہ الذی لا الہ الا ہو عالم الغیب والشہادہ - اور زمانے سے
تاکید کی یہ صورت ہے کہ بعد العصر حلف کرے بحکم آیہ تحبسونہما من بعد الصلوۃ - اور جگہ سے تاکید کی یہ صورت ہے کہ اگر
مکہ معظمہ میں ہو تو رکن اور مقام کے درمیان میں کھڑا کر کے اس سے اظہار لیں اور اگر مدینہ منورہ میں ہو تو حضور نبوی کے
منبر کے پاس کھڑا کر کے اس سے گواہی لیں اور اور شہروں میں مساجد کے منبر کے پاس کھڑا کریں کیونکہ ان مقامات کی
فضیلت شرع سے ثابت ہے اور خصوصاً ان مقامات میں جھوٹ کہنے کا سخت گناہ ہے پھر اس بات کی حاجت پڑی
کہ لوگوں کو اس بات سے نہایت خوف دلایا جائے کہ خدا تعالی کے ان احکام کی مخالفت کریں جنکو خدا تعالی نے انکے
مقدمات کے فیصل کرنے اور حقیقت حال کے معلوم ہونے کیلیے مقرر فرمایا ہے - اور ان ترہیبات میں اصل تین
چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ جس فعل سے خدا تعالی نے نہایت شدت سے نہی فرمائی ہے اسپر اقدام کرنا قلت ورع اور خدا تعالے
کے روبرو جرات کرنے کی دلیل ہے پس ان اشیاء پر جرات کرنے کا حکم دائر کیا گیا اور جرات کا اثر مثل وجوب دخول نار و حرمت جنت
وغیرہ کے اسپر دائر کیا گیا - دوسرے یہ کہ اسمیں ظلم کی کوشش پائی جاتی ہے اور اسکا حال سرقہ اور رہزنی یا چور کو چوری کی طرف
رہبری کرنے یا رہزن کو رہزنی پر آمادہ کرنے کے مثل ہے لہذا خدا تعالے اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت جو زمین میں فساد
ڈالنے والوں کے متعلق ہوا کرتی ہے اس عاصی کیطرف متوجہ ہوئی اسلیے دوزخ کا مستحق ہوا اور تیسرے یہ کہ اسمیں ان احکام کی
جنکو خدا تعالی نے اپنے عباد کے لیے مشروع کیا ہے مخالفت اور مرضی الہی کے موافق انکے نہ جاری ہونے میں کوشش کرنا ہے
کیونکہ قسم حق ظاہر کرنے کے لیے اور بینہ حقیقت حال بیان کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے پس اگر جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم کا
دستور جاری ہو جائے تو مصلحت مقصودہ کا دروازہ بند ہوتا ہے پس ازانجملہ گواہی کا چھپانا ہے اسکی نسبت اللہ تعالے
فرماتا ہے ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ - اور جو شخص اسکو چھپائے تو اسکا دل گنہگار ہے - اور ازانجملہ جھوٹی گواہی ہے - آنحضرت
صلعم نے اسکو کبائر میں شمار کیا ہے اور ازانجملہ جھوٹی قسم ہے حدیث شریف میں آیا ہے من حلف علی یمین صبر وہو
فیہا فاجر لیقتطع بہا حق امرء مسلم لقی اللہ تعالی یوم القیمۃ وہو علیہ غضبان - جو شخص جس کی قسم پر حلف کرے
اور وہ اسمیں جھوٹا ہو اور اسکا مقصود اس سے کسی مسلمان کا حق تلف کرنا ہو تو وہ خدا تعالی سے قیامت کے دن ایسی
حالت پر ملیگا کہ خدا تعالی اسپر غضبناک ہوگا - اور ازانجملہ جھوٹا دعوی ہے حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص ایسی
چیز کا دعوی کرے جو اسکی نہ ہو تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسکو دوزخ میں اپنے لیے جگہ ڈھونڈھنی چاہیے اور ازانجملہ
ناحق بحکم قاضی کسی چیز کا لے لینا ہے حدیث شریف میں آیا ہے انما بشر مثلکم وانکم تختصمون - الحدیث
اور ازانجملہ مقدمہ بازی کی عادت ڈال لینا ہے یہ بھی باہم فساد ڈالنے سے خالی نہیں ہے - حدیث شریف میں آیا ہے
ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم - مبغوض تر ہیں لوگوں کا عند اللہ وہ شخص ہے جو بڑا جھگڑالو ہے - اور جو شخص

حق اور باطل مین بالکل مخاصمت نکرے تو وہ شخص صفت سماحت کا پابند ہے اور آنحضرت صلعم نے ترک مخاصمت کی
رغبت دلائی ہے اور نیز بسا اوقات حقیقت مین ایک شخص کا حق نہین ہوتا اور اُسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُسی کا حق ہے یعنی
یقیناً معلوم ہے اُسی وقت باہر ہو سکتا ہے کہ مخاصمت کو بالکل ترک کردے خواہ حق سے ہو یا ناحق سے ہو اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ دو شخصون نے ایک حیوان مین دعوی کیا اور ہر ایک نے اپنی بات پر بینہ قائم کردی کہ وہ جانور اُسی
کا ن بیاہوا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جانور اُس شخص کو دلایا جسکے قبضہ مین تھا۔ مین لکھتا ہون اُسمین
بیراز ہے کہ جب دونون حجتون مین تعارض ہوا تو دونون ساقط ہو گئین اور جسکا قبضہ ہے اُسکے پاس وہ شے باقی
رہی کیونکہ اُسکے رد کرنے کا کوئی سبب نہین پایا گیا یا ہم یہ کہتے ہین کہ دونون دلیلون مین سے ایک دلیل کو قرینہ
ظاہری یعنی قبضہ سے مدد ملگئی لہذا اُسکو ترجیح دیگئی۔ اب رہا قضاء کا مقام ثانی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
چند اصول فرمائے ہین جنکی طرف اس مقام کا رجوع ہوتا ہے اور مجملاً اُسکا بیان یہ ہے کہ حقیقت حال معلوم نہو سکی
تو اب نزاع ایسی شے مین جو اصل مین مباح ہے اور ہر شخص اُسکا دعوی کرتا ہے ایسے وقت مین اُسکا حکم ترجیح کا
ظاہر کرتا ہے خواہ وہ ترجیح کسی ایسی صفت سے ہو جسمین مسلمانون کو اور نیز اُس شے کو نفع ہو یا ترجیح کی یہ صورت ہو
کہ اُن دونون مین سے ایک کا قبضہ بہ نسبت دوسرے کے پیشتر ہو یا قرعہ اندازی سے وہ ترجیح حاصل ہوجاے
اُسکی مثال ایک تو زید و علی و جعفر رضی اللہ عنہم کا قصہ ہے حضرت حمزہ کی بیٹی کی پرورش کے متعلق کہ آنحضرت صلعم نے
جعفر رضی اللہ عنہ کیواسطے پرورش کا حکم دیا اور فرمایا الخالۃ ام خالہ ماں ہے دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے
متعلق فرمایا ہے کہ اگر لوگون کو اذان اور صف اول کا ثواب معلوم ہو اور اُس ثواب کو قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نکرسکین
تو قرعہ اندازی کیا کرین اور نیز رسول خدا صلعم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تھے ازواج مطہرات مین قرعہ اندازی فرمایا کرتے
اور ایک ترجیح کی صورت یہ ہے کہ بطور عقد یا غصب کے کسی کا قبضہ چلا آتا ہو اور ہر ایک اس بات کا دعوے کرے کہ
مین اُسکا حقدار ہون اور اُسمین ہر ایک کو شبہ ہو اور اُسکا حکم یہ ہے کہ لوگون مین جو دستور و عرف جاری ہے اُسکا اتباع
کیا جاے لہذا اقرار او عقود کے الفاظ کی تفسیر انہین معنی سے کیجاتی ہے جو جمہور کے نزدیک اُنکے معنی ہین اور مسائل
وغیرہ انہین کے دستور سے معلوم ہوسکتی ہے اُسکی مثال براء بن عازب کا قضیہ ہے کہ اُنکی اونٹنی کسی باغ مین جا پڑی
اور باغ کا کچھ نقصان کردیا اور ہر شخص اس بات کا مدعی ہوا کہ مین معذور ہون پس رسول خدا صلعم نے اُنکی عادت
کے موافق اُس مقدمہ مین حکم دیا اور عادت و دستور یہ ہے کہ مالی دن مین اپنے مال کی حفاظت کیا کرتے ہین اور مویشی
پالنے والے شب مین مواشی کی حفاظت رکھتے ہین اور جن قواعد پر بہت سے احکام مبنی ہین اُنمین سے ایک یہ بھی
قاعدہ ہے کہ نفع تاوان کے ساتھ ہوتا ہے اور اُسکی اصل وہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا ہے کہ آمدنی تاوان کے
بمقابلہ ہے اسلیے کہ منافع کا انضباط دشوار ہے اور جاہلیت کے قسامات اور خون اور جو کچھ زمانہ جاہلیت مین ہوئے
کچھ تعرض نکیا جاوے گا اور جاہلیت کے بعد از سر نو احکام قائم کیے جاوینگے اور قبضہ بلا کسی دوسری دلیل کے
نہ توڑا جاویگا اور استصحاب یعنی ابقاء ما کان علی ما کان کی اصل یہی ہے اور یہ کہ اگر تفتیش کا طریقہ مسدود ہوجاوے

تو حکم وہ ہوگا جو مالک مال کہیگا یا دونون واپس لیلینگے اور اسکی اصل یہ حدیث ہے البیعان اذا اختلفا والسلعة قائمة الحدیث - اور ہر عقد مین اصل یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے پورا پورا حق دلایا جاوے اور عقد ہے جو شخص جس چیز کا التزام کرے وہ اسپر لازم ہے بجز اس عقد کے جسے شارع نے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے المسلمون علی شروطہم الا شرطا احل حراما او حرم حلالا -

یہ قدرے ان احکام کا بیان ہوا جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملات باہمی کے متعلق مشروع فرمایا ہے اور وہ قضایا جنمین حضور نبوی صلعم نے حکم فرمائے ہین یہ ہین منجملہ ان ایک قضیہ بنت حمزہ کا ہے پرورش کے باب مین جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا بنت اخی وانا اخذتہا - اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت عمی وخالتہا تحتی - اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے بنت اخی اور کہا کہ خالہ تو بمنزلہ مان کے ہوتی ہے اور ایک قضیہ ابن ولیدہ زمعہ کا دعوت کے باب مین ہے جیسا کہ سعد نے کہا ہے کہ میرے بھائی نے اسمین البتہ میرے ساتھ عہد کیا ہے اور عبد ابن زمعہ ابن ولیدہ نے کہا کہ میرا باپ تو اسکے بستر پر پیدا ہوا ہے پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسے ابن زمعہ وہ تیرے لیے ہے الولد للفراش وللعاہر الحجر - اور انجملہ زبیر اور ایک انصاری کا قضیہ پانی کے گول کے باب مین ہے پس آپ نے ایسا حکم دیا کہ جسمین دونون کے لیے سعت تھی کہ اسے زبیر اول تم اسمین پانی پلاؤ پھر اپنے ہمسایہ کو چھوڑ دو پھر انصاری غصہ ہوگیا پھر زبیر کے لیے اسکا حق پورا کردیا فرمایا کہ اتنا پانی لے کہ دیوارون کی جڑ تک پہونچے اور انجملہ براء بن عازب کی اونٹنی کا قضیہ ہے کہ وہ ایک باغ مین گھس گئی اور اسکا نقصان کیا تو آپ نے یہ حکم دیا کہ مالی لوگ دن مین اپنے باغ کی حفاظت کرین اور مواشی پالنے والے رات مین اپنی مواشی کی حفاظت کرین اور آپ نے شفعہ کا جب تک شے کی تقسیم نہوئی ہو حکم دیا اور حدود پڑ جانے کی اور راستے علیحدہ علیحدہ ہو جائین تو اسمین شفعہ نہین ہے اور ان مقدمات کی وجوہ ہم قبل بیان کر چکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اختلفتم فی الطریق جعل عرضہ سبعة اذرع جب تم راستے میں اختلاف کرو تو اسکی چوڑائی سات ذرع کیجاوے مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ جب لوگ کسی مباح زمین کو آباد کرتے ہین اور وہ شہر ہو جاتا ہے اور راستے مین جھگڑا واقع ہوتا ہے بعض لوگ چاہتے ہین کہ راستہ کو تنگ کرین اور اسمین اپنے مکانات بنائین اور بعض اس بات سے مانع ہوتے ہین اور کہتے ہین لوگون کے لیے فراخ راستہ ہونا چاہیے لہذا حکم دیا گیا کہ راستہ کا عرض سات درعہ کا ہونا چاہیے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ اونٹون کی دو قطارین ضرور اس راستہ سے گذر سکین باینطور کہ ایک ایک جانب سے اور دوسری دوسری جانب سے تو ایسی صورتمین اس بات کی ضرورت ہے کہ انکے واسطے بخوبی نکلنے کا راستہ ہو ورنہ دقت لازم آتی ہے اور اسکا اندازہ سات درعہ ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے جو کوئی شخص کسی کی زمین بلا اسکی اجازت کے کھیتی کرے تو اسکو بجز اسکی حق محنت کے اور کچھ نہ ملیگا - پس آنحضرت صلعم نے اسکو بمنزلہ کمیری کے گردانا کہ مالک زمین کے لیے اسنے محنت کردی - واللہ اعلم -

جہاد کا بیان

معلوم کرو کہ تمام شرائع مین بلیغت کامل تر اور تمام تر وہ شریعت ہے جسمین جہاد کا حکم پایا جاوے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کو

اپنے بندون کا اوامر و نواہی کے ساتھ مکلف کرنا ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کے غلام مریض ہو رہے ہین اور اسنے
اپنے خاص لوگون مین سے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ انکو کوئی دوا پلائے پھر اگر وہ شخص انکو مجبور کر کرکے انکے منہ مین دوا
تو یہ بات مناسب ہوگی مگر رحمت کا مقتضی ہے کہ اول ان غلامون سے دوا کے فوائد بیان کر دے تاکہ خوشی کے
ساتھ دوا کو پی لین اور نیز اس دوا مین کوئی شیرین چیز مثلاً شہد شامل کر دے تاکہ رغبت طبعی اور نیز رغبت
عقلی اسکی مہین ہوجاوے۔ پھر اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے ہین کہ ریاستون کی محبت اور انکا شوق اور شہوات رذیلہ
اخلاق سبعی اور وساوس شیطانی انپر غالب ہوتے ہین اور انکے آبا واجداد کے رسوم انکے قلوب مین مرکوز ہوجاتے
تو ان فوائد پر وہ کان نہین دھرتے اور جس چیز کا حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اسمین وہ فکر نہین کرتے
اور نہ اسکی خوبی مین انکو غور ہوتا ہے تو ان لوگون کے حق مین رحمت کا مقتضی یہ نہین ہے کہ صرف اثبات حجت کا
انپر اقتصار کیا جاوے بلکہ رحمت انکے حق مین یہی ہے کہ انپر جبر کیا جاوے تاکہ خواہ مخواہ ایمان انپر ڈالا جاوے جسطرح
تلخ دوا کے پلانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مغلوب کرنے کی یہی صورت ہے کہ جن لوگون کی زیادہ تر ایذا رسانی اور
اور انکو زیادہ تر قوت ہے قتل کیا جاوے یا انکی قوت کو متفرق کیا جاوے اور انکے مال چھین لیے جائین تاکہ وہ بالکل
بےبس ہوجاوین ایسے وقت انکے اتباع اور ذریات خوشی اور اطاعت کے ساتھ ایمان میں داخل ہوسکتے ہین
لہذا رسول خدا صلعم نے قیصر کو لکھ بھیجا کہ تجھپر خادمون کا وبال ہے اور بسا اوقات انکا مقید و مغلوب کرنا انکے
ایمان کا سبب ہوتا ہے اسی کی طرف آپ نے اس حدیث مین ارشاد فرمایا ہے عجب اللہ من قوم یدخلون الجنة
فی السلاسل جو لوگ جنت مین زنجیرون سے بندھے ہوے داخل ہونگے خدا کو وہ اچھے معلوم ہونگے اور نیز انسان
کی رحمت بہ نسبت بشر کی رحمت تامہ کاملہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ انکو احسان کیطرف ہدایت کرے اور انکو ظالمون سے
چھڑائے اور انکے ارتفاقات اور انکی تدبیر منزلی اور انکی سیاست مدنی کی اصلاح فرمائے پس انکے مدن فاسدہ وہی ہین
جنپر نفوس سبعیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور انکے لیے نہایت درجہ کی قوت ہوئی ہے اور یہ بمنزلہ مرض آکلہ کے ہوتی ہے جو بدن
انسان مین پیدا ہوتا ہے کہ بغیر اسکے قطع کیے اسکی صحت ہی ممکن نہین تو جو شخص اسکے مزاج کی اصلاح اور اسکی
طبیعت کے قائم کرنے کیطرف توجہ کرے تو اسپر لازم ہے کہ اسکو قطع کرے اور تھوڑی سی قباحت جس سے خیر کثیر حاصل ہو
اسکا کرنا ضروری ہے اور تجکو عبرت حاصل کرنا چاہیے قریش کے حال سے اور جو عرب ہین کہ تمام خدائی مین احسان کے
اعتبار سے سب سے بعید تر تھے اور ضعیفون پر ظالم ترین تھے اور باہم انکے شدید مقاتلے ہوتے تھے اور بعض بعض کو
قیدی بناتے تھے اور اکثر ایسے تھے کہ حجت مین تامل نہین کرتے تھے صرف دلیل کو دیکھ لیا کرتے تھے تو حضور نبوی صلعم
انسے جہاد کیا اور انکے سرکشون کو جو نہایت مضبوط اور شریر تھے قتل کیا حتی کہ امر الٰہی ظاہر ہوگیا اور آپ کے لوگ
فرمانبردار ہوگئے اور بعد ازان وہ اہل احسان ہوگئے اور انکے تمام کام بن گئے۔ پس اگر ان لوگون پر شریعت کے اندر
جہاد نہوتا تو یہ رحمت انکے حق مین کیونکر حاصل ہوتی اور نیز خدا تعالیٰ جب عرب و عجم سے ناخوش ہوگیا اور انکی سلطنت
اور ملک زائل کرنے کا حکم دیدیا پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر بالذات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب

انکے واسطے سے یہ بات اتفاق ہوئی کہ اسکی راہ مین لڑین تاکہ امر جو مقصود ہے حاصل ہو پس وہ اس بات مین ملائکہ کے مانند ہو گئے کہ خدا تعالےٰ کے احکام پورا کرنے مین کوشش کرتے رہتے ہین اتنا فرق ہے کہ ملائکہ بلا اثر کسی قاعدہ کلیہ کے کوشش کرتے ہین اور مسلمان بندے ایک قاعدہ کلیہ کے موافق جسکو خدا تعالیٰ نے انکے لیے مقرر فرمایا ہے لڑتے ہین اور انکا یہ عمل سب اعمال سے بڑھکر ہے اور قتل انکی طرف منسوب نہین ہوتا بلکہ اسکی نسبت حاکم کیطرف ہوتی ہے جیسے کسی مجرم کے قتل کی نسبت امیر کیطرف کیجاتی ہے نہ جلاد کیطرف چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم پس تمنے انکو قتل نہین کیا اور لیکن خدا تعالےٰ نے انکو قتل کیا۔ اور اسی راز کیطرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ عقت عربہم وعجمہم۔ الحدیث۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا کسریٰ ولا قیصر۔ نہ کسریٰ ہے نہ قیصر ہے یعنی وہ لوگ دین جاہلیت پر تھے۔ اور جہاد کے فضائل کا مرجع چند اصول کیطرف ہے از انجملہ ایک یہ ہے کہ جہاد مین تدبیر الٰہی اور اسکے الہام کے ساتھ اتفاق ہے پس اسکے تمام کرنے مین کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہے اور اسکے ابطال مین کوشش کرنا شمول لعنت کا باعث ہوا اور اس زمانہ مین جہاد کا ترک کرنا خیر کثیر کا ہاتھ سے فوت کرنا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد ایک دشوار عمل ہے کہ اسمین سخت تکلیف کے گوارا کرنے اور جان و مال کے خرچ کرنے اور وطن و ضروریات سے علیحدہ ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ایسی عبادت شاقہ وہی شخص بشدت سعی کر سکتا ہے جو خدا تعالےٰ کے دین پر خلوص کے ساتھ یقین رکھتا ہے اور آخرت کو دنیا کے مقابلہ مین اسنے اختیار کر لیا ہے اور خدا تعالیٰ پر اسکو ٹھیک ٹھیک بھروسا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایسی خواہش کا قلب مین واقع ہونا اسیوقت ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو تشبہ بالملائکہ حاصل ہوا اور اس کمال سے اسکو پورا حصہ ہوا اور شرور بہیمیہ سے اسکو بعد ہوا اور دل سے رسوخ دین کیطرف اسکو پورا پورا میلان ہوا ایسا شخص اپنی سلامتی قلب پر خود دلیل ہو گا۔

یہ تمام باتین اسیوقت حاصل ہو سکتی ہین کہ جہاد شرائط کے ساتھ پایا جاے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سوال کیا گیا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت سے مقاتلہ کرتا ہے اور کوئی شخص حمیت کے اعتبار سے مقاتلہ کرتا ہے پس ان دونو مین سے خدا تعالیٰ کی راہ مین قتال کرنیوالا کونسا ہے تو حضور نبوی صلعم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ مین لڑے جس سے خدا تعالیٰ کی بات اسکو اونچی رکھنی مقصود ہو پس وہی شخص خدا کی راہ مین قتال کرنیوالا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ قیامت کے روز جزا اعمال کی اعمال کی صورتمین متمثل ہوگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یکلم احد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیلہ الا جاء یوم القیامۃ وجرحہ یثعب دما اللون لون الدم والریح ریح المسک۔ کوئی شخص ایسا نہوگا جو خدا تعالیٰ کی راہ مین زخمی ہوا اور یہ بات خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اسکی راہ مین کون زخمی ہوتا ہے مگر قیامت کے روز جب وہ آئیگا اسکے زخم سے خون جاری ہوگا رنگ تو اسکا خون کا رنگ اور اسکی بو مشک کی ہوگی اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ امر ہے اور دستور کے اعتبار سے بغیر خرچ کرنے اور گھوڑون کے جمع کرنے اور تیراندازی وغیرہ کے پورا نہین ہوتا۔ پس ضرور ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی ان چیزون کیطرف بھی چونکہ یہ اصل مطلوب کے اسباب ہین پہونچ جاے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ جہاد کی وجہ سے ملت کی تکمیل اور اسکی عزت ہے دینا

اور لوگون کے لیے جہاد ایک لازمی چیز ہوگئی مقرر کیا گیا ہے - جبتکہ اصول دریافت کر لیے تو اب تمکو ان احادیث کی حقیقت
جو فضائل جہاد مین وارد ہین منکشف ہو جاویگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ اعدہا اللہ
للمجاہدین - الحدیث - جنت کے اندر سو درجے ہین جنکو خدا تعالی نے مجاہدین کے لیے تیار کیا ہے - مین کہتا ہون اسکی
وجہ یہ ہے کہ دار الجزا مین مکان کا بلند ہونا خدا تعالی کے نزدیک بلندی مرتبہ کی صورت مثالیہ ہے اسواسطے کہ
بیہ وجہیت پر اطلاع پانی وغیرہ سے نفس کو سعادت حاصل ہوتی ہے اور نیز اسکا یہ سبب ہے کہ جہاد شعائر الہی اور
دین اور تمام ان چیزون کے جنکے مشہور ہونے مین خدا تعالی کی رضامندی ہے شہرت دین کا سبب ہے اور جو
وہ اعمال جنمین ان دونون صفت کا مظنہ ہے انکی جزا جنت مین درجات کا حاصل ہونا ہے چنانچہ قرآن
کی تلاوت کرنیوالے کے حق مین وارد ہوا ہے کہ اس سے کہا اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا -
اور جہاد کے بارہ مین وارد ہوا ہے کہ یہ درجات کے بلند ہونیکا سبب ہے اسلیے کہ اسکو عمل مین لانے سے دین مین منفعت حاصل
ہوتی ہے تو اسکی جزا بھی مثل عمل کے ہوگی پھر درجہ کے بلند ہونے کی بھی بہت سی وجہین ہین اور ہر ایک جنت
درجہ کے اعتبار سے متمثل ہوگی اور ہر درجہ مثل ما بین السماء والارض ہوگا کہ یہ بعد فوقانی باعتبار لینے علوم کے اندر
غایت بعد ہے تو جیسا کہ انکے علوم مین یہ متمکن تھا ویسا ہی دار الجزا مین بھی متمثل ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
المجاہد فی سبیل اللہ کمثل القانت الصائم - کہ خدا تعالی کے راستہ پر جہاد کرنیوالا ایسا ہے جیسے قائم اللیل صائم الدہر
مین کہتا ہون اسمین یہ راز ہے کہ قائم اللیل صائم الدہر کو اپنے غیر پر اسلیے فضیلت ہوئی کہ وہ خدا تعالی کی مرضی کی
غرض سے اس فعل دشوار کو عمل مین لایا اور یہ شخص اس فعل کی وجہ سے بمنزلہ ملائکہ کے ہوگئے اور انکے ساتھ اپنے تشبہ
حاصل کر لیا اور مجاہد جبکہ موافق شرع کے جہاد کرے تو اسکو ہر طرح سے قانت اور صائم کے ساتھ مشابہت ہے سوا
اسکے کہ طاعتون مین کوشش کرنے سے اسکے نفس کو سب لوگ مان لیتے ہین اور اسکو خاص خاص لوگ جانتے ہین
لہذا قانت وصائم کے ساتھ اسکو مشابہت دی تاکہ اسکا حال منکشف ہو جاوے پھر ترغیب دیتے ہین ان مقدمات
جہاد کیطرف حاجت پڑی کہ جہاد عادت و رسم مین بغیر انکے ممکن نہین کہ حاصل ہو مثل رباط اور رمی وغیرہ کے اسلیے
کہ خدا تعالی جبکہ کسی چیز کا حکم دے اور اسکے کرنے سے راضی ہوا - اور اس بات کو جانتا ہے کہ وہ چیز بغیر ان مقدمات کے
حاصل نہوگی تو ضروری ہے کہ انکا بھی حکم فرما دے اور انسے راضی ہو - رباط کے باب مین آیا ہے کہ یہ دنیا وما فیہا سے بہتر ہے
اور نیز ایک مہینہ کے روزے اور اسکے قیام سے بھی بہتر ہے اور جو شخص مرجاوے تو جو عمل کرتے ہوئے مرا ہے وہی اسپر جاری
کیا جاویگا اور اسپر اسکا رزق جاری کیا جاویگا اور فتان سے محفوظ رہیگا - مین کہتا ہون اسکا دنیا وما فیہا سے
بہتر ہونے کا یہ سبب ہے کہ اسمین ثمرہ ہے کہ قیامت مین باقی رہیگا اور دنیا کی جو نعمت ہے اسکو خواہ مخواہ زوال ہوتا ہے
اور ایک مہینے کے روزے اور اسکے قیام سے بہتر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ ایک نہایت شاق عمل ہے جو قوت بہیمیہ پر
نہایت گران ہوتا ہے اور یہ عمل صرف خدا تعالی کے لیے اور اسکی راہ مین ہوتا ہے جسطرح صیام و قیام اور اسکا
عمل جاری رکھنے مین یہ راز ہے کہ جہاد کا ایک جزو دوسرے جز پر مبنی ہوتا ہے جسطرح عمارت مین دیوار کا قیام بنیاد پر

اور چھت کا دیوار پر ہوتا ہے اسلیے کہ اولاً مہاجرین و انصار قریش وغیرہ کے اسلام مین داخل ہونیکا سبب پڑے پھر
خدا تعالیٰ نے قریش کے ہاتھ پر عراق و شام کو فتح کیا پھر انکے ہاتھ پر فارس و روم و غیر فارس و روم کے ہاتھ پر
ہند اور ترکستان اور سوڈان کو فتح کیا پس جہاد پر جو نفع مترتب ہوتا ہے وہ وقتاً فوقتاً بڑھتا رہتا ہے اور اسکا اداب
اور رباطات اور صدقات جاریہ کا سا ہوتا ہے اور قتال یعنی شکر وغیرہ سے امن مین رہنے کی یہ وجہ ہے کہ لشکر سے
وہی شخص ہلاکت کی جگہ مین ہوتا ہے کہ جسکے قلب کو دین محمدی پر اطمینان نہین ہے اور وہ کبھی دین کی مدد کیلیے
اٹھتا ہے اور جو شخص جہاد کے لیے شرائط پورا کرنے کا التزام رکھتا ہے وہ شخص دل سے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور نور
الٰہی کے ساتھ ساتھ چلنے مین اسکا ارادہ پختہ ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے من جہز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا
جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو سامان دیدے تو اسکو ثواب جہاد کے مثل ہوگا اور جو مجاہد کے پیچھے اسکے گھر کی خبر گیری کرتا ہے
تو اسنے بھی جہاد کیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے بہترین صدقہ خدا کی راہ مین سایہ کے لیے خیمہ دینا ہے وعلی ہذا القیاس
مین کہتا ہون اسمین یہ راز ہے کہ یہ کام مسلمانون کے نفع کا ہے جسکا انجام انکی مدد ہے اور جہاد اور صدقہ مین مسلمانونکا
نفع ہی مقصود ہوتا ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے لا یکلم اللہ احد فی سبیل اللہ - الحدیث - مین کہتا ہون
عمل کا نفس کے ساتھ ہیئۃً وصورۃً اتصال ہوا کرتا ہے اور اس عمل کے اعتبار سے زیادتی کے معنی نفس مین پیدا ہوجاتے ہین
اور جزا و سزا کا مبنی نعمت و راحت کی صورت قریبہ مین متمثل ہونے پر ہوتا ہے پس قیامت کے دن جب شہید پیش ہوگا
اسکا عمل اسپر ظاہر ہوگا اور عمل کی صورت سے اسپر انعام کیا جائیگا اور رسول خدا صلعم نے اس آیت کی تفسیر مین و
لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون - الآیہ - جو لوگ خدا کی راہ مین قتل کیے گئے
ہین انکو مردے مت سمجھ بلکہ وہ زندہ ہین اپنے خدا کے ہان رزق حاصل کرتے رہتے ہین فرمایا ہے ارواحہم فی جوف
طیر خضر لہا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح فی الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل انکی ارواح
سبز جانورون کے جوف مین ہین جنکے لیے عرش مین قندیلین لٹکی ہوئی ہین جہان چاہتے ہین جنت مین چگتے ہین
پھر ان قندیلون مین واپس آجاتے ہین - مین کہتا ہون جو شخص خدا کی راہ مین مارا جاتا ہے اسمین دو باتین جمع
ہوتی ہین ایک تو یہ کہ اسکی جان کامل و روافر ہوتی ہے اور اسکے علوم جنکے اندر دنیاوی زندگانی مین جان مستغرق
رہتی ہے ان علوم مین کسی قسم کا نقصان نہین آتا بلکہ اس شخص کا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے کاروبار مین
مصروف ہو اور اسی اثنا مین وہ سو جاوے بخلاف اس میت کے جسنے بہت سے مرض کی تکلیف اٹھائی اور اسکا مزاج
صحت کی حالت سے بدل گیا اور بہت سے علوم سے اسکو نسیان ہوگیا دوسرے یہ کہ وہ رحمت الٰہی جس سے خطیرۃ القدس
اور ملاء اعلیٰ کے قلوب لبریز ہورہے ہین جو انتظام عالم کیطرف متوجہ رہتی ہے پھر اس شخص کو شامل ہوجاتی ہے پس
جب اس شخص کی روح نکلتی ہے اور دین الٰہی کے قائم کرنے کا شوق اسمین بھرا ہوتا ہے تو ایک نہایت وسیع دروازہ
اس شخص مین اور خطیرۃ القدس مین مفتوح ہوجاتا ہے اور وہان سے انس اور راحت اور نعمت کا نزول اس شخص پر
ہوتا رہتا ہے اور خطیرۃ القدس کو اس بندہ کیطرف ایک توجہ مثالی ہوتی ہے اور اسکے عمل کے موافق اسکی بنا متمثل

ہوجاتی ہے پھر ان دونوں حالتوں کے اجتماع سے عجیب وغریب امور پیدا ہوتے ہیں - انا نجملہ یہ ہے کہ اسکا نفس کسی
وجہ سے عرش میں معلق ہوکر متمثل ہوتا ہے اسلیے کہ وہ شخص حاملین عرش سے ہوجاتا ہے اور اسکی ہمت اسی طرف
متوجہ رہتی ہے - اور انا نجملہ یہ ہے کہ اسکے لیے سبز جانور کا جسم متمثل ہوتا ہے سبز پرند ہونیکے بعد یہ ہے کہ وہ شخص
ملائکہ کے اندر اجمالاً احکام جنسی کے ظاہر ہونیمیں ایسا رہتا ہے جیسے چارپایوں میں پرند اور سبز ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ سبزی نگاہ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور انا نجملہ یہ ہے کہ اسکی نعمت اور راحت بندق کی صورتمیں ظاہر اور متمثل ہوتی ہے
جسطرح دنیامیں نعمت میوہ جات وغیرہ کی صورتمیں متمثل ہوتی ہے - پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ جو چیز نفس کو نہایت
کرتی ہے وہ چیز اس چیز سے جو نفس کو شایستہ نہیں کرتی تمیز کیجاے اور اسمیں اشتباہ ہے اسلیے کہ شرع کے اندر دو باتیں
ہیں ایک تو قبائل اور شہروں اور دین کا انتظام اور ایک نفوس کی تکمیل - کسی شخص نے آپسے عرض کیا کہ کوئی شخص
غنیمت کی خاطر لڑتا ہے اور کوئی شہرت کی خاطر اور کوئی اظہار شجاعت کے خاطر پس ان میں سے خدا کی راہ میں کون
شخص لڑتا ہے تو حضور نبوی صلعم نے فرمایا جو شخص خدا یتعالیٰ کی بات ہی بلند کرنے کی خاطر لڑے وہ خدا یتعالیٰ کی راہ میں
لڑتا ہے میں کہتا ہوں اسکی وجہ وہی ہے جو ہم بیان کرچکے کہ اعمال اجساد ہیں اور اُنکی روح نیت ہے اور اعمال کا مدار
نیت پر ہے اور جسم کا بغیر روح کے اعتبار نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صرف نیت ہی عمل کا فائدہ دیجاتی ہے اگرچہ
اُسکے ساتھ عمل کا اقتران نہو یہ جب ہوتا ہے کہ اُس عمل کا فوت ہونا اُسکی کوتاہی سے نہو بلکہ کسی آسمانی عارضہ کے
پیش ہونے سے ہو چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان بالمدینۃ اقواما ما سرتم مسیرا ولا قطعتم وادیا الا کانوا
معکم حبسہم العذر - مدینہ میں ایسے ایسے گروہ ہیں کہ تم کسی جگہ کو نہ چلے ہوگے اور کوئی جنگل تمنے نہ قطع کیا ہوگا
جو وہ تمھارے ساتھ نہ رہے ہوں عذر کے سبب وہ اب رک گئے ہیں - اور اگر وہ عمل ایسے شخص کی کوتاہی سے فوت
ہوا ہو تو اُسکی نیت ہی ناتمام رہی جسپر اجر مترتب ہوتا ہے اور فرمایا ہے البرکۃ فی نواصی الخیل - کہ برکت
گھوڑوں کی پیشانی میں ہے اور فرمایا ہے الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیمۃ الاجر والغنیمۃ - گھوڑوں کی
پیشانی میں قیامت تک بھلائی برقرار ہے اجر اور غنیمت - معلوم کرو کہ رسول خدا صلعم کو خدا یتعالیٰ نے خلافت
عامہ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور آپکے دین کو تمام ادیان پر جہاد کرنے اور سامان جنگ تیار رکھنے سے غلبہ ہوسکتا ہے
اور جب جہاد چھوڑ دیا اور بیلوں کی دُم کے پیچھے ہولیے تو لامحالہ ہر طرف سے اُنکو ذلت احاطہ کریگی اور تمام اہل ادیان
آنپر غالب آجائینگے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ وتصدیقا
بوعدہ فان شبعہ وریہ وروثہ وبولہ فی میزانہ یوم القیمۃ - جو شخص خدا پر یقین رکھکر اور اسکے وعدہ کو
سچا سمجھکر اسکی راہ میں ایک گھوڑا باندھے پس البتہ اُسکا پیٹ بھرنا اور پانی پلانا اور اُسکی لید و پیشاب کی تکلیف
گوارا کریگا تو اُسکا یہ عمل اُسی چیز کی صورتمیں ظاہر ہوگا جسکی تکلیف گوارا کی ہے پس قیامت کے دن یہ سب چیزیں
اپنی اپنی صورتمیں ظاہر ہونگی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ یدخل بالسہم الواحد ثلثۃ نفر الجنۃ
صانعہ یحتسب فی صنعتہ والرامی بہ ومنبلہ کہ خدا یتعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین شخصوں کو جنت میں داخل کریگا

ایک جسنے ثواب کی نیت سے اُسکو بنایا ہے اور ایک چلانیوالے کو اور ایک تیر کے دینے والیکو اور آپنے فرمایا من رمی بسہم
فی سبیل اللہ فہو عدل محرر کہ جو شخص خدا کی راہ مین ایک تیر پھینکیگا تو یہ مثل غلام کے آزاد کرنے کے ہوگا ۔ مین
کہتا ہون جبکہ خدا تعالیٰ کے علم مین یہ بات تھی کہ کفار کا سرنگون و مغلوب ہونا بغیر ان چیزون کے نہین پورا ہوسکتا لہذا
خدا تعالیٰ کی رضامندی اور خفگی کے دور کرنیمین ان چیزون کی طرف بھی منتقل ہوئی اللہ پاک فرماتا ہے لیس علی
الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ۔ کہ نابینا پر کچھ مضایقہ ہے اور نہ لنگڑے و مریض پر کچھ مضایقہ
اور نیز اللہ پاک فرماتا ہے لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ ولا علی الذین لایجدون ما ینفقون حرج کہ ضعیف
اور مریضون پر کچھ حرج نہین ہے اور نہ اُن لوگون پر جو خرچ کرنے کو کچھ نہین پاتے ہین اور آنحضرت صلعم نے کسی سے
فرمایا الک والدان قال نعم قال ففیہما فجاہد ۔ کیا تیرے مان باپ ہین اُسنے عرض کیا ہان تو آپ نے فرمایا انہین
ہی جہاد کر مین کہتا ہون چونکہ سب لوگون کا جہاد کرنا انکی تدابیر ضروریہ کی خرابی کا سبب تھا لہذا ضرور ہوا کہ ان
سب مین سے بعض لوگ جہاد کو قائم کرین اور وہ بعض وہ لوگ ہین جو ان علتون سے خالی ہین اسلیے کہ جنمین یہ
علتین پائی جاتی ہین انپر جہاد انہین دقت ہے اور نہ اسلام کو انکے جہاد کرنے سے قابل اعتبار نفع ہے بلکہ بسا اوقات
انسے ضرر کا خطرہ ہے اللہ پاک فرماتا ہے الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفاء ۔ اب تمسے خدا تعالیٰ نے
تخفیف کردی اور جان لیا کہ تم مین ناتوانی ہے ۔ مین کہتا ہوا اعلاء کلمۃ اللہ اسیطرح ممکن ہے کہ مسلمان لوگ اپنی
جانون کو ثبات اور دلیری اور قتال کی مشقتون پر صبر کرنے پر فدا کرین اور اگر یہ دستور جاری ہوتا کہ اگر مشقت
معلوم کرین تو بھاگ جائین تو مقصود نہ حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات ذلت کی نوبت پہونچتی اور نیز بھاگنا بزدلی
اور کمزوری کی دلیل ہے اور یہ بدترین اخلاق مین سے ہے پھر ضرور ہوا کہ اُسکی حد بیان کیجاے جس سے واجب اور
غیر واجب مین فرق ہوجاے اور دلیری و شجاعت اسی وقت پائی جاتی ہے کہ شکست کے اسباب غلبہ کے اسباب سے
زیادہ ہون لہذا اولا دس مثل سے اُسکا اندازہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ کفار اُسوقت کثرت سے تھا اور مسلمان بہت
تھوڑے سے تھے پس اگر گریز کرنے کی اُنکو اجازت دیجاتی تو جہاد کبھی نہوتا پھر مسلمانون پر تخفیف کی گئی دو چند کی اسلیے
کہ ثبات و دلیری اس سے کم مین نہین ممکن ہے پھر جہاد چونکہ اعلاء کلمۃ اللہ کیوجہ سے واجب کیا گیا تو وہ چیز بھی
واجب ہوئی کہ جسکے بغیر اعلاء کلمۃ اللہ نہوسکے اور اسیوجہ سے قلعون کا بنانا اور مقابلہ کیلیے آمادہ رہنا اور تمام
اطراف و قلعون مین افسرون کا مقرر کرنا امام پر ضروری اور دستور قدیمی مقرر ہوا اور رسول خدا صلعم اور آپ کے
خلفا نے اس باب مین بہت سے طریقہ مقرر فرمائے اور رسول خدا صلعم جب کسی لشکر یا فوج پر کسی کو سردار مقرر کرتے تھے
تو خاص اُس شخص کو خدا تعالیٰ سے خوف کرنے اور ساتھ کے مسلمانون کو بھلائی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے
خدا کی راہ مین خدا تعالیٰ کے نام سے جہاد کرو اور منکرین خدا تعالیٰ سے مقابلہ کرو اور جہاد کرو اور خیانت مت کرو
الحدیث ۔ خیانت کرنے سے آپنے اسلیے منع فرمایا کہ خیانت کرنے سے مسلمانون کے دل شکستہ ہونگے اور باہم انمین
اختلاف واقع ہوگا اور قتال چھوڑ کے لوٹ ڈالدینگے اور اس سے بسا اوقات شکست ہوگی اور غدر کرنے سے آپ نے

منع فرمایا کامن و امان انکے عہد و ذمہ سے مرتفع ہو اور اگر امن جاتی رہے تو سب سے بڑی اور اقرب فتح یعنی ذمہ انکے
ناقضوں سے جاتا رہا اور مثلہ سے آپنے منع فرمایا کیونکہ اسمین خلق اللہ کی تغیر ہے اور بچون کے قتل سے منع فرمایا اسلیے
کہ اسمین مسلمانون کا ہرج اور انکا ضرر ہے اسلیے کہ اگر زندہ رہے تو مسلمانون کے قبضہ مین آکر انکے غلام بنینگے اور
جب مسلمانون کے پاس رہینگے اسلام مین انکے تابع رہینگے اور نیز بچے اپنے دشمن کو نہ خود ضرر پہونچا سکتے ہین اور نہ
اپنے گروہ کی مدد کر سکتے ہین اور حدیث شریف مین جو تین خصلتون کیطرف ترتیب سے بلانیکا حکم ہے اسمین سے
پہلی خصلت اسلام ہے ہجرت و جہاد کے ساتھ اور اسوقت مین اس شخص کے لیے مجاہدین کے برابر فی اور غنیمت مین
حصہ ہے دوسری خصلت اسلام ہے بلا ہجرت و جہاد کے سواے اُس صورت کے کہ جہان نفیر عام ہو اور اسوقت
غنیمت اور فی مین اُس شخص کا حصہ نہین ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ فی کے صرف کرنیکا وہان موقع ہے جہان جہاد
ضرورت ہو اور عادت اس بات پر حکم کرتی ہے کہ بیت المال مین اسقدر گنجایش نہین ہوتی کہ جو لوگ سواے مجاہدین کے
شہرونمین رہتے ہین انکا خرچ اُٹھائے اور اسمین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول مین کچھ مخالفت نہین ہے
کہ اگر مین زندہ رہا تو بلا شبہ چرانیوالے کو بھی غنیمت مین سے حصہ پہونچیگا اگرچہ وہ حمیر کے کسی ٹیلہ پر رہتا ہو اور
جسکی پیشانی پر اُس غنیمت کے حاصل کرنمین پسینہ تک نہ آیا ہو انتہی۔ یعنی جب بادشاہون کے خزانے فتح کیے جاوین
اور کثرت سے خراج آئے اور مقاتلین وغیرہ کے حصہ کے بعد باقی رہجائے تو پھر اور لوگون کا حصہ ہے۔ تیسری یہ ہے کہ
وہ لوگ اہل ذمہ ہون اور سب کے سب ذلیل ہو کر جزیہ عطا کرین پس پہلی خصلت مین دو مصلحتین حاصل ہوتی ہین ایک تو
ملک کا انتظام اور باہمی نظام کا رفع دفع اور دوسرے تہذیب نفس کہ وہ دوزخ سے نجات پائین اور حکم الہی کی پیروی
مین کوشش کرین اور دوسری خصلت مین دوزخ سے نجات کا حاصل ہونا ہے مگر مجاہدین کے درجہ سے وہ لوگ
محروم ہین۔ اور تیسری خصلت مین کفار کی شوکت کا زائل ہونا اور مسلمانون کی شوکت کا ظاہر ہونا ہے اور آنحضرت
صلعم انھین مصالح کے قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوے اور امام پر واجب ہے کہ مسلمانون کی شوکت ظاہر ہونے
اور کفار کے بے بس کرنے کے اسباب مین غور اور اجتہاد اور تامل کرے اور جو اُسکا اجتہاد حکم کرے اُسپر عمل کرے
بشرطیکہ وہ یا اُسکی نظیر رسول خدا یا آپکے خلفاء سے ثابت ہو اسلیے کہ امام مصلحتون کے قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے
اور وہ اسکی بغیر تمام نہین ہوتین اور اصل اس باب مین رسول خدا صلعم کی سیرت ہے اور ہم اب اُن احادیث کا حاصل
بیان کرتے ہین جو اس باب مین وارد ہین پس ہم کہتے ہین کہ امام پر واجب ہے کہ مسلمانون کے قلعون کو اسقدر
فوج سے جو انکے گرد کے دشمنون کو کافی ہو سکے درست رکھین اور کسی ایسے شخص کو اُنپر حاکم مقرر کردے جو
مسلمانون کا خیرخواہ اور دانشمند اور بہادر شخص ہو اور خندق کے کھودنے یا قلعہ کے بنانے کی حاجت ہو تو اُسکو
بنائے یا کھودے چنانچہ آنحضرت صلعم نے خندق کے دن ایسا کیا ہے اور جب کسی پلٹن کو روانہ کرے تو ایک
شخص کو اُنپر سپہ سالار کردے جو اُن سب مین افضل و مسلمانون کے حق مین نفع رسان ہو اور اُسکو خود
اُسکے حق مین اور مسلمانون کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرے چنانچہ آنحضرت صلعم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب

اور جب جہاد کے لیے خروج کا ارادہ کرے تو اپنی فوج کا معائنہ کرے اور پیادہ و سوار کو درست کرے اور پندرہ سال سے کم عمر کا آدمی
فوج مین بھرتی کرے چنانچہ رسول خدا صلعم کا یہی دستور تھا اور نہ اُس شخص کو فوج مین بھرتی کرے جو مخذل ہو یعنی اور دلکو بھی جہاد سے
پھسلائے اور نہ اُس شخص کو جو مرجف ہو یعنی کفار کی قوت کا ذکر کرتا ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے کرہ اللہ انبعاثہم فثبطہم و
قیل اقعدوا مع القاعدین لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا - ناگوار ہوا خدا تعالیٰ کو انکا اٹھنا پس انکو روک دیا اور
کہدیا گیا کہ تم بیٹھ جاؤ بیٹھنے والون کے ساتھ اگر وہ تمھارے ساتھ خروج کرتے تو بجز فساد کے اور کچھ نہ بڑھاتے اور نہ مشرک کو
فوج مین بھرتی کرے اسلیے کہ انحضرت صلعم نے فرمایا ہے انا لا نستعین بمشرک کہ ہم بلا شبہ کسی مشرک سے مدد نہین چاہتے ہین
البتہ جس صورتمین ضرورت ہو اور اسپر اعتماد ہوا ور نہ جوان عورت کو جس سے فتنہ کا خوف ہو فوج مین بھرتی کرے کھنچی ہوئی
عمر کی عورت کو اجازت دیدی کیونکہ رسول خدا صلعم ام سلیم اور انصار کی چند عورتون کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے اور یہ عورتین
فوج کو پانی پلاتی تھین اور زخمون کی مرہم پٹی کرتی تھین - اور امام کو چاہیے کہ فوج کے دستے مین دستیار کرے اور ہر گروہ کا
ایک جھنڈا اور ہر طائفہ کے لیے ایک سردار اور امیر الامراء مقرر کرے جیسا کہ انحضرت صلعم نے فتح کے دن کیا تھا - کیونکہ اسمین
دشمنون پر بھی زیادہ خوف ہوتا ہے اور فوج پر بھی قابو رہتا ہے اور نیز اُسکو چاہیے کہ اُنکے لیے کچھ شناخت مقرر کرے کہ شبخون
کرتے وقت باہم اُسکو بولا کرین تاکہ کوئی کسی کو اسمین قتل نکر ڈالے آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جمعرات یا پیر کے روز جہاد کے لیے
خروج کرے کیونکہ ان دونومین اعمال پیش ہوتے ہین اور پہلے اسکو ہم بیان کر چکے ہین اور اُنکو اسقدر راستہ چلنے کا حکم دے
کہ ناتوان لوگ بھی اُسکی طاقت رکھتے ہون البتہ اگر ضرورت ہو تو اُسکے موافق حکم دے اور اُنکے لیے وہ ایسا مقام تجویز کرے
جو سب مقامات مین عمدہ و بہتر ہو اور پانی کی وہان کثرت ہو - اور اگر دشمن کا خوف ہو تو اُسکو چاہیے کہ پہرہ مقرر کرے اور
کسی بلند جگہ پر کچھ لوگون کو مقرر کر دے جو دشمن کو دور سے دیکھتے رہین اور حتی الامکان اپنے حال پوشیدہ رکھین مگر جو لوگ
خیر خواہ و عقلمند ہین اُنسے پوشیدہ نہ رکھے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقطع الایدی فی الغزو - جہاد مین ہاتھ
نہ قطع کیے جاوین (حدیث) اور اسمین وہی راز ہے جو حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا ہے کہ اسمین اُس شخص کو غیرت شیطانی کے
لاحق ہونے اور کفار مین شامل ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اسی لیے کہ اسسے بسا اوقات لوگومین نزاع واقع ہو جاتا ہے اور
اس سے مصلحت مین خلل پڑ جاتا ہے اور امام کو اہل کتاب و مجوس سے مقاتلہ کرنا چاہیے کہ یا تو وہ اسلام لائین یا دادو قبول
کرکے سب جزیہ قبول کرین اور کسی بچے یا عورت یا بہت بوڑھے آدمی کو قتل نکرین مگر ضرورت کیوقت مثل شبخون کے
اور درخت نہ کاٹین اور آگ نہ لگا دین اور مواشی کو ہلاک نکرین مگر جسوقت کہ مصلحت اُسمین مقرر ہے جیسے بنی نضیر کے قریہ
بویرہ مین کیا گیا اور امام کو چاہیے کہ نقض عہد نکرے اور سفیر کو قید نکرے کیونکہ اسمین باہمی خط و کتابت کا انقطاع کرنا ہے -
اور چاہیے کہ لڑائی مین دھوکہ دیا کرے کیونکہ لڑائی دھوکہ کا کام ہے اور بیخبری مین اُنپر حملہ کرے اور گوپھن اُنکی طرف پھینکے
اور اُنکا محاصرہ کرے اور اُنکو تنگ کرے انحضرت صلعم سے یہ سب باتین ثابت ہین اسلیے کہ ظاہر ہے ان باتون کے بغیر قتال
نہین ہوتا اور جس شخص کو اپنی ذات پر اعتماد ہو امام کے حکم سے اُسکو لڑنا درست ہے جیسے کہ حضرت علی اور حضرت حمزہؓ نے کیا
اور مسلمانون کو علاوہ چارہ و اناج جو ہاتھ لگے اُسمین تصرف کرنا درست ہے اور اسمین سے خمس نہ لیا جائیگا اسلیے کہ اگر اُسکی

الا بارث نہ دینا چاہیے تو لوگون کو دقت ہو اور جب کفار قید ہو کر آئین تو چاہا تو نہین ہے امام کو ہر بات کا اختیار ہے چاہے قتل کرے
چاہے فدیہ لے چاہے احسان رکھکر چھوڑ دے چاہے آزاد کر دے انمین سے جس بات مین نفع زیادہ دیکھے وہی عمل مین لاوے
اور امام کو جائز ہے کہ انمین سے کسی کسیکو امن دیدے اور اسکی دلیل یہ آیت ہے وان احد من المشرکین استجارک
فاجرہ - اور اگر مشرکین مین سے کوئی پناہ مانگے تو اسکو پناہ دے - اور یہ اسلیے کہ انکا اسلام مین داخل ہونا مسلمانون کے
ساتھ اختلاط اور انکے دلائل اور انکی سیرت معلوم کرنے سے ہوتا ہے اور نیز بسا اوقات تجار وغیرہ کی آمدرفت کی
حاجت ہوتی ہے اور امام کو جائز ہے کہ اگر ضرورت ہو تو انسے صلح کرلے خواہ مال لیکر خواہ بغیر مال کے کیونکہ مسلمانون کو بسا اوقات
کفار کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہین ہوتی اور صلح کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات قوت حاصل کرنے کے لیے
مال کی ضرورت ہے اور بسا اوقات امر بالعکس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک قوم کے شر سے بچکر دوسری قوم سے لڑنے کی
حاجت ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا لا الفین احدکم یجیء یوم القیمۃ علی رقبتہ بعیر لہ رغاء یقول یا رسول اللہ
اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد ابلغتک - یعنی تم مین سے کسی کو ہرگز ایسا نہ پاؤن کہ قیامت کے دن آئے کہ
اسکی گردن پر اونٹ ہو اور وہ اونٹ چلاتا ہو اور وہ شخص کہتا ہو کہ یا رسول اللہ میری خبر لیجیے تو مین کہون مجھے تیرے لیے
کسی بات کا اختیار نہین ہے مین تجھے تبلیغ کر چکا اور اسی کے مثل حدیث شریف مین آیا ہے علی رقبتہ فرس لہ حمحمۃ وشاۃ
لہا ثغاء ونفس لہا صیاح ورقاع تخفق - کہ اسکی گردن پر گھوڑا ہنہناتا ہوا ہوگا اور بکری ممیاتی ہوئی اور کوئی شخص
چلاتا ہوا ہوگا اور کپڑون کے پارچے اڑتے ہوے ہونگے - مین کہتا ہون اسکی اصل یہ ہے کہ جس چیز مین گناہ واقع ہوا ہے
اسی کی صورت مین وہ متمثل ہوگا اور اسکا اٹھانا اسکا بار اسکے ساتھ تکلیف پاتا ہے اور اسکا آواز دینا لوگون پر اس
گناہ کو مشہور کرکے اسکو سزا دینا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا متاعہ کلہ فاضربوہ
جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسنے خیانت کی تو اسکا سب اسباب جلا دو اور مار و - حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسپر
عمل کیا - مین کہتا ہون اسمین اس خائن کو زجر کرنا اور لوگون کو ایسے فعل سے باز رکھنا ہے - اور معلوم کرو کہ کفار سے جو مال
لیے جاتے ہین انکی دو قسمین ہین ایک تو وہ مال ہے جو گھوڑون اور اونٹون کے دوڑانے اور قتال کے صدمات اٹھانے سے
حاصل ہوتا ہے اسکا نام غنیمت ہے اور ایک وہ مال جو بغیر قتال کے انسے حاصل ہوتا ہے مثلا جزیہ وخراج وعشور جو انکے تجار سے
لیے جاتے ہین اور وہ مال جو صلح کر کے وہ خرچ کرتے ہین یا وہ پریشان ہوکر اسکو چھوڑ بھاگتے ہین - غنیمت مین خمس
نکالا جاتا ہے اور وہ خمس ان مواضع مین صرف کرنا چاہیے جنکا خدا تعالے نے قرآن پاک مین ذکر فرمایا ہے واعلموا
انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل - اور اس بات کو جان لو
کہ تمنے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے پس خدا تعالی اور رسول اور اقارب اور یتیمون اور مساکین اور مسافر کے لیے ہے پس
آنحضرت صلعم کے بعد آپکا حصہ مسلمانون کے مصالح مین بہ ترتیب خرچ کرنا چاہیے اور ذوالقربی کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب
خواہ محتاج ہون یا غنی مرد ہون یا عورت خرچ کرنا چاہیے - اور میرے نزدیک مقادیر کے تعین کرنے مین امام کو اختیار ہے
اور حضرت عمر آل رسول کے لیے بیت المال سے زیادہ حصہ دیا کرتے تھے اور انمین سے جو لوگ قرضدار یا نکاح اور حاجتمند ہوا کرتے

آنکی اعانت کیا کرتے تھے اور یتیمون کا حصہ چھوٹے چھوٹے محتاج بچون کو جنکا باپ نہو دینا چاہیے اور فقرا و مساکین کا حصہ
فقرا و مساکین کو دینا چاہیے مگر امام کو اسکا اختیار ہے کہ اپنے اجتہاد و رائے کے موافق اُسکی تعیین کرے اور اہم فالاہم کو مقدم کرے
اور اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور پانچ حصون میں سے باقی چار حصے غانمین میں تقسیم کرے اور اول لشکر کے حال میں اسکو اجتہاد
کرنا چاہیے پس جسکو زیادہ دینا مسلمانون کی مصلحت کے مناسب ہو اُسکو زیادہ دے اور اُسکی تین صورتین ہین ایک تو یہ
کہ مثلا امام دار الحرب میں داخل ہوا اور اُسنے ایک کسی قریہ کے اوپر کچھ فوج روانہ کی تو خمس کے بعد ربع یا ثلث اُسکو مقرر
کرے۔ پس وہ فوج جسقدر مال لیکر آئے اُسکا خمس تو علیحدہ کرے اور باقی کا ربع یا ثلث اُس فوج کو دیکر آخر جو باقی ہے وہ
غنیمت میں شامل کر دے۔ دوسری یہ صورت ہے کہ امام اُس شخص کے لیے ایسے کام کے بدلہ جسمین مسلمانون کا نفع ہو کچھ
مقرر کر دے مثلا امام کہدے کہ جو شخص اس قلعہ پر چڑھجاوے تو اُسکے لیے اسقدر مال دیا جاویگا یا جو کسی کو قید کر لائے تو
اُسکو اسقدر مال دیا جاویگا یا جو کسی کو قتل کرے تو اُسکا اسباب اُسکو دیا جاویگا پس اگر مسلمانون کے مال میں سے یہ مقرر کیا ہے
تب تو اُسمین سے دے اور اگر غنیمت میں سے شرط کیا ہے تو خمس نکالنے کے بعد جو باقی رہا ہے تو اُسمین سے دے اور تیسری صورت یہ ہے کہ
امام خاصکر بعض غانمین کو کچھ مال دیدے اسلیے کہ دشمنون کو اُس سے خوف زیادہ ہو اور مسلمانون کا اُس سے نفع زیادہ ہو
جسطرح آنحضرت صلعم نے سلمہ بن الاکوع کو جنگ ذی قرد میں سوار و پیدل کا حصہ عطا فرمایا اسلیے کہ اُنکی ذات سے
مسلمانون کو بہت نفع پہونچا تھا اور میرے نزدیک صحیح یہ بات ہے کہ مقتول کے اسباب کا قاتل مستحق ہوتا ہے خواہ قبل
از قتل امام کے مقرر کرنے سے خواہ بعد کو نفل کے طور پر دینے سے اور امام کو چاہیے کہ حصہ سے کم کسیقدر مال اُن عورتون کو دے
جو مریضون کی دوا دارو کرتی ہین اور کھانا پکاتی ہین اور مجاہدین کا کام کرتی ہین اور غلامون اور بچون اور اہل ذمہ
کے لیے جنکو امام نے اجازت دیدی ہے جدا کر دین اگر مجاہدین کو انسے نفع پہونچا ہو اگر امام کو معلوم ہو کہ مال غنیمت مین
کچھ مال کسی مسلمان کا ہے جسکو کفار ظفر یاب ہو کر لیگئے تھے بغیر کچھ لیے وہ مال اُسکو دیدے اور باقی مال کو تمام اُن لوگون میں
تقسیم کرے جو لڑائی میں موجود تھے اسطرح کہ سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ اور میرے نزدیک کرنا سنت ہے اور
تیر سوار یا تیر انداز کو کچھ زیادہ حصہ دے یا گھوڑے کے سوار کو بیل وغیرہ کے سوار پر ترجیح دے تو اُسکو اختیار حاصل ہے
مگر اہل رائے سے اُسکو اپنے امر میں مشورہ کر لینا چاہیے تاکہ اُسکی وجہ سے لوگ اُسکی امامت میں مختلف نہو جائین۔ اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی سیرت میں اس باب کے اندر جو کچھ اختلاف ہے اُسمین تطبیق کی وجہ یہی ہے۔ اور جس
شخص کو امام لشکر کی کسی مصلحت سے روانہ کرے اُسکو بھی حصہ دے اگرچہ وہ لڑائی میں موجود نہو مثلا قاصد یا طلیعہ یا جاسوس
جسطرح جنگ بدر میں حضرت عثمانؓ کو غنیمت میں حصہ دیا گیا۔ اور جو مال بلا لڑائی کے حاصل ہو اُسکو اُن مواضع میں خرچ
کرنا چاہیے جنکا خدا تعالی نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول
ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل الی قولہ رؤف رحیم۔ اور جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو
پڑھا فرمایا کہ اسنے تمام مسلمانونکا احاطہ کر لیا اُسے اہم فالاہم کیطرف صرف کرتے تھے اور فی صرف کرنے کے اندر مسلمانون کی
مصلحتون کیطرف غور فرماتے تھے نہ اپنی کسی خاص مصلحت کیطرف اور فی کی تقسیم کرنے کی کیفیت یہی مختلف طریقہ ہین

آنحضرت صلعم تو جس روز فئی آتی اسی روز اسکو تقسیم کر دیتے تھے بیوی والیکو دو حصے اور غیر اہل والیکو ایک حصہ اور حضرت ابوبکر صدیق حر اور غلام دونون میں تقسیم کرتے تھے اور انکو کفایت حاجت کا لحاظ تھا اور حضرت عمرؓ نے سوابق اور حاجتوں پر دیوان مقرر کیا تھا۔

اور اصل اسمین یہ ہے کہ باہمی انکے یہ اختلافات جو واقع ہوے وہ اس بات پر محمول ہین کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے موافق ایسا کیا تھا موافق اپنی مصلحت وقت کے ہر ایک نے کوشش کی اور جن اراضیات پر مسلمان غالب آگئے انمین امام کو اختیار ہے چاہے بانہم غانمین کے انکو تقسیم کر دے چاہے مجاہدین پر انکو وقف کر دے جیساکہ آنحضرت صلعم نے خیبر مین کیا کہ نصف اسمین کی تقسیم کر کے نصف کو وقف کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارض سواد کو وقف کیا تھا۔ اور اگر امام چاہے تو اراضیات کو ہمارے کفار ذمیون کے لیے روک رکھے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر بالغ سے دینار یا اسکے برابر یمنی کپڑا اخذ کرین اور حضرت عمرؓ نے متمولین پر اڑتالیس درہم اور متوسطین پر چوبیس درہم اور غریب پر جو مزدوری کرتا ہو بارہ درہم مقرر کیے۔ اور اسی جگہ سے معلوم کرنا چاہیے کہ اسکا اندازہ امام کی راے پر ہے جو اسکی مصلحت کا مقتضی ہو عمل مین لائے اور اسی لیے انکی سیرتون اور عادتون مین اختلاف ہے اور میرے نزدیک خراج کے مقادیر مین بھی یہی حکم ہے اور تمام ان امور مین جنمین رسول خدا صلعم اور آپکے تمام خلفا کی عادات مختلف ہین اور خدا تعالی کے ہمپر غنیمت اور فئی کے مباح کرنے کی یہی وجہ ہے جو آنحضرت صلعم نے بیان فرمائی ہے جیساکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمسے پہلے کسی کے لیے غنیمت نہین حلال کی گئی کیونکہ جب خدا تعالی نے ہمارے اندر ضعف اور عجز دیکھا تو غنائم کو ہمارے لیے حلال کیا اور آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی نے میری امت کو سب امتون پر فضیلت عطا فرمائی اور ہمارے لیے غنیمتون کو حلال گردانا اور قسم اول مین ہمنے اسکی تشریح کر دی ہے پس یہان اسکے اعادہ کی حاجت نہین۔ اور مصارف کی اصل یہ ہے کہ بلا شبہہ اصول مقاصد کے چند امور ہین۔ ازانجملہ ان آدمیون کا باقی رکھنا جو کسی چیز پر قادر نہین ہین خواہ اپاہج ہونے کیوجہ سے خواہ تنگدستی کی وجہ سے خواہ اس سبب سے کہ انکو اپنے مال سے بعد ہوگیا ہے۔ اور ازانجملہ شہر کی سرحدین قائم کرنا اور لشکر اور ہتھیارون اور گھوڑون کا خرچ اٹھا کر کفار سے محفوظ رکھنا ہے اور ازانجملہ شہر کا انتظام اور بندوبست کرنا اور پاسبانون اور قضات اور محتسبون کا مقرر کرنا اور حدود کا قائم کرنا۔ اور ازانجملہ دین کی حفاظت کے لیے خطبا اور واعظین اور ائمہ و مدرسین کا مقرر کرنا اور ازانجملہ منافع مشترکہ مین مثلاً نہرون کا نکالنا اور پل بنانا وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ شہر دو قسم کے ہین ایک تو وہ شہر ہین جنکے باشندے صرف مسلمان ہین مانند ملک حجاز کے یا مسلمان اسمین اور قومون کی نسبت زیادہ رہتے ہین۔ دوسرے وہ شہر ہین جنکے اکثر باشندے کفار لوگ ہین اور بزور تلوار یا صلح کر کے مسلمانون نے ان شہرون پر قبضہ کیا ہے۔ دوسری قسم کے شہرون کے لیے فوج اور ہتھیارون اور پاسبانون اور قضات اور عمال کی ضرورت ہے اور پہلے قسم کے شہر مین ان چیزون کی زیادہ حاجت نہین ہے اور شرع کو یہ منظور ہے کہ بیت المال مین جو مال مجتمع ہے وہ ان شہرون پر مناسب طریقے سے تقسیم کیا جاے پس زکوۃ اور عشر کا مصرف وہ مقرر کیا گیا جسمین اورون کی نسبت محتاجون کی زیادہ تر دفع ضرورت ہے اور غنیمت کا مصرف وہ لوگ مقرر کیے گئے جنسے لڑائی کا انتظام اور دین کی حفاظت اور شہر کا انتظام زیادہ تر ہے

لہذا غنیمت مین سے یتیم اور مسکین اور فقیر کا حصہ بہ نسبت صدقات کے حصے کے کم مقرر کیا گیا اور مجاہدین کا حصہ بہ نسبت صدقات کے
غنیمت مین سے زیادہ مقرر کیا گیا اور چونکہ غنیمت گھوڑے اور اونٹ اور لشکر کی مشقت سے حاصل ہوتی ہے پس مناسب ہے کہ ان
لوگون کو غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے وہ راضی نہین ہو سکتے اور شرائع کلیہ مین جو لوگون پر مقرر کی گئی ہین اُنکے اندر اکثر
خلقت کے حال کا ملحوظ رکھنا اور رغبت عقلی کے ساتھ رغبت طبعی کا جمع کرنا ضروریات سے ہے اور اُنکی رغبت طبعی اسی طریقہ سے
حاصل ہو سکتی ہے کہ قتال کے عوض مین اُنکو کچھ مال دیا جاوے لہذا پانچ حصو مین سے چار حصے مال غنیمت مین غانمین کے لیے
مقرر کیے گئے اور فی یعنی وہ غنیمت جو بلا مشقت قتال کے صرف رعب کیوجہ سے حاصل ہوتی ہے چونکہ وہ بلا مشقت حاصل
ہوتی ہے لہذا اُسکا خاص قسم کے لوگون مین تقسیم کرنا ضروری ہوا اور اہم فالاہم کی تقدیم کی گئی - اور خمس کی اصل یہ ہے کہ
ایام جاہلیت مین مرباع کا قدیمی دستور تھا جو شخص قوم کا رئیس اور اُنکا پشت پناہ ہوتا تھا وہ اُس ربع کو لیلیا کرتا تھا یہ بات
اُنکے دلون مین قرار پا چکی تھی اور یہ احتمال نہ تھا کہ اُسکے نکال لینے سے اُنکے دلمین ناگواری پیدا ہو اسی کے بیان مین ایک شاعر
کہتا ہے **شعر** وان لنا المرباع من کل غارة * تکون بنجد او بارض التهائم * ہر لوٹ مین ہمارا چہارم حصہ ہے
خواہ وہ نجد مین ہو خواہ تہائم کے ملک مین - پس خدا تعالے نے خمس کو اُنکے قدیمی دستور کے قریب قریب شہر اور
دین کی ضروریات کے لیے مقرر فرمایا جسطرح خدا تعالے نے انبیا پر اُنکے دستور کے موافق آیات نازل فرمائی ہین اور
وہ ربع اُس شخص کو ملا کرتا تھا جو اُنکا سردار اور پشت پناہ ہوتا تھا تاکہ اسمین اُسکی عظمت اور عزت ثابت ہو اور علاوہ بریں
وہ شخص سب کے کام مین مصروف ہوتا ہے اور اُسکو بہت خرچ کی حاجت رہتی ہے پس خدا تعالی نے وہ خمس آنحضرت
صلعم کے لیے مقرر فرمائی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگون کے کام مین مشغول ہونے کیوجہ سے اتنی کہان
فرصت کبھی تھی جو اپنے اہل و عیال کے لیے کسب کرتے لہذا ضرور ہوا کہ آپکا نفقہ مسلمانون کے مال مین مقرر ہو اور علاوہ برین
نصرت اور مدد الہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپکے رعب کیوجہ سے جو آپکو اللہ پاک نے عنایت فرمایا تھا
حاصل ہوئی ہے پس آپکا مال ایسا ہوا کہ گویا آپ ہر جنگ کے اندر موجود رہے - اور دوسری یہ خمس ذوی القربی کے لیے
خدا تعالی نے مقرر فرمائی کیونکہ سب لوگون سے زیادہ آنحضرت کے ذوی القربی کو حمایت اسلامی ہے اسواسطے کہ اُنمین
حمایت دینی اور حمایت نسبی دونون موجود ہین کیونکہ اُنکا سارا فخر دین محمدی کے بلند ہونے مین ہے - اور نیز اسمین اہل بیت
نبی صلعم کی تعظیم پائی جاتی ہے اور اس مصلحت کا نتیجہ دین کیطرف راجع ہوتا ہے - اور جبکہ علماء اور قراء کی تعظیم مین
دین کی تعظیم ہے تو ذوی القربی کی تعظیم مین بطریق اولی دین کی تعظیم ہوگی - اور ایک محتاجون کے لیے مقرر کیا گیا
اور خدا تعالی نے محتاجون کا انضباط مساکین اور فقراء اور یتامی کے ساتھ فرمایا - اور حدیث شریف سے ثابت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمس مین سے مولفة القلوب وغیرہم کو بھی عطا فرماتے تھے - اس تقدیر پر آیت کے اندر پانچ
مصارف خاص کا ذکر کرنا اُن مصارف کے مہتم بالشان ہونے کیوجہ سے اور اس بات کی تاکید کرنے کے لیے ہے کہ خمس اور
فی کو بے ضرورت دیکھے اغنیا لوگ محتاجون کی پروا نہ کر کے نہ لیلیا کرین اور تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اقارب
کیطرف کسی کو بدگمانی کرنے کا موقع نہ مل سکے - اور انفال اور انعامات اسواسطے مقرر کیے گئے کہ بسا اوقات انسان بغیر طمع کے

جہان جو گھوڑون کی جگہ مین اپنے آپکو نہین ڈالتا ہے اور ایسی خصلت اور جبلت کی بات ہے جسکی رعایت ضروریات سے ہے اور گھوڑے کے سوا اُنکو پیدل کے حصہ سے چند اسواسطے مقرر کیا گیا کہ سوار سے مسلمانون کو زیادہ تر قوت اور نفع پہونچتا ہے اور اُسکو زیادہ تر مشقت کرنی پڑتی ہے اگر تم لشکرون کا حال دیکھو تو اس بات کا تمکو یقین ہو سکتا ہے کہ اگر سوار کو پیدل کے حصے سے چند دیا جائے اور کچھ کمی کیجائے تو وہ راضی نہین ہو سکتا اور اُسکی محنت کے اعتبار سے وہ ناکافی ہوتا ہے تمام عرب و عجم باوجود اختلاف احوال و عادات کے اس بات پر متفق ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لئن عشت ان شاء اللہ لاخرجن الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب واوصی باخراج المشرکین منہا۔ اگر انشاء اللہ تعالیٰ مین زندہ رہا تو بلا شبہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالدونگا اور مشرکون کو وہان سے نکالدینے کی مین وصیت کرتا ہون۔ مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھی کہ زمانہ کا حال ایک سا نہین رہتا بس ایک وقت ایسا ہوگا کہ اسلام مین ضعف آجائیگا اور اُسکی جمعیت منتشر ہو جائیگی پس اگر ایسے وقت مین دشمنان دین کا جزیرہ عرب مین جو اسلام کا اصل الاصول قیام رہا تو ضرور حرمات الٰہی کا ہتک اور قطع ہوگا لہذا آپنے دار العلم کے حوالی اور محل بیت اللہ سے نکالنے کا حکم دیا اور نیز کفار کے ساتھ اختلاط کرنے مین دین کے بگڑنے اور قلوب کے بدلنے کا اندیشہ ہے اور چونکہ یہ بات محال تھی کہ تمام ملکون سے بخوف مخالطت اُنکو نکالدیا جاتا لہذا صرف حرمین شریفین کو اُنسے پاک کرنے کا حکم فرمایا۔ اور نیز آخر زمانہ مین جو دین کا حال ہونیوالا تھا آپ پر وہ ظاہر کردیا گیا چنانچہ آپنے فرمایا ہے ان الدین لیارز الی المدینۃ الخ۔ اور پوری پوری محافظت کی یہی صورت ہے کہ وہان مسلمانون کے سوا کوئی قوم نہ رہے۔ واللہ اعلم۔

معیشت کا بیان

معلوم کرو کہ تمام اقالیم صالحہ کے باشندون کا کھانے و پینے اور پہننے اور قیام و نشست و تمام ہیآت و احوال مین آداب کے ملحوظ رکھنے پر اتفاق ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ بشرط سلامت مزاج اور ظہور مقتضاء نوعی کے باہمی اجتماع اور دیکھا دیکھی کے لحاظ سے گویا ہر ایک جبلت مین داخل ہے اور ان آداب کی رعایت مین لوگون کے طریقے مختلف ہین بعض فرقے حکمت طبعی کے قواعد کے موافق اُن آداب کی رعایت کرتے ہین اور تمام احوال و افعال مین اُن آداب کا بیان کرتے ہین کہ طب تجربہ کے اعتبار سے اُنمین نفع ہی کی امید ہوتی ہے اور ضرر کا خوف نہین ہوتا۔ اور بعض فرقے قوانین احسان کے موافق یعنی جسطرح انکا دین اُنکو حکم کرتا ہے اُن آداب کو عمل مین لاتے ہین اور بعض فرقون کو اپنے بادشاہون اور حکما اور دستورون کیطرح سے آداب عمل مین لانے مقصود ہوتے ہین۔ اور بعض لوگ اور طریقون کے موافق انکا برتاو کرتے ہین چونکہ اُنمین سے بعض آداب مین منافع مترتب ہوتے ہین۔ لہذا آپنے آگاہ کرنا اور اُن منافع کے لحاظ سے اُنکا حکم دینا ضروری ہوا اور بعض آداب مین مفاسد پیدا ہوتے ہین لہذا ضروری ہوا کہ اُنسے نہی کیجائے اور لوگون کو اُن آداب پر آگاہ کیا جائے۔ اور بعض آداب مین دونون باتون سے ایک بات بھی نہین پائی جاتی۔ لہذا ضروری ہوا کہ وہ مباح چھوڑ دیا جائے اور اُنکی اجازت دیجائے پس آداب کی تنقیح و تفتیش بھی منجملہ اُن مصالح کے ٹھہری جنکے پورا کرنے کیلئے

آنحضرت صلعم کو مبعوث کیا ہے اور اصل اسکے اندر چند باتین ہین ایک تو یہ کہ ان اشغال مین مصروف ہونے سے ذکر الٰہی
نسیان ہوتا ہے اور قلب کی صفائی مین کدورت پیدا ہوتی ہے پس ضروری ہوا کہ اس سم کا کسی تریاق سے علاج کیا جاے
اور وہ تریاق یہ ہے کہ ان اشغال مین مشغول ہونے سے قبل اور بعد اور حالت اشتغال مین کچھ اذکار مقرر کیے جاوین
تاکہ قلب کو ان اشغال کے اندر پورا پورا انہماک نہو جائے اور ان اذکار مین منعم حقیقی کا ذکر اور جانب قدس کی طرف
میلان فکر نہ پایا جاوے۔ اور ایک یہ ہے کہ بعض افعال و ہیات کو مزاج شیطانی سے مناسبت ہوتی ہے اسطور پر کہ
اگر کسی کے خواب یا بیداری مین شیطان متمثل ہو کر نظر آوین لامحالہ ان افعال مین سے کسی نہ کسی فعل کے ساتھ وہ متلبس
ہوتے ہین پس انسان کو ایسے افعال کے ساتھ متلبس ہونا شیاطین کے ساتھ نفرت اور شیاطین کے اوصاف قبیحہ
اس شخص کے دل مین منقش ہونیکا سبب ہین پس ضرور ہوا کہ ان افعال سے خواہ کراہیۃً خواہ تحریماً مقتضائے مصلحت کے موافق
نہی کیجاے اور وہ افعال یہ ہین کہ مثلاً ایک جوتہ پہنکر چلنا اور بائین ہاتھ سے کھانا وغیرہ ذلک۔ اور بعض افعال و صفات
انسان کو شیاطین سے دور اور ملائکہ سے قریب ہونیکا سبب ہوتے ہین۔ مثلاً گھر مین داخل ہوتے اور نکلتے وقت خدا تعالی
کا ذکر کرنا اس قسم کے افعال پر رغبت دلانا ضروری ہوا اور ایک ان ہیات سے اجتناب کرنا جنسے بحکم تجربہ لوگون کی
ایذا رسانی ہوتی ہے۔ مثلاً مکان کی چھت پر بغیر پردہ کے سونا اور سوتے وقت چراغ کا گل نکرنا چنانچہ رسول خدا
صلعم نے فرمایا ہے کہ چوہا گھر کو جلا دیتا ہے۔ اور از انجملہ عجمیون کے ساتھ ان عادت مین مخالفت کرنا ہے جنکے وہ لوگ
عادی ہین مثلاً ہر چیز مین نہایت درجہ کا تکلف کرنا اور نہایت بیفکری سے دنیا کے اندر منہمک ہونا۔ کیونکہ یہ امور
یاد الٰہی سے بھلاتے ہین اور کثرت سے دنیا کے طلب کرنے اور قلوب کے اندر دنیا کے لذائذ متمثل ہونے کا سبب ہین پس
ضروری ہوا کہ ان سب مین سے ان امور کو خاصکر حرام کیا جاے جو سب تکلفات مین بڑھکر ہے۔ مثلاً حریر اور قسی
اور میاثر اور ارجوان اور وہ کپڑے جنمین حیوانات کی صورتین بنی ہوئی ہون۔ اور سونے چاندی کے برتن اور معصفر یعنی
کسم کے رنگے ہوے کپڑے اور خلوق وغیرہ اور باقی اور عادات کو عام طور پر مکروہ کیا ہے اور اور عیش کی اکثر چیزون کا
ترک کرنا مستحب ہے اور از انجملہ ان ہیات سے اجتناب چاہیے جو منافی وقار کے ہین اور نیز ان ہیات سے جو انسان کو
دیوانون مین لاحق کر دیتی ہین ان لوگون سے جو احکام نوع کے لیے ہین قائم ہوے ہین تاکہ افراط اور تفریط مین
میانہ روی حاصل ہو۔

کھانے اور پینے کی چیزون کا بیان

معلوم کرو جبکہ انسان کی سعادت انھین اخلاق اربعہ کے اندر ہے جنکو ہم ذکر کر چکے ہین اور اسکی شقاوت
انکے اضداد کے اندر ہے لہذا حفظ صحت انسانیہ اور دفع ہونے امراض نفسانیہ کے لئے واجب ہوا کہ ان اسباب سے جو مزاج
انسانی کو دو جانبون مین سے کسی ایک کی طرف بدل دیتے ہین۔ از انجملہ وہ افعال ہین جنکے ساتھ نفس متصف ہوتا ہے
اور اسکے تصورات مین داخل ہو جاتے ہین ان افعال کا ہم کافی بیان کر چکے ہین اور باقی وہ امور ہین جیسے نفس ہین

صفات ذمیمہ جو شیاطین کے ساتھ مشابہت اور ملائکہ سے بُعد پیدا ہونے کا سبب ہوتے ہین اور اخلاق صالحہ کے
خلاف صفات کو پیدا کرتے ہین خواہ اُس شخص کو اس بات کی حس ہو یا نہو پس جو نفوس کہ ملحق بملاء اعلیٰ ہو گئے ہین
خواہ وہ حظیرۃ القدس ہے ان امور کی بدمزگی کا ادراک اسطرح ہوتا ہے جسطرح طبیعت کو تلخی اور بدمزگی کا
ادراک ہوتا ہے ایسے امور کی نسبت خدا تعالیٰ کے الطاف اور اُسکی رحمت کا مقتضی ہوتا ہے کہ ان امور کے اصول و
جڑون کے ساتھ جنسے وہ امور منضبط ہین اور اُنکا اثر ظاہر ہے کسی پر پوشیدہ نہین ہے لوگون کو مکلف کیا جائے اور چونکہ
تغیر بدن اور اخلاق کے تغیر کے اسباب مین سب سے زیادہ تر قوی سبب غذا ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ اصول غذا کے متعلق
ہوتے ہین ان سب سے زیادہ تر قوی الاثر ایسے جانور کا کھانا ہے جسکی صورت مین کوئی قوم مسخ کی گئی ہے اسلیے کہ جب
خدا تعالیٰ کی لعنت اور اُسکا غضب کسی انسان کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو اُسکے سبب سے انسان کے اندر ایک ایسا مزاج
پیدا ہو جاتا ہے جو صحت انسانی سے اسقدر بعید ہوتا ہے کہ وہ شخص انسان کی صورت نوعیہ سے بالکل خارج ہو جاتا ہے
بدن انسانی کے عذاب دینے کی صورتون مین سے ایک صورت ہے اور ایسے وقت مین اُسکا مزاج انسانی صورت سے
نکلکر کسی خبیث جانور کی صورت پکڑ جاتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے ایسے وقت مین کہا جاتا ہے کہ
خدا تعالیٰ نے اُس شخص کو مسخ کرکے بندر یا خنزیر بنا دیا۔ پس حظیرۃ القدس مین اسکے متعلق یہ علم متمثل ہو جاتا ہے
کہ اس قسم کے جانور اور انسان کے مغضوب علیہ اور رحمت الٰہی سے بعید ہوتے ہین ایک مناسبت خفیہ ہے اُسمین
اور اُس طبیعت سلیمہ مین جو اپنی فطرت پر باقی ہے نہایت درجہ کا بعد ہے پس لا محالہ ایسے جانور کا کھانا اور اُسکو اپنے
بدن کا جزء کر دینا نجاست کے ساتھ اختلاط کرنے اور اُن افعال کے عمل مین لانے سے جو غضب کو ہیجان مین لاتے ہین
زیادہ تر برا ٹھہریگا لہذا ہمیشہ سے حظیرۃ القدس کے ترجمان یعنی حضرت نوح کیوقت سے تمام انبیاء علیہم السلام خنزیر کو حرام
کرتے اور لوگون کو اُس سے بعید رہنے کا حکم کرتے چلے آئے ہین حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام اُسکو نازل ہو کر قتل ہی کرینگے
اور چونکہ خنزیر کو کوئی فرقہ کھایا کرتا تھا لہذا شرائع مین نہایت شدت کے ساتھ نہی کی گئی اور اُسکے ترک کرنے کا حکم
دیا گیا اور بندر و چوہا ایسے جانور ہین کہ اُنکو ہرگز کوئی قوم نہین کھاتی اسلیے انسے نہی کرنے مین تاکید شدید کی ضرورت
نہوئی جناب رسول خدا صلعم نے گوہ کی نسبت فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ پر جب غصہ ہو گیا تو اُنکو چارپایون
کیصورت مین جو زمین پر چلتے ہین مسخ کر دیا نہین معلوم کہ شاید گوہ بھی انھین مین سے ہو۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے
جعل منہم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت۔ کر دیا انمین سے بندر اور خنزیر اور پرستش کرنیوالے شیطان کے
اور اسی کی مثل یہ ہے کہ جس زمین مین خسف یا عذاب نازل ہوا ہے اُس مین ٹھہرنا مکروہ ہے اور مغضوب علیہم کے
ہیات بنانا مکروہ ہے کیونکہ ان اشیاء کے ساتھ اختلاط کرنا نجاسات کے ساتھ اختلاط کرنے سے کم نہین ہے اور
اشیاء کے ساتھ ملتبس ہونیکا اثر اُن ہیات کے ساتھ ملتبس ہونیکے اثر سے کم نہین ہے جو مزاج شیطانی کا مقتضی ہے
اور انکے بعد اُس جانور کا کھانا ہے جسکی سرشت مین ایسے افعال داخل ہین جو ان اخلاق کے مضاد ہین جو انسان سے
مطلوب ہین حتی کہ وہ ضرورت کیوجہ سے اُسکی عقل پر غالب ہو گئے ہین اور وہ ضرب المثل ہو گیا ہے اور طبائع سلیمہ اُسکو خبیث جانتی ہین

اور اسکے کھانے سے اعراض کرتی ہین مگر بغذا یا دھوکہ وہ جو قابل اعتبار کے نہین ہین اور وہ جانور جنمین اس معنی کا
کمال ہوگیا اور اسکا ظہور ہین ہوگیا اور تمام عرب و عجم نے اسکو مان لیا وہ چند ہین ازانجملہ ایک وہ حیوان سبعی ہین جنکی
خلقت مین غدر یعنی چھیلنا پھونٹ وغیرہ ہے اور زخم اور دبدبہ اور قساوت قلبی ہے اسی لیے رسول خدا صلعم نے
بھیڑیے کے باب مین فرمایا ہے او یاکلہ احد۔ کیا اسکو کوئی کھاتا ہے اور ازانجملہ وہ حیوانات ہین جنکی خلقت مین
آدمیون کو تکلیف پہونچانا اور انسے کسی چیز کا اچک لیجانا اور انپر لوٹ کرنے کی غرض سے دست کے منتظر رہتے ہین
اور اسمین الہام شیطانی کا قبول کرنا ہے جیسے کوا اور چیل اور چھپکلی اور مکھی اور سانپ و بچھو وغیرہ ۔ اور ازانجملہ وہ حیوانات
ہین جنکی خلقت مین ذلت اور گڑھون مین چھپا رہنا ہے مثل چوہے اور حشرات الارض کے اور ازانجملہ وہ حیوانات ہین
جو نجاستون اور ناپاکیون مین اپنی زندگی بسر کرتے ہین اور اسمین رہتے ہین اور وہی کھاتے پیتے ہین یہانتک کہ انکے
بدن اسمین بھرے رہتے ہین اور ازانجملہ گدھا ہے اور وہ بلاشبہ ذلت اور حماقت مین ضرب المثل ہے اور اکثر اہل عرب
جنکی طبائع سلیمہ تھین اسکو حرام سمجھتے تھے اور شیاطین کے ساتھ اسکو مشابہت دیتے تھے جیساکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے
اذا سمعتم نہیق الحمار فتعوذوا باللہ من الشیطان فانہ رای شیطانا۔ جبکہ تم گدھے کا رینکنا سنو تو خدا تعالی سے شیطان سے
پناہ مانگو اسلیے کہ اسنے شیطان کو دیکھا ہے اور تمام اطبا نے اتفاق کرلیا ہے کہ یہ سب جانور بلاشبہ مزاج نوع انسان کے
مخالف ہین لہذا طب کے اعتبار سے بھی انکا کھانا نہ چاہیے۔ اور معلوم کرو کہ اس جگہ چند امور پوشیدہ ہین انکے حدود کے
ضبط کرنے اور شکل کی تمیز کرنے کی حاجت پڑی ۔ ازانجملہ یہ ہے کہ مشرکین بلاشبہ اپنے معبودون اور ٹھاکرون کے لیے انکو ذبح
کرکے انکی طرف اسکا تقرب کیا کرتے تھے اور اسمین ایک نوع کا شرک تھا لہذا حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا کہ اس شرک سے
نہی کیجاے پھر اس تحریم کی اسطرح تاکید کیجاے کہ طواغیت کے لیے جو جانور ذبح کیا جاے اسکے کھانے سے لوگون کو ممانعت کردیجاے
تاکہ اس فعل سے باز رہین اور نیز ذبح کرنے کی قباحت اس مذبوح مین بھی سرایت کرجاتی ہے اسکی وجہ ہم صدقہ مین بیان
کرچکے ہین پھر ذبیحہ للطواغیت چونکہ ایک مبہم تھا اسلیے شارع نے ما اہل لغیر اللہ بہ اور ما ذبح علی النصب ۔ اور اس
جانور کے ساتھ جسکو مسلمان اور اہل کتاب کے سوا کسی ملت کا کوئی شخص جسکے دین مین خدا تعالی کے نام کے سوا ذبح کرنیکا
حرمت نہین ہے ذبح کرے انضباط فرمایا اسلیے لازم ہوا کہ ذبح کیوقت خدا کے نام کا ذکر کرنا واجب ہو کیونکہ حلال و حرام مین
بظاہر تمیز کی یہی صورت ہے اور نیز جب حکمت الہیہ نے انسان کے لیے ان حیوانات کو جو حیات مین اسی کے مثل ہین
مباح کردیا اور ان حیوانات پر اسکو قدرت عطا فرمائی لہذا واجب ہوا کہ ان حیوانات کی جان نکالتے وقت اس نعمت سے
غافل نہون اور غافل نہونے کی یہی صورت ہے کہ خدا کا نام انپر ذکر کرین چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لیذکروا اسم اللہ علی
ما رزقہم من بہیمۃ الانعام۔ تاکہ خدا کا نام ذکر کرین زبان سے اس چیز پر جو خدا تعالی نے انپر عطا فرمائی ہے یعنی
چارپایون سے اور ازانجملہ یہ ہے کہ تمام ملل حقہ و باطلہ مین مردار جانور حرام ہین ملل حقہ کا اس بات پر اسواسطے اتفاق ہے
کہ حظیرۃ القدس سے ان ملت والون کو اس بات پر تلقی ہوئی ہے کہ وہ چیزین خبیث ہین اور مذاہب باطلہ کا اسواسطے
اتفاق ہے کہ انکے علم مین اکثر مردار چیزون مین اثر سمی ہوتا ہے۔ مردار جانور کے بدن مین مرتے وقت اخلاط سمیہ پھیل جاتے ہین

جنکو انسانی مزاج سے منافات ہوتی ہے پھر ابراہیمی شریعت ہوئی کہ مردار کو بغیر مارے جلایا گیا ہے پر اسکا اعتقاد باقی
کیا گیا کہ غیر مذبوح وہ ہے جسکی جان کھانے کی غرض سے نہ نکالی جاوے اس باعث سے اس جانور کا کھانا حرام ہوگیا جو سینگ لگکے
یا اونچے سے گرکر مرجاوے یا کوئی درندہ اسکو کھاوے کیونکہ یہ خبیث اور موذی چیزیں ہیں - اور منجملہ یہ ہے کہ عرب اور یہود
ذبح اور نحر کیا کرتے تھے اور مجوس گلا مروڑ کر یا پیٹ پھاڑ کر کھایا کرتے تھے اور ذبح اور نحر انبیا علیہم السلام کا ہمیشہ سے طریقہ
چلا آتا تھا اور اسکے اندر بہت سی مصلحتیں ہیں ایک تو یہ کہ اسمین ذبیحہ کو زیادہ تر تکلیف نہیں ہوتی کیونکہ جان نکلنے کا
سب سے آسان طریقہ یہی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فلیرح ذبیحتہ یعنی چاہیے کہ اپنے ذبیحہ کو آرام دے
اور شریطة الشیطان یعنی نیم بسمل کرکے چھوڑ دینے سے جو آپ نے نہی فرمائی اسمین یہی راز ہے - اور ایک یہ ہے کہ خون منجملہ
نجاسات کے ہے جسکے لگنے سے کپڑے کو دھو ڈالتے ہیں اور اسسے بچتے رہتے ہیں اور ذبح و نحر میں ذبیحہ کا اس نجاست سے
پاک کرنا ہوتا ہے بخلاف گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے کے کہ اسمین وہ جانور متلطخ بالنجاست ہوجاتا ہے - اور ایک
بات یہ ہے کہ ذبح کرنا ملت ابراہیمی کے شعائر میں سے ہے جسکی وجہ سے اس دین کا آدمی اور دینوں والوں سے متمیز ہوسکتا ہے
پس ذبح کرنا ختنہ اور خصال فطرت کے مانند ٹھہرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خدا تعالے نے ملت ابراہیمی کے قائم
کرنیکے لیے مبعوث فرمایا ہے اسواسطے آپکو اسکا محفوظ رکھنا ضرور ہوا پھر گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے سے تمیز ضروری ہوئی
اور اسکی یہی صورت ہے کہ کسی تیز چیز سے کاٹا اور وہ بھی حلق اور گردن کی جڑ میں یہ وہ چیزیں ہیں جنسے صحت نفسانی کے محفوظ
رکھنے اور مصلحت دینی کے قائم کرنے کے لیے منع کیا اور وہ چیزیں جنسے صحت بدنی کو نقصان پہنچتا ہے مثل سموم اور مضرات
انسے ممانعت کرنیکا حال ظاہر ہے اور جب یہ اصول ممہد ہوچکے تو اب ہم مفصل طور پر بیان کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ جس چیز کو
ماکولات سے خدا تعالے نے منع فرمایا ہے اسکی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ قسم ہے کہ خدا تعالے نے کسی قسم کے جانور کو کسی صفت
کیوجہ سے جو اس قسم میں پائی جاتی ہے حرام فرمایا ہے اور دوسری وہ قسم ہے جسکو ذبح کی شرط نہ پائے جانے سے حرام کیا ہے
اب حیوانات کی کئی قسمیں ہیں ایک تو گھریلو جانور ہیں ان میں سے اونٹ و گائے بیل بھیڑ بکری مباح کیے گئے چنانچہ اللہ پاک
فرماتا ہے احلت لکم بہیمة الانعام - اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ جانور پاک و معتدل المزاج اور مزاج انسانی کے موافق ہوتے ہیں
اور خیبر کے دن گھوڑے کے کھانے کی اجازت دیگئی اور گدھے کے کھانے سے نہی کی گئی اسلیے کہ تمام عرب و عجم گھوڑے کو
پسند کرتے ہیں اور تمام حیوانات میں گھوڑے کو فضیلت دیتے ہیں اور انسان کے ساتھ اسکو مشابہت ہے اور گدھا اپنی
حماقت اور ذلت میں ضرب المثل ہے اور اسکی خاصیت ہے کہ شیطان کو دیکھکر رینگتا ہے - اور عرب کے پاکیزہ اور ذکی الطبع
لوگ اسکو حرام جانتے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا ہے اور مرغابی اور بط بھی مرغی کے
مثل ہے اسلیے کہ یہ بھی پاک چیزیں ہیں اور مرغ کی خاصیت ہے کہ فرشتہ کو دیکھکر بانگ کہتا ہے اور کتا اور بلی حرام کیے
اسلیے کہ یہ دونوں درندوں میں داخل ہیں اور حرام چیزوں کو کھاتے ہیں اور کتا شیطان ہوتا ہے - اور دوسری قسم وحشی
یعنی جنگلی جانور ہیں ان جانوروں میں سے جو جانور نام و صفت میں بہیمة الانعام کے مشابہ ہیں مثلاً ہرن اور نیل گاے
اور شتر مرغ - اور ایکبار رسول خدا صلعم کو کسی نے بطور ہدیہ کے گورخر کا گوشت بھیجا تھا آپ نے اسکو تناول فرمایا اور گوشت بعض

خرگوش کا گوشت آپکو بھیجا تب بھی آپنے اسکو قبول فرمالیا اور ایک مرتبہ آپکے دستر خوان پہ لوگون نے گوہ کا گوشت کھایا
اسلیے کہ عرب لوگ ان چیزون کو پاک طیب جانتے تھے اور اگرچہ آنحضرت صلعم نے گوہ کے نہ کھانے کی نسبت یہ عذر کیا کہ
میری قوم کے ملک مین یہ نہین تھی اسلیے مجھے اچھی نہیں معلوم ہوئی اور اگرچہ آپ احتمال مسخ کے ساتھ شدت فرمائی.
اور اگرچہ آپنے اس سے نہی فرمائی اور میرے نزدیک اسمین کچھ تناقض نہین ہے کیونکہ اسمین دونون وجہ پائی جاتی ہین کہ نہی کے لیے
ہر ایک کافی ہے مگر مشتبہ چیز کا ترک کرنا شرع مین داخل ہے یہ وہ چیز حرام نہین ہوتی اور نہی سے آپکی مراد کراہت تنزیہ ہے
اور آپنے تمام درندون کے کھانے سے نہی فرمائی ہے اسلیے کہ انکی طبیعت اعتدال سے خارج اور انکی عادات بد اور انکے کھانے مین
صحت نہین ہوتی اور پرندون مین سے کبوتر اور چڑیا کو مباح کیا اسلیے کہ یہ پاک جانور ہین اور شکاری پرندے کھانے سے
نہی فرمائی اور بعض جانورون کو آپنے فاسق سے تعبیر فرمائی لہذا اسکا کھانا بھی ناجائز ہے اور جو جانور مردار اور نجاست
کھاتا ہے یا عرب کے لوگ اسکو خبیث جانتے ہین اسکا کھانا مکروہ ہے اللہ پاک فرماتا ہے ویحرم علیہم الخبائث
اور حرام کرتا ہے ان پر خبیث چیزین اور آنحضرت صلعم کے زمانے مین [illegible] کو کھایا کرتے تھے کیونکہ عرب اسکو پاک جانتے تھے
اور ایک قسم دریائی جانور ہین انمین سے جنکو عرب پاک جانتے ہین انکا کھانا مباح کیا گیا ہے مثلاً مچھلی اور عنبر اور جسکو
وہ ناپاک سمجھتے ہین اور حرام جانور سے اسکا نام لیتے ہین مثلاً خنزیر تو اسمین ادلہ متعارض ہین مگر اجتناب اولیٰ ہے
اور ایکبار آنحضرت صلعم سے کسی نے گھی کی نسبت جسمین چوہا مر گیا تھا سوال کیا تو آپنے فرمایا اس چوہا اور اسکے
آس پاس کے گھی کو نکالڈالو اور باقی کو کھالو۔ اور ایک روایت مین آیا ہے کہ اگر گھی مین چوہا گر پڑے پس اگر وہ گھی
جما ہوا ہے تب تو اسکو اور اسکے آس پاس کے گھی کو نکالڈالین اور اگر پگلا ہوا ہو تو اسکے گرد نہ پھٹکو مین کہتا ہون
مردار اور وہ چیز جسمین مردار کا اثر ہو جاے تمام ملتون اور امتون مین خبیث ہو جاتی ہے پھر اگر وہ خبیث دوسری
پاک چیز سے متمیز ہو تو اس پاک کو کھا لیا جاے اور ناپاک کو پھینکدیا جاے اور اگر متمیز نہو تو وہ سب حرام ہو جاتی ہے
اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نجاست اور ہر وہ چیز جسمین نجاست پڑی ہو حرام ہو جاتی ہے اور رسول خدا صلعم نے
اس جانور کے کھانے اور اسکے دودھ پینے سے منع فرمایا ہے جو نجاست کھاتا ہے۔ مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے جبکہ
اسکے اعضا نے نجاست کو جذب کر لیا اور اسکے اجزا مین پھیل گئی تو انکا حکم مثل نجاست یا اس جانور کے ہو گیا جو نجاست
مین اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے احلت لنا میتتان و دمان اما المیتتان الحوت والجراد
والدمان الکبد والطحال۔ ہمارے لیے دو میت اور دو خون حلال کیے گئے ہین لیکن دو میت تو مچھلی اور ٹڈی ہین
اور دو خون جگر اور تلی ہین مین کہتا ہون کبد اور طحال دو عضو ہین اعضاء بدن سے مگر یہ دونون خون کے مشابہ
ہین تو آپنے انکے اندر جو شبہ تھا اسکو دور کر دیا اور مچھلی و ٹڈی مین دم مسفوح یعنی بہتا ہوا خون ہی نہین ہے
لہذا انکے اندر ذبح مشروع نہین کیا گیا اور آنحضرت صلعم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور آپنے اسکا نام فاسق
رکھا اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر یہ پھونک مارتا تھا اور آپنے فرمایا ہے من قتل وزغا فی اول
ضربة کتب له کذا وکذا وفی الثانیة دون ذلک وفی الثالثة دون ذلک۔ جو شخص گرگٹ کو پہلے ہی ضرب مین

مارے تھے اسکے لیے ایسا اور ایسا لکھا جاویگا یعنی سو نیکیان لکھی جاوینگی اور وہ دوسری مرتبہ مین اسکا حکم اسکا پہلی
مرتبہ مین آسے کم۔ مین کہتا ہون بعض حیوان کی خلقت مین یہ بات داخل ہوتی ہے کہ ان سے افعال و صفات شیطانیہ
صادر ہوتی ہین اور وہ حیوانات مین قریب تر شیطان کے ہوتے ہین اور وسوسے کے اعتبار سے وہ آسکے تابع ہو جاتے
اور رسول خدا صلعم نے معلوم کر لیا تھا کہ گرگٹ بھی انھین حیوانات مین سے ہے اور اس بات پر آپنے تنبیہ فرمائی کہ وہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو پھونکتا تھا اسکے کرنے کے لیے یا اسکا مقتضائی طبعی تھا شیطان کے موجب
اگرچہ آسکے پھونکنے کا آگ کے اندر کچھ اثر نہ تھا اور اسکے قتل کرنے مین آپنے دو وجہ سے رغبت دلائی ایک یہ کہ آسمین
نوع انسانی کی ایذا کا دفع ہے تو آسکا حال ایسا ہو گیا جیسے شہرون سے درختون سمی کو قطع کرتے ہین اور دوسرے
اسکے جسمین یہ خصلت پائی جاسے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمین لشکر شیطانی کا توڑنا ہے اور اسکے وسوسہ کا دور کرنا
اور یہ بات اللہ تعالی اور ملائکہ مقربین کے نزدیک پسندیدہ ہے آسکا مار ڈالنا اول ضرب مین دوسری مرتبہ سے
اسلیے افضل ہے کہ اسمین حذاقت اور سرعت الی الخیر پائی جاتی ہے واللہ اعلم اللہ پاک نے فرمایا ہے حرمت علیکم
المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا
ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق۔ مین کہتا ہون کہ میتة یعنی مردار اور خون کے
مردار ہونے کی یہ وجہ ہے یہ دونون نجس ہین اور خنزیر کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا جانور ہے کہ اسکی صورتمین ایک قوم
مسخ ہو چکی ہے وما اھل لغیر اللہ بہ۔ اور جو اصنام کے نام پر ذبح کیے جاتے ہین اسمین قطعی شرک ہے اور اسلیے کہ
فعل کی برائی مفعول بہ مین سرایت کرتی ہے اور منخنقة وہ جانور ہے کہ جسکا گلا مروڑا جاوے اور وہ مر جاوے اور موقوذة
وہ جانور ہے جو بغیر چھری کے مارا جاوے مثل لکڑی اور پتھر سے اور متردیة وہ جانور ہے جو اوپر سے نیچے کیطرف گر پڑے
اور نطیحة وہ جانور ہے جو سینگ کھا کر مر جاوے وما اکل السبع یعنی درندے کے کھانے سے جو بچ رہے۔ یہ سب حرام ہین
اسواسطے کہ ذبیحہ طیبہ کا انضباط شارع نے اس صفت کے ساتھ فرمایا ہے کہ جسکے حلق یا گردن پر کسی تیز چیز کا جان
نکالنے کے قصد سے استعمال کیا جاوے۔ پس اس سے لازم ہوا کہ ان سب صورتون مین جو اسکے سوا ہین وہ جانور حرام ہے
اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان صورتون مین اس جانور کا بہتا ہوا خون آسکے تمام بدن مین پھیل جاتا ہے اور اسکی وجہ سے
آسکا تمام گوشت ناپاک ہو جاتا ہے۔ الا ما ذکیتم۔ یعنی مگر وہ جانور کہ جسکو اسطرح چوٹ لگے یا زخم ہو پہنچ جائے اور
ہنوز وہ زندہ ہو اور پھر تم آسکو ذبح کر لو اور جان کا نکلنا ذبح کرنے کی وجہ سے ہو تو وہ حلال ہے۔ وان تستقسموا بالازلام
یعنی تمھاری قسمت مین جو برائی یا بھلائی ہے جوے کے تیرون سے تم اسکا معلوم کرنا چاہو۔ جاہلیت مین ایسا کیا کرتے تھے
کہ کسی بات کے معلوم کرنے کو وہ تیر پھینکا کرتے تھے ایک تیر مین افعل یعنی کر اور ایک مین لا تفعل یعنی مت کر
اور ایک مین غفل یعنی خالی لکھا ہوتا تھا۔ اور اسکے اندر خدا تعالی پر افترا اور اپنے جہل پر اعتماد پایا جاتا تھا اسواسطے
خدا تعالی نے آس سے نہی فرمائی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے نہی فرمائی ہے کہ نشانہ بازی کے لیے
کسی جانور کو زندہ باندھ دیا جاوے اور پھر نشانے لگا کر آسکو مار ڈالین اور آسکا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے

میں کہتا ہوں اہل جاہلیت جانوروں کو باندھکر اُس سے نشانہ بازی کیا کرتے تھے اور اُسمین بلا ضرورت ایک جانور کو ستانا تھا
اور غیر خدا تعالیٰ کے لیے قربانی یا کسی نعمت کا شکریہ ہوتا تھا اسواسطے اس سے نہی کی گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان لکھا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھی طور پر قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طور پر
ذبح کرو اور تم میں سے کوئی ہو اُسکو چاہیے کہ اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام لینے دیا کرے۔ میں کہتا ہوں کہ
طریقہ جان کے نکالنے کے اختیار کرنے میں داعیہ رحمت کا اتباع ہے اور یہ وہ خلقت ہے جسپر پروردگار عالم راضی ہوتا ہے
اور اُسپر اکثر مصالح منزلیہ و مدنیہ موقوف ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کسی جانور کا عضو کاٹا جاوے اور جانور
زندہ ہو تو اُسکو مردہ کا حکم ہے میں کہتا ہوں وہ لوگ اونٹوں کے کوہان اور دُنبوں کی چکیاں کاٹ لیا کرتے تھے
اور اُسمین عذاب دینا تھا اور جو طریقہ خدا تعالیٰ نے ذبح کا مشروع کیا تھا اُسکے خلاف تھا تو آپنے اُس سے نہی فرمائی
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جو شخص چڑیا یا اُس سے بڑے جانور کو ناحق مار ڈالے تو اللہ عزوجل اُسکے قتل سے استفسار فرمائیگا
آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلعم اور اُسکا حق کیا ہے آپنے فرمایا اُسکا حق یہ ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اُسکو کھاوے
اور یہ نکرے کہ اُسکے سر کو قطع کر دے پھر اُسکو پھینکدے۔ میں کہتا ہوں کہ اس جگہ دو چیزیں مشتبہ ہیں پس باہم اُنکی تمیز
ضروری ہے ایک تو یہ ہے کہ ذبح کرنا حاجت کیوجہ سے ہو اور مصلحت نوع انسانی کے داعیہ کا اتباع ہو اور دوسرا یہ ہے
کہ ملک میں نوع حیوانی کے فاسد کرنے میں سعی ہو اور قساوت قلبی۔ یعنی بیرحمی کے داعیہ کا اتباع ہو اور معلوم کرو کہ
شکار بازی عرب کی عادت اور اُنکی عادت فاشیہ تھی حتیٰ کہ شکار بازی منجملہ اُنکے اُن پیشوں کے جنپر اُنکی معاش
موقوف ہے ایک پیشہ تھا پس آنحضرت صلعم نے اُسکو مباح کر دیا اور اُسکی کثرت میں جو برائی تھی اُسکو اپنے اس قول
کے ساتھ ظاہر کر دیا من اتبع الصید لہی جس شخص نے شکار کا پیچھا کیا اُسنے لہو کا کام کیا۔ اور شکار کے احکام اس پر
مبنی ہیں کہ تمام شروط میں شکار کرنا ذبح کرنے پر محمول ہے بجز اُس شرط کے کہ جسکا نبھانا دشوار ہے اور اُسکے لگانے میں
اکثر کوشش شکار کی نہیں بیکار جاتی ہے لہذا شکاری جانور کے چھوڑنے یا تیر پھینکتے وقت خدا کا نام لینا شرط کیا گیا
اور شکار کرنیوالے کی اہلیت شرط کی گئی اور ذبح کرنا اور حلق یا گردن شرط نہ کیا گیا اور ایک اس بات پر مبنی ہے کہ
شکار کرنے کی ذاتیات اُسمین پائی جائیں۔ مثلاً سکھلائے ہوئے جانور کا قصداً شکار پر چھوڑنا اور اگر یہ بات نہوئی تو
اتفاق سے اُس شکار کا دبا لینا ہوگا اور شکار کرنا نہوگا اور ایک یہ کہ اُس شکاری جانور نے اُس شکار کو کھا نہ لیا ہو اور
کچھ کھا لیا ہے تو اُسکی دو صورتیں ہیں یا تو وہ زندہ ملگیا ہو اور اُسنے اُسکو ذبح کر لیا ہو تب تو وہ حلال ہے ورنہ حرام ہے
تاکہ معلم کے معنی پائے جائیں اور ما اکل السبع سے تمیز ہو جاوے اور آنحضرت صلعم سے جب شکار اور ذبائح کے احکام دریافت
کیے گئے تو آپنے انہیں اصول کے موافق جواب ارشاد فرمائے کسی نے عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے ملک کے باشندے ہیں کیا ہم
اُنکے برتنوں میں کھا لیا کریں اور ہم شکار کے ملک میں رہتے ہیں اپنی کمان اور اپنے کتے معلم و غیر معلم سے شکار کرتے ہیں
تو ہمکو کیا بات مناسب ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اہل کتاب کے برتنوں کا جو تونے حال بیان کیا پس اگر تمکو اور برتن
میسر ہوں تب تو ان برتنوں میں کھاؤ اور اگر میسر نہوں تو انہیں کو دھوکر کھا لیا کرو اور خدا تعالیٰ کا نام لیکر اپنی کمان سے

جو تو شکار کرے اُسے کھا لیا کر اور خدا کا نام اپنے سدھائے ہوے کتے پر جو شکار کرے اُسکو کھا لیا کر اور جو شکار
کتے نے شکار کیا ہو اور اُس شکار کو زندہ پائے اُسکو ذبح کر کے کھا لے۔ رسول خدا صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ اگر تمکو اُسمین
بیم ہو یعنی تردد ہو تو مت کھایا کرو مین کہتا ہون اسمین ناپسندیدہ بات کا قصد کرنا اور وسواس دل کا مطیع ہونا ہے
اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم سدھے ہوے کتون کو چھوڑا کرتے ہین۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تو چھوڑے کتے کو
چھوڑے تو خدا کا نام لیا کر پس اگر وہ کتا شکار کو تیرے لیے پکڑ رکھے اور تو پہونچکر اُس شکار کو زندہ پائے تب تو اُسکو
ذبح کر لے اور اگر تو اُسکو جا کر مرا ہوا پائے اور کتے نے اُسکو نہ کھایا ہو تو اُسکو کھا لے اور اگر کتے نے اُسکو کھا لیا ہو تو مت کھا
کیونکہ کتے نے وہ شکار اپنے لیے پکڑا تھا اور اگر تو اپنے کتے کے پاس ملا کر اور کوئی کتا دیکھے اور شکار مر گیا ہو تو اُسکو مت کھا
کیونکہ تجکو اس بات کی خبر نہین کہ ان دونون سے کس نے اُسکو مارا ہے۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم شکار کیطرف
تیر پھینکتا ہون اور پھر کل کو وہ تیر اُس شکار مین گھسا ہوا مجکو ملتا ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تجکو یقین ہو کہ
تیرے تیر سے وہ مرا ہے اور کسی درندہ کا اثر تجھے اسمین نہ معلوم ہو تو اُسکو کھا لے اور ایک روایت مین یہ آیا ہے کہ جب تو
اپنے تیر کو پھینکے تو خدا کا نام لیا کر پھر اگر ایک دن تک وہ شکار تجکو نہ ملے اور پھر اُسکے بعد ملے اور مرنے تو اپنے ہی تیر کا
اثر دیکھے تو اگر تو چاہے تو اُسکو کھا لے اور اگر شکار کو پانی مین ڈوبا ہوا دیکھے تو اُسکو مت کھا اور کسی نے عرض کیا کہ ہم معراض
(وہ تیر ہے جسمین بھال و پر ہون) مارتے ہین تو آپنے فرمایا کہ جو جانور زخمی ہو جائے اُسکو کھا لے اور جو جانور تیر کی چوڑائی کے
چوٹ لگکر مر جاوے تو وہ جانور موقوذہ ہے اُسکو مت کھا اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم یہان چند قومین نو مسلم ہین
اور ہمارے پاس گوشت لاتے ہین اور ہمکو نہین معلوم کہ آیا اُسپر وہ خدا کا نام لیتے ہین یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ تم خود
خدا کا نام لیکر اُسکو کھا لیا کرو۔ مین کہتا ہون اُسکی اصل یہ ہے کہ حکم ظاہر پر ہوتا ہے اور کسی نے آپسے عرض کیا کہ ہم
کل دشمن سے مقابلہ کرنیوالے ہین اور ہمارے پاس چھری نہین ہے کیا ہم بانس سے ذبح کر لیا کرین فرمایا جو چیز خون کو بہادے
اور اُسپر خدا کا نام لیا جاوے اُسکو کھا لے بجز دانت و ناخون کے اور انکا حال مین ابھی تجھسے بیان کرتا ہون دانت تو
ایک ہڈی ہے اور ناخون حبشہ کی چھری ہے اور ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ گیا اور ایک شخص نے تیر مار کر اُسکو روک لیا
تو آپنے فرمایا ان اونٹ کو وحشی جانورون کیطرح آدمیون سے نفرت ہوتی ہے پس اگر انکی کوئی بات تمکو مجبور کرے تو
اُنکے ساتھ ایسا ہی کرو۔ مین کہتا ہون چونکہ وہ وحشی ہو گیا تو اُسکا حکم مثل حکم شکار کے ہو گیا اور ایک اُس بکری کے
باب مین آپسے سوال کیا گیا کہ جسکو ایک چھوکرے نے دیکھا کہ اُسپر آثار موت کے طاری ہو چلے ہین تو اسنے ایک پتھر
توڑ کر اُسکو ذبح کیا آپ نے اُسکے کھانے کا حکم فرمایا کہا گیا ہے کہ کھانون مین سے بعض کھانے ایسے ہوتے ہین کہ انکو
آپ حرج سمجھتے ہین فرمایا کہ اپنے دلمین کسی بات کا اختلاج مکر اسمین نصرانیت کی مشابہت کی تو اسنے عرض کیا
یا رسول اللہ صلعم اونٹ کو نحر اور گاو و بکری کو ذبح کرتے ہین ہم اور انکے پیٹون مین ہم بچہ پاتے ہین آیا اُسکو پھینکدین
یا کھا لین آپ نے فرمایا اگر تمھارا دل چاہے تو اُسکو کھا لو اُسکا ذبح وہی ہے جو اُسکی مان کا ذبح ہے۔

کھانے کے آداب کا بیان

معلوم کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے اندر آداب سکھائے ہیں جنکو امت کے لوگ عمل میں لایا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ۔ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے کلی کرنا اور اسکے بعد کلی کرنا ہے اور نیز آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کیلوا طعامکم یبارک لکم۔ اپنے غلہ کو ماپ لیا کرو تمہارے لیے برکت دیجائیگی۔ اور فرمایا ہے اذا اکل احدکم طعاما فلا یاکل من اعلی الصحفۃ ولکن لیاکل من اسفلہا فان البرکۃ تنزل من اعلاہا۔ تم میں سے جب کوئی کھانا کھائے تو رکابی کے اوپر سے نہ کھائے بلکہ اسکے نیچے سے کھائے کیونکہ برکت اسکے اوپر سے نازل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں برکت کے یہ معنی ہیں کہ نفس سیر ہو جاوے اور آنکھوں کو سرور ہو اور دل کو تسلی ہو اور زیادہ حریص نہو جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اسکا مفصل بیان یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ دو شخص ہیں اور انمیں سے ہر ایک کے پاس سو درہم ہیں مگر انمیں سے ایک تو اپنے تنگدست ہو جانیکا اندیشہ لگا رہتا ہے اور اوروں کے مال میں اسکو طمع رہتی ہے اور اپنے مال کے خرچ کرنے میں موقع محل نہیں دیکھتا تاکہ اسکو دین یا دنیا کا کچھ نفع ہو اور دوسرا ایک محتاط آدمی ہے اور جاہل لوگ جانتے ہیں یہ دولتمند آدمی ہے اور میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے اور اسکا دل مطمئن رہتا ہے۔ پس دوسرے شخص کے مال میں برکت دیگئی اور پہلے کے مال میں برکت نہ دیگئی اور برکت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی چیز کو اپنی ضرورت میں صرف کرے تو وہ شے اسکے لیے بہ نسبت اپنے مثل کے زیادہ تر کافی ہوگی۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ہر ایک انمیں سے ایک مثل کھانا کھاتا ہے مگر ایک کی طبیعت غذا کو جزو بدن کر لیتی ہے اور دوسرے کے معدہ میں کچھ آفت ہوتی ہے اور اسکا کھانا اسکے لیے مفید نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے اور بسا اوقات دو شخصوں کے پاس مال ہوتا ہے مگر ایک شخص اس مال کو ایسے اسباب کے خریدنے میں صرف کرتا ہے جسمیں اسکا زیادہ تر نفع ہے اور تدبیر زندگانی میں موقع محل کا لحاظ رکھتا ہے اور دوسرا شخص اپنے مال کو فضول صرف کرتا ہے اور اسکی ضرورت میں وہ مال کچھ کام نہیں آتا اور ہیات نفسانیہ اور عقائد نفسانیہ کو برکت کے ظاہر ہونے میں ایک قسم کا اثر ہوتا ہے چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے فمن اخذہا باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ و کان کالذی یاکل ولا یشبع۔ پس جس شخص نے اسکو حرص نفسانی کے ساتھ لیا اسمیں اسکو برکت نہ دیجاویگی اور وہ ایسا ہوگا کہ جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہوا میں کسی لکڑی کو ٹیک لگا کر رکھدیا جاوے تو اسپر سے چلنے والے کا پیر پھسل جاتا ہے اور اگر اسی لکڑی کو زمین پر رکھدیا جائے تو نہیں پھسلتا۔ پس جب ایک شخص کسی چیز کی طرف قصد کرتا ہے اور اسکو یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ چیز اسکے لیے کافی ہو جاوے اور اس بات پر اپنے نفس کو مطمئن کر دیتا ہے تو یہ اسکی خوشی اور اطمینان خاطر اور قناعت کا سبب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ امر طبیعت کے اندر سرایت کرتا ہے اور وہ طبیعت ضروریات میں اسکو صرف کرتی ہے۔ پس جب ایک شخص نے کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئے اور جوتے پیروں سے اتار کر علحدہ کر دیا اور با اطمینان خاطر بیٹھ گیا تو ان باتوں کا اسنے خوب لحاظ کیا اور خدا کا

زبان سے نام لیا تو اسپر برکت کا فیضان ہوجاتا ہے اور جب کوئی شخص غلہ ماپ کر اسکی مقدار اسکو معلوم ہوگئی ہے اور اندازہ کی
کے ساتھ اسکو اپنی ذات پر صرف کرتا ہے تو کم از کم اسکو اسقدر غلہ کافی ہوسکتا ہے جو دو مہینوں کے لیے کافی نہیں ہوسکتا ہے تو
جب غلہ کو بے احتیاطی کے ساتھ ڈالدیتا ہے اور خرچ دلمیں اسکے بیقدری ہوجاتی ہے اور اسکے سبب وہ ایک بیقدر چیز ہوجاتا
اور کم از کم غلہ جو اسکے لیے کافی ہوسکتا ہے وہ اس غلہ سے جو اوروں کے لیے کافی ہوسکتا ہے زیادہ ہوجاتا ہے اور یہ
بیان ضروری ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان بسا اوقات ایک وقتی حاجت سے زیادہ کھاجاتا ہے یا چلتے پھرتے
اور باتیں کرتے اسکو کھالیتا ہے اور اسکے کھانے کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ اسکے بدن میں جزو بدن ہوتا معلوم ہوتا
اور نہ اس سے اسکی نیت سیر ہوتی ہے اگرچہ معدہ بھر جاوے اور بسا اوقات ایک رطل کے قدر دانوں سے لیاجاتا ہے پس
حقیقت میں جو ایک رطل سے زیادہ ہے اسکے وجود و عدم یکسان ہوا اور وہ کسی کام میں نہ آیا مگر کچھ مدت کے بعد جب
اس غلہ کو دیکھا تو کم معلوم ہوئی۔ الحاصل برکت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اندر اسباب طبعی ہیں جنکے ضمن میں
کوئی فرشتہ بزرگ یا شیطان مردود مدد کرتا رہتا ہے اور ان اسباب کی صورتیں روح ملکی یا شیطانی سے متمثل ہوجاتی ہے
واللہ اعلم۔ اور کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ کے دھونے کی یہ وجہ ہے کہ اسمیں میل دور ہوجاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ
دھونے سے کھانے کی بو اور دسومت زائل ہوجاتی ہے اور اس بات کا اندیشہ جاتا رہتا ہے کہ ہاتھوں سے اسکے کپڑے خراب ہوجاوین
یا کوئی درندہ اسکے ہاتھ کو جا چاٹے یا سانپ بچھو وغیرہ کاٹ لے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من بات وفی یدہ
غمر لم یغسله فاصابه شیئ فلا یلومن الا نفسه۔ جس شخص کا ہاتھ کھانے میں سنا ہوا ہو اور اسکو بغیر دھوئی سو رہے
اور پھر اسکو کچھ تکلیف ہو پہنچے تو اسکو چاہیے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے اور حدیث شریف میں آیا ہے اذا اکل احدکم
فلیاکل بیمینه واذا شرب فلیشرب بیمینه۔ تم میں سے جب کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو داہنے ہاتھ
سے پیئے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یاکل احدکم بشماله فلا یشرب بشماله فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب
بشماله تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور بائیں ہاتھ سے نہ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے
اور پیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان الشیطان یستحل الطعام ان لا یذکر اسم اللہ علیه۔ کھانے پر خدا کا نام
نہ لینے سے شیطان اسکو حلال کرلیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی کھانے پر خدا کا نام لینا
بھول جاوے اور کھالے تو اسکو یہ کہنا چاہیے بسم اللہ اوله و آخره اور آنحضرت صلعم نے ایسے شخص کی نسبت فرمایا ہے کہ شیطان برابر
اسکے ساتھ کھاتا رہتا ہے اور جب یہ خدا کا نام لیتا ہے تو کچھ اسکے پیٹ میں ہوتا ہے قے کردیتا ہے اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اسکے تمام حالات میں شیطان ساتھ رہتا ہے حتی کہ کھانے کے وقت بھی اسکے پاس
موجود ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی کے پاس لقمہ گر پڑے تو شیطان کے لیے اسکو نہ چھوڑے اور اس لقمہ کو خاک سے
پونچھ صاف کرکے کھالے میں کہتا ہوں منجملہ ان علوم کے جو خدا تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے میں
ملائکہ اور شیاطین اور انکے زمین کے اوپر منتشر رہنے کا علم بھی ہے نہیں سے بے انکا علم ہے کہ ملا اعلی سے ہمہ یا تو کشف یا
الہام کے طور پر حاصل کرلیتے ہیں اور پھر بنی آدم سے ان نہایات کو بیان کردیتے ہیں اور شیاطین کے مزاج میں فاسدہ

پیدا ہوتے رہتے ہین جنکا میلان انظامات منزل کے بگاڑنے اور حکم دفاع اور طبیعت سلیمہ کے مقتضی کی مخالفت کرنے پر ہوتا ہے وہان انہاماتنکو حاصل کرکے بنی آدم کیطرف جو انکے پیرو ہین بیان کرتے ہین منجملہ شیاطین کے حالات کے یہ بھی ہے کہ خواب یا بیداری مین جب وہ کسی کو متمثل ہوتے ہین تو ایسی ہیئت مین انکا ظہور ہوتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے مثلاً بائین ہاتھ سے کھانے یا لٹکنے وغیرہ کی صورتین - اور منجملہ ان احوال کے یہ ہے کہ کبھی شیاطین کے نفس مین انہی صفات ردیہ کا انتعاش ہوتا ہے جو بنی آدم کے اندر قوت بہیمیہ کیوجہ سے پیدا ہوتی ہین مثلاً بھوک اور شہوت جماع وغیرہ جب یہ صفات انکے اندر پیدا ہوتے ہین پھر ان صفات کے پیدا ہونیکے بعد انکو ان حوائج کے ساتھ اختلاط اور تلبس اور انسان کو ان حوائج کے وقت جو کام کرنا پڑتا ہے اسی کام کے نقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اپنے خیال مین ان افعال کے ساتھ وہ شیاطین اپنی قضاے حاجت کرتے ہین اس اعتبار سے جو اولاد ایسے جماع سے پیدا ہوتی ہے جسمین شیاطین کی شرکت ہوتی ہے اور اسمین وہ شیاطین اپنی بھی قضاے شہوت کرتے ہین قلیل البرکت ہوتی ہے اور شیطنت کی طرف اسکو میلان ہوتا ہے اور اسیطرح جس کھانے مین شیاطین کا اشتراک اور انکی ضرورت کا پورا کرنا ہوتا ہے اوس کھانے مین بھی برکت کم ہوتی ہے اس کھانے سے لوگون کو نفع نہین حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ مضر ہو جاتا ہے اور خدا کا نام لینا اور پناہ مانگنا بالطبع انکی مخالفت کرتا ہے یہی سبب ہے کہ جو شخص خدا کو یاد کرے اور اسکی پناہ مانگے شیاطین اس سے ہٹ جاتے ہین اور ہمکو ایکروز ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارا ایک دوست ملاقات کے لیے آیا اور کچھ کھانا اسکے سامنے پیش کیا اسکے کھانے کا ایک ٹکڑا اسکے ہاتھ مین سے گر پڑا اور زمین مین لڑھک گیا وہ شخص اٹھکر اسکے اٹھانے کو چلا جتنا وہ چلتا تھا اوتنا ہی وہ اس سے دور ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ حاضرین کو کسیقدر تعجب ہوا اور اسکو بھی اسکے پکڑنے مین کسیقدر محنت کرنی پڑی مگر وہ اسکو اٹھاکر کھا گیا پھر چند روز کے بعد ایک شخص پر شیطان یعنی جن آگیا اور وہ جن اس شخص کی زبان سے کلام کرنے لگا اثناے کلام مین اسنے یہ بھی بیان کیا کہ فلان شخص پر میرا گذر ہوا وہ کھا رہا تھا تو مجکو وہ کھانا اچھا معلوم ہوا اور اسنے مجکو کچھ نہین کھلایا تو اسکے ہاتھ مین سے مین نے اسکو اچک لیا تو اسنے مجھسے اسقدر جھگڑا کیا کہ آخر کو وہ مجھسے چھین لیگیا اور ایکمرتبہ ہمارے گھر کے آدمی گاجرین کھارہے تھے ناگاہ کوئی گاجر اسمین سے گر کر لڑھک گئی جھٹ پٹ ایک شخص اسکو اٹھاکر کھا گیا پھر اسکے سینہ و پیٹ مین درد شروع ہوا اور اسپر جن آکر بولنے لگا اور اسنے بیان کیا کہ مین نے وہ گری ہوئی گاجر لی تھی اور اس قسم کی بہت سی باتین ہمارے کان مین پڑی ہین جنسے ہمکو یقین ہو گیا ہے کہ یہ احادیث اپنے معنی حقیقی پر محمول ہین ان احادیث کے قبیلہ سے نہین جنمین معنی مجازی مراد ہین - واللہ اعلم اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسہ کلہ ثم لیطرحہ فان فی احد جناحیہ شفاء وفی الآخر داء و فی روایۃ وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء - جبکہ تمھارے کسی کے برتن مین مکھی گر پڑے تو سب مکھی کو ڈبا کر پھر اسکو پھینکدیں کیونکہ اسکے ایک پر مین شفا اور دوسرے مین بیماری ہے اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ وہ مکھی اس پر سے بچتی ہے جسمین بیماری ہے - معلوم کرو کہ خدا تعالی نے حیوان کے اندر اسکی طبیعت کو تدبیر بدن کے لیے پیدا کیا ہے وہ طبیعت بسا اوقات مواد موذیہ کو جو جزو بدن ہونیکی قابلیت نہین رکھتے اعماق بدن سے اطراف بدن کیطرف دور کر دیتی ہے

یہی سبب ہے کہ اطبا رجانوروں کی دم کھانے سے منع کرتے ہیں اور کبھی ایسا اوقات خراب غذا جو جزو بدن ہونیکی صلاحیت
نہیں رکھتی کھاتی رہتی ہے اور اُسکی طبیعت اُس مادہ فاسدہ کو اُسکے عضو خسیس کے یعنی پیر کی طرف پہنچاتی ہے پھر وہ عضو خسیس
یہ مادہ سمیہ ہوتا ہے تا اُسکی طرف دفع ہوتا ہے اور یہی عضو وقت ہجوم تنگیوں کے مقدم ترین اعضا کا ہوتا ہے اور خدا کی
یہ حکمت ہے کہ جس چیز میں سم رکھا ہے تو اُسمیں مادہ تریاقیہ بھی رکھا ہے تاکہ اُسکے سبب سے وجود انسان کا ہلاکت سے محفوظ رہے
اور اگر ہم اس بحث طبعی کو بیان کریں تو کلام دراز ہو جائیگا اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ مکھی کے کاٹنے کا زہر بعض بار نزدیک
اور بعض غذاؤں کے کھاتے وقت محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور جس عضو کیطرف یہ مادہ لذاعہ دفع ہوتا ہے اُسکا حرکت کرنا
معلوم ہوتا ہے اور طبیعت جنکے اندر وہ چیز جو ان مواد موذیہ کی مقاومت و مقابلہ کرے پوشیدہ ہوتی ہے معلوم ہوتی ہے لیکن ان
چیزون جا بجا یکجا نہیں اور آنحضرت صلعم نے خوان پر تناول نہیں فرمایا اور نہ پیالے کے اندر اور نہ کبھی باریک و پتلی چپاتی آپکے لیے
پکائی گئی اور نہ کبھی سالم بکری بھنی ہوئی کو دیکھا اور نہ کبھی تکیہ لگا کر آپنے کھایا اور نہ کبھی چلنی دیکھی بلا بھوسی اور
بغیر چھنے ہوئے جو نوش فرماتے تھے۔ معلوم کرو کہ رسول خدا صلعم عرب میں مبعوث کیے گئے اور اُنکی عادات دیہاتی
عادات تھی اور عجمیوں کیسے تکلفات نہیں کرتے تھے اور آپکا اختیار کرنا عمدہ بات ہے اور اولی اسکا یہ ہے کہ دنیا میں
نہ تعمق کریں اور خدا تعالیٰ کی یاد سے نہ اعراض کریں اور نیز صاحبان ملت کے لیے یہ بات پسندیدہ نہیں کہ اپنے اماموں
کم اور زیادہ میں پیروی کریں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان المومن یاکل فی معاء واحد والکافر یاکل فی سبعة امعاء
بلاشک مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔ میں کہتا ہوں اسکے یہ معنی ہیں کہ کافر کا قصد تو پیٹ کا
بھر لینا ہے اور مومن کا قصد اپنی آخرت ہے تو مومن کو یہی سزاوار ہے کہ کھانے میں کمی کرے اور اُسکا کھانے میں کمی کرنا
منجملہ خصال ایمان کے ایک خصلت ہے اور کھانے میں شدید الحرص ہونا منجملہ خصال کفر کے ایک خصلت ہے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ہے کہ ایک شخص دو چھواروں کو کھانے میں جمع نہ کرے میں کہتا ہوں نہی دو چھواروں کو جمع
کرنے کی کئی معنی کی محتمل ہے انجملہ ایک یہ ہے کہ دو چھواروں کے جمع کرنے میں منع یعنی چابنا اچھی طرح سے نہوگا اور یہ صورت
سبب کم ہے کہ خوب ضبط نہونے کی وجہ سے وہ گٹھلیاں اُسکو تکلیف دینگی بخلاف اسکے جب ایک ہی گٹھلی ہو اور ایک یہ ہے
کہ یہ ہیئت منجملہ ہیئت شدت و حرص کے ہے اور ایک یہ ہے کہ اسمیں اپنے آپکو دوستوں پر اختیار کر لینا ہے اور اس بات کا
احتمال ہے کہ اُسکے مصاحب ان باتوں کو برا سمجھیں مگر ہاں جبکہ وہ اپنے مصاحبوں سے اس بات میں اجازت لے لے تو کچھ مضائقہ
نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یجوع اہل بیت عندہم التمر جنکے ہاں چھوارے ہیں اُنکے گھر کے لوگ
بھوکے نہ مرینگے اور نیز فرمایا ہے بیت لا تمر جیاع اہلہ جس گھر میں چھوارے نہیں اُسکے گھر والے بھوکے مرینگے اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے نعم الادام الخل کہ بہتر سالنوں کا سرکہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تدبیر منزل اسمیں ہے کہ اپنے گھر میں
کچھ چیز جمع کر لے جو بازار میں ارزاں ہو جیسے مدینہ میں چھوارے اور ہمارے ملک کے دیہات میں گاجروں کی جڑیں وغیرہ پس اگر
کھانا جسکی طرف طبیعت رغبت کرتی ہے پائے فبہا ورنہ جو چیز اُسکے پاس ہو وہی اُسکی روزی اور بستر ہو جائیگا پھر اگر وہ
ایسا نہ کرینگے تو بھوک کیوقت تکلیف اُٹھائینگے اور یہی حال سالنوں کا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من اکل ثوما

اور بصلا فا یعتزلنا - جو شخص لہسن یا پیاز کھائے تو وہ ہم سے جدا رہے اور ایک ہنڈی آپکے سامنے پیش کی گئی جسمین وہ
ترکاریان تھین جنمین بو آتی تھی تو آپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ تم کھاؤ مین اسکو نجات دیتا ہون جسکو تم نہین دیتا -
مین کتا ہون ملائکہ لطافت اور پاکیزگی کو محبوب جانتے ہین اور ہر ایک اس چیز کو جو عادت پاکیزہ کو برانگیختہ کرے اور
اسکے خلاف سے نفرت کرتے ہین اور آنحضرت صلعم نے درمیان شریعت محمدیہ کے جنمین انوار ملکیت کے ملے ہوتے ہین
اور مابین اسکے غیر کے فرق کردیا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالی اس بندہ سے جو ایک لقمہ کھائے اور اسپر
خدا کا شکر کرے اور ایک گھونٹ پانی پیے اور اسپر خدا کا شکر کرے راضی ہوتا ہے اسکا راز سابق گذر چکا ہے اور حمد کے
باب مین چند طریقہ مروی ہین جو فراموش کیا آنے سنت کو ادا کردیا انجملہ یہ ہے الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ
غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا - اور انجملہ یہ ہے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین اور
انجملہ یہ ہے الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا - اور مہمانی کرنا منجملہ اسباب جوانمردی کے
ایک باب ہے اور عادات مدنیہ وملیہ کے جمع کرنے کے لیے ایک سبب ہے اسکی وجہ سے مابین آدمیون کے دوستی ہوتی ہے
اور ساتھ لوگ کچھ فرق نہین پاتے ہین تو اسکا باب زکوۃ شمار کرنا ضروری ہوا اور ضروری ہے کہ اسمین غیبت اور حقوق لائی جاے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ - جو شخص خدا تعالی اور دن آخرت پر
ایمان لائے تو چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اب یہ حاجت لاحق ہوئی کہ مہمان نوازی کی مدت معین کیجاے تاکہ مہمان
کے سبب سے میزبان کو دقت نہ واقع ہو یا مہمان تھوڑے کو بہت نہ شمار کرے لہذا ایک رات دن اسکی خاطرداری کی مدت
مقرر کی گئی اور وہ بمنزلہ صلہ کے ہے اور منتہا مدت تین روز مقرر کیے گئے -

مسکرات کا بیان

معلوم کرو کہ کسی نشہ آور چیز کے کھانے سے عقل کا زائل کرنا لامحالہ عند العقل ایک قبیح فعل ہے اسلیے کہ اسمین نفس کو
ورطہ بہیمیت مین ڈالدینا اور ملکیت سے نہایت درجہ بعید ہوجاتا ہے اور نیز اسمین خلق الہی کی تغییر ہے اسلیے کہ اس
شخص نے اپنی عقل کو جسکے ساتھ خدا تعالے نے نوع انسان کو مخصوص ممنون کیا ہے بگاڑ دیا اور نیز اسمین مصلحت منزلیہ
اور مدنیہ کو بگاڑنا اور مال کا ضائع کرنا اور ہیات قبیحہ کا اپنے اوپر طاری کرنا اور ضحکہ اطفال بننا ہے خدا تعالے نے
ان سب باتون کو صراحتہ اور اشارتا اس آیت کریمہ مین جمع فرمایا ہے انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ
الآیۃ - یہی سبب ہے کہ تمام ملل ونحل کا یقینا اسکی قباحت پر اتفاق ہے اور بعض فاقد البصیرت لوگ جو یہ گمان کرتے ہین
کہ حکمت عملیہ کے اعتبار سے وہ ایک عمدہ چیز ہے کیونکہ طبیعت کی تقویت ہوتی ہے انکا یہ گمان حکمت طبیہ کی حکمت عملیہ
کے ساتھ اشتباہ کے قبیلہ سے ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دونون متغایر ہین اور اکثر اوقات ان دونون مین کشاکشی اور تنازع
پیدا ہوجاتا ہے مثلا قتال ایسی چیز ہے کہ طب کے اعتبار سے منع ہے کیونکہ اسمین بدن انسانی قطع کرنا ہے طب کے اعتبار سے
جسکی حفاظت واجب وبرضروری ہے اور اصلاح ملکیت عارضہ دیہہ کے دور کرنے کی غرض سے حکمت عملیہ سا اوقات اسکو

ضروری جانتی ہے اسیطرح جماع ایک ایسی چیز ہے کہ غلبہ شہوت اور اسکے چھوٹنے سے ضرر کے اندیشہ کی صورت مین
حکمت طبیہ اسکو واجب کرتی ہے اور بسا اوقات جماع کے لاحق ہونے یا سنت راشدہ کی مخالفت پائے جانے کے سبب سے
اسکو حرام سمجھتی ہے اور ہر فرقہ اور ہر قرن کے دانشمند لوگون کے نزدیک مصلحت کلیہ پر ترجیح ہے اور عقلا اوس
شخص کو جو مصلحت سے نفع نہ حاصل کرے اور صحت جسمانی حاصل کرنے کے لیے اسکی پابندی چھوڑ دے بالاتفاق احمق
دیوانہ اور بدکردار جانتے ہین۔ خدا تعالی نے ہمکو اس آیت مین اس بات کی تعلیم فرمائی ہے فیہما اثم کبیر ومنافع للناس
واثمہما اکبر من نفعہما۔ اون دونون مین گناہ عظیم ہے اور لوگون کے لیے منافع ہین اور انکا گناہ انکے نفع سے زیادہ
بڑا ہے۔ البتہ نشہ آور چیز کے استعمال کرنے مین جس صورت کے اندر حد سکر کو نہ پہونچے اور اسپر مفاسد مترتب نہ ہون علما کا
اختلاف ہے اور شریعت مستحکمہ محمدیہ جو سیاست امت و فساد کے اسباب بند کرنے اور احتمال تحریف کے قطع کرنے مین
درجہ کمال کا رکھتی ہے آپنے اس بات کا لحاظ فرمایا کہ تھوڑی شراب بہت سی کیطرف پہونچاتی ہے اور جبتک نفس
شراب سے نہی نہ کیجائے مفاسد سے نہی کرنا کچھ موثر نہین ہے اسکے لیے مجوس وغیرہ کا پورا حال شاہد ہے اور نیز اگر بعض
شراب کی اجازت کا دروازہ مفتوح کر دیا جائے تو سیاست ملیہ کا انتظام ہرگز نہین ہو سکتا لہذا مطلق شراب کے ساتھ
حرمت متعلق کی گئی خواہ قلیل ہو یا کثیر حدیث شریف مین آیا ہے لعن اللہ الخمر وشاربہا وساقیہا وبایعہا ومبتاعہا
وعاصرہا ومعتصرہا وحاملہا والمحمولۃ الیہ شراب پر اور اسکے پینے والے اور پلانیوالے اور بیچنے والے اور خریدنیوالے اور
نچوڑنیوالے اور نچڑوانے والے اور لیجانیوالے اور منگوانے والے پر خدا تعالی کی لعنت ہے۔ مین کہتا ہون جب ایک
چیز کے حرام کرنے اور اسکے نیست و نابود کرنے مین مصلحت قرار پا گئی اور اسکی بابت حکم الہی نازل ہو گیا تو ضرور ہوا کہ تمام
ان چیزون سے نہی کیجائے جنسے اسکی قدر اور لوگون مین دستور اور رغبت پائی جائے کیونکہ اسمین اس مصلحت کی مخالفت
اور شرع کے ساتھ عداوت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ سے بہت سی احادیث بطریق یقین اور مختلف
عبارتون سے منقول ہین چنانچہ آپنے فرمایا ہے الخمر من ہاتین الشجرتین النخلۃ والعنبۃ۔ شراب ان دو درختون سے
بنتی ہے چھوارے کا درخت اور انگور کا درخت اور ایک شخص نے اپنے تبع اور مزر وغیرہ کی بابت دریافت کیا تو آپنے
فرمایا جو نشہ لائے وہ حرام ہے اور آپنے فرمایا ہے ہر نشہ آور شراب ہے اور نشہ آور حرام ہے۔ اور جو چیز بہت سارا نشہ لائے
وہ تھوڑی سی بھی حرام ہے اور جسکا ایک پیالہ نشہ لائے اسکا ایک چلو بھی حرام ہے اور جن لوگون نے نزول آیت کا
مشاہدہ کیا ہے انکا قول ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی ہے اسوقت مین شراب پانچ چیزون سے بنا کرتی تھی
انگور۔ چھوارہ۔ گیہون۔ جو۔ شہد۔ اور خمر یعنی شراب اس چیز کا نام ہے جو عقل کو مخمور کر دے اور نیز انمین کا قول ہے
کہ جب شراب حرام کی گئی ہے تو شراب انگوری بہت کم میسر ہوتی تھی اور اکثر شراب گدر چھوارون یا خشک چھوارون کی
ہوا کرتی تھی اور جب آیت کا نزول ہوا ہے تو لوگون نے شراب کے مشکے جو گدر چھوارون کے بنے ہوئے تھے پھوڑ ڈالے
اور قوانین شرع کا یہی مقتضی ہے کہ مطلق شراب حرام ہو اسلیے کہ شراب انگوری کے خاص ہونے کیا معنی ہین اسکے
حرام ہونے کی وجہ صرف عقل کا زائل کرنا اور قلیل کا کثیر کیطرف داعی ہونا ہے لہذا مطلق شراب کی حرمت کا قائل ہونا

ضروری ہوا اور اس زمانہ میں کسی شخص کو جائز نہیں کہ جو شراب انگور سے نہ بنائی جاوے یا مدا اسکا رہے کم استعمال کیجاوے اُسکی
حلت کا قائل ہو البتہ جب صحابہؓ اور تابعین کو شروع شروع میں یہ حدیث نہ پہونچی تھی اسلیے وہ معذور تھے اور جب یہ حدیث
تمام میں پہونچ گئی اور نصف النہار کے مانند یہ بات ظاہر او عیاں ہو گئی اور یہ حدیث صحت کے درجہ کو پہونچ گئی لیشربن
ناس من امتی الخمر یسمونہا بغیر اسمہا بیلا شبہہ میری امت کے لوگ شراب پیا کرینگے اور شراب کے سوا اور کچھ اسکا نام
رکھینگے تو اب کوئی عذر باقی نہیں رہا اعاذنا اللہ تعالیٰ والمسلمین من ذلک - اور آنحضرت صلعم سے کسی شخص
شراب سے سرکہ بنانے کی نسبت سوال کیا تو آپ نے اُسکو منع فرمایا اُس سائل نے کہا میں دوا کیلیے اُسکو بناتا ہوں
تو آپ نے فرمایا وہ دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے میں کہتا ہوں چونکہ لوگ شراب کے حریص تھے اور اُسکے پینے کے لیے حیلے کیا کرتے
تھے اسلیے مصلحت اسمیں ٹھہری کہ بہرحال اُس سے منع کیجاوے تاکہ کسی کو کوئی حیلہ اور عذر باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے نبیذ تمر اور انگور اکٹھی کر کے بھگوانے اور نبیذ کشمش اور چھوارے اور نبیذ زہو اور رطب سے منع فرمایا ہے اور زہو ان گدر چھواروں کو
کہتے ہیں جنمیں تھوڑی نمود ہوا ہو جاوے اور رطب تازہ پکے ہوے چھوارے کو کہتے ہیں - میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ ملانے کے
سبب سے مزہ بدلنے سے پہلے ہی ان چیزوں میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے جسکے سبب سے پینے والے کو گمان ہوتا ہے کہ وہ مسکر نہیں ہے حالانکہ
وہ مسکر ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم جب کسی چیز کو پیا کرتے تھے تو تین سانسوں میں پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے
سیرابی خوب ہوتی ہے اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی اور طبیعت کو خوب گوارہ ہوتا ہے - میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ معدہ میں
جب تھوڑا تھوڑا پانی پہونچتا ہے تو طبیعت جہاں اُسکو ضرورت سمجھتی ہے اچھی طرح صرف کرتی ہے اور جب دفعتاً بہت سا
پانی اُسپر غلبہ کرتا ہے تو اُسکے اندر صرف کرنے میں متحیر ہو جاتی ہے بارد المزاج آدمی کے معدہ میں جب بہت سا پانی دفعتاً
پہونچتا ہے تو مقدار کثیر کی مزاحمت واقع ہونے سے اُسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور اُس شخص کی برودت اور زیادہ ہو جاتی
ہے بخلاف اُس صورت کے کہ بتدریج اسقدر پانی پہونچے اور حار المزاج آدمی کے معدہ میں جب دفعتاً پانی پہونچتا ہے
تو اُن دونوں میں مدافعت ہوتی ہے اور برودت پورے طور پر حاصل نہیں ہوتی تاکہ عمدہ طور پر اُسکی سیرابی ہو اور جبکہ
بتدریج پانی پیتا ہے تو اولاً مزاحمت ہوتی ہے اور بعد کو پھر برودت کو غلبہ ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلعم پانی کے
برتن سے منہ لگا کر پانی پینے سے اور مشک وغیرہ کے دہانے اور لوٹے کے پانی پینے سے منع فرمایا ہے - میں کہتا ہوں اسکی یہ
وجہ ہے کہ جب مشک کا منہ دہرا کر کے کوئی شخص اُس سے پانی پیے تو پانی اُسمیں سے اچھلکر دفعتاً اُسکی حلق میں پہونچیگا
اور اُس سے درد جگر پیدا ہو جاتا ہے اور معدہ کو ضرر پہونچتا ہے اور نیز پانی کے دفعتاً منہ میں آنے سے تنکا وغیرہ متمیز نہیں ہوتا
اور منقول ہے کہ ایک شخص نے مشک کو منہ لگا کر پانی پیا تھا تو ایک سانپ اُسکے حلق میں پانی کے ساتھ ساتھ چلا گیا اور
رسول خدا صلعم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپنے کھڑے ہو کر پانی پیا - میں کہتا ہوں
کہ یہی تادیب و ارشاد کے لیے ہے کیونکہ بہترین صورت بیٹھکر پینا ہے اور سیرابی اور تسکین کو سیری سے عمدہ طرح حاصل ہوتی ہے اور
طبیعت کی اس پانی کو محل پر صرف کرنے کی بہترین صورت یہی ہے اور آنحضرت صلعم کا فعل بیان جواز کے لیے ہے اور
آپنے فرمایا ہے الایمن فالایمن یعنی داہنی طرف کا پس داہنی طرف کا ہے - میں کہتا ہوں اس سے آپکی مراد قطع منازعت ہے

اسلیے کہ اگر افضل کا مقدم کرنا مقرر کیا جاتا تو اکثر ایسا ہوتا کہ ایک شخص کی فضیلت کو سب لوگ نہ تسلیم کرتے اور بیان و تقاوت
ایک کے مقدم کرنے سے دوسرے کو ملال ہوتا اور آنحضرت صلعم نے برتن میں سانس لینے یا اسمین پھونک مارنے سے منع
فرمایا ہے میں کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ پھونکنے یا سانس لینے سے منہ یا ناک سے کسی ناگوار چیز کے گرنے کا خیال ہوتا ہے
جسکے سبب ایک ہیئت قبیحہ پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سموا اذا انتم شربتم واحمدوا
اذا انتم رفعتم جب کوئی چیز پیو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جبکہ تم کھانا اٹھایا کرو تو خدا تعالے کا شکر کیا کرو اسکا
راز ہم بیان کر چکے ہین۔

لباس اور زینت و ظروف وغیرہ کا بیان

معلوم کرو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم کی عادات اور لذائذ دنیاوی کے اندر منہمک ہونے میں انکے تکلفات پر
نظر ڈالی تو انمین سے جو سب کی جڑ اور سب کی اصل ہین انکو حرام کیا اور جو انسے کم درجہ کے تکلفات ہین انکو مکروہ کیا اسلیے
کہ آپ جانتے تھے کہ یہ چیزین دار آخرت کی بھلانیوالی اور طلب دنیا کی کثرت سے مستلزم ہین منجملہ ان اصول کے لباس
فاخرہ ہے کیونکہ سب سے زیادہ انکو اسی کا اہتمام ہوتا ہے اور اسی سے انکو بڑا فخر ہوتا ہے۔ اور اسمین کئی طرح پر بحث
کی گئی ہے۔ از انجملہ کرتہ اور ازار کا بہت نیچا کرنا ہے کیونکہ اس سے ستر اور زیبایش جو لباس سے مقصود ہوتی ہے انکو
مقصود نہین ہوتی بلکہ صرف فخر اور اپنی تونگری وغیرہ دکھانا مقصود ہوتا ہے اور زیبایش صرف اسیقدر رہین ہے
جو بدن کے برابر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطرا۔ جو شخص
اترانے کی غرض سے اپنی ازار کو کھینچتا چلے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسکی طرف نظر نہ کریگا اور نیز فرمایا ہے ازرۃ المؤمن
الی انصاف ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ وبین الکعبین وما اسفل من ذلک ففی النار۔ مومن کی ازار اسکی پنڈلیون
کے نصف نصف تک ہوتی ہے نصف اور ٹخنون کے مابین جو کچھ ہو اسپر مضایقہ نہین ہے اور جو اس سے نیچی ہے تو وہ آگ
مین ہے۔ اور از انجملہ نہایت نادر اور نازک قسم کے کپڑے ہین اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من لبس الحریر فی الدنیا
لم یلبسہ یوم القیمۃ جسنے دنیا مین حریر پہن لیا تو وہ قیامت کے دن اسکو نہ پہنے گا اسکی وجہ وہی ہے جو ہم شراب مین بیان
کر چکے حریر اور دیبا کے پہننے اور قسی اور میاثر اور ارجوان کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور بقدر دو انگشت یا تین کے اجازت دی ہے
کیونکہ اسقدر استعمال کرنا پہننے مین داخل نہین ہے۔ قسی وہ کپڑا ہے جو کتان و حریر سے بنا جاتا ہے (میاثر) میثرہ کی
جمع ہے میثرہ ایک چھوٹا تکیہ ہوتا ہے جسکو سوار اپنے نیچے رکھ لیتا ہے شاید اس سے یہان وہ تکیہ مراد ہے جو حریر سے بنا ہو
یا نہایت تکلف سے ہے۔ ارجوان ایک سرخ رنگ ہے اور یہان سرخ کپڑا مراد ہے اور آنحضرت صلعم نے حضرت زبیر اور حضرت
عبدالرحمن بن عوف کو حریر کے پہننے کی اجازت عطا فرمائی اسلیے کہ انکے بدن مین خارش ہو گئی تھی اور اسکے پہننے سے
ترفع مقصود نہ تھا بلکہ خارش کا جاتا رہنا مقصود تھا۔ اور از انجملہ وہ کپڑا ہے جو کسی ایسے رنگ سے رنگا ہوا ہو جس سے
سرور و فخر پیدا ہوتا ہے اور اسمین دکھاوا پایا جاتا ہے اسلیے آنحضرت صلعم نے کسم کا رنگا ہوا اور زعفرانی کپڑے سے

نہی فرمائی اور فرمایا کہ یہ دوزخیوں کے لباس میں سے ہے اور نیز آپنے فرمایا الا طیب الرجال ریح لا لون له وطیب النساء
لون لا ریح له خبردار ہو جاؤ کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے جسمیں رنگ نہو اور عورتوں کی خوشبو وہ رنگ ہے جسمیں
خوشبو نہو اور رسول خدا صلعم کے ان ارشادات میں کہ ان البذاذة من الایمان - زینت کا ترک کرنا ایمان سے ہے
اور من لبس ثوب شهرة فی الدنیا البسه الله ثوب مذلة یوم القیمة جسنے شہرت کے لیے دنیا میں کپڑا پہنا
قیامت کے دن خدا تعالی اسکو ذلت کا کپڑا پہنائیگا اور ان ارشادات میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ ان الله
یحب ان یری اثر نعمته علی عبده - خدا تعالی کو یہ بات پسندیدہ ہے کہ اُسکی نعمت کا اثر اُسکے بندہ پر نظر آئے
اور آنحضرت صلعم نے ایک شخص کے سر کو منتشر دیکھا تو آپنے فرمایا اسکو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے کہ بالوں کو درست کرلے
اور ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوے دیکھا تو آپنے فرمایا کہ اسکو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے کپڑے کو دھولے اور
آپنے فرمایا ہے کہ جب خدا تعالی تجکو مال دے تو مناسب ہے کہ اُسکا انعام واکرام تیرے اوپر نظر آئے - ان احادیث میں
اختلاف ہونے کیوجہ یہ ہے کہ یہاں دو امر ہیں اور وہ فی الحقیقت مختلف ہیں مگر بظاہر انمیں اشتباہ ہوتا ہے انمیں سے
ایک تو صفت مذمومہ ہے اور ایک شارع کو مطلوب اور مقصود ہے - مطلوب تو بخل کا ترک کرنا ہے اور لوگوں کے درجات
مختلف ہونے سے اسمیں بھی اختلاف ہوتا ہے - مثلاً جو چیز ملوک کے اعتبار سے بخل میں داخل ہوتی ہے فقرا کے اعتبار سے
وہ اسراف میں داخل ہوتی ہے اور نیز شارع کو جنگل اور ملحق بالبهائم کی عادات کا ترک کرنا اور پاکیزگی اور پسندیدہ
اخلاق کا اختیار کرنا مطلوب ہے - اور مذموم تکلفات اور دکھاوے کیلئے کپڑا پہننا اور کپڑوں سے باہم فخر کرنا اور فقرا کی
دلشکنی کرنا وغیرہ امور ہیں اور الفاظ حدیث میں ان معانی کیطرف اشارے واقع ہوے ہیں جیسا کہ متامل پر واضح ہے
اور خیلاء کا مدار داعیہ تکبر اور فخر کے اتباع سے نفس کے باز رکھنے پر ہے اور آنحضرت صلعم جب کوئی جدید لباس پہنتے تھے اُسکا نام
عمامہ یا کرتہ یا چادر لیکر فرماتے تھے اللهم لک الحمد کما کسوتنیه اسألک خیره وخیر ما صنع له واعوذ بک من شره وشر
ما صنع له - اسکی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے اور منجملہ ان اصول کے اعلی درجہ کا زیور ہے اور یہاں دو اصل ہیں ایک تو یہ ہے
کہ سونا ایک ایسی چیز ہے جسپر عجمی لوگ فخر کرتے ہیں اور اگر سونے کے زیور پہننے کا دستور جاری ہو تو کثرت سے طلب پیدا ہو
ضرورت پڑے بخلاف چاندی کے اسلیے آنحضرت صلعم نے سونے کی بابت تشدد فرمایا اور فرمایا ولکن علیکم بالفضة
فالعبوا بها - مگر تم چاندی کو اختیار کرو پس اُس سے کھیلا کرو - دوسری اصل یہ ہے کہ عورتوں کو آراستگی کی زیادہ ضرورت
ہوتی ہے تاکہ اُنکے خاوندوں کو رغبت ہو یہی سبب ہے کہ تمام عرب وعجم میں بہ نسبت مردوں کے عورتوں کی آراستگی کا زیادہ
دستور ہے اسلیے ضروری ہوا کہ عورتوں کو بہ نسبت مردوں کے زیادہ تر زینت کی اجازت دیجاے لہذا حضرت نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - احل الذهب والحریر لاناث من امتی وحرم علی ذکورها - سونا اور حریر میری
امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں کو حرام کیا گیا - ایک شخص کے ہاتھ میں حضرت صلعم نے سونے کی انگوٹھی دیکھکر فرمایا
تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارہ کا ارادہ کرکے اسکو اپنے ہاتھ میں کر لیتا ہے چاندی کی انگوٹھی کو مردوں کے لیے
بھی آپنے اجازت عطا فرمائی ہے خاصکر صاحب حکومت کے لیے اور فرمایا کہ برابر ایک مثقال کے اسکو مت پورا کرو

اور آنحضرت صلعم نے عورتون کو سونے غیر مقطع سے منع فرمایا اور غیر مقطع وہ ہے جو ایک ہی ٹکڑے سے بنی ہو اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے جو کوئی اپنے دوست کو آگ کا حلقہ پہنانا چاہے تو وہ اسکو سونے کا حلقہ پہنائے من احب ان یحلق حبیبہ
حلقۃ من نار فلیحلقہ حلقۃ من ذہب - اور اسی قاعدہ پر ہنسلی اور کنگن کو ذکر کیا اور اسیطرح سونے کے بدلے
سونے کی کان کی بالیون اور سونے کے توڑے کے باب مین تصریح آئی ہے اور آنحضرت صلعم نے اس حکم کی وجہ بیان
فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ تم مین سے کوئی عورت دکھانے کے لیے زیور نہین پہنتی مگر اسی زیور سے وہ
عذاب دیجاویگی حضرت ام سلمہؓ کے پاس سونے کی ایک ہیکل تھی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ مقطع کے قبیلہ سے تھی - اور
آنحضرت صلعم نے جو فرمایا ہے کہ عورتون کے لیے سونا حلال ہے اسکے یہی معنی ہین کہ فی الجملہ حلال ہے یہ جو کچھ کہ ہمنے
بیان کیا ان احادیث کا مفہوم ہے اور ہمکو ان احادیث کا کوئی معارض نہین ملا اور فقہائے کا جو اسمین مذہب ہے
وہ معلوم و مشہور ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

اور انجملہ بالون کی زینت ہے اسکے اندر لوگون کے مختلف طریقے تھے - مجوس تو اپنی داڑھیون کو ترشواتے اور مونچھونکو
بڑھاتے تھے اور انبیاء علیہ السلام کا طریقہ اسکے خلاف تھا اسیلیے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے خالفوا المشرکین
اوفروا اللحی واحفوا الشوارب - مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیون کو بڑھاؤ اور مونچھون کو خوب ترشواؤ -
اور کچھ لوگ پراگندہ حال رہتے اور ذلت اور بیکت رہنے کو پسند کرتے تھے اور آرایش و زینت سے انکو نفرت تھی
اور کچھ لوگ آرایش مین نہایت تکلف کرتے تھے اور اسکو ایک فخر کی بات سمجھتے تھے اور دوسرے لوگون کو ذلیل
سمجھتے تھے پس ان سب طریقون کا نیست و نابود کرنا منجملہ مقاصد شرعیہ کے ٹھہرا کیونکہ شرائع کا مبنیٰ افراط و تفریط
کے مابین حالت پر اور ان دونون مصلحتون کے جمع کرنے پر ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الفطرۃ خمس الختان
والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط فطرۃ - پانچ چیزین ہین ختنہ کرنا اور زیر ناف
لینا اور مونچھ کا ترشوانا اور ناخنون کا ترشوانا اور بغل کے بالون کا اکھاڑنا پھر اسکے معین کرنے کی ضرورت پڑی
تاکہ اس طریقے کے مخالف انکار متوجہ ہو سکے اور ایسا نہو کہ متورع لوگ ہر روز بال مونڈا کرین اور تکثیر کیا کرین اور متہاون
لوگ سال سال بھر تک بیخبر ہوا کرین لہذا مونچھون کے اور ناخنون کے ترشوانے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف کے
بال مونڈنے کی یہ مدت مقرر کی گئی کہ چالیس روز سے زیادہ دیر نکرے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الیہود
والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوہم - یہود و نصاریٰ نہین رنگتے ہین پس تم انکی مخالفت کرو یعنی تم خضاب لگاکرو
اور اہل کتاب سدل کیا کرتے تھے اور مشرک لوگ فرق کیا کرتے تھے پس آنحضرت صلعم نے اول سدل کیا اور بعد کو فرق کیا سدل کے
معنی پیشانی کے بالون کا منہ پر چھپا رکھنا ہے اور یہ ایک بیکسی کی صورت ہے اور فرق بالونکے دو حصے کرکے ہر حصہ کو
کنپٹی کی طرف موڑ دینے کو کہتے ہین اور آنحضرت صلعم نے قزع رکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ ہیئت شیطانی اور ایک قسم کا
مثلہ ہے جسکو تمام نفوس بجز انکے جو اسکے عادی ہو کر مانوس ہوگئے ہین مکروہ جانتے ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
من کان لہ شعر فلیکرمہ جسکسی کے بال ہون تو انکی عزت کرنی چاہیے اور آنحضرت صلعم نے کنگھی کرنے سے بجز غبا

منع فرمایا ہے اس سے آپکی مراد افراط و تفریط مین توسط ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے لعن اللہ الواشمات والمتوشمات
والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ گودنے والیون اور گدوانے والیون اور منھ کے بال
اکھڑوانے والیون اور جو خوبصورتی کے لیے دانتون کے ریتوانے والیون پر جو خلق الٰہی کو بدلتی ہین خدا تعالیٰ کی لعنت ہے۔
اور اسیطرح آنحضرت صلعم نے زنانے مردون اور مردانی عورتون پر لعنت کی ہے مین کہتا ہون اسکی وجہہ یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ نے
ہر نوع اور ہر صنف کو اسکے بہمین جلو احکام کا مقتضی بنایا ہے مثلاً مردو کے اندر داڑھی وغیرہ کا شوق اور عورتونکے
اندر خوشی اور سرور کی باتین سننے کی رغبت پیدا کی ہے پس اپنی استعداد کے اعتبار سے جو اسکے مادہ مین پائی جاتی ہے
کچھ احکام کا مقتضی ہوا بنابر آن الاحکام کی اضداد سے نفرت کرنا ہوتا ہے لہذا ہر نوع اور ہر صنف کا اسکے مقتضاے
فطرت کے موافق باقی رہنا پسندیدہ ہوا اور تغییر خلق اللہ لعنت کا سبب ٹھہرا یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خچر پیدا ہونیکے لیے گھوڑے کو گدھے سے گابھن کرانے سے نہی فرمائی ہے۔ مگر بعض قسم کی آرایش تو ایسی ہوتی ہے جسمین طبیعت
کے فعل کی تقویت اور اسکی تائید اور اسکی پیروی ہوتی ہے مثلاً سرمہ لگانا اور کنگھی کرنا اور یہ آرایش پسندیدہ طرح ہے
اور بعض قسم کی آرایش فعل طبیعت کے مخالف ہوتی ہے جیسے انسان کو حیوانات کی ہیئت بنانا اور بعض قسم کی وہ زینت ہے
جسمین تکلف کرکے نئی نئی چیزون کا ایجاد پایا جاے طبیعت جسکی مقتضی نہین ہے اس قسم کی آرایش بھی ناپسندیدہ ہے
اگر انسان کو اسکی فطرت کے ساتھ چھوڑ دیا جاے تو انسان ضرور اسکو مثلاً خیال کرے۔ اور انھین کپڑون اور دیوارون
اور فرش مین تصاویر کا بنانا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی ہے اور اس نہی کا مادہ دو باتون پر ہے
ایک تو یہ کہ اسمین ترفہ اور آرایش کی صورت ہے اسواسطے کہ وہ لوگ تصاویر سے فخر کیا کرتے تھے اور مال کثیر اسمین صرف
کیا کرتے تھے پس اسکا حال بھی حریر کے مانند ہوا اور یہ امر درخت وغیرہ کی تصویر مین بھی موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے
کہ تصاویر مین مشغول رہنا اور انکا بنانا اور انکی طرف رغبت کرنے کا دستور جاری ہونا ایسا امر ہے کہ اس سے بت پرستی کا
دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور اسمین بتون کی عظمت اور بت پرستون کے لیے انکی یاد دہانی ہے اور اکثر امتون مین بت پرستی کے
جاری ہونیکا منشا یہی واقع ہوا ہے اور یہ بات صرف حیوانات کی تصویر مین پائی جاتی ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے مورتون کے سر کاٹنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ درخت کی صورت پر ہو جاوین اور درختون کی تصویر مین اسقدر قباحت
نہین لازم آتی اور فرمایا ہے ان البیت الذی فیہ الصورۃ لاتدخلہ الملائکۃ۔ جس گھر مین تصویر ہوتی ہے
اسمین فرشتے نہین آتے اور فرمایا ہے کل مصور فی النار یجعل لہ بکل صورۃ صورہا نفسا فیعذبہ فی جہنم ہر مصور
آگ مین ہے جو جو تصویر اسنے بنائی ہے ہر ایک کے بدلہ مین اسکے لیے ایک نفس مقرر کیا جاویگا وہ نفس اسکو جہنم کے اندر
عذاب دیگا۔ اور فرمایا ہے من صور صورۃ عذب وکلف ان ینفخ فیہ ولیس بنافخ جسنے کوئی صورت بنائی ہے اسکو
عذاب دیے جاوینگے اور کہے جاوینگے کہ اسمین جان ڈال اور وہ جان نہ ڈال سکیگا مین کہتا ہون چونکہ تصاویر کے اندر
بتون کے معنی پائے جاتے ہین اور ملاء اعلیٰ مین بتون اور بت پرستون پر لعنت اور غضب کا اقتضا پایا جاتا ہے
تو ضرور ہے کہ ملائکہ کو اسنے نفرت ہوا اور جب تمام لوگ قیامت کے روز اپنے اعمال کے ساتھ اٹھائے جاوینگے تو جنکی

مصور کا عمل ان نفوس کی صورت میں متشکل ہو جائیگا تصویر بناتے وقت جنکا آنے تصور کیا تھا اور کانے نقل اتارنی چاہی تھی
اسواسطے کہ انہیں نفوس کی صورتین ظاہر ہونا نہایت مناسب ہے اور اس مصور نے ان حیوانات کی نقل بنانے پر
جو اقدام کیا ہے اور اس بات مین کوشش کی ہے کہ نقل بنا ہین کمال کے مرتبہ کو پہونچا دے قیامت کے دن اسکا ظہور اسطرح
ہوگا کہ اسے کہا جائیگا اس تصویر مین جان ڈال اور وہ نہ ڈال سکیگا اور از انجملہ غفلت کرنیوالی چیزون مین مشغول رہنا ہے
یہ ایسی چیزین ہوتی ہین جنکی وجہ سے نفس کو دنیا و آخرت سے بیخبری ہو جاتی ہے اور اوقات ضائع ہوتی ہین مثلاً چوسر
شطرنج اور کبوتر بازی اور جانورون کا لڑانا وعلی ہذا القیاس کیونکہ انسان جب ان چیزون مین مشغول ہو جاتا ہے پھر اسکو کھانے
اور پینے اور ضروریات کی خبر نہیں رہتی بلکہ بسا اوقات پیشاب پاخانہ روکے بیٹھا رہتا ہے اور دوسرا نہیں ملتا ہے اگر
ایسی چیزون مین مشغول رہنے کا دستور عام ہو جاوے تو تمام شہر والے شہر پر بھاری پڑ جائین اور اپنی حاجات کی درستی کی انکو
خبر نہ رہے معلوم کرو کہ راگ اور دف وغیرہ کے اندر تمام عرب وعجم کی عادات اور خصلات مین داخل ہے اسواسطے
کہ یہ سرور اور خوشی کے حال کا مقتضی ہے اور ان چیزون مین سے نہیں ہے جس سے دنیا ودین خراب ہو جاوے اور ان
چیزون مین ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ جو چیزین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تمام ملک حجاز اور تمام آبادیون میں
فرح اور سرور سے جو ایک مطلوب چیز ہین شائع ہون وہ چیزین ممنوع اور دنیا وعاقبت کی خراب کرنیوالی ہین مثلاً
مزامیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لعب بالنرد فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ جسنے شطرنج کھیلا
اسنے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اسکے خون مین رنگا اور حدیث شریف مین آیا ہے لیکونن من امتی اقوام یستحلون
الخز والحریر والخمر والمعازف میری امت مین بلاشبہ کچھ گروہ ایسے ہونگے جو فرج اور حریر اور شراب اور کھیل کی
چیزون کو حلال سمجھینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالدف نکاح کا
اعلان کرو اور اسپر دف بجاؤ پس ملاہی دو قسم کی ہین ایک حرام یہ وہ کھیل کی چیزین ہین جو طرب اور سرور پیدا
کرنے کے لیے استعمال کیجاتی ہین مثلاً مزامیر اور ایک مباح وہ ولیمہ وغیرہ مین اظہار سرور کی غرض سے دف بجانا اور
گانا ہے اور حدی اصل مین تو وہ ہوتی ہے جو اونٹون کے اندر جولانی کرنے کی غرض سے پڑھی جاتی ہے مگر یہان
مطلق خوش الحانی اور گمشاد و تر ساد کے ساتھ کسی چیز کا پڑھنا مراد ہے وہ بھی مباح ہے اسواسطے کہ یہ کوئی ایسی
چیز نہیں ہے جس سے دنیا و آخرت سے بیفکری ہو جاوے بلکہ وہ ملال دور کرنیوالی چیز ہے اور آلات جنگ سے بازی کرنا
مثلاً تیر بازی کرنا یا گھوڑے کا پلٹانا یا نیزہ بازی کرنا تو فی الحقیقت یہ چیزین کھیل مین داخل نہیں ہین کیونکہ انسے مقصود
شرعی حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم کے روبرو آپکے ہی مسجد شریف مین اکثر تیہ حبشیون نے پٹا کھیلا ہے اور
ایکمرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کبوتر کے پیچھے پیچھے جاتا دیکھا تو آپنے فرمایا ایک شیطان ہے جو ایک شیطان کے
پیچھے جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانورون کے لڑانے سے منع فرمائی ہے اور از انجملہ حاجت سے زیادہ
صرف وکھانے اور فخر کرنے کے لیے سواریون اور فرش فروش کا اکٹھا کرنا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے فراش
للرجل وفراش للمرأۃ والثالث للضیف والرابع للشیطان ایک بستر تو مرد کے لیے ہوتا ہے اور ایک کی

جو تھا اسکے لیے اور تیسرا مہمان کیلیے اور چوتھا شیطان کے لیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یکون ابل للشیاطین
وبیوت للشیاطین یعنی اونٹ شیاطین کے لیے اور بعضے گھر شیاطین کے لیے ہوتے ہین۔ ابو ہریرہ فرماتے ہین شیاطین کے لیے
اونٹ تو مین نے دیکھے ہین تم مین سے کوئی شخص عمدہ عمدہ اونٹنیون کو فربہ کرکے اپنے ساتھ لیکر نکلتا ہے اور انمین سے کسی پر
سوار نہین ہوتا ہے اور راستہ مین اسکو کوئی بھائی مسلمان ملتا ہے جسکے پاس سواری وغیرہ نہین ہوتی تو وہ اسکو بھی
نہین سوار کرتا ہے اور اہل جاہلیت کو کتے پالنے کا بھی بڑا شوق تھا اور کتا ایک ملعون جانور ہے جس سے ملائکہ کو
تکلیف پہونچتی ہے کیونکہ اسکو شیاطین کے ساتھ مناسبت ہے جیسا کہ چھپکلی کے اندر پہلے بیان کیا ہے لہذا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے گھر مین رکھنے سے منع فرمایا اور فرمایا من اتخذ کلبا الا کلب ماشیۃ او صید او زرع
انتقص من اجرہ کل یوم قیراط وفی روایۃ قیراطان - جو شخص کتا رکھے بجز اس کتے کے جو مواشی یا شکار یا کھیتی
کیلیے ہو ہر روز اسکے اجر مین سے ایک قیراط گھٹتا رہتا ہے اور ایک روایت مین دو قیراط آیا ہے اور بعد اور جانورونکے
پالنے کا بھی حکم کتے کے پالنے کے مانند ہے۔ مین کہتا ہون اجر کے کم ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس سے قوت بہیمی کو مدد پہونچتی ہے
اور ملکیت مغلوب ہوتی رہتی ہے اور قیراط کی مقدار کو تمثیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور اس سے جزو قلیل مراد ہے لہذا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قیراط اور دو قیراط کے ساتھ بیان کرنیمین کچھ منافات نہوئی۔ اور از انجملہ سونے
چاندی کے ظروف کا استعمال کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الذی یشرب فی اناء الفضۃ انما
یجرجر فی بطنہ نار جہنم - جو شخص چاندی کے برتن سے پیتا ہے بلا شبہہ اپنے پیٹ مین جہنم کی آگ بھرتا ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تشربوا فی آنیۃ الذہب والفضۃ ولا تاکلوا فی صحافہا فانہا لہم فی الدنیا
ولکم فی الآخرۃ - سونے اور چاندی کے برتن مین مت پیو اور نہ انکی رکابیونمین کھاؤ کیونکہ انکے لیے تو وہ دنیا
مین ہین اور تمھارے لیے وہ آخرت مین ہین - اور سابقا ہم جو بیان کر چکے ہین اس سے اسکی وجہ صاف صاف معلوم
ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خمروا الآنیۃ واوکوا الاسقیۃ واجیفوا الابواب واکفتوا
صبیانکم عند المساء فان للجن انتشارا وخطفۃ واطفئوا المصابیح عند الرقاد فان الفویسقۃ ربما اجترت
الفتیلۃ فاحرقت اہل البیت - شام کے ہوتے ہی برتنون کو ڈھانک دیا کرو اور مشکیزونکے دہانے باندھ دیا کرو
اور دروازون کو بند کر دیا کرو اور اپنے بچون کو اکٹھا کر لیا کرو کیونکہ جن پھیلے رہتے ہین اور اچکتے پھرتے ہین اور
سوتے وقت چراغون کو گل کر دیا کرو اسواسطے کہ فویسقہ یعنی چوہا اکثر فتیلے کو کھینچ لیتا ہے اور گھر والون کو پھونک
دیتا ہے اور ایک روایت مین اسکے ساتھ یہ بھی آیا ہے فان الشیطان لا یحل سقاء ولا یفتح بابا ولا یکشف اناء
کیونکہ شیطان مشک کو نہین کھولتا اور نہ دروازہ کو کھولتا ہے اور نہ برتن کو کھولتا ہے اور ایک روایت مین آیا ہے
فان فی السنۃ لیلۃ ینزل فیہا وباء لا یمر باناء لیس علیہ غطاء او سقاء لیس علیہ وکاء الا نزل فیہ من
ذلک الوباء - کیونکہ سال بھر مین ایک رات ایسی ہوتی ہے جسمین وبا نازل ہوتی ہے پھر اس وبا کا جس کسی برتن
بغیر ڈھکے پر یا بغیر بندھی ہوئی مشک پر گذر ہوتا ہے پھر وہ اسمین اس وبا مین سے کچھ نازل ہوتا ہے۔ مین کہتا ہون کہ

شام کے وقت جنات کے پھیلنے کا یہ سبب ہے کہ وہ اصل فطرت کے اعتبار سے ظلمانی ہین پس جہان مین تاریکی پھیلتی
انکو بہجت اور سرور حاصل ہوتا ہے اور وہ جہان مین منتشر ہو جاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا
کہ شیطان بند چیز کو نہین کھولتا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثر ہمنے دیکھا ہے کہ شیاطین کا اثر افعال طبیعیہ کے شکل میں ہوتا ہے
مثلاً کسی گھر مین ہوا کا گذر ہوتا ہے تو جنات اکثر اسکے ساتھ گھر مین گھس جاتے ہین یا کسی پتھر کو اوپر سے دھکیلا جاے اور
اسکے لڑھکانے مین کوشش کیجاے تو مقتضاے عادت سے زیادہ وہ جنات کے اثر سے لڑھکتا ہے وعلی ہذا القیاس
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ سال بھر مین ایک شب ایسی ہوتی ہے جسمین بلا کا نزول ہوتا ہے اسکے
یہ معنی ہین کہ مدت دراز کے بعد ایک ایسا وقت پیدا ہو جاتا ہے جسمین ہوا بگڑ جاتی ہے اور یہی اکثر تجربہ اسکا شاہد ہے
اسکی یہ صورت ہوئی کہ مجھے ایک خراب ہوا چلتی ہوئی معلوم ہوئی جس سے اسیوقت میرے سر مین درد پیدا ہو گیا اور اسکا علاج
بلند بلند مکان بنانا اور انکی زیب و زینت کرنا ہے اس بات مین عجمی لوگ نہایت تکلف کرتے تھے اور مال کثیر اسمین صرف
کر ڈالتے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سخت حکم سنا کر اسکا علاج کیا اور فرمایا ما انفق المومن من نفقۃ
الا اوجر فیہا الا نفقتہ فی ہذا التراب - مومن کوئی خرچ ایسا نہین کرتا جسمین اسکو اجر نہ دیا جائیگا بجز اس خرچ کے
جو اس مٹی مین کرتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کل بناء وبال علی صاحبہ الا ما لا الا ما لا یعنی
الا ما لا بد منہ - ہر عمارت اپنے بنانے والے پر وبال ہے مگر ما لا مگر ما لا یعنی جسکے بغیر چارہ نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لیس لی او لیس لنبی ان یدخل بیتا مزوقا - میرے لیے جائز نہین یا کسی نبی کے لیے جائز نہین ہے کہ کسی
آراستہ گھر مین داخل ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ لم یامرنا ان نکسو الحجارۃ والطین
خدا تعالی نے ہمکو اس بات کا حکم نہین دیا ہے کہ پتھرون اور مٹی کو کپڑے پہنا وین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
پیشتر لوگون کا دستور تھا کہ اپنے امراض و مصائب مین طب و منتر سے کام لیا کرتے تھے اور کسی پوشیدہ چیز کے معلوم
کرنے مین فال و شگون اور خطوط سے کام لیا کرتے تھے اسکا نام رمل ہے اور نیز کہانت اور نجوم اور تعبیر خواب سے کام
لیتے تھے اور انکے اندر بعض نا مراد امور تھے لہذا انسے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور باقی کو مباح
کہا - پس طب کی حقیقت ادویہ حیوانیہ یا نباتیہ یا معدنیہ کے طبائع کے موافق عمل کرنا اور اخلاط کے اندر تصرف کرکے
انمین کمی بیشی کرنا ہے اور قواعد شرعیہ سے انکا ثبوت ہوتا ہے اسواسطے کہ انمین شرک کی آمیزش نہین ہے اور
نہ انمین دین و دنیا کا کچھ نقصان ہے بلکہ اسمین بہت منفعت اور لوگون کی جماعت کا مجمع کرنا ہے مگر شراب سے
علاج کرنا ممنوع کیا گیا ہے اسواسطے کہ شراب کی جبکو چاٹ لگجاتی ہے پھر اسکا جانا دشوار ہوتا ہے اسیطرح خبیث ادویہ
یعنی سمیات سے حتی الامکان علاج کرنا منع ہے کیونکہ بسا اوقات انسے جان جاتی رہتی ہے اور حتی الامکان داغ
دینا بھی منع ہے کیونکہ آگ سے جلانا ایسی چیز ہے جس سے ملائکہ کو نفرت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منتر
مروی ہین انکی اصل وہی تجربات ہین جو عرب کے نزدیک تھے اور منتر کی حقیقت ان کلمات کا استعمال کرنا ہے عالم مثال
مین جنکے لیے تحقق اور اثر نکلتا ہے اگر وہ کلمات شرک سے خالی ہون تو قواعد شرعیہ انکو رد نہین کرتی خصوصاً جبکہ وہ

کلمات قرآن وحدیث سے ہوں جنمیں تضرع الی اللہ تعالیٰ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور نظر حق ہے اور نظر حقیقت میں
اصل نظر او حسد کا نام ہے جو دیکھنے والے کی تاثیر نفس سے کسی شے میں جسکی طرف نظر کی گئی ہو اسکے اندر پیدا ہوتا ہے اور یہی جنات کے نظر کا
حال ہے۔ اور جن احادیث میں منتر اور تعویذ اور رجب کے عمل وغیرہ سے نہی وارد ہوئی ہے وہ انھیں صورتوں کے ساتھ
متعلق ہے جنمیں شرک پایا جاتا ہے یا اسقدر انہماک کے معنی پائے جاتے ہوں جسکی وجہ سے باری تعالیٰ سے غفلت
ہو جاتی ہے۔ اور شگون بد یا شگون نیک کی حقیقت یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ میں جب کسی امر کا حکم دیدیا جاتا ہے تو بسا اوقات
وہ واقعات جو اپنی جبلت کے اعتبار سے ہر چیز کا عکس سرعت کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اس امر کا رنگ پکڑ لیتے ہیں
وہ واقعات ایک تو لوگوں کے خواطر اور خیالات ہیں اور ایک لفاظ ہیں جو مقصود الیہ بالذات ہوتے ہیں اور ایک وقائع
جویہ یعنی وہ واقعات جو زمین و آسمان کے مابین فضا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں کیونکہ طبیعت کے اعتبار سے ان
واقعات کے اسباب بہت ضعیف ہوا کرتے ہیں اور انکا ایک صورت کے ساتھ خاص ہونا اور دوسری کے ساتھ ہونا
اسباب فلکیہ یا ملاء اعلیٰ میں کسی امر کے ثابت ہو جانے کیوجہ سے ہوتا ہے۔ اور عرب کے لوگ ان باتوں سے واقعات
آیندہ پر استدلال کیا کرتے تھے چونکہ ان باتوں میں صرف تخمین کو دخل ہوتا تھا اور وہم کا اسمیں برانگیختہ کرنا بلکہ بسا اوقات
کفر اور ارتداد کا اندیشہ تھا کہ خدا تعالیٰ سے انکی توجہ ہٹ جاے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی سے بالکل
منع فرما دیا اور فرمادیا کہ خیرہا الفال بہتر انمیں فال ہے یعنی کوئی نیک کلمہ جو نیک آدمی کی زبان سے نکلے کیونکہ وہ
ان قباحات سے پاک ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدوی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانے سے انکار
فرمایا ہے نہ بایں معنی کہ وہ بالکل ایک بے اصل چیز ہے بلکہ عرب کے لوگ اسکو ایک سبب مستقل خیال کرتے تھے اور توکل کو
بالکل بھول جاتے تھے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ان اسباب کی سببیت اسوقت تک ثابت رہتی ہے جبتک انکے خلاف
خدا تعالیٰ کا حکم ثابت ہو اسواسطے کہ حکم الٰہی کے منعقد ہو جانے کے بعد خدا تعالیٰ اسکو پورا کر دیتا ہے اور نظام بھی
بدستور قائم رہتا ہے زبان شرع سے اس نکتہ کو اسطرح بیان کر سکتے ہیں کہ یہ اسباب عقلیہ نہیں ہیں بلکہ اسباب
عادیہ ہیں اتفاقاً جو ہر قوم میں پیدا ہو جاتا ہے زمانہ جاہلیت کے اوہام کو تقویت ہے اور غرض یہ شرک کا دروازہ کھلتا ہے اسواسطے ان امور کے
اندر مشغول ہونے سے انکو منع کیا گیا نہ اسواسطے کہ یہ بالکل بے حقیقت چیزیں ہیں یہ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ احادیث
متظاہرہ سے جنات اور جان میں انکے منتشر رہنے اور عدوی کا ثبوت ہوتا ہے اور نیز احادیث سے عورت اور گھوڑے
اور مکان کے اندر نحوست کی اصل کا ثبوت ہوتا ہے پس لامحالہ انکی نفی بایں معنی ہوگی کہ انکے اندر کا خوض کرنا منع ہے
اور اسمیں مخاصمت نہیں ہو سکتی پس اگر کوئی شخص کسی پر دعوی کرے کہ اسنے اپنا بیمار اونٹ میرے اونٹ کے پاس
کرکے اسکو بیمار کر دیا یا مار ڈالا وعلی ہذا القیاس تو اسکا دعوی مسموع ہوگا اور یہ چیزیں بالکل بے اصل ہو بھی نہیں سکتیں
تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہانت یعنی جنات کی خبر بیان کرنے سے نہایت سختی سے نہی فرمائی ہے۔
اور جو شخص کاہن کے پاس جائے اس سے آپ نے بری الذمہ ہونا بیان فرمایا ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کاہنوں کا حال دریافت کیا گیا تو آپ نے بیان فرمایا کہ ہوا کے اندر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ امر کا باہم

اور خدا تعالیٰ کا حکم پیدا ہو کر رہتا ہے اور کواکب کے خواص کا نظام بھی قائم رہتا ہے - اور شریعت میں اس نکتہ کو اسطرح تعبیر کیا جاتا ہے کہ کواکب کے خواص مین لزوم عقلی نہین ہے بلکہ عادت الٰہی اسطرح جاری ہے اور یہ خواص بمنزلہ امارات اور علامات کے ہین مگر جب کثرت سے لوگون کو اس علم مین توغل ہو گیا اور بہت سے اسمین مشغول ہو گئے تو اسواسطے اس مین کہ خدا تعالیٰ پر ایمان کے قائم نہ رہنے کا احتمال پیدا ہوا کیونکہ جو شخص اس علم مین مشغول ہوتا ہے وہ دل سے کیونکر یہ بات کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اسکی رحمت سے یہ مینہ برسا ہے بلکہ وہ تو خواہ مخواہ یہی کہیگا کہ فلان فلان تارے کی وجہ سے برسا ہے لہذا یہ امر اسکو اس ایمان سے جو نجات کا دار مدار ہے ضرور مانع ہوگا اور اگر کسی شخص کو اس علم سے واقفیت ہو تو اسکی یہ واقفیت کچھ مضر نہین کیونکہ خدا تعالیٰ خود تمام عالم کا مقتضائے حکمت کی موافق انتظام کرتا ہے خواہ کوئی اس سے واقف ہو یا نہو پس ضرور ہوا کہ شرع مین ایسا علم نیست و نابود کر دیا جاوے اور لوگون کو اسکے سیکھنے سے ممانعت کر دیجاوے اور یہ بات ظاہر کر دیجاوے کہ جسنے نجوم سیکھا اسنے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جسقدر زیادہ سیکھے اسیقدر اسکا وبال اسکا حال توریت و انجیل کا سا حال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ نہایت تشدد کیا ہے جو انکے دیکھنے کا قصد کرے کیونکہ ان دونون مین تحریف ہو گئی ہے اور انکے دیکھنے مین احتمال ہے کہ آدمی انکو دیکھکر قرآن عظیم کی فرمانبرداری ترک کر دے اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرما دی - یہ جو کچھ ہمنے بیان کیا ہماری رائے میں اور ہمارے تفحص کا نتیجہ ہے پس اگر سنت سے اسکے خلاف کچھ ثابت ہو تو جو سنت سے ثابت ہو وہی بات ٹھیک ہے -

خواب کا بیان

خواب کی پانچ قسم ہین ایک خواب بشارت الٰہی ہوتی ہے اور ایک ان حمائد اور رذائل کے متمثل ہونے سے عبارت ہے جو ملکی طریقہ پر نفس کے اندر مندرج ہوتے ہین - اور ایک صرف تخویف شیطانی ہوتی ہے اور ایک صرف تخیلات نفسانی ہوتے ہین حالت بیداری مین جنکا نفس عادی ہوتا ہے قوت متخیلہ مین وہ خیالات محفوظ رہتے ہین اور وہ خیالات مجتمعہ حس مشترک مین ظاہر ہو جاتے ہین اور ایک خیالات طبیعیہ جو غلبہ اخلاط اور نفس کو ان اخلاط سے ایذا پہنچنے پر تنبہ حاصل ہونے سے پیدا ہوتے ہین - پہلی قسم کی خواب یعنی بشارات الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ کو حجابات بدنی سے بذریعہ اسباب خفیہ کے جو بلا تامل معلوم نہین ہو سکتے جب فرصت حاصل ہوتی ہے تو اسمین اس بات کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جس قسم کے علوم اسکے پاس مخزون اور مجتمع ہوتے ہین آوے یہ خواب تعلیم الٰہی ہوا کرتی ہے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین معراج ہوئی اور خدا تعالیٰ کو ایک بہت عمدہ صورت مین آپنے دیکھا اور خدا تعالیٰ نے آپکو کفارات اور درجات تعلیم فرمائی اور ایک مرتبہ اور آپکو خواب مین معراج ہوئی اور دنیاوی زندگی سے علیحدہ ہونے کے بعد برزخ والون کا جو حال ہوتا ہے وہ آپ پر ظاہر ہوا چنانچہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے واقعات آیندہ کا جو کچھ علم ہوا وہ بھی اسی قبیلے سے تھا اور خواب ملکی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر دو قسم کے ملکات ہین حسنہ اور قبیحہ مگر ان ملکات کے حسن و قبح سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جبکہ صورت ملکی کی طرف

تجرد حاصل ہوتا ہے پس تجرد حاصل ہونے کے بعد اسکو اپنے حسنات اور سیئات صورت مثالیہ مین ظاہر ہوتے ہیں
اور ایسا شخص کبھی خدا تعالیٰ کے دیدار سے خواب مین مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کا
فرمانبردار ہوتا ہے اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ آنحضرت کی اتباع
اور فرمانبرداری ہوتی ہے اور وہ فرمانبرداری اسکے دل مین مرکوز ہوتی ہے اور کبھی وہ شخص خواب مین انوار کا مشاہدہ کرتا ہے
اور اسکی اصل وہ عبادات مکتسبہ ہوتی ہین جو اسکے سینہ اور اعضا مین مرکوز ہو رہی ہین یہی عبادات انوار اور
پاکیزہ پاکیزہ چیزون کی صورتون مین مثل شہد اور گھی اور دودھ کے ظاہر ہوتی ہین پس جو شخص خواب کے اندر خدا تعالیٰ
یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ملائکہ علیہم السلام کو بری صورت یا غضب کی حالت مین دیکھے تو اسکو سمجھنا چاہیے
کہ اسکا عقیدہ ناقص اور ضعیف ہے اور اسکا نفس کامل نہین ہوا اسیطرح طاعات کیوجہ سے جو انوار حاصل ہوتے ہین
کبھی وہ شمس و قمر کی صورتون مین ظاہر ہوتے ہین — اور جو خواب تخویف شیطانی ہوتی ہے اسکی اصل حیوانات ملعونہ سے
اس شخص کا ڈرنا ہوتا ہے مثلاً بندر اور ہاتھی اور کتے یا کالے کالے آدمیون کا خواب مین دیکھنا انسان کو چاہیے
کہ جب خواب مین ایسی چیزین دیکھے تو خدا کی پناہ مانگے یعنی اعوذ باللہ پڑھے اور اپنے بائین طرف تین مرتبہ تھوک دے
اور جس کروٹ سے وہ لیٹا ہے وہ کروٹ بدل دے — اور جو خواب بشارت الٰہی کے قبیلہ سے ہوتی ہے اسکے لیے تعبیر ہوا کرتی
اور تعبیر کا بہتر طریقہ خیالات کا معلوم کرنا ہے کہ کس چیز مین کس چیز کا مظنہ ہوتا ہے اور اس سے کیا مقصود ہوا کرتا ہے
پس کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مسمیٰ سے اسم کیطرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے جسطرح ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خواب مین اپنے آپکو عقبہ بن رافع کے گھر مین دیکھا اور اسی خواب مین آپکے پاس کوئی ابن طاب کے تازہ چھوارے
لایا (ابن طاب ایک قسم کے خاص چھوارے ہوتے ہین) پس آنحضرت صلعم نے فرمایا مین نے اس خواب کی تعبیر لی
کہ ہم دنیا مین رفعت یعنی سرفرازی اور آخرت مین عافیت کے ساتھ رہینگے اور ہمارا دین طیب یعنی پاکیزہ ہو گیا اور
کبھی دو چیزون مین التزام ہوتا ہے اور ملزوم سے لازم کیطرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص خواب مین تلوار کو
دیکھے تو اسکی تعبیر قتال ہوگی اور کبھی ایک وصف سے ایک ذات کی طرف جو اس وصف کے مناسب ہوتی ہے ذہن منتقل
ہوتا ہے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخص کو جنپر مال کی محبت غالب تھی خواب مین سونے کے دو کنگن کی
صورتمین دیکھا الحاصل ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف ذہن کے منتقل ہونے کی مختلف صورتمین ہین اور سچے خواب
نبوت کے شعبون مین سے ایک شعبہ ہے اسواسطے کہ وہ ایک قسم کا فیضان غیبی اور خدا تعالیٰ کی خلق کے ساتھ ایک
خاص تقرب کا اثر ہے اور نبوت کی اصل یہی ہے اور خواب کے اقسام باقیہ کی کچھ تعبیر نہین ہوا کرتی —

آداب صحبت کا بیان

معلوم کرو کہ منجملہ ان امور کے جنکو فطرت سلیمہ اور اشخاص انسانی مین باہم حاجات کا واقع ہونا اور ارتفاقات
چاہتے ہین ایک آداب ہین جنکا بنی آدم کے افراد باہم برتاؤ کرین — اکثر یہ آداب تو ایسے ہین کہ تمام عرب و عجم کے

مختلف گروہ انکے اصول پر متفق ہین اگرچہ صورتون اور اشباح مین آنکے اندر اختلاف ہے لہذا ان آداب سے بحث کرنا اور ان آداب مین سے آداب صالحہ اور آداب فاسدہ کو تمیز کرنا ان مصلحتون مین داخل ہوا جنکو پورا کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق کیطرف مبعوث ہوے ہین۔ انا نجملہ ایک تحیہ ہے کہ بعض بعض کے لیے اسکو عمل مین لایا کرین کیونکہ لوگون کو باہم خوشی اور بشاشت کے اظہار اور استیناس کی ضرورت ہوا کرتی ہے کہ بعض بعض کے ساتھ ملاطفت اور موانست کرین اور چھوٹے بڑون کو اپنا بزرگ سمجھین اور بڑے چھوٹون پر شفقت کرین اور آپسمین بھائی بھائی اور دوست ہوکر رہین اسواسطے کہ اگر یہ بات نہین تو صحبت اور دوستی کا فائدہ اور نتیجہ حاصل نہو اور اگر اس خوشی کے اظہار کے لیے کوئی لفظ مقرر نہ کیا جاے تو وہ ایک اندرونی چیز ہے جو بدون قرائن سے استنباط کیے معلوم نہوسکے لہذا ہمیشہ سے ہر گروہ کے سلف کا طریقہ اپنی اپنی راے کے موافق باہم تحیہ کے برتاو کا چلا آتا ہے پھر ہوتے ہوتے انکی ملت کا شعار اور اپنی ملت کے آدمیون کو پہچاننے کا طریقہ ہوگیا تھا مشرک تو عند الملاقات ایک دوسرے سے یہ کہا کرتے تھے انعم اللہ بک عینا اور انعم اللہ بک صباحا۔ اور مجوس کہا کرتے تھے۔ ہزار سال بزی۔ اور قانون شرعی کا مقتضا تھا کہ اسمین اس طریقہ کو اختیار کیا جاے جو انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے اور انھون نے ملائکہ سے اس طریقہ کو سیکھا ہے اور وہ طریقہ دعا اور ذکر الہی کے قبیلہ سے ہے دنیاوی زندگانی مین دل لگانے کے قبیلہ سے نہین ہے مثلاً درازی عمر اور دولت کی تمنا کرنا اور نہ اسمین کثرت سے تعظیم ہے جو آدمی کو شرک کے قریب کردے جسطرح سجدہ کرنے اور زمین بوسی مین اور وہ سلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لما خلق اللہ آدم قال اذہب فسلم علی اولئک النفر وہم نفر من الملائکۃ۔ الحدیث۔ خدا تعالی نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا فرمایا جا تو پس سلام کر اوپر اس گروہ کے اور وہ ملائکہ کا گروہ بیٹھا ہوا تھا پس تو سن کہ کس چیز سے تیرا تحیہ کرتے ہین پس آدم علیہ السلام نے جاکر کہا السلام علیکم پس فرشتون نے کہا السلام علیک و رحمۃ اللہ فرمایا آپ نے پس زیادہ کیا فرشتون نے ورحمۃ اللہ۔ اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ انپر سلام کر واللہ اعلم۔ اسکے یہ معنی ہین کہ تحیہ کر تو انکے ساتھ اپنی راے کے موافق پس اسمین آپکی راے صواب ہوئی اور آنھون نے کہا السلام علیکم اور اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ یہ تحیہ تیرا ہے یعنی وجوبا اسواسطے کہ انھون نے معلوم کیا کہ حظیرۃ القدس سے اسکا القا ہوا ہے اور خدا تعالے نے جنت کے بیان مین فرمایا ہے سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین۔ سلام تمھارے اوپر خوش ہو تم اور ہمیشہ کے لیے جنت مین داخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تدخلون الجنۃ الحدیث۔ نہ داخل ہوگے تم جنت مین جبتک ایمان نہ لاؤگے اور ایمان نہ لاؤگے جبتک باہم محبت نکروگے کیا مین تمکو ایسی چیز نہ بتلادون کہ جب تم اسکو عملمین لاؤ تو آپسمین دوست ہو جاؤ باہم سلام کا رواج ڈالو۔ مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین سلام کا فائدہ اور اسکی مشروعیت کا سبب بیان فرمایا کیونکہ باہم محبت پیدا ہونا ایسی خصلت ہے جس سے خدا تعالی کی رضامندی ہے پس سلام کا افشا محبت پیدا کرنے کا کافی ذریعہ ہے اور اسیطرح مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یسلم الصغیر علی الکبیر الخ۔ چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور گذرنیوالا بیٹھے ہوے کو اور تھوڑے لوگ بہت سے لوگون کو سلام کرین

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوار پیادہ چلنے والے کو سلام کرے مین کہتا ہون کہ لوگون کا دستور ہے کہ
جو کوئی کسی کے گھر آتا ہے تو وہ گھر والے کو سلام کرتا ہے اور ادنی درجہ کا اعلی درجہ والے کو سلام کرتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا ایک جماعت لڑکون پر گذر ہوا اور آنکو سلام کیا اور عورتون پر آپکا گذر ہوا تو آپ نے آنکو سلام کیا اسواسطے کہ آپ نے
معلوم کیا کہ انسان کا اپنے تئین بزرگ سمجھنا جو اسکے بڑا اور اشرف ہو جماعات ملک کا جمع کرنا ہے اور اسمین ایک طرح کی
خود پسندی ہے لہذا آپ نے بڑون کا طریقہ تواضع اور خوردون کا طریقہ یہ مقرر کیا کہ بزرگون کی توقیر کرین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لم یرحم صغیرنا الخ ۔ جو شخص خوردون پر رحم نکرے اور بڑون کی عظمت نکرے وہ ہم مین سے نہین ہے
اور سوار کے لیے یہ طریقہ کہ پیادہ پا کو سلام کرے اسواسطے مقرر فرمایا کہ سوار عندالناس باہیبت اور اپنی ذات کے اعتبار سے
بڑا ہے اسواسطے اسکے لیے تواضع کا طریقہ مقرر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تبدؤا الیھود والنصاری
بالسلام الخ ۔ ابتدا تم یہود و نصاری کو سلام مت کرو اور جب تمین سے تمکو کوئی رستہ مین ملجاے تو اسکو تنگ راستہ
کیطرف مجبور کرو ۔ مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ منجملہ مصلحتون کے جنکے اتمام کے لیے حضور نبوی کی بعثت ہوئی ہے ملت اسلامیہ
کی عظمت اور تمام ملل سے اسکو اعلی اور اعظم گردانا ہے اور یہ بات اسیطرح پائی جاسکتی ہے کہ مسلمانون کو تمام ملت والون پر
قدرت اور فضیلت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آن لوگون کے السلام علیکم عشر الخ السلام علیکم کی
دس نیکیان ہین اور جو شخص ورحمۃ اللہ کہے بیس نیکیان اور جو شخص وبرکاتہ بھی کہے تیس نیکیان ہین اور جو شخص
مغفرتہ بھی زیادہ کرے تو چالیس درجہ ثواب ہے اور فرمایا اسیطرح فضیلتین ہوا کرتی ہین یعنی جسقدر الفاظ زیادہ
ہوتے ہین اسیقدر ثواب زیادہ ہوتا ہے ۔ مین کہتا ہون زیادتی ثواب کی وجہ اور اسکا مدار یہ ہے کہ اسمین اس خیر کا
تمام کرنا ہے جسکو خدا تعالی نے مشروع کیا ہے اور وہ بشاشت و الفت اور دوستی اور دعا اور ذکر اور خدا تعالی پر
کام کا حوالہ کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یجزی عن الجماعۃ الخ جماعت کے لیے جب وہ
ہوکر گذرین اسقدر کافی ہے کہ آنمین سے ایک شخص سلام کرے اور بیٹھے ہوے لوگون کو اسقدر کافی ہے کہ انمین سے
ایک شخص سلام کا جواب دے ۔ مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ جماعت حقیقت کے اعتبار سے ایک چیز ہے اور
اسمین ایک کا سلام کرنا باہمی نفرت کو دور کردیتا ہے اور باہم الفت پیدا کردیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اذا انتھی احدکم الی مجلس الخ ۔ تم مین سے جب کوئی شخص کسی جلسہ کیطرف پہونچے تو اگر اسکے دلمین بیٹھنے کا قصد ہے
تو بیٹھ جائے اور جب کھڑا ہو تو اسکو چاہیے کہ سلام کرے پس پہلا سلام کرنا دوسری مرتبہ سلام کرنے سے زیادہ سزاوار اور
اولی نہین ہے ۔ مین کہتا ہون رخصت کیوقت سلام کرنےمین چند فوائد ہین منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ اسکی وجہ کراہت
اور ملال ہے کھڑے ہونے مین تمیز ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرورت کیوجہ سے قیام کیا ہے اور پھر جو کوئی
بات کہنی کرباقی رہ جاتی ہے اوسکو پورا کرے اور منجملہ آن فوائد کے یہ ہے کہ اسکا جانا خفیہ طور پر نہو اور مصافحہ کرنے
اور مرحبا کہنے اور معانقہ وغیرہ کرنیمین یہ راز ہے کہ مصافحہ وغیرہ سے محبت بڑھتی ہے اور خوشی پیدا ہوتی اور
باہمی وحشت اور نفرت دور ہوتی ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا التقی المسلمان الخ

جب دو مسلمان ملین اور مصافحہ کرین اور خدا تعالیٰ کی حمد کرین اور خدا تعالےٰ سے اپنے گناہون کی مغفرت مانگین تو ان دونون
کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ مین کہتا ہون یہ اسواسطے ہے کہ مسلمانو مین خوشی پیدا ہوتا اور آپس مین محبت اور مہربانی کا پایا جانا
اور خدا تعالیٰ کے ذکر کا آپس مین جاری ہونا خدا تعالیٰ کی رضا مندی کا سبب ہے اور قیام مین احادیث مختلف ہین پس
آپنے فرمایا ہے من سرہ ان یتمثل لہ الرجل قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار جسکو یہ بات پسند ہو کہ اسکی خدمت مین
کوئی شخص کھڑا ہے تو اسکو اپنا ٹھکانا جہنم مین بنانا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقوموا
کما یقوم الاعاجم یعظم بعضہم بعضا مت کھڑے ہو تم جسطرح کھڑے ہوتے ہین عجمی بعض بعض کی تعظیم کے لیے
اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے قصہ مین قوموا الی سیدکم۔ کھڑے ہو تم طرف سردار اپنے کے
اور حضرت فاطمہؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا کرتی تھین تو آپ انکے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے
اور اُنکا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ اُنکو بٹھاتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے تھے
تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو جایا کرتی تھین اور آپکا دست مبارک پکڑ کر چومتی تھین اور اپنی جگہ آپکو بٹھاتی تھین۔ مین کہتا ہون
اسمین فی الحقیقت اختلاف نہین ہے اور جس معنی پر امر و نہی کا مدار ہے وہ مختلف ہے اسواسطے کہ عجمی لوگون کا قاعدہ
تھا کہ اُنکے خدمتگار اُنکے سامنے کھڑے رہا کرتے تھے اور رعایا بادشاہون کے روبرو کھڑا رہا کرتی تھی اور وہ اُنکی تعظیم مین
افراط تھی یہانتک کہ شرک مین واقع ہونیکا احتمال تھا لہذا اُس سے ممانعت کی گئی اور اسی کیطرف اس حدیث مین
اشارہ واقع ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کما یقوم الاعاجم۔ اور من سرہ ان یتمثل کہا کرتے ہین مثل بین یدیہ
مثولا جب خدمت کے لیے سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور جو کھڑا ہونا واسطے خوشی ہونے کے ہو اور اُسکا اکرام اور اُسکے دل کی
خوشنودی منظور ہو نہ یہ بات کہ اُسکے سامنے خدمت کے لیے کھڑا ہو تو اسمین مضایقہ نہین اسلیے کہ اسمین شرک کی
آمیزش نہین ہے اور کسی نے عرض کیا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شخص ہم مین سے اپنے بھائی سے ملے
آیا اُسکے واسطے جھک جاے فرمایا نہین اور اُسکا سبب ہے کہ یہ جھکنا رکوع نماز کے مشابہ ہے پس وہ بمنزلہ سجدہ تحیہ کے ہے
اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم الخ۔ اے ایمان والو گھرون مین بجز اپنے گھرون کے
داخل مت ہو یہانتک کہ اجازت لو اور سلام کرو اُن گھر والون پر اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا
لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم الخ۔ اے ایمان والو چاہیے کہ وہ لوگ جو تمھارے ہاتھون کے مملوک ہوے ہین
تم سے اجازت لین اور وہ لوگ جو تم مین سے بلوغ کو نہین پہونچے الی قولہ کما استاذن الذین من قبلکم
پس خدا تعالیٰ کا تستانسوا تستاذنوا کے معنی مین ہے مین کہتا ہون استیذان اسیواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ یہ بات
تمکو ناپسندیدہ ہے کہ لوگ آدمیون کی ستر گاہون پر مجتمع ہون اور وہ چیز جو اُنکو گوارا نہو دیکھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ استیذان بینائی کے لیے مقرر کیا گیا ہے پس مناسب ہے کہ لوگون کے مختلف ہونے سے وہ بھی مختلف ہو پس
بعض اُن مین سے اجنبی ہین کہ آپس سے اُنسے میل جول نہین ہے اور اُسکے لیے مناسب ہے کہ جبتک آواز دیکر اجازت نہ مانگے
اور آمادہ ہے اُسکو اجازت نہ ملجانے داخل نہو اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلدہ بن حنبل اور بنی عامر کے ایک

شخص کو تعلیم فرمایا کہ کہے السلام علیکم ادخل اور فرمایا ہے کہ استیذان تین مرتبہ ہے پس اگر تجھکو اذن دیا جاوے
تو بہتر ورنہ لوٹ آ۔ اور بعض انمین حرم ہین اگرچہ محارم نہیں ہین مگر آپسمین میل جول اور دوستی ہے پس انکا اجازت لینا بھی
استیذان سے کمتر ہے اسیواسطے آپنے عبداللہ بن مسعودؓ سے فرمایا تیرا اذن یہ ہے اور پردہ کو اٹھا دے اور
یہ کہ تو میرے کلام کی آواز سنا تاتک کہ مین تجکو منع کردون اور بعض انمین سے لڑکے اور غلام ہین کہ انسے پردہ فرض نہیں ہے
لہذا انکے لیے استیذان کی ضرورت نہین ہے مگر ان اوقات مین کہ عادتاً کپڑے اتار دیے جاتے ہیں اور خداتعالے
نے ان تین اوقات کو اسواسطے خاص کیا ہے کہ وہ اوقات لڑکون اور غلامون کے آنے کے ہین بخلاف آدھی رات کے
مثلاً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رسول الرجل الی الرجل اذنہ۔ آدمی کی طرف آدمی کا قاصد اسکا اذن ہے
اسواسطے کہ آنے معلوم کرلیا اُس چیز کو جسکی طرف وہ بھیجا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی
قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تھے تو دروازے کے سامنے سے نہ آتے تھے پس فرماتے تھے السلام علیکم اور یہ اسواسطے
تھا کہ اُن لوگون کے گھرون کے سامنے پردے نہ تھے اور منجملہ آداب بیٹھنے اور سونے اور سفر کرنے کے آداب ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقیم الرجل الرجل من مجلسہ الخ کوئی شخص کسی کو اُسکی جگہ سے اٹھا کر آپ نہ بیٹھے
بلکہ کشادہ ہوکر اور گھل کر بیٹھو مین کہتا ہون یہ اسواسطے ہے کہ کسی کو اٹھا کر بیٹھنا غرور اور خودپسندی کی بات ہے
اور دوسرے کے دلمین اس سے رنج اور کینہ پیدا ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام من مجلسہ الخ
جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور پھر وہین آیا تو اُسکا وہ سزاوار زیادہ ہے۔ مین کہتا ہون جو شخص پہلے بیٹھ گیا اور وہ جگہ
اُسکے لیے مباح تھی خواہ مسجد ہو یا خانقاہ یا گھر پس اُسکا حق اُس سے متعلق ہوگیا پس جبتک اُسکو اُس جگہ کی حاجت ہو
اُسوقت تک اُسکو برگشتہ نہ کیا جاوے اور اُسکا حال بنجر زمین کا سا ہے کہ جو کوئی بنجر کو توڑ کر کھیتی کرے وہی اسکا مستحق ہے
اور پہلے اسکا حال گذر چکا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایحل لرجل ان یفرق بین اثنین الا باذنہما
کسی شخص کو سزا نہین کہ دو شخصون کے بیچ مین اُنکو علیحدہ کرکے بیٹھے مگر اُنکی اجازت سے مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے
کہ دو شخص اکثر اوقات باہم خوشنودی اور مسرت کی باتین کرنے کے لیے پاس پاس بیٹھ جاتے ہین پس اُن دونون کے بیچ مین
بیٹھ جانا اُنکے دل کو مکدر کرتا اور کبھی وہ باہم محبت کرنے کی باتین کرتے ہین پس اُنکے درمیان مین بیٹھنا اُنکو متنفر کرتا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایستلقین احدکم الخ۔ تم مین سے چت لیٹ کر ایک پیر کو دوسرے پیر پر نہ رکھے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگون نے چت لیٹے ہوے اور ایک قدم کو دوسرے پیر پر رکھے ہوئے دیکھا ہے۔ مین کہتا ہون
لوگ لنگی باندھا کرتے تھے اور لنگی باندھنے والا جب ایک پیر کو دوسرے پر رکھتا ہے تو وہ شرمگاہ کے کھلنے سے مامون نہین ہوتا
پس اگر پاجامہ پہنے ہوے ہو یا شرمگاہ کے کھلنے سے مامون ہو تو اسطرح لیٹنے مین مضایقہ نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک شخص سے جو اُلٹا پڑا تھا فرمایا یہ ایسا لیٹنا ہے جو خداتعالی کو ناگوار ہے۔ مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ لیٹنا
ایک متکبر اور قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من بات علی ظہر بیت الخ۔ جو شخص گھر کی
چھت پر رات کو سووے اور اُس چھت پر کوئی آڑ نہو تو اُس سے ذمہ بری ہے۔ مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسے

اپنی جان کے ہلاک کرنیکا سامان کیا اور اپنے آپکو ہلاکت مین ڈالا اور خدا تعالی فرماتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ اپنے
ہاتھون کو ہلاکت مین مت ڈالو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ملعون علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو شخص حلقہ کے بیچ مین بیٹھے ملعون ہے ۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد ہے جو اپنے
آپ کو مسخرون مین ڈالتا ہے تاکہ اس سے مسخرا پن کرین اور یہ شیطانی کام ہے ۔ اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہون کہ ایک گروہ
کیطرف پشت اور ایک کیطرف منہ کرے اور اس سے لوگون کے دل کو ناگوار گذرے اور اگر بہ مرد و عورت ملے بیٹھے تھے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون سے فرمایا استاخرن الخ ۔ پیچھے کو بیٹھو تمکو روا نہیں ہے کہ راستہ کے درمیان بیچ
بیٹھو بلکہ تمکو لازم ہے کہ راستے سے ادھر ادھر بیٹھو پس عورتین دیوارون کو چمٹنے لگین ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد دو عورتون کے بیچ مین ہو کر گذرے ۔ مین کہتا ہون اسمین اندیشہ ہوتا ہے کہ مرد
عورت سے ملجائے اور وہ عورت غیر محرم ہو یا اسکی طرف دیکھے اور فرماتا ہے اذا عطس احدکم الخ ۔ تم مین سے جب
کوئی چھینکے تو اسکو الحمد للہ کہنا چاہیے اور اسکے بھائی کو یا اسکے صاحب کو یرحمک اللہ کہنا چاہیے اور پھر اسکو یہدیکم اللہ
ویصلح بالکم کہنا چاہیے اور ایک روایت مین ہے اور وہ اگر الحمد للہ نہ کہے تو اسکو جواب مت دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے شمت اخاک ثلاثا ۔ الخ ۔ اپنے بھائی کی چھینک کا تین مرتبہ جواب دو اور جو زیادہ ہو تو وہ زکام
ہے مین کہتا ہون چھینکتے وقت حمد اسواسطے مقرر کی گئی ہے کہ ایک تو وہ دلیل شفا ہے اور اس سے دماغ کی اجزاء غلیظہ
نکل جاتے ہین دوسرے یہ کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور حمد کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ شخص تابع
سنن انبیاء علیہ السلام ہے اور ملل انبیا پر وہ جما ہوا ہے اور اسیواسطے جواب دینا واجب ہوا اور وہ حقوق اسلام سے ہوا
اور جواب دینے والے کے لیے جواب دینا اسواسطے مقرر کیا گیا کہ اسمین مبادلۃ الاحسان بالاحسان ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما التثاوب من الشیطان الخ ۔ جماہی لینا تو شیطان کے ہی طرف سے ہے پس تم مین سے
جب کوئی جماہی لے تو جہانتک اس سے ہوسکے اسکو روکے اور تم مین سے جب کوئی جماہی لیتا ہے تو اس سے شیطان ہنستا ہے
مین کہتا ہون جماہی سستی طبع اور غلبہ ملال سے پیدا ہوتی ہے اور شیطان کو اسمین موقع ملتا ہے اور منہ کھولے اور
آہ آہ کی آواز سے شیطان ہنستا ہے اسواسطے کہ وہ ایک قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔
اذا تثاوب احدکم الخ ۔ تم مین سے جب کوئی جماہی لے تو اسکو چاہیے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے اسواسطے کہ شیطان
گھس جاتا ہے مین کہتا ہون شیطان مکھیون اور مچھرون کو اثر اگر اسکے منہ مین گھسا دیتا ہے اور اکثر اوقات منہ کے
عضلات سکڑ جاتے ہین اور ہمنے ایسا دیکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو یعلم الناس ما فی الوحدۃ الخ
اگر لوگون کو معلوم ہو کہ وحدت مین کیا بات ہے جو مین جانتا ہون تو سوار رات کو تنہا نہ چلے ۔ مین کہتا ہون اس سے
آپکی مراد یہ ہے کہ مہلکات مین پڑ جانا اور آنکی دلیری کرنا بلا ضرورت ایک ناپسندیدہ امر ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جو حضرت زبیر کو مقدمہ تجسس کرکے تنہا بھیجا تھا تو اسکی ضرورت تھی ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لا تصحب الملئکۃ الخ ۔ نہین ساتھ ہوتے فرشتے ان رفیقون کے جنمین کتا اور گھنٹہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا ہے الجرس مزامیر الشیطان گھنٹہ شیطان کے مزامیر ہیں - میں کہتا ہون جو آواز تیز و غیر منظم ہو وہ شیطان اور
اسکے ذبات کے موافق ہے اور ملائکہ کو اس سے نفرت ہے اور اُن دونون کے جبلی مزاج کا مقتضی ہے - اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سافرتم فی الخصب - الخ - جب تم ارزانی میں سفر کیا کرو تو اونٹ کو اسکا حق دیا
کیا کرو جو زمین میں ہے اور جب تم قحط میں سفر کرو تو اسکو جلد جلد چلایا کرو اور جب اخیر رات میں اترو تو راستہ سے بچو کہ
راستہ رات کیوقت دواب کا رہگذر ہے اور حشرات کا ماوا ہیں - میں کہتا ہون یہ سب ظاہر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے السفر قطعة من العذاب - سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے - تم میں سے ایک کو نیند اور کھانے اور
پینے سے باز رکھتا ہے پس جبکہ پورا کرچکے اپنی حاجت کو جو اسکے سامنے ہے تو اسکو چاہیے کہ اپنے اہل کو جلدی سے
چلا آئے - میں کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ آدمی حقیر چیزون کے پیچھے پڑا رہے
اور انکی وجہ سے اسکو زیادہ روز تک سفر کرنا پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اطال احدکم الغیبة
جب تم میں سے کوئی غیبت کو دراز کرے تو اسکو چاہیے کہ رات میں اپنے گھر نہ آوے - میں کہتا ہون بسا اوقات انسان
کو بسبب پراگندہ ہونے بالون وغیرہ کے نفرت ہوجاتی ہے اور وہ ان دونون کے تکدر حال کا باعث ہوتی ہے -

ازانجملہ کلام کرنے کے آداب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخنی الاسماء یوم القیامة عند اللہ
رجل الخ - یعنی بدترین نامون کا خدا تعالی کے نزدیک قیامت کے روز وہ شخص ہے جسکا نام ملک الاملاک ہے
اور فرمایا آپ نے کہ نہیں بادشاہ مگر خدا تعالی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الحکم کنیت رکھنے سے منع فرمایا
ان اللہ ہو الحکم - کہ حکم خدا تعالی ہی ہے اور اسی کی طرف حکم ہے - میں کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کنیت سے اسواسطے منع فرمایا کہ اسمین تعظیم بکثرت پائی جاتی ہے اور وہ شرک کے قریب کرتی ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسمین غلامک یسارا الخ - اپنے لڑکے کا نام یسار ہرگز مت رکھو اور نہ رباح
اور نہ نجیح اور نہ افلح - پس تو کہتا ہے کہ یسار اس جگہ ہے پس نہیں ہوتا پس کہا جاتا ہے نہیں - اور جابرؓ نے فرمایا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس بات سے منع کرنا تھا کہ نام رکھا جاوے ساتھ یعلی اور برکت اور نافع وغیرہ کے
پھر مین نے آپکو دیکھا کہ اس منع کرنے سے خاموش ہو رہے پھر آپکی وفات ہوگئی اور اس سے منع نہین کیا میں کہتا ہون
ان نامون کا مکروہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ ایک ہیئت منکرہ کیطرف پہونچاتے ہین کہ وہ ہیئت اقوال مین ایسی ہے
جیسے اجدع وغیرہ افعال مین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الاجدع شیطان - اجدع شیطان ہے -
اور احادیث مین تطبیق بایں طور ہے کہ آپ نے نہی مین تاکید نہین کی مگر ارشاد کے طور پر منع ارشاد کیا تھا
اس سے منع فرمایا یا نہی کے علامات آپکو ظاہر ہوے پس راوی نے کہا کہ ازروے اجتہاد کے منع کیا ہے اسکو محفوظ کیا
حجت ہے اس شخص پر جسنے محفوظ نہین کیا - اور میرے نزدیک یہ وجہ صحابہؓ کے فعل کے موافق ہے اسواسطے کہ وہ بہت
اس قسم کے نام رکھا کرتے تھے - فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سموا باسمی الخ - میرے نام پر نام رکھو اور میری
کنیت پر کنیت مت کرو اور فرمایا آپ نے مین گردانا گیا ہون قاسم کہ اسوجہ سے کہ تم مین تقسیم کرتا ہون - میں کہتا ہون

اگر کسی کا نام نبی کے نام پر ہوتا تو اس گمان کا موقع تھا کہ احکام میں اشتباہ واقع ہوتا اور ان احکام کی نسبت اور نفع
کر نے مین تلبیس واقع ہوتی یا جب کہا جاتا کہ یا ابو القاسم تو یہ گمان ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پکارتے اور
بسا اوقات مراد کوئی اور ہوتا۔ اور بسا اوقات آدمی کو نام لیکر کوئی گالی دیتا ہے اور لڑائی جھگڑون مین لعنت
ذم کیجاتی ہے پس اگر نبی کے نام پر نام ہو تو اسمین ایک بہت منکرہ پائی جاتی ہے پھر یہ بات کنیت کے اعتبار
اکثر پائی جاتی ہے بہ نسبت علم کے بدو وجہ ایک تو یہ وجہ ہے کہ لوگون کو شرعًا اس بات سے ممانعت تھی اور عادت کے
اعتبار سے اس بات سے باز رہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لیکر پکارین اور مسلمان یا رسول اللہ
کہکر ندا کرتے تھے اور ذمی لوگ کہتے تھے یا ابا القاسم۔ دوسرے یہ کہ عرب نام لیکر بزرگی یا حقارت کا قصد نہ کیا کرتے تھے
بلکہ کنیت سے بزرگی یا حقارت کا قصد کرتے تھے جیسے ابو الحکم اور ابو جہل کہ اول مین تشریف اور دوسرے مین تحقیر مقصود ہے
وعلی ہذا القیاس۔ اور آپکی کنیت ابو القاسم اسواسطے ہوئی کہ آپ قاسم تھے پس دوسرے کی یہ کنیت رکھنا ایسا ہوا
جیسا آپسے برابری کرنا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کی رخصت کہ آپکے بعد اپنے لڑکے کا نام آپکے
نام پر رکھین اور آپکی کنیت پر اُسکی کنیت کرین اسیواسطے دی کہ التباس رفع ہوگیا کیونکہ آپکا زمانہ گذر گیا۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یقولن احدکم عبدی وامتی۔ الخ۔ چاہیے کہ تم مین سے کوئی نہ کہے عبد میرا
اور امت میری بلکہ تم سب خدا ہی کے بندے ہو اور تمھاری سب عورتین خدا تعالیٰ کی بندیان ہین بلکہ اُسکو یہ کہنا
چاہیے غلام میرا اور لونڈی میری اور جوان میرا اور جوان میری اور غلام کو چاہیے کہ یہ نہ کہے رب میرا بلکہ اسکو کہنا
کہ میرا آقا۔ مین کہتا ہون کلام مین درازی کرنی اور لوگون کو حقیر سمجھنے کا سبب کبر اور خود پسندی ہے اور اسمین
لوگون کی دلشکنی ہے اور نیز چونکہ کتب آسمانی مین اُس نسبت کو جو خالق اور مخلوق کے اندر پائی جاتی ہے عبدیت
اور ربوبیت کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے لہذا لوگون کو باہم اُسکا استعمال کرنا بے ادبی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے انگور کی نسبت فرمایا ہے کہ کرم مت کہا کرو بلکہ عنب او حبلہ کہا کرو اور یہ مت کہو یا خیبۃ الدہر یعنی اے
زمانہ کی بے نصیبی کیونکہ خدا تعالیٰ تو دہر ہے اور اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ دہر کو برا کہکر ابن آدم مجکو ایذا دیتا ہے
دہر تو مین ہی ہون میرے ہاتھ مین ہی امر ہے رات دن کو لوٹتا پوٹتا رہتا ہون۔ مین کہتا ہون کہ جب خدائے پاک
نے شراب سے نہی فرما دی اور وہ ایک آتری ہوئی چیز ہوگئی تو مناسب ہوا کہ جس بات مین اُسکی عظمت پائی جاے
اور جس بات سے اُسکی عمدگی کا خیال ہو سکے اُس سے بھی ممانعت فرمائی جاے اور انگور شراب کی اصل اور مادہ ہے
اور عرب کا دستور تھا کہ اکثر اوقات شراب کو بنت کرم کہکر تعبیر کیا کرتے تھے اور اسی نام سے اُسکو مشہور کرتے تھے
اور اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ واقعات کو دہر یعنی زمانہ کیطرف منسوب کیا کرتے تھے اور یہ ایک قسم کا شرک تھا
اور نیز اکثر دہر سے مقلب ہر انکو مراد ہوا کرتا تھا بہرحال دہر کے برا کہنے کا مآل خدا تعالیٰ سے ناخوشی کیطرف تھا اگرچہ
اُسکے عنوان مین وہ خطا کرتے تھے غلط تھا اور حدیث شریف مین آیا ہے تم مین سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس
خبیث ہوگیا بلکہ اُسکو یہ کہنا چاہیے کہ میرا نفس بگڑ گیا۔ مین کہتا ہون کہ اکثر خباثت کا استعمال کتب آسمانی مین

خباثت باطنی اور بدطینی پیدا ہونا یا جلنا یہ کلمہ بمنزلہ ہیات شیطانیہ کے ٹھہرے۔ اور اگر کوئی شخص کسی بات کو اسطرح
بیان کرے کہ لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ یہ بات اسطرح ہے تو اُسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
بئس مطیۃ الرجل برا ذریعہ آدمی کا ہے یعنے صرف لوگون کے گمان کرنے سے کسی بات کا بیان کر دینا برا ہے
مین کہتا ہون اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہے کہ آپکو یہ بات ناگوار ہے کہ کوئی شخص بلا ثبوت کسی
بات کو ذکر کرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء فلان الخ۔ یہ بات
مت کہو کہ جو خدا نے چاہا اور فلان نے چاہا اور یہ کہو کہ جو خدا نے چاہا پھر فلان نے چاہا۔ مین کہتا ہون برابر برابر
ذکر کرنے سے رتبہ کے اندر برابری کا وہم ہوتا ہے لہذا اس قسم کے لفظ کا زبان سے نکالنا سوء ادبی ٹھہرا۔ اور
معلوم کرو کہ بیفائدہ باتون مین غور کرنا اور کلہ درازی اور فصاحت و بلاغت مین انہماک اور اشعار اور مزاح کی
کثرت اور قصہ کہانیون مین وقت کا گذارنا یہ سب امور منجملہ اُن امور کے ہین جو انسان کو دنیا و دین سے بیخبر کر دیتے ہین
اور جنکا مدار باہمی تفاخر اور نمود پر ہوتا ہے لہذا انکا حال عادت اہل عجم کا سا حال ہوا اسواسطے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو ناپسند فرمایا اور انکے نقصانات بیان فرمائے مگر جسقدر مین کراہت کے معنی نہین پائے جاتے
اُسقدر کی اجازت عطا فرمائی اگرچہ بادی الراے مین انکے اندر اشتباہ پایا جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے ہلک المتنطعون فضول باتون مین غور کرنیوالے برباد ہو گئے تین مرتبہ اس کلمہ کو ارشاد فرمایا
اور فرمایا ہے الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق حیا اور
ترک رکر باتین کرنا ایمان کے دو شعبے ہین اور بیحیائی اور بیان بیدھڑک تقریر کرنا جو ہے زبان سے کچھ نکلے یہ
نفاق کے دو شعبے ہین۔ مین کہتا ہون اس سے آپکی مراد بیحیائی اور تعمق اور تطاول کلام کا ترک کرنا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان احبکم الی واقربکم منی یوم القیامۃ احاسنکم اخلاقا
الحدیث۔ تم مین سے مجکو زیادہ تر پسندیدہ اور بروز قیامت تم مین سے مجھسے زیادہ تر قریب وہ لوگ ہین جنکے
اخلاق عمدہ ہین اور تم مین سے مجکو زیادہ تر مبغوض اور مجھسے زیادہ تر دور تم مین سے وہ لوگ ہین جو بداخلاق
اور بڑے باتونی اور کلہ دراز اور متکبر ہین۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مین نے جانا یا حکم دیا کہ گفتگو
میں اعتدال اور اختصار بقدر کفایت کرنا بہتر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا شکم ریم سے
پر ہو جسکو تم دیکھتے ہو اس سے بہتر ہے کہ وہ شعرون سے بھرا ہوا ہو۔ حضرت حسان سے آنحضرت نے فرمایا کہ جبتک
تو مشرکین کے مقابلہ مین خدا اور رسول کی جانب سے مخاصمت کریگا (کفار کا مقابلہ) تو روح القدس ہمیشہ تیری مدد
کریگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کیا کرتا ہے اس ذات کی قسم
جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ تمہارے اشعار مشرکین کی ہجو مین تیر مارنے کا حکم رکھتے ہین۔ احسان کے باب مین
جہان ہم نے آفات زبانی کے اصول و قواعد بیان کئے ہین وہان وہ حدیثین ظاہر کر دی ہین جن سے یہ مضمون ثابت
ہوتا ہے۔ جیسے آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جسکو خدا اور آخرت پر ایمان ہے اُسکو چاہیے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش رہے

ہے اور آپ حضرت نے فرمایا مسلمان کو بُرا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا فسق ہے اور آنحضرت نے فرمایا تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے غیبت اس بات کا بیان کرنا ہے جو تیرے بھائی کو ناگوار ہو۔ اس پر آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں کیا یہ بھی غیبت ہے فرمایا وہ بات کہنا جو اس میں ہے یہی تو غیبت ہے اور اگر تو نے وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان کیا +

علما کا قول ہے کہ حرام غیبت سے چھ امر مستثنے ہیں اول اپنا ظلم ظاہر کرنا خدا فرماتا ہے خدا بُری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر جو شخص مظلوم ہے دوسرے کسی ایسی حالت میں کہ برائی ظاہر کرنے سے کسی امر منکر کا بدل دینا منظور ہو اور عاصی کو بہتری کی طرف لوٹانے کا قصد کیا جائے جیسے زید بن ارقم نے عبد اللہ بن ابی کا قول آنحضرت سے نقل کر دیا تھا اور عبد اللہ بن مسعود نے حنین کی غنیمتوں کے متعلق انصار کا قول بیان کر دیا تھا تیسری فتویٰ لینے میں جیسے ہند نے کہا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے۔ چوتھی مسلمانوں کو کسی شر سے محفوظ کرنا جیسے آنحضرت نے فرمایا اس خاندان کا بھائی برا ہے یا جیسے حدیث میں زخمیوں کو زخمی کرنا آیا ہے اور جیسے آنحضرت نے فرمایا کہ معاویہ تنگدست ہیں اور ابوجہم اپنے کندھے سے عصا کو نہیں اتارتا۔ پانچویں فاسق کے شر سے متنفر کرنا۔ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میں فلاں فلاں شخصوں کو نہیں جانتا ہوں کہ ہمارے حال سے کچھ بھی واقف ہیں۔ چھٹی کسی کی حالت بیان کرنا جیسے فلاں شخص اعمش ہے یا لنگڑا ہے +

اور علما نے یہ بھی کہا ہے کہ جب کوئی مقصود شے بغیر کذب کے حاصل ہی نہو سکتی ہو تو وہاں کذب جائز ہے۔ آنحضرت نے فرمایا ہے وہ شخص کذاب نہیں ہے جو لوگوں میں اصلاح کرنے کے لئے کسی نیکی کو ظاہر کرے یا کوئی نیک بات کہدے +

اسی مبحث کے متعلق نذروں اور قسموں کے احکام ہیں

اس میں مختصر امر یہ ہے کہ نذریں مقرر کرنا اور قسمیں کھانا لوگوں کی عادات میں سے ہے عرب ہوں یا عجم کسی فرقہ اور امت کو تم نہ پاؤ گے کہ اپنے موقعوں پر اُن کا استعمال نکرتے ہوں اس واسطے ان کے مباحث کی ضرورت ہوئی یہ نذریں اور قسمیں نیکی کے اصول سے نہیں ہیں لیکن جب کسی نے اپنے اوپر ایک شے لازم قرار دے لی اور خدا کا نام اُس کے لئے ذکر کیا تو یہ ضروری ہوا کہ خدا کی عظمت میں اور اُس شے میں جس پر خدا کا نام ذکر کیا گیا ہے کوتاہی نہ کیجائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نذریں مت مقرر کیا کرو اس لئے کہ نذر سے کوئی امر مقدر نہیں رہ سکتا ہے اُن کے سبب سے بخیل کی جانب سے کوئی شے نکل جایا کرتی ہے یعنی انسان جب کسی حالت میں گھر جاتا ہے تو اسوقت اُس کو کسی قدر خرچ کرنا آسان معلوم ہوا کرتا ہے۔ جب خدا اُس کو تہلکہ سے نجات دیتا ہے تو گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی تکلیف نے اُس کو کبھی چھوا بھی نہ تھا اس لئے ضرور ہے کہ جس شے کو اُس نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اُس کو دل سے باہر کر دے اس سے قصد اور عزیمت میں پختگی اور استحکام ہوتا ہے +

قسم کی چار قسمیں ہیں اول یمین منعقدہ یہ اُس قسم کا نام ہے جو کسی آیندہ شے کے ہونے کے لئے کھائی جائے وہ شے ممکن

بھی ہو اور دل میں اس کے متعلق فیصلہ کر لیا ہو اس کو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ خدا تم سے اُن قسموں کا مواخذہ کریگا جو تم نے مستحکم کی ہونگی دوسرے لغو الیمین جیسے کہ لوگ بلا قصد کہا کرتے ہیں یہ اللہ باللہ بلے واللہ یا ایسی شے پر قسم کہا دیں جس کے ہونے کا گمان ہو اور بعد کو اس کے خلاف ثابت ہو اسمیں خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ خدا لغو قسموں میں مواخذہ نہیں کرتا تیسری یمین غموس کہ قصداً جھوٹی قسم اس لئے کھائی جائے کہ اس سے ناحق کسی مسلمان کا مال ہضم کر لیا جائے یہ قسم کبائر میں سے ہے چوتھی وہ قسم جو کسی محال عقلی سے کھائی جائے جیسے یہ کہنا کہ گذشتہ کل کا روزہ رکھونگا یا دو ضدوں کا جمع کرنا یا کسی محال عادی پر قسم کھائی جائے مثلا مردہ کو زندہ کرنا یا اشیاء کی حقیقت بالکل بدل دینا اور ان دونوں قسموں میں جن میں نفی وارد نہیں ہے یہ اختلاف ہے کہ ان میں قسم کا کھانا آتا ہے یا نہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے باپ دادوں کی قسمیں نہ کھایا کرو جس کو قسم کھانی ہو وہ خدا کی قسم کھائے یا خموش رہے اور نیز آنحضرت نے فرمایا ہے جس نے خدا کے سوا دوسرے کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا ؛

میں کہتا ہوں کہ کسی کے نام کی قسم جب ہی کھائی جاتی ہے کہ اس میں عظمت اور بزرگی کا اعتقاد ہو اس کے نام میں برکت خیال کی جائے اسمیں کوتاہی اور جس امر کے لئے وہ نام ذکر کیا گیا ہے اس کو فروگذشت کرنا گناہ تصور کیا جائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور قسم میں باللات والعزیٰ کہے تو اس کو چاہئے کہ اس کے بعد لا الہ الا اللہ کہے اور جو اپنے رفیق سے کہے آؤ قمار بازی کریں تو اس کو چاہئے کہ صدقہ کرے میں کہتا ہوں کہ زبان دل کی ترجمان ہوا کرتی ہے اور اس کی مقدمہ ہوتی ہے دلی تہذیب جبتک حاصل نہیں ہو سکتی کہ زبان کی محافظت کا لحاظ کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھائے اس کے بعد دوسرے امر کو بہتر معلوم ہو تو قسم کا کفارہ دیکر اسی بہتر شے کو عمل میں لانا چاہئے آنحضرت نے فرمایا ہے تم قسم کھا کر اپنے اہل میں اُس کے اصرار کیا کرتے ہو اسمیں خدا کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ ہے کہ اُس کا کفارہ جو خدا نے اس پر فرض کیا ہے ادا کیا جائے میں کہتا ہوں اکثر لوگ کسی بات پر قسم کھا بیٹھتے ہیں پھر اپنے نفس پر اور لوگوں پر سختی اور تنگی سے اُس کو پورا کرتے ہیں اور یہ امر مصلحت کے خلاف ہے اور کفارہ صرف اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ مکلف کی نفسانی حالت کو روکے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیری قسم اسی حالت پر رہیگی کہ تیرا مقابل یعنی مدعی اُسکی تصدیق کرے میں کہتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال ہضم کرنے کے لئے حیلہ کیا جاتا ہے اور قسم میں تاویل کی جاتی ہے مثلاً یوں قسم کھاتا ہے کہ واللہ میرے ہاتھ میں تیرے مال کا کوئی حصہ نہیں ہے اس سے قصد یہ ہوتا ہے کہ خاص میرے ہاتھ میں نہیں ہے اگرچہ میرے قبض و تصرف میں ہو ظلم اس پر آمادہ کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور انشاء اللہ کہدے وہ حانث نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ اس وقت میں دل کا قطعی فیصلہ اور قصد مصمم نہیں ہوا کرتا۔ اور کفارہ کے لئے اسی کی ضرورت ہوتی ہے ؛

خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ خدا لغو قسموں میں تم سے مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کا تم نے مصمم قصد کر لیا ہے اُن کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلا دیا جائے۔ جو تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو یا اُن کو لباس

یا ایک بردہ آزاد کرنا اور جسکو اُس کی قدرت نہو وہ تین روزے رکھ لے تمہاری قسموں کا یہ کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ۔ کفارہ واجب ہونے کا راز پہلے لکھ چکا ہے۔ فراجع ؛

نذر کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) نذر مبہم اسمیں آنحضرت کا ارشاد ہے کہ اگر نذر معین نہو تو اُس کا کفارہ اور قسم کا کفارہ ایک ہی ہے۔ (۲) نذر مباح۔ اسکے متعلق آپ نے فرمایا نذر کو پورا کرلیکن پورا کرنا واجب نہیں ہے ابو اسرائیل کا قصہ اس کے متعلق آگے آنیوالا ہے (۳) کسی خاص جگہ اور خاص صورت میں کسی طاعت اداکرنے کے لئے نذر کی جائے اُس کے متعلق ابو اسرائیل کا قصہ ہے اُنھوں نے نذر کی تھی کہ میں کھڑا رہوں گا نہ بیٹھونگا نہ سایہ کی آڑ لونگا نہ بولونگا اور روزہ رکھونگا اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو حکم کرو کہ باتیں کرے اور سایہ میں رہے اور اپنا روزہ پورا کرلے اور ایک شخص نے نذر کی تھی کہ مقام بوانہ میں جہاں کوئی بت تھا نہ اہل جاہلیت کا میلہ وغیرہ ایک اونٹ ذبح کرونگا تو آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرے (۴) نذر معصیت آنحضرت نے فرمایا ہے جو شخص کسی معصیت کی نذر کریگا اُس کا کفارہ وہی ہے جو یمین کا ہے (۵) نذر محال آنحضرت نے فرمایا ہے جو شخص ایسی چیز کی نذر کرے جسکو ادا نکر سکے۔ اُسکا کفارہ بھی یمین کا سا ہے۔ نذر کے باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کفارہ اس لئے مشروع ہؤا ہے کہ گناہ کا لوث اُس سے جاتا رہے اُس کے سینہ میں جو چیز اٹر رہی ہے وہ دور ہو جاوے اس لئے جو شخص کسی طاعت کی نذر کرے وہ پورا کرے اور جو غیر طاعت کی نذر کرے اور دل میں تنگی دیکھے تو کفارہ واجب ہے ؛ واللہ اعلم

مختلف ابواب

جن امور کے بیان کرنے کا ہم نے اس کتاب میں قصد کیا تھا اُس سے ہم فارغ ہو گئے والحمد للہ رب العالمین جو اس میں ذکر کیا گیا ہے اُس سے اُن تمام اسرار شریعت کا استیعاب نہیں ہؤا ہے جو ہمارے سینوں میں مخفی ہیں اس لئے کہ دل میں ہر وقت یہ فیاضی نہیں ہوتی کہ اسرار کا انکشاف کردیا کرے زبان ہمیشہ دلی رازوں کا اظہار نہیں کرتی ہے اور عوام اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ ہر ایک نکتہ کا اُن کو مخاطب کریں اور ہر شے اس قابل نہیں ہوتی کہ بغیر تمہید اور مقدمات کے اُسکو معرض بیان میں لائیں اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جو راز ہمارے دلوں میں ہیں وہ اُن علوم کے برابر ہو سکیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل کئے گئے ہیں۔ اس دعوے والے کو جس پر وحی اور قرآن نازل ہوتا تھا اپنی اُمت کے ایک شخص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ہیہات ذلک ان دونوں کی حالت میں بڑا فرق ہے اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جن علوم کو خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کے دل میں مکمل طور پر جمع کیا تھا وہ اُن حکمتوں اور مصلحتوں کا پورا مجموعہ ہوں جو احکام الٰہی میں ملحوظ رکھے گئے ہیں اس نسبت کو خضر علیہ السلام نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ میرے اور تیرے (حضرت موسےٰ) علم کو خدا کے علم سے ایسی نسبت ہے جیسے اس سمندر کے ساتھ اُس نمی کو جو چڑیا کی چونچ میں ہے ان مرتبوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُن مصلحتوں کا کتنا پایہ بلند ہے جنکا احکام شریعت میں لحاظ کیا گیا ہے یقیناً اُن کی کوئی نہایت نہیں ہے جتنا اُن کا ذکر کیا جائے۔ اُن مصلحتوں کا حق پورا ادا نہیں ہوسکتا ہے اور نہ اُن کی پوری واقفیت کے لئے کافی ہو سکتا ہے لکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ ؛

اب ہم کسیقدر اجمالی طور پر ایک حصہ سیرت اور خلق اور مناقب کا بیان کرتے ہیں استیعاب بیان کرنا ہم کو مقصود نہیں ہے واللّٰہ الموفق والمعین والیہ المرجع والمآب ؎

رسالت مآب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی آپ تمام عرب میں بزرگ خاندان اور نسب سے پیدا ہوئے شجاعت اور پرُدلی میں سب سے زیادہ تو انا سب سے زیادہ فیاض سب سے زیادہ خوش بیان سب سے زیادہ آپ کا دل صاف اور پاک تھا ایسے ہی تمام انبیا اپنے خاندان میں عالی نسب ہوا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ آدمی ایسے ہوتے ہیں جیسے کانیں سونے اور چاندی کی۔ اور اخلاق کی خوبی آدمی کو اپنے آبا و اجداد سے ورثہ میں ملا کرتی ہے اور نبوت کا استحقاق انہیں لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے جن کے اخلاق کامل ہوں۔ انبیا کی بعثت سے خدا کی مراد یہ ہوتی ہے کہ سچائی اور حق ظاہر ہو جائے اور کوئی فرقہ پھر درست ہو جائے۔ خدا اُن کو لوگوں کا پیشوا بناتا ہے اور ان مناصب کے لیے زیادہ موزون وہی ہوا کرتے ہیں جو مفتخر خاندان سے ہوں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے جہاں رسالت کو رکھتا ہے اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ آپ کے خلق اور خُلق میں اعتدال تھا۔ میانہ قد تھے۔ نہ زیادہ دراز قد۔ نہ کوتاہ۔ موے مبارک نہ بالکل گھونگر والے تھے نہ چھوٹے ہوتے بلکہ بین بین چہرہ مبارک میں گولائی تھی سر بڑا۔ ریش مبارک دراز۔ شانے اور قدم پر گوشت چہرہ کا رنگ سرخی مایل تھا۔ اعضا میں فربہی تھی سب سے زیادہ طبیعت میں نرم دلی تھی لب و لہجہ میں سب سے زیادہ پر صداقت۔ جو شخص فوراً آپ کو دیکھتا آپ کی عزت کرتا اور جانکر جو آپ سے ملتا جلتا تو آپ پر فدا ہو جاتا۔ بزرگ نفسی کے ساتھ نہایت خاکسار۔ اپنے اہل بیت پر نہایت نرم دل تھے حضرت انس رضؓ نے دس سال تک آپ کی خدمت کی لیکن کبھی اُن کو اُف تک نہ کہا اور کبھی نہیں کہا کہ یہ کام تم نے کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔ اہل مدینہ کی کوئی کنیزک خدمت میں حاضر ہوتی اور جہاں چاہتی لیجاتی اپنے اہل کی خدمت خود کر دیا کرتے تھے فحش امر یا لعنت کرنا یا بدگوئی کرنا آپ کی عادت نہ تھی۔ اپنی کفش کو خود سی لیا کرتے۔ کپڑا خود سی لیتے۔ بکری کو خود دوہ لیا کرتے حالانکہ بڑے اولوالعزم تھے کوئی شے آپ کو مغلوب نہ کر سکتی تھی۔ اور کوئی مصلحت آپ سے فوت نہ ہوتی تھی۔ سب سے زیادہ فراخ دل تھے تکلیف برداشت کرنے میں سب سے زیادہ مستقل اور ثابت قدم لوگوں پر نہایت ہی مہربان کسی کو آپ کی ذات سے برائی نہیں پہنچتی تھی۔ نہ ہاتھ سے نہ زبان سے مگر جب خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔ تدبیر منزل کی درستی کا بڑا اہتمام کرنے والے اپنے اصحاب کا بڑا لحاظ کرتے سیاست مدن کے بڑے نگران کہ جس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتا ہے ہر شے کے اندازہ سے واقف۔ عالم ملکوت کی جانب ہمیشہ متوجہ ذکر الٰہی کے فریفتہ آپ کی گفتگو اور تمام حالات سے ذکر الٰہی کے آثار نمایاں ہوتے تھے ہمیشہ غیب سے آپ کی اعانت اور تائید ہوتی۔ دعا آپ کی قبول ہوتی حظیرۃ القدس سے علوم کا فیضان ہوتا۔ بہتا تباعت معجزات ظاہر ہوتے

مثلاً دعاؤں کی قبولیت آئندہ واقعات کی پیشین گوئی جس سے میں برکت کی درخواست کرتے اس میں برکت ہوتی ہے۔ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سرشت میں یہ اوصاف ہوا کرتے ہیں۔ اُن کی فطرت ہی ان امور کی جانب ان کو جھکا دیا کرتی ہے۔ اپنی دعا میں حضرت ابراہیم نے آپ کا ذکر کیا تھا اور آپ کے جلالت رتبہ کی بشارت دی تھی حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام نے آپ کے وجود باجود کی پیشین گوئی کی تھی اور باقی انبیاے کرام صلوات اللہ علیہم نے آپ کی اطلاع دی تھی۔ آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے اندر سے روشنی نکلی اور تمام زمین اُس سے نورانی ہوگئی۔ اس کی تعبیر یہ کی گئی کہ ایک پر برکت لڑکا پیدا ہوگا جس کا دین مشرق سے مغرب تک پھیل جائیگا جنوں نے آپکے پیدایش کی خبریں دیں۔ کاہنوں اور نجومیوں نے آپ کی پیدایش اور ترقیات کی خبر دی اور واقعات جو منجانب آپ کی اعزاز و سربلندی کی جانب رہنمائی کی جیسے ایوان کسروی کے کنگرے ریزہ ریزہ ہوگئے۔ نبوت کی دلیلیں آپ کے اندر جمع ہوگئیں جیسے کہ ہرقل قیصر روم نے اُن کی خبر دی۔ آپ کی پیدایش اور شیرخوارگی کے زمانے میں لوگوں نے برکت کے آثار مشاہدہ کئے فرشتوں نے ظاہر ہوکر آپ کے قلب میں چیرہ دیا اور ایمان و حکمت سے اُس کو بھر دیا۔ عالم مثال اور عالم شہود کے بین بین یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اس لئے چیرہ دینے سے ہلاکی کا خطرہ پیش نہیں آیا اور رشتہ کا اثر باقی رہا جو واقعات عالم مثال اور عالم شہادت کی آمیزش سے پیش آیا کرتے ہیں ان کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے جب ابو طالب سفر شام میں آپ کو اپنے ہمراہ لیگئے تو راہب نے آپ کے اندر نبوت کی علامتیں دیکھکر نبوت کا اقرار کیا۔ جب شباب شروع ہوا تو فرشتوں سے تناسب اور تعلق ظاہر ہونے لگا۔ کبھی غیبی آواز کے ذریعہ سے کبھی فرشتے بدنی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے ظاہری حوائج کی بندش اس طرح فرمادی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے ساتھ ہمدردی کا خیال پیدا ہوگیا۔ یہ قریش کی عورات میں سے باثروت تھیں۔ جب خدا کسی کو دوست رکھتا ہے تو اپنے بندوں ہی میں سے کسی کو اُس کا کارساز بنا دیتا ہے۔ جب وہ کعبے کی تعمیر میں شریک تھے اور عادات عرب کے موافق اپنے ازار کو دوش مبارک پر ڈال لیا تھا اس سے آپ بے ستر ہوگئے اور بے ستر ہوتے ہی بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے اور غشی کی حالت میں ہی منع فرمایا کہ کہیں شرمگاہ ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ نبوت کی ایک طاقت تھی نفس کے مواخذہ کرنے کی یہ بھی ایک قسم ہے +

اس کے بعد آپ خلوت کو پسند فرمانے لگے۔ مقام حرا میں چند راتوں تک خلوت گزیں رہتے۔ پھر دولت خانہ کو تشریف لاکر ویسے ہی چند روز کی غذا ہمراہ لیتے اور وہیں قیام فرماتے۔ غلبۂ روحانیت نے دنیا سے آپ کی توجہ کو ہٹوادیا تھا اور ہمہ تن آپ کا رخ اُس فطرت کی جانب پھیر دیا تھا جس پر خدا تعالےٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اول آغاز رویاے صالحہ سے ہوا آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر اُس کا ایسا ظہور ہوتا جیسے صبح کا سپیدہ۔ یہ بھی نبوت کی طاقت کا ظہور تھا۔ اس کے بعد مقام حرا میں صداقت یعنی حضرت جبرئیلؑ اور وحی کا نزول شروع ہوا اور غلبۂ ملکیت کے وقت طبیعت کا قانون ہے کہ اُسمیں حیرت اور پریشانی پیدا ہوتی ہے اس لئے اس وقت آپ میں بھی گھبراہٹ پیدا ہوگئی اس واسطے حضرت خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئیں اور یہ حالت بیان کی اُنہوں نے کہا ھو الناموس الذی

نہاں عنها منعزلی - یہ وہی شخص ہے جو سورہ ہٰذا پر نازل ہوا تھا - اس کے بعد چند روز تک وحی منقطع ہو گئی یعنی کی وجہ یہ تھی کہ انسان میں دو مختلف طاقتیں جمع ہوتی ہیں ایک بشری دوسری ملکی جب ملکیوں سے نزول وحی شروع ہوتا ہے تو مختلف مزاحمتیں اور الجھاؤ پیش آتے ہیں یہاں تک کہ جو خدا کی مرضی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے آپ نے فرشتہ کو کبھی آسمان و زمین میں بیٹھا ہوا دیکھتے تھے کبھی حرم میں کھڑے ہوتے کہ اس کے ازار باندھنے کی جگہ کعبہ تک ممتد ہوتی تھی - و نحو ذلک اس کا راز یہ ہے کہ جن نفوس میں نبوت کی استعداد ہوتی ہے تو ملکیت اس کی روح کے سامنے مستحضر ہو جاتی ہے بدنی مشاغل سے آزادی ہوتی ہے اس کے سامنے ملکی تجلی درخشان ہونے لگتی ہے جیسا وقت کا اقتضا ہوتا ہے ویسے ہی یہ حالت پیدا ہوتی ہے جیسے عوام لوگوں کو آزادی کی حالت میں خواب کے ذریعے بعض امور کا انکشاف ہوتا ہے - رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ پر نزول وحی کس طرح ہوتا ہے آپ نے فرمایا کبھی گھنٹہ کی جھنکار کی طرح اس کی مجھ پر زیادہ گرانی ہوتی ہے اس آواز کے جدا ہوتے ہی میں اس کی بات کو محفوظ کر لیتا ہوں اور کبھی مجھکو فرشتہ کی صورت نظر آتی ہے وہ کہتا جاتا ہے اور میں یاد کرتا جاتا ہوں میں کہتا ہوں اس آواز کی حقیقت یہ تھی کہ جب کوئی پرزور تاثیر حواس سے ملاقی ہوتی ہے تو ان میں ایک تشویش اور شورش پیدا ہو جایا کرتی ہے بینائی میں تشویش اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ مختلف رنگ کی چیزیں سرخ - زرد سبز وغیرہ نظر آتی ہیں اور شنوائی میں اس طرح اس کا ظہور ہوتا ہے کہ بے معنی آوازیں جیسے بھنبھناہٹ - جھنکار وغیرہ محسوس ہوتی ہیں جب یہ اثر ختم ہو جاتے ہیں تو علم حاصل ہو جایا کرتا ہے اور فرشتہ کا صورت میں منظر آنا ایسے موقع پر ہوا کرتا ہے جہاں عالم مثال اور عالم شہود دونوں کے احکام اور اثر یکجا جمع ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فرشتوں کو بعض لوگ دیکھتے تھے بعض نہیں دیکھتے تھے ؀

ان حالات کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ دعوت اسلام کریں اور مخفی طور پر آپ نے اسلام کی تعلیم شروع کی - اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمار رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا ؀

پھر ارشاد ہوا فاصدع بما تؤمر جو حکم تمکو دیا جاتا ہے اس کی اعلانیہ تعمیل کرو اور فرمایا گیا وانذر عشیرتک الاقربین اپنے قریب رشتہ داروں کو ڈراؤ اب آپ نے علانیہ دعوت اور شرک کی رسموں کو باطل کرنا شروع کر دیا اس وجہ سے تمام لوگ بگڑ گئے نہایت سختی سے پیش آنے لگے زبان اور ہاتھ سے برابر تکلیفیں دینے لگے مذبوحہ جانوروں کی جھلی آپ پر ڈالتے تھے آپ کا گلا گھونٹ دیتے تھے لیکن آنحضرت صلعم نہایت استقلال کے ساتھ ان شدتوں کو جھیلتے تھے اور برابر مسلمانوں کو فتح کا مژدہ دیتے تھے اور کافروں کو شکست اور بربادی کا خوف دلاتے رہے - جیسے خدا تعالے فرماتا ہے جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب یہاں کے لوگ جماعتوں سے بھاگ جائینگے - اب انہوں نے اور بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کیا اور قسمیں کھا کھا کر باہم معاہدہ کر لیا کہ مسلمانوں کو اور ہاشمی اور مطلبیوں کو جو مسلمانوں کے ہمدرد ہیں خوب تنبیہ کریں اس وقت مسلمانوں کو بے صبری ہوئی کہ صبر

کی جانب ہجرت کر جائیں اس سے دعوت کو بڑے پیمانے پر وسعت و کشادگی ہوگی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب آپ کے چچا کا انتقال ہوگیا اور ہاشمیوں کی جماعت اور قوت منتشر ہوگئی تو اس کی وجہ سے آپ کو بے اطمینانی پیش آئی اور یہ امر اجمالی طور پر آپ کے قلب میں القا کیا گیا تھا کہ ہجرت سے کامیابی حاصل ہوگی۔ اس لئے اپنے خیال و فکر سے ہجرت کا آپ نے قصد فرمایا۔ ولاَّ طائف پھر یمامہ کی جانب توجہ اور میلان ہوا اور مختلف طریقے سوچے۔ لیکن عجلت کر کے طائف تشریف لے گئے وہاں آپ کو نہایت سخت تکلیف ہوئی۔ اس کے بعد بنی کنانہ کی طرف تشریف فرما ہوئے یہاں بھی کوئی خوشگن امر پیش نہ آیا۔ اس لئے زمعہ کے زمانے میں مکہ کو مراجعت کی اور یہ آیت نازل ہوئی **وما ارسلنا من رسول الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته** جب ہم نے کوئی رسول بھیجا ہے تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ جب اس نے کسی امر کی تمنا کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں کوئی شے ملا دی ہے آپ کی تمنا یہ تھی کہ جن امور کو اپنے دل میں غور کرتے تھے ان سے خدا کے وعدوں کے پورے ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور شیطان کا اس میں ملا دینا یہ ہوا کہ ارادہ الٰہی کے خلاف امور پیش آئے اور اصلی حالت پر ایک نقاب حائل ہوگیا۔

اسی اثنا میں مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور جو خدا کی مرضی تھی وہاں تک سیر واقع ہوئی۔ یہ تمام امور بدن کے ذریعہ سے ہوئے بیداری کی حالت میں لیکن ایسے موقع میں جو عالم مثال و شہود میں برزخ کی طرح واقع ہے سب کے احکام اس میں جمع تھے۔ بدن پر تمام روح کے احکام طاری ہو سکتے۔ روح اور روحانی امور بدنوں کی صورت میں پیش آئے اس واسطے ان واقعات میں ہر ایک واقعہ کی ایک تعبیر ہے حضرت حزقیل و حضرت موسیٰ وغیرہ انبیا علیہم السلام کو بھی ایسے ہی واقعات پیش رہے تھے اولیائے امت کو ایسے امور پیش آتے ہیں تاکہ ان کے برتر مقامات کی حالت ایسی ہو جیسے خواب میں دوسروں کے حالات ہوا کرتے ہیں **واللہ اعلم**
شق صدر اور ایمان سے اس کے بھر دینے کے معنی یہ ہیں کہ ملکی طاقت کے انوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب ہوگئے اور طبیعت کی آگ سرد ہوگئی اور طبیعت اس قابل ہوگئی کہ جن علوم کا خطیرۃ القدس سے فاضہ کیا جائے ان کو بطیب خاطر اخذ کر سکے۔ اور براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نسمہ پر جس میں کمال حیوانی ہوتا ہے نفس ناطقہ کا استیلا اور غلبہ ہوگیا۔ براق پر مضبوط ہو کر سوار ہوئے یعنی بہیمت پر نفس ناطقہ کے احکام مسلط ہوگئے اور مسجد اقصیٰ کی طرف سیر کرنا اس طرح ہوا کہ وہ مسجد شعائر الٰہیہ کے ظاہر ہونے کا موقع ہے۔ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق رہتی ہیں۔ انبیا علیہم السلام کی توجہ کا وہ آماجگاہ ہے یا وہ ملکوت کے لئے ایک روشندان ہے۔
اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا اور ان سے مفاخرت کرنا اس کی حقیقت یہ ہے کہ خطیرۃ القدس کے ارتباط اور تعلق سے سب کا اجتماع ہوا اور ان سب میں کمالات نبوت کے اوصاف میں آپ کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہوئی۔
اور آسمان پر ترتیب ایک کے بعد دوسرے پر صعود کرنے کے معنی یہ ہیں کہ خاص قرارگاہ جلالت اور الوہیت تک منزل بمنزل آپ نے ترقی کی۔ ملائکہ سے تعارف ہوا جو وہاں مقیم ہیں ان بزرگ روحانیوں سے لقا ہوا۔ جو آدمیوں میں سے فرشتوں میں منسلک ہوگئے ہیں ان تدبیر کا اب علم حاصل ہوا۔ جن کی وہاں وحی کی گئی اس

خصوصیت کو دریافت کیا جو ان منازل میں حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کا رونا گویا بدن سے نہ تھا بلکہ وہ اُس حالت کی مثال تھی جو دعوت عامہ کے جاری رہنے سے اُن کو پیش آئی اور جس کمال کے وہ خواہاں تھے اس کے پورا ہونے میں ایک حصہ کی کمی رہ گئی +

سدرۃ المنتہے سے وجود کا درخت مراد ہے جس کے حصوں میں ترتیب ہوتی ہے اور اس کی تمام طاقتیں ایک ہی تدبیر میں جمع ہوتی ہیں۔ جیسے قوت غاذیہ نامیہ وغیرہا کی سب قوتیں صورت شجری میں جمع ہو کر قی رہیں اور اس حالت کو جس میں مجموعی اور اجمالی تدبیر کی طرف اشارہ ہو اور اس کے تمام افراد میں عموم اور کلیت ہو زیادہ تر مناسبت درخت سے ہے نہ حیوان سے۔ حیوان میں تفصیلی طاقتیں ہوتی ہیں اور ارادہ حیوانی جمعیت کے قوانین کو مصرح اور ظاہر حالات میں کر دیا کرتا ہے۔ اس درخت کی جڑ میں نہروں سے مراد وہ عالم ملکوت کی رحمت ہے۔ جس کا وہاں سے فیضان مسلسل رہتا ہے۔ عالم شہادت کی جانب وہ جاری اور ساری رہتی ہے۔ انہیں کا اثر ہے زندہ رکھنا اور زندگی کو بالیدہ کرنا ہے اسی لئے وہاں بعض نافع امور کی تعیین کی گئی جیسے نیل و فرات۔ اور جو انوار اس درخت کو ڈھکے ہوئے ہیں وہ الٰہی انتظامات اور رحمانی تدبیریں ہیں جنکی عالم شہادت میں ہر شے کی استعداد کے موافق چمک دمک رہتی ہے۔ اور بیت المعمور تجلی الٰہی کا نام ہے اُسی کی جانب آدمیوں کے سجدہ اور بندگی کی عاجزانہ حالتیں متوجہ رہتی ہیں اُس کی تشبیہ کے ساتھ کعبہ اور بیت المقدس کی مثال پر دی گئی ہے +

ان امور کے بعد معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ظرف دودھ کا اور ایک شراب کا پیش کیا گیا آپنے دودھ والا پسند فرمایا تب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ فطرت کی جانب رہنما کئے گئے اگر شراب کا پسند کرتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔ اس لئے کہ دودھ میں اشارہ تھا کہ آپ کی اُمت فطرت کو پسند کریگی اور شراب میں اشارہ تھا کہ دنیوی لذتوں کو پسند کرے گی۔ اور معراج ہی میں پنجگانہ نمازیں فرض کی گئیں۔ اور ثواب کے لحاظ سے وہ پچاس ہیں آہستہ آہستہ خداوند کریم نے اس پچاس کی تعداد کو ظاہر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نعمت بھی کامل ہو گئی اور تنگی بھی رفع ہو گئی۔ اور اس معنی کو حضرت موسیٰ کی جانب اس واسطے منسوب کیا کہ تمام انبیا میں وہ امت کی اصلاح اور سیاست سے زیادہ واقف تھے معراج کے بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم قبایل عرب سے تقویت اور امداد طلب کرتے رہے لیکن انصار کو خدا نے اسلام کی توفیق دی اور انہوں نے دو بار بیعت کی۔ ایک عقبہ اولےٰ میں دوسری عقبۂ ثانیہ میں۔ اور اس کے بعد اسلام مدینہ شریف کے ہر ایک گھر میں داخل ہو گیا۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنے نبی پر صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ دین کی ترقی جب ہی ہو گی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کیجائے اس سے ہجرت کا پورا قصد فرما لیا۔ اب قریش میں غصہ کی آگ اور زیادہ جوشزن ہوئی اور مختلف منصوبے کرنے لگے کہ آپ کو قتل کر دیں یا پکڑ رکھیں یا کہیں کو نکال دیں لیکن آپ خدا کے محبوب برکت والے تھے۔ خدا نے آپکے غالب ہونے کا فیصلہ کر دیا تھا اس لئے چند معجزات کا ظہور ہوا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں میں سانپ نے کاٹا۔ اور آنحضرتؐ نے برکت کی دعا کی اور فوراً اُن کو آرام ہو گیا۔ کفار جب غار کے منہ پر اکٹھے ہوئے

قدرت الٰہی نے اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور اُن کے خیالات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہٹا لیا جب سراقہ بن مالک نے دونوں حضرات کا تعاقب کیا تو آپ نے اس پر بددعا کی جس کے اثر سے اس کا گھوڑا شکم تک سنگلاخ زمین میں دھنس گیا۔ زمین خدا کی قدرت سے پھٹ گئی۔ سراقہ نے اس پر کفالت کی کہ میں آپ دونوں کو دشمن سے بچا کر رکھوں گا اس کے بعد وہ رہا ہو گیا۔ جب ام معبد کے خیمہ پر آپ کا گذر ہوا تو اس بکری نے دودھ دیا جس کا دودھ بالکل خشک تھا اور دودھ کے قابل نہ تھی جب مدینہ شریف میں تشریف فرما ہوئے تو عبداللہ بن سلام نے آکر تین سوالے دریافت کیے جس کا جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا ہے۔ اول یہ کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی۔ دوسری جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا تیسری کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول علامت قیامت کی آگ ہے جو مشرق سے مغرب تک لوگوں پر پھیل جائیگی۔ اور پہلا کھانا اہل جنت کا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا۔ اور جب مرد کا نطفہ رحم میں پہلے پہنچتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر ماں کا نطفہ پہلے پہنچتا ہے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس پر عبداللہ بن سلام نے اسلام قبول کر لیا اور تمام علمائے یہود میں خاموشی پیدا ہو گئی۔ بعد آپ نے یہودیوں سے صلح کر لی اور اُن کے شر سے نجات مل گئی۔ مسجد کی تعمیر شروع کی اور لوگوں کو نماز اور اوقات نماز کی تعلیم دینے لگے اور اس میں مشورہ کیا کہ نماز کی اطلاع کس حیثیت سے دی جائے۔ عبداللہ بن زید نے اپنی خواب میں اذان کے کلمات سیکھے فرشتہ سے۔ فیضان غیبی کا انتظار آنحضرت صلعم کو تھا عبداللہ مضطر اور واسطہ ہو گئے۔ لوگوں کو جماعت جمعہ روزہ پر آمادہ کیا زکوٰۃ کا حکم دیا اور زکوٰۃ کے حدود کی تعلیم دی۔ لوگوں کو علانیہ دعوت اسلام دینی شروع کی اور اُن کو راغب کیا کہ اپنے اپنے وطنوں سے ہجرت کریں اس لئے کہ اُن کے وطن دارالکفر تھے وہاں حدود اسلام کا قائم کرنا ممکن نہ تھا اور تمام مسلمانوں کی جمعیت کو مواخاۃ سے نہایت مستحکم کر دیا۔ اس مواخات نے مسلمانوں میں صلہ اور مصاف میں ایک دوسرے کی امداد اور باہم ایک دوسرے کا وارث ہونا لازم کر دیا تاکہ اس سے اُن میں قوت پیدا ہو جائے اور اس قابل ہو جائیں کہ مجموعی طاقت سے جہاد کر سکیں اور اپنے دشمنوں کے حملوں کو روک سکیں۔ پہلے اہل عرب میں دستور تھا کہ ایک خاندان دوسرے خاندان سے مدد لیا کرتے تھے جب خدا نے دیکھا کہ مسلمانوں میں وحدت اور قوت جمع ہو گئی ہے تو اپنے نبی کو جہاد کی وحی بھیجی کہ کفار کی خوب ہوشیاری سے دیدبانی کریں +

جب جنگ بدر واقع ہوئی تو مسلمانوں کے پاس پانی نہ تھا خدا نے وہاں خوب مینہ برسایا۔ لوگوں سے آنحضرت نے مشورہ کیا کہ قافلہ کا قصد کرتے ہو یا لشکر سے مقابلہ کا۔ تو آنحضرت صلعم کی رائے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی رایوں میں مدد دی گئی۔ اور سب نے مقابلہ کا اہتمام کیا۔ پہلے ایسے مقابلے کا گمان بھی نہ تھا جب آپ نے دشمن کی کثرت کو ملاحظہ کیا تو خدا کی حضور میں نہایت عاجزی کی۔ اور آپ کو فتح کا مژدہ دیا گیا۔ اور وحی سے اُن مواقع کی اطلاع دی گئی جہاں مخالف مقتول ہو کر گرینگے آپ نے فرما دیا فلاں جگہ میں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور فلاں جگہ میں وہ شخص۔ آپ اپنا ید مبارک رکھ کر فرماتے جاتے تھے کہ یہاں وہ ہوگا اور یہاں وہ ہوگا۔ پس کوئی ایسا نہ تھا کہ سر مو اُس جگہ سے ہٹا ہو جو آپ نے اپنے ہاتھ سے تعیین کر دی تھی۔ فرشتے اُس روز لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نظر آتے تھے تاکہ موحدین کے دل پختہ

ہوجائیں۔ اور مشرکوں کے دل تھرا جائیں۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح ہوئی۔ اس جنگ نے اُن کو غنی بنا دیا اور شرک کی طاقت کو تہس نہس کر دیا۔ قریش کے منتخب لوگ اور جگر گوشے ہلاک ہوگئے۔ اسی واسطے اس جنگ کا نام فرقان ہے اور خدا کی مرضی تھی کہ شرک کی بیخکنی ہوجائے۔ اور صحابہؓ نے اپنی رائے سے فدیہ لے لینے کی طرف میلان کیا۔ اس پر مورد عتاب ہوگئے لیکن اخیر میں اُن کو معافی دی گئی۔ اس کے بعد یہود کے جلاوطن کرنے کی تقریب پیش آئی۔ یہودی جب تک مدینہ کے جوار میں رہتے دین الٰہی کے خالص اور مطمئن ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ انہوں نے عہد شکنی کی اس لئے آنحضرت صلعم نے بنی نضیر اور بنی قینقاع کو جلاوطن کر دیا اور کعب بن اشرف کو قتل کروا دیا اور اُن کے دلوں پر ایسا رعب چھایا کہ انہوں نے اُن لوگوں کی جانب رُخ نہ کیا۔ جنہوں نے مدد دینے کے وعدے کئے تھے اور خوب اُن کے دلوں کو بڑھایا تھا۔ اُن کے مالوں کو خدا نے اپنے نبیؐ کی طرف پھیر دیا اور اول وقت میں فراخی مسلمانوں کو اسی سے حاصل ہوئی۔ اور ابو رافع حجاز کا تاجر مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا اس کی طرف آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن عتیک کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے آسانی سے اُسے قتل کر دیا۔ جب عبداللہ اس کے گھر سے باہر آرہے تھے تو اُن کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلا دو۔ آپ نے اُس پر ہاتھ پھیر دیا وہ ایسا صحیح و سالم ہوگیا گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ ہوئی تھی +

جب اسباب سماوی کا اقتضا ہوا کہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کی شکست ہو تو اس موقع پر چند طریقوں میں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا کہ اس واقعہ سے بڑی مذہبی بصیرت اور بیداری پیدا ہوئی۔ اس لئے کہ شکست کی وجہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہوئی۔ آپ نے فرما دیا تھا کہ درہ پر جمے رہیں اور لوگوں کا وہاں سے ہٹنا تھا کہ حملہ آوروں کا کام پورا ہوگیا اور خدا نے اجمالی طور پر اپنے نبیؐ کو شکست پر آگاہ کر دیا تھا۔ آپ کو خواب میں شکستہ تلوار اور ذبح کی ہوئی گائے دکھائی گئی تھی شکست اور صحابہ کا شہید ہونا اسی کی تعبیر تھی۔ یہ جنگ نہر طالوت کی نظیر ہوگئی جس میں با اخلاص لوگ غیروں سے متمیز ہوگئے۔ اس میں رہبری ہوگئی کہ مناسب نہیں زیادہ کسی پر اعتماد نہ کیا جاوے۔ اور جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقا شہید ہوئے تو بھِڑوں نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور دشمن اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکے +

جب قراء صحابہ بیر معونہ میں شہید ہوگئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں قاتلوں پر بددعا کرنے لگے۔ اور اس میں ایک قسم کی عجلت تھی جو بشریت کے اقتضا سے ہوا کرتی ہے۔ خدا نے اس پر تنبیہ فرما دی کہ رسالت کے تمام امور فی اللہ اور محض خالصتہً للہ ہونے چاہئیں۔ انہیں کوئی لوث بشری نہ ہو +

جب عرب کے بڑے بڑے قبائل نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا اور خندق کھودی گئی تو بھی مختلف عنوانوں سے رحمت الٰہیہ کا ظہور ہوا۔ خدا نے کفاروں کے مکروں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور مسلمانوں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچی اور حضرت جابرؓ کے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ ایک صاع جو اور ایک بزغالہ سے قریب ایک ہزار آدمیوں کے خوب سیر ہوگئے کسریٰ اور قیصر کے ایوانات پتھر کی ضرب سے جو شرارہ اٹھا تھا اس میں نظر آئے اور اُن کے فتح ہونے کی

آپ نے بشارت دی اور شب تاریک میں ایسی سخت ہوا کو جنبش ہوئی کہ کفار کے دل مرعوب ہو گئے اور وہ بھاگ گئے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا گیا اور حضرت سعدؓ کے فیصلہ کے موافق وہ اپنے قلعوں سے نیچے اُتر آئے تو حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ اُن میں سے جو لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں قتل کر دئے جائیں۔ اور اُن کے بال بچے قید کر لئے جائیں اس میں اُن کی رائے حق بجانب تھی +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جانب طبعی میلان تھا اور اس میں ایک مذہبی مصلحت تھی کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ لے پالک کی بیوی بریوں کے لئے درست ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے اس کا انجام یوں کیا کہ ان کے خاوند نے اُنکو طلاق دے دی اور خدا نے اُن کا نکاح آنحضرت صلعم سے کروا دیا۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ہلك المال وجاع العیال فاستسق۔ اے رسول مویشی ہلاک ہو گئے اور کنبہ بھوکا مرتا ہے آپ بارش کی دعا فرمائیے اُس وقت آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑہ بھی نہ تھا۔ ہاتھ اُٹھا کر آپ دعا مانگنے لگے ابھی آپ نے ہاتھوں کو نیچے نہ کیا تھا کہ بادلوں کے دل پر دل پہاڑوں کی طرح گھر آئے اور سات روز تک بارش کی جھڑی لگ گئی اتنا پانی پڑا کہ لوگوں کو نقصان کا اندیشہ ہونے لگا تب آپ نے فرمایا حوالینا ولا علینا۔ ہماری اطراف میں پڑے نہ ہم پر۔ کوئی سمت نہ تھی کہ اُسطرف بادل ہٹنے کا اشارہ فرماتے ہوں اور بادل نہ ہٹ جاتا ہو +

جس شے میں آپ نے برکت کی خواستگاری فرمائی ہے بارہا اُس میں برکت ہوئی۔ جیسے حضرت جابرؓ کا انبار خرما۔ اور اُم سلیمؓ کی روٹیاں ونحو ذالك +

بنی مصطلق کی لڑائی میں ملائکہ ظاہر آنمودار ہوئے اور دشمن پر خوف طاری ہو گیا۔ اسی جنگ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگائی گئی اور خدا کی رحمت سے آپ کی برات ثابت ہوئی۔ اور جس نے ایسی شناعت کو آپ کی جانب سے شائع کیا تھا اُس پر حد قذف قائم کی گئی۔ ایک بار سورج گرہن ہوا تو آپنے اس لئے بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز کیا کہ ایسا انقلاب خدا کے نشانات میں سے ایک نشان تھا۔ ایسے وقت میں برگزیدہ لوگوں کے دل میں خوف طاری ہوا کرتا ہے اسی نماز میں آپ نے اپنے اور دیوار قبلہ کے مابین جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ یہ مشاہدہ اسی طرح تھا کہ عالم مثال کے احکام کسی موقع خاص پر ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اور خواب میں جناب الہی نے آپ کو مطلع کیا کہ فتح کے ساتھ مکہ میں حلق یا قصر کے بعد داخل ہونگے بلا خوف و ہراس۔ اس لئے لوگوں نے عمرہ کا قصد کیا۔ اور ابھی تک عمرہ کا وقت نہیں آیا تھا اور یہی تقریب صلح کی ہو گئی جو بڑے بڑے فتوحات کا مقدمہ تھی۔ لوگوں کے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی +

اس موقع پر نبوت کے چند نشانات ظاہر ہوئے۔ لوگ پیاسے تھے اور پانی صرف ایک برتن میں موجود تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ید مبارک اُس ظرف میں رکھ دیا اور آپ کی اُنگلیوں میں سے پانی کی دھار نکلنے لگی۔ حدیبیہ کا تمام پانی صحابہ نے کھینچ لیا تھا اُس میں ایک قطرہ باقی نہ رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمائی تب تمام لوگ سیراب ہو گئے

اور مخلصین کے اخلاص کی جانچ کے لئے بیعۃ الرضوان واقع ہوئی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے خیبر کو فتح کیا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اتنا مال غنیمت ملا جس سے جہاد کی طاقت بڑھا سکیں۔ اس سے خلافت کے مستحکم ہونے کی بنیاد پڑ گئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زمین پر خلیفۃ اللہ ہو گئے اور یہاں بہت سے معجزات ظاہر ہوئے۔ آپ کے کھانے میں یہودیوں نے زہر ملا دیا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس پر آگاہ کر دیا اور اسی جنگ میں سلمہ بن اکوع کے چوٹ لگ گئی تھی آپ نے کئی بار اس ضرب پر دم کر دیا کہ پھر کبھی انہوں نے درد کی شکایت نہ کی۔ آپ نے قضاے حاجت کا ارادہ فرمایا کوئی شے ستر کی نہ تھی اس وقت آپ نے دو درختوں کو بلایا۔ وہ اس اونٹ کی طرح جس کے ناک میں نکیل ہو مطیعانہ کھنچے چلے آئے۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو اُن کو اپنی جگہ واپس کر دیا۔ جب محاربی نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب ہو جائے تو خدا نے اُس کے دل پر رعب بٹھایا آپ نے اُس کے ہاتھ باندھ دئے۔

اور جس امر کا ملاء اعلے میں فیصلہ ہو گیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کا القا ہوا کہ تمام بڑے بڑے سرکش ملعون ہوں اُن کی صولت زایل ہو جائے اُن کی رسمیں نابود ہو جائیں اس لئے اس میں سعی فرما کر خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کیا قیصر اور کسرے اور تمام معاند سرکشوں کو نامے تحریر فرمائے۔ کسرے نے نامے سے بے ادبی کی۔ اس لئے آپ نے اُس پر بد دعا کی اور اس کو خدا نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت انس بن واحد رضی اللہ عنہم موتہ (مقام ملک شام میں) کو روانہ فرمایا اور اُن پر وہاں جو حالات گذرے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو گئے۔ آپ نے اس سے پیشتر کہ کوئی خبر وہاں سے پہنچی ہو اُن کی وفات کی خبر دی۔ آنحضرت جب تمام قبائل عرب کے جہاد سے فارغ ہو گئے اور قریش نے عہد شکنی کی اور کورانہ روش اختیار کی تو آپ نے فتح مکہ کا اہتمام فرمایا اور حاطب بن بلتعہ صحابی نے اہل مکہ کو آپ کے ارادہ پر مطلع کرنا چاہا تو خدا نے اپنے رسول کو اس پر آگاہ کر دیا اور آپ نے مکہ کو فتح کیا ولو کرہ الکفرون اہل مکہ میں اس طریقے سے اسلام پھیل گیا کہ اُس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔

جنگ حنین میں جب مسلمانوں اور کافروں کی مٹ بھیڑ ہوئی اور کفار نے جولانی کی تو رسول خدا صلعم اور آپ کے اہل خاندان نے نہایت ہی استقلال ظاہر فرمایا آپ نے اُن کی جانب گرد پھینکی۔ اُس میں یہ اعجاز تھا کہ کوئی شخص نہیں بچا جس کی آنکھ میں وہ گرد نہ پہنچی ہو۔ اسی وجہ سے وہ لوٹ گئے اس کے بعد خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل میں جمعیت اور اطمینان پیدا کیا اور سب نے ہمت کر کے نہایت سخت کوشش کی اور فتح کر لیا۔ آپ نے ایک شخص کی نسبت جو مدعی اسلام تھا اور اس نے بہت ہی سخت مقابلہ کیا تھا فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ قریب تھا کہ بعض لوگوں کو آپ کے ارشاد میں شک پیدا ہو لیکن بعد میں ظاہر ہو گیا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔

اور آپ پر جادو کیا گیا آپ نے خدا سے دعا مانگی کہ اصلی حالت ظاہر ہو جائے تو خواب میں دو شخصوں نے آپ کو جادو اور جادو کرنے والے کی کیفیت ظاہر کر دی۔ اور ذوالخویصرہ نے اگر کہا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم فرمائیے

سپر آنحضرت کو اُس شخص کا اور اُس کی قوم کا انجام منکشف ہو گیا کہ یہ لوگوں میں سے ایک بہترین فرقہ سے جنگ کرینگے اُن
کی شناخت آدمی سے کی جائیگی جس کا رنگ سیاہ ہوگا اور اُس کا ایک بازو ایسا ہوگا جیسے عورت کا پستان حضرت علی ہی
نے اُن سے مقابلہ کیا اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسے ہی اُس کی صفت آپنے پائی - حضرت ابوہریرہ
کے لئے آپنے دعا فرمائی اور وہ اُسی روز ایمان لے آئے ایک روز آپ نے فرمایا کہ جبتک کہ میں اپنی اس تقریر کو
ختم کروں جونسا شخص اپنا کپڑا اچھیلا کر اپنے سینہ سے لگائیگا وہ کبھی اپنی بات نہ بھولیگا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
نے اپنا کپڑا بچھا کر سینہ سے لگا لیا - پھر کبھی اُن کو اپنے قول میں نسیان نہ ہوا ٭

آنحضرت نے ایک دفعہ اپنا دست مبارک جریر کے سینہ پر مار کر فرمایا بار خدایا اُس کو جمائے رکھ اس کے بعد پھر کبھی وہ
گھوڑے سے نہیں گرے اور پہلے وہ گھوڑے پر خوب نہیں جم سکتے تھے - ایک شخص مرتد ہو گیا تھا تو اُس کو زمین نے
قبول نہیں کیا - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک شاخ پر سہارا دیکر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بن گیا اور اُس پر قیام فرمایا
تو اُس شاخ میں گریہ وگداز پیدا ہو گیا یہانتک کہ آپ نے اُس کو پکڑ کر چپٹا لیا ٭ ایک مرتبہ آنحضرت ایک سست گھوڑے پر
سوار ہو کر فرمانے لگے ہم نے تمہارے گھوڑے کو رفتار میں بحر کیطرح پایا اُسکے بعد سے کوئی گھوڑا اُسکا مقابلہ نہیں کرتا تھا ٭

ان امور کے بعد خدا نے اپنے دین کو خوب مستحکم کر دیا اور ایلچیوں کی پیاپے آمد و رفت شروع ہو گئی اور متواتر
فتوحات ہونے لگیں تمام قبائل عرب پر حکام و عمال کا تقرر فرمایا شہروں میں قاضی مقرر کر دئے گئے اور خلافت مکمل
حالت میں ہو گئی - اس اطمینان کے بعد آپ کے قلب مبارک میں القا کیا گیا کہ مقام تبوک کی طرف نہضت فرمائی جاوے
تاکہ رومیوں پر آپ کی شوکت و جلالت ظاہر ہو اور اُن اطراف کی طاقتیں مطیع ہو جائیں - یہ جنگ نہایت گرمی اور
تنگی کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی - اس کی وجہ سے خدا نے خالص اور منافق میں تمیز کروادی - آنحضرت ایک عورت
کے باغیچہ پر گزرے جو وادی القریٰ میں تھا اس باغیچہ کا اندازہ آپ نے بھی فرمایا اور دیگر صحابہ نے بھی فرمایا
لیکن جیسے آپ نے ارشاد کیا تھا اُسی کے موافق برآمد ہوا - جب دیار حجر کے قریب پہونچے تو لوگوں کو اُسکے پانیوں
سے ممانعت فرمادی تاکہ موقع لعنت سے لوگ متنفر رہیں - ایک دفعہ شب کو آپ نے ممانعت فرمادی کہ کوئی شخص
باہر نہ جائے - اتفاقاً ایک شخص باہر چلا گیا تو اُس کو ہوا نے طی کی پہاڑیوں میں پھینکدیا - ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کا اونٹ
گم ہو گیا تو ایک منافق کہنے لگا کہ اگر نبی ہوتے تو اپنے اونٹ کا حال معلوم کر لیتے کہ کہاں ہے اس پر خدا تعالے نے
آپ کو اُس منافق کے قول اور مقام اونٹ سے آگاہ کر دیا اور بعض مخلصین نے زلل اور غلطی کی وجہ سے رفاقت نبی
سے تخلف کیا تھا لیکن بعد میں زمین اُن پر تنگ ہو گئی وہ نہایت ہی نادم ہوئے اس لئے اُن کا قصور معاف کر دیا گیا
اور شاہ ایلہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قید کر لیا جسکا پہلے سے گمان بھی نہ تھا جب اسلام میں پوری طاقت آگئی اور
خدا کے دین میں گروہ کے گروہ داخل ہونے لگے تو خدا تعالے نے اپنی وحی سے آپ کو حکم فرمایا کہ مشرکین سے جو
معاہدے ہیں اون کو خیر باد کہدینا چاہئے اور سورہ برارت کا نزول ہوا - نجران کے عیسائیوں سے آپ نے مباہلہ کا
ارادہ کیا لیکن اُنہوں نے عاجز ہو کر جزیہ قبول کر لیا ٭

اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے آپ کی معیت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ تھے مناسک حج اُن کو بتائے اور زمانہ شرک کی تحریفات کو دور کر دیا جب تمام احکام اسلام کی تکمیل ہو چکی اور وفات کا زمانہ قریب ہوا تو خدا تعالےٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا سب لوگ اُن کو دیکھتے تھے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے دریافت کیا کہ ایمان و اسلام اور احسان کی حقیقت کیا ہے اور قیامت کا حال دریافت کیا آپ بیان فرماتے رہے اور حضرت جبریل علیہ السلام اُس کی تصدیق کرتے گئے یہ گویا دین کا تتمہ اور تکملہ تھا +

جب آپ مریض ہوئے تو برابر رفیق اعلےٰ کو یاد کرتے رہے اور ملاء اعلیٰ کی جانب اظہار شوق و کشش فرماتے رہے یہانتک کہ خدا نے آپکو وفات دی اور آپ کی حفاظت دین کا متکفل ہو گیا ایسے لوگوں کو اُس نے قائم کیا جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہیں کرتے تھے اُنہوں نے مدعیان نبوت اور روم و عجم سے جنگ آزمائیاں کیں یہانتک کہ اس کے حکم کی تکمیل ہو گئی اور اُسکا وعدہ پورا ہو گیا صلے اللہ علیہ وعلے آلہ وعلے اصحابہ وسلم +

الفتن فتنوں کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیئے کہ فتنوں کے مختلف اقسام ہیں (۱) ذاتی فتنہ اسطرح پر کہ آدمی کے دل میں قساوت اور سختی آجائے اسکو طاعت میں کچھ حلاوت اور مناجات میں کوئی لذت محسوس نہو انسانی زندگی کے تین جنبے ہیں اول دل وہ تمام حالات انسانی غصہ دلیری حیا بیم و رجا انقباض و انبساط وغیرہ کا مبدا ہے دوسرے عقل جو تمام اُن علوم کا مبدا ہے جن پر حواس کی انتہا ہوتی ہے مثلاً وہ بدیہی احکام جو تجربہ اور حدس وغیرہ سے معلوم ہوں یا علوم نظری جو دلیل خطابیات وغیرہ سے مستفاد ہوں تیسرے طبیعت جو کہ تمام نفسانی رغبتوں کا مبدا ہے خواہ وہ رغبتیں قیام بدن کے لئے خود ضروری ہوں یا اُنکی جنس کی ضرورت ہو مثلاً وہ خواہشیں جو کھانے پینے خواب ہم بستری کی وجہ سے پیدا ہوا کرتی ہیں جب عقل پر بہیمی خصلتیں غالب ہو جاتی ہیں تو اُس کے تمام ارادے انقباض و انبساط کے متعلق ایسے ہی ہونگے جیسے بہائم کے جو طبیعت اور اوہام کی تحریک سے پیدا ہوتے ہیں ایسے دل کو بہیمی کہتے ہیں اور جب دل شیطانیت سے بیداری اور خواب میں شیطانی وسوسوں کو قبول کرنے لگے تو ایسے انسان کو شیطان الانس کہتے ہیں اور جب دل پر فرشتوں کے سے صفات غالب ہوں تو اُس کو قلب انسانی کہتے ہیں اس وقت اُس کے تمام جذبات خوف و رغبت وغیرہ اعتقادات حقہ کی جانب مائل ہوا کرتے ہیں جن کو اُس نے حاصل کیا تھا جب قلب کی حالت نہایت صاف اور اُس کی نورانیت اور لمعان کامل ہو جاتی ہے تو قلب روح ہو جاتا ہے تب اُس میں بغیر انقباض کے ہمیشہ انبساط رہتا ہے اور بغیر اضطراب و بےچینی کے اطمینان اور سکون ہوتا ہے تمام ملکی خاصیتیں اُس کی عادت اور طبیعت ہو جاتے ہیں اور وہ ایسی نہیں ہوتیں جیسے مکتسب چیزیں ہوتی ہیں اور جب بہیمی عادات عقل پر غالب ہوتے ہیں تو وہ سبک ہو جاتا ہے نفسانی جنبشوں میں مبتلا رہتا ہے طبیعت کے دواعی کی طرف اُسکی کشش رہتی ہے اگر خواہش نفس کی جنبش پیدا ہوتی ہے تو مجامعت کے خیال میں رہتا ہے بھوک معلوم ہونے لگے تو کھانے کے خیال میں پڑا رہتا ہے و علی ہذہ اور شیطانی وسوسوں سے جب وہ مغلوب ہوتا ہے تو اعلےٰ قسم کے جو اختلافات ہیں اُن کے باطل

اور تسیح میں بسر کرتا ہے سچے اعتقادات میں شبہات پیدا کرتا ہے اور اُن بدنما افعال کی جانب اُس کو کشش رہتی ہے جس سے نفوس سلیمہ متنفر رہتے ہیں اگر ملکی خصایل کا غلبہ بھی قوی اثر ہوتا ہے تو عقل کے لوازم سے ہوتا ہے کہ جن علوم کی تصدیق ضروری ہے اُس کی تصدیق کی جاتی ہے جن کا تعلق تدابیر نافع اور اُن تدابیر سے ہوتا ہے جو درجہ احسان سے متعلق ہیں اُن کا ثبوت بدیہۃ ہو یا نظری طور پر +

اور جب اُس کی نورانیت اور انجلا میں اور ترقی ہوتی ہے تو نفس کی حالت کو سر کہتے ہیں اس وقت میں وہ مختلف طریقوں سے خواب۔ فراست کشف آواز غیبی وغیرہ کے ذریعے سے اُن علوم کا ادراک کرتا ہے جنکا فیضان عالم غیب سے ہوتا ہے اور جب اُس کا میلان اُن موجودات کی طرف ہوتا ہے جو زمانہ اور مکان سے برتر ہیں تو نفس کو خفی کہتے ہیں +

اور نفس کی کشش جب طبعی عادات میں محصور ہو جاتی ہے تو اُس وقت اُسکا نفس امارہ نام ہوتا ہے اور قوائے بہیمی اور ملکی میں جب اُس کی مذبذب حالت ہو اور میلانوں کا فیصلہ کبھی اس جانب ہو کبھی اُس جانب تو اُسکو نفس لوامہ کہتے ہیں +

اور جب نفس شریعت کا پورا پابند ہو اُس کی حکومت سے بغاوت نہ کرے اُس کی ہر ایک جنبش شریعت کے موافق ہی ہو اُس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ ھذا ما عندی من معرفۃ لطائف الانسان واللہ اعلم +

ایک انسانی فتنہ وہ ہے جس کا تعلق اُس کے اہل سے ہوتا ہے یعنی تدابیر منزلی کا ابتر ہو جانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے یہانتک کہ آپنے فرمایا کہ ایک شیطان اُسکے پاس آکر کہتا ہے کہ مینے فلاں شخص کو نہیں چھوڑا جبتک کہ اُسمیں اور اُسکی بیوی میں جدائی نکردی اس شیطان کو ابلیس اپنے قریب بلا کر کہتا ہے تو بہت ہی اچھا ہے

اور ایک فتنہ وہ ہے جو دریائے مواج کی طرح موجزن اور متلاطم ہوتا ہے وہ تمدن کی تدابیر کا برباد ہونا ہے اور لوگوں کا خلاف حق خلافت میں طمع کرنا آنحضرت نے فرمایا کہ شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والے اُس کی پرستش کریں لیکن وہ اُن میں فساد ڈلواتا رہیگا۔ ایک فتنہ مذہبی ہے کہ صحابہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں سے حواری فنا ہو جائیں اور نا اہل لوگ مذہب کے معتمد علیہ بنیں۔ علما اور درویش مذہبی امور میں زیادہ تعمق کریں اور سلاطین جاہل دین میں تہاون اور کسل ظاہر کریں کوئی نیکی کا رہنما اور بدی سے روکنے والا نرہے اور زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے ہمرنگ ہو جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر نبی کے لئے حواری ہوتے رہے الی آخر الحدیث

اور ایک فتنہ وہ ہے جو آفاق میں پھیل جاتا ہے کہ لوگ انسانیت کے اصلی نظام اور مقتضائے انسانی سے بالکل بدل جائیں سب میں ابتری اور اعلے درجے کے زاہد تو طبیعت کے جذبات کو بالکل ترک کریں۔ اُن کی اصلاح اور منتظم کرنے کی پروا نہ کریں۔ اپنے آپ کو مجردات کے مشابہ کسی نہ کسی طرح سے کرلیں اور عوام خالص بہیمیت میں ابجذب ہو جائیں کچھ لوگ دونوں کے درمیانی حالت میں ہوں لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء +

اور ایک فتنہ واقعات جو سے متعلق ہے جنمیں عام تباہی اور بربادی کی تہدید اور تخویف ہوا کرتی ہے مثلاً ہولناک قانون کا ظاہر ہونا وبا کا پھیلنا۔ زمین کا دھس جانا دور تک اطراف عالم میں آتشزدگی کا ہونا مثل وغیرہ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر فتنوں کی تفصیل اور تشریح بیان فرمائی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ تم اگلے لوگوں کے

تمام حالتوں میں ایسی ہی پیروی کروگے جیسے بالشت بالشت کے ساتھ اور گز گز کے برابری کرتا ہے حتیٰ کہ ان میں سے اگر کوئی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی اُس کی پیروی کروگے اور آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیک لوگ درجہ بدرجہ فنا ہوتے جائینگے اور بعید ردی سبک طرح ایسے باقی رہتے جائینگے جیسے جو کی بھوسی خداتعالےٰ کو اُن کی کچھ بھی پروا نہو گی میں کہتا ہوں آنحضرت کو معلوم ہو گیا تھا کہ جب نبوت کا زمانہ منقرض او ختم ہو جائیگا اور آپ کی صحابہ میں حواریوں کے درجہ کے لوگ باقی نہ رہینگے اور نااہل لوگ معتمد علیہ بنائے جائینگے۔ تو ضرور ہے کہ نفسانی اور شیطانی تحریکات اور بدواہی کے موافق رسمیں پھیل جائینگی اور وہ الا ماشاءاللہ سب میں سرایت کر جائینگے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی ہدایت نبوت اور رحمت سے ہوئی ہے اس کے بعد خلافت اور رحمت کا زمانہ آئیگا پھر اُس کے بعد گزندہ حکومت ہو گی پس حکومت کے بعد ظلم سرکشی اور زمین پر فساد ہوگا ریشم پہنینگا ہوں اور شراب کو لوگ جائز اور درست سمجھیں گے اسی حالت پر اُن کو رزق دیا جائیگا اُن کی مدد کی جائیگی جبتک کہ وہ خدا سے ملیں +

میں کہتا ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نبوت کا اختتام ہو گیا اور وہ خلافت جس میں باہم مسلمانوں میں تلوار نہ تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ختم ہوئی اور اصل خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی سے ختم ہو گئی اور ملک عضوض یعنے گزندہ کا وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی لڑائیاں رہیں اور بنی امیہ سختیاں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہو گئی اور جبر و سرکشی کا زمانہ عباسیوں کا ہے اس لئے کہ اُنہوں نے کسرے اور قیصر کی رسم و آئین کے موافق خلافت کی بنیاد ڈالی تھی +

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتنے دلوں پر پیش ہونگے وہ دلوں کو گھیر لینگے جیسے چٹائی کی بناوٹ میں ایک جزو دوسری جزو میں گُتھا ہوا ہوتا ہے جن دلوں میں وہ فتنے سرایت کر جائینگے۔ اُن میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جائیگا اور جو قلوب اُن سے بیگانہ رہیں گے اُن میں سپید نقطہ پیدا ہوگا۔ اس طرح دو قسم کے دل ہو جائیں گے ایک سپید چٹان کی طرح صاف و بے داغ اُس کو کوئی فتنہ مضرت نہ پہنچا سکیگا جب تک زمین و آسمان قائم ہیں دوسرا سیاہ گرد آلود جیسے ٹیڑھا کوزہ نہ نیکی کی شناخت کرتا ہے نہ بدی کی بجز اپنی خواہش کے جو دل میں سرایت کر گئی ہے +

میں کہتا ہوں کہ جب فتنے برپا ہوتے ہیں تو نفسانی اور شیطانی ولولوں کے دل میں جنبش ہوتی ہے بداعمالیاں دلوں کو گھیر لیتی ہیں کوئی آدمی نہیں ہوتا جو حق پر آمادہ کرے اس واسطے انہیں دلوں کو اُن فتنوں سے علیحدگی اور بیگانگی ہوا کرتی ہے جو اُن کی مخالف اور بدنما ہیئت سے ناآشنا محض ہوتے ہیں باقی اور سبھوں پر اُن کا عام اثر ہوا کرتا ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانت اہل طبیعت میں پیدا ہوا کرتی ہے پھر اُس کا علم قرآن

حدیث کے ذریعہ سے ہوجاتا ہے اور امانت کے جاتے رہنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ آہستہ آہستہ امانت کا اثر دل سے زائل ہوتا ہے اول اول اوسکا نور زائل ہوکر سنی قدر تیرگی رہجاتی ہے پھر اثر ظلمت کا دیرپا ہوجاتا ہے ؛

میں کہتا ہوں جب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کو نصیب ہو تو ایک قوم کو اُس نے پسند کیا اور اطاعت و جان نثاری کا اُن کو مرتاض اور مشتاق بنایا امر الہی کے موافق اُن کی ہمت اور عزم کو جمع کیا پھر اسی اجمالی مضمون کی تفصیل کلام الٰہی قرآن و حدیث میں پوری تفصیل کر دی گئی اس کے بعد فتنہ فتنہ غفلت اور بے پرواہی بڑھتی جاتی ہے ایسی قوت نہایت ہوشمندی اور فراست میں دیکھا جاتا ہے کہ اُس کے دل میں دین الہی اور لوگوں کے اتفاق و تعلقات اور ان کے دین اور امانت کا نہیں ہوا آتا ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے اسلام سے پیشتر تاریکی ہمیں سی تھی کیا اب کبھی ہوگی اب سے بعد سارا ایسی ہی ہوجائیگی میں نے کہا اس سے نجات کیسے حاصل ہوگی آپ نے فرمایا تلوار نجات دے سکتی ہے میں نے کہا بعد اُسکے بھی کیا کچھ تاریکی باقی رہیگی آپ نے فرمایا ہاں۔ ناخوشی اور ناگواری سے حکومت قائم ہوگی اور مکر و فساد سے صلح ہوگی میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا گمراہی کی طرف لوگ بلانے لگے اگر اُس وقت میں کوئی خلیفہ موجود ہو جو اُسے باطل پر پکڑ کر پیٹ پر دیتے تو اُس کی اطاعت کرنا ورنہ افسوس و غم کی حالت میں مرجانا ؛

میں کہتا ہوں اس زمانہ میں نجات تلوار سے حاصل ہوئی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت جس میں اہل عرب مرتد ہو گئے تھے اور ناخوشی کی حکومت وہ باہمی نزاع تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آنے اور مکر و فساد کی وہ صلح تھی جو حضرت معاویہ رض اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانے میں واقع ہوئی اور گمراہی کی طرف بلاتا۔ اُن میں سے ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار وغیرہ یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان کی حکومت مستقل ہوگئی ؛

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا آپ سے عرض کیا گیا کہ اس میں کیا ہوگا آپنے فرمایا بھاگنا اور جنگ کرنا پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد فتنہ سراء ہوگا اُس کا ظہور ایسے شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا جو کہیگا کہ مجھ میں سے ہے حالانکہ مجھ میں سے نہ ہوگا یقیناً مجھ سے قریب متقی لوگ ہیں اُس کے بعد تمام لوگ ایک شخص سے صلح کر لیں گے لیکن اُس کی حالت کچھ منتظم نہ ہوگی اور اُسکے بعد فتنہ دہماء ہوگا کوئی شخص اس اُمت کا اُس کے طمانچے سے محفوظ نہ رہیگا جب لوگ کہینگے کہ اب اس کی انتہا ہوگئی اُس میں اور زیادہ ہوجائیگا میں کہتا ہوں کہ فتنہ احلاس واللہ اعلم وہ ہو جس میں اہل شام نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کی تھی جب وہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ میں آگئے تھے اور فتنہ سراء سے مراد یا تو مختار کا غالب آنا اور دعوے سے اہل بیت کا قصاص لیتا ہوں قتل و غارت کرنا ہے آنحضرت کا یہ فرمانا کہ وہ کہیگا کہ مجھ میں سے ہوگا یعنی وہ کہیگا اہل بیت کے گروہ اور انصار میں سے ہوگا اس

کے بعد مروان اور اولاد مروان پر مسلط ہو گئی تھی یا اس فتنہ سے ابو مسلم خراسانی کا عباسیوں کے مقابلہ کے لئے خروج
کرنا مراد ہے اُس کا بھی یہی قول تھا کہ میں اہل بیت کی خلافت کرنا چاہتا ہوں اُس کے بعد سفاح پر مسلط ہو گئی اور
فتنہ دہیما سے چنگیزیوں کا مسلمانوں پر غالب جانا مراد ہے اُنہوں نے ممالک اسلام میں خوب غارتگری کی ۔
اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علامات بیان فرمائے ہیں اُن علامات کی انتہا بھی انہیں مختلف
فتنوں پر ہوتی ہے جن کا اوپر ذکر ہو چکا ۔
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے علامات سے ہے کہ علم اُٹھ جائیگا جہل کی کثرت ہوگی زنا و شراب
کی زیادتی ہو جائیگی مرد کم ہو جائینگے عورتیں زیادہ ہو جائیں گی پچاس پچاس عورتوں پر ایک شخص کی حکومت ہوگی ۔
زبان شریعت میں حشر کے دو معنی ہوتے ہیں ایک لوگوں کا ملک شام میں جمع ہونا ۔ قیامت سے پیشتر یہ واقع اُس وقت ہوگا جب
زمین پر لوگوں کی قلت ہو جائیگی تو بعض لوگ مختلف تقریبوں کی وجہ سے اور بعض لوگ آگ کی وجہ سے وہاں جمع ہونگے
دوسرے حشر کے معنی ہیں بعد موت کے زندہ ہونا اس سے پیشتر ہم معاد کے اسرار بیان کر چکے ہیں واللہ اعلم

جن بڑے بڑے فتنوں کی رسول خدا صلعم نے خبر دی ہے وہ چار ہیں :-
اول فتنہ ناگوار حکومت کا یہ فتنہ اُس حالت پر صادق آتا ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ
میں شورشیں برپا ہوئیں یہانتک کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت قائم ہو گئی ۔ حضرت علی دفن میں اسی خلافت کی طرف اشارہ ہے ۔
حضرت معاویہ کے ہی متعلق ہے یعرف امرہ وینکر کہ اُن کے حکم کی تعمیل بھی کی جائیگی اور اُس سے انکار بھی کیا جاوے
گا اس لئے کہ اُن کی سیرت سلاطین کی طرز پر تھی نہ خلفا کے روش پر ۔
دوسرا فتنہ احلاس ہے جسمیں لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلائینگے یہ اُس زمانہ پر صادق ہے کہ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے
بعد لوگوں میں اختلاف ہوا اور خلافت کی تمنا میں اُنہوں نے جنگ آزمائیاں کیں یہانتک کہ عبدالملک کی حکومت جم گئی ۔
تیسرا فتنہ سرا ہے جبر و سرکشی کا زمانہ ہے جس میں عباسیوں نے بنی امیہ پر خروج کیا یہانتک کہ خلافت عباسیہ کی
بنیاد قائم ہو گئی ۔ عباسیوں نے سلاطین عجم کی سی ٹھاٹ قائم کی اور زبردستی حاکم بن بیٹھے ۔
چوتھے جو عام طور پر سب کو طمانچہ لگائیگا جب کہینگے کہ اب ختم ہو گیا ہے وہ اور ممتد ہو جائیگا اور لوگ دو حصوں
میں منقسم ہو جائینگے وہ چنگیزی ترکوں کا بلاخیز حملہ تھا جنہوں نے عباسی خلافت کو پاش پاش کر دیا ۔
اور جو حدیثیں فتنوں کے باب میں وارد ہیں اُن میں سے دس پہلے بیان ہو چکی ہیں ۔
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اسلام کی آسیا پینتیس یا چھتیس سال تک گردش کرتی رہیگی پس اگر لوگ ہلاک ہو جائیں تو
اُن کی ہلاکی ایسی ہی ہوگی جیسی اگلوں کی ہوتی اور اگر اُن کا دین ثابت اور مستقیم رہا تو ستر برس باقی رہیگا راوی نے
کہا یہ مدت ستر سال کی آیندہ سے ہے یا گذشتہ سالوں کو ملا کر آپ نے فرمایا اُن گذشتہ کو ملا کر اس قول کے کہ اسلام کی آسیا
گردش کرتی رہیگی معنی یہ ہیں کہ اسلام کی پوری قوت اُن سالوں میں ہوگی حدود قائم ہونگے جہاد تمام امت میں ہوگا اور
یہ حالت جہاد کی ابتدا اور اوائل ہجرت سے جب تک باقی رہے کہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور مسلمین میں

کے لحاظ سے جو شبہ ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے متعلق اجمالی وحی کی گئی ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ اگر سب ہلاک ہو جائیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر دشواریاں اور دقتیں پیش آئیں گی کہ دیکھنے والے کو شک ہوگا کہ مبادا کہ تمام امت تباہ ہو جائے اور تمام اُن کے امور نابود ہو جائیں اور ستر برس سے ابتدائے بعثت سے حضرت معاویہ کی انتقال تک کا زمانہ مراد ہے اس کے بعد فتنہ وعاۃ الضلال کا قائم ہو گیا ۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے وہ لوگ لڑینگے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہونگی ان سے ترک مراد ہیں وہ تم کو تین مرتبہ ہٹائینگے یہاں تک کہ جزیرۂ عرب سے تم مل جاؤگے پہلی دفعہ جو بھاگیگا وہ بچ جائیگا دوسری مرتبہ کچھ بچینگے کچھ ہلاک ہونگے تیسری مرتبہ وہ بالکل استیصال کر دینگے اس کے معنے یہ ہیں کہ اہل عرب اُن سے لڑینگے اور غالب آجائینگے اس کی وجہ یہ ہے باہم اُن میں عداوتیں و رنجشیں پیدا ہونگی جنکا انجام یہ ہوگا کہ وہ اپنے شہروں سے عرب کو دور کر دینگے اور اُس پر بھی قناعت نکرینگے بلکہ خود بلاد عرب کے اندر آجائیں گے حتیٰ ملقوہم بجزیرۃ العرب سے یہی مراد ہے اُن کے اول بار کی جنبش میں بھاگنے والے کو نجات مل جائیگی یعنی جو مقابلہ نکریگا وہ بچ جائیگا اور یہ پیشین گوئی چنگیزیوں کے جنگ پر صادق ہوئی جو عباسی بغداد میں تھے ہلاک ہو گئے اور جو مصر کو بھاگ گئے تھے محفوظ رہے ۔ دوسری مرتبہ فرمایا گیا کہ بعض بچیں گے بعض ہلاک ہونگے یہ امر تیمور کے حملے پر صادق ہے جس نے ملک شام کو پامال کر دیا اور عباسیوں کو تہ و بالا کر دیا اور تیسری بار سب کا استیصال کر دینگے یہ عثمانیہ حکومت پر صادق ہے یہ تمام دائرہ حکومت پر غالب آگئے واللہ اعلم ۔

المناقب

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب چند امور پر مبنی ہیں اول یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کی وہ نفسانی ہیئت اور حالت معلوم ہوئی جس کی وجہ سے آدمی جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جایا کرتا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ اُن میں نمایش نہیں ہے اور اُنہوں نے اُن اوصاف کو مکمل کر لیا ہے جن کی صورت مثالی جنت کے دروازے ہوتے ہیں تب آپ نے فرمایا مجھ کو امید ہے کہ تو اُن لوگوں میں سے ہے یعنی اُن لوگوں میں سے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کو کبھی راستہ میں چلتا ہوا شیطان نہیں ملا مگر وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے کو ہو لیتا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت سے اگر کوئی محدث اور ملہم بالغیب ہے تو وہ عمر ہے ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خواب کے ذریعہ سے کسی کا راسخ فی الدین ہونا آپ کو معلوم ہو جائے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت اُن کا استقبال کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں اُن کا ایک محل ہے اور لمبی لمبی چوڑی قمیص پہنے ہوئے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنے دودھ سے بقیہ عطیہ فرمایا جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ علم اور دین سے انکو کافی حصہ ملیگا ۔